پنجاب کی ذاتیں
سر ڈینزل ابٹسن

پنجاب کی ذاتیں

سر ڈینزل اِبٹسن

ترجمہ ـ یاسر جواد

فکشن ہاؤس

۱۸۔ مزنگ روڈ، لاہور

An Urdu Translation of

"PUNJAB CASTES"

by: Sir Denzil Ibbetson

(K.C.I.S)

نام کتاب	:	پنجاب کی ذاتیں
مصنف	:	سر ڈینزل ابٹسن
ترجمہ	:	یاسر جواد
اہتمام	:	ظہور احمد خاں
پبلشرز	:	فکشن ہاؤس، لاہور
کمپوزنگ	:	فکشن کمپوزنگ اینڈ گرافکس، لاہور
پرنٹرز	:	سید محمد شاہ پرنٹرز، لاہور
سرورق	:	ریاض ظہور
اشاعت	:	2018ء
قیمت	:	-/1000 روپے

تقسیم کار:

فکشن ہاؤس: بک سٹریٹ- 68 مزنگ روڈ لاہور،فون: 042-36307550-1, 37249218

فکشن ہاؤس: 52,53 رابعہ سکوائر حیدر چوک حیدرآباد، فون: 022-2780608

فکشن ہاؤس: نوشین سنٹر، فرسٹ فلور دوکان نمبر 5 اردو بازار کراچی، فون: 021-32603056

e-mail: fictionhouse2004@hotmail.com

انتساب

قمر خان کے نام

فہرست

دوسرا حصہ

بلوچ، پٹھان اور وابستہ نسلیں

تیسرا حصہ

جٹ، راجپوت اور وابستہ نسلیں

چوتھا حصہ

خدمت گار' زمیندار اور زراعتی ذاتیں

پانچواں حصہ

مذہبی' پیشہ وارانہ' تجارتی اور متفرق ذاتیں

چھٹا حصہ

سیلانی' خدمتگار اور دستکار ذاتیں

کتاب میں شامل جدولوں کی فہرست

مترجم کا نوٹ

موضوع کے بارے میں:

مسلمانوں کی آمد سے قبل کے پنجاب کے تاریخ 1930ء اور 1940ء کی دہائیوں میں برطانوی ماہرین آثار قدیمہ کی تحقیقاتی رپورٹوں کے ذریعہ حقائق سے پردہ اٹھنے تک نہایت مبہم اور فقط داستانوں پر مشتمل تھی۔ 324-327 قبل مسیح میں سکندر کی یلغار پہلی ٹھوس اور قدیم ترین تاریخی حقیقت تھی' اس سے پہلے سکائی لیکس بھی آ چکا تھا جس کا ذکر ویدوں میں موجود ہے۔ 1911ء کی مردم شماری پر اپنی رپورٹ میں پنڈت ہری کشن کول نے پنجاب کی تاریخ کو پانچ ہزار قبل مسیح میں آریوں کی آمد تک وسعت دی۔ کشمیر سے ملنے والی قدیم باکتری دستاویزات "دبستان" میں ایسے باکتری بادشاہوں کی فہرست دی گئی جو سکندر کی آمد سے تقریباً 5000 سال پہلے ہو گزرے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ انڈیا کا باکتریا سے تعلق تھا اور یہاں 8000 سال قبل مسیح میں بھی زبردست تہذیب و تمدن موجود تھا۔ ہمیں معلوم ہوا کہ آریوں نے انڈیا کی قدیم نسلوں کو آگے آگے ہنکاتے ہوئے یہاں ورود کیا۔ سو تھل اور بھیل وغیرہ انہی قدیم دراوڑیوں کے نمائندے ہیں۔

پنجاب کے زرخیز اور متمدن خطے کو آریوں نے اپنا مسکن بنایا اور اصل دراوڑی باشندے انڈیا کے مشرق اور جنوب کو بھاگتے گئے۔ ان آریوں نے ہندو مذہب کی بنیاد رکھی اور خود کو برہمن' کشتریہ' اور ویش کے مرکزی طبقات یا ذاتوں میں تقسیم کیا۔ مقامی باشندوں کو خدمت گاری اور غلیظ کاموں کے لئے مختص کر کے انہیں شودر اور اچھوت بنا دیا گیا۔ سکندر کے حملے نے معاشرتی ساخت پر کوئی خاص اثرات مرتب نہ کئے۔ 712ء میں محمد بن قاسم کا حملہ پنجاب کے طبقات اور ذاتوں میں بہت زیادہ ابتری کا باعث بنا۔ بعد کے ایک ہزار برس میں مسلمانوں کے حملوں اور سلطنتوں نے ذات پات کے نظام میں نئے اضافے تو کئے لیکن اس میں کوئی بنیادی تبدیلی نہ پیدا ہوئی۔ آج بھی بھارت میں یہ طبقے اور نظام موجود ہیں۔ پنجاب کے مسلمانوں نے ہزاروں سال سے چلے آ رہے سلسلے کو اپنے رنگ میں رنگ دیا' البتہ اساس وہی رہی۔ بیشتر ذاتیں آج بیسویں صدی کے اختتام تک دونوں مذاہب میں مشترک ہیں۔

ذات برادری کا نظام اپنی تمام تر منطق اور بنیادیں کھو چکنے کے باوجود موجودہ پنجاب میں اہمیت کا حامل ہے۔ یہاں کی زیادہ تر آبادی دیہی ہے جہاں ہزاروں سال پرانے ہل کی طرح معاشرتی ڈھانچہ بھی تبدیل نہیں ہوا۔ زیر نظر کتاب ہمیں یہ اندازہ کرنے میں مدد دیتی ہے کہ ہمارے معاشرے میں یہ ڈھانچہ کن بنیادوں پر قائم ہوا اور کیسی کیسی تبدیلیوں سے گزرا۔ پاکستانی پنجاب میں ذات برادری کا سوال اب پہلے سے زیادہ سیاسی اہمیت بھی اختیار کر چکا ہے۔ ملک کے بڑے بڑے شہروں میں بھی ووٹ ذات برادری کی بنیاد پر ڈالے جاتے ہیں۔

ترجمہ اور مصنف کے بارے میں:

یہ کتاب پنجاب مردم شماری رپورٹ 1881ء کے باب "لوگوں کی نسلیں' ذاتیں اور قبائل" پر مشتمل ہے۔ رپورٹ اور اس باب کی تیاری میں مصنف نے "ذات" کے تصور کی پیچیدگیوں اور "قبیحتا" درپیش مسائل پر مفصل اور مدلل بحث کی ہے۔ پہلے ترجمہ میں تمام جدول شامل نہ کرنے کا سوچا گیا تاکہ ضخامت زیادہ نہ ہو۔ لیکن ایسا کرنے سے کتاب کی عبارت کو بھی کافی جگہ سے موڑنا پڑتا۔ دوسرے مصنف نے اپنی گفتگو کی بنیاد ہی ان اعداد و شمار کو بنایا' چنانچہ انہیں جوں کا توں پیش کیا جا رہا ہے۔ اس کتاب کا اردو ترجمہ طباعت کے تقریباً 115 برس بعد ہوا ہے لیکن اس کی اہمیت ذرا بھی کم نہیں ہوئی کیونکہ یہ پنجاب کے لوگوں کی سماجی تاریخ بھی ہے جو اس موضوع پر آئندہ ہونے والے کاموں کی بنیاد بنے گی۔

"پنجاب کی ذاتیں" کے ترجمہ میں سب سے بڑا چیلنج ناموں اور جگہوں کا درست تلفظ معلوم کرنا اور لکھنا تھا۔ اس کام میں اقبال قیصر جیسے دوستوں کے علاوہ مندرجہ ذیل کتب سے استفادہ کیا گیا۔ (1) پٹھان اور بلوچ' از ایڈورڈ ای الیپور۔ اردو ترجمہ انور رومان' (2) سرزمین پختون' از جیمز ڈبلیو سپین۔ اردو ترجمہ انور رومان' (3) پختون ولی' از جیمز ڈبلیو سپین۔ اردو ترجمہ انور رومان' (4) پٹھان' از آر ٹی ریجوے۔ اردو ترجمہ انور رومان' (5) بلوچ' از م۔ ک۔ پیکولین۔ اردو ترجمہ شاہ محمد مری' (6) بلوچ قبائل' از جیمز ڈبلیو سپین' اردو ترجمہ انور رومان' (7) رؤسائے پنجاب' از سر لیپل گر یفن۔ اردو ترجمہ سید نوازش علی' (8) مہان کوش' بابا کاہن سنگھ نابھا (گورمکھی)' (9) کلاسیکل ڈکشنری آف انڈیا' (10) پنجابی وربز اینڈ ایڈیومیٹک سنٹنسز' ڈبلیو پی ہیرز' (11) انگلش پنجابی ڈکشنری' ڈبلیو پی ہیرز۔

"Punjab Castes" کے مصنف 30 اگست 1847ء کو پیدا ہوئے۔ سینٹ پیٹرز کالج اور سینٹ جانز کالج کیمبرج سے تحصیل علم کے بعد 1870ء میں انڈین سول سروس میں شمولیت اختیار کی۔ ملازمت کی ابتداء میں ہی انہیں ضلع کرنال کا سیٹلمنٹ آفیسر اور پنجاب میں مردم شماری کے کام کا نگران اعلیٰ بنا دیا گیا۔ بعدازاں انہوں نے پنجاب میں ڈائریکٹر آف پبلک انسٹرکشن اینڈ فنانشل کمشنر' ریونیو اور ایگری کلچرل ڈیپارٹمنٹ میں حکومت ہند کے سیکرٹری' وسطی صوبہ جات کے چیف کمشنر اور وائسرائے کی کونسل کے ممبر کی حیثیت میں بھی کام کیا۔ 1907ء میں وہ پنجاب کے لیفٹیننٹ گورنر بنے لیکن 21 فروری 1908ء میں انتقال کر گئے۔

یاسر جواد

اگست 1998ء' لاہور

پہلا حصہ

پنجاب میں ذات

ذات کا مروج تصور:

کہتے ہیں کہ حقیقت کو ناقابل ادراک سمجھنے والے ایک شخص نے اپنے سارے فلسفہ کو یوں مستنبط کیا تھا: "میں صرف یہ جانتا ہوں کہ میں کچھ نہیں جانتا' اور اس بارے میں بھی یقین سے کچھ نہیں کہہ سکتا۔" یہ الفاظ پنجاب میں ذات سے متعلق میرے جذبات و احساسات کے ترجمان ہیں۔ میرا تجربہ یہ ہے کہ کسی بھی ذات کے بارے میں کسی بھی پہلو سے کوئی قطعی بیان دینا ایک طرح سے ناممکن ہے کیونکہ عین ممکن ہے کہ وہ بیان صوبہ پنجاب کے کسی ایک حصے پر صادق آتا ہو لیکن دوسرے پہ نہیں۔ تاہم میں مختصراً" وہ اساسی نظریات بیان کرنے کی کوشش کروں گا جن پر میرے خیال میں ذات کی عمارت قائم ہوتی ہے۔ اور ایسا کرتے ہوئے یہ بھی واضح کرنے کی کوشش کروں گا کہ مختلف مقامات میں یہ ریت اس قدر غیر محکم اور اس کا ظہار تغیر یافتہ کیوں ہے۔ جس مفروضے کو بنیاد بنا کر کام کیا ہے اس کو میں نے ذیل میں جوں کا توں بیان کیا ہے۔ لیکن میں یہ کہنے سے گریز نہیں کروں گا کہ ایک مسئلہ کے متعلق خیال عموماً" اگلے ہی پیراگراف میں بیان کردہ مسئلہ میں الجھ گیا۔ میرے خیالات اس وقت تک کم مایہ ہیں جب تک کہ موجودہ حقیقت سے اخذ کردہ مثالوں کے ذریعہ ان کی توثیق نہیں کی جاتی۔ میرے پاس ایسی مثالیں وافر ہیں جنہیں میں آئندہ زیر بحث آنے والی ذاتوں کے مفصل بیان میں گاہے بگاہے پیش کروں گا۔ لیکن میرے پاس اپنے تمام مشاہدات ریکارڈ کرنے کی نہ تو فرصت تھی اور نہ ہی انہیں ترتیب دینے کا انتظام۔ ذات کے بارے میں اپنے تصور کو میں نے خام صورت میں ہی پیش کیا ہے' جس و

بہتر بنانے میں تنگی وقت حائل تھی۔ میں یہ نہیں سمجھتا کہ میری ذات کی تھیوری سچائی سے قریب تر ہے بلکہ میں اس بات پر یقین رکھتا ہوں کہ یہ ذات کی مقبول عام تھیوری کی نسبت سچائی سے زیادہ قریب ہے۔

میرے خیال میں ذات کی عام اور مقبول تھیوری مندرجہ ذیل تین نکات پر منحصر ہے:

(1) کہ ذات ہندو مذہب کی ریت اور صرف اسی کے لئے مکمل طور پر مخصوص ہے۔

(2) کہ بنیادی طور پر چار درجوں پر مشتمل ہے، یعنی برہمن، کشتریہ، ویش اور شودر۔

(3) کہ ذات دائمی اور تقلب ناپذیر ہے اور ہندو تاریخ اور دیومالاؤں کے زمانوں سے لے کر اب تک کسی تبدیلی کے امکان کے بغیر نسل در نسل منتقل ہوتی ہے۔

اب بلاشبہ میں اس کے برعکس مبالغہ آرائی سے کام لے رہا ہوں، لیکن میرے خیال میں اگر میں ذات کے مقبول تصور کی مخالفت میں مندرجہ ذیل باتیں کہوں تو سچائی کے بہت نزدیک پہنچ جاؤں گا:

(1) کہ ذات مذہبی ریت ہونے کی نسبت کہیں زیادہ سماجی مظہر ہے، کہ اس کا ہندو مذہب سے کوئی لازمی تعلق نہیں۔ مزید یہ کہ تمام قدیم قوموں کے مانند اس مذہب کے تحت بھی مخصوص تصورات اور رواج رہے ہیں، اور ایک غیر معمولی حد تک تسلسل کے ساتھ جاری و ساری رہے، اور یہ کہ ہندو ازم سے اسلام میں تقلیب کا ذات پر ذرا بھی اثر نہیں پڑا۔

(2) کہ اس چوہری درجہ بندی میں موجود شودر برہمنوں کو اچھوت سمجھتے ہیں۔ اب ویش قسم کی بھی کوئی شئے وجود نہیں رکھتی۔ درحقیقت یہ بات بھی مشکوک ہے کہ کشتری جیسی کوئی چیز ہے یا نہیں، اور اگر ہے تو کوئی دو افراد اس کے مقام اور رتبے پر ہم خیال و متفق نہیں۔ شودر کی اصطلاح اب کسی ایسے شخص کو گالی دینے کے لئے استعمال نہیں ہوتی جس کو آپ اپنے سے گھٹیا خیال کرتے ہوں۔ ایسی ذاتوں کی تعداد بھی بے شمار ہے جنہیں ہم ان چار درجوں میں سے کسی ایک میں بھی شمار نہیں کرسکتے۔

(3) کہ ذات سے زیادہ قابل تغیر اور زیادہ مشکل کوئی چیز نہیں۔ یہ حقیقت ہے کہ کسی مورث اعلیٰ کی اولاد یہ مفروضہ قائم کرلیتی ہے کہ اس کا تعلق بھی اسی ذات سے ہے۔ یہ مفروضہ حالات کی لامحدود تبدیلی کے تحت غلط ہو جاتا ہے۔

پیشوں کی موروثی نوعیت:

تمام قدیم لوگوں میں ہمیں متعدد قبائلی برادریوں میں تقسیم نوع ملتی ہے جو مشترک نسل کے بندھنوں میں بندھی ہوئی ہے۔ ہر قبیلہ خود محدود اور خودانحصار' شادی و توارث کے کڑے قوانین میں مقید ہے جن کا مشترکہ مقصد قبیلے کی قوت کو بڑھانا اور اتحاد قائم رکھنا ہے۔ پیشے میں تاہم ایسی کوئی گوناگونی نہیں۔ زیادہ ترقی یافتہ معاشروں میں' جہاں پیشے جدا جدا ہو چکے ہیں' قبیلے بالکل معدوم ہوگئے ہیں۔ ان کی جگہ پر ہمیں منظم برادریاں یا انجمنیں (گلڈز) ملتی ہیں جو مشترک خون کی بجائے مشترکہ پیشے کے بندھن میں بندھی ہیں۔ ہر انجمن' اپنے آپ تک محدود اور خودمختار' ایسے کڑے قوانین میں جکڑی ہوئی ہے جن کا مشترک مقصد انجمن کو مستحکم بنانا اور اپنی دستکاری کے رازوں کو چھپائے رکھنا ہے۔ یورپی تاریخ میں قرون وسطیٰ کی تجارتی انجمنیں اسی نوعیت کی تھیں لیکن ان کی اصل ہیت اور ابتدائی تشکیل کے بارے میں تمام جدید تحقیق اس نتیجے پر مائل نظر آتی ہے ---- اور قدیم اداروں کے ارتقاء پر جدید مستندات اس نتیجے کو تیزی سے قبول کررہی ہیں ---- کہ انجمن اپنی ابتدائی شکل میں قبیلے کی طرح مشترکہ نسل پر بنیاد رکھتی تھی' اور یہ کہ اس ادارے کی ابتداء کا بنیادی تصور پیشے کی موروثی نوعیت کا تھا۔ اب ہمارے پاس دو بنیادی اصول ہیں: خون کی برادری اور پیشے کی برادری۔ جب تک پیشے کی موروثی نوعیت ناقابل خلاف ورزی تھی اور صرف لوہار کا بیٹا ہی لوہار بنتا تھا' اس وقت تک یہ دونوں اصول باہم مشابہہ تھے۔ لیکن جہدللبقاء اس قدر شدید ہے' وجود کی شرائط اس قدر متنوع ہیں اور ایک عرصہ سے اس کی فسخ ناپذیری کی حرمت میں افراد کا کردار اور استعداد اس قدر مختلف ہے' لیکن دولت کی مساوی تقسیم کے اشتراکی خواب کی طرح یہ معاشرے کی انتہائی مبادیاتی شکل میں جنم لیتے ہی نابود ہو جاتی ہے۔

جس لمحے پیشے کی موروثی نوعیت ناقابل تغیر اور ناقابل خلاف ورزی نہیں رہتی تو خون کی برادری اور خون کے پیشے کے دو اصول معاند ہو جاتے ہیں۔ مخاصمت بدستور جاری رہتی ہے۔ آج تک دنیا کی ہر برادری میں رتبات اور عہدوں کے امتیازات رہے ہیں اور تمام معاشروں میں یہ رتبات اور امتیازات دو حوالوں سے متعین ہوتے رہے: نسل اور پیشہ۔

جوں جوں تہذیب ترقی کرتی ہے اور برادری کے تصورات زیادہ آزادانہ نشوونما کے ساتھ وسعت پاتے ہیں، موخرالذکر ہمیشہ اول الذکر کے بل بوتے پر اہمیت حاصل کرتا ہے۔ یہ سوال کہ "آدمی کیا ہے؟" اس سوال پر روز بروز زیادہ مقدم ہوتا جارہا ہے کہ اس کا باپ کیا تھا۔ لیکن دنیا کے کسی بھی معاشرے میں آج تک یہ دونوں معیار کملاً فاعل نہیں ہوسکے۔ کسی بھی معاشرے میں بھٹی جھونکنے والے کے پیشے کا جنم کسی اشراف کے بیٹے کے برابر نہیں ہوا اور نہ ہی تاجر کی حیثیت میں مرنے والے کو کسی ریاستی اہلکار جتنی تعظیم دی گئی، حالانکہ ہر معاشرے میں پیشے نے وہیں سے زندگی کی ابتداء کی جو اس کے باپ کی زندگی کی انتہا تھی۔ انڈیا کی برادریاں، جن کے درمیان ہندو مذہب نے نشوونما پائی، اس قانون سے مستثنیٰ نہیں، لیکن ان کے معاملے میں مخصوص صورت ہوئے احوال اسے محفوظ رکھنے اور کسی بھی دوسری جگہ کی نسبت زیادہ ترقی یافتہ معاشرے کے تحت پیشے کی موروثی نوعیت کا تسلسل برقرار رکھنے کے لئے ایک وسیع تر اتحاد میں یک جا ہوگئیں، جس کے نتیجے میں دیگر جدید اقوام کے مقابلہ میں زیادہ شدت کے ساتھ خون کی برادری اور پیشے کی برادری کے دو اصولوں کو باہم یکساں بنا دیا۔ اور یہ نوع سے زیادہ شدت کا فرق ہی تھا جس نے ہندو قوم کی کسی خاص نئی نشوونما کی بجائے اس ریت کو یہاں پر کافی بعد تک زندہ رکھا جو کہیں اور ختم ہوگئی تھی۔ یہ بات ہمیں اس پر مائل کرتی ہے کہ ہم اس پرانی چیز کو نیا نام دیں اور انڈیا میں ذات کو وہی قرار دیں جسے انگلستان میں رتبہ قرار دیتے ہیں۔

پیشہ، ذات کی ابتدائی بنیاد:

تبدیلی ذات کا عمل پیشے کی تبدیلی کا عکس ہے۔ برہمن، کشتری، ویش، شودر اور ملیچھ یا اچھوت (جو شودر سے کمتر ہے) میں پرانی تقسیم دراصل پنڈت، جنگجو، کاشتکار، دستکار اور خدمتگاروں کی تقسیم ہے، اور کاشتکار کو تاجر سے بدل دینے والی زیادہ نئی پیش رفت کیونکہ ویش یا "عوام" کے مطلب نے درجہ بندی کی نوعیت تبدیل نہیں کی۔ ولیم پریسٹ، جان کنگ، ایڈورڈ فارمر اور ہنری سمتھ منو کے پیش کردہ چار ورنوں (۱) کی ہی باقیات ہیں۔ لیکن انڈیا مذہبی طبقہ کے اس قدر زیراثر تھا کہ یورپ نے قرون وسطیٰ میں بھی ایسی شدت کا تجربہ نہیں کیا، ایک خصوصی پیشے کی غالبیت نے اس پیشے کے تمام درجات کو ایک غیرمعمولی

اہمیت دے دی۔ ابتداء میں برہمن کسی علیحدہ نسل سے ہونے کا دعویٰ نہیں کر سکتا تھا جس کی بنیاد پر وہ آریہ سماج میں خود کو ممتاز کر سکے۔ لہٰذا اس نے دیگر تمام پیشوں اور زندگی کی حالتوں کو کمتر اور پست قرار دیتے ہوئے اپنے کام کی عزت افزائی اور سیاسی حکمرانوں کو بہلانے کی تدبیر کی جو واحد ایسے مخالف تھے جن سے اسے خطرہ لاحق تھا۔ مزید بر آں' بطور طبقہ اس کے لئے موروثی پیشے کا اصول بے حد اہمیت رکھتا تھا۔ جب برہمنوں کی تعداد میں اضافہ ہوا تو ان کی تعداد عوام الناس کی ممکنا مطلوبہ ضرورت سے تجاوز کر گئی' جبکہ خود ان کے لئے مقدس علم میں مجموعی طور پر یکسانیت قائم رکھنا ناممکن ہوگیا' لہٰذا وہ مکمل طور پر مذہبی رہنما نہ رہ گئے اور ان کا ایک بہت بڑا حصہ محض حاشیہ بردار پنڈت (Levites) بن کر رہ گیا۔ اور اپنے وجود تک اس کا اثر و نفوذ روکنے کا واحد طریقہ یہ تھا کہ پروہتانہ فرائض کو اسی اثر و رسوخ کی بنیاد کے طور پر حاشیہ بردار پنڈت کی نسل کے ساتھ تبدیل کر دیا جائے' یا پھر شاید یہ کہ معاشرتی ارتقاء کی قدرتی رو کو اپنے اختیار میں کر لیا جائے جو اول الذکر کو موخرالذکر سے تبدیل کر دیتا' اور یہ کام انہوں نے پیشے کی موروثی نوعیت کے قانون کو مکمل مذہبی منظوری دے کر پورا کیا۔ یوں پابندیوں اور امتیازات' رسوماتی فرائض' مصنوعی پاکی اور ناپاکی والا ذات کا جال پھیلا' جس نے ہندو معاشرے میں نسل سے پیشے کی علیحدگی کے عمل کو بہت آہستگی کے ساتھ جاری رکھا اور اسی کے نتیجے میں اس شے نے جنم لیا جس کو ہم "ذات" کہتے ہیں۔ میرا کہنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ برہمنوں نے وہ اصول اختراع کیا جسے انہوں نے اپنے مقاصد کے لئے استعمال کیا' بلکہ اس کے برعکس میں نے یہ کہا ہے کہ ابتدائی مرحلے سے ترقی کر کے آگے بڑھنے والے تمام قدیم معاشروں میں یہ بات دیکھنے میں آئی ہے۔ نہ میں یہ سمجھتا ہوں کہ برہمن سماجی رشتوں کی نشوونما پر کوئی عیارانہ اثر ڈالنے کے لئے قصداً" متحرک ہوئے' لیکن حالات نے انہیں غیر معمولی اختیار کی اس سطح تک پہنچا دیا تھا اور قدرتی طور پر' یا شاید لاشعوری طور پر ان کی تعلیمات نے ایسی صورت اختیار کر لی جس سے اس مطلق طاقت کو نہایت موثر طور پر تحفظ حاصل ہوا۔

درحقیقت انڈیا میں ذات اور نہ ہی پیشے کو اپنی ابتدائی شکل میں لازمی یا غیر متغیر طور پر موروثی سمجھا جاتا تھا۔ یہ اکثر بھلا دیا جاتا ہے کہ ہندو اقوام کی قبل از وید تاریخ میں دو نہایت واضح طور پر علیحدہ علیحدہ ادوار ہیں جنہوں نے ہندو صحیفوں کے حجم میں یکے بعد

دیگرے مختلف حوالوں سے اپنا حصہ ڈالا۔ ہم اکثر انہیں شاستروں کے مخصوص نام کے تحت خلط ملط کر دیتے ہے۔ انہوں نے ہندو مذہب کی ہیت کو بہت مختلف انداز سے متاثر کیا۔ پہلا دور برہمنوں اور اپنشدوں کا ہے، جب ہندو ازم واحد اور نسبتاً" سادہ دھرم تھا، یا زیادہ سے زیادہ ایک فلسفیانہ تجرید۔ دوسرا دور پرانوں اور تنتروں کا ہے، جس میں پر ہجوم عبادت گاہیں، ژولیدہ تمثال، سوقیانہ بت پرستی اور لاتعداد فرقے تھے۔ یہ کہا جا سکتا ہے کہ پہلا دور بدھ مت کے عروج کے ساتھ شروع ہوا اور دوسرا دور اس کے بڑھتے ہوئے انحطاط کے ساتھ ختم ہوا۔ قدیم ہندوازم میں (جب ذاتیاتی امتیازات کی اصل اساس پیشے تھے) ہم دیکھتے ہیں کہ کچھ ذاتوں کو معقول سند اختیار عطا کی گئی تھی جبکہ کسی فرد کے ایک سے دوسری ذات میں جانے کی ممکنات صراحتاً" منظور شدہ تھیں، حتیٰ کہ منو کے دور تک یہی حال تھا۔ اس کے بعد نظام ذات میں بہت زیادہ سختی آگئی اور پیشے کی اصولی اہمیت برہمنی تعلیمات کا ایک نمایاں حصہ بن گئی، تاہم اس کی موروثی نوعیت پر اس وقت تک تاکیداً" زور نہیں دیا گیا تھا۔ یہ ہندو تاریخ کا تاریک دور اور اس عہد کا آغاز تھا جس میں برہمن ازم کو ہندوازم کے ساتھ تبدیل کر دیا گیا اور مذہب غیر خالص اور سوقیانہ عقیدہ اور فرقہ وارانہ تعلیمات کا بے ترتیب اور غیر منظم کارخانہ بن کر رہ گیا۔ لگتا ہے کہ اس وقت پیشے کی بالضرور موروثی نوعیت کی تھیوری نے موجودہ شکل اختیار کی تھی۔ قدیم دور میں پروہت برہمن ہوتا تھا، بعدازاں برہمن ہمیشہ پروہت ہوگیا۔

لیکن اگر ہندو ازم کے قدیم حصہ میں پیشے لابدی طور پر نسل کے ذریعہ منتقل نہیں ہوئے، اور پیشے کی تبدیلی کے ساتھ ذات تبدیل نہیں ہوئی تو یہ بھی غیر صحیح نہیں ہے کہ موجودہ دور میں بھی یہی صورتحال ہے، تاہم اس وقت کے مقابلہ میں آج ذات کی موجودہ پابندیوں کے تحت تبدیلی، کم از کم اوپر کی طرف، انتہائی ست رو اور زیادہ مشکل ہے اور کئی برس کے دورانیے میں ایک نسل سے دوسری نسل میں آتے ہوئے فرد کی بجائے خاندان یا قبیلے سے نہایت دردناک طور پر متاثر ہورہی ہے۔ آئندہ صفحات اس دعویٰ کی صداقت کے حق میں متعدد مثالیں لئے ہوئے ہیں اور پنجاب میں قبائلی نظام کا پورا ڈھانچہ اور ذات کی روایت اس کی حمایت کرتی ہے۔ میں نے کہیں بھی مختلف ذاتوں پر بات کرتے ہوئے ان کی روایات کو بیان کرنا ضروری نہیں سمجھا لیکن شہادت، اگرچہ غیر کامل ہے، گو آپ اسے بے

وزن نہیں پائیں گے۔ ہو سکتا ہے روایات کی عموی قبولیت کا امر حقیقت انفرادی امثال میں بے بنیاد ہو لیکن اس سے یہ عیاں ہوتا ہے کہ معاشرت کے جس نظریہ پر ان کی بنیاد ہے وہ کم از کم ان لوگوں کے احساس و خیالات اور حتیٰ کہ رواج کے لئے نامرغوب نہیں جو ان پر یقین رکھتے ہیں۔ بدیہی طور پر حالیہ جانچ پڑتال کے مقاصد کے لئے روایتی ماخذ کو قبول کرنا کافی حد تک قابل اجازت ہونا چاہئے' اگرچہ یہ ممکن ہے کہ روایت درست نہ ہو۔ اگر ایسا ہوتا تو شاید روایتی ماخذ بھی پیدا نہ ہوتا۔ معاشرتی سطح پر زوال کی مثالیں قدرتی طور پر عروج کی مثالوں کی نسبت وافر مل جاتی ہیں کیونکہ زوال پذیر شخص اپنے اجدادی ماخذ کو فخر مندی کے ساتھ یاد کرتا ہے' جبکہ اوپر کو ترقی کرنے والا اسے بھولنے میں عجلت دکھاتا ہے۔

ذات کی سیاسی اور مصنوعی اساسیں:

لیکن ذات میں حالیہ تبدیلی کی مخصوص مثالیں پیش کرنے سے قبل مجھے پیشے کی قدرے زیادہ وسیع تعریف اپنانی پڑے گی اور ایسی قدرے وسیع بنیادیں لینی ہوں گی جو اس تعریف میں محض پیشے کو ذات کی بنیاد کے طور پر پیش کریں۔

انڈیا میں عوام الناس کے ایک بہت بڑے حصے کا پیشہ بالائی یا کاشتکار طبقات کی طرز کا ہے۔ ایک طرف پروہتوں اور تاجروں اور دوسری جانب دستکاروں اور ملیچھوں کو رکھنے کے بعد ہم نے زراعت سے وابستہ افراد کا ایک انبوہ کثیر نظر انداز کردیا جو کل آبادی کا بہت بڑا تناسب رکھتا ہے۔ یہ بہت بڑا طبقہ کاشتکاری اور گلہ بانی پر گزر بسر کرتا ہے اور ان کا پیشہ کافی حد تک یکساں ہے۔ لیکن وہ زمین کے مالک اور متصرف بھی ہیں۔ یہ طبقہ کم یا زیادہ بستہ و پیوستہ قبائلی علاقوں میں آباد ہے۔ وہ بڑے بڑے سردار بھی ہیں اور بدمعاش بھی' چنانچہ حکمرانوں اور محکومین کے پیشوں کے درمیان فرق کو بہت واضح کرتے ہیں۔ جہاں روزمرہ زندگی کا حقیقی پیشہ ایک جیسا ہے وہاں سماجی مقام (جس کا مطلب ہی ذات ہے) سیاسی اہمیت پر بہت زیادہ منحصر ہے' چاہے اس کا تعلق ماضی سے ہو یا حال سے۔ وہاں پر غالب اور مغلوب قبائل کے درمیان تفاوت کی خلیج وسیع تر ہے۔ ملک کے کسی ایک گوشے میں سیاسی خودمختاری حاصل کرلینے والا قبیلہ وہاں پر ذات کے رتبہ کے لحاظ سے وہ مقام حاصل کرتا ہے جو اس علاقہ میں قبول نہیں کیا جاتا جہاں اس کی حیثیت ماتحت کی ہے۔

اوپر بیان کردہ برہمنوں والے ہندوازم کے لئے مخصوص ذاتیاتی نظام کے خدوخال نے ایک مرتبہ پھر سماجی حیثیت کا عجیب و غریب مصنوعی معیار کام کرنے کے لئے کارگزاری دکھائی۔ سماجی حیثیت گر جانے کے خوف سے سب کے لئے کچھ مخصوص قوانین و قواعد کے تحت چلنا لازمی ہے۔ وسیع پیمانے پر بات کرتے ہوئے انہیں یوں بیان کیا جا سکتا ہے: وِدوا (بیوہ) کی شادی نہیں کی جائے گی' مساوی حیثیت یا کم سے کم فرق رکھنے والوں کی ہی آپس میں شادی ہوگی' ایسے پیشوں سے اجتناب برتا جائے گا جن کو متبدانہ طور پر ناپاک قرار دیا گیا ہے' (مثلاً سبزیوں کی کاشت اور فروخت' دستکاری کے عام پیشے اور خصوصاً" کپڑا بنے اور چمڑے کا کام کرنا یا ان کی تجارت کرنا) ناپاک شئے کھانے سے احتراز کیا جائے گا' اور یہ کہ برادری کا کوئی بھی فرد خاکروب' مردار اور کیڑے مکوڑے کھانے والے (سانسی) اور ان جیسے دیگر اچھوتوں کے ساتھ تعلق نہیں رکھے گا۔ ایسے کچھ اور مصنوعی معیار بھی ہیں جو فرد کی سماجی حیثیت پر اثرانداز ہوتے ہیں' مثلاً خاندان کی عورتوں کو خانہ نشین رکھنا' صرف اپنے اعلیٰ طبقہ میں بیٹیاں بیاہنے کی روایت وغیرہ۔ لیکن ان کا اطلاق اوپر مذکور کی نسبت کم عمومی ہے۔ ان میں سے کئی پابندیاں بہت تکلیف دہ ہیں۔ عورتوں کو خانہ نشین رکھنا مہنگا پڑتا ہے کیونکہ ان کے کام کا معاوضہ بھی دوسروں کو دیا جاتا ہے۔ معاشرے کے بالائی طبقے سے خاوند خریدنا تو اور بھی مہنگا ہے' اور اسی طرح کچھ کچھ اور باتیں۔ لہٰذا ان قوانین سے بے اعتنائی کی ایک مسلسل تحریص بھی موجود ہے' حتیٰ کہ سماجی مقام کھونے کی قیمت پر بھی۔

چنانچہ ذات کی توسیع کردہ بنیاد پر ہمارے پاس سب سے پہلے پیشہ ہے۔ ایک مشترک پیشے کے اندر سیاسی فرق اور سماجی مقام (موخرالذکر متفقہ مجموعہ قوانین کے تحت) کی جزواً" تنظیم ہوتی ہے جو انڈین ذات سے مخصوص اور پورے نظام کا ایک حصہ ہیں۔ یہ کہنا غیرضروری تکرار ہے اور نہ جھوٹی منطق کہ سماجی حیثیت کی بنیاد ذات پر ہے اور ذات کی بنیاد سماجی حیثیت پر' کیونکہ یہ دونوں مختلف اعتبار سے ایک دوسرے پر انحصار رکھتے ہیں۔ سماجی حیثیت میں بڑھوتری' جو سیاسی اہمیت میں اضافے کے ساتھ وابستہ ہے' کے فوراً بعد ذات بھی بلند ہو جاتی ہے۔ جبکہ ذات کے درجات میں تنزل' جو ریت کے متفقہ قوانین سے بے نیاز ہے' کے ساتھ ساتھ سماجی حیثیت کا نقصان بھی ہوتا ہے۔

ذاتوں کی تغیرپذیری' چند مثالیں:

برہمن عموماً" کاشتکار ہونے کے ساتھ ساتھ دکھاوے کے پروہت بھی ہیں کیونکہ ان کی تعداد اتنی زیادہ ہے کہ پوجا کے کام سے آمدنی کی کمی پوری کرنا ان کی مجبوری ہے۔ لیکن جب کوئی برہمن اپنے پروہتانہ کردار سے محروم ہو جاتا ہے تو اسے دان اور پرشاد ملنا بھی بند ہو جاتا ہے اور وہ خالص اور سیدھا سادا کاشتکار بن جاتا ہے۔ اس کے بعد وہ برہمن بھی نہیں رہتا' اور اسے پوجا کے لئے دوسرے برہمنوں کو رکھنا پڑتا ہے۔ ضلع دہلی کے تیغا برہمنوں کی مثال ملاحظہ کریں جو تیغے ہیں' برہمن نہیں کیونکہ انہوں نے اپنا پروہتانہ کردار "تیغ دینا" بند کردیا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ پہاڑی علاقوں میں زراعت کو بطور پیشہ اختیار کرنا یا کم از کم حقیقی معنوں میں ہل چلانا ہی برہمن کو اس کی ذات کے نام سے محروم کر دینے کے لئے کافی ہے۔ مسٹر لائیل (Lyall) نے مسٹر بارنز (Barnes) کے مندرجہ ذیل اقتباس میں نشاندہی کی ہے کہ معدودے چند' حتیٰ کہ ارفع ترین برہمن خاندانوں میں بھی چند ایک' ایسے ہیں جو کھیت میں دیگر نو بیتوں کے کام سے احتراز کرتے ہیں۔ (اس اقتباس میں "ہل جوتنا" کا مفہوم زراعت یا کاشتکاری لیا جائے۔) تو وہ کہتے ہیں:

> "اگر ان پہاڑیوں میں آباد سرسوت قبیلے کی تفاصیل پر ہی غور کیا جائے تو یہ ذات غیر مختتم پیچیدگی کا ایک قابل اعتنا تصور فراہم کرتا ہے۔ اس علاقہ سے واقف قاری کو یہ معلوم ہوگا کہ برہمن اگرچہ ایک مشترک لقب میں درجہ بند ہیں لیکن سب کے سب برابر نہیں ہیں۔ برہمنوں جیسے ممتاز اور معزز ماخذ کا دعویٰ کرنے والے ہر برادری کے قبیلے میں بنیادی طور پر دو درجات ہیں ----- ایک وہ جو زراعت سے اجتناب کرتے ہیں اور دوسرے وہ جو اس سے وابستہ ہیں۔ یہ ان کے عقیدے کی بہت بڑی کسوٹی ہے۔ جنہوں نے اپنے ہاتھوں کو کبھی ہل سے آلودہ نہیں کیا لیکن خود پر اس ذات کا جائز داعی ہونے کی پابندی عائد کی' خالص برہمن ہیں' جبکہ ایک مرتبہ کاشتکاری سے وابستہ ہو جانے والوں نے ذات کا نام تو بدستور اپنائے رکھا لیکن ذات کی برادری انہیں اپنے میں سے تسلیم نہیں کرتی اور نہ ہی لوگ انہیں پہلے والی تعظیم و تکریم سے نوازتے ہیں۔"

اسی طرح جب کوئی برہمن دستکاری شروع کرتا ہے تو برہمن نہیں رہتا' جیساکہ پہاڑیوں کے تھاویوں کے معاملے میں نظر آتا ہے جن میں سے کچھ آخری چند پشتوں میں برہمن تھے۔ دہلی کے دھروکڑے تسلیم شدہ برہمن ہیں جنہوں نے کچھ پشتوں پہلے بیوہ کی شادی کرنا شروع کر دی اور چھروا' سادھ اور اچھوت طبقات کی نگرانی کرنے والے نام نہاد برہمنوں کا سارا طبقہ برائے نام ہی برہمن ہے۔ مہا برہمن اتنے ناپاک سمجھے جاتے ہیں کہ انہیں کئی دیہاتوں میں داخل ہونے کی اجازت تک نہیں۔ ڈیکوٹ اور گوجراتی اتنے بدقسمت ہیں کہ دیگر برہمن ان کے ہاتھوں سے بھینٹ بھی قبول نہیں کرتے۔ یہ سب برہمن تو ہیں لیکن عملی طور پر انہیں ان کے مخصوص پیشے کی بنیاد پر مختلف ذاتوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ اب ہم منو کی بتائی ہوئی چار مرکزی ذاتوں میں سے دوسری کو لیتے ہیں۔ کوئی مہاجن جب تک تاجر ہے اسے ہم نے پہاڑیوں میں مہاجن ہی پایا' لیکن جونہی وہ کلرک بنتا ہے کائستھ ہو جاتا ہے جبکہ میدانی علاقوں کا ویسا بنیا' جس نے بیوہ کی شادی کرنے کی رسم "کریوا" اپنا لی ہے' محض نام اور پیشے کا بنیا ہے۔ اسی ذات کے زیادہ بنیاد پرست طبقات انہیں اپنے میں سے تسلیم کرتے ہیں اور نہ ہی ان کے ساتھ شادی بیاہ کرتے ہیں۔ ایک طرف راجپوتوں اور دوسری طرف جٹوں' گوجروں اور اسی حیثیت کی دیگر ذاتوں کو رکھ کر ان کے درمیان کوئی خط تفریق کھینچنے کی ممکنیت پر اس باب میں آگے چل کر تفصیلاً" بات کی جائے گی۔ جٹ کے ضمن میں عموی طور پر اور راجپوتوں' ٹھاکروں اور راٹھیوں کے ضمن میں بھی میں نے یہ نشاندہی کی ہے کہ کم از کم پنجاب میں کسی راجپوت کی واحد ممکن تعریف ایک ایسے خاندان کی نسل کے طور پر ہوگی جس نے سیاسی اہمیت حاصل کی اور اس نے اپنے اجدادی رتبے کو ذات کے مندرجہ بالا قوانین کی پیروی کرتے ہوئے محفوظ رکھا۔ مسٹر لائیل کی رپورٹ پہاڑیوں میں ذات کے امتیازات کی صورتحال کو اس قدر خوبصورت انداز میں پایہ تکمیل تک پہنچاتی ہے کہ یہاں پر اسے ہی نقل کر دینے میں مجھے کوئی عذر نہیں۔ وہ کہتے ہیں:

"پہاڑیوں میں بھی میدانی علاقوں کی طرح ذات کی حدود کچھ عرصہ قبل تک طے شدہ اور واضح دکھائی نہیں دیتی ہیں۔ راجہ عزت و وقار کا منبع اور مرضی کا مالک تھا۔ میں نے کئی بوڑھوں کو ایسی

مثالیں دیتے ہوئے سنا ہے جن میں راجہ نے کسی کو خدمت یا رقم کے عوض راٹھی بنا دیا یا کوئی ٹھاکر راجپوت بن گیا۔ دورحاضر میں ایسے اشخاص کو ذات میں دوبارہ شامل کرنے کا اختیار جاگیردار راجاؤں کی آمدنی کا ذریعہ ہے جن پر کسی سنگین حرکت یا بے حرمتی کی وجہ سے پابندی لگائی گئی ہو۔

"مجھے یقین ہے کہ بنگال کے موجودہ گورنر مسٹر کیمپبل (Campbell) نے توثیق کی ہے کہ راجپوت نسل جیسی کوئی امتیازی شئے وجود نہیں رکھتی' کہ پرانے وقتوں میں (جب ذاتوں میں واضح تفریق نہیں ہوئی تھی) کوئی بھی ایسا قبیلہ یا خاندان راجپوت بن گیا جس کا مورث اعلیٰ یا سردار شاہی عہدے تک پہنچا۔

"پہاڑیوں کے راجپوتوں کے معاملہ میں بہت سے حقائق یقیناً" اسی نتیجے کی طرف دلالت کرتے ہیں۔ اس ضلع کے دو پرانے شاہی اور اب لازمی طور پر راجپوت خاندانوں یعنی کوٹلر اور بنگاہل کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ ان کی اصل نسل برہمن ہے۔ مسٹر بارنز کا کہنا ہے کہ کانگڑہ میں کسی پست ذات عورت کے بطن سے پیدا ہونے والا ایک راجپوت مرد کا لڑکا راٹھی کا درجہ حاصل کرتا ہے۔ سیوراج اور پہاڑیوں کے دیگر اندرونی مقامات پر میری ملاقات ایسے خاندانوں سے ہوئی ہے جو خود کو راجپوت کہتے ہیں اور لوگوں نے انہیں' کم از کم اپنے علاقہ میں' راجپوت تسلیم کرلیا۔ راجپوت ہونے کے حق میں ان کا واحد دعویٰ یہ ہے کہ ان کے باپ یا دادا ایک بدیسی برہمن کینیتنی کی اولاد تھے۔ تبت اور انڈیا خاص کے درمیان' ہمالیہ کی سرحد پر کوئی بھی شخص اپنی آنکھوں کے سامنے ذات بنتے ہوئے دیکھ سکتا ہے۔ وہاں اعلیٰ خاندان والا راجپوت میں' پروہت برہمن ہیں' کسان جٹ میں تبدیل ہورہا ہے اور یہ سلسلہ پست ترین طبقات تک جاری ہے۔ مجھے یقین ہے کہ کانگڑہ خاص میں کم و بیش

یہی عمل ماضی قریب میں جاری و ساری تھا۔"

پنجاب کے تمام علاقوں میں سے کانگڑہ وہ جگہ ہے جہاں انتہائی مغرور اور سب سے قدیم راجپوت خون ملے گا۔ جیساکہ کیپٹن کننگھم (Cunningham) اپنی "ہسٹری آف دی سکھس" میں کہتے ہیں: "یہ بات پورے وثوق سے کہی جا سکتی ہے کہ اگر مغل اور پٹھان فاتحین ایک انتہائی راسخ عقیدے اور منظم تبلیغی نظام کے ساتھ نہ آتے تو وہ وید مذہب قبول کرلیتے اور ان کا شمار کشتریہ اور راجپوت نسل میں ہوتا۔" سرسا میں ہمارے پاس ایسے خاندانوں کی مثالیں موجود ہیں جنہیں چند پشتوں پہلے جٹ کہا جاتا تھا اور اب وہ عموماً راجپوتوں میں شمار ہوتے ہیں۔ انہوں نے اس اثناء میں ازدواجی معاملات میں بہت زیادہ اختصاصیت کے ساتھ مہارت اور تجربہ حاصل کیا اور بیوہ کی شادی کرنا ختم کر دی ہے' جبکہ اس کے برعکس عمل بھی ناپید نہیں۔ اسی طرح جب سے دہلی کے چوہانوں نے اپنی بیوہ عورتوں کو بیاہنا شروع کیا ان کی شناخت راجپوت نہیں رہی۔ نتیجتاً ہمارے پاس موجود پنجاب کی جٹ اور گوجر برادری کے رتبے کی تمام روایت اس بات کا پھل ہے کہ وہ ایسے راجپوتوں کی نسل ہیں جنہوں نے نچلے طبقے میں شادی کی' عورتوں کو خانہ نشین رکھنا بند کر دیا' یا بیوہ کی شادی کرنے لگے۔ اور یہ حقیقت ہے کہ ایک ہی برادری کو ایک جگہ پر راجپوت کے طور پر جانا جاتا ہے جہاں اس نے سیاسی اہمیت حاصل کی' اور جہاں اسے یہ کامیابی حاصل نہ ہو سکی وہاں وہ جٹ کہلاتی ہے۔

لیکن جٹوں کا رتبہ اس سے بھی گر جانا ممکن ہے۔ چند پشتوں پہلے تک ہوشیار پور کے سنسر تسلیم شدہ راجپوت تھے لیکن جب سے انہوں نے سبزیاں کاشت کرنا شروع کیں وہ ارائیں کہلانے لگے۔ سرسا کے کچھ ترکھانوں' لوہاروں اور نائیوں کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ پہلے جٹ یا راجپوت ہوا کرتے تھے جو کچھ ہی عرصہ قبل اپنی ذاتوں کے موروثی پیشوں سے وابستہ ہوئے ہیں۔ اور کرنال کے کچھ چوہان' جن کے باپ راجپوت پیدا ہوئے تھے' نے کپڑا بننا شروع کر دیا اور شیخ بن گئے۔ اسی طرح زمین دار ذاتیں بھی رتبے میں بلند ہوسکتی ہیں۔ ستلج کے وٹو راجپوتوں کی ایک شاخ' مصنوعی تقدس کے باوصف' کچھ پشتوں کے دوران بودلہ بن گئے اور اب اپنے راجپوت ماخذ سے انکار اور قریشی ماخذ کا دعویٰ کرتے ہیں' ان کا یہ دعویٰ عموماً تسلیم کیا جاتا ہے۔ ریواڑی میں آہیروں کی ایک برادری نے اپنی

عورتوں کو خانہ نشین رکھنا شروع کر دیا اور بیواؤں کی شادی کرنے کی رسم ترک کر دی ہے۔ اب وہ آہیروں میں باہم ازدواج نہیں کرتے اور انہیں موجودہ دور میں ایک علیحدہ ذات شمار کیا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ کچھ عرصہ قبل بہاولپور میں قیام پذیر ہونے والا ایک کھرل خاندان بھی ہے جس نے مخصوص تقدس کا اظہار اور صرف آپس میں شادی بیاہ کرنا شروع کیا ہے' اور ان کا اگلا قدم یقیناً عرب نسل ہونے کا دعویٰ کرنا ہوگا۔

یہ عمل ہمارے اردگرد روزانہ جاری ہے' اور یہ بات یقینی ہے کہ جو کچھ اس وقت ہو رہا ہے یہی انڈیا کی تاریخ میں زمانوں سے ہوتا چلا آیا ہے ----- جس قدر آسانی کے ساتھ لوگ سید بن جاتے ہیں وہ ایک واضح مثال ہے۔ کوہستان نمک میں ہمارے کچھ اعلیٰ راجپوت قبائل یہ دعویٰ کرنے لگے ہیں کہ ان کا اصل ماخذ مغل یا عرب ہے۔ سرحد پر پیشے پر انحصار' جو وہاں پر ذات سے بہت قریبی تعلق رکھتا ہے (قبیلے سے جداگانہ طور پر) بدنام ہے۔ کوئی ماچھی جب تک مچھلیاں پکڑتا ہے ماچھی ہے' اور ایک جٹ اس وقت تک جٹ جب تک وہ ہل چلاتا ہے۔ اب چونکہ کوئی راجہ نہیں رہا اس لئے رجپوت بھی نہیں' اور جو راجپوت نسل سے ہونے کے لئے مشہور ہیں وہ دراصل جٹ ہیں کیونکہ وہ زمین جوتتے ہیں۔

دستکار اور پست قبائل میں یہ عمل زیادہ عام ہے اور اس طبقہ کے بارے میں باب مثالوں سے بھرا پڑا ہے۔ ایک چمار نے چمڑے کا کام چھوڑ کر کپڑا بنا شروع کر دیا تو وہ چمار۔ جولاہا بن گیا' اب وہ صرف ایک مکمل جولاہا ہے: کوئی اور چمار بھی اسی طرح رنگریٹا یا بنیا بن جاتا ہے: غلاظت اور گندگی کو ہاتھ لگانے سے انکار کرنے والا چوہڑا مصلی یا کسان بن جاتا ہے۔ ذات میں بھی یہی عمل نظر آتا ہے۔ چاندر چمار' جنیا چمار کے ساتھ کھاتا پیتا یا شادی بیاہ نہیں کرتا کیونکہ موخرالذکر ناپاک جانوروں کی کھالوں میں کام کرتا ہے۔ کمہاروں کا ایک حصہ دوسرے کے ساتھ کوئی برادرانہ تعلقات نہیں رکھتا کیونکہ وہ کوڑا کرکٹ کو ایندھن کے طور پر استعمال کرتا ہے۔ ایک تیسرے حصے نے زراعت کا کام اپنا لیا اور باقی دونوں کو بنظر تحقیر دیکھتا ہے۔ ان اور ایسی ایک ہزار مثالوں میں ذاتوں کے حصے تمام عملی اعتبار سے الگ ذاتیں ہیں۔ تاہم' موروثی پیشے کو ظاہر کرنے والا ذات کا نام وہاں پر عموماً" قائم رکھا جاتا ہے جہاں بنیادی پیشہ تبدیل نہیں ہوا۔ بے شک مجھے اس بارے میں شبہ ہے کہ (خاکروب جیسے انتہائی پست پیشوں سے قطع نظر) کیا ان دستکار اور پست ذاتوں

میں ہر فرد کے معاملہ میں ذات کا انحصار پیشے پر ہمارے تصور سے کہیں زیادہ ہے۔ ہمیں ان کی تنظیم سے زیادہ کچھ معلوم نہیں اور میں ایک رائے دینے سے زیادہ کچھ کہنے کی جسارت نہیں کروں گا۔ لیکن یہ بات یقینی ہے کہ برادری کی یہ تنظیم یا ذات ان زمیندار طبقات میں مکمل طور پر ختم ہو چکی ہے جس سے ان کا تعلق ہے' اور اس کے بہت عرصہ بعد تک انہوں نے غیر معمولی کمال کے ساتھ ہم پیشہ افراد کی تنظیم قائم رکھی ہوئی ہے ----- خصوصاً قصبات اور شہروں میں ہو سکتا ہے یہ تنظیم مشترک نسل کے رابطہ کی غیر موجودگی میں ہنر کو محفوظ رکھنے کے لئے بامعنی ہو' اور ممکن ہے کہ پیدائشی طور پر دیگر ذاتوں یا پیشوں سے تعلق رکھنے والے افراد کو نیا پیشہ اختیار کر لینے پر اس برادری میں شامل کر لیا جاتا ہو جو اس کے بعد میں آتی ہے۔

ذات کی ریت کا ارتقاء اور نوعیت:

پس ہم نے دیکھا کہ دیگر تمام ممالک کی طرح انڈیا میں معاشرہ طبقات کے سلسلے میں بنا ہوا ہے جن کی بنیاد سماجی اور سیاسی اہمیت یا پیشے پر ہے۔ لیکن یہاں پر درجہ بندی کسی درجہ میں شامل لوگوں کی حیثیت سے زیادہ موروثی ہے اور ذات کے ساتھ مخصوص طور پر وابستہ ایک مصنوعی معیار بھی ہے اور جس کی ہیت حیثیت کے نقصان سے تشکیل پاتی ہے' جبکہ مختلف رتبات کی ذاتوں کے درمیان باہمی میل جول سے منع کرنے والے قاعدے قوانین اسے درجہ بندی میں اوپر آنے کی راہ میں لامحدود مشکلات پیدا کرتے ہیں۔ لہٰذا موروثی درجہ بندی کی موجودگی میں کسی فرد کے لئے خود کو بلند کرنا ناممکن سے بھی پرے کی بات ہے۔ صرف برادری یا برادری کی ایک شاخ ہی اس کا مقام بہتر بنا سکتی ہے اور وہ یہ کام صرف چند پشتوں کے دورانئے میں ہی کر سکتا ہے' جس کے دوران وہ کوئی پست پیشہ ترک کر کے اعلیٰ پیشہ اختیار کر لیتا ہے' متفقہ قوانین کی زیادہ سختی کے ساتھ پیروی کرتا ہے' سماجی اختصاصیت یا خصوصی وقار کو متاثر کرتا ہے' یا اپنے آپ کو اس ذات کے ڈھانچے سے کچھ اس ذات سے کچھ مماثل انداز میں جدا کر لیتا ہے جس سے اس کا تعلق ہے۔ سماج کا تمام تر نظریہ ہے کہ پیشہ اور ذات موروثی ہیں۔ اور یہ مفروضہ بے حد مضبوط ہے کہ ذات اولادوں میں بلاتغیر چلتی رہتی ہے۔ لیکن مفروضے کو شکست دی جا سکتی ہے اور

دی بھی جا چکی ہے، اور اب یہ بے شمار مثالوں میں شکست خوردگی کے عمل سے گزر رہا ہے۔ جیسے دیگر تمام ممالک اور تمام اقوام میں سماجی جدول کے درجات متعین ہیں، لیکن سماج ٹھوس نہیں بلکہ مائع ہے اور اس کے مختلف حصے مسلسل ڈوبتے ابھرتے اور اپنی حالت تبدیل کرتے رہتے ہیں جیساکہ جدول سے ناپا گیا ہے۔ لیکن انڈین اور دیگر ممالک کے معاشروں کے درمیان اس اعتبار سے واحد اصل فرق یہ ہے کہ مائع کہیں زیادہ کثیف ہے، ارتعاش اور ٹکراؤ پر بہت جلد قابو پا لیا جاتا ہے، لہذا اول الذکر میں حرکت موخرالذکر کی نسبت کہیں زیادہ سست رو اور مشکل ہے۔ اس ارتعاش اور ٹکراؤ کی وجہ زیادہ تر مصنوعی قوانین کا مجموعہ ہے جسے اس مخصوص شکل کے ذریعہ سماجی تعصب (جو تمام برادریوں میں مشترک ہے) سے ناجائز فائدہ اٹھانے کے لئے استعمال کیا گیا جو ذات نے برہمن تعلیمات میں اختیار کیا تھا ----- لیکن اس بات کا ہر اشارہ موجود ہے کہ یہ مرحلہ بہ مرحلہ ڈھیلی پڑ رہی ہیں۔ وسطی پنجاب میں اس کو کمزور کرنے میں سکھ مذہب نے کافی اہم کردار ادا کیا، جبکہ اب یہ کہنا مشکل ہے کہ وہ خالصتاً" اسلامی سرحدوں پر ہیں۔ میرا خیال ہے کہ ان اثرات کے تحت ہمیں ایک زیادہ سرعت والی تبدیلی دیکھنے کو ملے گی جو ہمارے کلیہ میں ابھر کر سامنے آئے ہیں۔ موروثی امتیازات کے لئے ہماری بے اعتنائی کچھ کارگزاری دکھا چکی ہے، اور ریلویز کا احیاء ذات کے بندھنوں کو ڈھیلا کرنے میں اس سے کہیں زیادہ۔ یہ بات غیرمعمولی ہے کہ روایات کی رپورٹنگ میں میرے نامہ نگار نے دیکھا کہ روایات کی پابندی تیزی کے ساتھ معدوم ہورہی ہے۔ مغربی پنجاب میں حاصل آزادی مشرق میں ان کے پڑوسیوں میں نفوذ کر رہی ہے اور خصوصاً قدیم قبائلی رواجات درجہ بدرجہ معدوم ہورہے ہیں۔ اس میں زرہ برابر شک نہیں کہ چند پشتوں کے بعد بطور ریت ذات کا مطالعہ کرنے کے لئے مواد دور حاضر کی نسبت نہایت قلیل مقدار میں میسر ہوگا۔

چنانچہ، اگر میرا کلیہ درست ہو تو ہمارے پاس مندرجہ ذیل عملی مراحل ہیں جن میں پنجاب کے اندر ذات ارتقاء پذیر ہوئی ----- (1) تمام قدیم معاشروں میں مشترک قبائلی تقسیم، (2) تمام برادریوں کی متوسط زندگی کے لئے مشترک موروثی پیشہ جس کی بنیاد ہم پیشہ گروہ انجمنیں ہیں، (3) پروہتوں کا اس قدر تقدس اور احترام جس کی مثال دیگر ممالک میں نہیں ملتی، (4) پیشے کی لازمی موروثی نوعیت پر مخصوص افراد کے ذریعہ نام نہاد پروہتانہ خون کی

تعظیم و تکریم' (5) اس اصول کی ان ہندو عقائد یا مصنوعی مجموعہ قوانین کے نظریہ تخلیق کے کلیوں سے صراحت جو شادی اور باہم ازدواج کی تنظیم کرتے ہیں' مخصوص پیشوں اور کھانوں کو ناپاک اور پلید قرار دیتے ہیں اور مختلف ذاتوں کے مابین سماجی میل جول کی اجازت دینے کے لئے حدود و قیود اور شرائط عائد کرتے ہیں۔ علاوہ ازیں سماجی حیثیت کا غرور اور خون کا تفاخر آدمی میں قدرتی طور پر موجود ہے' اور صرف یہی کسی قوم کو ان پابندیوں پر آمادہ کر سکتا ہے جو کبھی داخلی نکتہ نظر سے تکلیف دہ اور مادی نکتہ نظر سے کڑی ہوتی ہیں' اور کسی ایسی ذات پر بمشکل حیرت ہوتی ہے جس نے اس کٹرپن کو تسلیم کرلیا جو اس کو انڈیا میں ممتاز کرتی تھی۔

ذات کی قبائلی صورت:

اگرچہ پنجاب میں ذات کی اساس پیشہ ہے اور یہ بات قبول کردہ ہے کہ وہ پیشہ دیگر تمام پیشوں میں سب سے زیادہ قابل عزت ہے' زمینداری اور کاشتکاری اور سیاسی حیثیت پر۔ لیکن ذات کی دیگر تسلیم شدہ صورتیں' یا کم از کم ان سے جو صوبہ کے کچھ علاقوں میں اس سے کافی قریبی تعلق رکھتی ہیں' عمومی طور پر اسے دو حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ پہلی قسم کی اساس خون ہے' دوسری خالصتاً" اور سادہ طور پر ہم پیشہ تجارتی انجمنوں کی۔ دونوں اپنی اپنی نمائندہ ذات کے لئے سختی سے مثیل ہیں' لیکن موجودہ صورت میں دونوں کا وجود ان مسلمان اقوام کا باعث لگتا ہے جنہوں نے پنجاب میں زبردست اثر ڈالا' اور دونوں ان مصنوعی قوانین اور غیرموجودگی میں نمائندہ ذات سے اختلاف کرتے ہیں جو برہمن ازم کی مخصوص پیداوار ہے۔ نسلی اور قومی ذات کی خالص ترین اقسام پٹھان اور بلوچ ہیں۔ دونوں ہی ہندو خیالات و رسوخ کی کسی بھی آلائش سے پاک ہیں۔ یہاں وہ تصور' جو ذات' نسل' قوم (یا آپ جو چاہے نام دے لیں) ایک مشترک روایتی مورث اعلیٰ کی نسل سے ہونے کا ہے۔ بلکہ یہ تصور سے بھی کچھ زیادہ ہے کیونکہ اگر مشترک مورث اعلیٰ محض داستانی ہو (جیساکہ عموماً" ہے) تب بھی وہاں مشترکہ ماخذ' مشترک رہن سہن' مشترک رسوم و رواج اور اندازفکر کا ایک بہت حقیقی بندھن ہے اور قبائلی رفاقت کئی صدیوں سے جاری ہے جس نے ان لوگوں کو باندھ رکھا ہے۔ لیکن یہاں بھی مورث اعلیٰ صریحاً" خالص نہیں۔ ان دو

بڑی سرحدی اقوام (جنہیں میں نے اقسام کے طور پر پیش کیا ہے) کے بارے میں میرے تفصیلی بیان سے یہ ظاہر ہوگا کہ ہر دو کی قبائلی تنظیم میں بیرونی نسل کے الحاق شدہ قبائل بھی شامل ہیں جو اپنی علیحدہ نسل کی روایت کو ہمیشہ تو ہرگز نہیں البتہ کبھی کبھار محفوظ رکھتے ہیں۔ لیکن پوری طرح قابل شناخت ہیں اور تمام عملی اعتبار سے واقعی عین اسی طرح درست طور پر بلوچ یا پٹھان ہیں جو یقیناً ان کے پدری ماخذ کی نسل میں سے ہیں۔ عین یہی صورتحال مغل، شیخ اور سید کے ساتھ ہے جو اس سرزمین میں واحد اجنبی ہیں۔ ''پچھلے سال میں جولاہا تھا، اس سال شیخ ہوں اور اگر فصل اچھی ہوئی تو اگلے سال سید بن جاؤں گا۔'' ان معاملات کا پیداواری عمل اس قدر بدنام ہے کہ اس پر خصوصی توجہ دینا میں ضروری سمجھتا ہوں، اور نئے دعویدار کی سماجی حیثیت اس نسل کے قابل ہو جانے تک جس کا وہ داعی ہے۔ حقیقی مغلوں، شیخوں اور سیدوں نے اس کہانی کی لغویت مبہم ہو جانے تک ایک دو پشتوں تک انتظار کرنے کے بعد تسلیم کرکے اپنی برادری میں ایک نئے نکور بھائی کو شامل کرلیا۔

تمام تر مغربی میدانوں اور دریائے سندھ کے درمیانی خطہ کو ہستان نمک میں کسی حد تک کم درجے میں، جہاں اسلام نے برہمن ازم پر وسیع غلبہ حاصل کیا اور جہاں دوسری ذات میں شادی کے خلاف امتناع کلیتاً'' درخور اعتنا نہیں، ہمیں زمیندار طبقات کی تقسیم ذات کی بجائے برادری قبیلوں کی بنیاد پر ملتی ہے۔ موجودہ برادری کے لئے باہم ازدواج کی شرطیہ ضرورت معدوم ہوگئی ہے۔ ذات کی زیادہ کامل درجہ بندی آبائی رتبے کی اولیت بن کر رہ گئی ہے۔ اور فوری سوال یہ نہیں کہ کوئی محض راجپوت ہے یا جٹ، بلکہ یہ ہے کہ وہ سیال ہے یا چدھڑ، جنجوعہ ہے یا منہاس۔ باہم ازدواج پر پابندیاں عملاً'' ہمیشہ کی طرح شدید ہیں لیکن ان کی بنیاد موجودہ سماجی رتبات ہیں (اس سوال کے حوالہ سے قطع نظر کہ اس رتبے نے ابھی ذات میں داخل ہونے کی منظوری یا مہر ثبت حاصل کی ہے یا نہیں جس کے ساتھ اس کا تعلق بنتا ہے)۔ درحقیقت راجپوتوں کے معاملہ میں بھی موجودہ رجحان اور انڈین نسل کی پست ذاتوں میں اپنی اصلی ہندو ذات کی تردید کرنے اور اپنے ملک کو فتح کرنے والے مغلوں یا عقیدے کی بنیاد رکھنے والے عربوں سے دعویٰ کرنے کے رجحانات اس سے بھی زیادہ واضح ہیں۔ چنانچہ ہمارے پاس چند بڑی ذاتوں کے تحت قبیلوں کی اندرونی تقسیم

کے ساتھ لوگوں کی کوئی وسیع البنیاد درجہ بندی نہیں ہے' جیسا کہ ہم پنجاب کے ہندو حصے میں دیکھا' یا پھر یہ درجہ بندی اپنے ماخذ کی محض یادداشت ہونے کی وجہ سے بہت کم اہمیت رکھتا ہے' سماجی حیثیت کی علامت ہے جو قبائلی نام میں کافی درست طور پر بیان ہوتی ہے۔

ذات کی قبائلی صورت پر پیشے کا اثر:

لہٰذا کوئی بھی دو پیشوں کے درمیان خطوط تفریق مدھم پڑ گئے ہیں۔ ناپاک پیشوں کے معاملے میں' جو اپنے سے وابستہ افراد کو اچھوت بنا دیتے ہیں' درحقیقت یہ مسئلہ نہیں ہے۔ خاکروب بن جانے والے پٹھان کی شناخت بطور پٹھان نہیں رہتی' تاہم ممکن ہے کہ وہ تب بھی اس کا دعویٰ کرے۔ درحقیقت تعصب مسجد کی چاردیواری کے اندر تک پہنچ چکا ہے۔ اسلام قبول کرنے والے اچھوت کی شناخت اس وقت تک بطور مسلمان نہیں ہوتی جب تک کہ وہ اپنا حقیر پیشہ نہ ترک کر دے۔ لیکن بدیہی طور پر یہ کلنک کا ٹیکہ موروثی نہیں اور نہ ہی پیشوں یا دستکاری کے خلاف تعصب بالعموم اس قدر مضبوط ہے۔ جولاہا بن جانے والا پٹھان بعد میں بھی پٹھان ہی رہے گا اور اسے "آلودہ" نہیں خیال کیا جائے گا۔ تاہم دیگر تمام ممالک کی طرح اس کی سماجی حیثیت گر جاتی ہے۔ اور پٹھانوں کا کوئی بھی برتر طبقہ اس کے ساتھ اپنی بیٹی نہیں بیاہے گا۔ درحقیقت سرحد پر جولاہے کا پیشہ اختیار کرنے والے پٹھان اور دہلی میں جولاہے کا پیشہ اپنانے والے راجپوت کی حالت میں فرق بعینہ ہندوستان میں ذات اور یورپ میں سماجی حیثیت کے درمیان فرق سے مناسبت رکھتا ہے۔ اول الذکر کے معاملہ میں سماجی حیثیت کا تنزل مذہب یا رسمی نہیں اور نہ ہی یہ بچوں کی پست درجے میں پیدائش کی صورت میں قائم رہتا ہے' لیکن حیثیت کا فوری اور انفرادی حیثیت میں نقصان ہندوؤں کی انتہائی کٹر ذاتوں جیسا ہی حقیقی ہوتا ہے۔ چنانچہ میں نے سرحد میں ہر ذات کے افراد کو جوں کا توں ایسے تمام پیشوں سے غربت یا کسی اور حاجت کے باعث وابستہ دیکھا جن کی نوعیت واقعی پست ہے۔ وادی سندھ کی خالصتاً" اسلامی اور جمنا کی ہندو رسومات کی دو انتہاؤں کے درمیان ہمیں متوسط حیثیتوں کی ایک کثیر بوقلمونی سے سابقہ پڑتا ہے۔ تاہم درجہ بدرجہ تبدیلی ممکنا تصور سے کہیں زیادہ سست رو ہے اس کے ساتھ ساتھ اسلام سے برہمن ازم' پیشے کی قبائلی صورت اور آزادی سے ذات کی کڑی پابندیوں کا ٹوٹنا

بھی لاہور کے نصف النہار کے قریب کچھ اچانک تیزی کے ساتھ وقوع پذیر ہو رہا ہے، جہاں بڑے بڑے دریا زرخیز خطے اور بنجر مغربی چراگاہوں میں داخل ہو کر مشرق کے میدانی علاقوں کو جگہ دیتے ہیں۔ ترائی یا دامن کوہ کا خطہ اپنی طبعی خصوصیات کے ساتھ ساتھ معاشرتی خصوصیات کو بھی اپنے زیریں میدانوں کی نسبت کہیں زیادہ قائم رکھے ہوئے ہیں۔ اور خطہ کوہستان نمک کو عبور کرنے سے قبل یہ کہنا مشکل ہے کہ یہاں پر ذات کی مصنوعی پابندیاں اور ضابطے ختم ہو چکے ہیں۔

حالیہ نسل کی شناختی بنیاد پر ان قبائلی یا نسلی برادریوں کے ساتھ وہ انتہائی قریبی تنظیم منسلک ہے جو نسل سے کچھ زیادہ کی طرف اشارہ کرنے والے ناموں کے تحت بدیسی مہاجرین کی چھوٹی چھوٹی آبادیوں کو آپس میں باندھتی ہے۔ پوربی، کشمیری اور بنگالی وغیرہ اس کی مثال ہیں۔ یہ لوگ جن ملکوں سے آئے وہاں ان کی ذات اور قبیلے کی جداگانہ شناخت ہے، لیکن اجنبی سرزمین میں اپنے ساتھیوں سے دوری نے انہیں متحد کر دیا۔ پنجاب کے لوگوں کے لئے پوربی محض ایک پوربی ہے۔ اور کچھ صورتوں میں درجہ بندی کا یہ ڈھیلا پن ان لوگوں میں بھی سرایت کر گیا' وہ خود بھی اپنے آپ کو پوربی کہنے لگے اور اپنی نسلی تقسیم بھول گئے۔ اس کی مثالیں آس پاس ہی مل جائیں گی۔ سرحد میں ہندو ایک قلیل المقدار طبقہ ہیں اور ذات سے قطع نظر انہیں ازروئے جنس کراڑ کہا جاتا ہے۔ باگڑی افراد پنجاب میں اجنبی ہیں اور ان کے جٹ یا راجپوت ہونے پر دھیان دیئے بغیر انہیں باگڑی ہی کہا جاتا ہے۔ ہو بہو ایسے الجھاؤ کی مزید مثالیں بھی پیش کی جا سکتی ہیں۔ حتیٰ کہ جہاں پر تعداد کم ہے وہاں نسلی برادریاں ایک ایسے بندھن میں بندھ گئی ہیں جسے ذات سے ممیز نہیں کہا جا سکتا۔ پشاور سرحد کے رہنے والے سکھ تمام عملی اعتبارات سے ایک ذات ہیں جبکہ بنیادی طور پر دو انتہائی مختلف ذاتوں میں سے آنے والے ہریانہ کے شنائیوں کا معاملہ اس سے بھی زیادہ حیرت انگیز ہے۔

ذات کی تجارتی انجمن کی صورت:

خاص ذاتوں اور مغربی قبائل کی جس دوسری نوع کو میں نے اپنے ذات کے جدولوں میں اکٹھا شمار کیا ہے وہ بالکل قرون وسطیٰ کے یورپ کی تجارتی انجمنوں جیسی ہے اور اس کا

وسیع پیمانے پر دوبارہ ظہور اسلامی نظریات کی اشاعت کے باعث ہے۔ یہ قسم بڑے بڑے شہروں میں پائی گئی اور اس کا نام تقریباً ہمیشہ فارسی یا عربی ہے۔ اس بات کا مطلب واضح کرنے کے لئے درزیوں کا طبقہ ایک اچھی مثال ہے۔ یہاں پر ذات کی تنظیم' نسل کے قواعد و ضوابط اور مشترکہ پنچایت کے تحت حکومت اتنی ہی مکمل ہے جتنی کہ اصل ذاتوں میں۔ لیکن اب مشترکہ ماخذ کی داستان باقی نہیں رہی اور مشترکہ پیشہ وہ واحد بندھن ہے جو تجارتی انجمن کے اراکین کو آپس میں باندھتا ہے ---- ایسا بندھن جو پیشہ ترک کرنے سے ختم اور دوبارہ اختیار کرنے سے پھر استوار ہو جاتا ہے۔ میں کہہ چکا ہوں کہ اس بارے میں مجھے قطعی یقین نہیں ہے کہ کیا دستکار ذاتوں میں بھی یہی صورتحال اس سے کہیں زیادہ عمومی سطح پر ہے یا نہیں جتنا عام طور پر سمجھا جاتا ہے۔ مجھے لگتا ہے کہ پست اور دستکار طبقات کے معاملہ میں اصل ذات وہی ہے جس کا میں نے اوپر تذکرہ کیا' اور آگے چل کر اس پر شاخ کے نام کے تحت خاص طور پر بات کی جائے گی۔ ذات کا نام عموماً" ایک نسلیاتی اصطلاح ہے جس کو ایک ہی پیشے سے متعلق افراد کو شامل کرنے کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ اگر اس نسلی اصطلاح جٹ کے تحت شمار کردہ سندھ کے متعدد زراعتی قبائل ذاتیاتی امتیازات کو ملحوظ رکھتے اور اکٹھا کھانے اور باہم ازدواج سے انکار کر دیتے تو ہمارے پاس وہی متماثل اشیاء تقریباً اسی صورت میں ہوتیں جو ہم نے صوبہ بھر کے صنعتی طبقات میں دیکھیں جہاں محض نام کی ہر ذات ایک مشترک پیشہ ورانہ اصطلاح' مختلف جغرافیائی ماخذ' اسی والی ایسی متعدد اور متنوع عادات والی شاخوں سے مل کر ہی ہے جنہوں نے باہمی قرابت داری سے انکار کر دیا اور وہ سب عملی مقاصد کے اعتبار سے جدا ذاتیں ہیں۔ لیکن یہاں بھی تفاوت کی بنیاد عموماً" پیشہ یا ایسے ہی دیگر چھوٹے موٹے اختلافات ہیں۔ ماضی بعید میں نسل کی برادری اگرچہ ہمیشہ تو ہرگز نہیں لیکن اکثر تسلیم کی جاتی ہے' اور اگر میری رائے کی بنیاد مضبوط ہے' تب بھی یہ نمایاں فرق موجود ہے کہ ذات یا ذات کی ایک شاخ کے معاملے میں تنظیم کی بنیادیں موروثی ہیں اور کسی اجنبی کو رضامندی کے ساتھ شامل کیا جاتا ہے۔ جبکہ تجارتی برادری کی تنظیم (گلڈ) کے معاملے میں خون کی قرابت کا کوئی بہانہ نہیں اور پیشے سے وابستہ ہر شخص کو اپنے میں تسلیم کرنا اس کا استحقاق سمجھا جاتا ہے۔ غالباً" ملاح' قصاب' سبزی فروش' ماشکی (بشرطیکہ وہ جھینور نہ ہوں)' نون گر اور اسی حیثیت

کی دیگر ذاتوں کے طبقہ سے متعلق میں یہ کہوں گا کہ میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ اس کی ذیل میں آنے والے لوگوں کے نام پیشے کے علاوہ بھی کچھ بیان کرتے ہیں۔ غوطہ خوری کے پیشوں سے وابستہ افراد بھی کافی حد تک ان جیسے ہیں' اور کم از کم صوبہ کے مشرق میں وہ ایک ہی ذات کے ارائین تک محدود نہیں۔ دستکار اور پست ذاتوں کے بارے میں اس کتاب کا باب اس کی کئی مثالیں فراہم کرتا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ بھڑ بھونجا تقریباً ہمیشہ جھینور اور جراح نائی ہوتا ہے لیکن انہیں بالترتیب جھینور اور نائی میں شمار کرنا مناسب نہیں ہوگا۔ لہٰذا جدولوں میں انہیں الگ الگ دکھایا گیا۔ تاہم یکساں —— ذاتوں کی ایک اور شکل مذہبی "فقیروں" کے مذہبی یا درویشانہ سلسلوں کی عطا کردہ ہے جو خون کی برادری کی تمام اختراعی داستانوں اور اپنی تنظیم کی خالصتاً" رضائی نوعیت کی عدم موجودگی میں تجارتی برادریوں کی تنظیم سے کافی مشابہہ ہے۔ ان افراد نے یہ شکل اختیار کرتے ہی اس ذات کو بالکل چھوڑ دیا جس سے ان کا تعلق تھا۔ بہرحال انہیں سردست نظرانداز کر دینا یا متفرق کے کھاتے میں ڈالنا غیرمناسب ہوتا' اس لئے ان کو جدولوں میں ذات کی حیثیت سے پیش کیا گیا ہے۔ ان میں سے متعدد ایک طرح کی حاکمیت کے تابع ہیں' جس کا اطلاق تنظیم کے دائرۂ کار میں حکماً" ہوتا ہے' لیکن بیشتر کسی بھی قسم کی پابندی سے قطعاً" آزاد ہیں اور درحقیقت ذات کا لفظ ان پر لاگو نہیں ہوتا۔

ذات کے جدولوں میں شامل مختلف اقسام:

ذاتوں اور قبائل کے لئے میرے جدولوں کے اندراجات میں انتہائی متنوع اقسام پر مشتمل کچھ گروپ شامل ہیں۔ اصطلاح کے برہمنی مفہوم میں حقیقی ذات برہمن' راجپوت' بنیا وغیرہ' مشترک خون کی بنیاد پر قبیلہ یا نسل مثلاً پٹھان' بلوچ' کاٹھیا' پوربی اور کشمیری جیسے پردیسیوں کی آبادی' یا بشنوئی جیسے انوکھے عقیدے کے پیروکار' نائی' چمار اور چوہڑا جیسی مناسب ترین پیشہ ورانہ ذات' درزی اور قصاب جیسے ہم پیشہ افراد کا طبقہ' جراح اور گھرامی جیسا سیدھا سادا پیشہ' گوسین اور نرملا جیسے مرتاض سلسلے' اور ان کے علاوہ تمام ممکنا متوسط درجے بھی ہیں۔ مزید برآں' پنجاب کے کسی ایک حصے میں جو نام کسی ذات یا نسل پر لاگو ہوتا ہے' کسی اور حصے میں اس سے صرف پیشہ ہی ظاہر ہوتا ہے' ارائیں اور بلوچ اس

حقیقت کی دو نمایاں مثالیں ہیں۔ خطہ کوہستان نمک میں اول الذکر کا مطلب سبزیاں کاشت کرکے فروخت کرنے والے سے زیادہ کچھ نہیں' اور صوبہ کے مرکز میں محض شتر سوار ہے۔ ہر دو صورتوں میں ذاتوں اور قبائل کی ایک غیر معین مقدار محض پیشے کی برادری کے رشتے سے ہی ان میں شامل ہے۔

ذات پر تبدیلیٔ مذہب کا اثر:

اس باب کے آغاز میں میں نے لکھا تھا' حقیقت کے مبالغہ کو تسلیم کرتے ہوئے' کہ ذات کا ہندو مذہب سے لازمی تعلق بہت کم ہے' اور یہ کہ ہندو ازم سے اسلام میں تبدیلی کا اس پر ذرہ برابر اثر نہیں پڑا۔ اب ہم اس پر غور کریں گے کہ اس بیان کی کس حد تک قطع و برید کی جائے۔ آئندہ صفحات میں میں نے یہ عیاں کرنے کی کوشش کی ہے کہ خصوصاً" اعلیٰ طبقوں میں خون پر فخر اور خصوصاً" طبقوں میں پیشے کی ذلت آمیزی تمام معاشروں میں سماجی حیثیت کو متعین کرنے والے مرکزی عامل ہیں۔ اور یہ کہ جب برہمن نے ذات بنائی تو اس سے صرف یہ ہوا کہ اس نے دو افراد کو اکٹھا رکھا' یا کم از کم اس بندھن کو ٹوٹنے سے روکا جو سماجی ارتقاء کے عمل میں ٹوٹ جاتا۔ لہٰذا پیشے کی موروثی نوعیت اور سماجی حیثیت کے بنیادی عنصر کو محفوظ کرتے ہوئے اسکے گرد باڑ لگانے اور ذات کی روایت کے لئے مخصوص واحد خصوصیت کو متشکل کرنے والے مصنوعی قواعد و ضوابط کے تانے بانے کے ذریعہ اس کو مستحکم کرتے ہوئے میں اسے ہندوازم اور ذات کے مابین تعلق پیدا کرنے والا واحد رابطہ سمجھتا ہوں۔ اور یہ عیاں ہے کہ پابندیاں اور تعصبات کبھی سماجی نظام سے پھوٹے تھے' چاہے ان کی نوعیت یا طریقہ کار کچھ بھی ہو' محض ماخذ کی تبدیلی کوئی خاص اثر نہیں رکھتی۔ یہ امر حقیقت پنجاب کے مشرق میں تبدیلی مذہب کا نیا مذہب قبول کرنے والے کی ذات پر کوئی اثر نہیں پڑا۔ مسلمان راجپوت' گوجر یا جٹ بھی اپنے ہندو راجپوت' گوجر یا جٹ بھائی کی طرح محض سماجی' قبائلی' سیاسی اور انتظامی اعتبار سے ہی کوئی مفہوم رکھتا ہے۔ ان کی سماجی روایات تبدیل نہیں ہوئیں' قبائلی قواعد اور پابندیاں جوں کی توں ہیں' شادی بیاہ اور توارث کے قوانین بھی نہیں بدلے۔ غالباً" واحد فرق یہ آیا ہے کہ وہ اپنی بودی اور مونچھوں کا اوپر والا حصہ مونڈتا ہے' مسجد میں اسلامی ماخذ کی تکرار کرتا ہے

اور ہندوؤں کی شادی کی تقریب میں بطور مسلمان شامل ہوتا ہے۔ وہ اب بھی پہلے کی طرح بتوں کی ہی پوجا کرتا ہے' یا یہ کام اس نے کچھ عرصہ قبل ہی چھوڑا ہے۔ (2)

حقیقت یہ ہے کہ لوگ مذہب کے ضابطوں کی نسبت سماجی اور قبائلی روایات میں زیادہ بندھے ہوئے ہیں۔ جہاں پر دیہاتی علاقہ کے تمام جذبات اور لب و لہجہ انڈین ہے (مثلاً مشرقی پنجاب میں) وہاں مسلمان کا ہندو سے بہت کم فرق ہے۔ جہاں پر جذبات اور لب و لہجہ سندھ پار کے علاقے والا ہے (مثلاً سرحدی پنجاب میں) وہاں ہندو بھی کم و بیش مسلمان جیسا ہے۔ تفاوت مذہبی کی بجائے قومی نوعیت کا ہے۔ باہم ازدواجیت کے معاملہ میں اسلام کی فراہم کردہ تسہیل کا دہلی ڈویژن کے مسلمان جٹ پر کوئی اثر نہیں ہوا کیونکہ وہ اس سے قبل ہندو پروہتوں اور صحیفوں کی طرف سے دی گئی تھوڑی بہت اجازت کا فائدہ اٹھانے سے انکار کر چکے تھے' اور انہوں نے خود کو ان دونوں مذاہب سے ماورا اکثر قبائلی قوانین میں جکڑ رکھا ہے۔ لیکن ملتان ڈویژن کے جٹ پر پٹھان اور بلوچ کی مثال کا بہت زیادہ اثر پڑا اور وہ واقعی اسلامی حدود و قیود کو نہیں ---- (یا پھر صرف انہی کو نہیں' کیونکہ وہ ناقابل تخفیف پست ترین درجے کا نمائندہ ہے) ---- بلکہ اپنے سرحدی پڑوسیوں کے قبائلی قوانین کو مانتا ہے جو اس کے مذہب سے کہیں زیادہ لیکن اپنی قوم کی نسبت کم سخت ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ مغربی پنجاب میں نظر آنے والی ذاتیاتی اور قبائلی روایات کی عائد کردہ پابندیوں اور قوانین میں تسہیل بہت حد تک محض تبدیلی عقیدہ کی نسبت پڑوس کے سرحدی قبائل کی مثال کا نتیجہ ہے۔ اور یہ ہندوؤں میں بھی مسلمان سے کسی طور کم نہیں۔ مشرقی کسان کی سماجی اور قبائلی روایات ہندو ہوں یا مسلمان' انڈین ہیں' جبکہ مغرب میں لوگوں نے' چاہے ہندو ہوں یا مسلمان' (اگرچہ پوری طرح نہیں) افغانستان اور بلوچستان کی سماجی اور قبائلی روایات کو اپنا لیا ہے۔ ہر دو صورتوں میں قوانین اور روایات مذہبی کی بجائے قبائلی یا قومی ہیں۔

اس کے ساتھ ساتھ اس پر شبہ نہیں کیا جا سکتا کہ ہندو اور مسلم دونوں کو باندھ کر رکھنے والے ہندو ذات کے مصنوعی قوانین اور قبائلی روایات میں نرمی آنا شروع ہو گئی ہے اور یہ عمل ہندوؤں کی نسبت مسلمانوں میں کہیں زیادہ سرعت کے ساتھ جاری ہے۔ اس فرق کی وجہ یقیناً مذہب میں فرق ہے۔ گزشتہ 30 برس کے دوران پنجاب میں مسلمانوں کی

بہت وسیع پیمانے پر بحالی ہوئی ہے، تعلیم اور اس کے ساتھ عقیدے کے قوانین کا زیادہ درست علم رائج ہوا۔ اور یہ رجحان روزبروز مضبوط تر ہو رہا ہے کہ تمام معاملات میں قبائلی روایت کے نظام کو اسلامی شرع کے ساتھ بدل دیا جائے، چاہے باہم ازدواج کا معاملہ ہو یا توارث یا پھر سماجی میل جول کا۔ اس تحریک کا اثر ابھی تک تو صرف اعلیٰ اور زیادہ تعلیم یافتہ طبقات پر پڑا ہے، لیکن اس کا نفوذ دھیرے دھیرے معاشرے کے پست طبقات میں ہونے پر بہت کم شبہ کیا جا سکتا ہے۔ سکھ ازم کے تحت پست طبقات کی ذاتوں کی تبدیلی ماخذ کے اثرات پر موجودہ باب میں آگے چل کر بات کی جائے گی۔

ذات کے بندھن مضبوط کرنے میں اسلام کا اثر :

لیکن قبول اسلام نے افراد کو ان کے قبیلے یا ذات کے عمومی فرائض سے سبکدوش نہیں کیا۔ ان فرائض کی سختی میں کمی کرنے کے لئے اس کی موجودگی اور بھی کم ہے۔ مجھے یہ بات واقعی بہت زیادہ ممکن نظر آتی ہے کہ جہاں مسلمان یلغار اس قدر زیادہ وسیع نہیں رہی (مثلاً مغربی پنجاب میں)، یا حملہ آوروں کا وطن اتنا قریب نہ تھا کہ مقامی لوگوں کی تمام قبائلی روایات میں مثال کے بل پر جتنی تبدیلیاں آئیں، شمالی انڈیا پر مسلمانوں کی فتح نے ذات کے بندھنوں کو ڈھیلا کرنے کی بجائے مزید پیچواں اور مستحکم کر دیا ہے۔ اور یہ کام اس نے ہندو آبادی کو ان کے قدرتی رہنما راجپوتوں سے محروم کرنے کے بعد انہیں مکمل طور پر برہمنوں کے رحم و کرم پر پھینک کر کیا۔ اس سوال پر تفصیلی بحث کے لئے انڈیا کی تقابلی عمرانیات کا اس سے کہیں زیادہ علم درکار ہے جس کا میں مالک ہوں۔ لیکن میں نے چند اہم باتوں کی نشاندہی کی ہے جو مجھے اپنی رائے کی ممکنا صداقت سے متعلق معلوم ہوئیں۔ میں نے پیچھے کہا ہے کہ ذات برہمن ازم کی موخر تبدیلیوں کی نسبت قدیم شکل میں کہیں کم اور ڈھیلے بندھنوں میں دکھائی دیتی ہے۔ ہم یہ جانتے ہیں کہ کم از کم ہندوازم کے قدیم دور اور درمیانی مراحل میں عوام کی معاشرتی رہنمائی کے لئے راجپوت اور برہمن میں کشمکش طوالت پذیر اور شدید تھی۔ مسلمان حملہ آوروں نے راجپوت شاہزادوں کو اپنا سیاسی دشمن پایا جن کو شکست دینا اور اقتدار و اختیار سے محروم کرنا ان کا کام تھا۔ لیکن ان کے اقتدار کو برہمنوں کی قوت سے کوئی خطرہ لاحق نہ تھا اس لئے انہیں نہ چھیڑا۔ پنجاب میں برہمنی

اثرورسوخ کبھی بھی انڈیا کے دیگر حصوں جتنا مضبوط نہیں رہا۔ لیکن دہلی کے علاقہ میں اس کی گرفت کافی نمایاں تھی' یا صوبہ کے اس حصہ میں (جو مغل دربار کے سائے تلے تھا) راجپوت طاقت بہت ناممکن تھی۔ مزید برآں' یہ بات بہت حیرت انگیز ہے کہ ہم نے پنجاب کے دو انتہائی غیر مشابہہ حصوں میں ذات کی پابندیوں اور روایات میں نرمی اور معاشرے کی ایسی حالت دیکھی جو ہندوازم کے قدیم دور والی حالت سے قریب تر ہو رہی تھی۔ ایک سندھ سرحد ہے جہاں اسلام کا اقتدار اعلیٰ ترین ہے' دوسرا کانگڑہ کی پہاڑیاں ہیں جو صوبہ کا بالخصوص ہندو علاقہ ہیں۔ سندھ میں ہمارے پاس علماء یا عالمان دین کا طبقہ سید اور پیر ہیں جس نے برہمن کی جگہ لی' پٹھان یا بلوچ ہیں جو مختلف صورتوں میں کھشتری کے جانشین تھے' نام نہاد جٹ ہیں جو لازماً" عوام یا لفظ کے پرانے مفہوم میں ویش ہیں اور ان میں کاشتکاروں کا جم غفیر شامل ہے (چاہے ان کی ذات کچھ بھی ہو' اعوان' جٹ' راجپوت یا کچھ اور) جو کھشتری رتبے کا دعویٰ نہیں کرسکتے' کراڑ یا کسی بھی ذات کا تاجر بنیا' یا اروڑا ہے جو بعد میں ویش کہلانے لگا تھا' اس کے علاوہ دستکار یا شودر اور اچھوت یا ملیچھ ہیں۔ آخری دو طبقات نسلی نام نہیں رکھتے۔ لیکن پہلے تین تقریباً" بے کم وکاست طور پر عہد وسطیٰ کے ہندو صحیفوں والے برہمن' کھشتری اور ویش سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان کی تقسیم میں کوئی بھی حدود اتنی کڑی نہیں ہیں جو ان صحیفوں میں ملتی ہیں۔ صوبہ کا دوسرا حصہ جس میں ذات کی پابندیاں زیادہ نرم اور ذات کی تقسیم زیادہ عمومی و غیر حتمی ہے وہ کانگڑہ کی پہاڑیاں ہیں۔ یا بالکل درست طور پر کہا جائے تو یہ پنجاب کا وہ واحد حصہ ہے جہاں اسلامی تصورات نے کوئی اثر نہیں ڈالا۔ یہاں پر ہندوازم حملے سے مکمل محفوظ رہا اور ہندوستان کی قدیم ترین راجپوت سلطنتوں نے اپنا قتدار اعلیٰ آٹھ سال قبل تک بلاتعطل قائم رکھا تھا۔ سندھ میں ہمیں ذات بالکل اسی طرح اسلام کے زیراثر نظر آتی ہے جیسے جمنا میں برہمن اور کانگڑہ کے کوہ ہمالیہ میں راجپوت کے زیراثر ہے۔ کانگڑہ میں ذات کے روابط کا حال جنوں' شمالی پہاڑیوں کے راجپوتوں' ٹھاکروں' راٹھوں' کنیت اور پست درجہ کی پہاڑی ذاتوں کے ضمن میں پیش کیا گیا ہے۔ یہاں پر راجپوت عزت و وقار کا منبع ہے اور برہمن اس کی ماتحتی میں اپنے رتبے پر مسرور ہے۔ مسٹر بارنز کانگڑہ کے برہمنوں کے بارے میں یوں رقمطراز ہیں:

"پہاڑیاں شہزادوں کے زیرتسلط ہیں اور برہمن ہر ریاست میں

تقدیس کے مختلف درجوں میں تقسیم ہے۔ راجہ کو ہمیشہ وقار و جاہ کا سرچشمہ سمجھا جاتا تھا۔ اس کی درجہ بندی (جو شاید مذہبی مشیروں کی مجلس میں کی گئی) بھائی چارے کی بنیاد پر تھی۔ ان درجہ بند فہرستوں میں زمیندار برہمنوں کا کوئی ذکر نہیں، کہ جیسے وہ ذلت آمیز انداز میں ایسے بن گئے تھے، انہیں ایک رزیل گمنامی میں ان کے حال پر چھوڑ دیا گیا تھا۔ چنانچہ راجہ دھرم چند کے دور میں کانگڑہ کے برہمن کے دو بڑے قبیلے ---- نگرکوٹیا (کانگڑہ کے پرانے نام نگر کوٹ سے مخترع) اور بتیہروس ---- باضابطہ طور پر قبیلوں میں مزید تقسیم تھے۔ دھرم چند نے نگرکوٹیوں کے اٹھارہ خاندان قائم کئے جن کو میں نے اپنے کیٹلاگ کے آخر میں شامل کیا ہے۔"

سو ہم نے کانگڑہ کے راجہ کو سماجی درجہ بندی میں ایک ذات کو سرفراز کرنے کے لئے رشوت لیتے ہوئے، اور الور کے راجہ کو مینوں کی ایک شاخ کو نئی ذات بناتے اور ان افراد میں باہم ازدواج کی حدود مقرر کرتے ہوئے پایا جو اس وقت تک ان کے بھائی سمجھے جاتے تھے۔

مسلمان دور اقتدار میں راجپوت غائب ہوگئے اور ہندو آبادی میں برہمن نے اس کی جگہ لے لی۔ بایں ہمہ، کانگڑہ اور دہلی کے علاقوں کی ذات میں وسیع تفاوت ہے۔ پہاڑیاں کبھی راجپوت اور پھر ہندو ازم کی قدیم ترین شکل میں حاکمیت کا گڑھ تھیں، یہاں ہمیں برہمن ملتے ہیں۔ لیکن پروہت برہمن اور کاشتکار برہمن میں ایک وسیع فرق کے ساتھ ہمیں راجپوت ملتے ہیں، ایک ایسا لقب جو شاہی خاندان اور ان کی قریبی رشتہ داریوں تک ہی سختی سے محدود ہے اور اپنے ہاتھ ہل کے ساتھ آلودہ کرنے والوں کو مسترد کر دیا۔ یہاں ہمیں ایک بہت بڑا کاشتکار طبقہ ملتا ہے، جن میں تسلیم کردہ اور بلاواسطہ راجپوت نسل کے ٹھاکر اور راٹھی شامل ہیں جو خود راجپوتوں کو بیویاں فراہم کرتے ہیں اور ریوات، کنیت اور پچھ پست درجہ کے گھرتھ۔ ہمیں کراڑ یا مہاجن ملتا ہے، جس میں صرف تاجر ہی شامل نہیں بلکہ تمام کاتھ اور منشی طبقہ اور حتیٰ کہ ایسے برہمن بھی شامل ہیں جنہوں نے یہ کام اپنا لیا۔ ہمیں معزز دستکار طبقہ نظر آتا ہے، ترکھان، معمار اور آب رساں۔ اور سب سے آخر میں

کولی اور داغی، جو پہاڑیوں کے اچھوت یا ملیچھ ہیں۔ سماجی درجہ بندی میں اوپر سے لے کر انتہائی عمق تک کوئی بھی ایسا خط امتیاز نہیں کھینچا جا سکتا جو کسی ایک درجے یا ذات کو اس سے نیچے والے درجے یا ذات سے واضح طور پر الگ کرتا ہو۔ ہر ایک اپنے سے کمتر درجے سے بیویاں حاصل کرتا اور ان کے ساتھ بیٹھ کر کھاتا پیتا ہے۔ اس کے علاوہ ہر درجے یا ذات کا رکن اپنے سے اوپر والے درجے میں شامل ہو سکتا ہے اور وہ عموماً" ایسا کرتے ہیں۔

زمیندار ذاتوں میں قبائلی تقسیم:

ذات کے اندر پہلی سب سے بڑی تقسیم زمیندار طبقات کی قبائل میں تقسیم ہے اور قبیلہ مجھے ذات کے مقابلہ میں کہیں زیادہ غیر متغیر اور پائیدار لگتا ہے۔ میں یہ دکھا چکا ہوں کہ مغربی پنجاب میں ذات کے وسیع تر امتیازات محض ایک روایت یا سماجی حیثیت کی علامت (یا اس سے کچھ زیادہ) رہ گئے ہیں، جبکہ قبائلی گروپ وہ عملی اکائیاں ہیں جن سے مل کر برادری تشکیل پاتی ہے۔ میرے خیال میں اس بات پر تھوڑا سا شک ہے کہ جب کوئی خاندان یا ذات کی کوئی شاخ سماجی درجہ بندی میں نیچے گرتی یا اوپر اٹھتی ہے تو اپنی ذات کا نام تبدیل کر دیتی ہے لیکن اپنا قبائلی رتبہ اکثر و بیشتر برقرار رکھتی ہے۔ درحقیقت اس کا امکان ہے کہ وہ رتبہ اکثر اس نئی ذات کا نام بن جائے جس سے اس کی مستقبل میں شناخت ہونا ہوتی ہے۔ چنانچہ بیوہ کی شادی کرنے والے دہلی کے چوہان راجپوت بطور چوہان نہیں جانے جاتے اور نہ ہی بطور راجپوت۔ جبکہ ساتھ والے ضلع کرنال میں ان کی برادری، جس نے ذات کے قاعدے کی خلاف ورزی کی، کے افراد راجپوت اور محض ثانوی طور پر چوہان راجپوت ہیں۔ یہ کلیہ اس روایت کی مطابقت میں ہے جس کے تحت مختلف ذاتوں میں قبائلی ناموں کا مستقل اعادہ لوگ خود ہی کرتے تھے۔ مثلاً چوہان گوجر آپ کو بتائیں گے کہ ان کا مورث اعلیٰ چوہان راجپوت تھا جس نے گوجر عورت سے شادی کی، اور یہ کہ اس کی اولادوں نے اپنا قبائلی نام برقرار رکھا جبکہ ذات کے قواعد کی خلاف ورزی کے باعث گر کر گوجر کے رتبہ پر آ گئے۔ (3) یہ عمل واقعی ہم اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھتے ہیں۔ جیسا کہ پہلے کہا جا چکا ہے کہ ایک ہی قبیلے نے جس خطہ میں سیاسی اہمیت حاصل کر لی وہاں راجپوت

اور جہاں پر اس میں ناکام رہا وہاں جٹ ہے۔ لیکن قبائلی نام دونوں صورتوں میں برقرار رہتا ہے جو مشترک ذات سے کہیں زیادہ مضبوط اور پائیدار بندھن ظاہر کرتا ہے۔ سر ہنری مین (Henry Maine) نے نشاندہی کی ہے کہ دو معیاروں نے کس طرح درجہ بدرجہ ایک دوسرے کی جگہ لے لی یا قبائلی اتحاد کی بنیادوں' زمین کے مشترک پیشے اور قبائلی حاکمیت کی اطاعت گزاری میں مشترک نسل کے بندھن کو مستحکم کیا۔ وہ لکھتے ہیں کہ:

> "کوئی قبائلی برادری جس لمحے سے کسی خاص قطعہ اراضی پر انجام کار قیام پذیر ہوتی ہے تو وہ زمین قرابت کی بجائے معاشرے کی بنیاد بن جاتی ہے۔ تبدیلی بہت زیادہ تدریجی ہے' اور کچھ خاص حوالوں سے یہ پوری طرح مکمل بھی نہیں ہوئی' لیکن یہ تاریخ کے تمام ادوار میں جاری رہی۔ حقیقی خون کی قرابت داری کے ذریعہ کسی خاندان کی تشکیل یقیناً ایک قابل غور حقیقت ہے لیکن خاندان سے بڑے افراد کے تمام گروہوں کے لئے وہ زمین ان کے اتحاد کا بندھن بننے لگتی ہے جس پر وہ آباد ہوتے ہیں' اور یہ عمل مبہم تر ہوتی ہوئی قرابت داری کے نقصان کے عوض واقع ہوتا ہے۔" اور پھر "قرابت داری برادریوں کو یکجا رکھنے والے بندھن کی صورت اختیار کرتے ہوئے مشترک حاکمیت کو زیر کرنے والا عنصر بن کر رہ جاتی ہے' لیکن "قوت" اور قرابت دارانہ ترکیب کے تصورات کسی بھی لحاظ سے ایک دوسرے پر سبقت حاصل نہیں کرتے۔"

بلوچیوں اور پٹھانوں میں "ہمسایہ" کی ریت ان عملوں میں سے دوسرے کی ایک قابل قدر مثال ہے جس کے تحت کسی قبیلے کے مہاجر دوسرے قبیلے کے سربراہ سے پناہ مانگ کر اس کے قبیلے میں شامل ہوتے ہیں اور ان کی اولادیں مکمل طور پر اسی قبیلہ کا حصہ بن جاتی ہیں۔ اور قبائلی اتحاد کی بنیادوں کے طور پر خون کے ساتھ زمین کے تبادلے میں ہم بہت ممکن طور پر انڈین قبائلی روایت کی اس واضح الجھن کی وضاحت پاتے ہیں کہ مشترک مورث اعلیٰ یکہ و تنہا قبائلی علاقے کو فتح کرنے میں کیسے کامیاب ہوا' یا اگر اس کے متابعین تھے تو یہ کیسے واقع ہوا کہ قبیلے کے تمام ارکان اسی سے اپنی نسل ملاتے ہیں جبکہ ان متابعین

کا شجرۂ نسب کہیں بھی قابل دریافت نہیں۔

قبائل کے اندر ذیلی تقسیم کی بنیادیں بھی عموماً" یہی پائی گئیں۔ قبیلے عیاں طور پر علاقائی ہیں جبکہ چھوٹی شاخوں کی بنیاد غالباً حقیقی نسل پر ہے۔ درحقیقت قبیلے اور برادری کے درمیان خط تفریق کھینچنا بہت مشکل ہے' ماسوائے ان جگہوں کے جہاں یہ دونوں مشترک علاقے اور ایک مشترک قبائلی حاکمیت کی اطاعت میں باہم منسلک ہیں۔ جب پنوار راجپوتوں جیسے بہت بڑے قبیلے کا کوئی حصہ آبائی قبیلے سے الگ ہو کر اپنے لئے نئے علاقہ کو حاصل کرتا ہے (جیسا کہ سیالوں نے کیا) تو یہ حصہ تمام عملی اعتبار سے ایک نیا اور خودانحصار قبیلہ بن جاتا ہے۔ نئے قبیلے کے لئے پرانے قبیلے کا حافظہ' جو مغرب میں قبائل کے لئے ذات ہے' محض نسل کی روایت بن کر رہ جاتا ہے۔ اسی طرح جب کسی قبیلے کا کوئی رکن اس قدر اہمیت اختیار کر جاتا ہے کہ ایک علیحدہ قبائلی حاکمیت بن جائے' تو وہ عملی طور پر ایک نئے قبیلے کی اساس رکھتا ہے' چاہے وہ بدستور اسی علاقہ میں آباد ہو جہاں پہلے پرانی قبائلی جاگیر کے ایک حصے کے طور پر رہتا تھا۔ سدھوجٹوں کے برار قبیلے کا معاملہ اس کی مثال ہے۔ شاید اس انتشا کی سب سے حیرت انگیز مثال' جس میں قبائلی تقسیم کی بنیاد سیاسی اور علاقائی خودمختاری ہے' بلوچ قبائل پیش کرتے ہیں۔ یہ اصل میں پانچ تھے۔ ان میں سے دو' رند اور لاشاری' نمایاں ہوگئے اور قوم ان سے متعلق دو حصوں میں بٹ گئی۔ وقت گزرنے پر قوم متعدد آزاد قبائل کی صورت میں بکھر گئی۔ ہر ایک قبیلے کی علیحدہ تنظیم اور علاقہ تھا۔ اب اگرچہ ہر بلوچ خود کو رند یا لاشاری نسل سے بتاتا ہے' لیکن نام محض ماخذ کی روایت رہ گئے ہیں اور اس طور پر پنجاب میں کوئی رند یا لاشاری قبیلہ موجود نہیں کہا جا سکتا۔ عظیم راجپوت نسلوں میں سے کسی ایک کی مشترک نسل کا دعویٰ کرنے والے قبیلوں کے گروپ صوبہ کے مختلف علاقوں میں ملتے ہیں۔ بھٹی' چوہان اور پنوار وغیرہ اسی عمل کے مثالیں ہیں۔ مقامی قبائل اب خودمختار اکائیاں ہیں اور انہیں ماخذ کی علامت رہ جانے والے اصل قبائلی نام میں شمار کرنا مشکل ہے۔ لہٰذا ذات اور قبیلے کی طرح قبیلے اور برادری کے درمیان خط امتیاز واضح طو رپر کھینچنا ممکن نہیں۔ جونہی ذات کی کوئی شاخ آبائی ماخذ کی روایات ترک کرتی ہے (چاہے موروثی پیشے یا سماجی عادات کے حوالے سے) اس کا سفر ایک نئی ذات بننے کی سمت میں شروع ہو جاتا ہے۔ جونہی برادری خود کو آبائی قبیلے کی تنظیم اور حدود اربعہ

سے الگ کرتی ہے' وہ ایک نیا قبیلہ بننے لگتی ہے۔ جہاں پر باہم ازدواج پر انڈین قبائلی اور ذاتیاتی ضوابط اور پابندیوں کو ملحوظ رکھا جاتا ہے وہاں غالباً" دروں زوجی اور بروں زوجی کو بالترتیب بطور ذات اور قبیلے کے درمیان فرق کی علامت قرار دیگر کا بہترین تعین کرنا ممکن ہے۔ اس سے باہر ذات سب سے چھوٹا گروپ اور قبیلہ سب سے بڑا گروپ ہوگا جس میں باہم ازدواج پر پابندی ہے' لیکن پنجاب کے بیشتر حصے پر یہ معیار لاگو نہیں ہوتا۔

پجاری اور تجارتی ذاتوں میں قبائلی تقسیم:

ایسی ذاتوں یا طبقات کے معاملہ میں' جو لازمی طور پر زمیندار نہ ہوتے ہوئے کسی سیاسی یا علاقائی تنظیم کے مالک نہیں' ان میں قبائلی تقسیم کی بنیادیں بہت مختلف ہیں۔ یہاں ہمیں حقیقی یا فرضی خون کی برادری اور قبائلی علاقوں پر آباد باہم مضبوطی سے جڑے ہوئے قبائل نہیں ملتے۔ برہمن نے چار و ناچار اپنے موکلوں کی ہجرت میں ان کا ساتھ دیا۔ اور واقعی آپ اکثر دیکھیں گے کہ ایک قبیلے یا دیہی آبادی کے ایک گروپ کے برہمنوں نے (جو تعداد میں اتنے کم تھے کہ خودمختار رہ سکیں) اپنے اصل مقام کے ساتھ رابطہ قائم رکھا' جبکہ وہ زمیندار برادریاں اسے کافی عرصہ پہلے فراموش کر چکی تھیں جن میں وہ اقامت پذیر ہے۔ لہٰذا ہمیں مختلف گوتروں یا برادریوں کے برہمن پورے ملک میں حادثاً" بکھرے ہوئے ملتے ہیں جن کا کوئی مخصوص قبائلی مقام نہیں ہے۔ یہی بات تجارتی طبقات پر بھی صادق آتی ہے۔ ہر دو صورتوں میں تقسیم کلیتاً" حقیقی یا خیالی مشترک نسل پر مبنی ہے۔ برہمنوں کی گوتریں اور کھشتریوں اور اروڑوں کے لاتعداد قبیلے ہیں لیکن ان کا کوئی مخصوص مقام نہیں۔ غالباً" زمیندار علاقائی قبائل سے زیادہ پائیدار ہیں۔ قبائلی تنظیم کی یہ موجودگی شاید ان وجوہات میں سے ایک ہے کہ برادری کے تمام طبقات سے متعلق برہمن اور تاجر ذات کی سالمیت کو تحفظ فراہم کرنے والے مصنوعی قوانین کی پیروی کرتے ہیں۔ یہ سوال بالکل الگ ہے کہ برہمنی گوتر کس حد تک واقعی قبائلی ہے جس پر میں آگے چل کر بات کروں گا۔

لیکن پجاری اور تجارتی دونوں طبقات کے معاملہ میں ہمیں ان کی ذاتیں مختلف شاخوں میں بٹی ہوئی ملیں۔ اس قدر بڑی اور باہمی اتصال سے اس قدر نابلد کہ انہیں قبیلہ کہا جا

سکے اور علیحدہ ذاتوں کی صورت اختیار کر لینے سے کافی قریب۔ (دونوں کی تقسیم دراصل سماجی میل جول اور باہم ازدواج کی بنیاد پر ہے) یہ تقسیمیں بالعموم جغرافیائی رجحانات سے جانی جاتی ہیں، جیسے قدیم گور کے گور برہمن، سرسوتی اور پنجاب کے سار سوت برہمن، شمال (اتر) کے اترادھی اروڑا اور جنوب (دکھن) کے دکھنی اروڑا، اگروہا کے اگروال بنئے اور اوسیا کے اوسوال بنئے۔ لیکن اصولی طور پر ان شاخوں کے درمیان فرق کی بنیاد سماجی اور مذہبی روایات کا فرق ہے۔ یہ امر غیر حقیقی نہیں کہ زمانوں کے دورانیہ میں سماجی اور ذاتیاتی معاملات کی نگرانی کرنے والے مصنوعی قوانین پر عملدرآمد کی شدت ملک کے مختلف علاقوں میں مختلف نوعیت کی ہوگئی ہو، اور یہ بھی کم قدرتی نہیں کہ جہاں ان دو معیاروں کا تعلق بنتا ہے تو جن کا عملدرآمد زیادہ رائج ہے، وہ انہیں بنظر تحقیر دیکھتے ہوں جو ڈھیلے پڑ گئے ہیں۔ گور برہمن اپنے سار سوت بھائی کو برہمن کے علاوہ بھی کسی اور کے ہاتھ سے روٹی لے کر کھاتے دیکھ کر خوفزدہ ہو جاتے ہیں۔ سارسوت اور بھی ہزاروں ایسی باتیں کرتے ہیں جو گور برہمن کے نزدیک ناپاک ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ گور نے سارسوت کے ساتھ باہم ازدواج سے انکار کر دیا اور تمام عملی اعتبار سے یہ دونوں شاخیں ایک نہیں بلکہ دو ذاتیں ہیں، مثلاً جٹ اور گوجر سے بھی کہیں زیادہ واقعی طور پر۔ نہ ہی مجھے یہ ناممکن لگتا ہے کہ یہ شاخیں کچھ صورتوں میں نسل یا ماخذ کا حقیقی تنوع پیش کرتی ہیں، کہ ہو سکتا ہے کہ گور، گور کے برہمن اور سارسوت، پنجاب کے برہمن ہوں۔ دونوں کو صرف اس لئے پجاری کہا جاتا ہے کیونکہ وہ پروہت تھے، لیکن اس کے علاوہ کچھ بھی مشترک نہیں رکھتے۔ پھر پنجاب کی کچھ تجارتی ذاتوں کے اندر حالیہ ادوار میں بہت بڑی شاخیں بنی ہیں جن کی بنیاد جغرافیائی تقسیم پر نہیں بلکہ سماجی روایت کی اپنی مرضی سے روگردانی ہے۔ مثال کے طور پر کھشتریوں کی بہت بڑی ڈھائی گھر، چار ذاتی اور دیگر شاخیں۔ انہیں کھشتری ذات کے ضمن میں بیان کیا گیا ہے۔ ان تمام بڑی شاخوں میں، چاہے ان کی بنیاد جغرافیائی ہو یا سماجی، یہی قبائلی تقسیم عموماً جوں کی توں پائی گئی۔ گور اور سارسوت برہمنوں، اترادھی اور دکھنی اروڑوں، اوسوال اور اگروال بنیوں کے قبیلے یا قبیلچے کافی زیادہ مماثل ہیں۔ اب جہاں یہ تقسیم حقیقتاً قبائلی اور ان کی بنیاد مشترک نسل ہے، تو اس کا مطلب یہ ہونا چاہئے کہ قبائلی تقسیم نے روایت سے انحراف کی تقدیم کی جس کے نتیجہ میں (میرے کہنے کے مطابق)

"شاخیں" متشکل ہوئیں، اور یہ کہ اصل ماخذ ایک ہی تھا۔ لیکن عمومی طرز میں وہ محض برہمنی گوتر ہیں۔ میں نہیں سمجھتا کہ وہاں اس کا اطلاق ہوتا ہے۔

دست کار اور پست ذاتوں میں قبائلی تقسیم:

دست کار اور پست ذاتوں میں ہمیں بے کم و کاست ایسی ہی شاخیں ملتی ہیں جن کی اساس یا تو روایت کے اختلافات ہیں (جن کا باعث جغرافیائی تقسیم ہے) یا درحقیقت بہت سے معاملات میں، میں یقین سے کہہ سکتا ہوں، ماخذ کا اختلافات ہیں۔ ایک صنعتی ذات کی ایک شاخ جٹوں کی نسل ہے جو سماجی حیثیت میں گر گئے، ایک اور شاید آہیروں سے، جبکہ ایک تیسری اصل ماخذ سے ہے جس میں صنعت قبیلے کے حافظے سے پرے موروثی رہی ہے۔ وسطی ستلج کے چمار دہلی علاقہ کے جٹیا چمار سے باہم ازدواج نہیں کرتے کیونکہ موخرالذکر ناپاک جانوروں کی کھالوں میں کام کرتا ہے۔ سندھ سے سدھیر بڑھئی مالوہ کے کھاتی کو حقیر جانتے اور اس میں شادی بیاہ سے احتراز کرتا ہے، اسی طرح سلسلہ مزید چلتا ہے۔ مزید برآں، پست ذاتوں میں (مثلاً بچاری اور تجارتی ذاتوں میں) ہمارے پاس ایک دوہری درجہ بندی ہے: اور بڑی شاخوں کی طرف ہمیں وہ چیز دکھائی دیتی ہے جس کا تعلق قبائلی تقسیم سے ہے، لیکن پست ذاتوں یا کم از کم ان کے درمیان دیہی نوکروں کی موروثی حیثیت رکھنے والوں میں مجھے یقین ہے کہ یہ تقسیم مشترکہ نسل کے کسی اور کلیہ کی بجائے عموماً اپنے قبائلی سردار کے مطابق رکھتے ہیں۔ اکثر دیکھنے میں آیا ہے کہ خدمت گار ذاتیں ذیلی قبائلی تقسیم کی تعبیر سیاسی تاریخ کے مشہور ناموں سے کرتی ہیں، مثلاً بھٹی، کھوکھر یا چوہان، ہمارے پاس اس کی وافر مثالیں موجود ہیں۔ اب سرحد میں محمد زئی قبیلے کے ایک گاؤں سے وابستہ لوہار خود کو لوہار محمد زئی کہتا ہے، جبکہ دولت خیل کی ملازمت میں زندگی گزارنے والا خود کو لوہار دولت خیل کہتا ہے۔ اس بارے میں کوئی شک نہیں کہ تابع خدمتگاروں اور خدمت کروانے والی زراعتی برادریوں کے درمیان پرانے وقتوں میں تعلق رضائی نہیں موروثی تھا، اور یہ کہ اول الذکر افراد "Adscripti glebae" کے ہر مفہوم پر پورے اترتے تھے۔ درحقیقت ہمیں دیہی خدمت گاروں کی تنظیم کے توسط سے انتہائی تسلسل کے ساتھ برقرار علاقائی مالکان کی قبائلی تنظیم اب بھی ملتی ہے، جبکہ ان کے آقا کے

پاس اس کی یاد کے سوا کچھ نہیں۔ مجھے یہ امکان غالب نظر آتا ہے کہ پرانے وقتوں میں (جب خدمتگار ذاتیں خدمت لینے والے قبیلوں کے ساتھ زیادہ مضبوطی کے ساتھ بندھی ہوئی تھیں) قبیلوں کے ناموں کا استعمال خدمتگار ذاتوں کے متعدد گروپوں میں تمیز کے لئے ہوتا تھا' مثلاً بھٹیوں کا خدمتگار چمار' "چمار قبیلہ بھٹی" اور کھوکھروں کی خدمت گاری کرنے والا چمار "چمار قبیلہ کھوکھر" کہلاتا تھا۔ جب یہ بندھن کچھ نرم ہوئے اور آقاؤں کی تبدیلی ممکن ہو سکی تو پرانا نام بدستور قائم رکھا گیا' حالانکہ اب اس کی وجہ باقی نہیں رہی تھی۔ چنانچہ صوبہ بھر میں ہمیں کھوکھر اور چمار بکھرے ہوئے ملے۔ اصل میں یہ عمل قبائلی تقسیم کی بنیاد کے طور پر ایک مشترک حاکم کی اطاعت کے تصور کی مشترک خون کے تصور سے تبدیلی کی ایک اور مثال ہے۔ اس کے بارے میں' میں سرہنری مین کا اقتباس پیش کر چکا ہوں۔

برہمنی گوتریں:

ہمیں پجاری اور تجارتی ذاتوں کے درمیان زمیندار طبقات کی حقیقی قبائلی تقسیم سے تعلق رکھنے والی تقسیموں کا ایک مجموعہ ملا' جو اوپر بیان کئے گئے بہت بڑے جغرافیائی اور سماجی طبقات میں موجود ہے۔ یہ تقسیم مشترک نسل یا بہرحال کسی نہ کسی قسم کی خصوصی تنظیم کے حامل حقیقی قبائل' کھتریوں اور اروڑوں' میں ہرممکن طور پر ذات کی تاریخ کے قدیم دور میں ان سب کے مورثین اعلیٰ کی تقسیم ہے' جن کی نسبت سے ان کا نام ہے۔ برہمنوں اور بنیوں کے درمیان یہ تقسیم گوتر کہلاتی ہے۔ اور یہ بات حتمی نہیں ہے (کم از کم بنیوں میں) کہ ان کا ماخذ قبائلی ہے۔ لفظ "گوتر" جو عام بگڑی ہوئی شکل میں "گوت" ہے' کا مطلب کوئی خاندان یا سلسلۂ نسب' کسی مشترک مورث اعلیٰ کی اولادیں ہے۔ اس کا مطلب مشترک افراد کا گروہ بھی ہے جنہوں نے ایک ہی جگہ پر پناہ لی ہو۔ برہمنوں کا کہنا ہے کہ ان کی گوتروں کے نام عظیم ہندو رشیوں کی نسبت سے ہیں۔ تاہم یہ بات واضح نہیں ہوتی کہ کوئی گوتر جس رشی کی اولاد ہونے کا دعویٰ کرتا ہے اور اس کا نام اپنائے ہوئے ہے اس کی حیثیت روحانی مورث اعلیٰ کی ہے یا جسمانی۔ یہ بات حیرت انگیز ہے کہ ان گوتروں کے بہت سے مورثین اعلیٰ کے نام ماقبل تاریخ راجپوت سلاطین کے شجرۂ ہائے نسب میں

نظر آتے ہیں۔ مذکور راجے محض ان کے ہم نام ہی نہیں ہوں گے بلکہ انہیں قطعی طور پر گوتر کے بانی بتایا گیا' اور یہ بات بہت انوکھی ہے۔ اگرچہ پڑتال ہمیں یہ دکھاتی ہے کہ ابھی اوپر بیان کردہ خدمتگاروں کی طرح پجاری طبقات اپنی قبائلی تقسیم کو ان عظیم خاندانوں کی بنیاد پر مانتے ہیں جن سے ان کے مورثین اعلیٰ کا تعلق تھا۔ بہرکیف ان کا ماخذ کچھ بھی ہو لیکن برہمنوں میں برہمنی گوتریں "کملاً" موروثی ہو چکی ہیں' وہ چاہے گور ہوں' سارسوت' ڈاکوٹ' یا کسی اور طریقے سے ان کا تعلق ان میں سے کسی نہ کسی گوتر سے ہو۔ چنانچہ ان شاخوں کو بطور قبیلہ لیتے ہوئے "گوتر" قبیلے سے زیادہ وسیع ہے۔ چونکہ نئے قبائل اور قبیلے بن سکتے ہیں اور مستقل بن رہے ہیں اس لئے کوئی نئی گوتر ممکن نہیں۔

لیکن برہمنی گوتر برہمن کی تنظیم سے کہیں دور تک ہے' کیونکہ ہندو مذہب کا کلیہ یہ ہے کہ ہر ہندو کا تعلق ان ... سے ہی کسی ایک کے ساتھ ہے' چاہے اس کی ذات کچھ بھی ہو۔ اس گوتر کا استعمال صرف شادی' سنکلپ اور اسی طرح کی دیگر رسمی تقریبات میں ہوتا ہے۔ اور ہندو کاشتکار طبقے کی ایک بہت بڑی اکثریت کو تو یہ ہی معلوم نہیں کہ اس کی کوئی گوتر ہے بھی یا نہیں۔ لیکن رائخ ہندو ذاتیں' مثلاً بنیے' کھتری' اروڑے' اپنی اپنی گوتر کی شناخت اور جانکاری رکھتی ہیں۔ جہاں تک مجھے معلوم ہے' درحقیقت بنیوں کی اگروال' اوسوال جیسی بڑی بڑی شاخوں کے اندر برہمنی گوتر کے سوا کوئی تقسیم نہیں ہے۔ چنانچہ یہ سوال خود ہی اس جانب اشارہ کرتا ہے کہ کیا ساری برہمن ذات میں گوتروں کا یہی ہمہ گیر معیار اور بنیوں کا اسے اپنا لینا نئے نئے ہندوازم کی حاکیت کے ساتھ خود کو ہم آہنگ کرنے کی خواہش کی وجہ سے نہیں بلکہ اس کی بجائے ایک مشترک گوتر کے ذریعہ اشارہ کردہ نسل کی حقیقی برادری ہے۔ کسی بھی صورت میں یہ گوتر انتہائی کم اہمیت رکھتے ہیں۔ پجاریوں' تاجروں اور چند ایک زیادہ رائخ اور تعلیم یافتہ طبقات کو چھوڑ کر ان کا مطلب بہت کم یا بالکل بھی نہیں۔ تاہم ان پجاریوں اور تاجروں میں وہ کسی حد تک قبائلی تقسیم کی جگہ پر موجود ہیں۔ وہ کسی بھی طرح مقامی نہیں لیکن ان کی قدر و اہمیت تقریباً مکمل طور پر مذہبی ہے۔ اور ان ذاتوں میں حقیقی اہمیت رکھنے والی تقسیم وہی ہے جسے میں نے بڑی شاخیں کہا ہے۔ اس بات کی اہمیت نہ ہونے کے برابر ہے کہ کوئی برہمن' بنیا یا اروڑا گوتم یا بھردواج گوتر سے ہے یا نہیں۔ جو بات درحقیقت ہم جاننا چاہتے ہیں یہ ہے کہ وہ گور ہے

یا سارسوت' اگروال ہے یا اوسوال' اترادھی ہے یا دکھنی۔ مردم شماری میں سامنے آنے والی خوفناک اور پیچیدہ مشکل اس حقیقت سے پیدا ہوئی کہ مشرقی پنجاب میں کسان اپنے قبائل کو اسی لفظ "گوت" سے پکارتے ہیں۔ ہم اس پر آگے چل کر بات کریں گے۔

عورتوں کی قبائلی تقسیم:

مردم شماری شیڈول میں قبائل کے اندراج میں ایک انوکھا سوال پیدا ہوا کہ کیا کسی عورت نے شادی کے بعد اپنے باپ کے قبائلی نام کو اپنے خاوند کے قبائلی نام کے ساتھ تبدیل کردیا۔ اس بارے کوئی شک نہیں ہے کہ برہمنی گوتر بہرصورت خاوند سے چلتی ہے' اور یہ بات جانتے ہوئے زیادہ تعلیم یافتہ شمار کنندگان نے اندراج میں عموماً" بیوی کا گوت یا قبیلہ خاوند سے مختلف دکھایا۔ میں نے اپنے کچھ دوستوں کو صوبہ کے مختلف علاقوں میں اس روایت کی تحقیق کرنے کو کہا' لیکن ان کے جوابوں اور تحقیقات میں گوت اور گوتر بدیہی طور پر خلط ملط ہوگئے۔ لیکن بحیثیت مجموعی نتیجہ یہ برآمد ہوا کہ : برہمنوں' بنیوں' کھتریوں' کائستھوں اور اروڑوں میں بیوی کی گوت اس کے خاوند سے چلتی ہے لیکن یہ کافی حد تک برہمنی گوتر ہے۔ شاخیں باہم ازدواج نہیں کرتی ہیں اس لئے کچھ معاملات میں ضروری یہی ہوگا اور کچھ بھی تبدیل نہیں ہوا۔ یہ بات جاننا دلچسپی کا باعث ہے کہ کھتریوں میں ایک مہرا مرد سے شادی کرنے والی کپور عورت کپور ہی سمجھی جاتی ہے یا مہرا۔ تمام مغربی میدانوں میں ہندو اپنے قبیلے تبدیل کرتے ہیں' لیکن یہاں بھی تقریباً ان سبھی کا تعلق اوپر مذکور ذاتوں سے ہے۔ پہاڑیوں اور دامن کوہ کے خطوں میں یہ واقعی تبدیل ہو جاتی ہے' کیونکہ زیریں پہاڑیوں میں "گوت کنالا" (یعنی قبائلی کندہ) نامی ایک رسمی تقریب ہوتی ہے جس میں قبیلے کی عورتیں دلہن کے ساتھ کھاتی اور یوں اس کو اپنی برادری میں شامل کرتی ہیں۔ مشرقی اضلاع میں یقیناً قبیلہ یوں شادی سے تبدیل نہیں ہو جاتا اور نہ ہی کوئی لڑکا ایسے اپنی مرضی سے تبدیل کرتا ہے۔ یہ تبدیل ہوئے بغیر عورت اور مرد دونوں کے ساتھ جنم لیتا اور مرتا ہے۔ سرسا میں یہ تبدیل نہیں ہوتا کیونکہ کوئی بھی خاوند اپنی بیوی کو اس کے ذاتی نام کی بجائے قبائلی نام سے بلاتا ہے۔ یہی روایت دہلی کے گوجروں میں رائج ہے۔ دوسری جانب سرسا سے ملحق فیروز پور میں گوت کنالا رسم رائج بتائی جاتی ہے۔ مغرب کے مسلمانوں میں

قبیلہ شادی کے نتیجہ میں تبدیل ہوتا نظر نہیں آتا لیکن اگر بیوی کے قبیلے کی سماجی حیثیت خاوند والے قبیلے کی سماجی حیثیت کے برابر یا قریب قریب نہ ہو تو اسے عموماً" کرم فرمائی کے ساتھ خاوند کے قبیلے کے نام سے بلایا جاتا ہے۔ عملی لحاظ سے یہ نکتہ بہت اہم ہے۔ تعلیم یافتہ شمار کنندہ کی مزید خلل اندازی سے روایت کی جاری و ساری بوقلمونی نے عورتوں کی تقسیم سے متعلق ہمارے سارے ریکارڈ کو زیادہ ناقص بنا دیا اور متعدد قبائل اور قبیلچوں کے لئے صرف مردوں کی جدول بندی کرنا ہی مناسب ٹھہرا۔ آنے والی مردم شماری میں شمارکنندہ کو ہدایت کی جائے گی کہ وہ عورت کے قبیلے یا قبیلچے کا اندراج خاوند کے کہنے کے مطابق کرے، چاہے دونوں کا قبیلہ یا قبیلچہ ایک ہی ہو۔

عوام کی قبائلی تنظیم:

عوام کی قبائلی تنظیم کے بارے میں حقائق کا انتہائی وسیع مجموعہ (عام موضوع پر زیادہ باقدر مطالعہ کے ساتھ) "پنجاب کسٹمری لاء" پر مسٹر ٹوپر (Tupper) کے مقالہ کی جلد دوم میں ملے گا۔ سرحد کی پہاڑیوں میں بلوچ اور پٹھان کی خالص قبائلی تنظیم اور جمنا اضلاع کی دیہی برادریوں میں پنجاب مراحل کا ایک مخصوص سلسلہ فراہم کرتا ہے۔ اپنی سرزمین کی پہاڑیوں کی تند خوئی میں سرحدی قبائل کی علاقائی تقسیم شدید قبائلی ہے۔ ہر قبیلے کے ہر قبیلچے کا مخصوص خطہ اراضی ہے، جس کی حدود کے اندر کنبے یا قریبی طور پر متعلقہ کنبوں کا گروپ یا نیم خانہ بدوش زندگی گزارتا ہے، یا ایسے بھونڈے دیہات میں آباد ہے جن کے آس پاس والے کھیتوں میں وہ کاشت کاری کرتا ہے، اور ان کا بنایا ہوا بے ڈھنگا سا نظام آبپاشی ہے۔ وہ ان کے مالک ہیں لیکن اس سے پرے کی مشترک چراگاہوں میں کوئی حدود و قیود متعین نہیں۔ ہماری سرحدوں کے اندر جہاں پر کسی قبیلے یا قبیلچے نے کافی تعداد میں اپنی کاشتکاری کا کام کرنے کے لئے کسی خطہ پر قبضہ کرلیا ہے وہاں تقسیم کاری سرحد سے پرے کی نسبت کچھ مختلف ہے۔ یقیناً ہم نے خاندانوں کے گروہوں کے زیر تسلط علاقوں کی نشاندہی کے لئے سرحدیں بنائی ہیں، لیکن یہ سرحدیں اکثر و بیشتر خالصتاً" مصنوعی ہیں اور ان میں وہ چھوٹے چھوٹے گاؤں بھی شامل ہیں جو کسی مشترک بندھن میں نہیں بندھے ہوئے اور انتظامی موزونیت کی اساس کے علاوہ اپنے پڑوسیوں سے واضح طور پر علیحدہ نہیں۔ تاہم،

جب قبیلے نے کسی قطعہ اراضی پر آباد ہونے کی بجائے اس کو فتح کیا اور جہاں کی کاشتکاری فتح کے نتیجہ میں مطیع بن جانے والوں کے ہاتھ میں ہے' وہاں ہم دیکھتے ہیں کہ انہوں نے عین وہی کچھ کیا تھا جو ہم نے اوپر مذکور معاملے میں کیا۔ انہوں نے باہمی رضامندی کے ساتھ سرحدیں کھینچیں' جس سے زمین بڑے بڑے قطعات میں تقسیم ہوگئی اور ہر قبیلے یا اس کی شاخ نے اپنے حصہ کا ایک قطعہ لے لیا۔ کاشتکار آبادی کو کھیتوں میں بکھرے ہوئے چھوٹے چھوٹے دیہات میں چھوڑ دیا گیا' اور وہ خود تھوڑی بہت افرادی قوت اور نسبتا" بڑے مرکزی گاؤں میں آباد ہوگئے۔ یہ دونوں صورتیں سارے مغربی میدانوں اور خطہ کوہستان نمک میں کم و بیش پائی گئیں۔ لیکن وسیع چراگاہوں کے معاملہ میں ہمیں ایک تیسری صورت بھی ملی ہے جو پہلی دونوں صورتوں سے زیادہ عام ہے اور اس کی بنیاد کسی قسم کی قبائلی تنظیم پر نہیں۔ کاشتکاروں کے ایک متفرق مجموعہ نے اراضی کو بانٹ دیا اور اس پر اپنے حقوق حاصل کرلئے' یا پھر اس زمین کو زیر کاشت لانے کی شرط پر عطیہ میں حاصل کرنے والے سرمایہ داروں نے انہیں یہاں پر آباد کردیا۔ خصوصا" سکھ دور میں نو آبادی کی اس صورت کی حوصلہ افزائی کی گئی جب انتظامیہ کا بنیادی مقصد عوام کو کچلنا' کاشتکاری کی حوصلہ افزائی کرنا اور اصل کاشتکار سے اس حد تک وصولی کرلینا تھا کہ جاگیردار کے لئے کچھ نہ رہ جائے۔

صوبہ کے مشرق میں ہمیں ایک دیہی پنچایت ملی جس کے بارے میں بہت کچھ لکھا جا چکا ہے' اور غالبا" جنوب مشرقی اضلاع کی نسبت زیادہ کاملیت کے ساتھ۔ لیکن یہ فرض کرلینا زبردست غلطی ہے کہ دیہی پنچایت نے مکمل طور پر قبائلی تنظیم کو منسوخ کر دیا۔ پنجاب کے قبائلی نقشوں کی اشاعت کے بعد یہ واضح ہو جائے گا کہ جہاں پر دیہی پنچایتیں مضبوط ترین ہیں' وہاں بھی قبیلے کس قدر عمومی سطح پر گنجان (Compact) علاقوں میں آباد ہیں۔ جہاں پر ایسی صورتحال ہے وہاں قبیلے کے دیہات ایک یا ایک سے زائد "ٹھپے" یا دیہی برادریوں کے قبائلی گروپ تشکیل دیتے ہیں' جو جاگیردارانہ بندھنوں یا مشترک موروثیت کی حقیقت یا افسانے کے ذریعہ اکٹھے رہتے ہیں۔ مغل دور میں مالیہ وصول کرنے والی انتظامیہ کا انحصار ان ٹپوں پر ہوتا تھا۔ دیہات کے ایک گروپ پر مالیہ بحیثیت مجموعی عائد کیا جاتا تھا اور مرکزی گاؤں کے مکھیا کی زیرصدارت مجموعے میں شامل دیہات کے

سرداروں پر تقسیم ہوتا تھا۔ سو ہمارے دور تک بھی ہر گاؤں کو دوسرے سے علیحدہ کرنے والی حدود اور حتیٰ کہ کاشتکار قطعات اراضی کی حدود بھی بہت غیرواضح اور غیر معین تھیں۔ کھیتوں کی ٹیڑھی میڑھی حدیں اس بات کا ثبوت ہیں، جبکہ مشترک چراگاہوں میں حدود ایک طرح سے نامعلوم تھیں۔ لہٰذا ایک ہی قبیلے سے تعلق رکھنے والے آس پاس کے دیہات کے مویشی کسی سرحدی پابندی کے بغیر مشترکہ طور پر چرتے ہیں۔ ذیل میں دی گئی ٹپہ تنظیم کی تفصیل کرنال کے بارے میں میری بندوبست رپورٹ سے لی گئی ہے۔ پجاری اور خدمتگار ذاتوں کی زبردست تنظیم، جس کی بنیاد بالترتیب موکلین اور آقاؤں کی قبائلی تنظیم پر ہے، پروہت، تجارتی، دستکار اور پست ذاتوں کے درمیان قبائلی تقسیم کے ضمن میں دی گئی آراء کے حوالے سے خصوصی دلچسپی رکھتی ہے۔ یہ جاننا دلچسپ ہے کہ یہی بات تجارتی ذاتوں پر بھی صادق آتی ہے یا نہیں۔

> "ایک قطعہ پر ملکیت حاصل کرلینے والی کسی قبائلی برادری میں شامل افراد کے لئے وقت گزرنے کے بعد اکٹھا رہنا مشکل ہو جاتا ہے اور برادری کا ایک حصہ کسی نئے گاؤں کی بنیاد رکھتا ہے (عموماً نالوں کے عین کناروں پر جن کے ذریعہ ان کے حوض بھر سکیں۔) وہ قطعہ اراضی چھوٹے چھوٹے دیہاتوں سے بھر جانے تک یہ عمل دوہرایا جاتا رہتا ہے۔ اور ان سب دیہات کا تعلق ایک ہی پدرانہ گاؤں سے ہوتا ہے۔ لوگ واقعات میں یہ کہتے ہیں کہ بہت سے بھائیوں میں سے کوئی کسی ایک گاؤں میں آباد ہوگیا اور دوسرا کسی اور میں۔ لیکن اس کا مطلب بلاشبہ یہ ہے کہ برادری کے ہجرت کرنے والے یہ حصے مورث اعلیٰ کی ایک مشترک شاخ کی نسل کے متحد خاندانوں یا خاندانوں کے گروپ پر مشتمل ہیں۔ اس طریقے سے متعدد گاؤں تقسیم ہوئے جو ایک ہی نام سے جانے جاتے ہیں، بس لفظ کلاں (بڑا) اور خورد (چھوٹا) کا اضافہ ہو جاتا ہے۔ اس سے ہرگز یہ مراد نہیں لینی چاہئے کہ کلاں خورد سے بڑا ہے، بلکہ اس کا مطلب ہے کہ کلاں میں پرانی شاخ آباد ہوئی تھی اور خورد میں چھوٹی۔

"اس طور مشترک نسل سے وابستہ دیہات کا گروپ ایک " ٹھپا " بناتا ہے، اور یہ ذیلی جاگیردارانہ بندھنوں میں مربوط ہے جن کی شناخت اب بھی ہوتی ہے۔ سب سے پرانی نسل کے مشترک مورث اعلیٰ کی اولادوں کا گاؤں ابھی تک سربراہ سمجھا جاتا ہے، چاہے وہ چھوٹا ہو یا اردگرد کے حالات میں چھوٹا ہوگیا ہو۔ آج بھی جب کوئی سردار فوت ہوتا ہے تو ٹھپا کے دیگر گاؤں اس کے وارث کو مسند نشین کرنے کے لئے جمع ہوتے ہیں اور پدری گاؤں کی پگ سب سے پہلے اس کے سر پر رکھی جاتی ہے۔ وفات اور دیگر ایسے مواقع پر برہمنوں اور اہل برادری کو کھلانے کے لئے کھانا ٹھپا کے دیہات سے اکٹھا کیا جاتا ہے اور سب سے پہلے مرکزی گاؤں کے برہمنوں کو کھلایا جاتا ہے، ان کی فیس بھی دوگنا ہوتی ہے۔ اسی طرح اعلیٰ ذاتوں کے مقابلہ میں اب بھی کہیں زیادہ وسیع اور مضبوط مکمل تنظیم کو قائم رکھنے والی خدمتگار ذاتوں میں مرکزی گاؤں کا نمائندہ ہی ذات کی مجلس انصاف کا سربراہ ہوتا ہے۔ یہ مجلس جھگڑوں کی سماعت اور فیصلہ کے لئے ٹھپا میں شامل دیہاتوں سے اکٹھی ہوتی ہے۔ پرانے وقتوں میں ماتحت گاؤں دیوالی کے موقع پر مرکزی گاؤں کو تھوڑی بہت فیس ادا کیا کرتے تھے۔ مرکزی گاؤں کو اب بھی "بڑا گاؤں"، "پگ والا گاؤں"، "بانی گاؤں" یا "ٹیکہ گاؤں" کہا جاتا ہے۔ ٹیکہ حاکمیت و اختیار کی علامت ہے جس کو پرانے وقتوں میں رسمی طور پر کسی مرحوم رہنما کے جانشین کے ماتھے پر " ٹھپا" والوں کی موجودگی میں لگایا جاتا تھا۔ ایک معاملے میں گاؤں والوں نے مجھے بتایا کہ انہوں نے اپنا " ٹھپا" تبدیل کر لیا ہے کیونکہ اصلی ٹھپا میں برہمن بہت زیادہ ہو جانے کی وجہ سے انہیں کھانا کھلانا بہت مہنگا پڑنے لگا تھا۔ میں نے اس بارے میں اصل ٹیکہ گاؤں کو بتایا تو انہوں نے کہا کہ کوئی گاؤں اپنا ٹھپا نہیں بدل سکتا اور یہ کہاوت بولی، (پتر کپوتر ہو

جاندے نیں پر ماپیوں کماپے نہیں ہوندے) (4) "بیٹا اپنی فرزندگی بھول سکتا ہے لیکن ماں ماتا نہیں بھول سکتی۔"

قبائل میں دروں اور بروں زواجی:

دروں زواجی یعنی قبیلہ یا ذات کے اندر بیاہ کا ذکر آگے معاشرتی حالت پر بات کرتے ہوئے کیا جائے گا۔ یہاں اس کا ذکر غیرضروری ہے۔ پہاڑیوں میں دروں زواجی کی روایت مشرقی پہاڑیوں کے راجپوتوں' راٹھیوں' رپواتیوں اور کولیوں اور داغیوں کے ضمن میں بیان کی گئی ہے۔ کرنال کے لوگوں میں شادی کی روایات اس ضلع پر میری مقالاتی رپورٹ میں تفصیلاً" ملیں گی۔ موجودہ باب میں مغربی دامن کوہ کے جٹوں کے زیرِعنوان کچھ نرالی روایات کا مختصر ذکر کیا گیا ہے۔ یہ موضوع بہت زیادہ دلچسپی اور اہمیت کا حامل ہے' اور اس بات پر افسوس ہے کہ اس بارے میں تحقیق کم کی گئی ہے۔ دیگر تمام روایات میں سے شادی بیاہ کی روایات انتہائی غیرمتغیر اور متواتر ہیں۔ ان کے ذریعہ اکثر و بیشتر قبائل کے ماخذ اور قرابت داریوں پر نہایت قابل قدر روشنی پڑتی ہے۔ یہاں پر اس موضوع سے کنایہ کرنے کی وجہ یہ ہے کہ میں یہاں اس بات کی نشاندہی کرنا چاہتا ہوں کہ شادی کا دستور بنانے والی روایات کتنا واضح طور پر اس بات کی طرف اشارہ کرتی ہیں کہ پہلے شادی لوٹ کے ذریعے ہوا کرتی تھی' اور اس متوسط مرحلے کی طرف بھی جب اس لوٹ نے افسانوی رنگ اختیار کر لیا۔ لیکن افسانہ آج کل کی نسبت پہلے کہیں زیادہ من گھڑت تھا۔ ممکن ہے جو آراء میں پیش کرنے جارہا ہوں وہ بہت حد تک من گھڑت ہوں' لیکن حقیقت کا عمومی میلان شک و شبہ کے امکان سے پرے ہے۔ قبیلہ سے باہر شادی کا کڑا قانون جس نے آج بھی ہندو مسلمان دونوں طبقات کو تمام مشرقی میدانوں میں باندھ رکھا ہے (سنسکرت صحیفوں کی امتناعات پر عمل کرنے والے پجاری اور تاجروں کی استثنیٰ کے ساتھ)' خصوصاً پڑوسی گاؤں میں شادی کرنے کے خلاف قانون' بارات کی رسمی نوعیت جس میں مرد گھوڑوں پر لازماً" سوار ہوتے ہیں' دولہے کی تیل' مہندی اور پھر دلہن کے ساتھ بھی ایسا ہی سلوک (جو شاید بعد کی روایت ہے)' سب باتیں لوٹ کی شادی کی طرف اشارہ کناں ہیں۔ اسی طرح آپس میں شادی کا رشتہ قائم کرنے والے دونوں گاؤں میں دیواروں پر خون سے بھرے ہاتھ لگانے کی رسم

بھی۔ گاؤں کے پھاٹک سے لے کر دلہن کے گھر تک آنے والے تمام موڑوں پر نشان لگانا بھی کسی درمیانے مرحلے کی باقیات ہوں گی' جہاں دولہا دولہن سے چوری چھپے ملاقات کرتا ہے۔ یہ قانون کہ بارات لڑکی کے گاؤں میں سہ پہر کے بعد پہنچنی چاہئے اور اسے گاؤں کے اندر داخل ہونے کی بجائے باہر ہی مخصوص کردہ جگہ پر ٹھہرنا چاہئے' دلہن کے گھر کے دروازے پر لڑکے اور لڑکی والوں میں لڑائی اور گالی گلوچ' ("سٹھنیاں" یہ ایک گیت ہے جسے لڑکی کی رشتہ دار عورتیں گاتی ہیں۔ اس میں لڑکے والوں کو گالیاں دی جاتی ہیں: مثلاً" ساڈے تاں ویہڑے وچ تانا تیندا منڈے دا پیو تے کانا سیندا' جوڑی تاں پھبدی منئیں جوڑی تاں پھبدی نہیں وے لجیو' عینک لوانی پئی) یہ اصول کہ لڑکی اپنی چیزوں کے سوا کچھ نہیں پہنے گی' شادی کی تقریب میں لڑکے والوں سے لڑکی کو چھپانا' سب لوٹ کی شادی کی علامتیں ہیں۔ اس بات کی حمایت میں کچھ اور باتیں بھی ہیں' مثلاً یہ قانون کہ شادی ہو جانے کے بعد لڑکی والوں سے کچھ بھی لے کر نہیں کھائیں گے' اور اگلی رات جو کچھ بھی کھائیں گے اس کی ادائیگی لازماً کریں گے۔ اور یہ قصہ جس کے مطابق لڑکی کے باپ کو دولہے کے دوستوں سے رقم نہ لینے پر مجبور کیا جاتا ہے۔ لڑکے کا باپ جب روانہ ہونے لگتا ہے تو لڑکی خون آلود ہاتھ اس کے کندھے پر لگاتی ہے۔ ایک روایت لڑکی کو اس بات کی ہدایت کرتی ہے کہ وہ اپنے سب سے آخر میں مرنے والے کسی مرد رشتہ دار کا ماتم کرتی ہوئی جائے' "ہائے میرا باپ مرگیا" یا "ہائے میرا بھائی مرگیا۔" اسی طرح دولہا اور دولہن میں جھڑپیں۔ اور سب سے آخر میں یہ اصول ہے کہ جب بارات آئے اور روانہ ہو چکے تو بیوی کو خصوصی اجازت لئے بغیر اپنے باپ کے گھر نہیں آنا چاہئے' اور یہ حقیقت کہ :

> "جس گاؤں میں بیٹی بیاہی گئی ہو وہ اس کے باپ' سب سے بڑے بھائی اور قریبی بزرگ رشتہ داروں کے لئے ممنوع ہے۔ وہ اس گاؤں کے اندر نہیں جا سکتے' حتیٰ کہ اس گاؤں کے کنوئیں کا پانی بھی نہیں پیتے کیونکہ بیٹی کی چیزوں میں سے کچھ لینا شرمناک ہے۔ یہاں تک کہ لڑکی کے بہت دور کے بڑے رشتہ دار بھی اس گھر سے کوئی شئے لے کر کھاتے یا پیتے نہیں جس میں اس کی شادی کی گئی ہو۔ تاہم' باقی کا سارا گاؤں ان کے لئے ممنوع نہیں ہوتا۔ لڑکے کا

باپ لڑکی کے باپ کے گاؤں میں اجازت لے کر ہی جا سکتا ہے'
بلااجازت نہیں۔"

اسی طرح شادی کے نتیجے میں بننے والے تمام رشتوں کے نام عام طور پر گالی دینے کے لئے استعمال ہوتے ہیں' مثلاً سوہرا (سسر)' سالا' بہنوئی' جوائی۔ ان میں سے پہلے دو تو اس قدر ناگوار خیال کئے جاتے ہیں کہ اصل مفہوم میں بھی ان کا استعمال شاذونادر ہی ہوتا ہے۔ مسٹر ولسن لکھتے ہیں:

"بیوی کے باپ کو سسر کہنے کے خلاف اصول عام ہے۔ سرسا کے مسلمان اسے "تایا" یا "چاچا" کہتے ہیں' گڑ گاؤں کے برہمن "پنڈت جی یا مستر جی" کا تجر "رائے صاحب"' بنیئے "لالہ صاحب یا شاہ جی"' میو "چودھری یا مقدم"' یا ایک مخصوص میو لفظ "ڈوکڑا یا بابا جی"۔ یہاں تک کہ اگر آپ کسی میو عورت کو ڈوکڑی کہہ دیں تو وہ آپ پر برس پڑے گی: "تم نے مجھے ساس کہا!" جبکہ آپ اگر اسے "بڑھیا" کہہ کر مخاطب کریں (جس کا مطلب بھی وہی ہے جو ڈوکڑی کا) تو وہ جواب دے گی' "بہت اچھا' میرے بیٹے' بہت اچھا!"

ذاتوں کا باہمی میل جول:

جمنا اضلاع میں مختلف ذاتوں کے باہمی سماجی روابط کی نگرانی کرنے والے قوانین کرنال سیٹلمنٹ رپورٹ کے مندرجہ ذیل اقتباس کی صورت میں دیئے جارہے ہیں:

"وسیع پیمانے پر بات کی جائے تو کوئی بھی اعلیٰ قبیلہ پست قبیلے والے کے ہاتھ یا برتن میں سے کوئی شئے لے کر کھائے یا پیئے گا نہیں' اور نہ ہی اس کا حقہ پیئے گا۔ لیکن ہون کی رسم اور مٹی کے بنے ہوئے برتنوں پر دھات کے برتنوں کی صفائی کو حاصل فوقیت ایک وسیع امتیاز کی بنیاد ہیں۔ سارا کھانا "پکی روٹی" یا گھی میں تلے ہوئے اور "کچی روٹی" یا گھی میں نہ تلے ہوئے' میں تقسیم ہے۔ چنانچہ ہندوؤں میں گوجراتی برہمن' گور برہمن سے پکی روٹی لے کر کھا لیتے

ہیں لیکن کچی روٹی نہیں۔ اسی طرح ایک گور برہمن ناگا برہمن سے' کوئی بھی برہمن یا ناگا راجپوت سے' کوئی بھی برہمن' ناگا یا راجپوت جٹ' گوجر یا روڑ سے۔ برہمنوں اور ناگوں کے علاوہ ہر ذات دھات کے اچھی طرح مانجے ہوئے برتن میں پی لیتے ہیں اور انہی لوگوں کے حقے کی پیتل کی نلی کے گرد مٹھی رکھ کر کش لگاتے ہیں جن کے ساتھ وہ "پکی روٹی" کھا لیتے ہیں' لیکن وہ ان کے علاوہ کسی اور کے ساتھ مٹی کے برتن یا حقے سے دھواں کشی نہیں کرتے جن کی کچی روٹی وہ کھا لیتے ہیں۔ جٹ' روڑ' گوجر' رہباری اور آہیر بلاتذبذب اکٹھے کھاتے پیتے ہیں' لیکن یہ بھی سنار کی "پکی روٹی" کھا لیتے ہیں' بہرحال اس کے گھر میں نہیں۔ وہ ترکھانوں کے ساتھ حقہ بھی پی لیا کرتے تھے لیکن اب نہیں پیتے۔ کچھ عرصہ قبل مسلمان ان قوانین پر عملدرآمد میں ڈھیلے پڑ گئے ہیں جو باہمی میل جول کے ضابطے متعین کرتے ہیں۔ خصوصاً شہروں میں عموماً" مسلمان کسی بھی باعزت مسلمان کے ہاتھ سے چیز لے کر کھا یا پی لیتے ہیں۔ اوپر بیان کردہ ضوابط اور قوانین کی کڑی پیروی کرتے ہوئے' کوئی بھی مسلمان ہندو سے بلاتذبذب کوئی شئے لے کر کھا یا پی لے گا' لیکن ہندو کسی مسلمان کی پکی یا کچی دونوں قسم کی روٹی کو چھوتا بھی نہیں۔ اگر کسی مسلمان کا سایہ بھی کھانے پر پڑ جائے تو اکثر و بیشتر اسے پھینک دیتا ہے۔ اس کی وجہ کچھ تو یہ ہے کہ مسلمان مٹی کے برتنوں میں کھاتے ہیں' جبکہ ہندو لوگ کبھی بھی مٹی کا کوئی ایسا برتن استعمال نہیں کرتے جو پہلے بھی استعمال ہو چکا ہو۔ ان باتوں کو مدنظر رکھ کر یہ بتانا بہت آسان ہے کہ کوئی دور دراز کا علاقہ مسلمانوں کا ہے یا ہندوؤں کا۔ اگر وہاں ہندو رہتے ہوں گے تو موقعہ سے چھوٹی چھوٹی بے شمار رکابیاں ملیں گی۔ برہمن اور راجپوت لوگ جٹ' گوجر یا روڑ سے کمتر درجے کے کسی شخص سے کوئی شئے لے کر نہیں کھاتے' جبکہ یہ

تینوں قبیلے اصولی طور پر کسی بھی پست ذات کے ساتھ کھاتے پیتے نہیں۔ اور مندرجہ ذیل ذاتیں اپنی عادات اور پیشے کی نوعیت میں قطعاً" ناپاک ہیں، اور ان کے چھو لینے سے ہی کھانا نجس ہو جاتا ہے:
چمار، دھوبی، حجام، لوہار، رنگریز (چھیمبی)، خاکروب، ڈوم، ڈھانک۔ کوزہ گر یا کمہار کی پاکی بھی مشتبہ ہے اس لئے اس کو بھی حقیر جانا جاتا ہے۔ کسی گاؤں کی چوپالوں یا کھیتوں میں عموماً" پڑی ہوئی ملنے والی بیڑیوں کے ٹکڑوں کو ان کے ساتھ باندھی ہوئی کسی نشانی سے شناخت کیا جا سکتا ہے ---- نیلی دھجی مسلمان کے لئے، سرخ ہندو کے لئے، چمار کے لئے چمڑا، خاکروب کے لئے تنکی اور اسی طرح مزید۔ یہ نشانی لگانے کا مطلب ہے کہ کوئی دوست غلطی سے بھی خود کو ناپاک نہ کر بیٹھے۔

"گڑ اور مٹھائیاں تقریباً سبھی کے ہاتھ سے لے کر کھائی جا سکتی ہیں، حتیٰ کہ کسی چمار یا خاکروب سے بھی۔ بہرحال اس صورت میں اس کا سالم ہونا لازمی ہے۔"

پہاڑیوں میں معاملات کی غیر معمولی نوعیت کو پہاڑی خدمتگار ذاتوں مثلاً کولیوں اور داغیوں کے ضمن میں بیان کیا گیا ہے۔ صوبہ کے مغرب میں، جہاں ذات کی تمام پابندیاں کافی نرم ہیں، کوئی بھی مسلمان اپنے عقیدہ کے کسی بھی قابل عزت شخص کے ہاتھ سے چیز لے کر کھا لیتا ہے۔ یہاں کے ہندو بھی مشرق کی نسبت کہیں کم کٹر ہیں۔ یہی صورتحال سکھ خطے میں ہے، لیکن یہاں پر ایک ہندو کے لئے کسی مسلمان کے ہاتھ سے کوئی چیز لے کر کھانے کے خلاف قانون مشرق کی نسبت زیادہ سخت لگتا ہے۔ صوبہ کے تمام علاقوں میں ناپاک ذاتوں کے ساتھ باہمی میل جول سے سختی کے ساتھ گریز کیا جاتا ہے، چاہے ان کی ناپاکی کا باعث ان کے پیشے کی نوعیت ہو یا ان کا کھانا۔

کھانے کے برادری کی اصطلاح قاعدے کے تحت خون کی برادری کے خارجی اور ظاہری علامت کے طور پر استعمال کی جاتی ہے۔ کوئی بھی ایسی تقریب جس میں قبیلہ، برادری یا کوئی بھی دوسرا پشتینی گروپ اس حیثیت سے حصہ لیتا ہے اس میں عموماً" ایک طرح کا عام کھانا

یا (Confarreatio) بھی شامل ہوتا ہے، خصوصاً اس وقت جب تقریب منعقد کرنے کا مقصد گروپ میں کسی نئے رکن کو شامل کرنا ہو' یا شادی وغیرہ کے موقع پر۔

زراعتی ذاتوں کی عمومی تقسیم:

جدول نمبر 1 الف' ب' اور پ میں صوبہ بھر میں ذاتوں کی عمومی تقسیم دکھائی گئی ہے۔ تینوں گروپوں کی ذاتوں کی تعداد کل آبادی کے تناسب فی ہزار میں دی گئی ہے۔

آگے چل کر ہر ذات کی تقسیم کو زیادہ صراحت اور وضاحت کے ساتھ بیان کیا جائے گا۔ آپ کو اپنے ذہن میں یہ بات ضرور رکھنی چاہیے کہ ذاتوں کی یہ گروپ بندی ڈھیلے ڈھالے انداز میں کی گئی ہے۔ آئندہ صفحات میں یہ عیاں ہوگا کہ کوئی انتہائی موٹی موٹی درجہ بندی کرنا بھی ممکن نہیں' کیونکہ نہ صرف اس طبقے میں جس کے اندر کوئی بھی ذات درست طور پر پوری نہ اترتی ہو بلکہ صوبہ کے مختلف حصوں میں مختلف ہے۔ اس کے باوجود کوئی نہ کوئی درجہ بندی لازمی تھی جس کی بنیاد پر میں ابواب کو مرتب کیا جاتا۔ چنانچہ میں نے مختلف ذاتوں اور قبائل کو تین بڑے گروپوں میں تقسیم کیا ہے: پہلا' زمین دار اور زراعتی جو صوبہ پنجاب کی کل آبادی کا پچاس فیصد ہے اور تعداد کی نسبت اس کی سماجی' انتظامی اور سیاسی اہمیت کہیں زیادہ ہے۔ یہ چھ حصوں میں تقسیم ہے۔ پہلے میں دو بڑی سرحدی نسلیں بلوچی اور پٹھان شامل ہیں۔ موخرالذکر کے ساتھ میں نے تناولی' تاجک اور ہزارہ کو بھی شمار کیا ہے' اگرچہ انہیں دراصل اس میں شمار کرنا بنتا نہیں تھا' لیکن وہ اس سے بہت قریبی طور پر وابستہ ہیں۔ اس کے بعد آتی ہے بہت بڑی نسل جٹ' اس کے بعد راجپوت بشمول ٹھاکر اور راٹھی جنہیں علیحدہ کرنا ناممکن ہے۔ اس کے علاوہ دو چھوٹی ذاتیں بھی جو غالباً الگ ذاتیں ہونے کی بجائے راجپوت ہی ہیں۔ ادنیٰ غالب قبائل کے اگلے طبقے میں وہ تمام ذاتیں شامل ہیں (جن کی اہمیت اپنے مخصوص علاقوں میں بمشکل کم ہوگی) جو تعداد میں کم ہیں اور پہلے بیان کی گئیں چار بڑی نسلوں کے مقابلہ میں کم وسیع طور پر تقسیم ہے۔ خطہ کوہستان نمک کے **ککھڑ**' مغربی میدانی علاقوں کے کھرل اور داؤد پوترے' مشرقی میدانی علاقوں کے ڈوگر اور روڑ' گڑ گاؤں کے میو' اور پہاڑیوں کے گوجر اسی میں شمار کئے گئے ہیں۔ اس کے بعد چھوٹے زراعتی قبائل سینی' ارائیں' کنیت' گھرتھ' آہیر' متم اور انہی جیسے دیگر آتے

ہیں، جو اگرچہ پنجاب کی زراعتی برادری میں ایک بہت اہم عنصر تشکیل دیئے ہوئے ہیں لیکن ان کی سماجی اور سیاسی حیثیت غالب قبائل کی نسبت کہیں کم ہے۔ آخری طبقہ بیرونی نسلیں ہے اور اس میں شیخ، مغل، ترک اور ان جیسے دیگر شامل ہیں۔ ان میں سے زیادہ تر کا اپنا کوئی حقیقی نام نہیں جس کے ساتھ وہ خود کو جوڑتے ہیں۔ جبکہ ان میں سے بیشتر کے پاس کوئی زمین نہیں اور وہ محض دستکار ہیں۔ اگرچہ ان کو زمینداروں کی بہت بڑی تعداد سے الگ نہیں کیا جا سکتا۔

ان طبقات کی تقسیم بہت واضح ہے۔ بلوچی اور پٹھان زیادہ تر دریائے سندھ پار کے اضلاع میں ملے ہیں، لیکن چونکہ پٹھان جن اضلاع میں رہتے ہیں وہاں وہ گروپ کا غالب حصہ ہیں اس لئے صوبہ میں کچھ عرصہ پہلے ہی قیام پذیر ہونے والے بلوچیوں میں ان سب ذاتوں کے کمتر کاشتکار طبقات کا ایک بہت بڑا گروہ شامل ہے جو زیریں سندھ کی روایت کے مطابق ایک جامع نام جٹ کے تحت گروہ بند ہیں۔ ان علاقوں میں اس اصطلاح کی اہمیت پیشہ ورانہ کے ساتھ ساتھ نسلیاتی بھی رہی ہے۔ ان اضلاع کو ایک طرف رکھ کر، جٹ بڑی سکھ ریاستوں اور اضلاع اور صوبہ کے جنوب مشرق میں روہتک اور حصار میں انتہائی تفوق کے ساتھ پائے گئے۔ دامن کوہ کے اضلاع میں، خطہ کوہستان نمک اور کانگڑہ اور مغربی میدانوں کے تمامتر اضلاع میں (ماسوائے مظفر گڑھ جو دریائے سندھ پار کے گروپ میں آتا ہے) راجپوت نے بہت حد تک جٹ کی جگہ لے لی ہے۔ چمبہ کو چھوڑ کر پہاڑی ریاستوں میں راجپوت معدودے چند ہیں، لیکن اس کی اہمیت کی وجہ تعداد کی بجائے ان کی سماجی اور سیاسی حیثیت ہے۔ لیکن اعداد و شمار کسی انتہائی قطعی اور حتمی اہمیت کے حامل نہیں۔ راجپوتوں کے ساتھ دکھائے گئے ٹھاکر اور راٹھی اور زراعتی قبائل میں شامل کنیت اور گھرتھ کے درمیان خط امتیاز کھینچنا بہت مشکل ہے، اور چمبہ میں غیر معمولی تعداد کی وجہ غالباً" یہی ہے۔ ادنیٰ غالب قبائل کا تناسب قدرتی طور پر ایک ضلع سے دوسرے ضلع میں جاکر بدلتا ہے اور ان کے لئے مختص کردہ حصہ میں ان پر غور کیا گیا ہے۔ ادنیٰ زراعتی قبائل کے بارے میں بھی یہی بات کہی جا سکتی ہے۔ یہ گروپ اپنی تقسیم کے لئے اس قدر متفرق مشمولات رکھتا ہے کہ بمشکل عمومی خدوخال پیش کرتا ہے۔ لیکن یہ امر قابل غور ہے کہ جہاں پر اپنی کھیتی باڑی کو ہی ترجیح دینے والے جٹ کی تعداد زیادہ ہے، وہاں صرف یہ ذاتیں

کم تعداد میں ملتی ہیں۔ جبکہ ایسے علاقوں میں وہ کل آبادی کا بہت زیادہ تناسب رکھتی ہیں جہاں (زراعتی ذاتوں کو حقیر جاننے والا) راجپوت بہت زیادہ تعداد میں نظر آتا ہے۔ زمین دار اور زراعتی ذاتوں کو بحیثیت مجموعی لیا جائے تو وہ سندھ پار کے اضلاع میں آبادی کا سب سے بڑا تناسب تشکیل دیئے ہوئے ہیں' اور اس کی وجہ پیشہ ورانہ پابندیوں سے آزادی ہے جن کی سرحد میں اہمیت سے متعلق میں ذکر کر چکا ہوں۔ یہاں پر جسمانی اور پست کام زیادہ تر زراعتی قبائل سرانجام دیتے ہیں' نہ کہ باقی صوبہ کی طرح علیحدہ علیحدہ ذاتیں۔ خطہ ہائے دامن کوہ اور مشرقی میدانوں میں ان کی تعداد سب سے کم ہے جہاں وہی خدمتگاروں کی ایک بہت بڑی تعداد کاشتکاری میں ان کا ہاتھ بٹاتی ہے اور جہاں پر ہندو مذہب سب سے زیادہ نمایاں ہے اور تجارت انتہائی اہمیت کی حامل ہوتے ہوئے معاشرتوں کے مذہبی اور تجارتی عناصر کافی زیادہ تعداد میں ہیں۔

پیشہ ورانہ ذاتوں کی عمومی تقسیم:

دوسرا بڑا گروپ پجاری' زاہدانہ' تجارتی اور پیشہ ورانہ ذاتوں پر مشتمل ہے اور اس میں مختلف سماجی رتبوں کے لوگ (پجاری برہمن سے لے کر خوانچہ فروش تک) شامل ہیں۔ اگر بحیثیت مجموعی مذہبی پیمانے سے ناپا جائے تو زمیندار طبقات میں ان کی حیثیت برتر ہے کیونکہ بہت بڑی بڑی تجارتی ذاتیں مذہبی قوانین پر عملدرآمد میں برہمنوں کے بعد آتی ہیں لیکن سماجی یا سیاسی نکتہ نظر سے موازنہ کیا جائے تو ان کی حیثیت انتہائی پست ہے۔ صوبہ بھر کے مقابلے میں پہاڑیوں میں ہندوازم بہت زیادہ مضبوط ہونے کی وجہ سے وہاں برہمنوں کی تعداد بھی غیرمعمولی حد تک زیادہ ہے۔ مرتاض سلسلے خصوصاً" مشرقی اور وسطی اضلاع میں پائے گئے' اس کی وجہ کچھ تو شاید یہ ہے کہ ان کی مقبولیت مسلمانوں کی نسبت ہندوؤں میں زیادہ ہے لیکن مجھے شبہ ہے کہ اس کا باعث یہ بھی ہو سکتا ہے کہ انہی اضلاع میں صوبہ بھر کی دولت مرتکز ہے' اور یہیں پر کسی ایسے آوارہ گرد کے لئے زیادہ امید ہے جو اپنے ساتھیوں کی جیب پر زندگی بسر کرنا چاہتا ہو۔ ادنیٰ پیشہ ورانہ گروپ نائیوں' میراثیوں' جوگیوں اور ان جیسے دیگر پر مشتمل ہیں' اور اس گروپ کی تعداد دریائے سندھ سے اِس طرف (Cis-Indus) کے سارے پنجاب میں کافی موزوں حد تک غیرمتغیر ہے' جبکہ سندھ کے پار

جدول نمبر1-(ا) زمیندار اور زراعتی ذاتیں

	بلوچ اور پٹھان وغیرہ	جٹ	راجپوت وغیرہ	چھوٹے اہم قبائل	چھوٹے زراعتی قبائل	بیرونی نسلیں	کل
دہلی	27	166	53	71	60	87	464
گڑگاؤں	11	100	41	200	116	18	486
کرنال	10	153	87	101	52	23	426
حصار	6	268	121	27	40	9	471
روہتک	13	330	54	5	44	16	462
سرسا	11	253	185	5	34	14	502
انبالہ	10	160	90	53	106	28	447
لدھیانہ	7	360	53	59	46	11	536
شملہ	33	5	43	4	228	90	403
جالندھر	6	208	59	40	187	14	514
ہوشیار پور	8	162	113	92	143	10	528
کانگڑہ	1	15	222	12	242	2	494
امرتسر	6	230	31	12	68	12	359
گورداسپور	12	157	95	54	93	16	427
سیالکوٹ	4	264	57	32	66	16	439

لاہور	14	171	59	18	133	23	418
گوجرانوالہ	6	262	59	5	36	15	403
فیروز پور	8	287	61	41	97	12	506
راولپنڈی	45	58	177	197	52	62	591
جہلم	13	150	98	210	54	33	558
گجرات	4	263	32	156	33	19	507
شاہ پور	28	82	196	141	22	24	493
ملتان	50	187	108	26	56	32	459
جھنگ	42	122	227	34	15	22	462
منٹگمری	37	100	132	47	119	15	450
مظفر گڑھ	184	323	23	5	21	18	574
ڈیرہ اسماعیل خان	259	465	4	2	2	15	747
ڈیرہ غازی خان	346	442	7	1	2	14	812
بنوں	431	162	10	63	12	36	714
پشاور	474	8	5	188	37	32	744
ہزارہ	257	1	61	349	25	33	726
کوہاٹ	643	8	11	90	6	25	783
برطانوی علاقہ	62	189	82	74	75	22	504
پٹیالہ	6	308	46	30	84	11	485
نابھا	8	326	50	23	83	9	499
کپور تھلہ	4	155	80	40	224	12	515
جند	6	350	41	12	44	17	470

علاقے کا نام	بلوچ اور پٹھان وغیرہ	جٹ	راجپوت وغیرہ	چھوٹے اہم قبائل	چھوٹے زراعتی قبائل	بیرونی نسلیں	کل
فرید کوٹ	6	369	44	21	27	9	476
ملیر کوٹلہ	16	328	48	34	88	15	529
کالسیہ	10	167	51	71	100	10	409
کل مشرقی میدان	7	296	50	28	94	12	48
بہاولپور	103	208	159	30	54	29	583
منڈی	2	2	47	9	478	1	539
چمبہ	3	3	376	8	97	20	507
ناہن	2	2	28	22	345	4	403
بیلاس پور	1	17	93	36	240	1	388
بشہر	.	.	33	.	606	1	640
نالا گڑھ	5	15	18	168	307	9	522
سکیت	1	6	34	2	426	.	469
کل پہاڑی ریاستیں	2	5	92	23	342	6	470
برطانوی علاقہ	62	189	82	74	75	22	504
ہمسایہ ریاستیں	20	225	75	27	142	14	503
صوبہ	56	195	81	67	89	21	509

جدول نمبر1۔ (ب) پیشہ ورانہ اور تجارتی ذاتیں

علاقے کا نام	برہمن وغیرہ	سید وغیرہ	فقیر	چھوٹی پیشہ ورانہ ذاتیں	کل پیشہ ورانہ ذاتیں	تجارتی ذاتیں	متفرق ذاتیں
دہلی	95	14	19	30	158	79	7
گڑگاؤں	82	7	27	31	147	63	1
کرنال	89	7	24	39	159	72	1
حصار	63	4	15	29	111	93	17
روہتک	105	2	21	32	160	79	1
سرسا	22	3	11	32	68	66	3
انبالہ	61	8	19	30	118	54	6
لدھیانہ	41	6	31	29	107	49	4
شملہ	65	7	4	9	85	44	9
جالندھر	39	9	24	30	102	41	2
ہوشیار پور	86	4	18	23	131	32	.
کانگڑہ	151	-	9	22	182	28	6
امرتسر	39	7	22	34	102	74	37
گورداسپور	58	7	14	36	115	48	8
سیالکوٹ	36	15	12	39	102	65	19

علاقے کا نام	برہمن وغیرہ	سید وغیرہ	فقیر	چھوٹی پیشہ ورانہ ذاتیں	کل پیشہ ورانہ ذاتیں	تجارتی ذاتیں	متفرق ذاتیں
لاہور	23	9	8	30	70	100	15
گوجرانوالہ	29	17	8	46	100	92	11
فیروز پور	19	7	11	26	63	58	5
راولپنڈی	23	25	2	27	77	73	29
جہلم	17	25	3	33	78	90	16
گجرات	13	27	2	32	74	80	48
شاہ پور	13	22	5	39	79	126	-
ملتان	8	21	7	28	64	175	2
جھنگ	13	18	9	37	77	164	1
منٹگمری	7	14	9	39	69	142	1
مظفر گڑھ	5	24	6	24	59	115	1
ڈیرہ اسماعیل خان	8	20	3	12	43	113	-
ڈیرہ غازی خان	6	24	2	5	37	112	-
بنوں	6	37	2	23	68	87	-
پشاور	6	12	1	17	36	37	22
ہزارہ	11	38	1	15	65	38	36
کوہاٹ	5	44	1	21	71	46	1
برطانوی علاقہ	43	13	12	29	97	74	11

پٹیالہ	64	5	24	30	123	70	1
نابھا	69	4	25	32	130	72	-
کپور تھلہ	32	11	29	29	101	41	1
جند	110	1	24	37	172	71	1
فرید کوٹ	21	1	17	28	67	58	1
ملیر کوٹلہ	36	12	24	32	104	65	3
کالسیہ	52	3	23	32	110	61	3
کل مشرقی میدان	64	5	24	31	124	68	1
بہاولپور	6	16	3	25	50	109	-
منڈی	109	-	5	6	120	30	-
چمبہ	133	-	6	17	156	17	-
ناہن	49	1	4	120	174	27	1
بیلاس پور	286	-	6	8	300	25	2
بشہر	78	-	2	2	82	5	-
نالاگڑھ	107	1	11	16	135	22	-
سکیت	127	-	5	8	140	21	-
کل پہاڑی ریاستیں	134	1	5	39	179	21	-
برطانوی علاقہ	43	13	12	29	97	74	11
ہمسایہ ریاستیں	70	6	17	29	122	64	-
صوبہ	48	12	13	29	102	71	9

جدول نمبر1 - (ج) خانہ بدوش پست ذاتیں اور دستکار

علاقے کا نام	خانہ بدوش ذاتیں	بھانڈ کش	چمڑہ ساز	جولاہے	پانی بردار اور خانسامے	لوہار اور بڑھئی	کوزہ گر	دھوبی اور رنگساز	تیلی وغیرہ	دیگر دستکار	پہاڑی نیچ ذاتیں
دہلی	1	54	98	14	26	26	21	12	17	8	7
گوڑگاؤں	9	39	111	11	22	25	22	11	30	9	9
کرنال	4	57	87	21	55	38	24	17	25	9	-
حصار	17	53	99	3	9	37	39	19	41	8	1
روہتک	9	72	90	2	21	33	22	18	22	8	-
سرسا	33	73	83	11	15	35	64	15	21	10	-
انبالہ	3	40	132	29	47	40	15	12	30	17	2
لدھیانہ	5	30	109	24	27	44	13	15	24	10	-
شملہ	3	43	83	22	9	41	4	23	5	31	106
جالندھر	7	41	121	20	34	51	16	18	18	10	2
ہوشیار پور	-	20	127	23	28	49	12	12	17	8	11
کانگڑہ	1	1	71	38	18	46	14	10	11	5	74
امرتسر	8	120	28	47	54	61	33	21	27	10	15
گورداسپور	8	69	44	49	46	57	21	16	23	7	55
سیالکوٹ	12	78	26	27	37	60	29	20	17	9	58
لاہور	15	107	25	39	53	50	34	19	29	11	5
گوجرانوالہ	9	94	36	43	37	65	44	20	20	12	8
فیروز پور	20	107	49	31	39	44	23	19	21	9	-
راولپنڈی	3	27	28	45	12	42	18	16	16	16	-
جہلم	-	42	37	49	16	42	17	17	19	13	-
گجرات	3	56	48	35	30	51	24	16	15	8	3
شاہ پور	3	67	36	53	29	36	28	14	17	9	-
ملتان	11	53	34	43	33	28	25	24	13	10	-
جھنگ	1	53	36	61	32	29	39	14	14	5	-
منٹگمری	12	68	34	48	52	31	42	18	17	11	-
مظفر گڑھ	12	33	33	41	41	31	20	19	10	6	-

ڈیرہ اسماعیل خان	1	20	11	13	16	12	6	6	4	2	-
ڈیرہ غازی خان	4	13	3	2	5	3	-	2	1	1	-
بنوں	-	18	12	11	15	31	13	-	9	11	-
پشاور	1	13	13	26	3	32	13	11	15	8	-
ہزارہ	-	6	16	29	4	34	9	10	7	3	-
کوہاٹ	-	7	11	10	6	33	7	7	9	5	-
برطانوی علاقہ	5	54	59	30	30	41	22	15	20	9	11
پٹیالہ	8	50	100	15	25	41	19	12	23	11	8
نابھا	4	46	98	18	22	46	19	14	17	9	-
کپور تھلہ	5	65	65	29	49	48	19	17	26	9	2
جند	12	58	90	5	20	38	21	18	21	8	-
فرید کوٹ	42	138	46	27	25	53	17	17	27	5	-
مالیر کوٹلہ	4	22	105	24	23	48	16	12	24	8	-
کالسیہ	5	46	142	55	48	45	15	13	33	8	-
کل مشرقی میدان	8	54	94	17	27	43	19	14	23	10	4
بہاولپور	13	32	31	30	64	22	19	18	9	6	10
منڈی	3	-	56	24	2	17	10	4	5	3	182
چمبہ	-	1	42	20	5	30	13	3	2	2	194
ناہن	7	6	40	6	16	27	2	2	4	12	275
بلاس پور	3	1	96	55	21	26	10	9	5	5	53
بشہر	9	-	1	-	1	32	1	-	-	2	222
نالاگڑھ	4	12	108	12	8	26	8	8	11	7	105
سکیت	6	1	48	17	3	39	6	1	2	2	240
کل پہاڑی ریاستیں	5	2	54	17	7	26	8	3	3	6	190
برطانوی علاقہ	5	54	59	30	30	41	22	15	20	9	11
ہمسایہ ریاستیں	10	41	77	19	28	36	17	13	18	8	40
صوبہ	6	62	62	29	31	40	21	15	19	8	15

اس کی نمائندگی بمشکل ہی ہوتی نظر آتی ہے۔ پیشہ وارانہ گروپ (اور خصوصاً مذہبی عنصر) کو بحیثیت مجموعی دیکھا جائے تو مشرق سے مغرب کی طرف جاتے ہوئے اس میں متواتر کمی ہوتی ہے۔ اس کی بنیادی وجہ غالباً" یہ ہے کہ ہندو آبادی کے بنیادی ماخذ کے ایک مستحکم حصہ کی شکل رکھنے والے برہمنوں کی تعداد قدرتی طور پر پنجاب میں باہر سے آنے والے مہاجر سادات سے کہیں زیادہ ہے۔ جنوب مغربی اضلاع میں تجارتی ذاتیں اس لئے وافر نہیں ملیں کہ وہاں پر تجارت بہت زیادہ ہوتی ہے بلکہ اس وجہ سے کہ ان علاقوں کی مرکزی تجارتی ذاتیں' اروڑے' محض تاجر ہونے کی بجائے صنعت اور زراعت دونوں سے وابستہ ہر قسم کے پیشوں سے منسلک ہیں۔ ان اضلاع سے قطع نظر پہاڑیوں میں تجارتی ذاتوں کی تعداد بہت کم ہے۔ وہاں کی تجارت زیادہ تر برہمنوں کے ہاتھ میں ہے۔ متفرق طبقہ زیادہ تر کشمیریوں پر مشتمل ہے' جو کشمیر کی سرحد پر واقع اضلاع میں اور امرتسر و لدھیانہ کی بہت بڑی بڑی کشمیری آبادیوں میں پائے گئے۔

خدمتگار ذاتوں کی عمومی تقسیم:

تیسرا یا آخری گروپ معاشرے کے پست ترین طبقہ پر مشتمل ہے اس میں سیلانی' مجرمانہ و خانہ بدوش قبائل' گاؤں کی خدمتگار ذاتیں اور صنعتی طبقات شامل ہیں۔ ان ذاتوں پر آگے چل کر تفصیلاً" بات کرتے ہوئے میں عیاں کروں گا کہ مجموعی حیثیت میں انہیں موزوں طور پر درجہ بند کرنا کتنا ناممکن ہے۔ تاہم جدولوں میں ظاہر کردہ ان کی درجہ بندی کوئی بہت زیادہ قطعی اہمیت نہیں رکھتی۔ اس کے باوجود ان کی تعدادوں میں سے مخصوص وسیع حقائق اخذ کئے گئے ہیں۔ سیلانی قبائل زیادہ تر صوبہ کے دو علاقوں یعنی راجپوتانہ سرحد اور وسطی و مغربی پہاڑیوں کے دامن میں پائے جاتے ہیں۔ پنجاب میں زراعتی مزدوری کا معتدبہ حصہ سرانجام دینے والی دیہی خدمتگار ذاتوں یعنی چڑا ساز' خاکروب اور پانی بردار (ماشکی) میں سے چڑا ساز تمام مشرقی اضلاع اور بڑی سکھ ریاستوں میں ملے ہیں۔ پنجاب کے وسط میں اور مشرقی میدانوں میں (نسبتاً" کم حد تک) ان کی جگہ خاکروبوں اور پانی برداروں نے لے لی ہے۔ مجموعی طور پر پہاڑیوں میں خدمت گار ذاتوں اور دستکار طبقے کی تعداد بہت زیادہ ہے' وہاں پر زیادہ تر کھیتی باڑی وہی کرتے ہیں' اور دامن کوہ اور وسطی اضلاع میں

جہاں دولت وافر مقدار میں اور کاشتکاری کا معیار بلند ترین ہے۔ مغرب میں اور خصوصاً سندھی سرحد پر ان کی تعداد حیرت انگیز طور پر نہایت قلیل ہے۔ جیسا کہ میں پہلے بھی نشاندہی کر چکا ہوں، اس کی وجہ کچھ تو پیشے پر عائد موروثی پابندیوں کی نرمی ہے، اور غریب پٹھان کو اس کسب کے ذریعہ روٹی کمانے میں کوئی عار نہیں جو وہاں پر سماجی گراوٹ لائے گا جہاں ذات کا حساس زیادہ مضبوط ہے۔ اور زیادہ بڑی وجہ یہ ہے کہ زیریں سندھ میں کاشتکاری کرنے والا پست ذات کا شخص حقیقت کی مہربانی سے جٹ بن جاتا ہے (اس کی درجہ بندی اسی طور کی گئی ہے)، جبکہ باقی کے پنجاب میں اس کی ذات بدستور خدمتگار والی ہے۔ سرسا اور حصار میں صورتحال کچھ کم شدت کے ساتھ اس کے الٹ ہے: وہاں پر پڑوسی اضلاع کے مقابلہ میں خدمتگار ذاتوں کی تعداد زیادہ ہے کیونکہ یہ خطہ کافی حد تک نو آباد ہے اور زمین اتنی وافر اور زراعتی مزدور کی طلب اس قدر زیادہ ہے کہ نچلے طبقات ان اضلاع میں اُمڈ آئے۔ اگرچہ ان کی ذاتیں بدستور وہی ہیں، لیکن وہ زمین کی ملکیت حاصل کر کے یا کم از کم خدمتگار پیشوں کی بجائے کاشتکاری اپنا کر سماجی درجہ بندی میں ابھر آئے ہیں۔

کتاب کے مشمولات اور ترتیب:

جدول نمبر ۱ الف ، بے اور پے میں اختیار کی گئی کام چلاؤ درجہ بندی مختلف ذاتوں کے تفصیلی بیان کو ترتیب دینے میں ایک کنجی کا کام دے گی۔ کتاب ختم ہونے پر ذاتوں اور قبائل کی ایک مکمل فہرست آپ کو حاصل ہوگی۔ حالیہ مردم شماری پر ذاتوں اور قبائل اور ان کی ذیلی تقسیم کا ریکارڈ حاصل کرنے کے لئے اپنائے گئے نظام اور ان سے حاصل کردہ نتائج کی نوعیت پر بات کرتے ہوئے میں اس کتاب کو ختم کروں گا۔ یہ معاملہ بہت زیادہ اہمیت کا حامل ہے۔ اور ہمارے اختیار کردہ نظام پر صوبہ کے اندر اور باہر سے زبردست نکتہ چینی ہوئی۔ آبادی کی قبائلی تشکیل شمالی انڈیا کے زیادہ تر دیگر علاقوں کے مقابلہ میں پنجاب میں کہیں زیادہ سیاسی اور انتظامی اہمیت رکھتی ہے اور یقیناً یہ کہا جا سکتا ہے کہ ان کو ظاہر کرنے والے اعداد و شمار پنجاب کی مردم شماری کے نہایت بیش قیمت نتائج ہیں۔ اپنی اہلیت کے مطابق میں نے زیرِ نظر کتاب کے باقی حصے ہر ذات کی تعداد کی پڑتال

اور تفصیل کے لئے وقف کئے ہیں۔ اپنے کام کے اس پہلو کا غیرحتمی اور خام پن میرے لئے باعث افسوس ہے۔ صرف یہی نہیں کہ اس موضوع پر ہمارا علم ہماری لاعلمی کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں بلکہ یہ لاعلمی ناگزیر بھی ہے۔ بہرحال مجھے لگتا ہے کہ میں اپنی جمع کردہ معلومات کا صرف ایک حصہ ہی استعمال میں لاسکا ہوں' اور حتیٰ کہ وہ حصہ بھی بے ترتیبی کے ساتھ ریکارڈ کیا گیا۔ میرا مقصد چند ایسے اصولوں کے تحت مختلف ذاتوں کی درجہ بندی کرنے کی کوشش کرنا تھا جو ان کی نسلیاتی قرابتوں کی بنیاد نظر آتے ہیں اور اس کے علاوہ اپنے جمع کردہ مواد کی مدد سے ہر ذات کے ممکنا ماخذ کے سوال کا محتاط جائزہ لینا بھی تھا۔ بلاشبہ بلوچ اور پٹھان قبائل کے سلسلہ میں میں نے اپنے اس مقصد کے تحت کچھ حد تک پیش رفت بھی کی ہے' ان دونوں کے بارے میں رپورٹ جلد از جلد تیار کرنے کے احکامات ملنے سے پہلے ہی لکھا جا چکا تھا۔ جہاں تک باقی ذاتوں اور قبائل کا تعلق ہے' تنگی وقت نے ان کے ساتھ بھی ایسا ہی سلوک کرنے کی بہت کم اجازت دی اور مجھے بار بار اصرار کے ساتھ کہا گیا کہ ذاتوں کو کام چلاؤ انداز سے طبقات میں ترتیب دوں اور ہر ایک سے متعلق صرف اہم ترین حقائق ہی بیان کروں۔ یہ کتاب اختتام سے آغاز کی طرف کو الٹی لکھی گئی ہے اور جو کچھ بھی لکھا اسے پریس میں بھجوانے سے قبل پڑھنے کا وقت بھی نہیں مل سکا۔ جوں جوں میں اپنے کام میں آگے بڑھا درجہ بندی میں غلطیاں عیاں ہوتی گئیں' اور نئے حقائق پر روشنی پڑی۔ ایک مرتبہ جو کچھ لکھا جا چکا تھا اسے دوبارہ لکھنے کا وقت نہیں تھا' اور میں محض پرانے لکھے ہوئے میں نئے کا اضافہ ہی کر سکتا تھا۔ چنانچہ میں خود کو دوہراتا ہوا نظر آؤں گا' نظریات کا تسلسل بھی اکثر ٹوٹا ہوا اور غیرمتواتر ملے گا۔ شاید متضاد بیانات بھی میری نظر سے اوجھل ہوگئے ہوں گے۔ لیکن اس سب کچھ کو اس موضوع کا ابتدائی خاکہ ہی سمجھنا چاہئے۔ قبائل اور قبیلوں کے تفصیلی جدول تیاری کے مراحل میں ہیں جن کے ذریعے حالیہ مردم شماری کے شیڈولوں میں مندرجہ ذاتوں کی تمام ذیلی تقسیمیں واضح ہو جائیں گی۔ ہر ضلع اور ریاست کے لئے زمین دار ذاتوں اور قبائل کی تقسیم ظاہر کرنے والے نقشے تیار کرلئے گئے ہیں' تاہم انہیں موجودہ رپورٹ کے ساتھ بہت زیادہ تاخیر کا خطرہ مول لئے بغیر شامل کرنا ناممکن ہے۔ مجھے توقع ہے کہ اس جمع شدہ مواد کا کسی آئندہ موقع پر بھرپور استعمال کیا جائے گا۔ اپنی ایک کوتاہی کے بارے میں میں ایک دو لفظ کہنا چاہتا ہوں:

وہ یہ کہ میں نے گزشتہ مردم شماری اور حالیہ مردم شماری میں ذات کی تعدادوں کے لئے جدول تیار کئے تھے، لیکن مجھے پتہ چلا کہ جس درجہ بندی پر 1868ء میں عمل کیا گیا تھا وہ ایک ضلع سے دوسرے ضلع میں اس قدر واضح طور پر مختلف تھی کہ اعداد و شمار کسی قطعی معانی سے عاری تھے، اور کسی ایسے موازنہ کی کوشش کرنا وقت کا شدید ضیاع ہوتا۔ صرف ایک مثال لیتے ہیں۔ میں نے دیکھا کہ 1868ء کی مردم شماری میں ضلع ملتان کے لئے درج کئے گئے 205000 مسلمان جٹوں میں سے مظفرگڑھ میں 159000، منٹگمری میں 29000، جھنگ میں 17000 اور ملتان میں صرف 63 ہیں۔ ڈیرہ اسماعیل خان اور شاہ پور میں یہ کالم بالکل خالی ہے۔

ذاتوں اور قبائل کے اندراج کے لئے اپنائی گئی حکمت عملی:

اگر میں حقائق بیان کرنے میں کملا" ناکام نہیں ہوا تو آنے والے صفحات اس بات کو عیاں کریں گے کہ پنجاب میں ہمیں سماجی اور نسلیاتی درجہ بندی کی تین مرکزی اکائیوں سے سابقہ ہوا: ذات یا نسل، خاص قبیلہ اور ذات کی شاخ (بہتر لفظ کی تلاش میں موخرالذکر کو یہ نام دینا پڑا ہے)۔ اب یہ تینوں اکائیاں پنجاب کے مختلف علاقوں اور برادری کے مختلف طبقات میں کافی مختلف قدر و اہمیت کی حامل ہیں۔ مشرق میں ذات بنیادی اہمیت رکھتی ہے، مغرب کی زمیندار برادریوں میں یہ قدیم ماخذ کی روایت سے کچھ ہی زیادہ ہے۔ زراعتی قبائل میں قبیلہ نہایت اہم ہے، اور مغرب میں بہت بڑی حقیقت تحقیق کی متقاضی ہے۔ بیپاری اور تجارتی طبقات میں یہ تقریباً بے معنی ہے، اور جو ہم چاہتے ہیں وہ ذات کی شاخ ہے۔ جہاں پر یہ تینوں حقائق موجود تھے وہاں ہم نے ان تینوں کو اس منشاء کے تحت ریکارڈ کرنے کی کوشش کی تھی کہ بعدازاں اپنے مطلب کے اعداد و شمار منتخب کرلیں گے۔ اگر ہم دو کے لئے ہی پوچھتے تو یہ خطرہ لاحق تھا کہ کہیں وہ حاصل نہ ہو جائے جس کی ضرورت نہیں اور وہ رہ جائے جس کی ضرورت ہے۔ دو کھتری بھائیوں میں سے ایک نے بطور کھتری کپور اور دوسرے نے کھتری چار ذاتی اندراج کرایا، دو برہمن بھائیوں میں سے ایک برہمن سارسوت اور دوسرا برہمن گوتم کے طور پر ظاہر ہوا، دو بلوچ بھائیوں میں سے ایک کو بلوچ رند اور دوسرے کو بلوچ لغاری ریکارڈ کرلیا گیا تھا، لہٰذا جدول بندی نے ہمیں بالکل لایعنی

اور غیر حتمی اعداد و شمار فراہم کئے۔ چنانچہ ہم نے اپنے ذات کے کالم تین ذیلی کالموں میں تقسیم کئے، بعنوان: "اصل ذات یا قبیلہ"، "قبیلچہ" اور "گوت یا شاخ۔" سب سے پہلی مشکل ہمیں ان عنوانات کا ترجمہ کرنے میں پیش آئی۔ مشرق میں مذہب کے لئے قوم اور ذات (Caste) کے لئے لفظ ذات استعمال ہوتا ہے، مغرب میں لفظ قوم ذات کے لئے، قبیلے یا قبیلچے کے لئے ذات۔ مشرق میں کاشتکاروں کے درمیان لفظ گوت قبیلے کے لئے ایک ہمہ گیر لفظ ہے۔ یہاں تک کہ راجپوت اپنی شاہی نسلوں کو نہ صرف "کل" بلکہ گوت بھی کہتے ہیں، کسی بھی دوسری جگہ پر برہمن، بنیے اور ان جیسے دیگر یہ لفظ "برہمنی گوتر" کے لئے استعمال کرتے ہیں۔ مغرب میں یہ موخرالذکر مفہوم کے علاوہ نامعلوم ہے۔ چھوٹے قبائل یا قبیلچوں کے لئے مقامی اصطلاح تقریباً ایک ضلع سے دوسرے ضلع اور ایک ذات سے دوسری ذات میں جاکر بدل جاتی ہے۔ کمشنروں سے مشورہ کے بعد ہم نے اپنے عنوانات کا یوں ترجمہ کیا۔ "اصل قوم"، "زط یا فرقہ"، "گوت یا شاخ۔" ان کالموں میں اندراج کے لئے شمار کنندگان اور مہتمین اعلیٰ (سپروائزروں) کو دی گئی ہدایات کا مقصد یہ تھا کہ راجپوت یا پٹھان جیسی ذات یا نسل سب سے پہلے کالم میں لکھی جائے، دوسرے میں اس کی مرکزی شاخ، مثلاً رند، گور، اگروال اور اس کی ثانوی ذیلی شاخ تیسرے کالم میں مثلاً چوہان، گھتوال، بھردواج۔ اگر گوت بھی ہو تو اسے بہرصورت تیسرے کالم میں درج کرنا چاہئے، اور یہ کہ جہاں پر صرف ایک تقسیم ہو وہاں دوسرا کالم خالی چھوڑ دیا جائے۔ جٹ اور گوجر کی اصطلاح کا پیشے کے نام کے طور پر غلط استعمال ہونے سے بھی عملے کو خبردار کیا گیا اور یہ وضاحت کی گئی تھی کہ "اصل ذات" کے کالم میں روایتی ماخذ کی ذات نہیں بلکہ وہ اصل ذات شامل کرنی ہے جس کے ذریعہ لوگ حال میں پہچانے جاتے ہیں۔ ان ہدایات کے ساتھ ایک شیڈول نمونے کے طور پر بھی منسلک کیا گیا تھا۔

ذاتوں اور قبائل کے اندراج میں اغلاط:

میں یہاں اس بات کی وضاحت کرنا چاہوں گا کہ جب میں نے ان ہدایات کا خاکہ کھینچا تو میں جمنا اضلاع کے سوا پنجاب کے کسی دوسرے حصہ کے بارے میں نہیں جانتا تھا، اور اس بات کا میرے ذہن میں کوئی تصور نہیں تھا کہ صوبہ کے مغرب میں آبادی، ذات اور

قبیلے کے درمیان تعلقات کی تقسیم کس درجہ مختلف ہے۔ اپنے نمونے کے شیڈول کے لئے میں نے ضلعی اور سیٹلمنٹ افسروں کے پر کئے ہوئے نمونے صوبہ کے تمام حصوں سے حاصل کئے اور مختلف ذاتوں کے کئی باشندوں سے بھی رجوع کیا۔ تاہم شیڈول میں کئی غلطیاں پائی گئیں۔ درحقیقت مجھے یقین ہے کہ اندراجات کا کوئی ایک مخصوص طریقہ اپنانا ممکن نہیں، جس کو پنجاب کے مختلف حصوں کے مختلف معیاروں پر جانچا جائے تو اس میں اغلاط نہ ہوں۔ مزید برآں، ہدایات کے ساتھ دی گئی مثالوں میں بھی اغلاط موجود تھیں، کیونکہ میں نے جسے "شاخیں" کہا خود اس کی نوعیت کا صحیح ادراک نہیں رکھتا تھا، اور نہ ہی میں نے پنجاب کے راجپوت قبائل اور شاہی نسلوں کی بہت بڑی "کلوں" کے مابین تعلق کا درست اندازہ لگایا تھا۔ لیکن بدترین غلطی لفظ "اصل" کو ذات کے ساتھ استعمال کرنا اور لفظ "گوت" کا استعمال تھی۔ مغربی اضلاع اور خطہ کوہستان نمک میں لفظ "اصل" کے اضافہ نے متعدد قبائل کو اپنی موجودہ ذات یا قبیلہ بتانے کی بجائے مغل، قریشی یا دیگر نسلیں (جن کی اولاد ہونے کا دعویٰ کرنے کا انہیں بہت شوق ہے) بتانے پر مائل کیا، اور اس بات نے بلاشبہ بہت سے یقینی جٹوں کو اپنی نسل راجپوت درج کرانے کی تحریص دلائی۔ اس کے علاوہ لفظ گوت کے استعمال نے لوگوں کو یہ جاننے کی کوشش کرنے پر اکسایا کہ جس شخص کی مردم شماری ہو رہی ہے اس کا برہمنی گوتر کیا تھا۔ مشرقی اضلاع میں یہ لفظ درست مفہوم سمجھا جاتا ہے۔ لیکن پہاڑیوں اور مغربی میدانوں میں اس کا استعمال صرف گوتر کے معنوں میں ہوتا ہے۔ یہ بات اہم نہیں کہ میں نے گوت کے لئے پوچھا تھا یا شاخ کے لئے۔ لفظ "شاخ" خاندان یا قبیلے کے تعلق میں عام طور پر مستعمل نہیں، جبکہ لفظ "گوت" ہے، اور ہر شمار کنندہ نے ہر شخص کو اپنی گوت بتانے پر اصرار کیا۔ مسٹر اینڈرسن کو پتہ چلا کہ بلاچ کے ایک پورے کے پورے گاؤں کا اندراج ایک ہی گوتر میں کیا گیا تھا، اور وہ بھی غیر معروف گوتر میں۔ "لوگوں سے پوچھا گیا تو انہوں نے بتایا کہ دراصل وہ خود بھی اپنی گوت نہیں جانتے۔ لیکن گاؤں میں سے کسی نے زمند کے برہمنوں سے پوچھا تھا جنہوں نے اسے بتایا کہ وہ پیتھی نسی گوت سے ہیں اور پورا گاؤں بھی۔ جب گاؤں کے سردار سے اس کی گوت پوچھی گئی تو وہ اس لفظ کو ادا بھی نہ کر پایا۔ بہتر اور زیادہ فہیم طبقات کو اپنی گوت معلوم ہے۔ اور دیگر ان کی پیروی کے خواہش مند نہیں۔" یہ سارے کا سارا مسئلہ

بدیہی طور پر گوتر پوچھنے کا نتیجہ تھا۔ میں نے ہدایات میں جو کچھ سیدھے سادھے طور پر کہا تھا اور جو میں چاہتا تھا وہ قبیلے یا ذات کی ذیلی تقسیم تھی' اور لوگ شاید فوراً ہی یہ بتا بھی دیتے۔ ضرورت اس بات کی تھی کہ مقامی اصطلاح چاہے کچھ بھی ہو اسے گوت یا شاخ کے ساتھ بدل دیا جائے۔ لوگوں کو اگرچہ گوت کا علم بھی نہ ہوتا' لیکن وہ جانتے تھے کہ گوت ہے کیا' لہٰذا یہ گڑبڑ پیدا ہوگئی۔ غلطی کی ایک اور بڑی وجہ مردم شماری کرنے والے عملے کا ہر شخص سے تینوں کالم لازماً" پر کروانے کے لئے اصرار تھا۔ میں نے کہا تھا کہ جہاں ثانوی ذیلی تقسیم نہیں وہاں پر مجھے صرف دو اندراج ہی چاہئیں' جیسا کہ بہت سی صورتوں میں تھا' لیکن یہ بات اہمیت نہیں رکھتی تھی۔ کالم علیحدہ علیحدہ عنوانات کے تحت تھے' اور یکے بعد دیگرے ضلعی افسران اپنی رپورٹوں میں تینوں کالموں کے اندراجات حاصل کرنے میں درپیش مشکلات کی نشاندہی کرتے رہے' وجہ شاید یہ ہوگی کہ بہت سی صورتوں میں حقائق صرف دو کالموں کے لئے ہی میسر تھے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ متعدد جٹوں کا اندراج تیسرے کالم یں بطور راجپوت قبیلہ ہوا جس سے اپنا تعلق ہونے کے وہ داعی تھے۔ غلطی کی ایک اور بہت بڑی وجہ یکسانیت حاصل کرنے کے لئے کی گئی کوششیں ہوں گی۔ متعدد اضلاع میں کمیٹیاں بنائی گئیں اور تمام شمار کنندگان کی رہنمائی کے لئے اندراجات کی حکمت عملی طے اور تجویز کی گئی تھی۔ ہماری نسبت مقامی پڑھے لکھے افراد ایسے معاملات میں زیادہ مائل ہوتے ہیں' کیونکہ ہم لوگ کم از کم تعصب سے آزاد اور اپنی لاعلمی تسلیم کرنے پر تو تیار ہیں۔ ذاتوں اور قبائل کے اندراجات کے لئے تحصیل داروں اور فاضل اسسٹنٹس پر مشتمل قوت فیصلہ رکھنے والی بنائی گئی کمیٹی نے ذات کی مردم شماری کو معلومات حاصل کرنے کے لئے ایک آزادانہ ذریعہ کے طور پر مکمل تباہ کر دیا۔

ذات کے اندراج میں فطری مشکلات:

اگر یہ فرض بھی کرلیا جائے کہ میں نے اپنی ہدایات اور ان کے ساتھ بھیجے ہوئے نمونوں میں کوئی غلطی نہیں کی' اور یہ بھی فرض کرلیا جائے کہ ان پر سختی سے عملدرآمد کیا گیا تھا' تب بھی اس معاملے میں فطری مشکلات اتنی زبردست ہیں کہ ہر لحاظ سے درست ریکارڈ جمع کرنے کی امید نہیں کی جا سکتی۔ گزشتہ صفحات میں یہ دکھانے کی کوشش کی گئی

ہے کہ ذات کی تعریف کرنا ایک طرح سے ناممکن اور قبیلے کی تعریف کرنا نہایت مشکل ہے' اور یہ بھی کہ عموماً" ایک ہی حیثیت رکھنے والی دو ذاتوں کے مابین خط امتیاز کھینچنا ممکن نہیں۔ درحقیقت خاص قبیلہ ذات کے مقابلہ میں کہیں زیادہ قطعی اور پائیدار اکائی ہے۔ ہماری حکمت عملی پر تمام افسروں سے زیادہ شدت کے ساتھ تنقید کرنے والے مسٹر سٹیڈمین (Steedman) نے ان دشواریوں کو کافی قابل قدر اور مکمل انداز میں پیش کیا ہے۔ ذیل میں ان کے ہی الفاظ دیئے جارہے ہیں:

"ذات کے تین کالموں کے علاوہ شیڈول کو پر کرنے میں کوئی مشکل پیش نہ آئی۔ یہ بات ذہن میں رکھنی چاہئے کہ ان تین کالموں سے متعلق میری آراء صرف مغربی پنجاب پر ہی نافذ ہوتی ہیں۔ راوی سے مشرق کی طرف کے پنجاب سے متعلق میرا کوئی تجربہ نہیں ہے۔ گجرات میں تین سال' جھنگ میں ساڑھے تین سال اور ڈیرہ اسماعیل خان میں دو سال گزارنے کے بعد میں سمجھتا ہوں کہ میری آراء چناب کے مغرب میں مسلم آبادی والے بیشتر اضلاع پر لاگو ہوتی ہیں۔

"مسٹر فنلے (Finlay) نے بالکل درست لکھا ہے کہ ان تینوں کالموں کے حوالے سے یہ فرض کرلیا گیا کہ زمینداروں کو اپنے آباؤاجداد اور قبائلی تقسیم کے بارے میں اس سے کہیں زیادہ جانکاری ہے جتنی کہ وہ درحقیقت رکھتے ہیں۔ میں اس بات سے انکار نہیں کرتا کہ مطلوبہ مقاصد سے پوری طرح آگاہی رکھنے والا کوئی بھی ذہین شمارکنندہ' جو قبیلے کے ارکان سے شناسائی رکھتا ہو' ان کالموں کو ہر ذات کے لئے بالکل درست طریقے سے پر کر سکتا ہے۔ لیکن مردم شماری کے لئے مختص کردہ اخراجات کی کمی نے ایسے باصلاحیت آدمی ملازم رکھنے کی اجازت نہ دی۔ مغربی پنجاب میں مسلمان راجپوتوں کی ایک بہت بڑی تعداد ایسی ہے جو جھنگ میں سیالوں یا چدھڑوں جبکہ راولپنڈی ڈویژن میں جنجوعوں' ککھڑالوں'

بڑھالوں' ستیوں' ڈھنڈوں' جودروں وغیرہ کے طور پر جانی جاتی ہے۔
اب اگر ان قبائل کے کسی رکن سے اس کی "قوم" پوچھی جائے تو وہ بھکرال یا ستی وغیرہ بتائے گا (یا جو بھی اس کی ذات ہوگی)' وہ اپنے سے متعلق ذیلی تقسیم بھی بتا سکتا ہے۔ کوئی سیال تو یقیناً اسی طور جواب دے گا۔ ہر دس میں سے نو صورتوں میں آپ کو یہ جاننے کے لئے کچھ اہم سوالات پوچھنے ہوں گے کہ وہ راجپوت ہونے کا دعویٰ کرتا ہے یا نہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ "اصل قوم" کبھی راجپوت' کبھی " قبیلے" سیال اور کبھی شاخ یا خاندان چھکنا (چھچکنا؟ Chachkana) کا اندراج ہوگیا۔ درحقیقت اس ضلع کے زیادہ تر راجپوتوں نے اپنے قبیلے کو بطور "اصل قوم" رکھتے ہوئے راجپوت کو بطور "گوت" بتایا۔ اس قسم کے اندراجات نے ہماری جدول بندی کے نتائج کو قدرتی طور پر کافی حد تک بے قدر و قیمت بنا دیا۔

"دیہی دستکاروں کے اندراج میں بھی ایسی ہی اغلاط نفوذ کر گئیں۔ کوئی ایسا شخص بھی کپڑا بننے' تیل نکالنے' یا جوتاسازی کا کام کر سکتا ہے جو جولاہا' تیلی یا موچی نہ ہو۔ جھنگ میں ایسے بہت سے افراد نے کپڑا بننے کا کام بطور روزگار شروع کر دیا جن کا جولاہا قبیلے سے کوئی تعلق نہ تھا۔ تاہم' مجھے کوئی شک نہیں کہ ان میں سے بیشتر نے "اصل قوم" کے کالم میں اپنا اندراج بطور جولاہا کرایا ہوگا۔ علاوہ ازیں ان پست ذاتوں کو اعلیٰ قبائل (خصوصاً راجپوت) نسل کے ساتھ اپنا تعلق جوڑنے کا بہت شوق ہے۔ میں نے ایسے بہت سے اندراجات دیکھے' مثلاً ---- "اصل قوم" موچی' "ذات" جنجوعہ' بھٹی' اعوان وغیرہ۔ اب جنجوعے اور بھٹی راجپوت ہیں۔ اگر موچی جنجوعہ ہے تو اس کی "اصل قوم" راجپوت' ذات جنجوعہ اور موچی کا کام اس کا پیشہ ہے۔ اگر وہ من گھڑت طور پر جنجوعہ ہے تو پھر اس کے کہنے کے مطابق اسے جنجوعہ ہی لکھنا چاہئے۔ شیخ' یعنی وہ ہندو جنہوں

نے اسلام قبول کیا یا پست ذاتوں کے ایسے افراد جنہوں نے اہم حیثیت حاصل کرلی، بھی نسل کے بارے میں بے بنیاد دعوے کرتے ہیں۔ یہ بات واضح ہے کہ دیہی دستکاروں، شیخوں اور دیگر ایسے قبائل کے معاملہ میں ان مشکلات سے دامن بچا کر گزرنا ممکن نہیں۔ لیکن میرا خیال ہے کہ زراعتیوں کے معاملہ میں زیادہ قطعی ہدایات نے اندراجات کو کہیں زیادہ قابل بھروسہ بنا دیا۔

"اب میں شمار کنندہ کو دی گئی ہدایات کے ساتھ منسلک کردہ نمونے کے اندراجات پر تنقید کرنے کی جسارت کروں گا۔ ایک نام محمود ابراہیم کے آگے اندراج یوں ہیں: (1) راجپوت، (2) سیال، (3) پنوار (کی) میں پورے وثوق اور یقین کے ساتھ یہ دعویٰ کر سکتا ہوں کہ سو سیالوں میں سے ایک بھی یہ نہیں جانتا کہ وہ پنوار راجپوت ہے۔ اگر دس افراد نے بھی یہ سن رکھا ہو کہ راجپوت قبیلے کی اس گوت کی نسل ہیں تو یہ امر میرے لئے باعث حیرت ہوگا۔ ایک شمارکنندہ کو کسی نمائندہ سیال زمیندار سے ملنے والے جواب مجھے معلوم ہیں۔ سوال: تمہارا قبیلہ (قوم) کیا ہے؟ جواب: بھروانہ، سوال: تمہارا تسیلچہ (ذات) کیا ہے؟ جواب: سیال، سوال: تمہارا خاندان (گوت یا شاخ) کیا ہے؟ جواب: خدا جانے۔ وہ ناگزیر طور پر اپنی ذیلی تقسیم کو اصل قوم بتاتا ہے اور اپنا تسیلچہ بطور ذات۔ وہ جٹ ہے یا اجپوت؟ ایسے کسی براہ راست سوال کے جواب میں راجپوت ہی بتایا جائے گا۔ سچ تو یہ ہے کہ مغربی پنجاب کے موجودہ مسلمان قبائل، اگرچہ ہندوستان سے آنے والے مہاجر ہیں، مکمل طور پر اپنی "گوتیں" بھلا چکے ہیں اور عموماً "اصل قوم" بھی۔ چند ایک مثالوں میں صرف گوت کا نام ہی محفوظ رہا ہے، لیکن اس صورت میں قبیلہ کے افراد اس بات سے قطعاً ناآشنا ہیں کہ ان کے قبیلے کا نام پرانی گوت والا ہی ہے۔

"اگلا سوال یہ ہے : ہر ایک ضلع میں اصل قومیں کیا ہیں؟ نمونے کے اندراجات میں ایک گوجر کو میں نے اسی طور درج دیکھا۔ اس کے لئے مختلف کلیے ہیں کہ کیا گوجر تاتاری یا ہندو نسل کا علیحدہ قبیلہ ہے یا نہیں، یا کیا وہ کسی بہت بڑے جٹ قبیلے کا تخم آوارہ ہے۔ جھنگ، ڈیرہ اسماعیل خان اور شاہ پور میں مسلمان زراعتی مقامی محاورے میں بالعموم راجپوتی اور جٹوں میں بٹے ہوئے ہیں۔ میرا کہنے سے مطلب یہ ہے کہ اگر کسی راجپوت سے پوچھا جائے کہ کیا وہ جٹ ہے تو وہ فوراً تردید کر دے گا، جبکہ جٹ خود کو قبیلے کا رکن تسلیم کرتا ہے۔ میری مراد یہ دعویٰ کرنے سے نہیں تھی کہ سندھ پار سے ہجرت کرکے آنے والے تمام دوسرے قبائل اور راجپوتوں کو چھوڑ کر، باقی سب کے سب زراعتی جٹ ہوں گے۔ لیکن اگر ایسا نہیں تو میں پوچھتا ہوں کہ بیچ اور سندھ ساگر دوآبوں چناب کے بائیں کنارے کے ساتھ ساتھ رہنے والے متعدد قبائل کون ہیں اور ان کی اصل قوم کیا ہے؟ ان کا ماخذ بلاشبہ ہندو ہے۔ وہ راجپوت نہیں، اگر ہوتے تو قرابت کا دعویٰ ضرور کرتے۔ بہرحال یہ موقع اس سوال کی تفصیلات میں جانے کا نہیں۔ میں نے جھنگ سیٹلمنٹ کی حتمی رپورٹ کا جائزہ لیا ہے، لیکن میں سمجھتا ہوں کہ میرا مقصد پورا ہوگیا۔ اور میرا مقصد یہ نشاندہی کرنا تھا کہ "اصل قوم" کے طور پر لئے جانے والے قبائل کی شناخت کی خاطر ہر ضلع کے لئے علیحدہ ہدایات دینا کس درجہ ضروری تھا۔ ہم کھوکھروں کو لیتے ہیں۔ جہلم، گجرات اور شاہ پور میں وہ بارسوخ قبیلہ ہیں۔ کیا وہ اور بہت سے داعیان کی طرح قبول اسلام کرلینے والے راجپوت ہیں، یا شاہ پور کے کھوکھروں کے کہنے کے مطابق حضرت علیؓ کی نسل ہیں، یا دشمنوں عائد کردہ الزام کے لحاظ سے محض جٹ ہیں۔ صرف دوسری صورت میں ہی وہ اصل قوم ہو سکتے ہیں۔ مختلف اضلاع کی جدول

بندی کے دوران کہیں پر قبیلے کو بطور "اصل قوم" کہیں اور بطور راجپوت یا جٹ قبائل کی شاخ درج کیا گیا تو اخذ کردہ نتائج ہمیں گمراہ کریں گے۔ اس کے علاوہ ایسے قبائل ہیں جن کی قدیم حیثیت مسلمہ ہے، تاہم وہ کوئی روایات نہیں رکھتے۔ یہ کون ہیں؟ ان کا ہندو مہاجرین کی آمد سے قبل علاقہ کے قدیمی باشندے ہونا بعید از قیاس نہیں۔ اپنے محدود تجربہ کی روشنی میں میرا یہ خیال ہے کہ ہر ضلع کے مرکزی قبائل کے سلسلہ میں اس الجھن کو پہلے ہی سلجھا لینا ایک آسان معاملہ ہے، اور کچھ ایسی عمومی ہدایات جاری کرنا بھی کہ مشتبہ قبائل کے ساتھ کیا سلوک روا رکھا جائے۔ یہ سوال کہ: تم راجپوت ہو یا جٹ؟ وہاں پر شک کے زیادہ تر پہلوؤں کو غائب کر دیتا ہے جہاں قبیلہ اصلاً" ہندو تھا، بشرطیکہ شمارکنندہ تمام زراعتیوں کو جٹ کہنے کی روایت سے خبردار ہو۔ تو پھر سندھ کی دوسری طرف سے آنے والے تمام قبائل بھی "اصل قوم" ہیں، مثلاً پٹھان، بلوچ، مغل وغیرہ۔ یہاں شمارکنندہ کو خبردار رہنا چاہئے کہ وہ ان افراد سے یہ دریافت کرے کہ آیا وہ پیشے کے اعتبار سے ہی کمیں ہیں یا قبیلے کے اعتبار سے بھی۔ (6) میں ایسے تمام زراعتیوں کو بلا تخصیص ایک ہی درجہ دیتا ہوں جنہوں نے یہ تسلیم کیا کہ وہ راجپوت نہیں تھے، اور جو بلاشک و شبہ ہندو نسل سے تھے، مثلاً جٹ۔ یہ درجہ بندی شاید نسلیاتی اعتبار سے بالکل درست نہیں، لیکن ہر پٹواری اور اکثر ذمہ دار افراد اس کا مفہوم سمجھتے ہیں۔ میرا یہ بھی خیال ہے کہ مسلمان آبادی کے لئے صرف دو کالم کافی تھے۔ ہر ہر ذیلی تقسیم کی تعداد کا تعین کرنا غیر ضروری معلوم ہوتا ہے۔ ہم سیال، ککھڑ اور اعوان آبادی کی کل تعداد جاننا چاہتے ہیں۔ میں نہیں سمجھتا کہ بھروانہ، چوچک، بگدیال خاندان کی کل آبادی ظاہر کرنے والی رپورٹوں سے کچھ زیادہ فائدہ ہوا ہے۔ مختلف خاندانوں کے ارکان میں باہم

ازدواج پر بھی کوئی پابندیاں عائد نہیں ہیں۔

دو کی بجائے تین کالم لینے کی وضاحت میں کر چکا ہوں۔ ہمیں ضرورت تو صرف دو حقائق کی تھی، لیکن ہم نے انہیں بہت سی ایسی صورتوں میں یقینی طور پر حاصل کرنا چاہا جہاں تین حقائق میسر تھے اور ایک کی ضرورت نہ تھی، تاکہ تینوں کو ریکارڈ کرنے کے بعد فالتو کو نظرانداز کر دیں۔ دوسری صورت میں اگر ہمارے پاس صرف دو کالم ہوتے تو ہو سکتا تھا کہ ان میں سے ایک کالم فالتو حقائق پر ضائع ہو جاتا۔ بعینہ ہمارے تین کالموں میں سے ایک کالم بالکل غیر ضروری گروہ یا خاندان کے ناموں پر مشتمل تھا۔ ہر ضلع کے زراعتی قبائل سے متعلق تفصیلی ہدایات دینے کے لئے میں مسٹر سٹیڈمین کی رائے سے متفق نہیں۔ یہ ہدایات کون دے گا، اور اس بات کی توثیق کیسے ہوگی کہ دو مختلف اضلاع میں ایک ہی قبیلہ مماثل طور پر گروہ بند ہے؟

حکمت عملی کی عدم کامیابی کے اسباب:

میرے خیال میں ہماری حکمت عملی بحیثیت مجموعی عملدرآمد کے لئے بہترین تھی۔ ہدایات تیار کرتے وقت اس حکمت عملی کو آخر تک جاری رکھنے کا مقصد مد نظر تھا۔ اور اگر یہ مقصد پورا ہو جاتا تو میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ کافی زیادہ درستگی کے حامل نتائج حاصل ہو جاتے۔ ہمارا مطمع نظر یہ تھا ---- ہر ہر چیز کو ریکارڈ کرنا، تمام اندراجات کو جدول بند کرنا، اس کے بعد سارے مواد کی گروہ بندی کرنا اور ذاتوں کے حتمی جدولوں سے نتائج اخذ کرنا۔ فرض کریں کسی شخص نے خود کو جٹ بھٹی بتایا اور کسی دوسرے نے راجپوت بھٹی، یا کسی شخص نے خود کو قریشی کھرڑ بتایا اور کسی دوسرے نے اعوان "کھرڑ" اور کسی تیسرے نے قطب شاہی "کھرڑ" تو ہم سب ان کی علیحدہ علیحدہ جدول بندی کرتے اور اس کے بعد غوروخوض کے ساتھ اور جانچ پڑتال کرکے ان کو گروہ بند کرتے۔ مواد شیڈولوں میں مناسب ترتیب کے ساتھ جمع ہو جانے کی توقع نہیں تھی، لیکن ہمیں یہ امید ضرور تھی کہ سارا ریکارڈ اکٹھا کرکے بعد میں ترتیب دے لیا جائے گا۔ لیکن شیڈولوں کا تجزیہ کرنے پر کھلا کہ ذات کے کالم میں علیحدہ اندراجات کی تعداد ہی ہزاروں تک پہنچی ہوئی تھی، جبکہ ذیلی تقسیم کی تعداد لاکھوں میں تھی۔ یقینی طور پر مجھے ۔اور نہ ہی متعلقہ شخص کو یہ یقین تھا

کہ یہ تعداد اس قدر زیادہ ہوگی۔ بہرکیف عیاں طور پر یہ بات ناقابل سوال تھی کہ ان سب کی تالیف و تدوین سے قبل درجہ بند کرکے زیرغور لایا جائے۔ بہت سے اقدامات کا مقصد صرف پہلے یعنی ذات کے کالم سے نمٹنا ہی تھا۔ حتیٰ کہ اندراجات کے سلسلہ میں مجھ پر کافی دباؤ ڈالا گیا کہ جہاں پر کوئی معقول شبہ محسوس نہیں ہوتا' وہاں پر ڈویژنل افسروں کو خود ہی گروہ بندی کرنے کی اجازت دے دوں۔ جن عنوانات کے تحت انہوں نے اعداد و شمار بھیجے ان کی تقسیم و ترتیب کی گئی۔ ذیلی تقسیم کے لئے اندراجات کی جدول بندی صراحت کے ساتھ کی گئی تھی۔ لیکن مردم شماری رپورٹ میں استعمال کرنے کے لئے مخصوص اندراجات کو ہی لیا گیا۔

حتمی اعداد و شمار میں اغلاط کی نوعیت اور مقدار:

چنانچہ یہاں جدولوں اور تعلیق (اپنڈکس) میں پیش کردہ اعداد و شمار کئی ایک حوالوں سے اغلاط سے عبارت ہیں۔ سب سے پہلے تو یہ کہ ایک ذات یا قبیلے کے متعدد ارکان نے کسی ایسی نسل کو بطور ذات درج کرایا جسے وہ اپنا قدیم ترین ماخذ قرار دینے میں خوشی محسوس کرتے تھے۔ مثال کے طور پر کچھ **ککھڑوں** نے خود کو **ککھڑ** جبکہ کچھ دوسروں نے مغل بتایا' اور حتمی جدولوں میں انہیں دونوں عنوانات کے تحت بالترتیب دکھایا گیا ہے۔ اسی طرح کسی پست ذات کے افراد نے اپنی ذات راجپوت' یا مغل یا قریشی بتائی۔ (کئی ڈپٹی کمشنروں کے الفاظ میں انہوں نے ایسا تفریحاً" کیا۔) - دوسری طرف جولاہے یا ترکھان کا کام کرنے والے اعلیٰ ذات مثلاً سیال' کھوکھر یا مغل' کے کچھ افراد نے اپنی ذات پاؤلی یا ترکھان درج کرائی۔ تاہم' بہت سی صورتوں میں اس موروثی پیشے سے وابستگی اس قدر حالیہ تھی کہ اس کی وجہ سے ذات کا تبدیل ہو جانا بہت مشکل تھا۔ موخرالذکر غلطی زیادہ مغربی میدانوں تک ہی محدود تھی۔ مزید برآں' جن افراد نے اپنے قبیلے کو ہی ذات بتایا وہ مختلف ضلعی دفاتر میں مختلف طور پر گروہ بند ہوئے ہونگے' یا پھر کسی ضلع میں ایک عنوان کے تحت شمار کئے گئے' اور انہیں علیحدہ علیحدہ دکھایا گیا۔ اور بعدازاں میں نے کسی اور ڈویژن میں انہیں کسی اور عنوان کے تحت شمار کر لیا۔ چنانچہ ڈیرہ جات کے دفاتر نے بھٹیوں کو بطور راجپوت اور راولپنڈی کے دفاتر نے بطور راجپوت گنا ہوگا۔ اسی طرح ملتان میں لنگاہ جٹ

شمار ہوئے جبکہ ڈیرہ جات میں علیحدہ علیحدہ درج کیے گئے' اور میں نے انہیں بطور پٹھان شمار کرلیا۔ تاہم' یہ اغلاط صرف ان صورتوں میں اثر پذیر ہیں جن میں ذات نہیں قبیلہ لکھوایا گیا۔ کہیں بھی خود کو جٹ' راجپوت' پٹھان وغیرہ لکھوانے والے کو وہی سمجھا گیا' تاہم اس کا بتایا ہوا قبیلہ جوابات کی درستگی کے بارے میں شبہ پیدا کرسکتا ہے۔ مزید برآں' غلطیاں (اگر انہیں یہی نام دیا جائے) حقیقی صورتحال کی تصویر پیش کرتی ہیں۔ ایک بھٹی راولپنڈی میں راجپوت ہے کیونکہ وہاں راجپوت تسلیم شدہ ہیں' ڈیرہ جات میں وہ جٹ ہے کیونکہ وہاں جٹ اور راجپوت میں کوئی فرق نہیں رہ گیا۔ یہ بات بھی یاد رکھنی چاہئے کہ جن صورتوں میں مندرجہ بالا اغلاط نے جنم لیا' اگرچہ متعدد ہیں لیکن ان سے متاثر ہونے والے اعداد و شمارشاذ ہی زیادہ ہیں۔ نام نہاد ذاتیں سینکڑوں تھیں۔ مجھے یقین ہے کہ ملتان ڈویژن میں ایسی ہزاروں نام نہاد ذاتیں درج کرائی گئیں جن میں پورے ضلع سے دس پندرہ افراد ہی شامل ہیں۔ ہر ذات کے بہت بڑے حصہ آبادی نے اپنا اندراج درست کرایا اور انہیں ہمارے جدولوں میں درست طور پر پیش کیا گیا ہے۔ غلط شمار ہونے والی چیزوں ی تعداد درست شمار کی گئی چیزوں کے مقابلہ میں بحیثیت مجموعی غیراہم ہے۔ لیکن اس بیان کی بھی مستثنیات ہیں۔ جٹ اور راجپوت کے درمیان امتیاز اس قدر غیرواضح اور متغیر ہے کہ کسی قبیلے کو ایک مقام پر جٹ' اور کسی دوسرے مقام پر راجپوت شمار کرنے کی غلطی کو خارج از امکان قرار دینا مشکل ہے۔ تاہم' یہ سب تو ہو چکا۔ میں نے ہر صورت کے اعداد و شمار منتخب کیے اور انہیں دونوں ذاتوں پر لکھے گئے حصے میں شامل جدولوں میں ساتھ ساتھ دکھایا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ درستگی سے بچ جانے والی غلطی کو نہایت چھوٹا شمار کرنا چاہئے۔ اب یہ ہر آدمی کے اختیار میں ہے کہ وہ اپنی مرضی کے مطابق کسی بھی قبیلے کے اعداد و شمار کو جٹ سے راجپوت کی طرف یا اس کے برعکس منتقل کردے۔ دیگر اہم اور بنیادی مستثنیات مغلوں اور شیخوں کے معاملہ میں ہیں۔ شیخوں سے نمٹنے کے لئے تو میں تیار تھا۔ مجھے علم تھا کہ کچھ عرصہ قبل ہی اسلام قبول کرنے والے ہر قسم کے پست ذات افراد خود کو شیخ بتائیں گے اور میں نے ان کو الگ الگ کرنے کا سوچ کر اعداد و شمار کا تجزیہ کیا تھا۔ تفصیلات آپ کو اس کتاب کے متن میں ملیں گی۔ لیکن مجھے یہ بات معلوم نہ تھی کہ مغربی پنجاب کے کچھ علاقوں میں مغل بھی ویسے ہی مرغوب فرضی ماخذ ہے جیسے صوبہ کے کچھ علاقوں میں

شیخ۔ اور میں نے تفصیلات پر زیادہ احتیاط سے کام نہیں کیا۔ اس کے باوجود تقریباً تمام بڑے اعداد و شمار ان دو اندراجات سے علیحدہ کر دیئے گئے ہیں۔ یہی صورتحال پٹھان کے معاملہ میں ہے۔ متعدد لوگوں' مثلاً دلازاک (دلزاک) نے خود کو پٹھان لکھوایا حالانکہ ان کا تعلق اس نسل سے نہیں' لیکن ان کا یہ دعویٰ اکثر تسلیم شدہ ہے۔ ایک اعتبار سے وہ اس قوم کے ساتھ وابستہ ہو چکے ہیں۔ لہٰذا اس کتاب میں درست کر دی گئیں بڑی اغلاط اس درجہ تک ہیں: کہ کچھ قبائل یا ذاتوں کو سہواً" مغل یا شیخ دکھا دیا گیا' کہ کچھ دستکار ذاتیں اعلیٰ ذاتوں سے منسلک دکھا دی گئیں' جبکہ کچھ اعلیٰ ذاتوں میں محض پیشے سے وابستگی کی بناء پر دستکار ذاتیں شامل ہوگئیں۔ صوبہ کو مجموعی طور پر لیا جائے تو یہ اغلاط غالباً" غیر اہم ہیں اور آبادی کی ذات میں عمومی تقسیم ان سے بمشکل ہی متاثر ہوتی ہے۔ یہ ممکن طور پر دریائے سندھ سے اس طرف کے خطہ کوہستانی نمک میں سب سے زیادہ ہیں جہاں پر مغل ماخذ کا دعویٰ کرنے کا رجحان مضبوط ترین ہے۔

قبائل اور شاخوں کے اعداد و شمار میں اغلاط:

زیرِ نظر کتاب میں قبائل اور ان کی شاخوں کے لئے پیش کردہ تعداد میں مبینہ طور پر صرف موٹے موٹے اندازے ہیں' اور اس سارے عمل کا مقصد یہ اندازے حاصل کرنا ہی تھا۔ لیکن ان کی جدول بندی کے انداز میں در آنے والی غیر درستگیوں کے علاوہ مواد میں غلطی کی متعدد وجوہات خلقی ہیں۔ اولاً" شمار کنندگان کے فراہم کردہ قبائل کے مقامی ناموں کے ہجے غیر معمولی طور پر مختلف تھے۔ کچھ تو بدیہاً" ایک ہی نام کے تغیرات ہیں' مثلاً دھاریوال' دھالیوال اور دانیوال۔ کچھ کو علیحدہ قبیلے کی حیثیت میں پیش کرنے کا مجھے علم نہ تھا' جیسے سدھو اور سندھو' بھیوآ اور چینا۔ چند ایک کے متعلق مجھے ہنوز شبہ ہے' جیسے بوٹا اور بھٹہ' سرا اور سرائے۔ قبیلوں کے ناموں سے بہر صورت شناسائی نہ رکھنے والے عملے کے ساتھ کام کرتے ہوئے ممکن ہے دو مختلف قبائل کی تعدادیں گڈمڈ ہوگئی ہوں اور ہجوں میں خفیف سے فرق کے باعث کچھ دیگر تعدادیں غلطی سے رہ گئی ہوں۔ غلطی کا ایک سبب بلاشک و شبہ عورتوں کے قبیلوں سے متعلق غیر یقینی کیفیت تھی جس کو "عورتوں کی قبائلی تقسیم" کے ضمن میں زیرِ بحث لایا گیا ہے۔ آئندہ مواقع پر میں ذاتوں کی ذیلی شاخوں کی

صرف مردوں کے لئے جدول بندی کروں گا۔ یہاں بھی متعدد افراد کو دو کالموں میں دو مرتبہ پیش کردیا گیا ہے۔ لہٰذا سیال اپنے ماخذ میں پنوار راجپوت ہیں۔ فرض کریں کہ ایک ہزار سیالوں نے خود کو راجپوت پنوار سیال لکھوایا' دوسرے ہزار نے سیال پنوار' تیسرے ہزار نے راجپوت سیال اور چوتھے ہزار نے راجپوت پنوار۔ یہ چار کے چار ہزار افراد راجپوت شمار کئے گئے' لیکن قبائل کی تفصیلات میں ہم نے تین ہزار سیال اور تین ہزار پنوار یا مجموعی طور پر چھ ہزار تعداد دی ہے۔ جب تک صرف ایک قبائلی تقسیم کی جدول بندی کی گئی تھی اس وقت تک یہ ناگزیر تھا' لیکن درحقیقت یہ امر چند صورتوں میں ہی وقوع پذیر ہے یا متاثرہ تعداد میں بہت کم۔ ایسی صورتیں بھی ہیں کہ انہی افراد کو قبائل کے جدول سے منسلک علیحدہ یادداشت میں دوہری مرتبہ دکھا دیا گیا' اور جہاں کہیں بھی تعداد بہت زیادہ تھی وہاں میں نے اس امر کی نشاندہی کر دی ہے۔ یہ دوہرا اندراج زیادہ تر جٹ قبائل کے لئے ہوا جنہوں نے تینوں کالم پر کروانے کی خاطر اپنے جٹ قبیلے کے ساتھ ساتھ اس راجپوت قبیلے کا اندراج بھی کرا دیا جس کو وہ اپنا ماخذ قرار دیتے ہیں۔ اسی طرح ایسے افراد بھی تھے جنہوں نے خود کو جٹ سدھو بھٹی بتایا' اور یہ افراد جٹ قبائل میں سدھو اور بھٹی دونوں کے تحت ظاہر ہوئے ہیں۔

آئندہ مردم شماری کے لئے تجاویز:

اگلی مردم شماری کے لئے بہترین بات بھلا کیا ہو سکتی ہے؟ آپ دیکھیں گے کہ متعدد مشکلات کی وجہ اس سوال کی داخلی مشکل اور پنجاب میں ذات کی ہر لحظہ بدلتی ہوئی نوعیت ہے۔ صورتحال یونہی رہنے تک کوئی بھی حکمت عملی ہمارے لئے مددمعاون ثابت نہیں ہو سکتی۔ تاہم' ایک اعتبار سے مجھے امید ہے کہ یہ کام آئندہ مردم شماری تک کافی آسان بنا دیا جائے گا۔ توقع ہے کہ اس وقت تک میں حالیہ مردم شماری میں اندراج کردہ تمام قبیلوں اور قبیلچوں کی گروہ بند فہرست تیار کرلوں گا۔ اگر اس وقت میرے پاس ایسی گروہ بند فہرست میسر ہوتی تو میرا کام کافی سہل ہو جاتا۔ اور میرے خیال میں حالیہ مردم شماری کا یہ انتہائی قابل قدر پھل ہے کہ اس نے ہمیں ایسی فہرست تیار کرنے کے لئے مواد فراہم کیا ہے۔ اس فہرست کی موجودگی میں 1881ء کے شیڈول میں تین کالم کا کلیہ بالکل درست ہو گا۔ لیکن

میں نہیں سمجھتا کہ ان کالموں نے عملی طور پر بھی بہتر کارکردگی دکھائی۔ مجھے یقین ہے کہ عملہ اور عوام یہ تینوں کالم بہرصورت پر کرنے کا غلطی سے سوچ بیٹھے تھے' جس سے دونوں الجھن میں پڑ گئے اور ہماری بہت سی مشکلات کا کارن بنے۔ چنانچہ آئندہ میں "قوم" اور "شاخ" کے زیرِعنوان صرف دو کالم ہی رکھوں گا۔ اس بات سے کوئی غرض نہیں کہ پہلے کالم میں ذات لکھی گئی تھی یا قبیلہ' کیونکہ درجہ بند فہرست جدول بندی کرنے والے کو یہ بتاتی ہے کہ قبیلہ کو کیسے شمار کرنا ہے۔ توقع ہے کہ دوسرے کالم میں بہرحال بالعموم قبیلہ ہے' متعدد صورتوں میں ایسا نہیں بھی ہے۔ وہاں پر بلوچ لغاری کی بجائے بلوچ رند' برہمن سارسوت کی بجائے برہمن .ششت' بنیا اگروال کی بجائے بنیا کاسب اور اسی طرح مزید اندراجات ہوں گے۔ مجموعی طور پر میرے خیال میں یہ حقیقت قبول کرلینا ہی بہتر ہوگا کہ چاہے کوئی بھی حکمت عملی اختیار کرلی جائے اندراجات غیرمکمل ہی رہیں گے' اور شمار کنندگان کو تین کالموں کی وجہ سے پیش آنے والی گڑبڑاہٹ اور پیچیدگی کی بجائے دو کالموں کی قطعی غلطی کو ترجیح دینا بہتر ہوگا۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ میں "اصل" یا "گوت" جیسے الفاظ سے احتراز کروں گا۔ ابتدائی ریکارڈ پٹواریوں کو تیار کرنا چاہئے۔ بہرحال میں انہیں اس ذات کو ظاہر کرنے کی ہدایت دیتے ہوئے دستکاروں یا خدمتگاروں کے لئے اعلیٰ ذاتوں کے اندراج سے متعلق مجازی اختیار تفویض کروں گا کہ جس سے لوگ گاؤں میں بالعموم جانے جاتے ہیں۔ قبیلوں اور قبیلچوں کے لئے مذکر و مؤنث دونوں کی جدول بندی کی جائے گی اور انہیں بلحاظ تعداد ترتیب دیاجائے گا اور میں ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ سے کہوں گا کہ وہ ذات کے حتمی جدولوں کی تدوین سے قبل تقریباً 500 سے زائد تعداد رکھنے والے قبیلوں کے جدولوں کی ذاتی طور پر چھان بین کریں۔ اس سے اعداد و شمار کی درستگی کو بڑھانے میں بہت مدد ملے گی' لیکن دوہری ذیلی تقسیم کے باعث حالیہ مردم شماری میں ایسا کرنا ممکن نہیں تھا۔ میں نے قبائل کے جدولوں میں صرف مردوں کی تعداد دی۔ تاہم' عورتوں کی تعداد پہلی فرصت میں جدول بند ہونی چاہئے تاکہ ایک ذات کے عنوان سے دوسرے میں اندراجات کا انتقال ممکن ہوسکے۔

کتابیات:

پنجاب کی ذاتوں کے بارے میں طباعت شدہ انتہائی مفصل اور کامل ترین معلومات

متعدد سیٹلمنٹ رپورٹوں میں ملتی ہے (جو انتظامی نکتہ نظر سے انتہائی اہم بھی ہیں)، خصوصاً حالیہ برسوں کی رپورٹوں میں۔ بدقسمتی سے وہ تقریباً اختصاص کے ساتھ زمیندار اور کاشتکار ذاتوں کو پیش کرتی ہیں۔

مسٹر بیمز (Beames) کی ایڈٹ کردہ سرایچ ایلیٹ کی "Races of N.W.F.P" مشرقی اضلاع میں ذاتوں کے بارے میں معلومات کا خزانہ ہے۔

مسٹر شیرنگ (Sherring) کی "Hindu Castes" بھی ایک لحاظ سے کافی معلومات رکھتی ہیں۔ پہلی جلد واقعی قابل قدر ہے لیکن دوسری اور تیسری بہت کم اہمیت رکھتی ہیں۔ اور اس میں کوئی فرہنگ شامل نہ ہونے کی وجہ سے یہ کتاب بہت کم فائدہ پہنچاتی ہے۔ صرف ایک فرہنگ موجود ہے جو مشتاق محقق کو چکرا دیتی ہے۔

ذات کی ریت کی قدیم ترین شکل پر مسٹر ولسن کا مقالہ برائے "Indian Castes" اور مسٹر میور (Muir) کی "Sanskrit Texts" کی جلد اول سند کا درجہ رکھتی ہے۔

ابتدائی تعارف کے طور پر جنرل کننگھم (Cunningham) کی "Archacological Reports" (جلد دوم) پنجاب کی نسلیات کے بارے میں حاصل مطالعہ ہے۔

بہت سے چھوٹے پمفلٹ بھی کافی مفید معلومات رکھتے ہیں۔ لیکن مجموعی طور پر یہ حیرت انگیز بات ہے کہ پنجاب کی ذات' یا درحقیقت کسی بھی پست ذات یا اچھوت طبقہ کے بارے میں کس قدر کم چیزیں شائع ہوئی ہیں۔ میں نے سر جیو کیمپبل (Sir Geo Campbell) کی "Indian Ethnology" نہیں پڑھی لیکن یہ معلومات افزاء ہوگی۔ پٹھانوں اور بلوچیوں کے موضوع پر میں نے ایسی کتابیں دیکھی ہیں جن سے رجوع کرنا مفید ہے۔ دیگر ذاتوں کے حوالے سے میرے علم میں متذکرہ بالا کے سوا ایسا کوئی کام نہیں ہے جو پنجاب کی کسی ایک مخصوص یا درحقیقت عمومی طور پر پنجاب کی ذاتوں سے متعلق ہو۔

حواشی:

-1- "ورن" کا لفظی مطلب رنگنا ہے لیکن یہاں پر مراد منو کے بنائے ہوئے ضابطے کے تحت برہمن، کھشتری، ویش اور شودر کے چار درجات سے ہے۔ ان درجوں کے لئے بھی ہندو مذہب میں رنگ مخصوص ہیں۔ سفید رنگ برہمن کا، سرخ کھشتری کا، پیلا ویش کا اور کالا شودر کا۔ (مترجم)

-2- قصبات اور شہروں کے متوسط طبقات کے بارے میں یہ بات کافی کم درست ہے۔ ان کے پاس اپنی ذات پر غرور کرنے کی کوئی خاص وجہ نہیں، جبکہ اعلیٰ تعلیم اور شہری آبادی کی زیادہ مختلف النوع عناصر سے تشکیل نے قبائلی روایت کی قوت کو کمزور کر دیا۔ ایسی صورتوں میں مذہب تبدیل کرنے والا اکثر شیخ کا لقب اختیار کرتا ہے، تاہم یہاں بھی تبدیلی مذہب سے ذات کی تبدیلی غالباً ایک استثنیٰ ہے۔

-3- اس روایت کی ایک اور ممکنا توضیح یہ ہے کہ ذات عورت کی طرف سے وراثت میں ملی۔ یہ ثبوت پیش کرنے میں کافی مناسب وزن ہے کہ مقابلتاً" حالیہ ادوار میں بہرحال مخصوص طبقات میں یہ روایت موجود تھی۔ لیکن ایسے ہی دیگر معاملات کی طرح یہ معاملہ بھی مزید تفتیش کا متقاضی ہے۔

-4- مسٹر ڈوئی (Douie) نے کہا ہے کہ ٹھپا میں شامل تمام دیہات کے ارکان ٹیکہ گاؤں کی " ستی" کے موقع پر سال میں ایک مرتبہ نذرانے پیش کرتے ہیں۔

-5- ایسی اغلاط کا میں پیچھے تذکرہ کر چکا ہوں۔ اس اندراج کو یوں ہونا چاہئے تھا، راجپوت ------ پنوار ------ سیال۔

-6- کیا یہ امر کسی دست کار کو اس بات پر مائل نہیں کرتا کہ وہ اپنے لئے کسی شاندار شہرت والی ذات سے افسانوی ماخذ کا دعویٰ کردے؟

○

دوسرا حصہ

بلوچ' پٹھان اور وابستہ نسلیں

ابتدائی تعارف:

پنجاب کی ذاتوں اور قبیلوں میں سے بلوچ اور پٹھان پر میں سب سے پہلے بات کروں گا جو دریائے سندھ سے پار کی ہماری ساری سرحد پر آباد ہیں۔ ان کے ساتھ دو تین اور نسلیں بھی ملی ہیں (جن کی تعداد صوبہ میں بہت کم ہے) جو اگرچہ ماخذ یا نام کے اعتبار سے درحقیقت پٹھان نہیں لیکن پٹھانوں کے ساتھ دیرینہ تعلق کے دوران ان میں اس طرح مل گئی ہیں کہ یہاں پر ان کا ذکر کرنا اچھا ہوگا۔ اضلاع اور ریاستوں میں بلوچیوں' پٹھانوں اور وابستہ نسلوں کی تعداد جدول نمبر2 میں دی گئی ہے۔

یہ دو بڑی قومیں' پٹھان اور بلوچ' پنجاب کے تمام مغربی علاقہ پر محیط ہیں۔ کوہ سلیمان کے مغربی رخ سے لے کر ڈیرہ غازی خان کے سامنے تقریباً کوئٹہ کے مغرب تک کھینچے گئے خط کے جنوب میں بلوچ اور شمال میں پٹھان نسل ہے۔ لیکن سندھ پار کی وادی میں اور کوہ سلیمان کے پنجاب والے رخ پر بلوچ شمال کی طرف اس سے بھی آگے تک ہیں' اور ڈیرہ اسماعیل خان تحصیل کی جنوبی حد مشترکہ حد کی مبہم نشاندہی کرتی ہے۔ جبکہ دریا کے اس طرف پھر بلوچی دوسری طرف کی نسبت کچھ اور آگے تک پھیلے ہوئے ہیں۔ ان کی مشترکہ حد پر دریا کے دونوں کناروں کے ساتھ مخلوط قرابتوں کا حامل قبیلہ کیسران آباد ہے' جو ڈیرہ غازی خان میں بلوچ' ڈیرہ' اسماعیل خان میں پٹھان اور غالباً" دونوں ہی میں جٹ ماخذ سے ہے' جبکہ تھل میں انتہائی جنوبی پٹھان قبیلہ بلوچ (بل + اوچ) ممکن طور پر بلوچ النسل ہے۔

یہ دو بڑی نسلیں غیر معمولی دلچسپی کی حامل متعدد خصوصیات پیش کرتی ہیں۔ دونوں میں

جدول نمبر2 - اضلاع اور ریاستوں

علاقے کے نام	تعداد				
	بلوچ	پٹھان	تناؤلی	تاجک	ہزارا
دہلی	1383	15969	-	-	-
گڑگاؤں	2166	4945	-	-	-
کرنال	440	5898	-	-	-
حصار	554	2416	-	-	-
روہتک	1986	5155	-	-	-
سرسا	1380	1554	-	-	-
انبالہ	1070	9845	-	-	-
لدھیانہ	425	3629	-	-	-
شملہ	-	1420	-	-	-
جالندھر	379	4808	-	-	-
ہوشیارپور	94	7514	-	-	-
کانگڑہ	40	1095	-	-	-
امرتسر	548	4349	-	-	-
گورداسپور	124	9784	-	-	-
سیالکوٹ	339	4118	-	-	-
لاہور	5247	6976	-	-	1
گوجرانوالہ	2800	912	-	-	-
فیروزپور	1766	8122	-	-	-
راولپنڈی	906	36465	3	11	-
جہلم	2840	4618	1	-	-
گجرات	886	2033	-	-	-
شاہ پور	8865	3076	-	-	-
ملتان	18547	9067	-	-	-
جھنگ	15093	1710	-	-	-
منٹگمری	13513	1987	-	-	-
مظفر گڑھ	58356	3959	-	-	-
ڈیرہ اسماعیل خان	41356	73022	-	-	-
ڈیرہ غازی خان	115749	9871	-	-	-
بنوں	2189	141022	-	-	-
پشاور	449	276656	1366	1889	358
ہزارہ	33	64695	39981	147	-
کوہاٹ	504	116431	37	-	-
برطانوی علاقہ	299962	838233	41388	2048	359
کل مشرقی میدان	2099	14196	-	-	-
بہاولپور	53175	5567	-	-	-
کل پہاڑی ریاستیں	2	1586	-	-	-
برطانوی علاقہ	299962	838233	41388	2048	359
مقامی ریاستیں	55276	21349	-	-	-
صوبہ	355238	259582	1388	2048	359

میں بلوچ، پٹھان اور وابستہ نسلیں

کل آبادی کا فی ہزار تناسب						
بلوچ	پٹھان	تناؤلی	تاجک	ہزارہ	کل	مجموعہ
2	25	-	-	-	25	27
3	8	-	-	-	8	11
1	9	-	-	-	9	10
1	5	-	-	-	5	6
4	9	-	-	-	9	13
5	6	-	-	-	6	11
1	9	-	-	-	9	10
1	6	-	-	-	6	7
-	33	-	-	-	33	33
-	6	-	-	-	6	6
-	8	-	-	-	8	8
-	1	-	-	-	1	1
1	5	-	-	-	6	6
-	12	-	-	-	12	12
-	4	-	-	-	14	4
6	8	-	-	-	8	14
5	1	-	-	-	1	6
3	5	-	-	-	5	8
1	44	-	-	-	44	45
5	8	-	-	-	8	13
1	3	-	-	-	3	4
21	7	-	-	-	7	28
34	16	-	-	-	16	50
38	4	-	-	-	4	42
32	5	-	-	-	5	37
172	12	-	-	-	12	184
94	165	-	-	-	165	259
319	27	-	-	-	27	346
7	424	-	-	-	424	431
1	467	2	3	1	473	474
-	159	98	-	-	257	257
3	640	-	-	-	640	643
16	44	2	-	-	46	62
1	6	-	-	-	6	7
93	10	-	-	-	10	103
-	2	-	-	-	2	2
16	44	2	-	-	46	62
14	6	-	-	-	6	20
16	38	2	-	-	40	56

قبیلوں کی تقسیم کم از کم جزئیات میں انتہائی مکمل استحکام کے ساتھ ہنوز باقی ہیں اور ہمارے سامنے اس تسلسل کی ایک انتہا کی مثالیں مہیا کرتی ہے' جو ہمارے مشرقی اضلاع کی جامع دیہی برادریوں کے تسلسل کو قطع کرتی ہے۔ مزید برآں' بلوچ اور پٹھان کا شدید قبائلی احساس اور اپنے سلسلہ ہائے انساب کو قائم رکھنے کی احتیاط ہمیں ان دونوں قوموں کیلئے بلاشبہ اس عمل کی مثالیں پیش کرنے کے قابل بناتی ہے جس میں خون پر زبردست تفاخر میں مبتلا ایک نسل دوسری نسلوں کے حصے اپنے جذب کرتی ہے' اور انہیں صرف مقتدر اعلیٰ کی اطاعت کرنے کی شرط پر قبیلوں کی تقسیم میں جگہ دیتی ہے' اور کچھ عرصہ بعد خود کو اس کا جزولاینفک بنانے کی خاطر مشترک نسل کا ایک افسانہ تراش لیتی ہے۔ اس بارے میں خفیف سا شبہ ہی ہو سکتا ہے کہ بلوچ اور پٹھان میں جس عمل کی وقوع پذیری سے متعلق ہم جانتے ہیں وہ پنجاب کی دوسری نسلوں میں بے نظیر ہے' اور ارائیں نسل کی ذات یا قبیلے میں وہ قدیمی منگول اور دیگر عناصر بالکل اسی انداز میں جذب ہوگئے۔

خاص پنجاب میں پٹھان اور بلوچی دونوں ہی بدیسی ہیں اور گزشتہ چند برس کے دوران ہی پنجاب کی سیاسی حدود میں وارد ہوئے۔ تاہم یہ اس ملک میں ان کا دوبارہ ورود تھا جس کو ان کے آباؤاجداد ایک ہزار سال قبل الوداع کہہ گئے تھے۔ البتہ ذات کی تکلیف دہ مصنوعی پابندیوں سے ان کی آزادی اور دیگر قبیلوں کے مقابلہ میں ان کی قبائلی روایات کی جانب سے دی گئی باہمی شادی کی اجازت نے پڑوس کی انڈین نسلوں پر اپنی مثال کے ذریعہ زبردست اثر ڈالا' اور یہ ان نسلوں کی قرابت اور ان کے بالکل ساتھ آباد قوموں کی جانب سے ہر روز پیش کی جانے والی مثال کا ان پر دباؤ تھا جس کو میں ایک مسلمان حاکمیت کی محض سیاسی مقتدریت یا اسلامی نسل کی قبولیت کی نسبت ذات کے قوانین اور ان کی پیروی میں نرمی کو کہیں زیادہ بڑی وجہ قرار دیتا ہوں جو مغربی میدانوں کے لوگوں کا کردار متشکل کرتے ہیں۔ گذشتہ صفحات میں اس بارے میں غور کیا جا چکا ہے۔ ان لوگوں کی کچھ سماجی اور قبائلی روایات انتہائی حیران کن ہیں۔ بدقسمتی سے ہمیں ان کے بارے میں بہت کم معلوم ہے اور میں جو معلومات حاصل کرنے کے قابل ہو سکا ہوں انہیں ریکارڈ کرنے کی فرصت میسر نہیں۔ لہٰذا میں ان کی دو انتہائی نرالی روایات بیان کروں گا۔ ایک تو ویش یعنی ایک قبیلے کے جزو ترکیبی کنبوں میں زمین کی موقت تقسیم کاری کا رواج ہے جس کا دستور

ہم نے سرحد کے کچھ علاقوں میں پنجاب کے ساتھ ان کے الحاق کے وقت دیکھا۔ جبکہ آزاد علاقہ کے بلوچیوں اور پٹھانوں ہر دو میں یہ پوری شدت و قوت کے ساتھ موجود ہے۔ دوسری روایت بھی دونوں قوموں میں مشترک ہے، تاہم اس بارے میں یقین نہیں کہ تمام قبائل میں یا چند ایک میں۔ یہ اس ظاہری پجاری قبیلہ کی موجودگی ہے جسے پٹھان عموماً میرخیل کہتے ہیں، اور جسے ایسے مخصوص مذہبی وظائف ادا کرنے کی خصوصی مراعات حاصل ہیں جن کا تعلق مذہب اسلام سے نہیں بلکہ قبائلی تقریبات سے ہے۔ مثلاً جنگ کے لئے جانے سے پہلے قبیلے پر اپنی جانثاری ظاہر کرنے کے لئے لڑتے ہوئے آدمیوں کے نیزوں تلے سے ہو کر گزرنا۔

قبائلی اعداد و شمار کی جدول بندی:

سیاسی حوالوں نے دریائے سندھ سے اِس طرف کے (Cis-Indus) پنجاب میں مقیم قبائل کی نسبت بلوچ اور پٹھان قبائل کے اعداد و شمار کا انتظامی مقاصد کے لئے زیادہ درستگی کے ساتھ حصول کہیں زیادہ اہم بنا دیا۔ لیکن اس کام میں ہاتھ ڈالنے پر اتنی عظیم مشکلات سے سابقہ ہوا اور اس موضوع سے میری اپنی لاعلمی اتنی زیادہ تھی کہ میں نے حکومت سے یہ منظوری حاصل کی کہ اعداد و شمار سرحدی اضلاع کے ڈپٹی کمشنروں سے مرتب کرواؤں۔ مشکلات کی تین بنیادی وجوہات تھیں۔ اول تو یہ کہ خصوصاً پٹھانوں میں مختلف قبائل کے درمیان ایک ہی لفظ ایسے تمیلچوں کے نام کے طور پر بار بار نظر آیا جو ایک دوسرے سے بالکل جدا ہیں۔ دوم، خصوصاً بلوچیوں میں ایک ہی تمیلچہ کسی ضلع میں زیادہ بڑے قبیلے سے منسلک ہے جبکہ کسی دوسرے ضلع میں خود ایک الگ قبیلے کی شکل میں موجود ہے۔ سوم، متعدد اندراجات قبیلے یا تمیلچے کی مکمل تفصیلات نہیں دیتے (اکثر محض خاندان یا شاخ کے نام ہی ملتے ہیں) اور ایسی تعدادوں کی درست انداز میں جدول بندی کرنے کی واحد امید یہ ہے کہ موقع پر گروہ بندی کی جائے۔ اختیار کردہ حکمت عملی مندرجہ ذیل تھی۔ ہر ڈپٹی کمشنر نے ایسے قبیلوں اور تمیلچوں کی ایک فہرست تیار کی جن کی وہ اپنے ضلع سے الگ الگ تعداد حاصل کرنے کا خواہش مند تھا۔ اس فہرست کی نقول اس نے تمام متعلقہ اضلاع کو روانہ کیں۔ ان تمام تمیلچوں یا قبیلوں پر مشتمل ایک مشترکہ فہرست تیار کی گئی جن کا ذکر

کسی ایک بھی ضلع کی فہرست میں تھا' اور اسی مشترکہ فہرست کے مطابق تعداد کی جدول بندی کی گئی۔ اس کے بعد ڈیرہ اسماعیل خان' ڈیرہ غازی خان اور مظفر گڑھ میں بلوچیوں کی تعداد موقع پر مرتب کی گئی اور پٹھانوں کے لئے پشاور ڈویژن' ڈیرہ اسماعیل خان اور بنوں میں۔ دیگر اضلاع اور دیسی ریاستوں کے لئے تعدادیں اپنی مقدور بھر قابلیت کے بل بوتے پر مشترکہ فہرست کے مطابق مرکزی دفتر میں ترتیب دی گئیں۔

بلوچ ----- (ذات نمبر18)

بلوچ کا مفہوم:

پنجاب میں لفظ "بلوچ" جن افراد کی نشاندہی کرنے کے لئے مختلف انداز میں استعمال ہوتا ہے ان میں مندرجہ ذیل شامل ہیں:

(1) خاص بلوچ' ایک قوم جو اپنا ماخذ مکران سے ملاتی ہے اور اس وقت کوہ سلیمان کی ترائی میں آباد ہے۔

(2) ایک جرائم پیشہ قبیلہ جو تھانیسر کے نیچے گھنے جنگلوں میں مقیم ہے۔

(3) پنجاب کے انتہائی مشرق اور انتہائی مغرب کے علاقوں کے علاوہ کوئی بھی اونٹ سوار مسلمان۔

(4) ڈیرہ اسماعیل خان کا ایک پٹھان قبیلہ زیادہ تر بلوچ (بل + اوچ - Baluch) کہلاتا ہے۔

جرائم پیشہ قبیلے کا ذکر سیلانی اور خانہ بدوش قبائل کے تحت کیا جائے گا۔ یہ تقریباً قطعی طور پر بلوچ نسل کا ہے۔ پٹھان قبیلے پر "ڈیرہ اسماعیل خان کے پٹھان" میں غور کیا جائے گا۔ یہ امکان بھی ہے کہ یہ محض حقیقی بلوچیوں کا ہی ایک چھوٹا سا گروہ ہو جو پٹھانوں کے ساتھ منسلک ہوگئے۔ ہماری زیادہ تر تعداد کا تعلق زیریں سرحد کے حقیقی بلوچیوں اور پنجاب بھر میں بکھرے ہوئے ان کے نمائندوں سے ہے۔ لیکن مغربی میدانوں کی بالائی چراگاہوں میں بلوچ پناہ گزینوں نے کاشتکاری کی بجائے اونٹ پالنے اور چرانے کا کام اپنا لیا ہے' اور

یوں لفظ بلوچ اونٹوں کی پرورش کرنے کے لئے مخصوص ہوگیا۔ یہاں تک کہ سارے پشاور، راولپنڈی، لاہور، امرتسر اور جالندھر اضلاع میں لفظ بلوچ کا استعمال صرف مسلمان اونٹ سوار کے لئے ہی ہوتا ہے، چاہے اس کی ذات کچھ بھی ہو۔ ہر بلوچ کا اونٹ سوار ہونا اور ہر مسلمان اونٹ سوار کا بلوچ ہونا فرض کرلیا گیا ہے۔ سرسا میں ملتان سے آنے والے پنوار راجپوت صرف اونٹ پالنے کی وجہ سے بطور بلوچ جانے جاتے ہیں۔ اور متعدد ڈپٹی کمشنروں نے منظوری دی ہے کہ اونٹوال، ساربان اور بلوچ کو ایک ہی ذات شمار کرنا چاہئے۔ ان کا سردار "ملک" کہلاتا ہے۔ اور میں نے تقریباً 500 ایسے مسلمانوں کی جدول بندی کی ہے جنہوں نے اپنا اندراج اسی نام (بلوچ) کے تحت کروایا، خصوصاً لاہور ڈویژن میں۔ یہ بتانا ناممکن ہے کہ کتنے افراد نے خود کو بلوچ بتایا، کیونکہ اونٹ پالنے والے حقیقی بلوچ نسل سے ہیں۔ ملتان و ڈیرہ جات اضلاع اور شاہ پور کے سوا بلوچیوں کی آبادیاں خصوصاً دہلی، گڑگاؤں، کرنال، حصار، روہتک، لدھیانہ، امرتسر، گوجرانوالہ، فیروز پور اور راولپنڈی میں ملی ہیں، لیکن پہلے پانچ اضلاع کے علاوہ یہ لفظ اونٹ سوار کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے اور ہم تعداد کو الگ نہیں کرسکتے۔

کتابیات:

بلوچ قوم کے حوالے سے معلومات مندرجہ ذیل کتابوں میں ملیں گی: مسٹر ہیوگز (Hughes) کی "Bilochistan" ایک مفید تالیف ہے، لیکن بطور سند اس کی حیثیت مشکوک ہے۔

مسٹر بروس (Bruce) کی

"Memorandum on the Derah Ghazi Khan District, Punjab Selections IX, 1871" بنیادی طور پر شماریاتی ہے اور کسی بھی طرح اغلاط سے مبرا نہیں۔

مسٹر ڈوئی (Douie) کا ترجمہ شدہ "Bilochi Namah" اور مسٹر ڈیمز (Dames) کی "Biloch Vocabulary J.A.S.B, 1880" دونوں بلوچی لوک کہانیوں پر مشتمل ہیں۔

مسٹر پوٹنگر (Pottinger) کی "Travels in Bilochistan and Sindh" اور انہی علاقوں میں سفروں کے بارے میں مسٹر میسن (Masson) کی کتاب۔

مسٹر فرائیر (Fryer) کی "Settlement Report of D.G.Khan" اور مسٹر میک گریگر (Macgregor) کا "Gazettier of the N.W. Frontier" بلوچ قبائل کے متعلق انتہائی قابل قدر تفصیلات فراہم کرتے ہیں۔

ایسے دیگر اضلاع کی سیٹلمنٹ رپورٹیں بھی مفید معلومات رکھتی ہیں جن میں بلوچی کسی بھی تعداد میں پائے گئے۔

بلوچ کا تفصیلی بیان:

بلوچ اپنے پڑوسی پٹھان کے مقابلہ میں متعدد حوالوں سے واضح فرق پیش کرتا ہے۔ دونوں کی سیاسیاتی تنظیم قبیلوی ہے، لیکن ایک کسی سردار کی حاکمیت کو اعلیٰ ترین تسلیم کرتا ہے جو ایک لحاظ سے محدود فرمانروا ہے، جبکہ دوسرا قبیلے کی مجلس مشاورت کے سوا کوئی حاکیت تسلیم نہیں کرتا۔ دونوں میں ایک وحشی اور نیم مہذب زندگی والی متعدد خوبیاں اور خامیاں ہیں۔ دونوں کے لئے مہمان نوازی مقدس اور مہمان کی حفاظت کرنا بہرصورت لازمی ہے، لیکن "خون کا بدلہ خون" لینا ہر شخص کا اولین فرض ہے۔ دونوں بڑی سختی کے ساتھ اپنے اپنے اخلاقی معیاروں پر کاربند ہیں، اگرچہ یہ معیار جدید یورپ والے اخلاقی معیار سے بہت مختلف ہیں۔ دونوں خدائے واحد "اللہ تعالیٰ" اور "محمدؐ رسول اللہ" پر ایمان رکھتے ہیں۔ لیکن ان میں سے ایک اپنے دشمن پر سامنے سے حملہ کرتا ہے تو دوسرا عقب سے، ایک اپنے وعدے کا پابند ہے (ا) تو دوسرا مفادپرست۔ المختصر، بلوچ پٹھان کی نسبت کم شورش پسند، کم دھوکے باز، کم خونخوار اور کم متعصب ہے: اس کے دماغ میں خدا اور فطرت میں برائی کم ہے۔

شمال کی سمت میں اپنے پڑوسی کی نسبت اس کی قد و قامت پست، جسم گٹھیلا اور زیادہ دبلا مگر زور ور ہے۔ اگرچہ پشتون کی خودمختاری نے اسے زیادہ دلیر اور مردانہ وضع ودیعت کی ہے۔ وہ اپنے رکھ رکھاؤ میں زیادہ صاف گو اور کھلا اور کمینے پن سے مبرا، ہماری عدالتوں کے ہاتھوں بے ایمان نہ ہو جانے کی صورت میں سچا اور کھرا، قول کا پکا، معتدل مزاج اور باحوصلہ اور ہمت کو اعلیٰ ترین وصف قرار دینے والا ہے۔ ڈیرہ جات کی سرحد کا حقیقی بلوچ ایسا انتہائی خوشگوار ترین شخص ہے، جس سے پنجاب میں ہمارا سابقہ ہوا۔ مالیہ کی ادائیگی میں

وہ اطمینان بخش نہیں۔ جفاکشی کے لئے اس کی خواہش زبردست ہے لیکن محنت مشقت کو حقیر نظر سے دیکھنے والا اسکا تفاخر اسے ایک غریب کاشتکار بنا رہا ہے۔ وہ ایک مشاق گھڑسوار ہے اور گھڑدوڑ اس کا قومی کھیل ہے۔ سارے شمالی انڈیا میں گھوڑیوں کی بلوچ نسل اپنی شہرت رکھتی ہے۔ کچھ عرصہ قبل تک وہ بچھیروں کو پیدا ہوتے ہی مار دیتا تھا' اور گھوڑیوں کے لئے اس کی ترجیح اس مقولے سے عیاں ہوتی ہے ---- "گھوڑی کی کاٹھی پر بیٹھا ہوا شخص اصل میں گھوڑے پر سوار ہے' اور گھوڑے کی کاٹھی پر بیٹھے ہوئے کی کاٹھی اس کے سر پر ہے۔" اگر اس میں پوری گھوڑی کا خرچ برداشت کرنے کی استطاعت نہ ہو تو وہ کسی گھوڑی کی ٹانگیں اپنی استطاعت کے مطابق لے لے گا۔ بلوچ گھوڑی کی چار ٹانگیں ہوتی ہیں' لہٰذا وہ اپنی زیر ملکیت ایک ٹانگ کے لئے سال میں تین ماہ گھوڑی اپنے پاس رکھتا ہے۔ اس کے بعد گھوڑی باقی ٹانگوں کے مالکان کے پاس چلی جاتی ہے۔ وہ نسلی اور روایتی چور ہے' کیونکہ وہ کہتا ہے' "چوری یا لوٹ مار نہ کرنے والے بلوچ پر خدا کی مہربانی نہیں ہوگی۔" اور "چوری کرنے والا بلوچ اپنی سات پشتوں کے لئے بہشت حاصل کرتا ہے۔" لیکن ہمارے آج کے مہذبانہ اثرات کے تحت وہ زیادہ ایمانداری سیکھتا جارہا ہے۔

اس کا چہرہ لمبا اور بیضوی' نقوش تیکھے اور ناک باز جیسی ہے۔ اس کے بال سیاہ اور روغن میں تر لہراتے ہوئے' داڑھی اور گل مچھے بڑھے ہوئے ہیں۔ وہ شخصیت میں کافی غلیظ واقع ہوا اور صفائی کو زنانہ پن کی نشانی سمجھتا ہے۔ عموماً اس کے پاس ایک تلوار' چاقو اور ڈھال ہوتی ہے۔ اس کے لباس میں ٹخنوں تک پہنچتا ہوا کڑھائی والا چولا' جس پر کمر کے نزدیک پلیٹ (چنٹیں) ہوتے ہیں' ڈھیلا سا زیر جامہ اور لمبا اونی گلوبند شامل ہے۔ یہ سب لازماً سفید ہوتے ہیں۔ بہرحال وہ خاکی مائل بھی قبول کرلے گا۔ حتیٰ کہ ہماری فوج میں وہ محض اس وجہ سے بھرتی نہیں ہوتا کیونکہ اس صورت میں اسے رنگین وردی پہننا پڑے گی۔ اس کی عورت سر پر چادر اوڑھتی ہے' اس کا چولا ٹخنوں تک اور زیر جامہ بڑے گھیر والا ہوتا ہے۔ اس کے کپڑوں کا رنگ سرخ یا سفید ہو سکتا ہے۔ وہ اپنے بالوں کو لمبی لمبی مینڈھیوں کی صورت میں گوندھتی ہے۔

حقیقی بلوچ اپنی عادات و خصائل میں خانہ بدوش ہے' اس لئے وہ اپنی عورتوں کو خانہ نشین نہیں کرتا' لیکن احترام نسواں سے وہ بہت جلتا ہے۔ بدکاری پکڑی جانے کی صورت

میں مرد کو مار دیا جاتا ہے اور عورت حکم کی اطاعت میں خود کو پھانسی دیتی ہے۔ حتیٰ کہ جنگ کے دوران دشمن کی عورتیں اور بچے بلوچ سے محفوظ ہوتے ہیں۔ پہاڑیوں کا بلوچ جھونپڑوں یا عارضی ڈیروں میں رہتا اور اپنے گلوں کے ساتھ ایک جگہ سے دوسری جگہ پھرتا ہے۔ میدانی علاقوں میں وہ چھوٹے دیہات میں آباد ہوگیا ہے لیکن ان کے گھر بہت ہی غریب ہیں ---- جب اس کے گھر میں لڑکے کی ولادت ہوتی ہے تو اسے ماں کا دودھ پلانے سے قبل استقلال کی علامت کے طور پر گدھی کی لید ملا پانی تلوار کی نوک سے اس کے منہ میں ٹپکایا جاتا ہے۔ مختلف قبائل یا خاندانوں میں واجب زندگیوں کا باقاعدہ حساب کتاب رکھا جاتا ہے، لیکن جب اس میں پیچیدگی پیدا ہو جائے تو اسے منگنیوں یا حتیٰ کہ مویشیوں کی ادائیگی سے درست کرتے ہیں۔ ان کے قوانین وراثت شرعی نہیں بلکہ ان کا مقصد جائیداد کو ددھیالی عزیزوں کے نام کر دینے کے ذریعہ خاندان کے اندر ہی رکھنا ہے۔ تاہم، کہا جاتا ہے کہ کچھ سرکردہ اور پڑھے لکھے افراد اپنے قبیلوں میں "شرع" متعارف کرانے کی کوشش کررہے ہیں۔

بلوچی نام کو تو مسلمان ہیں لیکن انفرادی حیثیت میں اپنے مذہب سے لاعلم اور مذہبی رسم و رواج اور فرائض سے بے پروا۔ تاہم وہ کبھی خود کو "محبان علیؓ" کہتے تھے (بعد میں تاریخ نویسوں نے بھی کہا)، اس لئے ان کے عربی النسل ہونے کا دعویٰ درست ہونے کی صورت میں وہ لازماً" شیعہ ہونگے۔ بہرحال اب ان کا تعلق بلا استثنیٰ سنی فرقہ سے ہے۔

سرحد کی دیگر متعدد مسلمان نسلوں کی طرح وہ قریشی عرب ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں لیکن کچھ اپنے آپ کو ترکمان نسل سے قرار دیتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ ان کی روایات موخرالذکر نظریہ کے حق میں ہیں: جبکہ ان کے خدوخال قطعی طور پر اول الذکر کے نمائندہ ہیں۔ مسٹر فرائر کی "ڈیرہ غازی خان سیٹلمنٹ رپورٹ" کے صفحہ 19 پر اس سلسلے میں کافی بحث کی گئی ہے۔ ان کی زبان پرانی فارسی کی ایک شاخ اور بدیہی طور پر کچھ ایسی متروک روایت بھی لئے ہوئے ہے جن کی جدید شکل ان کے ماخذ پر روشنی ڈالتی ہے۔ جہاں تک پنجاب کا تعلق ہے تو ڈیرہ غازی خان کے بلوچیوں کی قبائلی تنظیم سے پرے اب یہ بمشکل ہی بولی جاتی ہے۔ حتیٰ کہ ان میں بھی میدانوں کی ملتانی یا جاتکی اس پر غالب آگئی ہے۔ اور ایک ایسا بلوچ سردار بھی ہمارے علم میں ہے جس نے انگریز حکام سے بات چیت کی خاطر

انگریزی زبان سیکھی۔ ان کی کوئی بھی تحریری کتاب ہے نہ ادب۔ لیکن وہ شاعری کے زبردست شائق ہیں، خصوصاً ایسی شاعری جس میں قومی یا قبائلی تاریخ کے واقعات اور محبت کے نغموں پر مشتمل قصے بیان کئے گئے ہوں۔ مقامی شاعر بھی ان میں بہت عام ہیں۔

بلوچ کی قدیم تاریخ:

بلوچ کا کہنا ہے کہ وہ قریشی عرب اور آنحضورؐ کے چچا میر حمزہ کی اولاد ہیں۔ جب اموی خلافت کے دوسرے خلیفہ یزید نے حضرت امام حسینؓ کو بیدخل کیا تو وہ شام کے علاقہ حلب یا (Aleppo) میں قیام پذیر اور حسینؓ کے حمایتی تھے۔ (2) یہ قریباً 680 عیسوی کی بات ہے۔ وہ ایران میں ملک کرمان کی جانب نکل کھڑے ہوئے اور کچھ عرصہ تک وہیں امن کے ساتھ مقیم رہے۔ اس عرصہ میں ان کی تعداد اس قدر زیادہ ہوگئی کہ شاہ انہیں اپنے ساتھ شادی کے بندھن میں باندھنے کا خواہشمند ہوا۔ لہٰذا اس نے تمام کے تمام 44 بولکوں یا قبیلوں سے ایک ایک بیوی مانگ لی (روایت کے مطابق اس وقت بلوچ ان 44 قبیلوں میں تقسیم تھے، تاہم ان کے نقوش کافی عرصہ ہوا مندمل ہو چکے تھے)۔ لیکن باپ اپنی بیٹیاں کسی اجنبی کو نکاح میں نہیں دیا کرتے تھے۔ چنانچہ انہوں نے 44 لڑکوں کو لڑکیوں کے کپڑے پہنا کر بھیج دیا اور یہ فریب پکڑے جانے سے پہلے ہی وہاں سے بھاگ نکلے۔ وہ جنوب مشرق کی طرف کیچ مکران یا افغانستان اور بحیرۂ عرب کے ساحل کی درمیانی پٹی پر آگے بڑھے، لیکن پھر جزوی طور پر سکونت اختیار کی اور بالاخر اس علاقے میں آن بسے جو اب بلوچستان کہلاتا ہے۔ (3)

آخری ہجرت کے وقت ان کا سردار جلال خان تھا، جس کے چار بیٹے رند، ہوت، لاشاری اور کورائی اور ایک بیٹی جاتو (Jato) تھی۔ بلوچیوں کے پانچ قبیلوں کے نام اب بھی یہی ہیں لیکن رند اور لاشاری غالب نظر آتے ہیں۔ اور بلوچی (یا ہماری سرحد کے شمال کی طرف بڑھنے والا اس قوم کا آخری حصہ) ان ناموں کے تحت دو بڑی شاخوں میں تقسیم تھا۔ مجھے یقین ہے کہ تمام بلوچ قبائل ابھی تک خود کو ان دونوں شاخوں میں سے کسی ایک کے ساتھ متعلق سمجھتے ہیں۔ چنانچہ ہوت سے اپنا سلسلہ جوڑنے والے مزاری اور دریشک رند شاخ سے تعلق کے دعویدار ہیں۔ کیچ مکران میں اپنی پناہ گزینی کے کوئی پانچ سو سال بعد رند،

لاشاری اور جتوئی قلات کے قریبی علاقہ میں شمال کی طرف بڑھے' جو زیریں کوہ سلیمان کے مغرب میں ہے۔ رند شوران میں' لاشاری گنداوہ میں' جتوئی سیوی اور ڈھادون میں بس گئے' جبکہ کھوسہ کیچ اور ہوت مکران میں ہی رہے۔ (4) کہا جاتا ہے کہ انہیں سندھ میں ہانک دیا گیا جہاں ایک ہندو شہزادہ باسم نند اوا سندھی لقب "جام" کے تحت حکمران تھا۔ اس کا مرکزی مقام قلات تھا۔ رند اور لاشاری شاخوں کے سرداروں میر چاکر اور مہر گہرام خان کے بھتیجوں میں ایک معشوقہ ہزار غمزہ و ادا' ایک آفت عاشقاں کی وجہ سے رقابت پیدا ہوگئی۔ انہوں نے اپنی قسمت کا فیصلہ کرنے کے لئے رند علاقہ میں ایک گھوڑ دوڑ کرائی' جس میں میزبانوں نے مخالفین کے گھوڑے کا زیربند ڈھیلا کر دیا۔ نتیجتاً" جنگ و جدل شروع ہوگئی اور رند (جو شروع میں خسارہ میں رہے) نے حاکم خراسان سلطان حسین (5) سے مدد مانگی اور لاشاریوں کو سندھ میں حیدر آباد اور ٹھٹھہ تک دھکیل دیا' جہاں وہ زیادہ دیر تک اپنے قبیلے کی انفرادی حیثیت برقرار نہ رکھ سکے۔ اپنی موجودہ قبیلوی تنظیم بننے کا وقت بلوچی اس واقعہ کے حوالے سے بتاتے ہیں۔ اور چونکہ اب وہاں رند نام کا کوئی مقامی قبیلہ موجود نہیں اور ہماری سرحد کے قریباً" سبھی قبیلے رند کی نسل سے ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں' یہ امکان غالب ہے کہ رند' جو قلات کے پہاڑی علاقے کے بلاشرکت غیرے مالک بن گئے تھے' (کیونکہ جتوئی بھی خود کو قوم کی رند شاخ سے خیال کرتے ہیں) مرحلہ وار مختلف قبیلوں میں بٹ گئے جو اب ہمیں ڈیرہ غازی خان کی سرحد پر ملتے ہیں۔ ان میں سے متعدد قبیلوں نے اپنے نام ان نواحی مقامات کے ناموں پر رکھے جن پر وہ رہتے تھے۔ اس سے یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ ان کے نام ان علاقوں کے ناموں سے زیادہ پرانے نہیں جو ان کے قبضہ میں ہیں۔ (6)

بلوچیوں کا پنجاب میں ورود:

چنانچہ بلوچی شمال میں بولان تک پھیل گئے تھے' لیکن بدیہی طور پر انہوں نے ابھی تک کوہ سلیمان میں مداخلت شروع نہیں کی تھی جو ان کے مشرق پر بسیط ہے اور جس پر پٹھان قابض ہیں۔ تاہم' وادی سندھ اور کوہ سلیمان اور دریائے سندھ کی درمیانی پٹی پر ایک جٹ بستی تھی۔ لیکن پندرھویں صدی کے وسط میں ترکوں (یا مغلوں) نے اپنے ارغون سربراہ کی

زیرقیادت کچھی اور سندھ پر حملہ کیا' اور 1479ء اور 1511ء میں سبی کو دو مرتبہ تسخیر کیا۔ تقریباً اسی دور میں براہوئی (ایسا قبیلہ جس کے دراوڑی النسل ہونے کا یقین کیا جاتا ہے (7) اور جو ان کے راستوں کی پیروی کرتا نظر آتا ہے) نے بلوچ کو قلات کی زرخیز وادی سے نکال باہر کیا اور ان کے شمالی قبائل پر اپنی حاکیت قائم کی۔ قلات کے قبائل دباؤ پڑنے پر سلسلہ کوہستان کے ساتھ ساتھ پٹھانوں کو اپنے آگے ہانکتے ہوئے مشرق میں زیریں کوہ سلیمان کی سمت چلے گئے' جبکہ سندھ کے بلوچیوں نے وادی میں پھیلنا شروع کر دیا۔ ان میں سے متعدد نے بعدازاں ملتان کے لنگاہ حکمرانوں کی ملازمت کرلی اور دریا کے ساتھ جاگیریں حاصل کیں۔ تقریباً 1480 عیسوی میں ملک سہراب خان کے بیٹوں اسماعیل خان اور فتح خان اور حاجی خان کے بیٹے غازی خان (سبھی دودائی بلوچی اور رند شاخ کے) نے تین ڈیروں کی بنیاد رکھی' جن کے نام ہنوز وہی ہیں۔ انہوں نے سیت پور کے لودھیوں پر غلبہ حاصل کیا اور زیریں ڈیرہ جات و مظفر گڑھ کے آزاد حکمران بن گئے۔ ان کا یہ رتبہ آنے والی نسلوں نے 300 برس تک برقرار رکھا۔ چنانچہ جنوبی بلوچی مرحلہ بہ مرحلہ وادی سندھ' چناب و ستلج میں پھیل گئے' جبکہ ڈیرہ غازی خان کے قبائل اپنی پہاڑیوں سے اتر کر نیچے پچھاڈ یا دامن کوہ خطہ میں آئے اور ایک جٹ آبادی کو بے گھر کرکے دریا سے نیچے کی جانب دھکیلا' جہاں پر وہ آج ان قطعات میں بھی آبادی کا ایک اہم عنصر ہیں جن پر بلوچیوں کی ملکیت ہے۔ 1555ء میں جب ہمایوں دوسری مرتبہ انڈیا میں بطور فاتح آیا تو بلوچیوں کا ایک بہت بڑا جتھا اس کے ساتھ چلا گیا' حالانکہ اس سے قبل وہ بلوچ داستان کے عظیم رند ہیرو میر چاکر کی زیرقیادت شکست سے دوچار ہوتے ہوئے اسے بہت پریشان کر چکے تھے۔ کہتے ہیں کہ اس جتھے میں مرکزی طور پر لغاری' دریشک' گوپانگ اور جتوئی شامل تھے۔ انجام کار میر چاکر منٹگمری میں رہنے لگا' جہاں اسے مہربان حاکم نے ایک خاصا بڑا خطہ (جس پر اب بھی بلوچی آباد تھے) عطا کیا۔ وہ وہیں پر فوت ہوا اور ست گھرا (ضلع اوکاڑہ) میں اسے دفن کیا گیا۔ یہ امکان ہے کہ صوبہ کے مشرقی اضلاع کی متعدد بلوچ نوآبادیاں ہمایوں کے ملازمین کی ہوں۔

بلوچیوں کی قبیلوں کی تنظیم اب ہماری جنوبی سرحد سے لے کر شمال میں دو ڈیروں کے درمیان سرحد تک بسیط ہے۔ زیادہ تر حصے پہاڑیوں اور ان کے فوراً بعد کی زمینوں تک محدود ہیں' لیکن دریائے سندھ کے مشرق کی طرف راجن پور کے نواح تک پھیلی ہوئی ہے۔

دونوں ڈیروں میں دریائے سندھ کی ساری دریائی زمینوں میں بھی کافی بڑا بلوچ عنصر موجود ہے، خصوصاً ڈیرہ غازی کے جنوبی اور شمالی حصہ میں اور ڈیرہ اسماعیل کی سرحد سے ذرا اوپر، جبکہ بہاولپور اور مظفر گڑھ میں کل آبادی کے تناسب میں وہ کافی زیادہ ہیں۔ ملتان میں دریائے ستلج پر، راوی کے شمال کی طرف منٹگمری میں، جھنگ میں جہلم کے ساتھ اور چناب کے دائیں کنارے پر اور شاہ پور میں دریائے جہلم کے ساتھ ان کے پاس خاصے بڑے علاقے ہیں لیکن ضلع ڈیرہ غازی خان سے باہر، اور درحقیقت اس ضلع کی دریائی سرحد کے ایک بہت بڑے حصے کے ساتھ بلوچ پناہ گزین کسی قبائلی سردار کی اطاعت نہیں رکھتے اور بحیثیت مجموعی قوم کی سیاسی تنظیم سے خارج ہیں۔ اور اپنے پڑوسیوں میں وہ ممتاز حیثیت نہیں رکھتے جو ڈیرہ غازی کے منظم قبائل کو حاصل ہے۔ ان میں سے متعدد نسبتاً حالیہ وقتوں میں اپنی موجودہ مقبوضہ اراضی پر آباد ہوئے ہیں۔ یا مسٹر ٹکر (Tucker) کے الفاظ میں "انہوں نے ایک عسکری ذات کی بجائے ایک زراعتی مالک کے طور پر اپنا اکتساب کرلیا لیکن زمین کا پیشہ جٹوں پر چھوڑ دیا۔" بلوچیوں کی تقسیم جدول نمبر 2 میں دکھائی گئی ہے۔

بلوچیوں کی قبیلوی تنظیم:

ایک رند قبیلے ڈومکی کا سردار سہراب خان بلوچیوں کا برائے نام سربراہ ہے، یا بہرصورت ہماری سرحد کے بلوچیوں کا۔ لیکن ہماری سرحد سے پرے کے تمام شمالی قبائل قلات کے براہوئی خان کی حاکمیت تسلیم کرتے ہیں، ایک حاکمیت جس کی حقیقت ہمیشہ خان کے ذاتی کردار کے ساتھ ساتھ بدلتی رہی ہے، اور جسے شاید ہماری اپنی سرحد پالیسی نے مکمل معدوم ہونے سے بچا لیا ہے۔ لیکن تمام عملی اعتبار سے سرحدی قبائل باہر والوں اور ایک دوسرے سے آزاد و خودمختار ہیں، وہ صرف باہر والوں کے خلاف ہی مشترک قومیت کے تحت یکجا ہوتے ہیں۔ قبیلہ کم از کم اپنی موجودہ صورت میں نسلی نہیں سیاسی اکائی اور مشترک سردار کی اطاعت میں باہم مربوط قبیلچوں کے تجمع پر مشتمل ہے۔ غالباً ہر قبیلہ ایک مورث اعلیٰ کی نسل کے دو، تین یا زائد قبیلچوں کا ایک مرکزہ رکھتا ہے۔ لیکن ان کے اردگرد متعدد ملحق حصے جمع ہوگئے۔ کیونکہ کسی قبیلے یا قبیلچے کی مختلف شاخوں کے درمیان ربط ہمیشہ مضبوط نہیں اور کسی قبیلچے یا اس کی ایک شاخ کا اپنی ہی برادری سے جھگڑ پڑنا اور

اپنا قبیلہ چھوڑ کر پڑوسی سردار کے پاس پناہ لینا عام ہے۔ اس کے بعد وہ اس کے ہمسائے بن جاتے ہیں اور پناہ دینے والا ان کی حفاظت کرنے' جبکہ وہ اس کی اطاعت کرنے کے پابند ہوتے ہیں۔ اسی انداز میں لغاری قبیلے سے تعلق رکھنے والی ایک شاخ (جس کا نام بدستور وہی ہے) نے خود کو قیصرانی کے ساتھ منسلک کرلیا ہے' جبکہ دونوں دریشک اور گورچانی قبیلوں میں ایک جسکانی شاخ موجود ہے۔ اس کے علاوہ رند قبائل بھی عموماً" لاشاری تمنوں کو اپنے ساتھ منسلک کرتے ہوئے دیکھے گئے۔ لہٰذا دہلی پر دھاوا بولنے میں احمد شاہ کی مدد کرنے والے قلات کے بہت بڑے خان ناصر خان نے جب حسانی قبیلے کو کم کیا اور انہیں ان کے علاقہ سے بے دخل کر دیا تو انہوں نے کھیتران کے پاس پناہ لی اور اب اس قبیلے کا ایک تمنچہ ہیں۔ حتیٰ کہ اجنبیوں کو بھی اکثر اسی طریقے سے شامل کرلیا جاتا ہے۔ چنانچہ لغاری قبیلے میں ناہر پٹھانوں کی ایک شاخ (وہ خاندان جس سے دہلی کی لودھی سلطنت پھوٹی) بھی شامل ہے جو بلوچ نہیں بلکہ کھیتران ہیں۔ اور گورچانی قبیلہ میں ایسی شاخیں بھی شامل ہیں' جن کے نام اور زبان اگرچہ بلوچی ہے' جن کا بلوچ نسل سے ہونا جائز نہیں سمجھا جاتا اور وہ تقریباً یقینی طور پر جٹ ہیں۔

قبیلہ (تمن) (8) اپنے سردار و سالار یا تمندار کے تحت مزید تمنچوں (پاڑوں) کی ایک مختصر تعداد میں تقسیم ہے۔ ان پاڑوں کے سربراہ "مقدم" کہلاتے ہیں۔ ہر تمنچے کی متعدد شاخیں (پھلیاں) ہوتی ہیں۔ پھلی سے نیچے خاندان ہے' جن کی تعداد کبھی کبھی درجن بھر ہوتی ہے۔ تمنچوں کی بنیاد مشترک نسل ہے' اور حتیٰ کہ دو مختلف قبیلوں میں تمنچے کے نام کی مماثلت ایک طرح سے یقینی طور پر ایک مشترک مورث اعلیٰ کی جانب اشارہ کرتی ہے۔ "پھلی" یقیناً ایک توسیع شدہ خاندان ہے۔ قبائلی نام عموماً" آبائی لقب ہیں جو بلوچی اصطلاح "انی" پر ختم ہوتے ہیں' (مثلاً گورچانی' بلکانی) یا کچھ صورتوں میں ان کے آخر میں پشتو کا "زئی" بھی آتا ہے۔ پھلی کے اندر ہی شادی کرنا ممنوع ہے (9) اور یہ واحد پابندی معلوم ہوتی ہے۔ بلوچی کسی جٹ عورت کے ساتھ آزادانہ شادی کرتے ہیں' تاہم کسی سردار کی پہلی بیوی ہمیشہ بلوچن ہی ہوتی ہے۔

بلوچ قبیلے کی ہر ذیلی تقسیم کے زیر قبضہ علاقہ کافی حد تک موزوں طور پر واضح ہے۔ لیکن اس علاقہ کے اندر لوگ یا تو مکمل طور پر خانہ بدوش ہیں یا (جیساکہ ہماری سرحد کے

اندر صورت ہے) وہ چھوٹے چھوٹے دیہاتوں میں آباد ہیں۔ ہر دیہات محض چند ایک کنبوں پر ہی مشتمل ہے جو کاشتہ اراضی اور وسائل آبپاشی کے ممالک ہیں' لیکن آس پاس کی چراگاہوں میں کوئی خط امتیاز نہیں۔ تاہم' یہاں پر مشرقی پنجاب والی دیہی برادری نامعلوم ہے' اور ہمارا گاؤں یا موضع ان علاقوں میں محض چھوٹے چھوٹے ایسے دیہات کا ایک مجموعہ ہے جو انتظامی مقاصد کے لئے ایک مشترک سرحد کے اندر آتے ہیں۔

قبائل کے اعداد و شمار:

مرکزی بلوچ قبائل' چند مخصوص اضلاع میں چھوٹے بلوچ قبائل اور مرکزی تمنوں کے اعداد و شمار بالترتیب جدول نمبر3' 4 اور 5 میں دیئے گئے ہیں۔

بلوچی آبادی کی فیصد ان تفاصیل میں شامل نہیں' جو کہ ان ضلعوں میں بہت کم ہے جہاں بلوچ عنصر کوئی بھی اہمیت رکھتا ہے: ڈیرہ غازی خان میں صرف 9 فیصد' ڈیرہ اسماعیل خان میں 13 فیصد' مظفر گڑھ میں 15 فیصد اور ملتان میں 19 فیصد۔ دیگر اضلاع میں یہ کافی بڑی ہے۔ جیساکہ پہلے بھی وضاحت کی جا چکی ہے' مختلف قبائل میں ایک ہی نام رکھنے والی شاخیں موجود ہیں' جبکہ ایک قبیلے کا تمنچہ کسی اور قبیلے کے قبائلی نام کا حامل بھی ہوگا۔ لہٰذا جہاں پر ذات کی ذیلی شاخوں کے کالم کافی احتیاط کے ساتھ پر نہیں کئے گئے وہاں جدول بندی میں غلطی ناگزیر ہے۔ اسی وجہ سے قبیلوں اور تمنچوں کے اعداد و شمار ضلعی دفاتر میں جدول بند کئے گئے تھے۔ بدقسمتی سے ڈپٹی کمشنر ڈیرہ غازی خان اپنی مصروفیات کے باعث اس معاملہ پر توجہ نہ دے سکے۔ ان سے مجھے بہت زیادہ مدد ملنے کی توقع تھی۔ ڈیرہ غازی خان کے اعداد و شمار کے فراہم کردہ نتائج میں سے ایک دو بدیہی طور پر بے سروپا ہیں۔ یہ بات باعث تاسف ہے کہ مردم شماری ڈیرہ غازی خاں کے قبائل کی بے کم و کاست تفصیل حاصل کرنے کے لئے صرف لمبے وقفوں کے ساتھ موقع فراہم کرتی ہے۔ زیادہ تر رہ گئے ہونگے۔ جن حوالوں سے اعداد و شمار ناقابل بھروسہ ہیں ان کی نشاندہی آگے کی گئی ہے۔

ڈیرہ جات کے منظم بلوچ قبائل:

صرف ڈیرہ غازی خان اور اس کی سرحدوں پر ہی ہمیں جداگانہ قبیلوں اور سیاسی تنظیم کے حامل بلوچ قبائل سے سابقہ پڑتا ہے۔ پنجاب میں کسی بھی دوسری جگہ پر قبائلی بندھن

محض مشترک نسل کا ہے اور قبیلہ کوئی اجتماعی چسپیدگی نہیں رکھتا۔ ڈیرہ غازی خان کے قبائل زیادہ تر رند نسل سے ہیں۔ جنوب سے شروع کیا جائے تو وہ مزاری' بگٹی' مری' دریشک' گورچانی' تبی لنڈ' لغاری کھیتران' کھوسہ' سوری لنڈ' بزدار' قصرانی اور نوتکانی ہیں۔ ان میں سے بگٹی' مری اور کھیتران مکمل طور پر جبکہ گورچانی اور لغاری جزوی طور پر آزاد ہیں۔ نوتکانی حال ہی میں بطور قبیلہ اپنی انفرادی حیثیت سے محروم ہوا ہے۔ دونوں لنڈوں (تبی اور سوری) کے لئے اعداد و شمار یقینی ہیں۔ جبکہ گورچانیوں کے اعداد و شمار میں غلطی کا امکان ہے' جس کا ذکر ہر قبیلے کی تفصیل میں کیا گیا ہے۔

مزاری (نمبر11)

یہ ڈیرہ غازی خان کے انتہائی جنوبی علاقہ میں آباد ہیں اور صرف وہیں پائے گئے۔ پہاڑیاں ان کی مغربی اور دریا مشرقی حد ہے۔ ان کا علاقہ سندھ کی سرحد میں جیکب آباد کے اندر تک اور شمال کی جانب عمر کوٹ اور درہ پٹوک تک کھنچا ہوا ہے۔ روجھان ان کا صدر مقام ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ سترہویں صدی کے تقریباً وسط میں ان کی سندھ کے چانڈیا سے لڑائی ہوئی اور وہ وادی سیاہاف اور مراؤ میدان میں نکل گئے اور اس پہاڑی علاقہ میں جس کے مغرب میں اب بگٹی قابض ہیں۔ لیکن زیریں میدانوں میں زمینوں کے عطیات حاصل کرتے ہوئے مرحلہ وار مشرق کی سمت دریا کی طرف منتقل ہوتے گئے۔ مسٹر فرائز ان کی عسکری قوت چار ہزار بتاتے ہیں۔ لیکن ہماری رپورٹیں پورے صوبہ میں ان کی کل تعداد 9000 دکھاتی ہیں اور ان میں سے معدودے چند ہی ہماری سرحد سے پرے ہیں۔ اس کے عین پیچھے شمبانی علاقہ ہے۔ قبیلہ اپنی نسل جلال خان کے بیٹے ہوت سے قرار دیتا ہے۔ یہ قبیلہ چار بڑے تمنوں رستمانی' سیدانی' بالاچانی اور سرگانی میں تقسیم ہے۔ پہلے دو کی تعداد زیادہ ہے' تاہم سردار بالاچانی سے ہے۔

مری اور بگٹی یا زرکنی (نمبر38)

ان کا علاقہ ہماری جنوبی سرحد سے پرے ہے اور یہ مکمل خودمختار ہیں' یا پھر برائے نام خان آف قلات کی اطاعت کرتے ہیں۔ یہ ہمیں پنجاب کے اندر نہیں ملتے۔ دونوں رند نسل سے ہیں۔ مری تمام بلوچ قبائل میں سب سے زیادہ طاقتور اور "غیرت مند" سب سے زیادہ

نمبر شمار	1	2	3	4	5	6	7	8	9
جدول نمبر 3 - اضلاع اور ریاستوں میں اہم بلوچ قبائل									
ذاتیں	رند	لغاری	جتوئی	گورچانی	لشکاری	کھوسہ	کورائی	تبی لنڈ	چانڈیہ
لاہور	351	-	1045	-	96	-	56	-	-
گوجرانوالہ	-	-	147	-	78	-	-	-	-
فیروز پور	36	-	595	-	80	-	30	-	-
راولپنڈی	48	-	-	-	16	-	102	-	-
جہلم	87	-	400	-	148	-	916	-	49
گجرات	-	-	13	-	14	-	71	-	-
شاہ پور	1350	-	2229	-	1053	-	402	-	35
ملتان	6008	35	506	-	1965	-	2695	-	872
جھنگ	5223	167	1849	-	696	-	195	-	87
منٹگمری	1460		4106	-	754	-	805	-	4
مظفر گڑھ	4536	1159	4574	-	2629	106	3385	-	7290
ڈیرہ اسماعیل خان	2223	2195	1232	42	4270	32	1234	-	1812

↓

نمبر شمار	1	2	3	4	5	6	7	8	9
ذاتیں	رند	لغاری	جتوئی	گورچانی	لشکاری	کھوسہ	کورائی	تبی لنڈ	چانڈیہ
ڈیرہ غازی خان	6136	22980	2829	17099	1354	11308	727	10888	412
بنوں	237	75	1	-	325	-	70	-	124
ضلع دہلی	158	-	-	-	-	-	15	-	-
ضلع حصار	103	-	504	-	467	-	59	-	-
ضلع انبالہ	-	-	65	-	18	-	23	-	-
ضلع جالندھر	1	-	48	-	-	-	-	-	-
ضلع امرتسر	-	-	9	-	46	-	29	-	-
ضلع پشاور	16	25	7	-	3	-	179	-	-
کل برطانوی علاقہ	27988	26636	20159	17141	13902	11446	10995	10888	10785
نابھا اور فرید کوٹ	68	-	163	-	98	-	30	-	-
بہاولپور	8287	97	4272	-	3295	1011	4435	-	1263
کل صوبہ	36343	26733	24594	17141	17295	12457	15481	10888	12048

جدول نمبر3 - اضلاع اور ریاستوں میں اہم بلوچ قبائل

نمبر شمار	10	11	12	13	14	15	16	17	18
ذاتیں	گوپانگ	مزاری	ہوت	نونکانی	گورمانی	کلاچی	تعرانی	جسکانی	دریشک
لاہور	-	-	78	-	-	-	-	-	-
گوجرانوالہ	-	-	148	-	-	-	-	-	-
فیروز پور	-	-	56	-	-	-	-	-	-
راولپنڈی	-	-	21	-	-	-	-	13	-
جہلم	-	-	121	-	-	-	-	-	-
گجرات	-	-	1	-	-	-	-	-	-
شاہ پور	-	-	176	-	-	-	-	-	-
ملتان	992	2	842	-	62	457	4	78	-
جھنگ	17	-	774	21	-	53	59	270	-
منٹگمری	1	-	654	-	-	41	-	-	-
مظفر گڑھ	3460	7	1105	257	2522	977	-	317	374
ڈیرہ اسماعیل خان	24	5	1072	597	1076	3724	1675	3705	-

↓

نمبر شمار	10	11	12	13	14	15	16	17	18
ذاتیں	گوپانگ	مزاری	ہوت	لونکانی	گورمانی	کلاچی	قصرانی	جسکانی	دریشک
ڈیرہ غازی خان	1230	86	282	4671	1666	-	2615	13	3796
بنوں	-	-	66	-	1	14	-	2	-
ضلع دہلی	14	-	11	-	-	2	7	-	-
ضلع حصار	-	-	317	-	-	-	58	-	-
ضلع انبالہ	-	-	7	-	-	-	-	-	-
ضلع جالندھر	-	-	4	-	-	-	-	-	-
ضلع امرتسر	-	-	10	-	-	-	-	-	-
ضلع پشاور	-	-	36	-	-	-	-	-	-
کل برطانوی علاقہ	10788	8663	5783	5546	5327	5268	4413	4398	4170
نابھا اور فرید کوٹ	-	-	14	-	-	-	-	-	-
بہاولپور	5437	548	3341	-	-	371	-	333	74
کل صوبہ	16175	9211	9138	5546	5327	5639	4413	4731	4244

جدول نمبر 4 - چھوٹے بلوچ قبائل

اضلاع اور ریاستیں وغیرہ	اہم بلوچ قبائل								
	19	20	21	22	23	24	25	26	27
	پیٹافی	گشکوری	مہرانی	بزدار	مستوئی	مشوری	دستی	ہنجانی	صحرانی
ڈیرہ اسماعیل خان	1344	1752	2188	285	28	140	813	-	-
ڈیرہ غازی خان	133	92	91	715	1300	53	610	1017	-
مظفر گڑھ	1441	892	-	107	685	1743	405	655	1629
دیگر اضلاع	16	118	-	4	77	151	255	-	-
کل برطانوی علاقہ	2934	2855	2279	2111	2090	2087	2083	1672	1629
بہاولپور	810	62	-	73	686	-	1808	-	-
کل صوبہ	3744	2917	2279	2184	2776	2087	3891	1672	1629

اہم بلوچ قبائل								
	28	29	30	31	32	33	34	35
	سنجرانی .	لشکانی	گمسی	احمدانی ٭	گبول	قندرانی	کہتچکی	علیانی
ڈیرہ اسماعیل خان	10	271	748	.	.	.	795	612
ڈیرہ غازی خان	1094	528	33	1132	.	.	.	.
مظفر گڑھ	293	505	303	.	960	842	.	.
دیگر اضلاع	.	40	175	.	2	.	.	135
کل برطانوی علاقہ	1397	1344	1259	1132	962	842	795	747
بہاولپور	.	.	42	.	42	6	.	.
کل صوبہ	1397	1344	1301	1132	1004	848	795	747

اہم بلوچ قبائل								
	36	37	38	39	40	41	42	43
	کشک	کھیتران	گبٹی	بجرانی	بڈانی	پچھاڑ/پچار	تواری	جعفر
ڈیرہ اسماعیل خان	-	340	234	504	-	28	13	24
ڈیرہ غازی خان	-	246	295	-	-	-	-	22
مظفرگڑھ	580	-	-	-	291	369	151	-
دیگر اضلاع	106	-	-	-	-	-	-	-
کل برطانوی علاقہ	686	586	529	504	291	397	164	46
بہاولپور	-	19	-	-	-	-	-	-
کل صوبہ	686	605	529	504	291	397	164	46

اہم بلوچ قبائل								
	44	45	46	47	48	49	50	51
	بجبانی	سرگانی	شیخانی	شعبانی	لنڈ	مریانی	سکھانی	مزکانی
ڈیرہ اسماعیل خان	363	-	12	-	84	15	99	2
ڈیرہ غازی خان	64	21	-	23	-	-	-	-
مظفر گڑھ	45	57	-	-	98	-	-	-
دیگر اضلاع	-	-	-	-	-	-	-	-
کل برطانوی علاقہ	472	78	12	23	182	15	99	284
بہاولپور	-	-	-	-	-	-	-	-
کل صوبہ	472	78	12	23	182	15	99	284

جدول نمبر5 - اہم بلوچ قبیلے

ضلع	لغاری 2					
	علیانی	ہدیانی	غلانی	بیستانی	دیگر لغاری	کل
ڈیرہ غازی خان	3031	54	1753	1031	1711	22980
ڈیرہ اسماعیل خان	-	567	-	-	1628	2195
مظفرگڑھ	89	-	-	-	1070	1159
کل	3120	621	1753	1031	19809	28334

ضلع	جتوئی 3				
	بھنڈ	رنگیج	وداوی	دیگر جتوئی	کل
ڈیرہ غازی خان	-	-	-	-	-
ڈیرہ اسماعیل خان	272	891	24	45	1232
مظفرگڑھ	-	-	-	-	-
کل	272	891	24	45	1232

ضلع	گورچانی ۴					
	شاہانی	لشکاری	پتافی	درکانی	دیگر گورچانی	کل
ڈیرہ غازی خان	659	9525	1798	51	5066	17099
ڈیرہ اسماعیل خان	-	-	-	42	-	42
مظفرگڑھ	-	-	-	-	-	-
کل	659	9525	1798	93	5066	17141

ضلع	کھوسہ -6			
	بیلانی	عیسانی	دیگر کھوسہ	کل
ڈیرہ غازی خان	1797	2619	6892	11308
ڈیرہ اسماعیل خان	-	-	32	32
مظفرگڑھ	-	-	106	106
کل	1797	2619	7030	1446

ضلع	تبی لنڈ-8			مزاری -۱۱					
	لنڈ	دیگر تبی لنڈ	کل	بلکانی	رستمانی	میسدانی	سرگانی	دیگر مزاری	کل
ڈیرہ غازی خان	7188	3700	10888	1179	2772	2760	1257	681	8649
ڈیرہ اسماعیل خان	-	-	-	-	-	-	-	5	5
مظفرگڑھ	-	-	-	-	-	-	-	7	7
کل	7188	3700	10888	1172	2772	2760	1257	693	8661

اہم بلوچ قبیلے

ضلع	جسکانی - 17					
	سرگانی	شاہانی	لشکراتی	ممدانی	دیگر جسکانی	کل
ڈیرہ غازی خان	-	-	-	-	-	-
ڈیرہ اسماعیل خان	1020	506	910	813	456	3705
مظفر گڑھ	-	-	-	-	-	-
کل	1020	506	910	813	456	3705

ضلع	دریشک - 18				بگٹی - 88		
	کرمانی	گلفاز	دیگر دریشک	کل	شمبانی	دیگر بگٹی	کل
ڈیرہ غازی خان	210	724	2862	3796	160	135	295
ڈیرہ اسماعیل خان	-	-	-	-	-	234	234
مظفر گڑھ	-	52	322	374	-	-	-
کل	210	776	3184	4170	160	369	529

پریشان کن ہیں۔ ان کے جنوب میں بگٹی' مغرب کی طرف قلات کے کچھی اور شمال میں افغانستان ہے۔ ان کے چار قبیلے گزینی' لوہارانی' مزارانی اور بجارانی ہیں۔ ان میں سے مزارانی سبی اور بولان سے پرے آباد اور قبیلے سے تقریباً خودمختار ہیں۔ قبیلہ مکملاً" خانہ بدوش اور پیشہ ور غارتگر ہے۔ پنجاب کی سرحدوں اور بالائی سندھ کے سنگم پر آباد بگٹی زرکنی (10) بھی کہلاتے ہیں۔ ان کے قبیلے راہیجہ' نوتکانی' منصوری' کلپر' پھونگ اور شمبانی یا کیازئی ہیں۔ آخری' جو ایک طرح سے خودمختار شاخ ہے' مرکزی قبیلے کو ہماری سرحد سے علیحدہ کرتا ہے' جبکہ مری مغرب میں مزید آگے بھی موجود ہیں۔ یہ دونوں قبیلے خالصتاً" رند ہیں۔

دریشک نمبر(18)

ڈیرہ غازی کے تمام قبائل میں یہ سب سے زیادہ منتشر الوجود ہیں۔ (11) ان کے متعدد گاؤں راوی کے کنارے پر جٹ آبادی کے درمیان واقع ہیں۔ قبیلے کی تعداد کے مطابق اس کی طاقت زیادہ ہونی چاہئے تھی' لیکن یہ حقیقت اسے کم طاقتور بناتی ہے۔ ان کے قبضہ میں پہاڑیوں کا کوئی حصہ نہیں ہے اور سیاسی اعتبار سے صرف ضلع ڈیرہ غازی تک ہی محدود ہیں۔ وہ شمال کی جانب درۂ پنوک اور جنوب کی طرف درۂ سوری کے درمیان ادھر ادھر بکھرے پڑے ہیں۔ اس قبیلے کا تعلق رند نسل سے ہے' لیکن دعویٰ جلال خان کے بیٹے ہوت کی نسل سے ہونے کا کرتا ہے۔ اس کی شاخیں کرمانی' مینگوانی' کلفاز (گولپاز)' سرگانی' اربانی اور جسکانی ہیں۔ سردار کا تعلق کرمانی سے ہے۔ ان کا صدر مقام راجن پورے کے قریب اسی میں ہے۔ کہا جاتا ہے کہ وہ مزاریوں کے بعد یا سترھویں صدی کے اواخر میں میدانوں میں آباد ہوئے۔

گورچانی (نمبر4)

یہ ماڑی اور دراگل پہاڑیوں کے مالک ہیں' اور ان کی سرحد ہمارے ماتحت کسی بھی دوسرے قبیلے کی نسبت پہاڑیوں میں بہت آگے تک بڑھی ہوئی ہے۔ جبکہ ان کا علاقہ کوہ سلیمان کے مشرق کی طرف زیادہ آگے تک نہیں۔ ان کے گیارہ قبیلے ہیں' جن میں سے درکانی' شیخانی' لاشاری' پتافی' جسکانی اور سزانی اہم ہیں۔ آخری چار حقیقی بلوچی ہیں اور

آخری تین رند' باقی کا قبیلہ حیدر آباد کے راجہ ھیم سین کے پوتے گوریش کی نسل سے بتایا جاتا ہے۔ بلوچیوں نے گوریش کو اپنا لیا تھا اور اپنے اندر ہی اس کی شادی کی (م۔ک پکولین کی رائے میں گوریش میر جلال خان کا پڑپوتا تھا۔ اور روایت کے مطابق گوریش کے چار بیٹے شیہک' ہوتو' خلیل اور علی تھے جن کی نسبت سے قبیلے کی چار بڑی شاخیں شیہکانی' ہوتوانی' خلیلانی اور الکانی بنیں۔ مترجم)۔کہتے ہیں کہ گوریش ہمایوں کے ساتھ دہلی گیا تھا اور واپس آکر اس نے اپنے بلوچ معتقدین کو جمع کیا اور پٹھان قابضین کو موجودہ گورچانی علاقوں سے باہر دھکیل دیا۔ یہ بات ناممکن نہیں ہے کہ لاشاری قبیلے کی ایک کافی بڑی تعداد' جنہیں گورچانی کے ساتھ اپنی وابستگی پر فخر نہیں' نے خود کو صرف لاشاری بتایا ہو اور لہٰذا وہ لاشاری قبیلے میں ہی شمار کرلئے گئے۔ سارے کا سارا درکانی اور نصف لاشاری ہماری سرحد سے پرے آباد ہے' اور قبیلے کے ساتھ اپنے تعلق کے واسطہ سے علاوہ ہمارے تابع نہیں۔ تمام قبیلوں میں سب سے زیادہ شورش پسند لاشاری ہے۔ اور پتیافی اور لاشاری قانون شکنی میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش میں رہتے ہیں۔ کچھ عرصہ قبل انہیں نئی زمینیں دی گئیں اور وہ مرحلہ وار آباد ہورہے ہیں۔ پتہ چلا ہے کہ گورچانی قبیلے میں 2600 جنگجو ہیں۔ ڈیرہ غازی خان کے علاوہ یہ پنجاب کے کسی اور علاقہ میں نہیں ملتے۔

تبی لنڈ (نمبر8)

یہ بھی کلیتا" ضلع ڈیرہ غازی تک ہی محدود اور گورچانی علاقہ میں ایک چھوٹے سے رقبہ پر آباد ہیں۔ وہ لنڈوں' رندوں اور کھوسوں پر مشتمل ہیں' ان سبھی کا تعلق رند نسل سے ہے۔ ان کی تعداد لنڈ قبیلے کی کل تعداد کا تقریباً دوتہائی ہے۔ یہ تینوں شاخیں حال ہی میں تبی لنڈ تمندار کی ماتحتی میں متحد تھیں۔ بدقسمتی سے اس قبیلے کی ظاہر کی گئی تعداد میں بدیہی طور پر سوری لنڈ بھی شامل ہیں' جن کا ذکر آگے آئے گا۔

لغاری (نمبر2)

گورچانی کی شمالی سرحد درۂ کوڑہ سے درۂ سخی سرور تک کے علاقہ (درے کے تھوڑا سا شمال کی طرف) پر آباد ہیں۔ وہ خالص رند نسل کے ہیں اور ان کی چار شاخیں ہدیانی' الیانی' .خلانی اور ہیبتانی ہیں۔ ان میں سے پہلی ہماری سرحد سے پرے کی پہاڑیوں میں آباد ہے

اور ہمارے راج کی ماتحت نہیں۔ یہ خانہ بدوش اور پرلے درجے کے چور اچکے ہیں (یا 1860ء میں تھے)۔ سردار کا تعلق الیانی شاخ سے ہے۔ ان کا صدر مقام چھوٹی زیریں ہے۔ کہا جاتا ہے کہ وہ ہمایوں کی ہمراہی کرنے کے بعد واپس آکر اس وقت موجودہ لغاری علاقہ میں آباد احمدانیوں کو بے دخل کرکے خود آباد ہوگئے تھے۔ قبیلے میں جنگجوؤں کی تعداد 5000 کے قریب ہے۔ ڈیرہ اسماعیل خان اور مظفر گڑھ میں بھی ان کی خاصی تعداد ملی، لیکن بیرونی کناروں کی یہ آبادیاں قبیلے کے ماتحت نہیں۔ سندھ کے تالپور سلاطین کا تعلق اسی قبیلہ سے تھا (12) اور صوبہ میں ابھی تک ایک کافی بڑی لغاری آبادی موجود ہے۔ یہ ممکن لگتا ہے کہ شمالی بلوچ قبائل کے اب سندھ میں پائے جانے والے متعدد نمائندے تالپور دور حکومت میں وہاں جانے والوں کی نسل ہیں۔

کھیتران (نمبر37)

ہماری سرحد سے باہر لغاری، کھوسہ اور لنڈ علاقہ کے پیچھے آباد یہ ایک خودمختار قبیلہ ہے۔ ان کا اصل مقام ڈیرہ اسماعیل خان کے قصرانی علاقہ میں وہوآ تھا، جہاں ان میں سے متعدد اب بھی قصرانی علاقہ اور دریا کی درمیانی زمین میں آباد ہیں۔ لیکن شہنشاہ اکبر نے قبیلہ کے مرکزی حصے کو باہر نکال دیا اور انہوں نے لغاری پہاڑیوں کی بارخان وادی میں پناہ لی، اور اب بھی آس پاس کے قطعات پر قابض اور لغاری سردار کو اپنا محافظ سمجھتے ہیں۔ وہ یقیناً خالص بلوچ نہیں (13) اور متعدد کا تعلق ابدالی کے مورث اعلیٰ ترین کے بھائی میانہ کی نسل سے ہے(جدول نمبر 6 میں نمبر 87 ملاحظہ کریں) اور کچھ صورتوں میں وہ پٹھانوں کے ساتھ اندرونی بیاہ نہیں کرتے۔ لیکن وہ شکل، عادات خصائل وغیرہ میں بلوچیوں سے بہت زیادہ مشابہہ ہیں۔ ان کی شاخوں کے نام بلوچی کیتی اصطلاح "آنی" پر ختم ہوتے ہیں اور وہ تمام عملی اعتبار سے اب بلوچ قبیلہ ہیں۔ ممکن ہے کہ وہ اصل میں حقیقی جٹ آبادی کی باقیات ہوں۔ وہ اپنی بولی کھیترانی بولتے ہیں جو سندھی سے کافی قریب انڈین لہجہ ہے، اور درحقیقت شاید زیریں وادی سندھ کے جاتکی لہجے کی ہی ایک صورت ہے۔ کھیتران تمام بلوچ قبیلوں کی طرح صلح جو، بہت بڑے کاشتکار اور "نسیجتا" انتہائی دولتمند ہیں۔ مردم شماری میں انہوں نے برطانوی علاقہ کے اندر اپنی تعداد مندرجہ ذیل لکھوائی:

علاقہ	پٹھان	بلوچی	کل
ڈیرہ اسماعیل خان	1324	340	1664
ڈیرہ غازی خان خان	32	246	278
کل صوبہ	1558	605	2163

موجودہ صورتحال میں یہ قبیلہ چار تمنوں پر مشتمل ہے' جن میں سے گنجورا اصلی کھیتران مرکز کا نمائندہ ہے' جبکہ ان کے ساتھ خود کو دودائی بلوچی کہنے والے دھاریوال یا چاچ (14) منسلک ہیں اور ان کے علاوہ حسانی جو ایک اہم بلوچ قبیلہ ہوا کرتا تھا اور جسے قلات کے عظیم خان' ناصر خان نے کچل دیا اور اس نے کھیتران میں پناہ لی۔ تاہم' اب وہ کھیتران سے تقریباً خودمختار ہیں۔ نسل کے اعتبار سے لودھی پٹھان ناہر یا بابر بھی کھیتران سے وابستہ ہیں۔

کھوسہ (نمبر6)

ان کا علاقہ لغاری اور قصرانی کے درمیان واقع ہے جسے لنڈوں کا علاقہ شمالی اور جنوبی حصے میں تقسیم کرتا ہے۔ یہ پہاڑیوں کے دامن سے لے کر تقریباً دریا پار تک پھیلے ہوئے ہیں۔ کہتے ہیں کہ اصل میں وہ کیچ میں آباد ہوئے تھے۔ لیکن جہاں تک پنجاب کا تعلق ہے تو بہاولپور کی ایک مخصوص تعداد کو چھوڑ کر وہ صرف ڈیرہ غازی خان میں پائے گئے' تاہم سندھ میں ان کے پاس وسیع اراضی ہے جو ہمایوں نے انہیں فوجی خدمات کے صلہ میں عطا کی تھی۔ وہ سرحد کے نہایت طاقتور قبائل میں سے ایک ہیں اور اپنے سردار کے مطیع نہیں۔ انہیں "بہادر ترین" "بلوچی" تسلیم کیا جاتا ہے۔ وہ حقیقی رند اور چھ تمنوں میں تقسیم ہیں۔ جن میں بیلانی (یا بلیلانی) اور عیسانی اہم ترین ہیں۔ موخرالذکر کھیتران تمن ہے۔ جو کھوسہ کے ساتھ منسلک ہے (15) دیگر چار میں بگیل' جندانی' جروار اور مہروانی شامل ہیں۔ سردار کا تعلق باتیل تمن سے ہے۔ منظم قبائل میں کھوسہ سب سے زیادہ محنتی اور اس کے ساتھ ساتھ ایک بدترین غیر قانونی کردار کا حامل تمن بھی ہے جس کا نمبر گورچانی کے بعد آتا ہے۔ 1859ء میں میجر پولاک (Pollock) لکھتے ہیں' "کوئی ایسا کھوسہ شاذونادر ہی ملتا ہے جو مویشی چوری کے جرم میں جیل نہ کاٹ چکا ہو' یا اس کا مستحق نہ

ہو۔ اور کوئی ایسا کھوسہ جس نے کوئی قتل نہیں کیا' یا اپنے ہمسائے کی بیوی کو ورغلایا نہیں' یا ہمسائے کے گھر کی حدود کو تباہ و برباد نہیں کیا وہ فیصلہ کن طور پر ایک زبردست نمونہ ہے۔" یہ بیان اب بھی زیادہ مبالغہ آمیز نہیں لگتا۔

لنڈ (نمبر49)

یہ کچھ عرصہ قبل اہمیت اختیار کرنے والا ایک چھوٹا سا قبیلہ ہے۔ اسے تبی لنڈ سے تمیز کرنے کے لئے سوری لنڈ بھی کہا جاتا ہے۔ ان کا علاقہ کھوسہ علاقے کو دو حصوں میں تقسیم کرتا ہے اور دریائے سندھ کے کنارے تک پھیلا ہوا ہے۔ یہ خالص بلوچی نہیں اور ان کی چھ شاخیں حیدرانی' بکرانی' زریانی' گرزوانی' نوہانی اور گورچانی ہیں' جن میں سے کوئی بھی اہم نہیں۔ جدولوں میں دی گئی اس قبیلے کی تعداد بدیہی طور پر تبی لنڈ (نمبر8) میں شمار کرلی گئی' لہٰذا وہ یقیناً بے معنی ہے۔

بزدار (نمبر22)

بزدار (یا بوزدار) ہماری سرحد سے پرے واقع قیصرانی علاقہ سے پیچھے ہے۔ وہ شمال میں درۂ سانگھڑ سے لے کر کھوسہ علاقہ اور جنوب میں کھیتران علاقہ تک آباد ہیں' اور ان کی مغربی سرحد پر بونی اور موسیٰ خیل پٹھان ہیں۔ مردم شماری کے وقت پنجاب میں ان کی تعداد جدول نمبر 4 میں دکھائی گئی ہے۔ تقریباً سبھی ضلع ڈیرہ غازی میں ہیں۔ یہ راجن پور کے نواح میں ادھر ادھر بکھرے دیہات اور لغاری قبیلہ میں آباد ہیں' اور آبائی قبیلہ کے ساتھ ان کا کوئی ربطہ نہیں۔ بزدار رندوں میں سے پھوٹے اور دولانی' لڈوانی (لدوانی)٬ غلامانی' چکرانی' سیمانی' شاہوانی' جلالانی' جافیرانی (جعفرانی) اور رستمانی قبیلوں میں تقسیم ہیں۔ یہ سرحد پار کے بیشتر قبیلوں سے زیادہ مہذب اور سب بلوچیوں میں کٹر ترین مسلمان ہیں۔ بلوچیوں کے برعکس یہ تلوار کی بجائے توڑے دار بندوق سے لڑتے ہیں۔ وہ بہت بڑے چرواہے ہیں اور کہتے ہیں کہ ان کا نام فارسی لفظ "بز" سے مشتق ہے' جس کا مطلب ہے بکری۔

قصرانی (نمبر16)

یہ انتہائی شمال کے قبائل میں سے ہیں جن کی سیاسی تنظیم بدستور قائم ہے۔ ان کا علاقہ دونوں ڈیرہ جات کی درمیانی سرحد کے دونوں طرف کا ہے' اور ہماری سرحد اور دامن کوہ پٹی کے اندر اور باہر دونوں پہاڑیوں تک محدود ہیں۔ ان کا نام کیزرانی یعنی خسروانہ لکھا جاتا ہے۔ یہ ایک غریب قبیلہ ہے اور سات قبیلوں میں تقسیم ہے: لشکرانی' خوبدین' بدانی' وسوانی' لغاری' جروار اور رستمانی۔ ان میں سے کوئی بھی اہم نہیں۔ یہ رند نسل سے ہیں اور ضلع ڈیرہ غازی خان سے پرے کے پنجاب میں کسی بھی تعداد میں نہیں ملے۔

نوتکانی (نمبر13)

صرف ڈیرہ غازی خان سے مخصوص قبیلہ ہے جو شمال میں سندھ اور شمالی کھوسہ اور قصرانی کے درمیان بسیط ہے۔ کبھی یہ قبیلہ کافی بارسوخ اور اہم تھا اور سارے سانگھڑ علاقہ پر اعلیٰ تر حقوق ملکیت رکھتا تھا' لیکن اب اس کی کوئی سیاسی تنظیم نہیں۔ رنجیت سنگھ دور کے ابتدائی ایام میں اس کا قبائلی وجود تباہ کر دیا گیا' لیکن یہ وقوعہ اتنا حالیہ ہے کہ قبیلہ ابھی تک اپنا قبائلی نظم اور نسل کی خصوصیات قائم رکھے ہوئے ہے۔

ڈیرہ غازی خان کے ٹوٹے ہوئے بلوچ قبائل:

اوپر گنوائے گئے قبائل صرف ہماری سرحد کے عین اوپر ملے ہیں' جن کی باقاعدہ قبیلوی تنظیم ہے لیکن اور بھی متعدد بلوچ قبائل ایسے ہیں جن کے پاس صوبہ کے جنوب مغربی اضلاع میں بہت بڑے علاقے ہیں اور چند ایک کی تعداد پنجاب میں کافی زیادہ ہے۔ اب ان کے زیر آباد گنجان علاقے مکمل طور پر انہی کے نہیں۔ جبکہ خود ڈیرہ جات میں بڑی حد تک اور اس سے باہر اور بھی زیادہ وہ اپنی مخصوص زبان اور عادات و اطوار سے محروم ہو گئے ہیں۔ اور انہیں جٹ آبادی سے ممیز کرنا بہت مشکل ہے جن میں وہ کم و بیش رل مل گئے ہیں اور نسل کے علاوہ بہت کم اختلاف رکھتے ہیں۔ ڈیرہ غازی خان کی زیریں زمینوں کے بلوچیوں کی تاریخ کا خاکہ اگلے پیراگراف میں مختصراً" پیش کیا گیا ہے۔ ان کے نہایت اہم قبائل رند (16) اور جتوئی (اگرچہ کسی سیاسی تنظیم کے بغیر اب بھی شکارپور اور دریائے سندھ کے درمیان سندھ میں ایک گنجان خطے پر بطور قبیلہ آباد ہیں) لاشاری (16)' گوپانگ'

گورمانی، مستوئی، حجانی، سنجرانی اور احمدانی ہیں۔ یہ دریائے سندھ کے کنارے پر بکھرے پڑے ہیں اور کچی یا زیریں دریائی خطے کے جتوں میں خلط ملط ہو گئے۔

ڈیرہ اسماعیل خان کے بلوچ قبائل:

میں پیچھے یہ کہہ چکا ہوں کہ ملک سہراب خان اور غازی خان کے تین بیٹوں، دودائیوں، نے ڈیرہ غازی خان، ڈیرہ اسماعیل خان اور ڈیرہ فتح خان کی بنیاد رکھی۔ لگتا ہے کہ دودائی کا قبیلوی نام جلد ہی ترک کر دیا گیا، یا شاید سربراہوں کا تعلق اپنے ماتحتین سے مختلف قبیلہ سے ہوگا، کیونکہ غازی خان کے اہل قبیلہ مقامی طور پر میرانی، اسماعیل خان کے ہوت اور فتح خان کے قلاچی کہلاتے ہیں۔ لگتا ہے فتح خان پارٹی نے کبھی کوئی اہمیت حاصل نہیں کی اور تقریباً شروع سے ہی ہوت کے ماتحت تھی۔ غازی خان کے ساتھ جسکانی آئے جنہوں نے بھکر سے اوپر دریائے سندھ کے اِس طرف (Cis-Indus) کے خطہ پر قبضہ کرلیا، جبکہ ہوتوں کے ساتھ کورائی آئے جن کا نام قدیم بلوچ شاعری میں ان کے ساتھ وابستہ رہا۔ "ہوت اور کورائی باہم ملے ہوئے ہیں، اور وہ رند کے برابر ہیں۔" کورائی کسی خودمختار حاکمیت کے تجربہ سے عاری نظر آتے ہیں۔ ہوت، میرانی اور جسکانی اپنی طاقت کے عروج پر تقریباً ساری وادی سندھ اور سندھ و چناب کے درمیان تھل، ضلع مظفر گڑھ کے مرکز سے خطہ کوہستان نمک تک محیط ہو گئے تھے۔ سانگھڑ اور لیہ کی جنوبی سرحد میرانی کی شمالی سرحد تھی، جبکہ دریائے سندھ نے ہوت کو جسکانی سے جدا کیا۔ سولہویں صدی کے دوسرے نصف میں ایک جسکانی اور غازی خان کے پیروکاروں میں سے ایک کی اولاد داؤد خان جنوب کی جانب بڑھا اور لیہ علاقہ کے بہت بڑے حصہ کو زیر کرلیا۔ اکبر نے ان کا قبیلہ منتشر کر دیا، لیکن سترھویں صدی کی ابتداء میں بلوچ خان کی زیرقیادت جسکانی کی آزادی تسلیم شدہ تھی۔ اور مندرانی، ممدانی، سرگانی، قندرانی اور ملیانی (جواب بھی لیہ اور بھکر تحصیلوں میں آباد ہیں) بلوچ خان سے ہی اپنا سلسلہ نسب جوڑتے ہیں۔ تقریباً 1770ء - 1750ء کے دوران احمد شاہ درانی کے خلاف جدوجہد میں کلہوروں یا سندھ کے سرائیوں کی حمایت کرنے والے میرانی کو جسکانی نے ڈیرہ غازی خان سے باہر نکالا۔ اور وہ لیہ کی طرف نکل گئے، جہاں ان میں سے متعدد اب بھی ملتے ہیں۔ اور چند برس بعد سندھ سے نکالے ہوئے کلہورے جسکانی حکومت

کو کچلنے کے لئے ہمیشہ سے شورش پسند سرگانی کے ساتھ مل گئے۔ تقریباً اسی دور میں گنڈا پور پٹھانوں نے شدید جدوجہد کے بعد ہوتوں کا تختہ الٹ دیا۔

جنوبی سرحد کے قیصرانی اور کھیتران کو چھوڑ کر ڈیرہ اسماعیل خان کے بلوچی اب زیریں زمینوں تک ہی محدود ہیں۔ بالائی پہاڑیاں پٹھانوں کے قبضہ میں ہیں۔ اہم قبیلے لاشاری، قلاچی اور جسکانی ہیں۔ ان کے بعد رند، لغاری، جتوئی، کورائی، چانڈیا، ہوت، گورمانی، پیتافی، گشکوری اور مہرانی آتے ہیں۔ پیتافی کے علاوہ آخری چار ایک طرح سے ڈیرہ اسماعیل خان تک ہی محدود نظر آتے ہیں۔

مظفر گڑھ کے بلوچ قبائل:

شاید کسی بھی اور ضلع کی نسبت مظفر گڑھ میں بلوچ جٹ آبادی میں سب سے زیادہ رل مل گئے ہیں، اور قبائلی نام محض مشترک نسل کی جانب اشارہ کرتا ہے۔ اس نام کی ملکیت میں شریک افراد کسی قسم کا قبیلوی ربط و ضبط نہیں رکھتے۔ بلاشبہ اس کی وجہ یہ ہے کہ بلوچ ہجرت کے بعد سے اس ضلع نے سیت پور کے لودھی، بہاولپور کے داؤ پوترا، ڈیرہ غازی کے مہرانی اور ملتان کے لنگاہ کے درمیان خط فاصل متشکل کرلیا ہے۔ گوپانگ، چانڈیا، رند، جتوئی اور کورائی کی تعداد سب سے زیادہ نظر آتی ہے۔ اس کے بعد لاشاری، ہوت، گورمانی، پیتافی، مشوری اور سرانی آتے ہیں، جن میں سے آخری دو بمشکل ہی کہیں اور ملیں گے۔

زیریں سندھ اور ستلج کے بلوچ قبائل:

بلوچیوں کی ایک خاصی بڑی تعداد بہاولپور اور ملتان میں زیریں دریائے سندھ اور ستلج کے ساتھ ساتھ پھیلی ہوئی ہے، اور خصوصاً اول الذکر کے ساتھ۔ ان میں اہم ترین رند، کورائی، گوپانگ، جتوئی، لاشاری اور ہوت ہیں جبکہ چانڈیا، کھوسہ اور دستی تعداد میں کم ہونے کے باوجود اہم ہیں۔

راوی، بالائی جہلم اور چناب کے بلوچ قبائل:

راوی کے بلوچ مرکزی طور پر منٹگمری اور جھنگ اضلاع کی "بار" میں ملتے ہیں، جہاں وہ اونٹ پالتے ہیں اور تھوڑی سی زمین پر کاشتکاری کرتے ہیں۔ یہ تقریباً مکمل طور پر جتوئی اور

رند پر مشتمل ہیں۔ رند کی کچھ تعداد اوپر لاہور تک نفوذ کر گئی ہے۔ یہ غالباً ان افراد کی اولاد ہیں جو میر چاکر کی قیادت میں ہمایوں کے ساتھ گئے اور اپنی خدمات کے صلہ میں منٹگمری میں زمین کا عطیہ حاصل کیا۔ جھنگ اور شاہ پور اضلاع میں چناب کے دائیں کنارے اور جہلم پر ملنے والے اہم قبائل رند' جتوئی' لاشاری اور کورائی ہیں۔

بلوچ قبائل کی نقل مکانی کا راستہ :

قبائل کی اصل جائے وقوع کے سوا میں کچھ نہیں جانتا اور جو معلومات حاصل کرنے میں کامیاب ہوسکا وہ "بلوچ کی قدیم تاریخ" کے زیرعنوان بیان کر چکا ہوں۔ لیکن ان کی موجودہ تقسیم کا مندرجہ بالا نقشہ ہمیں کچھ یقین کے ساتھ ان بعد والے راستوں پر چلنے کے قابل بناتا ہے جس سے ہو کر وہ اپنے موجودہ مساکن تک پہنچے۔ نوتکانی سمیت ڈیرہ غازی خان کے منظم قبائل پہاڑیوں کے مشرق میں دریا کی طرف جاتے ہوئے ملتے ہیں۔ اور لگتا ہے کہ ٹوٹے ہوئے قبائل میں سے چار انتہائی کم اہم مستوئی' حجانی' سنجرانی اور احمدانی نے یہی راستہ اپنایا۔ ڈیرہ اسماعیل خان اور مظفر گڑھ میں چند ایک لغاری اور بہاولپور میں چند ایک کھوسہ ملے۔ لیکن ان مستثنیات کے علاوہ متذکرہ بالا قبائل میں سے کوئی بھی پنجاب میں ضلع ڈیرہ غازی خان سے باہر نمائندگی نہیں رکھتا' ماسوائے قصرانی کے جس کا پہاڑی علاقہ ڈیرہ اسماعیل خان تک پہنچا ہوا ہے۔ دوسری طرف ڈیرہ غازی خاں کے ٹوٹے ہوئے تمام بڑے قبائل (نوتکانی کی واحد استثنٰی کے ساتھ' جو کچھ عرصہ پہلے تک منظم تھا) اور ابھی ڈیرہ اسماعیل خان میں نشاندہی کئے گئے چار قبائل کو چھوڑ پنجاب میں کوئی بھی تعدادی اہمیت رکھنے والے نہیں باقی تمام قبائل چونکہ دریائے سندھ کے زیریں بہاؤ پر بلا استثنٰی نہایت واضح طور پر ملے اور پہاڑی علاقہ میں بالکل نہیں' اس لئے لگتا ہے کہ وہ نیچے کی طرف وادی سندھ میں پھیل گئے۔ رند اور جتوئی وادی سندھ میں کثیر تعداد میں اوپر کی طرف آئے ہوئے لگتے ہیں اور بالائی سندھ' چناب' جہلم' راوی اور ستلج پر پھیل گئے۔ لاشاری اور کورائی نے کچھ کم تعداد میں انہی کا راستہ اختیار کیا اور وادی راوی سے بڑی حد تک دامن بچایا۔ چانڈیا' گوپانگ' ہوت اور گورمانی نے لگتا ہے کہ خود کو مرکزی طور پر وادی سندھ تک محدود کرلیا۔ چانڈیا ڈیرہ غازی خان میں نہیں بلکہ ڈیرہ اسماعیل خان میں

ملے۔ اس لئے ہو سکتا ہے انہوں نے بایاں کنارہ چھوڑ دیا ہو۔ بالکل اسی طرح ۔وت ہیں، لیکن اس کی وجہ یہ ہے کہ ڈیرہ اسماعیل خان میں ان کی مسند حکومت ہوا کرتی تھی۔ چار قبائل قلاچی، جسکانی، کشکوری اور مہرانی (جن میں سے آخری دو نسبتاً" غیر اہم ہیں) ڈیرہ اسماعیل میں ملے، اور پہلے تین کی تھوڑی سی تعداد مظفر گڑھ میں ہے، اس کے علاوہ کہیں بھی نہیں۔ جیساکہ "ڈیرہ اسماعیل خان کے بلوچ قبائل" کے ضمن میں کہا جا چکا ہے، جسکانی اور قلاچی لازماً" لیہ اور ڈیرہ فتح خان میں بطور قبیلہ اپنا ماخذ رکھتے تھے، جبکہ مہرانی ڈیرہ غازی خان سے وہاں آگیا۔ یہ امکان غالب نظر آتا ہے کہ کشکوری یا تو ضلع کے جنوب کی پہاڑیوں کے اس پار سے آئے یا کسی بڑے قبیلے کی مقامی ذیلی شاخ ہیں جس نے دریا کے ساتھ ساتھ معمول کا راستہ اپنایا۔ کورائی رند ہیں۔ گوپانگ اور دستی خالص بلوچ نہیں، لیکن کہا جاتا ہے کہ وہ رند کی جہاں گردی میں ان کے ہمراہ تھے۔

پٹھان (ذات نمبر 6)

پٹھانوں کے لئے اعداد و شمار اور کتابیات:

مردم شماری میں ہم نے ایسے افراد کو پٹھان شمار کیا جن کا پٹھان نسل سے ہونا کم سے کم مشکوک ہے، لیکن آئندہ صفحات میں زیر بحث اعداد و شمار عیاں کرتے ہیں کہ تناولی، جدون، دلزاک، تاجیک (تواجیک)، کھیتران جیسے قبائل اور حتیٰ کہ مغلوں نے خود کو پٹھان بتایا۔ میجر ویس (Wace) لکھتے ہیں: "گزشتہ تین سو برس کے دوران افغانوں کے پے در پے حملوں کا نشانہ بننے والے پنجاب کے مغرب اور شمال مغرب کے قبائل کو اپنے افغانی النسل ہونے کی تاریخ گھڑنے کی عادت پڑ گئی تاکہ اپنے ساتھ افغانیوں کے برے سلوک سے بچاؤ کر سکیں۔" اور جہاں یہ مقصد پیش نظر نہ تھا وہاں غالب نسل کے ساتھ قرابت داری کا دعویٰ کرنے کے عمومی رجحان نے بھی یہی صورتحال پیدا کی۔ مزید برآں، پشاور سرحد پر کچھ قبائل کا ماخذ مشکوک اور پٹھانوں کے ساتھ ان کا الحاق نامکمل ہے، لہٰذا انہوں نے پٹھان ہونے کا دعویٰ کر دیا جس کی اصل پٹھانوں نے برہمی کے ساتھ تردید کی۔ مسٹر تھاربرن

(Thorburn) نے بنوں سیٹلمنٹ رپورٹ کے دوران شجرۂ نسب بنائے اور جٹ قبیلوں کی جانب سے خود کو پٹھان درج کرانے کی کوششوں کے نتیجہ میں پیدا ہونے والے متعدد جھگڑوں کا ذکر کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں: "پٹھان علاقے میں جنم لینے اور پلنے بڑھنے والا کوئی بھی پست ذات آدمی اگر گھر سے دور کام کرتا ہے تو وہ بلاامتیاز اپنے نام کے ساتھ خان کا لفظ جوڑتا اور خود کو پٹھان کہتا ہے۔ اگر وہ پشتو بول سکتا ہے تو اس کا درجہ گر جاتا ہے اور اسی تناسب سے اس کا فخر بلند ہوتا ہے۔" اس کے باوجود خود کو پٹھان بتانے والوں کا ایک انبوہ کثیر غالباً" پٹھان ہی ہے' لہٰذا اعداد و شمار نسل کی عمومی تقسیم کو نہایت صاف طور پر پیش کرتے ہیں۔

دوسری بات یہ یاد رکھنی چاہئے کہ جو واقعی پٹھان ہیں اور جنہوں نے خود کو اسی طور درج کرایا' ان میں سے متعدد ہمارے راج کے تابع نہیں۔ پشاور سرحد کے برممند جیسے قبائل لازماً" خودمختار ہوتے ہوئے بھی ہماری سرحد کے اندر زمینوں کے مالک ہیں اور ان میں کاشتکاری کے لئے موسم سرما کے دوران بڑی تعداد میں نیچے آتے ہیں' جبکہ گرمیوں میں وہ اپنے آزاد علاقہ کی ٹھنڈی وادیوں میں لوٹ جاتے ہیں۔ اسی طرح ڈیرہ اسماعیل خان کے پاوندوں کی کثیر تعداد صرف موسم سرما پنجاب میں گزارتی ہے۔ لہٰذا ہماری پٹھان آبادی میں عارضی طور پر شامل ہو جانے والوں کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ (دیکھئے "ڈیرہ اسماعیل خان کے پٹھان قبائل")۔ اس کے علاوہ سرحد پار کی تقریباً تمام مقامی تجارت آزاد قبائل کے ہاتھ میں ہے جن کے ارکان اپنے تجارتی سامان کے ساتھ بہت بڑی تعداد میں ہمارے اضلاع میں آتے ہیں' جبکہ مردم شماری سے پہلے گزر چکی خشک سالی اور افراتفری نے متعدد پہاڑی افراد کو تلاش روزگار کے لئے اپنے اضلاع سے ان اضلاع میں آنا پڑا' خصوصاً بنوں سرحد پر' کوہاٹ میں تھل روڈ اور پشاور میں نہر سوات پر۔

جہاں تک علیحدہ قبائل کی تعداد کا معاملہ ہے تو چونکہ ان کی گروہ بندی میرے مرکزی دفتر میں نہیں ہوئی بلکہ یہ کام متعدد سرحدی اضلاع کے ڈپٹی کمشنروں نے (کم از کم اپنے اپنے اضلاع کے لئے) سرانجام دیا۔ تاہم دوسری صورت میں ممکن درستگی سے کہیں زیادہ درستگی حاصل کی جا سکتی تھی۔ لیکن چند اضلاع سے موصول ہونے والی قبائل کی فہرستیں (جن کی بنیاد پر جدول بندی کے لئے قبیلوں کا انتخاب کیا گیا تھا) کچھ اعتبار سے بہت غیر

درست اور درجہ بندی بہت زیادہ ناقص تھی، برطانوی علاقہ میں کافی تعددی اہمیت کے حامل قبائل کو چھوڑ دیا گیا، پنجاب میں نمائندگی رکھنے والے سرحدی قبائل معدودے چند افرادی تعداد میں شامل تھے، اور قبائل، قبیلے اور چھوٹے گروپ الٹ پلٹ درجہ بندی کی مجموعی بے ترتیبی میں باہم خلط ملط تھے۔ اسی طرح مختلف قبیلوں میں ایک ہی قبیلے کے نام کا بار بار آنا غلطی کی ایک اہم وجہ تھی۔ ایسے نام مثلاً دولت خیل، فیروز خیل، عثمانزئی اور محمد زئی متعدد علیحدہ علیحدہ قبائل میں بار بار نظر آئے۔ اور جہاں پر ذیلی تقسیم کے درجہ بند اندراج میں قبیلے کی تخصیص نہیں تھی، وہاں کوئی قطعی درجہ بند کرنا ممکن نہیں تھا۔

بحیثیت مجموعی پٹھان قوم کے موضوع پر بہترین مستند اشیاء ڈورن (Dorn) کی ترجمہ کردہ "ہسٹری آف افغانز" (اورینٹل ٹرانسلیشن کمیٹی، لندن 1829) از نیامت اللہ، پرسٹلے (Priestly) کی ترجمہ کردہ "حیات افغانی"، جس کا نام "Afghanistan and its inhabitants (Lahore, 1874)" ہے، الفنسٹن (Elphinstone) کی "کابل" اور بیلیو (Belllew) کی "Races of Afghanistan" ہیں۔ بیلیو کی "یوسف زئی"، پلاؤڈن (Plowden) کی ترجمہ کردہ "کلید افغانی" اور شمالی سرحدی اضلاع کی سیٹلمنٹ رپورٹیں پٹھانوں کے بارے میں مکمل معلومات فراہم کرتی ہیں، اسی طرح میک گریگر کا "Gazettier of N.W.Frontier" اور پیجٹ (Paget) کی "Expeditions against the N.W.Frontier Tribes" بھی معلومات افزاء ہیں۔

پٹھانوں کا تعارف:

ایک حقیقی پٹھان شاید ان تمام نسلوں میں سب سے زیادہ وحشی ہے جن سے پنجاب میں ہمارا سابقہ پڑا۔ اس کی زندگی خانہ بدوش قبائل جتنی قدیم نہیں، لیکن وہ خون کا پیاسا، ظالم اور پرلے درجہ کا انتقام پرور ہے: اسے یہ معلوم نہیں کہ سچائی یا عقیدہ کیا چیز ہے، حتیٰ کہ اسکے پڑوس میں "افغان بے ایمان" کا مقولہ عام ہے۔ اگرچہ وہ ایک طرح کی ہمت سے عاری نہیں اور اکثر و بیشتر حیرت انگیز طور پر اپنی زندگی سے بے پروا ہوتا ہے، لیکن وہ ایسے دشمن کا سامنا کرنے سے نفرت کرتا ہے جس کو پیچھے سے چھرا گھونپ سکتا ہو، اور اگر اس دشمن سے فائدہ ملنے کی توقع ہو تو اس سے برابری کی سطح پر ملتا ہے، تاہم کینہ کے ساتھ۔

پٹھان کو خود اس کے منہ سے ہی مجرم قرار دلوانا آسان ہے۔ اس کے کچھ مقولے مندرجہ ذیل ہیں : "پٹھان کی دشمنی اپلوں کی آگ کے مانند اندر ہی اندر سلگتی رہتی ہے" ----- " ایک خالہ زاد کا دانت اپنے خالہ زاد پر ہی ٹوٹتا ہے" ----- "اپنے کزن کو غریب رکھو، لیکن اس سے فائدہ بھی اٹھاؤ" ----- "جب کزن بچہ ہو تو اس سے کھیلو اور جب وہ بڑا ہو جائے تو اس سے لڑو" ----- "اپنے دشمن کے ساتھ اچھے الفاظ نرم لہجے میں استعمال کرو، دھیرے دھیرے اس کی جڑیں اور شاخیں تباہ کر ڈالو۔" (17) اس کے ساتھ ساتھ وہ ایک ضابطہ تعظیم پر سختی سے عمل پیرا ہے اور جسے وہ غرور کے ساتھ "پختون والی" قرار دیتا ہے۔ یہ ضابطہ اس پر تین اہم فرائض لاگو کرتا ہے : "ناناوا تی" یا پناہ کا حق، جو اسے اس بات پر مجبور کرتا ہے کہ وہ بطور ملتجی آنے والے ہر شخص کی حفاظت کرے، چاہے وہ اس کا دشمن ہی کیوں نہ ہو۔ "بدل" یا انتقام کے تحت بدلہ لینا، اور "میلمستیا" یا باہر سے آنے والے ہر اس شخص کو کھلے دل کے ساتھ خوش آمدید کہنا جو اس کا مہمان بننا چاہتا ہو۔ ان تینوں میں سے آخری شاید سب سے زیادہ عظیم ہے۔ اور پٹھان، خصوصاً سرکردہ افراد، کے بارے میں ایک قسم کی کشش ہے جو کسی کو اس کی دھوکے باز فطرت تقریباً بھلا دیتی ہے۔ جیسا کہ ایک کہاوت ہے ----- "پٹھان ایک لمحے ولی ہے اور اگلے لمحے شیطان۔" کئی صدیوں سے کم از کم ہماری سرحد پر وہ کسی شخص کے ماتحت نہیں رہا۔ وہ ایک جنگلی، آزاد، مستعد زندگی اپنے پہاڑوں کی کرخت صیانت میں بسر کرتا ہے، اور وہاں طاقت کے بل پر اس کے آزاد رہنے سے متعلق ایک جذبہ انڈیا جیسے کسی ملک میں فرحت بخش ہے۔ پٹھان انتہائی پرجوش، متعصب، نقوش بالعموم سامی طرز کے ہیں۔ اس کے تیل میں چپڑے ہوئے بال کندھوں پر لٹوں کی صورت میں لٹکتے رہتے ہیں۔ (18) وہ ڈھیلا ڈھالا پٹی دار کوٹ، تھیلا نما زیرجامہ، ایک چادر یا کمبل، چپل اور بھیڑ کی کھال کا کوٹ (جس کے اندر اون لگی ہوتی ہے) پہنتا ہے۔ گہرا نیلا رنگ اس کا پسندیدہ ہے (19) لمبا وزنی افغانی چھرا اور توڑے دار بندوق یا جزیل اس کے قومی ہتھیار ہیں۔ پٹھان عورتیں ایک ڈھیلی سی شفٹ (دوشالہ) اور ٹخنوں تک پہنچتا ہوا چوڑے گھیر والا چنٹ دار زیرجامہ پہنتی اور سر پر چادر لیتی ہیں۔ انہیں حسد کے ساتھ اصولی طور پر خانہ نشین رکھا جاتا ہے۔ مرد اور عورت دونوں کافی غلیظ ہیں۔

سرحدی سطح مرتفع کے درمیان اپنے گھر میں پٹھان اس طرز کا ہے۔ لیکن ہمارے

علاقے کا پٹھان ہمارے راج اور میدانوں کی زراعتی زندگی کی بدولت کافی حد تک نرم مزاج ہوگیا ہے' حتیٰ کہ وہ پہاڑی پٹھانوں کو بنظر تحقیر دیکھتا ہے۔ اور ان کا ایک مقولہ ہے ---- " پہاڑی آدمی' آدمی ہی نہیں" ---- اور "جڑی بوٹیوں کو گھاس اور پہاڑیئے کو انسانوں میں شمار نہ کریں۔" پٹھان سرحد کے جتنا زیادہ نزدیک ہوتا جاتا ہے اتنی زیادہ اس کی اپنی اصل فطرت سے مشابہت ہوتی جاتی ہے۔ جبکہ دریائے سندھ کے اس طرف' حتیٰ کہ لب دریا بھی' اس کے پاس اپنی زبان اور نہ ہی کوئی اور ایسی خصوصیت ہے جو اسے ہم مذہب پڑوسیوں سے ممیز کر سکے۔ پٹھان لوگ احترام نسواں سے حد درجہ جلتے ہیں اور ان کے زیادہ تر خونیں جھگڑے (جوان کا طرۂ امتیاز ہیں) عورت کی وجہ سے ہی ہوتے ہیں۔ بطور نسل وہ اپنی عورتوں کو سختی سے خانہ نشین رکھتے ہیں' لیکن زیادہ غریب قبائل اور تمام قبائل کے زیادہ غریب ارکان غربت کے ہاتھوں ایسا نہیں کر پاتے۔ ہمارے علاقہ میں اگر کسی عورت کو بدکاری کرتے ہوئے پکڑ لیا جائے تو اس کی ناک کاٹ دی جاتی ہے' اور ایک پٹھان عورت کو بے پردہ کرنے کے لئے یہ کہنا ایک پسندیدہ مذاق ہے کہ "تمہاری تو ناک ہی نہیں!" پٹھان خالص طور پر دروں زواجی کا دکھاوا کرتا ہے اور سرحد سے پرے وہ واقعی ہے بھی' ماسوائے غریب طبقات کے۔ اس کے ساتھ ساتھ دریائے سندھ سے پرے پٹھان عورتوں کی اگر شادی ہوتی ہے تو صرف پٹھان سے۔ وہ اسلام کی حدود و قیود سے گریز کرتے ہوئے صرف بہت قریبی رشتہ داروں میں دروں زواجی کرتے ہیں۔ ان کا قانون وراثت شرعی نہیں قبائلی ہے جس کا مقصد جائیداد کو جدی نسل میں ہی محدود رکھنا ہے۔ تاہم' چند ایک زیادہ پڑھے لکھے کنبوں نے کچھ عرصہ سے اسلامی قانون کی پیروی شروع کر دی ہے۔ ایک قبیلے سے دوسرے قبیلے میں ان کی سماجی روایات بہت زیادہ بدلتی ہیں' یا یوں کہنا شاید زیادہ مناسب ہوگا کہ قوم کے زیادہ وحشی سے زیادہ مہذب حصوں میں (20) ہماری سرحد کے اوپر اور اس سے پرے کے پٹھان مورچہ بند گھروں میں رہتے ہیں جن کے ساتھ اہم دفاعی جگہوں پر پتھر کے مینار ہیں۔ یہ مینار باشندوں کی پناہ گاہ اور واچ ٹاور کا کام دیتا ہے۔ پہاڑیوں میں سے نیچے کے میدانوں پر دھاڑیں آج بھی عام ہیں' اور سندھ سے پرے کے لوگ (حتیٰ کہ برطانوی علاقہ میں بھی) گاؤں کی دیوار سے باہر شاذ و نادر ہی سوتے ہیں۔

پٹھانوں کی تقسیم جدول نمبر 2 میں دکھائی گئی ہے۔ وہ دریائے سندھ کے مغرب میں

تحصیل ڈیرہ غازی خان کے جنوب تک کے سارے خطہ کی ایک ممتاز نسل ہیں۔ تحصیل ڈیرہ غازی خان پٹھانوں کو بلوچیوں سے مبہم طور پر جدا کرتی ہے۔ دریائے سندھ کے اس طرف وہ ہزارہ اور راولپنڈی کے علاقہ چھچ کے کافی حصے پر آباد ہیں' دریائے سندھ کے بائیں کنارے پر کوہستان نمک تک ان کی کافی آبادیاں ہیں اور بھکر کا شمالی حصہ "تھل" بھی ان کا ہے۔ علاقائی اعتبار سے ان پٹھان علاقوں کے علاوہ صوبہ میں متعدد پٹھان آبادیاں بکھری پڑی ہیں' جن میں سے زیادہ تر ان افراد کی اولادیں ہیں جو دہلی کی پٹھان سلطنت کے دوران صاحب اختیار ہوئے اور مالیہ وصول کرنے کا عطیہ حاصل کیا جسے ان کے بچوں نے اپنے پڑوسیوں کے خسارہ پر 18ویں صدی کی افراتفری میں اکثر بڑھایا۔

پٹھان کا ماخذ:

افغان خاص پہلے یہودی بادشاہ سال یا سارل کی نسل سے ہونے کے دعویدار ہیں اور مستندات کا زور ان کے سامی ماخذ کے حق میں ہے۔ پشاور سیٹلمنٹ رپورٹ کے باب نمبر VI اور ڈاکٹر بیلیو کی "ریسز آف افغانستان" (21) میں ان کی نسل کے سوال پر بحث کی گئی اور حوالے دیئے گئے ہیں۔ مسٹر تھاربرن ان کے یہودی ماخذ کی حمایت میں رقمطراز ہیں' "خالص ترین خون والے قبائل میں کچھ مخصوص روایات بدستور ہیں: مثلاً جانور کو ذبح کر کے اس کا خون گھر کی دہلیز پر بہانا جیسی عید فصح کی رسم تاکہ خدائی قہر سے محفوظ رہا جائے' اسی طرح بھینٹ کرنا' توہین رسالت کرنے والوں کو سنگسار کرنا' مخصوص عرصہ بعد زمین کی تقسیم کاری وغیرہ۔" اور یہ نکتہ اٹھاتے ہیں کہ یہودی نسل کی روایت سے انکار کرنے والے بیشتر عالم افغانی لوگوں کے ساتھ کوئی ذاتی قرابت نہیں رکھتے۔ بتایا جاتا ہے کہ خاص پٹھان خود کو انڈین پٹھان (جو خاص ہے) اور غلزئی (جو غالباً ترک اور ایرانی نسل کا ملغوبہ ہے) سے ممیز کرنے کے لئے "بنی افغان" اور "بنی اسرائیل" کہتا ہے۔ ان تینوں کی مشترکہ زبان پشتو واضح طور پر قدیم فارسی نسل ہونے کی وجہ سے آریائی ہے۔

پٹھان قوم کے ماخذ اور تشکیل دونوں کے بارے میں آراء بہت زیادہ متضاد ہیں۔ بہت سوں کا یہ خیال ہے کہ اصلی افغان اور پٹھان کے ماخذ میں کوئی فرق نہیں' تاہم یہ کہنے والے زیادہ تر ہماری سرحد کے افسر ہیں جن کا اصلی افغانوں سے واسطہ نہیں پڑا۔ تاہم

میرے لئے کوئی نظریہ اپنانا ضروری تھا جس کی بنیاد پر میں قبائلی گروہ بندی کرتا۔ میں نے مسٹر .بیلیو کو رہنما تسلیم کیا ہے۔ پنجاب کی سرحد کے ساتھ فرق میں افغانستان کے افغانوں سے متعلق ان کا علم (اور خصوصاً" قوم کی قدیم تاریخ کا) اس مسئلے پر بات کرنے والے کسی بھی دوسرے مستند شخص کی نسبت کافی زیادہ ہے۔ ڈاکٹر .بیلیو کی رائے کے مطابق پٹھان قوم کی تشکیل اور قدیم تاریخ پر ذیل میں بات کی گئی ہے۔ بہرحال افغانوں اور خاص پٹھانوں کا ماخذ چاہے کچھ بھی ہو، لیکن جس قوم پر آج یہ دو نام بلا رو و رعایت بالترتیب فارسی اور پشتو میں لاگو ہوتے ہیں، (اور جو مغرب میں ایرانی سلطنت، مشرق میں ہندوستان، شمال میں منگول اور جنوب میں بلوچ کے درمیانی پہاڑی علاقوں پر آباد ہے) اس وقت متعدد مختلف النسل قبائل پر مشتمل ہے۔ وہ بلا استثنیٰ مسلمان ہیں اور زیادہ تر سنی فرقہ کے کٹر پیروکار ہیں۔ انہیں شیعوں سے نفرت ہے اور انہیں اذیتیں دیتے ہیں، یا جیساکہ وہ خود کو رافضی (Rafazi) کہتے ہیں۔ (22)

پٹھانوں کی قبائلی تنظیم:

بلوچیوں کی نسبت پٹھانوں کے درمیان قبیلہ اپنی تشکیل میں غالباً" کہیں زیادہ متجانس ہے۔ سید، ترک و دیگر قبیلے وقتاً" فوقتاً" اس کے ساتھ منسلک ہوتے رہے، لیکن اصولی طور پر بیرونی نسل کے افراد نے اپنی قبائلی انفرادیت قائم رکھی، اور ان قبائل کے ساتھ بطور محض ہی تعلق قائم کیا جن میں وہ آکر آباد ہوئے۔ انہوں نے خود کو ان میں ضم نہیں کر دیا۔ تب بھی وہ بالعموم عورتوں کی طرف سے پٹھان نسل ہونے کے دعویدار ہیں اور کوئی قبیلہ عام طور پر کم از کم نظریہ میں ایک مشترک مورث اعلیٰ کی نسل ہے۔ "بلوچیوں کی قبائلی تنظیم" کے ضمن میں بیان کی گئی "ہمسایہ" روایت پٹھانوں میں بھی رائج ہے جس کے تحت قبیلہ اپنے ساتھ آکر بس جانے والے غیروں کو تحفظ فراہم کرتا ہے، تاہم پٹھانوں میں اس روایت کے تحت اپنے ساتھ آ بسنے والے کسی اور قبیلہ کے خاندانوں کی حفاظت تو کی جاتی ہے لیکن یہ اقدام خصوصاً تاجروں، خدمتگاروں اور بیرونی نسل کے دیگر حاشیہ نشینوں تک محدود ہے، جن کی حفاظت تو کی جاتی ہے لیکن قبیلے میں شامل نہیں کیا جاتا۔ چنانچہ اتمانزئی کے کسی گاؤں میں رہنے والا ایک لوہار اپنے قبیلے کا نام اتمانزئی بتائے گا، لیکن اس

کی ذات بلاشبہ لوہار ہی رہے گی۔ پٹھان قوم نسلیاتی اعتبار سے چند بڑے بڑے حصوں میں تقسیم ہے جن کا کوئی مشترکہ وجود نہیں' اور اب قبیلہ ایک عملی اکائی ہے۔ تاہم' مشترک نام اور مشترک نسل کی روایت لوگوں کے حافظے میں اب بھی محفوظ ہیں۔ قبیلے کا ہر حصہ' چاہے وہ کتنا ہی چھوٹا ہو اپنا سربراہ رکھتا ہے جس کا خصوصی پٹھان لقب "ملک" ہے۔ تمام میں تو نہیں البتہ بیشتر قبائل میں ایک خان خیل یا سردار خانہ ہوتا ہے' (بالعموم قبیلے کی سب سے پرانی شاخ) جس کا ملک بطور خان جانا جاتا ہے اور سارے قبیلے کے سردار کی حیثیت میں عمل کرتا ہے۔ لیکن کبھی کبھار وہ دوسروں کے ساتھ معاملات طے کرنے میں ان کے نمائندہ سے زیادہ جنگی قائد ہوتا ہے۔ اس کے پاس اثرورسوخ طاقت سے زیادہ ہے' اور حقیقی حاکیت جرگہ کے پاس رہتی ہے جو تمام ملکوں پر مشتمل ایک جمہوری مجلس مشاورت ہے۔ قبیلہ کئی تبیلچوں میں تقسیم ہے اور تبیلچے مزید چھوٹے فرقوں میں۔ قبیلہ' تبیلچہ اور فرقہ سب ایک ہی انداز میں لفظ "زئی" یا "خیل" کے اضافہ کے ساتھ مشترک مورث اعلیٰ کے نام سے منسوب آبائی لقب سے ممتاز ہوتے ہیں۔ "زئی" پشتو کے لفظ "زوَ" یعنی بیٹا کی بگڑی صورت' جبکہ "خیل" ایک عربی لفظ ہے جس کا مطلب تنظیم یا جماعت ہے۔ دونوں اصطلاحات چھوٹی اور بڑی دونوں شاخوں کے لئے بلاامتیاز استعمال ہوتی ہیں۔ مزید بر آں' نسلیاتی درجگی کا کسی قبیلے یا تبیلچے کو تفویض کردہ لقب اکثر و بیشتر اس سے بہت مختلف ہے جس کے ذریعہ یہ عملی مقاصد کے لئے جانا جاتا ہے۔ لوگ کسی ایسے کم پرانے مورث اعلیٰ کے نام سے پکارے جانے کو ترجیح دیتے ہیں جس نے مقامی طور پر شہرت حاصل کی ہو۔ سرحدی قبیلہ چاہے ہماری سرحد کے اندر یا اس سے باہر ہو وہ تقریباً بلا استثنیٰ ایک نہایت ممتاز مشترک وجود کا حامل ہے۔ ہر قبیلہ اور قبیلے کے اندر ہر تبیلچہ واضح طور پر طے شدہ خطہ یا علاقہ رکھتا ہے۔ تاہم' وادی سندھ میں اکثر و بیشتر و علاقے کے قابضین کی بجائے محض مالک ہیں۔ زمین اور چھوٹے گاؤں وسیع پیمانے پر ہندو نسل کی مخلوط آبادی کے ہاتھوں میں ہیں۔ یہ آبادی پٹھانوں کے اعلیٰ ترین حقوق کے تحت کھیتی باڑی کرتی ہے۔ پٹھانوں نے انہیں "ہندکی" کے نسلیاتی اور نیم متکبر نام کے تحت اپنے میں شامل کیا ہے۔ "ہندکی" کی اصطلاح بلوچ سرحد کے جٹ سے بہت زیادہ مماثل ہے اور اس میں وہ تمام مسلمان شامل ہوتے ہیں جنہوں نے ہندو نسل سے ہوتے ہوئے نسبتاً حالیہ وقت میں اسلام قبول کیا ہے۔(23)

پٹھان قوم کی تشکیل:

انڈیا کے مقامی باشندے پٹھان اور افغان کے الفاظ بلاامتیاز یہاں زیربحث قوم کی طرف اشارہ کرنے کے لئے استعمال کرتے ہیں۔ (24) اصلی افغان غالباً" یہودی یا عرب نسل ہیں' اور وہ' ایک انڈین نسل کے قبیلہ (جس میں وہ عرصہ پہلے مل جل گئے تھے) کے ساتھ اب بھی خود کو بطور حقیقی افغان یا احمد شاہ درانی کے عروج کے بعد سے بطور درانی (25) ممیز کرتے ہیں اور غیر درانی پشتو بولنے والوں کو اوپرا (پرایا) شمار کرتے ہیں۔ لیکن انہوں نے کچھ عرصہ قبل افغانستان کا نام اپنے نام پر رکھا ہے (جس کا نام پہلے خراسان تھا) اور اب وہاں پر ایک سو سال سے زائد عرصہ تک حکومت کر چکے ہیں۔ یہ ملک شمال میں آکسس (Oxus - اس کا نام دریائے آمو اور جیحون بھی ہے۔ یہ سطح مرتفع پامیر میں سے گزر کر ارال جھیل میں گرتا ہے' مترجم) جنوب میں بلوچستان' مشرق میں سندھ کے وسطی بہاؤ اور مغرب میں صحرائے فارس سے حد بند ہے۔ جس طرح 17ویں صدی کے آغاز میں انگریز اور سکاچ آئرس کے درمیان آباد ہوئے' اندرونی شادیاں کیں اور اب آئرش کہلاتے ہیں (اگرچہ آبادی کا ایک انتہائی مختلف حصہ ہیں) بالکل اسی طرح افغانستان کے تمام باشندے اب عام محاورہ میں بطور افغان جانے جاتے ہیں۔ ان میں خاص افغان' خاص پٹھان' غلزئی' تاجیک اور ہزارہ نسلیں شامل ہیں۔ ان کے علاوہ کم اہم قبیلے بھی ملک کی حدود پر رہتے ہیں۔

اصل پٹھان بدیہی طور پر انڈین ماخذ سے ہیں۔ ان کی زبان کو پشتو یا پختو کہا جاتا ہے اور وہ خود کو پختان (یا پختو بولنے والے) کہتے ہیں۔ یہی لفظ انڈین زبان میں بگڑ کر "پٹھان" بن گیا۔ عیسوی صدیوں کے آغاز میں وہ تمام کوہ سفید اور شمالی کوہ سلیمان پر آباد تھے' سندھ سے لے کر دریائے سوات کے منبع تک اور جلال آباد سے لے کر پشین اور کوئٹہ تک۔ افغان اور غلزئی ان کے علاقہ میں پھیل گئے اور ان کی زبان و روایات اپنا لیں۔ جس طرح انگلش بولنے والے آئرش سکاچ اور ویلش (ولندیزی) عام طور پر انگریز کہلاتے تھے' اسی طرح پختو زبان بولنے والے سب لوگ پٹھان کے نام میں شامل ہوگئے۔ چنانچہ افغان اور

غلزئی اپنی زبان کے کارن پٹھان ہیں' تاہم ان کا ماخذ پٹھان نہیں۔ اپنی فارسی بولی کو قائم رکھنے والے تاجیک اور ہزاروی پٹھان نہیں' جبکہ یہ پانچوں علاقائی لحاظ سے افغان ہیں' اگرچہ ان میں صرف ایک افغانی نسل ہے۔

افغانوں کی قدیم تاریخ:

جو مختلف قبائل افغان قوم کی ترکیب میں شامل ہیں ان کے ماخذ اور قدیم تاریخ پر اہم محققین میں بہت زیادہ اختلاف رائے ہے۔ ذیل میں پیش کئے جانے والے مختصر تذکرے میں میں ڈاکٹر بیلیو کی رائے پر عمل پیرا ہوں کیونکہ یہ ایک آسان ترین انداز عمل رکھتی ہے' جس کی بنیاد پر ان قبائل کی تفصیل پیش کی جائے گی۔ لیکن اس بات پر شبہ کیا جا سکتا ہے کہ پٹھان خاص اور افغان خاص کے درمیان جس امتیاز پر انہوں نے اس قدر پرزور اصرار کیا ہے وہ واقعی وجود بھی رکھتا ہے یا نہیں' یا لوگ اسے تسلیم کرتے ہیں یا نہیں جبکہ اس قوم کے کسی بھی حصے کا یہودی ماخذ سب سے زیادہ غیریقینی ہے۔ لیکن قوم کی قبائل میں تقسیم' ان قبائل کی اندرونی قرابت داریاں اور ان کی آوارہ گروہوں کا عمومی بیان سب کچھ ناقابل سوال ہیں' اور ان کو بیان کرنے والے کلیوں میں میں نے انہیں صرف رابطے کی کڑیوں کے طور پر قبول کیا ہے جو انہیں ایک متواتر کہانی میں باندھ دے گی۔ اپنا سلسلہ نسب و نام افغانہ سے ملانے والے کہتے ہیں کہ بخت نصر (ساحر عظیم) انہیں شام لے گیا اور میڈیا اور فارس میں آباد کیا (بنیامین بن یعقوب کی اولاد میں ایک بیٹا قیس یا کیش تھا جس کو والد اور چچا سے ورثہ میں صرف چار بھیڑیں ملیں۔ قیس کا ایک بیٹا سارل نام کا تھا' لیکن بوجہ طویل القامتی سب اسے طوالوت یعنی طالوت کہتے تھے۔ اس نے لوی قبیلے کی دو خواتین سے شادیاں کیں۔ ایک بیوی سے بیٹی ہوئی جس کو اس نے بارہ بیٹوں کے خاندان میں سب سے چھوٹے داؤدؑ سے بیاہ دیا۔ داؤدؑ نے عمالقہ قبیلے سے جنگوں میں ایسے کارنامے دکھائے کہ اسے ریاست کا مدارالمہام بنا دیا گیا۔ وہی سارل کا جانشین ہوا۔ سارل کی وفات کے بعد انہی دو بیویوں میں سے بیک وقت دو بیٹے برقیہ اور ارمیہ پیدا ہوئے۔ داؤدؑ نے ان دونوں بیٹوں پر مہربانی کرتے ہوئے انہیں ایک ایک قبیلہ کی سرداری سونپی۔ ان کی شجاعت دیکھ کر داؤدؑ نے انہیں مزید ترقیاں دیں۔ برقیہ وزیراعظم بنا اور ارمیہ سپہ سالار۔ دونوں کے ہاں

ایک ایک بیٹا پیدا ہوا۔ برقیہ کے ہاں آصف اور ارمیہ کے ہاں افغانہ۔ اپنے اپنے والدین کی وفات کے بعد دونوں سلیمان بن داؤد کے دور میں انہی مناصب جلیلہ یعنی بالترتیب وزیر اعظم اور سپہ سالاری کے عہدہ پر فائز ہوئے۔ افغانہ نے بیت المقدس ----- یروشلم ---- کی تعمیر، جو داؤدؑ نے شروع کی تھی، بھی مکمل کروائی۔ آصف کے ہاں اٹھارہ اور افغانہ کے ہاں چالیس لڑکے پیدا ہوئے۔ مصنف نے ارمیہ کو یرمیاہ اور سارل کو ساؤل لکھا ہے۔ (یہ تفصیل ایڈورڈ آلیور کی کتاب "پٹھان اور بلوچ" سے لی گئی جس کا ترجمہ انور رومان نے کیا۔ مترجم۔) پھر وہ لوگ مشرق کی جانب کوہستان غور (بنو آصف) اور جدید ہزارہ کے علاقہ میں ہجرت کر گئے۔ اسی دور میں ان کا ایک حصہ عرب چلا گیا کہ داؤد و سلیمان کا معبد کھو کر انہیں خانہ کعبہ پر مرتکز و معتکف رہنا چاہئے۔ یوں وہ مکہ کے قرب و جوار میں بس گئے۔ سلیمانی دور کے پندرہ سو برس بعد آنحضورؐ کا نور نبوت طلوع ہوا۔ نبوت کے نو سال بعد ایک اسرائیلی خالد بن ولید سیف اللہ (جو مسلمان ہوگئے تھے اور ان کی اولاد خالدی افغان کہلاتی ہے۔ بنگش قبیلہ انہی کا مظہر ہے۔) نے کوہستان غور کے افغانوں کو بذریعہ مراسلہ آنحضورؐ کے ظہور کی خبر دی۔ اس خط کے بعد غور کے کئی سردار مدینہ کو روانہ ہوگئے۔ انہی میں سب سے طاقتور افغان سردار قیس شامل تھا جس کا شجرۂ نسب 37 ویں درجے پر سارل، 45ویں پر ابراہیمؑ اور 600 ویں تیسرے درجے پر حضرت آدمؑ سے ملتا ہے۔ ان کے پہنچنے کے فوراً بعد ہی حضرت خالد (خلیل) کے توسط سے دربار رسالت میں پیش ہوئے اور ایمان لائے جنہوں نے انہیں بے شمار دعائیں دیں (ان کے عبرانی ناموں کی بجائے عربی نام بھی رکھے۔ قیس عبدالرشید ہوگیا اور موروثی لقب مستقلاً" تفویض کردیا)۔ وقت رخصت آپؐ نے قیس کو پٹھان کا لقب عطا فرمایا جس کا سریانی زبان میں مطلب "پتوار" ہے، گویا ایک تشبیہ (بموجب وحی جبرائیل) دی کہ قیس دین میں اپنے ہموطنوں کی رہنمائی کریں گے اور جہاز خلائق کے پتوار بنیں گے۔ دریں اثنا پانچویں اور چھٹی صدی عیسوی کے درمیان کوہ ہندوکش کے پرے سے وادی سندھ میں سیتھین (Scythian) قبائل کی یورش بدھ مت کے پیروکار گندھاری کی ایک آبادی کو ان کے گھروں سے دریائے کابل کے شمال میں پشاور، اور شمال میں حلقہ زن پہاڑیوں میں لے گئی (یہ وہی ہیروڈوٹس والا گندھاری ہے۔ پاکتیان (Pactyan) قوم کے چار بڑے حصوں میں سے ایک کے نمائندے موجودہ خاص پٹھان

ہیں) اور انہوں نے بہت بڑے انبوہ کثیر کی صورت میں ہلمند کے دونوں کناروں پر ہجرت کی۔ وہاں انہوں نے اپنی آبادی قائم کی اور ایک شہر کی بنیاد رکھی' اور اپنے آبائی صدر مقام کے نام کی نسبت سے اس کا نام گندھار رکھا' جسے اب قندھار کہا جاتا ہے۔

یہ بات یقینی نہیں کہ غور کے افغان کسی دور میں قندھار علاقہ میں نیچے کی جانب بڑھے جہاں گندھاری آبادی تھی' لیکن وہ شاید پہلی صدی ہجری کے عرب حملہ آوروں کے ساتھ بطور فاتح آئے تھے۔ وہ اپنے نئے گھروں میں جلد ہی ایک غالب نسل کی حیثیت سے بس گئے' گندھاری کے ساتھ باہمی شادیاں اور انہیں مشرف بہ اسلام کیا' ان کی زبان اپنائی' اور وقت کے ساتھ ساتھ دونوں نسلیں باہم مدغم ہوکر افغان نامی قوم بن گئی۔ وہ اپنے ہمسایہ پٹھانوں سے علیحدہ تھے' جن پر بات کی جارہی ہے۔ اگرچہ غور کی اصل نسل ابھی تک خود کو بنی اسرائیل کہتی ہے تاکہ خود کو اپنے گندھاری رشتہ داروں سے علیحدہ کرسکے۔ امکان ہے کہ یہ یہودی الاصل روایت نارمن نسل کی ایسی ہی روایت سے فرق ہے جسے ہمارے کچھ انگریز لوگ ابھی تک محفوظ رکھے ہوئے ہیں۔ لہٰذا خاص افغان میں سب سے پہلے تو یہودی نسل کے اصلی افغان جن کے مرکزی قبائل ترین' ابدالی یا درانی اور شیرانی ہیں' اور دوسرے بھگوڑی گندھاری کی نسل شامل ہے جس میں یوسف زئی' مہمند اور پشاور کے دیگر قبائل آتے ہیں۔ موخرالذکر پندرھویں صدی عیسوی کے نصف اول میں وادی پشاور میں اپنی اصل مسند پر واپس آئے جو انہوں نے کوئی دس صدیوں قبل چھوڑی تھی' جبکہ اصل افغانی قندھار میں ہی رہے۔ وہاں 18ویں صدی کے وسط میں وہ علاقہ کے حکمران بن گئے اور تبھی سے اسے افغانستان کہا جاتا ہے۔ اس کے کچھ ہی عرصہ بعد وہ واپس اپنے صدر مقام کابل کو چلے گئے۔ پشاور کے علاقہ میں واپس لوٹ آنے والے قبیلوں کو احمد شاہ نے " بر" یا بالائی درانی کا نام دیا' تاکہ انہیں ابدالی درانی سے ممیز کیا جاسکے جو قندھار میں ہی رہے تھے۔

میں نے کہا ہے کہ گندھاری ہیروڈوٹس کے پاکتیے (Pactiyee کی چار بڑی شاخوں میں سے ایک تھے۔ اس نام کے تحت شامل باقی تین قومیں' اپراتے (Apratae) یا آفریدی (26) ستراگیدے (Satragyddae) یا خٹک اور دادیکے (Dadicae) یا دادی' سب انڈین نسل سے مشابہہ تھیں۔ ہجری دور کے آغاز میں سارے کوہ سفید خطہ پر آفریدی' سلسلہ کوہ

سلیمان اور اس کے اور دریائے سندھ کے درمیان میدان کے شمالی علاقوں پر خٹک' جبکہ جدید سویستان' صوبہ قندھار اور کوہ سلیمان کے درمیانی علاقے پر دادی آباد تھے۔ پٹھان خاص کا مرکز ان تین اقوام پر مشتمل ہے۔ لیکن اس مرکزے کے اردگرد بیرونی نسلوں کے متعدد قبائل جمع ہوئے ہیں' مثلاً سیتھی' کاکڑ' وزیری' راجپوت اور کرلانڑی شاخ میں شامل ترک نسل کے متعدد قبائل جو تیمور (27) اور سبکتگین کے ہمراہ آئے تھے۔ یہ بیرونی افراد پکتین قوم کے اصل علاقوں پر اس طرح متجاوز ہوئے کہ اب خٹک اور آفریدی کے پاس ان علاقوں کا بہت تھوڑا سا حصہ رہ گیا جن پر وہ کبھی آباد تھے جبکہ دادی کو ان کے کاکڑ حملہ آوروں نے عملی طور پر اپنے میں جذب کر لیا۔ دیرینہ تعلقات اور دروں زواجی کی بدولت یہ سب اب ایک قوم کے رنگ میں رنگ چکے ہیں۔ حملہ آوروں نے پختون زبان اپنا لی' سب نے ایک دوسرے کی دیکھا دیکھی اسلام قبول کیا اور مشترک نسل کی روایات گھڑلیں جو ان کی موجودہ یکجائی کو بیان کرتی ہیں۔ غزنی کے محمود نے آفریدی کو برائے نام مسلمان بنایا' لیکن پٹھان قبیلوں کی تبدیلی مذہب شہاب الدین غوری کے دور میں شروع ہوئی جب رسول اللہؐ پر ایمان رکھنے والے سید اور قبول اسلام کرنے والے انڈین (جو پورے علاقہ میں شیخ کہلاتے تھے) ان میں آکر باد ہوگئے' آپس میں شادیاں کیں اور پٹھانوں کو حلقہ بگوش اسلام کیا۔ ان بزرگوں کی اولادیں اب بھی ممتاز قبائلی شناخت رکھتی ہیں اور اصولی طور پر سید ماخذ کی دعویدار ہیں۔

غلزئی غالباً ترکی النسل ہیں' ان کا نام "خلجی" (تلوار باز کے لئے ترکی زبان کا لفظ) کی ایک دوسری شکل ہے۔ پرانے وقتوں میں وہ ایک مربوط قبیلہ کی بجائے شاید بھاڑے کے سپاہیوں کی حیثیت میں کوہستان غور کے شیعہ بِنی سلسلہ میں آئے جہاں بڑے پیانے پر ان کا فارسی خون کے ساتھ اختلاط ہوا۔ کابل اور قندھار مین اس نام کے سرکاری ہجے ابھی تک "غلیجی" ہیں۔ وہ پہلی مرتبہ محمود غزنوی کے دور میں ممتاز ہوئے جس کی معیت میں وہ ہندوستان پر چڑھائی کے لئے گئے تھے۔ زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا کہ انہوں نے جلال آباد اور قلات - غلزئی کا درمیانی خطہ فتح کرلیا اور اس علاقہ کے شرق و غرب میں پھیل گئے جس پر وہ اب آباد ہیں۔ اٹھارہویں صدی کے اوائل میں انہوں نے فارسی قوانین کے خلاف بغاوت کی' قندھار میں میر واعظ کی زیرقیادت خودمختار حکومت بنائی اور فارس پر چڑھ

دوڑے۔ لیکن ربع صدی بعد نادر شاہ نے ان کی تقطیع کی اور ان کی حکومت ختم ہو گئی' کچھ ہی عرصہ بعد درانی آ گئے۔

وسیع معنی میں پٹھان قوم کا حصہ تشکیل دینے والی تاجیک اور ہزارہ کی بقیہ نسلوں سے پنجاب میں ہمارا تعلق کم ہے۔ اول الذکر افغانستان کے قدیم فارسی باشندوں کی باقیات ہیں اور یہ لفظ اب فارسی بولنے والے تمام پٹھانوں کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ وہ اب حقیقی افغان ہیں' نہ سادات اور نہ ہی ہزاروی۔ وہ سارے افغانستان' فارس اور ترکستان میں ادھر ادھر بکھرے پڑے ہیں۔ موخرالذکر کی کچھ پہاڑی قلعہ گاہوں میں اب بھی ان کی خودمختار حکومت ہے۔ ہزاروی تاتاری النسل ہیں اور خیال کیا جاتا ہے کہ چنگیز خان کے حملہ میں انہوں نے اس کا ساتھ دیا۔ غزنی' بلخ' ہرات اور قندھار کے درمیان کوہ ہندوکش کی مغربی توسیعات پر مشتمل علاقہ کے پہاڑوں پر وہ آباد ہیں۔ میں نے پٹھانوں کے ساتھ کچھ وابستہ نسلوں کو بھی شامل کیا ہے' جنہیں اگرچہ پٹھان نہیں سمجھا جاتا لیکن طویل عرصہ کی قرابت سے وہ عادات و اطوار' روایات اور کردار میں ان سے بہت زیادہ مماثلت اختیار کر گئے ہیں۔ وہ مرکزی طور پر ہزارہ میں رہتے ہیں اور دلزاک' سواتی' جدون تناولی اور شلمانی کہلاتے ہیں۔

قبائلی قرابت داریاں اور اعداد و شمار:

کوئی چار سو سال پہلے "ایجاد" کئے گئے پٹھان شجرہ ہائے نسب واضح لغویت سے بھرپور ہیں' لیکن ان کی بنیاد لوگوں کی موجودہ قرابت داری ہے جس کا سلسلہ وہ قیس سے ملاتے ہیں۔ چنانچہ ان قبائل پر بحث کے لئے یہ ایک مفید بنیاد کا کام دیں گے جن کے ساتھ پنجاب میں ہمارا واسطہ ہے۔ جدول نمبر 6 میں پٹھان قوم کی تقسیم کی روایتی گروہ بندی دکھائی گئی ہے' یہ گروہ بندی کافی واضح طور پر ان کی موجودہ مقامی تقسیم سے مناسبت رکھتی ہے۔ اور میں قبیلوں کو اسی ترتیب سے لوں گا جس میں وہ ہماری سرحد پر ملتے ہیں' یعنی جنوب سے آغاز کرتے ہوئے (جہاں وہ بلوچیوں کے ساتھ ساتھ موجود ہیں)۔ بدقسمتی سے جدول نمبر 7 میں دکھائی گئیں مختلف قبائل کی تعدادی تفصیلات کافی اعتبار سے غیر اطمینان بخش ہیں۔ میں وضاحت کر چکا ہوں کہ سرحدی اضلاع کے ڈپٹی کمشنروں سے ان قبائل کی

فہرستیں تیار کرنے کے لئے کہا گیا تھا جن کے ہر ضلع میں اعداد و شمار کی علیحدہ علیحدہ جدول بندی ہونا چاہئے تھی۔ اور اب یہ عیاں ہے کہ یہ فہرستیں کسی نسلیاتی یا قبائلی درجہ بندی کے نظام کے حوالہ کی نسبت کہیں زیادہ ہر ضلع کی سیاسی ضرورتوں کے حوالہ سے بنائی گئی ہیں۔ پیش کی گئی تعدادوں سے تمام انتظامی ضرورتیں پوری ہو جانا اگرچہ ممکن ہے، تاہم درجہ بندی اس قدر دوہری یا نامکمل ہے کہ ان قبائل کی تفصیلات بیان کرنے کے لئے وہ میرے لئے بہت کم مفید ہیں، اور آئندہ صفحات میں میں نے بمشکل ہی ان کا کوئی اشارہ دیا ہے۔ تاہم، اعداد و شمار کو قبائلی درجہ بندی کی بنیاد پر اکٹھا کیا گیا جو جدول نمبر 6 میں اپنائی گئی ہے اور جدول نمبر 7 میں ہر عنوان کے نیچے جدول نمبر 6 میں دکھائے گئے قبائل کا نمبر شمار دیا ہے، جسے اس میں شامل کیا جا سکتا ہے، اس طرح تعدادوں میں شامل معلومات قبائل کی اس گروپ بندی سے ہر ممکن طور پر تعلق رکھتی ہیں جس پر میں نے عمل کیا۔ جو اعداد و شمار مقامی عملہ نے موقع پر جمع کئے وہ غالباً" کافی حد تک درست ہیں۔ لیکن قبائل میں ایک ہی قبیلے کے بار بار آنے اور دوسرے، مسٹر بیکٹ (Beckett) کی پشاور میں مردم شماری رپورٹ کے مندرجہ ذیل اقتباس میں بیان کردہ پیچیدگی کے باعث غلطیاں ضرور ہوئی ہوں گی:

> "مسلمانوں میں (خصوصاً افغانوں میں) قبائل یا ان کی شاخیں پشتوں کے ساتھ ضرب کھاتی ہیں۔ مثال کے طور پر جیسے جیسے اولادیں بڑھتی ہیں ویسے ویسے شاخیں بھی ان کے ساتھ بڑھتی ہیں۔ چنانچہ اس کے نتیجہ میں پیدا ہونے والی غلطی یہ ہے کہ ایک ہی ماخذ رکھنے والے افراد میں سے کچھ کو خاندان کے پرانے مورث اعلیٰ کے نام اور کچھ کو کسی درمیانی مورث، جبکہ کچھ اور کو زیادہ بعد کی پشت کے تحت لیا گیا۔ اسی طرح جنہیں اصل شاخ کے تحت درج کیا جانا چاہئے تھا انہیں کئی ایک شاخوں میں دکھا دیا گیا۔"

ڈیرہ اسماعیل خان کے پٹھان قبائل:

ہماری زیریں سرحد سے ملحق قبائل تقریباً مکمل طور پر شیخ بیٹن (28) کے سلسلہ نسب

سے ہیں جو قیس کا تیسرا بیٹا تھا۔ اس کی مرد اولادوں کا سلسلہ پٹھانی کہلاتا ہے اور مقابلتاً غیراہم ہے۔ لیکن آٹھویں صدی کی ابتداء میں جب بیٹن کوہستان غور کے شیعہ سلسلہ کی بٹی کی مغربی ڈھلانوں پر اپنے آبائی مسکن میں آباد تھا تو ایک فارسی النسل شہزادے نے عرب حملہ آوروں سے بھاگتے ہوئے ان کے پاس آکر پناہ لی اور وہاں اس کی بیٹی بی بی متو کو ورغلا کر شادی کی۔ قوم کی نئی شاخ اسی کی نسل ہیں۔ یہ شاخ غلزئی' لودھی اور سروانی پٹھانوں میں شامل ہوگئی۔ درانی اقتدار کے عروج تک تمام افغان قبائل غلزئی سب سے زیادہ مشہور تھے' جبکہ لودھی شاخ نے تخت دہلی کو لودھی اور سور سلاطین دیئے۔ سروانی کبھی سرفراز نہیں ہوئے اور اب افغانستان میں بمشکل ہی جانے جاتے ہیں۔ جنگجو تاجروں کے تقریباً سبھی قبائل غلزئی اور لودھی (خصوصاً غلزئی) سے تعلق رکھتے ہیں جو "پاوندہ" (29) میں شامل ہیں۔ لفظ پاوندہ فارسی کے لفظ "پروندہ" سے ماخوذ ہے جس کا مطلب سامان کی گٹھڑی ہے۔ یا شاید اس کا ماخذ پشتو لفظ "پوول" ہوگا جس کا مطلب "چرواتا" ہے۔ ہندوستان' افغانستان اور وسط ایشیاء کی شمالی ریاستوں کی تقریباً تمام تجارت انہی کے ہاتھ میں ہے۔ وہ ہر موسم خزاں میں غزنی کے شمالی میدانوں میں اپنے کنبوں' ریوڑوں' گلوں اور بخارا و قندھار کی مصنوعات سے لدے ہوئے اونٹوں کی لمبی قطاروں کے ساتھ جمع ہوتے ہیں' اور بڑے بڑے کثیرالتعداد کارواں بنا کر سپاہیانہ انداز سے کاکڑ اور وزیری علاقہ سے گزر کر کوہ سلیمان میں سے درۂ گومل اور ژوب سے گزرتے ہیں۔ ضلع ڈیرہ اسماعیل خان میں داخل ہوکر وہ اپنے کنبوں' ریوڑوں' گلوں اور تقریباً دوتہائی جنگجو مردوں کو وسیع و عریض چراگاہوں میں چھوڑ جاتے ہیں جو دریائے سندھ کے دونوں کناروں پر مقیم ہو جاتے ہیں' اور چند ایک تلاش روزگار کے لئے ادھر ادھر آوارہ گردی کرتے ہیں۔ باقی اپنے تجارتی سامان سے لدے اونٹوں کو لے کر ملتان' راجپوتانہ' لاہور' امرتسر' دہلی' کانپور' بنارس اور پٹنہ تک چلے جاتے ہیں۔ موسم بہار میں وہ دوبارہ اکٹھے ہوکر اسی راستے سے ہوتے ہوئے غزنی اور قلات غلزئی کی آس پاس والی پہاڑیوں میں اپنے گھروں کو لوٹتے ہیں۔ موسم گرما کے آغاز پر آدمی اپنی اشیاء پیچھے ہی چھوڑ کر ہندوستان سے خریدے ہوئے انڈین اور یورپین سامان تجارت کے ساتھ قندھار' ہرات اور بخارا کی طرف چلے جاتے ہیں۔ ماہ اکتوبر میں واپس آکر وہ ایک مرتبہ پھر انڈیا کے لئے سفر پر جانے کی تیاری کرنے لگتے ہیں۔ 1877ء میں ڈیرہ

اسماعیل خان سے گزرنے والے تاجروں کی تعداد 76400 تھی' جن میں سے تقریباً نصف نوجوان تھے۔ مردم شماری کے سال میں یہ تعداد 49392 تھی۔ یہ پوونده قبائل نرم مغربی پشتو بولتے ہیں' اور ان کا اسی ماخذ کے مستقل آباد قبائل کے ساتھ بہت کم تعلق واسطہ ہے۔ (30)

اس میں حیرت والی بات نہیں کہ یہ آمادہ پیکار قبائل دریائے سندھ کے زرخیز میدانوں کو بہ نظر تحریص دیکھتے تھے جن میں امن پسند جٹ آبادی مقیم تھی۔ تیرھویں صدی کے آغاز' قریباً شہاب الدین غوری کے دور میں لودھی شاخ کے پرانگی اور سور اپنے رشتہ دار سروانی کے ساتھ کوہ سلیمان کے دامن میں ضلع کے شمالی حصہ کی طرف آباد ہوگئے۔ پرانگی اور سور ٹانک اور روڑی (روہڑی)' جبکہ سروانی درابن اور چندھوان میں لونی کی جنوبی سمت میں مقیم ہوئے۔ ان کے ساتھ بلوچ (بل + اوچ) خسور اور کوہستان نمک کی دریائے سندھ کے دائیں کنارے والی شاخ پر آباد دیگر قبائل اب بھی اپنے اصلی مقام پر رہتے ہیں۔ پندرھویں صدی کے آغاز میں ایک اور لودھی قبیلہ نیازی اپنے عزیزوں کے نقش قدم پر چلتا ہوا غزنی سے ٹانک آیا' جہاں پر وہ تقریباً ایک سو سال تک خاموشی کے ساتھ بطور پوونده آباد ہے۔ سندھ پار کا کوہستان نمک عبور کرکے بنوں ضلع کے جنوب میں (جو اب مروت کے قبضہ میں ہے) آباد ہونے کے بعد انہوں نے چند ایک چرواہے جٹوں کے علاوہ سب کو نکال باہر کیا۔ 1505ء میں بابر نے وہاں ان کا ذکر بطور کاشتکار کیا تھا۔

لگتا ہے دہلی کے لودھی اور سور سلطانوں کے دور حکومت کے دوران (1555ء - 1450ء) ان دونوں سلطنتوں کو جنم دینے والے پرانگی اور سور قبائل اور پڑوسی نیازی افغانستان سے انڈیا میں مکمل طور پر ہجرت کرگئے تھے۔ نیازی نے بہت قوت حاصل کرلی اور ان کا ایک قبیلہ لاہور کا صوبیدار ہوا۔ آخر کار ان کی سرکشی بڑھ گئی اور انہوں نے **ککھڑوں** کے ساتھ مل کر بغاوت کر دی۔ 1547ء میں سلطان سلیم شاہ سوری نے بغاوت کے ساتھ ساتھ قبیلے کو بھی کچل دیا۔ بہرحال جب ایک اور لودھی قبیلے لوہانی نے اکبر دور کے ابتدائی ایام میں (لوہانی کو سلیمان خیل غلزئی نے کٹواز سے بے دخل کرکے غزنی کے پہاڑوں میں دھکیل دیا تھا) کوہستان سلیمان کو پار کیا۔ اس وقت لودھی قبائل اتنے کمزور تھے کہ ان کے آگے مزاحمت نہ کر سکے اور انہوں نے باقی ماندہ پرانگی اور سور کو بھی ٹانک

سے مار بھگایا' بہت سوں کو تہ تیغ کیا' جبکہ بچ جانے والے ہندوستان میں بھاگ نکلے۔ لوہانی چار بڑے قبائل مروت' دولت خیل (31)' میاں خیل اور تاتور (32) میں تقسیم ہے۔ سترھویں صدی کی ابتداء میں دولت خیل' مروت اور میاں خیل کے ساتھ ان کی لڑائی ہوئی اور ٹانک چھوڑنا پڑا۔ مروت کوہستان نمک کے اس پار شمال کی طرف بڑھے اور نیازی کو مشرق کی طرف کرم اور کوہستان نمک کے پار عیسیٰ خیل کے اندر' دریائے سندھ کے کناروں پر' دھکیل دیا جہاں اعوان اور جٹ کی ملی جلی آبادی تھی۔ انہوں نے اعوان کو نکال باہر کیا اور جٹ کو مطیع بنایا۔ میاں خیل ایک چھوٹے سے اصفہانی النسل قبیلے بختیار کی مدد سے دریائے لونی کے اس پار جنوب کو گئے۔ بختیار قبیلہ ان کی خانہ بدوشی کے دوران ان کے ساتھ آن ملا تھا (33) چنانچہ میاں خیل نے سور کے ساتھ لڑائیوں کی وجہ سے کمزور پڑ چکے سروانی کو علاقہ سے نکال کر ہندوستان میں دھکیل دیا۔ اس لڑائی میں اشترانی نسل کے سید قبیلے گنڈا پور نے دولت خیل کی اعانت کی' جنہیں انہوں نے روڑی میں بسایا اور اپنے موجود علاقہ میں مرحلہ بہ مرحلہ پھیلتے گئے۔

شیرانی افغانی پرانے وقت سے ہی تخت سلیمان کے قریبی پہاڑوں میں مقیم رہے تھے۔ وہ اپنے ماخذ میں سربانی افغان ہیں۔ لیکن ان کے مورث اعلیٰ نے اپنے بھائیوں سے جھگڑے کے بعد انہیں چھوڑ دیا اور کاکڑ میں شامل ہوگیا جس سے اس کا مادرانہ تعلق تھا۔ اس کی اولادوں کو اب سربانی نہیں بلکہ غور غشتی شمار کیا جاتا ہے۔ جس وقت لوہانی ضلع میں آئے تقریباً اسی دور میں ایک شیرانی قبیلہ بابر پہاڑیوں سے اتر کر نیچے میدانوں میں آیا اور جٹ و بلوچ آبادی کو اپنا مطیع بنا لیا۔ انجام کار کوئی ایک سو سال قبل شیرانی افغانوں کے ساتھ وابستہ ایک سید قبیلے اشترانی خاص نے موسیٰ خیل سے جنگ و جدل کے بعد پہاڑیوں کے دامن میں بہت سا میدانی علاقہ حاصل کیا اور اب بھی وہیں آباد ہیں۔ انہوں نے بلوچ باشندوں کو ماتحت بنایا اور شمال کی طرف بابر پر چڑھائی کر دی۔ ڈیرہ اسماعیل خان کے سندھ پار قبائل میں یہ سب سے بعد میں واقع ہوئے ہیں۔ لہٰذا پٹھان کھیتران اور قیصرانی بلوچیوں کی حدود سے لے کر دامنی علاقوں کے ساتھ ساتھ ضلع کے سندھ پار حصے کی ایک چوڑی پٹی پر آباد ہیں اور اس میں دریائے سندھ تک کا درمیانی میدانی علاقے کا مغربی نصف بھی شامل ہے۔ اور آگے جاکر یہ مشرق کی طرف کوہستان نمک کے نیچے دریا کی طرف مڑ جاتے

ہیں۔ وہ سندھ پار کوہستان نمک اور جنوب میں بلوچ حدود تک کے کوہ سلیمان پر بھی آباد ہیں۔ لیکن خطے کے انتہائی شمالی حصہ میں آبادی تقریباً مکمل طور پر پٹھان ہے اس لئے جنوب کی طرف جاتے ہوئے تناسب کم ہو جاتا ہے۔ پٹھان زمین کی صرف بہترین جائیداد کے مالک ہیں' جس پر جٹ اور بلوچ کی ماتحت آبادی کھیتی باڑی کرتی ہے۔ دریائے سندھ سے پرے بھکر کے شمال کی طرف "تھل" میں آباد بلوچ (بل + اوچ) اہمیت کا حامل واحد پٹھان قبیلہ ہیں۔ ان کا مرکز سندھ پار کوہستان نمک میں پنیالہ کے مقام پر ہے' اور لگتا ہے کہ وہ میانوالی کے نیچے دریا کے پار پھیل گئے اور بعدازاں بائیں کنارے پر نیچے جنوب کو مڑ گئے۔ سرحد سے کافی فاصلے پر رہنے کے باوجود وہ پشتو بولتے ہیں اور خالص پٹھان ہیں۔ خسور پہاڑیوں کے دیگر پٹھان (اگرچہ سندھ پار کے) دریائے سندھ کے اس طرف والے پٹھانوں جیسے ہی ہیں۔ وہ جٹوں میں اس درجہ مل جل گئے ہیں کہ اپنی مادری زبان بھی بھول گئے۔ رواں صدی (19 ویں) کے اوائل میں گورنر لیہ نواب محمد خان سدوزئی نے میاں خیل اور گنڈا پور کو ان کے متعدد مشرقی دیہاتوں سے محروم کر دیا۔

اب میں جنوب سے آغاز کرتے ہوئے مختلف قبائل کو مختصراً بیان کروں گا۔

اشترانی

اشترانی خاص ایک سید استریانی کے بیٹوں میں سے ایک بیٹے ہنار کی اولادیں ہیں۔ استریانی افغانوں کی شیرانی شاخ میں مقیم ہوا اور شادی کی۔ اس کا سلسلہ نسب مندرجہ ذیل ہے:۔
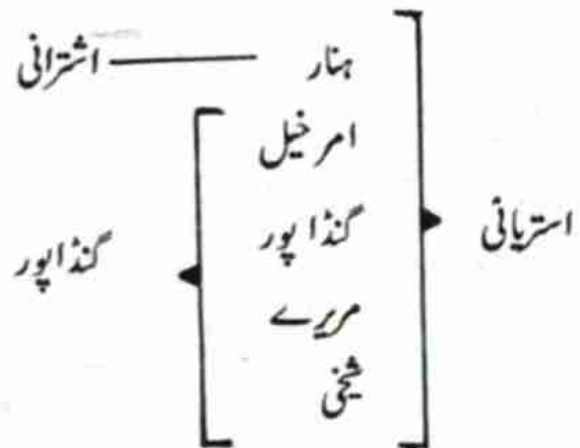
اشترانی تخت سلیمان کے جنوب میں شیرانیوں کے ساتھ آباد ہوئے اور تقریباً ایک صدی

پہلے تک کملا" چرواہے تھے۔ لیکن پڑوس کے موسیٰ خیل کے ساتھ چپقلش کی وجہ سے ان کی ہر سال مغرب کی طرف نقل مکانی ہوگئی اور مجبوراً انہیں زراعت کا پیشہ اپنانا پڑا۔ میدانی علاقوں میں ان کا ورود پچھلے پیراگراف میں بیان کیا جا چکا ہے۔ وہ اب بھی پہاڑی علاقے کے ایک خاصے بڑے خطے پر آباد ہیں اور یقیناً ان میں سے زیادہ تر وہاں رہتے ہیں۔ وہ پہاڑیوں کے فوراً بعد شروع ہونے والی زمین پر کاشتکاری کرتے اور سرحد سے پرے اپنے ریوڑ چراتے ہیں۔ کوہ سلیمان کی صرف مشرقی ڈھلانیں ان کے علاقہ میں شامل ہیں' سلسلہ کی چوٹی پر موسیٰ خیل اور زماری رہتے ہیں۔ احمد زئی یا امازئی اور گلگزئی ان کے دو مرکزی قبیلے ہیں اور آگے ان کی متعدد ذیلی شاخیں ہیں۔ یہ جوانمردوں کی نسل ہیں اور ان میں سے متعدد ہماری فوج اور پولیس میں ہیں اور کافی حد تک مہذب ہیں۔ وہ زیادہ تر کاشتکاری اپنے ہاتھوں سے کرتے ہیں۔ چند ایک ہنوز پوندے ہیں۔ خودمختار بزدار (بلوچ) سے اسے کافی پریشانی ہوتی ہے۔ ان سب کا تعلق سنی فرقہ سے ہے۔ اصل میں رمک ندی اشترانی اور بابر کے درمیان خط تنسیخ تھی۔ لیکن آپس میں ایک جنگ کے نتیجہ میں اشترانی نے بابر کو شیرن ندی سے پرے پیچھے کو دھکیل دیا۔ یہی ندی اب ان کی مشترک حد ہے۔

بابر

یہ شیرانی ماخذ کا قبیلہ ہیں جس کی قرابت داریاں گزشتہ صفحہ پر بیان کر دی گئی ہیں۔ تاہم اب وہ شیرانی خاص سے بالکل جدا ہیں۔ وہ دو حصوں میں تقسیم ہیں۔ ایک حصہ پورے کا پورا ہماری سرحد کے اندر رہتا ہے جبکہ دوسرا اس کے سامنے والے پہاڑی علاقہ پر' لیکن کوہ سلیمان کی پرلی طرف۔ اب ان دونوں کا آپس میں تعلق واسطہ بہت کم رہ گیا ہے۔ میدانی علاقوں کے بابر اشترانی اور میاں خیل کے درمیان تقریباً 180 مربع میل کے علاقہ پر آباد ہیں اور ان کا مرکزی قصبہ چندوان ہے' اور قبیلے کے محسود اور غوراخیل قبیلے بھی اس میں شامل ہیں۔ اشترانی کے ساتھ بابر کے جھگڑوں کا تذکرہ پیچھے کیا گیا ہے' جبکہ میدانوں میں ان کی بعثت پر بھی بات ہو چکی ہے۔ یہ ایک مہذب قبیلہ ہیں' ان میں سے بیشتر پڑھنے لکھنے کے قابل اور تجارت و حرفت کے بہت زیادہ رسیا ہیں۔ یہ زیریں کوہ سلیمان کے میدانوں کا سب سے امیر ترین' پرامن اور دیانت دار ترین قبیلہ ہیں۔ سرہربرٹ

ایڈورڈز (Herbert Edwardes) کے خیال میں یہ "سندھ پار اضلاع کی سب سے افضل نسل ہیں۔" ان کی ذہانت نے ہی اس محاورے کو جنم دیا : "ایک احمق بابر عاقل گنڈاپور ہے۔" وہ بے حد جمہوری ہیں اور ان کا کبھی کوئی مشہور سردار نہیں ہوا۔ درحقیقت یہ قبیلہ ادھر ادھر بکھرا ہوا ہے۔ ان میں سے متعدد ابھی تک قندھار میں اور خراسان کے دیگر علاقوں میں مقیم ہیں۔ کچھ ایک پوونده نقل و حمل سے منسلک ہیں۔ وہ کاشتکاری خود ہی کرتے ہیں، لیکن کم کم۔

میاں خیل

یہ ایک لوہانی قبیلہ ہے جس کی ضلع میں آمد اور بعد کی نقل مکانیوں کا تذکرہ پیچھے کیا جا چکا ہے۔ گنڈاپور اور بابر کے درمیان تقریباً 260 مربع میل علاقہ ان کے زیر تسلط ہے۔ بختیار ان سے ملحق ہے جن کا ماخذ اگرچہ فارسی ہے، لیکن اب اس کی اہم شاخوں میں سے ایک ہیں۔ ان کی زیادہ تر تعداد سندھ پار تجارت کی کرتی ہے۔ میاں خیل پوونده قبائل میں سب سے زیادہ امیر ہیں۔ وہ زیادہ تر بیش قیمت تجارتی سامان کا کاروبار کرتے ہیں۔ علاقائی اعتبار سے وہ درابن اور موسیٰ خیل شاخوں میں تقسیم ہیں۔ موخرالذکر ان کے علاقہ کے جنوب مغرب میں ایک چوتھائی حصہ پر آباد ہیں۔ یہ خوشگوار چہروں والے پرسکون لوگ ہیں اور بیشتر پوونده قبائل میں زیادہ مہذب ہیں۔ وہ فوج کی ملازمت شاذونادر ہی کرتے ہیں۔ انہوں نے زراعت کا کام اپنے جٹ مزارعین پر چھوڑ رکھا ہے اور خود بہت کم کاشت کاری کرتے ہیں۔ ان کا اپنا ایک موروثی خان ہے جس کو کبھی بھی زیادہ قوت حاصل نہیں ہوئی۔

گنڈاپور

اس کا ماخذ بھی پیچھے بیان کیا جا چکا ہے۔ اصل نسل کے علاوہ ان کے ساتھ شیرانی کی کچھ بچھڑی ہوئی اولادیں منسلک ہیں : غور غشتی پٹھانوں کی نشے زئی اور یوسف زئی قبیلے کی رانیزئی شاخ۔ جس طریقہ سے انہوں نے اپنا موجود علاقہ حاصل کیا وہ بیان کردیا گیا ہے۔ سندھ پار ڈیرہ اسماعیل خان کا تمام شمال مغربی، ٹانک کا مشرقی اور کوہستان نمک کے نیلا کوہ سلسلہ کا جنوبی حصہ ان کا ہے، یعنی کوہ سلیمان کے مغرب میں تقریباً 460 مربع میل کا علاقہ۔ کلاچی ان کا مرکز ہے۔ وہ بالاصل ایک غریب پوونده اور گلہ بان قبیلہ تھے، لیکن اب ڈیرہ

اسماعیل خان کے پٹھانوں میں سب سے زیادہ کاشت کاری کرتے ہیں۔ اٹھارہویں صدی کے وسط میں ان کی خوشحالی اوج ثریا تک پہنچی لیکن کوئی 70 برس بعد وہ اپنی مشرقی املاک سے محروم ہوگئے، جنہیں سدوزئی گورنر لیہ نے ضبط کرلیا تھا۔ وہ اب بھی پوونده کاروبار سے وابستہ ہیں۔ وہ لاقانون، سفاک اور غیر مہذب ہیں۔ ان کا موروثی خان تھوڑی بہت قوت ہی رکھتا ہے۔

بیٹنی

اس میں بیٹن کے مرد سلسلے کی تمام اولادیں شامل ہیں۔ بیٹن قیس کا تیسرا بیٹا تھا۔ اصل میں وہ شمالی کوہ سلیمان کی مغربی ڈھلانوں پر آباد تھے، لیکن غلزئی کے زبردست دباؤ کی وجہ سے بہلول لودھی کے عہد میں درۂ گومل سے گزرے اور سلسلہ کے شمال میں مشرقی پہلو پر رہنے لگے۔ شمال میں کوہ نمک کے ساتھ سلسلہ کے تمام اتصال تک اور مغرب میں کانی گرام تک۔ کچھ عرصہ بعد وزیری نے انہیں گرنجی سے پرے واپس دھکیل دیا، جبکہ گربز نے غبر (Ghabbar) پہاڑ پر قبضہ کرنے کے لئے ان سے مقابلہ کیا۔ اب وہ شمال میں غبر سے لے کر جنوب میں وادی گومل تک ٹانک اور بنوں کی مغربی حدود والی پہاڑیوں پر رہتے ہیں۔ ان کے لڑائی جھگڑوں میں قبیلہ کے متعدد ارکان ہندوستان کو چلے گئے، جہاں ان کے لودھی رشتہ دار تخت دہلی پر مسند نشین تھے۔ یوں یہ قبیلہ کمزور ہوگیا۔ شیخ بیٹن کے چار بیٹے تجین، کیجن، اسماعیل اور ورشپون تھے۔ قبیلہ بنیادی طور پر کیجن اور ورشپون کی چند ایک اولادوں پر مشتمل ہے۔ اسماعیل کو سربن نے اپنا لیا تھا اور اس کی اولادیں ابھی تک سربنی افغانوں کے ساتھ آباد ہیں۔ تجین شاخ میں مرکزی طور پر دھنے اور تتے قبیلچوں کے نمائندے ہیں، انہیں تجین کے غلاموں کی نسل کہا جاتا ہے۔ ایک چھوٹا سا سید قبیلچہ کوئی بیٹائی سے ملحق ہے۔ کوئی پچاس برس قبل تک وہ مکمل طور پر ہماری سرحد سے باہر آباد تھے، لیکن بعدازاں ٹانک کے میدانوں میں پھیل گئے، جہاں اب وہ پٹھان آبادی کا معتدبہ حصہ ہیں اور (خصوصاً تکواڑہ کے جنوب میں) 550 مربع میل پر بسیط ہیں۔ ان کی پہاڑیوں کو جانے والے دروں کے عین دہانوں پر ضلع بنوں میں بھی ان کا کچھ علاقہ ہے۔ وہ درشت مزاج لوگ ہیں جو کچھ ہی عرصہ پہلے دور وحشت سے نکلے، لیکن انتہائی زیرک بھی۔ وہ

درمیانے قد کاٹھ کے، مضبوط بدن، چست، پرلے درجے کے چور اور چوروں کے مددگار ہیں۔ انہیں وزیری کے گیدڑ کہا جاتا ہے۔ ان کا کوئی مشترک سردار نہیں۔ مثلوں اور کہاوتوں میں بیان کی جانے والی ان کی بزلہ سنجی حماقت اور غیر کفایت شعاری پر دلالت کرتی نظر آتی ہے ---- "ڈھول میدانوں میں بج رہا تھا اور بیٹنی پہاڑیوں میں محو رقص تھے"" اور "ایک سو بیٹنی ایک سو بھیڑیں کھاتے ہیں۔"

دولت خیل

ضلع میں اس قبیلے کا ورود پیچھے بیان کیا جا چکا ہے۔ کٹی خیل ان کا مرکزی قبیلہ تھا۔ اور دولت خیل نے اپنے سردار کٹال کی زیرقیادت ٹانک پر حکومت کی۔ اٹھارہویں صدی کے وسط تک ان کی تعداد اور قوت کافی زیادہ تھی۔ وہ درانی کے ہمراہ ہندوستان گئے اور بہت سی دولت لے کر واپس آئے۔ لیکن اس وقت کے بعد بیٹنی اور دیگر قبائل متجاوز ہوئے اور دولت خیل اب بہت کم تعداد اور کمزور ہیں۔ ٹانک کا نواب، ضلع کا ایک مرکزی جاگیردار، کٹی خیل سے ہے۔

تاتر ر تاتور

اس کا تذکرہ بھی پیچھے آچکا ہے۔ نادر خان نے ان کے ساتھ بہت برا سلوک روا رکھا اور دولت خیل نے تباہی کو پایہ تکمیل تک پہنچا دیا۔ اب وہ ایک طرح سے معدوم ہو چکے ہیں۔ ان کے دو قبیلے بارا خیل اور دری خیل ٹانک اور کلاچی سرحد پر چھوٹا سا علاقہ رکھتے ہیں۔

پوونده، بارڈر کے اور دیگر قبائل

ایسے قبائل جو اتنی اہمیت کے حامل نہیں کہ یہاں پر ان کو تفصیلاً بیان کیا جائے، مندرجہ ذیل ہیں:-

زرکنی

پانچ سو سال پہلے گنڈا پور اور میاں خیل علاقہ کے ایک کونے پر کوہ سلیمان کے دامن میں آکر بسنے والے شیخوں کی ایک چھوٹی سی آبادی ہے۔

بل اوچ

مشکوک ماخذ کا یہ چھوٹا سا قبیلہ لودھی قبائل کے ساتھ منسلک ہے (34) لگتا ہے شروع شروع کے پٹھان حملہ آوروں کے سنگ آئے تھے۔ ان کا علاقہ پنیالہ کے گرد سلسلہ کوہ نمک کے دامن میں ہے جہاں یہ سلسلہ دریائے سندھ کو چھوڑ کر شمال کی طرف مڑتا ہے۔ یہ ضلع میں دریائے سندھ کے اس طرف کے شمالی حصہ کی ایک نمایاں نسل ہیں۔

خسور

نورخیل اور ملی خیل کے ساتھ مل کر ایک چھوٹے سے قبیلے کی شکل اختیار کرتے ہیں جو لودھی کے ساتھ قرابت داری کے داعی ہیں' لیکن لودھی نے اس کی تردید کی ہے۔ وہ دریائے سندھ کے دائیں کنارے پر نیچے کو جاتی ہوئی زیریں کوہستان نمک کی خسور شاخ پر آباد ہیں۔

غوریزئی

تبرک کاکا کا ایک چھوٹا سا قبیلچہ اور شیرانی قبیلے کا ایک غیراہم پوندہ قبیلچہ میانی وادی گومل کی زمینوں پر آباد ہیں۔ اول الذکر دریائے لونی کے جنوب اور موخرالذکر شمال میں۔ موسم گرما کے دوران کوہ سلیمان کی مغربی ڈھلانوں پر وہ اپنے ریوڑ چراتے ہیں۔ میانی کا ایک حصہ خودمختار پوندے ہیں' لیکن ہمارے میدانوں والوں سے قریبی طور پر وابستہ۔

کنڈی

چھوٹا سا پوندہ قبیلچہ ہیں جنہیں نیازی مورث اعلیٰ کی نسل سے ہونے کا دعویٰ ہے۔ وہ دولت خیل لوہانی کے ساتھ ٹانک میں آباد ہوئے اور بالاصل ٹانک کے شمال مشرقی کونے میں سوہیلی (Suheli) ندی کے ساتھ والے خطہ پر رہتے ہیں۔ لیکن گزشتہ پچاس برس کے دوران مروت مہاجرین ان کی مشرقی زمینوں پر کافی حد تک مداخل ہوگئے ہیں۔ وہ بڑے

بڑے ڈاکوؤں پر مشتمل ایک لاقانونی گروہ ہیں' اور یہ محاورہ عام ہے ----- "مردہ کنڈی زندہ کنڈی سے بہتر ہے۔" (35)

پووندہ قبائل:

ان قبائل کا عمومی ذکر پیچھے کیا گیا ہے۔ اگرچہ یہ ضلع میں زیادہ علاقہ نہیں رکھتے لیکن انتظامی لحاظ سے کافی دلچسپی کے حامل ہیں' کیونکہ ان کی ایک بہت بڑی تعداد موسم سرما دریائے سندھ کے دونوں کناروں کی چراگاہوں میں گزارتی ہے۔ اہم مندرجہ ذیل ہیں۔

ناصر کا دعویٰ ہے کہ وہ غلزئی کے پوتے ہوتک کی نسل ہیں' لیکن ہوتک کہتے ہیں کہ وہ ایک بلوچ قبیلہ اور محض ان پر منحصر ہیں (36) وہ پشتو بولتے ہیں لیکن قدوقامت میں غلزئی سے مختلف ہیں۔ تمام پوندوں میں وہ سب سے کم مقیم ہیں۔ وہ موسم سرما ڈیرہ جات اور موسم گرما غلزئی علاقہ میں گزارتے ہیں' ان کا اپنا کوئی گھر نہیں۔ ان کی سب سے بڑی دولت ریوڑ اور گلے ہیں' اور وہ تاجروں کی بجائے حمالوں کا کام سرانجام دیتے ہیں۔ وہ کافی قوی ہیکل لیکن خاصے مہذب ہیں۔

خروطی کہتے ہیں کہ وہ ہوتک کی ماں توخی کی اولاد سے ہیں۔ لیکن توخی قبیلہ کا کہنا ہے کہ وہ نامعلوم والدین کی اولاد ہیں جس کو قبیلہ نے اپنا لیا۔ ان کا علاقہ ورغون کے جنوب میں غزنی کے مشرق تک دریائے گومل کے منبع کے قریب کا ہے۔ وہ موسم سرما تحصیل ٹانک میں گزارتے ہیں۔ وہ ایک غریب قبیلچہ ہیں اور ان میں سے متعدد قلیوں یا حمالوں کا کام کرتے ہیں۔ ڈاکٹر بیلیو ان کی شناخت سکندراعظم کے تاریخ دانوں کے Arachoti کے ساتھ کرتے ہیں اور ان کا کہنا ہے کہ وہ اب بھی قدیم ارکوشیا میں رہتے ہیں۔ ان کی رائے میں خروطی اور ناصر کا ماخذ غلزئی آبادی سے مختلف ہے۔

سلیمان خیل غلزئی قبائل میں سب کثیرالتعداد' طاقتور اور لڑاکے ہیں۔ یہ غلزئی علاقہ کی تمام طوالت کے ساتھ بہت بڑے خطے میں آباد ہیں۔ انڈیا کے ساتھ تجارت کرنے والے مرکزی طور پر غزنی کی مشرقی پہاڑیوں سے آتے ہیں اور موسم سرما سندھ پار کے شمالی خطے میں بتاتے ہیں۔ وہ اپنے ساتھ سامان تجارت لاتے تو ہیں لیکن بہت کم مقدار میں اور یہ بہ تعداد کثیر زیریں علاقہ کو جاتے ہیں جہاں وہ تاجروں اور دیگر پووندوں کے مابین دلالی کا کام

کرتے ہیں۔ وہ توانا مرد اور خاصے مہذب ہیں، تاہم بہترین کردار کے حامل نہیں۔

میاں خیل

، کو پیچھے بیان کیا جا چکا ہے۔ ان کی تجارتی اور زمیندار شاخیں ابھی تک بہت قریبی طور پر وابستہ اور درحقیقت ایک حد تک ناقابل امتیاز ہیں۔
دوتنیوادی ورک اور وزیری پہاڑیوں اور دریائے گومل کے درمیانی علاقہ میں آباد ہیں۔ وہ ایک چھوٹا لیکن کھاتا پیتا قبیلہ ہیں اور بخارا کے ساتھ تجارت کرتے ہیں۔
توخی جب ہوتک نے تقریباً 1700 عیسوی میں قندھار کو حکمران دیئے تو اس وقت تمام غلزئی قبائل میں یہ سب سے ممتاز تھے۔ وہ ترنک کی وادی اور ارگنداب (Argandab) کی شمالی وادی میں آباد ہیں۔ قلات غلجی ان کا اہم مرکز ہے۔
آندرغزنی کے جنوب میں تقریباً سارے وسیع و عریض شالغر کے ضلع پر آباد ہیں۔ موسیٰ خیل کاکڑ ان کے ساتھ منسلک ہیں جو ایک آندر عورت کی نسل اور شالغر کے جنوب و مغرب میں رہتے ہیں۔ (37)
ترہ کی (38)موسم سرما قندھار میں بسر کرتے ہیں اور زیادہ تر خانہ بدوش ہیں۔

بارڈر کے قبائل:

یہ ڈیرہ اسماعیل خان کی حد پر انتہائی اہم قبیلے ہیں جو جنوب سے شروع ہوتے ہیں۔ ان میں قصرانی بلوچ اور اشترانی (ان کے بارے میں پیچھے بتایا جا چکا ہے) شیرانی اور محمود وزیری شامل ہیں۔ بنوں کی حد پر واقع قبائل پر آگے بات کے دوران وزیریوں کا ذکر آئے گا۔
شیرانی کا تذکرہ ہو چکا اور پیچھے ان کا ماخذ بھی بیان کر دیا گیا۔ وہ تخت سلیمان کے نواحی علاقہ میں رہتے ہیں اور شمال میں زرکنی ندی اور جنوب میں اشترانی حد سے محدود ہیں۔ تخت کی مشرقی سمت میں زریں وادیاں ان کی اہم آبادیاں ہیں۔ وہ شیرانی خاص (جو خطے کے بہت بڑے حصہ پر متمکن ہیں)، ہمارے میدانوں کے بابر اور شیرانی خاص کے جنوب میں آباد چھوٹے چھوٹے ہری پال اور جلوانی قبائل میں تقسیم ہیں۔ یہ درمیانے قد کے، مضبوط پٹھوں والے، پھرتیلے اور غیر مہذب اور اپنی شکل و صورت میں مردانہ وجاہت رکھتے ہیں۔ ان کا لباس دو کھردرے سے کمبلوں پر مشتمل ہے اور اہم مرکزی پیشہ زراعت ہے۔

بنوں کے پٹھان قبائل:

ضلع بنوں کی جنوبی حد پر' ڈیرہ اسماعیل خان کے ساتھ ساتھ چلتے ہوئے ہمیں بٹّھن کی انتہائی شمالی انڈین نسلیں مروت اور نیازی ملتی ہیں۔ جبکہ مزید آگے شمال کی جانب پٹھانوں کی بہت بڑی کرلانڑی شاخ کے وزیری اور بنوچی آباد ہیں۔ گذشتہ صفحات میں نیازیوں کی ٹانک سے کوہ نمک کے پار نقل مکانی اور اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی بتایا جا چکا ہے کہ مروت نے کیسے ان کا پیچھا کیا اور انہیں کرم کے پار دھکیل دیا۔ ان کے مورث اعلیٰ نیازی کے تین بیٹے بہائی' جمال اور خاکو تھے۔ سب سے پہلے کی اولادیں اب قابل شناخت نہیں' جبکہ جمال کے درمیان عیسیٰ خیل' اور خاکو کے درمیان مشانی اور سرہنگ قبیلوں نے دیگر قبیلوں پر غلبہ حاصل کیا اور قبیلے کی موجودہ انتہائی اہم شاخوں کے نام ان کے ناموں کی نسبت سے ہیں۔ عیسیٰ خیل کوہاٹ کے کوہستان نمک و دریائے سندھ کے دوآب کے جنوب' اور مشانی شمال میں مقیم ہوئے' جبکہ سرہنگ دریا عبور کرگئے۔ (39) انھوں نے تقریباً ڈیڑھ سو سال تک اپنے سابق حلیف **ککھڑوں** اور جٹ و اعوان حاشیہ نشینوں کے ساتھ پیکار مسلسل کے بعد بالآخر **ککھڑوں** کو (جن کا سندھ میں مضبوط ترین قبضہ احمد شاہ نے 1748ء میں تباہ کر دیا تھا) مشرق کی جانب کوہ نمک کے پار دھکیلا اور خود میانوالی میں رہنے لگے۔

تیرھویں صدی (40) کے اواخر میں کودائی کرلانڑی کے ایک قبیلے مینگل اور سید ماخذ کے ایک الحاق شدہ قبیلے ہنی نے برمل میں اپنا کرلانڑی دیس چھوڑا' کوہ سلیمان عبور کیا اور ضلع بنوں میں آ کر کرم و گمبیلا دریاؤں کی وادیوں میں بس گئے۔ کوئی ایک سو سال بعد شیتک کی اولادیں' بنوچی' شیتک کی بیوی مسماۃ بنو (Bannu) سے اولادیں ایک گگی کرلانڑی بنوچی (جو اپنے داوڑ رشتہ داروں کے ساتھ اس وقت کوہاٹ اور ضلع بنوں کے درمیانی زاویئے میں سلسلہ خوست کے مشرقی پہاڑیوں پر متمکن تھے اور ان کا مرکزی مقام شوال تھا) کو وزیری نے بے گھر کیا اور وادی کرم پر غلبہ حاصل کرتے ہوئے مینگل اور ہنی کو ان کے موجودہ علاقہ واپس کوہاٹ اور کرم کے کوہستانوں میں دھکیل دیا' اور دریائے کرم وتوچی کے درمیانی علاقہ پر قبضہ کرلیا جس پر اب وہ ضلع کے شمال مغربی کنارے میں آباد

ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ ہر لحاظ سے بدخصلت داوڑ نے ہمارے بارڈر سے پرے دریائے ٹوچی کے کناروں پر قبضہ کرلیا جہاں وہ ابھی تک آباد ہیں۔ کوئی 400 سال قبل بنگی خیل خٹک (جس کی تاریخ آگے بیان کی جائے گی) نے ضلع کا کالا باغ سے اوپر سندھ پار کے حصہ اور اس مقام پر کوہ نمک سے نکلی ہوئی پہاڑیوں کی ایک چھوٹی سی شاخ پر قبضہ کرلیا۔

برمل میں اپنے آبائی گھروں سے نکل کر آتے ہوئے درویش خیل وزیری نے جب بنوچی کو شوال کی پہاڑیوں سے بے دخل کیا اور اس طور خالی ہونے والے علاقہ پر قبضہ کرلیا اور 350 سال تک ہمارے بارڈر سے پرے کی پہاڑیوں تک ہی محدود رہے۔ لیکن گزشتہ (اٹھارہویں) صدی کے نصف آخر میں انہوں نے ٹوچی کے دائیں کنارے پر مروت کے میدانی علاقے اور کرم کے بائیں کنارے پر بنوچی کے علاقہ میں متجاوز ہونا شروع کیا۔ شروع شروع میں ان کی آمد صرف موسم سرما ہی میں ہوتی تھی' لیکن رواں صدی کے اوائل یعنی طوائف الملوکی کے دور میں (جس کے ساتھ ساتھ بنوں میں سکھ اقتدار قائم ہوا) انہوں نے انجام کار اپنی حاصل کردہ زمینوں میں پاؤں مضبوط کیۓ' اور اب بھی وہیں رہتے ہیں۔

سب سے آخر میں ختٹی آئے جو پچھلے ساٹھ سال کے دوران مروت کی شمال مشرقی حدود پر پہاڑیوں کے دامن میں ایک چھوٹے سے خطے پر آباد رہے ہیں۔ لہٰذا سارے سندھ پار کے بنوں اور ضلع کے دریا کے اس طرف والے حصے کے شمال میں کرم اور سندھ کو سکیسر کے ساتھ ملانے والے خط الحاق تک پٹھان آباد ہیں۔ سکیسر وہ چوٹی ہے جس سے سلسلہ کوہ نمک ضلع میں داخل ہوتا ہوا شمال کی طرف کو مڑتا ہے۔ سندھ پار کے پٹھان' نیازی کی جزوی استثنیٰ کے ساتھ' نرم اور مغربی لہجے کی پشتو بولتے ہیں۔ نیازی ہندکو بولتے ہیں' خصوصاً" دریائے سندھ کے مشرق میں۔

اب میں جنوب سے آغاز کرتے ہوئے مختلف قبائل کی تفصیل بیان کروں گا۔

مروت

تقریباً ساری لکی تحصیل میں آباد ہیں' یعنی سندھ پار کوہ نمک اور وزیری پہاڑیوں کے درمیانی علاقے کا جنوب مشرقی نصف اور سارا وسطی حصہ۔ گزشتہ پچاس برس کے دوران اپنے نقش قدم دوبارہ تلاش کرتے ہوئے کوہ نمک کے اوپر سے جنوب کو ڈیرہ اسماعیل خان

میں چلے گئے' جہاں انہوں نے ٹانک کے شمالی کونے میں کنڈی سے اور پہاڑیوں کے دامن میں اور پنیالہ علاقہ میں بلوچ (بل اوچ) سے چھین جھپٹ کرکے چھوٹے چھوٹے خطوں پر قبضہ کرلیا۔ ان کے اہم ترین قبیلے موسیٰ خیل' اچاخیل' خداخیل' بہرام اور ٹاپی ہیں۔ چند ایک نیازی ان کے ساتھ منسلک ہیں' جو اس وقت پیچھے رہ گئے تھے جب قبیلہ کا مرکزی اور بڑا حصہ بے دخل کردیا گیا۔ ہمارے بارڈر پر ملنے والے افراد میں مروت قانون کا احترام سب سے زیادہ کرتے ہیں۔ وہ سادہ' مردانہ اور کم زیرک لوگ ہیں' اپنے گھروں کے ساتھ مضبوطی سے جڑے ہوئے' اچھے کاشتکار اور خوشگوار شخصیت والے۔ ان کی عورتیں خانہ نشین نہیں۔ پیچھے ان کی تاریخ بیان کی گئی ہے۔ مروت کے موروثی دشمن خٹک ان کے بارے میں کہتے ہیں: "مروت کو گدھوں کی دیکھ بھال میں مصروف' اس کا معدہ بھرا ہوا اور پاؤں میں جوتے پہنائے رکھو۔"

بنوچی

دریائے ٹوچی اور کرم کے درمیان بنوں تحصیل کے وسطی حصہ میں آباد ہیں۔ ان کی تاریخ پیچھے بیان کردی گئی ہے۔ موجودہ صورتحال میں وہ شاید کسی بھی دوسرے پٹھان قبیلے سے زیادہ مخلوط النسل ہیں۔ انہوں نے سیدوں اور اسلام کے دیگر صالحین کی بہت بڑی تعداد کو اپنی طرف راغب کیا' اور ان کے ساتھ' اپنے علاقہ میں باقی رہ جانے والے اولین الذکر کے نمائندہ باشندوں کے ساتھ' اور اپنے ساتھ آکر مختلف اوقات میں آباد ہونے والے مہم پسندوں کے خاندانوں کے ساتھ باہم ازدواج میں ہچکچاتے نہیں۔ یہاں تک کہ "ایک وسیع تر مفہوم میں بنوچی سے مراد تمام مسلمان ہیں۔ اور مزید کہا جائے تو زراعتی خطہ میں ایک عرصہ سے آباد ہندو بھی اس قبیلہ میں شامل ہیں۔" تاہم شیتک کی اولادوں نے اپنے جداماخذ کی یاد ابھی تک محفوظ رکھی ہوئی ہے اور وہ خود کو بنوچی خاص کہہ کر ممتاز کرتے ہیں۔ وہ کمزور جثہ' کینہ پرور' بزدل' جھوٹے' مذہبی' انتہائی متعصب' گڑبڑ پیدا نہ کرنے والے اور بنیادی طور پر کاشتکار ہیں۔ ان کے بارے میں سر ہربرٹ ایڈورڈز کہتے ہیں کہ "بنوچی افغانوں کا برا نمونہ ہیں' کیا کسی بھی نسل کے بارے میں اس سے بری بات کہی جا سکتی ہے؟ وہ انتہائی عیاش پٹھانوں کی تمام تر بری عادات کے حامل ہیں۔ ان میں نیک خوئی

ناپید ہے۔ تاہم' ان کا ایساخی قبیلہ اپنی عورتوں کے حسن کے لئے مشہور ہے۔ "جو کسی ایساخی عورت سے شادی نہیں کرتا وہ گدھی سے شادی کرنے کا حقدار ہے۔"

نیازی

عیسیٰ خیل کے سارے جنوبی حصے اور میانوالی اور پہاڑیوں کے درمیانی علاقہ میں آباد ہیں۔ بہ الفاظ دیگر ضلع بنوں کا وہ حصہ جو کوہ نمک کے درمیان دریائے سندھ کی دونوں جانب اور وادی کرم اور اس کے منبع سے دریائے سندھ سے پار کھینچی گئی لکیر پر مشتمل ہے۔ ان کی تاریخ اور تقسیم پیچھے بیان کی جا چکی ہے۔ وہ بلاامتیاز کاشتکار ہیں اور پٹھانوں کا نسلی تفاخر ان میں بدستور موجود ہے۔ دریائے سندھ کے اس طرف والی شاخ ابھی تک خودمختار ہے اور پوونده تجارت سے وابستہ ہے۔ وہ موسم گرما قندھار کے آس پاس اور موسم سرما ڈیرہ اسماعیل خان میں بسر کرتے ہیں۔ وہ کٹر سنی ہیں۔ وہ جھگڑالو لگتے ہیں' جیسا کہ ایک مقولہ مشہور ہے ---- "نیازی ہنگامہ پسند کرتے ہیں۔"

مغل خیل

یوسف زئی کا چھوٹا سا قبیلہ ہیں جس نے کوئی سات سو سال قبل غوریوال کے آس پاس چھوٹا سا علاقہ فتح کرلیا تھا۔ ان کی بولی اور چہرہ مہرہ آج بھی ماخذ کا غماز ہے۔ خٹک کو میں کوہاٹ قبائل کے ضمن میں بیان کروں گا۔

وزیری

ہماری سرحد سے پرے کا سارا بنوں علاقہ درویش خیل وزیری کے قبضہ میں ہے' جبکہ ان کا جنوب ڈیرہ اسماعیل کی حد کے ساتھ ساتھ بیٹنی علاقہ کے عقب میں' اور جنوب میں درۂ گومل تک اسی قبیلے کا محسود قبیلہ آباد ہے۔ وزیری' لکی (غاغائی) کے بیٹے سلیمان کی نسل اور کرلانڑی قبائل میں سے ایک ہیں۔ (41) قبیلے کا اصل مقام برمل کی پہاڑیوں میں تھا' خوست سلسلہ کے مغرب میں جو انہیں ان کے رشتہ دار (شیتک کی اولاد) بنوچیوں سے الگ کرتی ہیں۔ ایک خونیں لڑائی کی وجہ سے لالئی کو وہاں سے بھاگنا پڑا اور وہ مغربی کوہ سفید کی شمالی ڈھلانوں پر ننگر ہار میں مقیم ہوگیا' جہاں اس کی اولاد لالئی وزیری آج بھی آباد

ہیں۔ خرزئی کے تین بیٹے موسیٰ، محسود اور گربز تھے۔ محسود سے محسود وزیری بنے جو علی زئی اور بہلول زئی میں تقسیم ہیں، جبکہ موسیٰ درویش کی اولادوں میں سے اتمان زئی اور احمد زئی قبیلے ہیں جنہیں بالعموم درویش خیل وزیری کے زیرعنوان آپس میں گڈمڈ کردیا جاتا ہے۔

چودھویں صدی عیسوی کے اواخر میں وزیری مشرق کی طرف بڑھنے لگے۔ انہوں نے سب سے پہلے سلسلہ خوست عبور کرکے بنوچی کو شوال سے بیدخل کیا اور ٹوچی کے شمال میں بنوں اور کوہاٹ بارڈر کی پہاڑیوں پر قبضہ کرلیا۔ پھر دریائے ٹوچی عبور کرکے انہوں نے شرقبون کے بیٹے ارمر کی اولادوں اور ابدالی کے قریبی رشتہ داروں (42) کو ٹوچی کی جنوبی پہاڑیوں سے باہر زیریں بنوں اور ٹانک بارڈر پر دھکیل دیا تاکہ کابل کے نزدیک لوغر وادی میں پناہ لے سکیں۔ بیٹنی کو کانی گرام سے بیدخل کرکے گرنجی سے پرے ہماری سرحد کے عین ساتھ والی زیریں پہاڑیوں کی طرف ہانک دیا۔ یوں انہوں نے اس سارے الجھے ہوئے کوہستانی سلسلہ کی ملکیت حاصل کرلی جو کوہ سلیمان خاص کی نشاندہی کرنے والے درۂ گومل سے شروع ہوکر ہماری سرحد کے ساتھ شمال کی جانب تھل اور دریائے کرم کی طرف جاکر کوہ سفید کے زیریں سلسلہ میں شامل ہو جاتا ہے۔ محسود اور درویش خیل ان کی دو اہم ترین شاخیں ہیں۔ اول الذکر دریائے ٹوچی اور درۂ خسور کے جنوب والی پہاڑیوں اور موخرالذکر شمال والی پہاڑیوں پر آباد ہے، جبکہ درویش خیل علاقہ میں احمد زئی جنوبی اور اتمانزئی شمالی حصوں میں آباد ہیں۔ اتمانزئی کی ایک اہم شاخ، حسن خیل اس خطہ کے انتہائی شمال مغرب میں ہے۔ یہ دو بہت بڑی شاخیں عملی اعتبار سے خود مختار قبیلے ہیں، ان کا کوئی مشترک سردار نہیں، بس تھوڑے بہت مشترک احساسات ہیں۔ وہ برمل علاقہ پر اب بھی برائے نام آباد ہیں۔ تاہم، سلیمان خیل اور خروطی اپنے ریوڑوں کے ہمراہ موسم سرما وہاں گزارتے ہیں، اور ان کے قیام کے دوران وزیری اپنے گاؤں کی بیرونی دیوار کے اندر ہی رہتے ہیں۔ کچھ عرصہ پہلے تک وہ "کملا" خانہ بدوش اور سیلانی تھے۔ لیکن گزشتہ برس کے دوران انہوں نے مروت، بنوچی اور خٹک کے میدانی علاقہ پر یلغار کی، اور اب بنوں اور کوہاٹ میں ان کی زراعتی زمینیں ہیں۔

گربز

ایک غیراہم قبیلہ ہے جو وزیریوں کی نقل و حرکت میں ان کے سنگ سنگ رہا۔ اور

ایک مرتبہ انہوں نے اپنے محسود اور درویش خیل بھائی بندوں کے درمیان والی پہاڑیوں پر تسلط قائم کرلیا تھا' جہاں (جیساکہ بتایا جا چکا ہے) شبرچونی کی ملکیت حاصل کرنے کے لئے بیٹنی کے ساتھ انہوں نے لڑائی کی۔ اب وہ خوست سلسلہ کے مغرب اور بارڈر کے پار دریائے ٹوچی کے کناروں پر آباد داوڑ کے شمال میں اپنے اصل مقام پر لوٹ آئے ہیں۔

وزیری

ہماری سرحد کے سب سے طاقتور اور پریشان کن قبائل میں سے ایک ہیں۔ محسود کو لاقانونیت اور ہنگامہ خیزی میں افضلیت حاصل ہے۔ وہ بیحد جمہوری ہیں اور ان کا کوئی باقاعدہ تسلیم شدہ سردار نہیں۔ یہ امران کے ساتھ نمٹنے میں مشکل پیدا کرتا ہے۔ وہ دراز قد' پھرتیلے' مضبوط جسم' باہمت ہیں اور ان کی روایات بحیثیت مجموعی کئی لحاظ سے پٹھانوں سے اختلاف رکھتی ہیں۔ وہ ابھی تک نیم وحشیانہ حالت میں ہیں۔ "حیات افغانی" کے ترجمہ شدہ ایڈیشن کے صفحہ 227 پر ان کو بہت اچھا بتایا گیا ہے۔ بنوں میں وزیری کی کثیر تعداد نظر آنے کی وجہ کچھ تو یہ ہے کہ مردم شماری ہفتہ وار میلے کی رات کو کی گئی۔ لیکن مسٹر تھاربرن کا اندازہ ہے کہ صرف سرحدی دیہات کی خالص وزیری آبادی ہی 13523 ہے۔ اس کے علاوہ قبیلے کے متعدد ارکان روزگار یا چوری کے موقع کی تلاش میں ضلع بھر میں بکھرے رہتے ہیں' خصوصاً موسم بہار کے مہینوں میں۔ غالباً" بارش نہ ہونے کی وجہ سے پیدا ہونے والی بدنظمی نے بنوں بارڈر پر ایسے افراد کی تعداد میں مردم شماری کے وقت غیر معمولی اضافہ کر دیا تھا۔

کوہاٹ کے پٹھان قبائل: (43)

کوہاٹ کے پٹھان تقریباً کلی طور پر دو بڑے قبائل سے تعلق رکھتے ہیں کرلانزی کی ککی شاخ کے خٹک' اور عربی النسل قریشی قبیلہ بنگش۔ خٹک کا آبائی گھر کرلانزی کی دیگر شاخوں کی طرح شمالی کوہ سلیمان کا مغربی رخ تھا' جہاں وہ وادی شوال میں رہتے تھے۔ اب وہاں وزیری آباد ہیں (44) تیرھویں صدی عیسوی کے اواخر میں کرلانزی کی کودائی شاخ کے دو قبیلے مینگل اور ہنی مشرق کی طرف بڑھے۔ دونوں بالاخر ضلع بنوں میں پہنچ کر دریائے کرم اور گمبیلہ کے ساتھ آباد ہوئے' جبکہ خٹک ہماری سرحد کی مغربی سمت والی پہاڑیوں پر متمکن

ہوگئے۔ (جیساکہ پیچھے بتایا جا چکا ہے) ایک سو سال بعد بنوچی نے مینگل اور ہنی کو بنوں سے نکال باہر کیا (45) اور اس سے کچھ ہی عرصہ بعد خٹک بنوچی کے ساتھ لڑتے ہوئے شمال اور مشرق کی جانب بڑھے اور کوہستانی علاقہ میں بس گئے' جو اس وقت غیر آباد تھا۔ وہ اپنے ساتھ آکر پناہ لینے والے چمکنی قبیلے کو پیچھے ہی چھوڑ آئے جو غالباً" فارسی النسل تھا اور جس کا بہت بڑا حصہ اب وادی کرم کے شمال مشرقی کونے پر آباد ہے۔ جبکہ ایک اور شاخ ابھی تک نیم وحشی حالت میں وزیریوں کی ماتحتی میں کانی گرام کے پاس رہتی ہے۔ اس دور میں کودائی کرلانڑی کے ایک اور قبیلے اورکزئی نے شمال میں ساری وادی کوہاٹ اور دریائے سندھ ریئی سے لے کر کوہاٹ تک ضلع کے شمال مشرق پر قبضہ جما لیا' جبکہ بنگش زرمت میں گردیز کے قریبی علاقہ میں آباد تھے۔ لیکن چودھویں صدی کے بعد والے حصہ میں بنگش تعداد میں اضافہ اور غلزئی کے دباؤ کی وجہ سے جم غفیر کی صورت میں مشرق کی طرف نقل مکانی کرگئے اور وادی کرم میں آباد ہوئے۔ توری (46) اور جاجی نے انہیں حال ہی میں بے دخل کیا ہے۔ ان دونوں قبائل کا ماخذ مشکوک ہے' لیکن یہ گکی کے بیٹے خوجیانی کی نسل سے ہونے کے دعویدار ہیں۔ (47) شاید ان کا ماخذ اعوان ہے۔ تاہم' یہ تمام عملی اعتبار سے پٹھان ہیں اور وادی میں ہنوز آباد ہیں۔ وہ اورکزئی کے ساتھ لڑنے والے خٹک کے ساتھ مل گئے تھے اور مخالف (اورکزئی) کو کوہاٹ سے باہر نکال دیا۔ یہ کشمکش تقریباً ایک صدی تک طوالت اختیار کر گئی' لیکن پندرھویں صدی کے اواخر تک اورکزئی کو ان پہاڑی سلسلوں سے نیچے دھکیلا جا چکا تھا جو کوہ سفید کی مشرقی انتہاء اور ضلع کوہاٹ کی شمال مغربی سرحد کے ساتھ ساتھ واقع ہیں۔ تب خٹک اور بنگش کوہاٹ کے تمام شمالی اور وسطی حصوں کے مالک بن گئے اور آپس میں انہوں نے علاقہ بانٹ لیا۔ خٹک کے سارے جنوبی اور وسطی حصے' جبکہ بنگش نے شمالی اور شمال مغربی خطہ لے لیا جو اورکزئی یا سامانا سلسلے کے دامن تک کوہاٹ اور میرانزئی وادیوں پر مشتمل ہے۔ اس وقت گداخیل اور لاچی کی درمیانی پہاڑیوں کو ان دونوں قبیلوں کے درمیان حد مقرر کیا گیا تھا اور اب بھی ہے۔ اکبر کے دور میں ملک اکوڑ خٹک کا سربراہ تھا۔ اسے اٹک اور پشاور کے درمیان بالائی سڑک کی حفاظت کرنے کی شرط پر خیرآباد اور نوشہرہ کے درمیان دریائے کابل کے جنوب میں ایک وسیع قطعہ اراضی بخشا گیا تھا۔ اس سے یوسف زئی کے مندنر کے ساتھ اس کا رابطہ قائم ہوا۔ مندنر کا علاقہ

اس کے عین سامنے دریائے کابل کے بائیں کنارے پر تھا۔ جھگڑے مسلسل جاری رہتے تھے۔ اور آخرکار شاہجہان کے دور میں خٹک نے دریا عبور کرکے اس کے شمالی کنارے پر دریائے سوات سے دریائے کابل کے ساتھ اتصال سے لے کر دریائے سندھ تک کی پٹی اور دریائے سندھ کے دائیں کنارے پر مختصر فاصلے تک کے علاقہ پر قبضہ کر لیا۔ وہ میدانوں میں بھی آگے تک چلے گئے اور مردان کے شمال میں جمال گڑھی کے قریب مندنز علاقے کے عین دل میں ایک پوزیشن حاصل کی جو ایک طرف تو سوات اور دوسری طرف بونیر تک رسائی ممکن بناتی تھی۔ انہوں نے پشاور علاقہ کے مغرب میں واقع مہمند اور خلیل پر بھی چڑھائی کی۔ دریں اثناء وہ مرحلہ بہ مرحلہ جنوب کی طرف سندھ پار کے کوہ نمک، بنوں سرحد اور کوہ نمک کے پار سندھ میں کالاباغ تک بسیط ہوگئے۔ اب وہ دریائے سندھ کے دائیں کنارے کے ساتھ ساتھ دریائے کابل کے کالاباغ کے ساتھ سنگم کے کچھ اوپر سے لے کر سارے کوہاٹ (ماسوائے ضلع کے شمال اور شمال مغربی حصے کے جہاں بنگش آباد ہیں) میں ایک عریض خطے کے مالک ہیں، اور اس کے علاوہ یوسف زئی کے شمال میں لنڈ خوار وادی کے مغربی نصف تک بھی۔ انہوں نے دریائے سندھ کو پار کیا اور بتایا جاتا ہے کہ ایک وقت میں تو انہوں نے مشرق میں جہلم تک کا اعوان علاقہ تسخیر کرلیا تھا، لیکن سترھویں صدی کے وسط میں انہوں نے اس خطے کا معتدبہ حصہ چھوڑ دیا اور اب صرف ضلع راولپنڈی میں مکھڈ اور مغرب میں ماڑی (Mari) اور بنوں تک کے بائیں کنارے پر متمکن ہیں۔ وادی سندھ کے میدانوں میں بھی کچھ بکھری ہوئی خٹک آبادیاں ہیں لیکن ان کے مالکوں کا قبیلے سے کوئی تعلق واسطہ نہیں۔

اٹھارہویں صدی کے تقریباً وسط میں اس قبیلے کے اندر دو دھڑے ابھر آئے۔ احمد شاہ درانی کے ہندوستان پر حملہ میں مدد کرنے کے لئے وہ دونوں وقتی طور پر مل گئے، لیکن اس کی رخصت کے بعد تقسیم مستقل اور واضح ہوگئی۔ مشرقی یا اکوڑہ حصہ کوہاٹ کے شمال مشرقی حصے اور پشاور کے سارے خٹک علاقے کا اور اس کا مرکزی مقام دریائے کابل پر اکوڑہ تھا۔ جبکہ مغربی یا تیری حصہ باقی کے سارے کوہاٹ (ساغری قبیلے کے زیرقبضہ جنوب مشرقی گوشے سمیت) اور بنوں کے بنگی خیل خٹک کے ملحق خطہ کا مالک تھا۔ اس مغربی حصے کا مرکزی مقام تیری پر تھا جو کوہاٹ کے جنوب مغرب میں اور ان پہاڑیوں کے وسط میں ہے

جن پر انہوں نے سب سے پہلے قبضہ کیا تھا۔

چنانچہ اعوان علاقہ میں چند ایک اعوان دیہات اور ادھر ادھر کے چند سیدی دیہات کو بھی چھوڑ کر سارا کوہاٹ پٹھانوں کا ہے' اور تیری خٹک کی شمالی سرحد کے ساتھ ساتھ توغ سے لے کر دھودا (جہاں نیازی آبادی ہیں) تک کی ایک تنگ پٹی کے علاوہ باقی سارا علاقہ بنگش اور خٹک کے قبضہ میں ہے۔ نواب آف خٹک جاگیر میں تیری پٹی کا مالک ہے۔ اسے مالیہ وصول کرنے کے خصوصی حاکمانہ اختیارات اور بہت بڑی تعزیری و پولیس قوت حاصل ہے۔

خٹک

خٹک قبیلے کی تاریخ اوپر بیان کی جا چکی ہے۔ وہ لقمان (خاندانی نام خٹک) ابن برہان ابن کگی تھا (48) لقمان کے دو بیٹے تورمن اور بلاک تھے۔ موخرالذکر کی اولاد اب بھی بلاکی شاخ کہلاتی ہے جبکہ ترمن کا بیٹا ترئی اس قدر نمایاں رتبہ تک پہنچ گیا کہ ساری شاخ دو مرکزی قبیلوں' مع تری خاص اور ترئی' اس کے نام کی نسبت سے ہے۔ انہوں نے متعدد مشکوک نسل والے قبیلوں کو اپنے اندر جذب کرلیا' مغلا کی اور عینی (49) جن کا تعلق بلاک سے تھا' اور اس کے علاوہ تری شاخ سے تعلق رکھنے والے دنگرزئی' اریاخیل اور جلوزئی۔ تری شاخ کا اہم ترین قبیلچہ انوخیل ہے۔ سردار کا خاندان اول الذکر سے ہے اور اس میں اٹک سے نیچے دریائے سندھ کے دائیں کنارے پر آباد بالائی اور زیریں ممندی (50) کی شاخیں اور تیری خطہ کے وسط میں وادی چونترہ میں رہنے والے میرخیل بھی شامل ہیں۔ اہم ترین قبیلچہ ساگری ہیں' جو اپنے طور پر خودمختار بنگی خیل شاخ سے وابستہ ہیں۔ یہ کالاباغ کے اوپر دریائے سندھ کے دائیں کنارے پر آباد ہیں' جبکہ ساگری (بنگی خیل کے بابر خاندان کے ہمراہ) بھی قبیلے کی دریائے سندھ کے اس کنارے والی املاک رکھتے ہیں۔ یوسف زئی میں بیشتر خٹک بھی بلاک ہیں۔ خٹک کی کاکاخیل شاخ مشہور بزرگ شیخ عبدالرحیم کار کی نسل ہیں اور نتیجتاً" تمام شمالی پٹھان ان کی بڑی عزت کرتے تھے۔ خٹک اپنے خدوخال' ظاہری شخصیت اور بہت سی روایات میں باقی تمام پٹھانوں سے مختلف ہیں۔ وہ ہماری سرحد پر آباد پٹھانوں میں سے انتہائی شمال پر رہتے ہیں اور پشتو کا نرم یا مغربی لہجہ

بولتے ہیں۔ وہ جنگجو فطرت والے ہیں اور کئی سو سال تک اپنے پڑوسیوں کے ساتھ یا آپس میں ہی مصروف پیکار رہے۔ وہ پھرتیلے، محنتی اور پٹھانوں کا موزوں ترین نمونہ ہیں۔ اگرچہ ان کا علاقہ غیر زرخیز ہے لیکن وہ اچھے کاشتکار ہیں۔ وہ حمال اور تاجر بھی ہیں۔ خصوصاً سوات اور بونیر کے ساتھ نمک کی تمام تجارت ان کے ہاتھ میں ہے۔ وہ سب کے سب سنی ہیں۔ خٹک کے موروثی دشمن مروت کا کہنا ہے کہ: "خٹک کے علاوہ کسی بھی دوسرے کی دوستی اچھی ہے، خٹک کو شیطان لے جائے۔" اور "خٹک ایک مرغی ہے۔ اسے دھیرج کے ساتھ پکڑیں تو بیٹھ جاتی ہے، اور جھپٹ پڑیں تو بدک جاتی ہے۔" لیکن اور محاورہ یوں ہے۔: "اگرچہ خٹک ایک اچھا گھوڑ سوار ہے، لیکن وہ صرف یہی کر سکتا ہے۔"

بنگش

بنگش کی ابتدائی تاریخ پیچھے بیان کی جا چکی ہے۔ کوہاٹ میں آبادکاری سے لے کر اب تک ان کی تاریخ میں کوئی قابل ذکر واقعہ رونما نہیں ہوا۔ وہ خالد بن ولید کی اولاد ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں، جنہیں محمدؐ رسول اللہ نے غور کے افغانوں میں اپنا حواری بنا کر بھیجا تھا۔ (51) بنگش انہیں اپنا اصلی ماخذ قرار دیتے ہیں، لیکن وہ "کردار، روایات، جرائم اور بری عادات کے اعتبار سے" پٹھان ہیں۔ ان کے مورث اعلیٰ کے دو بیٹے غار اور سامل تھے، جن کی شدید باہمی رنجش کی وجہ سے بنگش نام پڑا۔ بنگش کا مطلب ہے جڑیں تباہ کرنے والا۔ دو بڑے سیاسی دھڑوں کا نام ان بیٹوں کی نسبت سے ہیں۔ نہ صرف خود بنگش بلکہ ان کے آفریدی، اورکزئی، خٹک، توری، زمشت اور کرلانزی شاخ کے دیگر پڑوسی ان دھڑوں میں تقسیم ہیں، تاہم کچھ عرصہ قبل یہ تقسیم اپنی اہمیت کھو بیٹھی ہے۔ (52) غاری میران زئی اور بائیزئی قبیلوں میں تقسیم ہیں۔ بائیزئی ساری وادی کوہاٹ (خاص) میں آباد ہیں: میران زئی اس وادی کے مغرب میں واقع ہیں جس کا نام ان کے نام پر ہے، جبکہ سامل زئی کوہاٹ کے شمالی حصہ اور کزئی پہاڑیوں کے دامن میں شلوزان پر بھی قابض ہیں، جہاں وہ خودمختار ہیں۔ لیکن پیوار اور کرم میں توری کے زیر تحفظ رہتے ہیں۔ فرخ آباد کے بنگش نوابوں کا تعلق اسی قبیلے سے ہے۔

بارڈر کے قبائل:

جنوب سے آغاز کرتے ہوئے کوہاٹ بارڈر پر درویش خیل وزیری' زمشت' اورکزئی اور آفریدی قبائل ہیں۔ وزیریوں کے بارے میں چند صفحات قبل بات کی جا چکی ہے۔ زمشت' چپین ترین افغانوں کا ایک قبیلہ ہیں جو اورکزئی بارڈر اور کرم کے درمیان کوہاٹ کی شمال مغربی سرحد پر پہاڑیوں میں رہتے ہیں۔ ان کا تعلق سامل دھڑے سے ہے۔ اورکزئی کی ابتدائی تاریخ اگلے صفحات میں دیکھیں۔ ان کے ساتھ علی خیل' میشتی' شیخان اور کچھ ایک ملاخیل وابستہ ہیں۔ ان سب کو اب اورکزئی کے پڑوسی قبیلے شمار کیا جاتا ہے۔ تاہم' جیساکہ نام اشارہ کرتا ہے' ان کی نسل مختلف ہے۔ اورکزئی کوہ سفید کے زیریں جنوب مشرق میں چھوٹے سلسلہ کوہستان اور تزہ کے ایک بہت بڑے علاقہ میں آباد ہیں۔ ان کے پانچ بڑے قبیلے علی زئی' موسوزئی' دولت زئی' اسماعیل زئی اور لشکرزئی ہیں۔ ان میں سے دولت زئی اور موسوزئی کی تعداد سب سے زیادہ ہے۔ محمد زئی دولت زئی کی سب سے بڑی شاخ ہیں' اور پورے اورکزئی میں صرف ان کا تعلق شیعہ فرقہ سے ہے۔ اس قبیلہ کے جوان کڑیل لیکن بہت ہنگامہ پرور ہیں۔ یہ سامل اور غار دھڑوں میں تقسیم ہیں۔ اورکزئی مزارعین کثیرتعداد میں ضلع کوہاٹ میں ادھر ادھر بکھرے پڑے ہیں۔ بھوپال کے موجودہ حکمرانوں کا تعلق اسی قبیلہ سے ہے۔ آفریدیوں کو پشاور کے سرحدی قبائل کے ضمن میں بیان کیا جائے گا۔

پشاور کے پٹھان قبائل:

اوپر مذکور خٹک کو چھوڑ کر پشاور کے پٹھان تقریباً کلی طور پر ساربان کی نسل افغان خاص سے تعلق رکھتے ہیں' اور ان کے درمیان حقیقی یہودی النسل' افغانوں سے الگ کرشبوں یا قدیم گندھاری کے نمائندے ہیں جو اپنا سلسلہ شرقبون سے جا ملاتے ہیں۔ میں پیچھے بتا چکا ہوں کہ پانچویں اور چھٹی صدی عیسوی کے دوران کس طرح ایک گندھاری آبادی نے قندھار کی طرف نقل مکانی کی اور وہاں غور نسل کے ساتھ مدغم ہو کر مذہب تبدیل کیا' اور وہ سب مل کر ایک ہی قوم کی صورت اختیار کر گئے۔ ان کے ترک وطن کی اصل وجہ جٹ اور سیتھین قبائل کا دباؤ تھا جنھوں نے کوہ ہندوکش پار کیا اور دریائے کابل کی وادی میں اتر آئے۔ غالباً" انہی قبائل کے درمیان دلزاک (53) تھے' جنہیں اب کودائی

کرلانزی میں سے ایک شمار کیا گیا ہے۔ انہیں محمود غزنوی نے گیارھویں صدی کے اوائل میں حلقہ بگوش اسلام کیا تھا۔ انہوں نے ضلع راولپنڈی و پشاور اور مغرب میں جلال آباد تک کی وادی کابل میں اپنا تسلط قائم کرتے ہوئے بہت سے اصلی ہندکی یا گندھاری باشندوں کو وادی سوات و بونیر میں دھکیلا (جو پہاڑیوں کے شمال کی جانب ہیں)' اور زرخیز میدانی علاقہ کو بنجر بنایا اور لوٹ مار کی۔ باقی ماندہ ہندکیوں کے ساتھ ادغام کے نتیجے میں وہ اپنے اعتقاد کا خالص پن کھو بیٹھے اور اس کے بعد انہیں وہاں سے نکال باہر کرنے والے افغانوں نے ان کو ملحد یا لامذہب بتایا۔ قدیم گندھاری آبادی دو مرکزی حصوں خنخی اور غوریہ خیل میں تقسیم تھی۔ ان کے علاوہ اس میں زمند اور کانسی کی اولادیں بھی شامل تھیں۔ ذیل میں وہ اہم قبائل دکھائے گئے ہیں جو اپنا سلسلہ نسب خرشبوں سے ملاتے ہیں :

زمند

محمد زئی — دیگر

کانسی

شنواری — دیگر
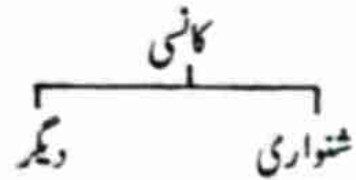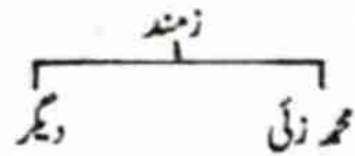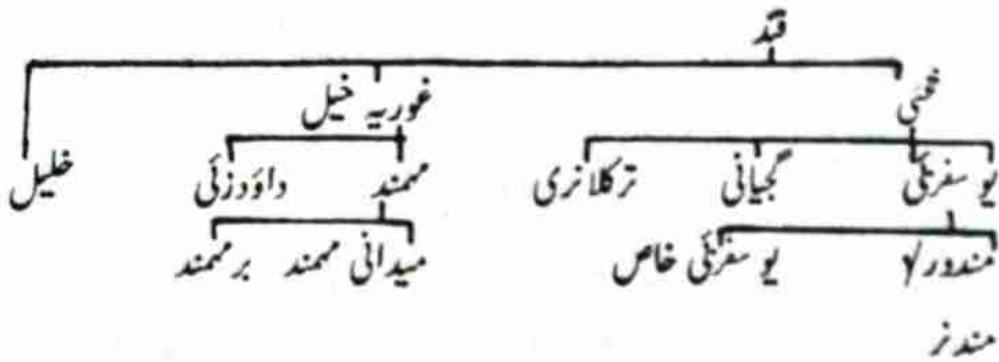
تیرھویں صدی کے وسط میں وہ دریائے ارغسان اور ترنک کے سرآب پر مقیم تھے۔ جبکہ ترین افغانی ان ندیوں کی زیریں وادیوں پر قابض تھے' جیساکہ اب بھی ہیں۔ جوں جوں ان کی تعداد میں اضافہ ہوا توں توں دباؤ کم ہوتا گیا اور خنخی خیل نے اپنے چچیروں (زمند

کی محمد زئی اولادوں) اور کرلانری پڑوسی' وادی خیل کے اتمان خیل کے ہمراہ ترک وطن کیا اور کابل کو نقل مکانی کر گئے۔ پھر پندرھویں صدی عیسوی کے نصف آخر میں تیمور اور بابر کے چچا کی حبلی اولاد الغ بیگ نے انہیں وہاں سے نکال باہر کیا' اور وہ کوہ سفید کی شمالی ڈھلانوں پر ننگر ہار میں مشرق کی طرف اور جلال آباد کی وادی میں چلے گئے۔ یہاں مشرقی ننگر ہار میں گجیانی اور مغرب میں محمد زئی آباد ہوئے۔ ترکلانری لغمان میں بسے' جبکہ یوسف زئی (میں نے ہر جگہ پر اس لفظ کو وسیع تر مفہوم میں استعمال کیا ہے' جس میں مندنر اور یوسف زئی خاص دونوں شامل ہیں) اور اتمان خیل مشرق کی طرف مزید آگے درۂ خیبر میں سے ہو کر پشاور چلے گئے۔ یہاں پر کچھ دیر وہ پرامن طور پر ٹھہرے اور حال ہی میں دلزاک کے ساتھ لڑے اور انہیں دریائے کابل اور سوات کے دوآبہ یا درمیانی علاقہ میں نکال کر خود اس علاقہ میں داخل ہوگئے۔ اس کے بعد وہ دریائے سوات پار کر کے ہشت نگر میں گئے اور مشرقی شلمانی (جو غالباً" انڈین ماخذ کا قبیلہ ہے) پر حملہ کیا' اور کچھ ہی عرصہ قبل دریائے کرم پر شلمان میں اپنے گھروں کو چھوڑ کر کوہستان خیبر اور ہشت نگر میں آگئے۔ یوسف زئی نے انہیں ہشت نگر سے باہر نکال کر پہاڑوں کے پار سوات میں شمال کی جانب دھکیلا اور دریائے کابل کے شمال اور ہوتی مردان کے مغرب میں سارا میدانی علاقہ حاصل کرلیا۔

دریں اثناء غوریہ خیل' جنہیں وہ اپنے پیچھے قندھار علاقہ میں چھوڑ آئے تھے' ان کے پیچھے پیچھے چلتے آئے' اور سولہویں صدی کے اوائل میں درۂ خیبر کے مغربی دہانے پر پہنچے۔ لگتا ہے کہ یہاں آکر وہ تقسیم ہوگئے۔ مہمند کی ایک شاخ اب بر مہمند کے طور پر جانی جاتی ہے جس نے ڈکا کے مقام پر دریائے کابل پار کیا۔ جبکہ باقی ماندہ درے میں سے گزر کر کچھ عرصہ قبل یوسف زئی کے خالی کئے ہوئے پشاور کے میدانوں تک چلے گئے۔ وہاں انہوں نے پشاور کے نزدیک دلزاک کو شکست دے کر دریائے کابل کے پار اس علاقہ میں دھکیل دیا جسے اب ہم یوسف زئی میدان کہتے ہیں' اور دریائے کابل کے جنوب اور جلوزئی کے مغرب کا سارا ہموار علاقہ اپنے قبضہ میں کرلیا۔ یہ اب بھی انہی کے پاس ہے۔ دریائے کابل کے دائیں کنارے پر داؤدزئی اور دریائے باڑا کے بائیں کنارے و درۂ خیبر کے رخ پر دونوں ندیوں کے درمیان بارڈر کی ایک پٹی پر آباد ہیں۔ جبکہ مہمند نے باڑا کے جنوب اور کابل کے دائیں کنارے پر نوشہرہ تک کا علاقہ لے لیا۔ تاہم' اب خٹک ان سے اس کا

جنوب مشرقی حصہ لے چکے ہیں۔ اس دوران بر ممند دریائے کابل کے شمال میں لال پورہ اور دو آب کے مغرب میں پہاڑی علاقے پر مقتدر ہوگئے اور دو سو سال قبل قندھار کی طرف ہجرت میں ساتھ نہ جانے والے گندھاری نسل کے اپنے قدیم رشتہ داروں کو کافرستان میں دھکیل کر آبائی صدر مقام گندھاری کے مالک بن گئے۔ تب انہوں نے دریائے کابل عبور کیا اور اس کے دائیں کنارے اور درۂ خیبر کے شمال میں آفریدی کوہستانی سلسلہ پر قابض ہوگئے۔

جب یہ واقعات ہورہے تھے تو گیجانی' ترکلانزی (54) اور محمد زئی' جو ننگر ہار میں ہی رہ گئے تھے' مشرق کی طرف بڑھے۔ وہ یا تو پیش قدمی کرتے ہوئے غوریہ خیل کے آگے آگے ہنکتے آئے' یا پھر انہیں یوسف زئی نے دلزاک کے خلاف بطور حلیف بلایا ہوگا۔ بہرحال وہ دو آبہ اور ہشت نگھر میں اپنے رفیقوں سے مل گئے' دلزاک پر چڑھائی کی اور انہیں یوسف زئی سے باہر اور دریائے سندھ کے اس پار نکال دیا۔ پھر انہوں نے نئی اور پرانی ملکیتیں اپنے حلیفوں کے ساتھ بانٹ لیں۔ گیجانی کو دو آبہ' محمد زئی کو ہشت نگھر ملا' جبکہ یوسف زئی' اتمان خیل اور ترکلانزی نے وسیع یوسفزئی میدان حاصل کئے۔ بعد کے بیس برس میں یہ تین قبائل' ہشت نگھر اور برممند حد کے ساتھ ساتھ دریائے سندھ سے لے کر کنہار (کنڑ) اور باجوڑ وادیوں کو جدا کرنے والے سلسلے تک کوہستانی علاقے کے مالک بن گئے' اور وہاں کے باشندوں (وہی قدیم گندھاری جو پہلے ہی برممند کے ہاتھوں بہت نقصان اٹھا چکے تھے) کو دریائے سندھ کے پار مشرق و مغرب میں ہزارہ' اور دریائے کرم کے پار کافرستان میں دھکیل دیا۔ انہوں نے یہ علاقہ بھی آپس میں تقسیم کیا۔ ترکلانزی نے باجوڑ' اتمان خیل نے دریائے سوات کی وادی میں اوپر ارنگ بارنگ اور ہنجکورہ کے ساتھ اس کے اتصال تک کا علاقہ' جبکہ یوسف زئی نے زیریں سوات' بونیر اور ہند سمیت مشرق میں دریائے سندھ تک کی اور اپنی حدود پر واقع تمام پہاڑیاں لے لیں۔ کچھ عرصہ بعد شہنشاہ اکبر نے خٹک کو ضلع پشاور کے جنوب مغرب میں میدانی علاقوں کا عطیہ دیا۔ چنانچہ خٹی اور ان کے حلیفوں نے پشاور بارڈر کی شمالی پہاڑیوں سمیت دریائے کابل کے شمال میں دریائے سندھ سے کنہار تک (لیکن دو آبہ کے مغرب میں پہاڑیوں کو چھوڑ کر' جو برممند کے زیر قبضہ تھیں) قبضہ کرلیا' جبکہ خٹک کے مشرق میں کابل کا جنوبی میدانی علاقہ اور غوریہ کے زیر تسلط

تمام مغربی میدانی علاقہ بھی۔ آخر میں انہوں نے دریا پار کر کے یوسف زئی میں آنے کی کوشش کی لیکن شکست فاش کھائی اور پھر کبھی اپنے علاقوں کی توسیع نہ کر پائے۔ پیچھے ذکر کیا جا چکا ہے کہ یوسف زئی میدان میں سے خٹک کو کس طرح باہر نکالا گیا۔ دلزاک نے اپنے علاقہ سے ہاتھ دھو بیٹھنے کے بعد اسے دوبارہ حاصل کرنے کی پے درپے کوششیں کیں۔ حتیٰ کہ ہنگامہ اور بدنظمی کا باعث بننے کی وجہ سے شہنشاہ جہانگیر نے انہیں مکمل طور پر جلاوطن کر دیا اور وہ انڈین جزیرہ نما میں بکھر گئے۔ اپنی مقبوضات پر آباد ہوتے ہوئے یوسف زئی نے پہاڑی اور میدانی علاقہ اپنے دو بڑے دھڑوں یعنی مندنر اور یوسف زئی کے درمیان مساوی تقسیم کیا۔ لیکن ان میں باہمی رقابت پیدا ہو گئی' اور اس سلگتی ہوئی چنگاری کو مغل حکمرانوں نے مزید ہوا دی۔ سترھویں صدی کے آغاز میں یوسف زئی نے مندنر کو سوات اور بونیر سے بے دخل کر دیا' جبکہ مندنر نے اپنی باری آنے پر یوسف زئی کو یوسف زئی میدان کے بہت بڑے حصہ سے نکال باہر کیا۔ چنانچہ یوسف زئی کے پاس اب سوات' بونیر اور یوسف زئی کے شمال مغرب میں لنڈخوار اور رانیزئی وادیاں ہیں' جبکہ مندنر کے علاقوں میں باقی کے میدانی علاقے اور ہمند ہیں۔

اب میں ان قبائل کو تفصیلاً بیان کرتا ہوں۔

میدانی مہمند

خٹک علاقہ میں سے کوہاٹ کے پاس سے گزر کر پشاور میں اور مغرب کی طرف مڑ کر ہمیں سب سے پہلے زیریں یا میدانی مہمند ملتے ہیں۔ جن کے پاس ضلع کا جنوب مغربی گوشہ' اور باڑا ندی کا جنوبی حصہ ہیں۔ ان کی پانچ مرکزی شاخیں میارزئی' موسیٰ زئی' داویزئی' متی اور سرگانی ہیں۔ سارے غوریہ خیل کی طرح ان کے سردار "ارباب" کہلاتے ہیں' جس کا مطلب "آقا" ہے۔ یہ نام مغل شہنشاہوں کا عطا کردہ ہے۔ (55) وہ عمدہ اور محنتی کاشتکار ہیں اور ماسوائے آفریدی حد کے باقی تمام مقامات پر (حکومت کے) مددگار و معاون ہیں۔ وہ اپنی عادات و اطوار اور روایات دونوں اعتبار سے اب بر مہمند سے بالکل علیحدہ ہیں۔

خلیل

باڑا کے مغربی کنارے اور درۂ خیبر کی طرف والے علاقہ پر متمکن ہیں۔ ان کے چار

مرکزی قبیلے متوزئی' باروزئی' اسحاق زئی اور تلزائی ہیں۔ جن میں سے باروزئی سب سے زیادہ طاقتور ہیں۔ وہ اچھے کاشتکار نہیں۔ ان کا شمار اب بھی قندھار میں پائے جانے والے چند ایک قبائل میں ہوتا ہے۔

داؤدزئی

دریائے کابل کے بائیں کنارے پر نیچے باڑا کے ساتھ اتصال تک آباد ہیں۔ ممند اور داؤد زئی ایک مشترک مورث اعلیٰ دولت یار کی نسل سے ہیں۔ غوریٔ' غوریہ خیل کا نسب اعلیٰ ہے۔ داؤد کے تین بیٹے مندکئی' مامور اور یوسف تھے جن سے قبیلے کی اہم شاخیں نکلیں۔ مندکئی کے تین بیٹے حسین' لیکی' اور بالو تھے۔ صرف پہلے کی نمائندہ نسل پشاور میں ہے۔ لیکی ہندوستان کو نکل گیا' جبکہ بالو کی چند اولادیں تِرہ کے حصوں میں رہتی ہیں۔

گجیانی

دریائے کابل اور دریائے سوات کے دوآبہ یا درمیانے میدانی علاقہ پر آباد ہیں۔ وہ خشعی کے بیٹے میک کی اولاد ہیں۔ ایک "ہمسایہ" چرواہے نے میک کی بیٹی گجی / گوجی سے شادی کی' تب سے ان کا یہ نام پڑ گیا۔ ہوتک اور زیرک ان کی دو بڑی شاخیں ہیں۔ میک گریگر کے مطابق دیگر پٹھان انہیں خالص پٹھان خون تسلیم نہیں کرتے۔

محمد زئی (56)

کا علاقہ ہمارے بارڈر سے لے کر نوشہرہ تک دریائے سوات کے بائیں کنارے پر نیچے کو جاتی ہوئی تیرہ میل چوڑی پٹی' ہشت نگر ہے۔ زمند کے ایک بیٹے محمد کی اولادیں ہیں' اور اس کے بھائیوں کی چند ایک اولادیں بھی ان کے ساتھ آباد ہیں' جن میں سے ایک نیشگی ہے جس کے نام پر ان کے ایک گاؤں کا نام بھی ہے۔ ان کے قبیلوں میں پرانگ' چارسدہ' رزر' اتمان زئی' ترنگزئی' عمرزئی' شیرپاؤ اور تنگی (اپنی دو شاخوں بارازئی اور نسرت زئی سمیت) شامل ہیں۔

بائیزئی

یوسف زئی خاص کے پانچ حصے ہیں: بادی خیل (اب معدوم)' عیسیٰ زئی' الیاس زئی'

ملیزئی اور اکوزئی۔ اکوزئی کی آگے تین شاخیں ہیں' رانیزئی (57)، جن کا علاقہ یوسف زئی اور سوات کے درمیان پہاڑیوں کا مغربی حصہ ہے۔ خواجہ زئی' جن کا علاقہ سوات اور پنجکورہ دریاؤں کا درمیانی خطہ ہے۔ اور تیسری شاخ بائیزئی ہیں۔ موخرالذکر بالاصل ضلع پشاور کے شمالی حصے کے وسط میں لنڈ خوار وادی' اور اس کے اور دریائے سوات کے سارے درمیانی علاقہ میں آباد تھے۔ پہاڑیاں اب بھی ان کے پاس ہیں' لیکن خٹک نے (58) وادی کا سارا مغربی حصہ حاصل کرلیا' جبکہ اتمان خیل کرلازی (جنہیں بائیزئی نے اپنے پڑوسی اور رشتہ دار رانیزئی کے ساتھ جھگڑے کے دوران حلیف بننے کے لئے کہا تھا) نے اس کا شمال مشرقی حصہ حاصل کرلیا' اور اب بائیزئی کے پاس اس کے جنوب میں صرف ایک چھوٹا سا خطہ ہے۔ ان کی چھ شاخیں ابا خیل' عزیز خیل' بابوزئی' متوریزئی' موسیٰ خیل اور زنگی خیل ہیں۔ موخرالذکر کا علاقہ سوات کو بونیر سے جدا کرنے والا ایلم پہاڑی سلسلہ ہے۔ باقی کی سب شاخیں بائیزئی وادی اور شمال کی پہاڑیوں میں آباد ہیں' لیکن خٹک اور اتمان خیل کی یورش کے بعد سے صرف پہلی تین ہی ہمارے علاقہ میں زمین کی مالک ہیں۔

مندنر ضلع پشاور کے باقی ماندہ حصہ پر آباد ہیں۔ ان کے مرکزی قبیلوں کی تقسیم یوں ہے:
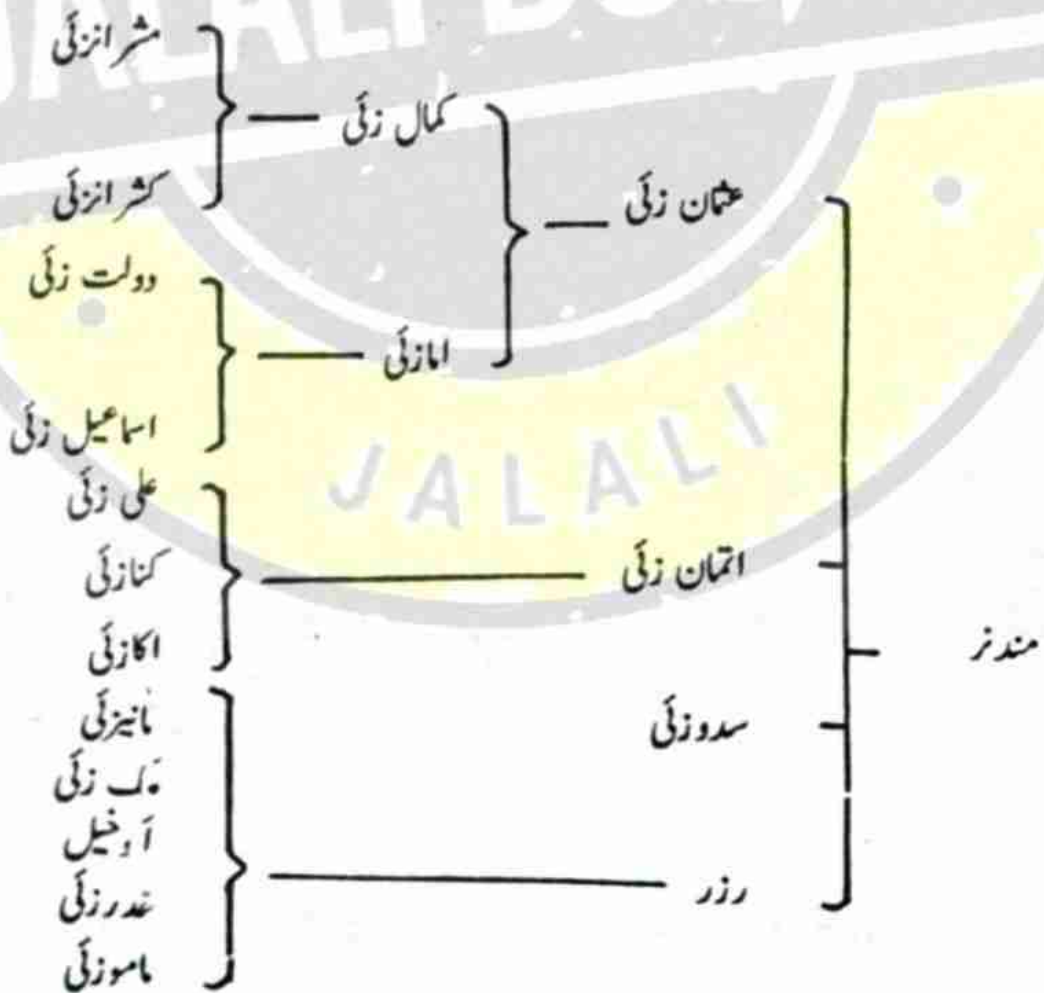
سدوزئی اصلاً" اتمان زئی کی دوسری بیوی اتمان کی شاخ ہیں' لیکن وہ عملی اعتبار سے الگ ہیں۔ مندنر خطہ کے تمام شمالی اور مغربی حصے عثمانی زئی کے ہیں۔ کمال زئی وادی لنڈ خوار کے فوراً بعد مغرب میں اور نیچے بلاک خٹک کی حد تک پھیلے ہوئے' جبکہ امازئی اس وادی کے مشرق اور جنوب مشرق میں ہیں۔ ذیلی شاخوں میں سے کثرانزئی' جو ہوتی اور مردان میں آباد ہیں' اور دولت زئی شمال کی جانب اور شرازئی و اسماعیل زئی' ان خطوں کے جنوب میں بالترتیب ہیں۔ امازئی کے جنوب اور ان کے اور خٹک علاقہ کے درمیان رزر آتے ہیں۔ اتمان زئی اور سدوزئی دریائے سندھ کے دائیں کنارے پر ضلع کے انتہائی مغرب میں واقع ہیں' سدوزئی مغرب اور اتمان زئی مشرق کی طرف ---- آخری دونوں کے پاس خودمختار وادی گدون میں بھی چھوٹے چھوٹے علاقے ہیں۔ اور اٹھارہویں صدی کے آغاز میں دریائے سندھ کے ہزاروں گوجروں نے ترین افغانوں کے خلاف لڑائی میں انہیں اپنا حلیف بنایا' اور وہ گندگڑھ خطے پر تور بیلہ سے لے کر ہزارہ کی جنوبی حد تک آباد ہوگئے۔ خطے میں ان کی تینوں شاخوں کے نمائندے موجود ہیں۔ علی زئی کی ذیلی شاخ ترنیل خطے کے جنوبی نصف پر قابض ہے اور بارڈر کے پار اٹک چلی گئی ہے۔ ایک سدوزئی شاخ خدوخیل ہند اور گدون علاقہ کی درمیانی وادیوں پر آباد ہیں۔ پشاور کی حد پر وادی ہند اور گدون علاقہ کے شمال میں مندنر قبیلوں کا ایک مغلوبہ آباد ہے' جس میں امازئی بہت زیادہ غالب ہے۔ امازئی کی اسماعیل زئی شاخ مہابن علاقہ میں رہتی ہے۔ تقریباً مکمل طور پر ہمارے علاقہ کے اندر رہنے اور خوانین پشاور کے ایک عرصہ سے مطیع مندنر شاید کسی بھی دوسرے پٹھان قبیلہ کی نسبت زیادہ مہذب اور کم منہ زور ہیں۔

پشاور بارڈر کے پٹھان قبائل

آفریدی

ڈاکٹر بیلیو کا کہنا ہے کہ آفریدی (جنہیں وہ ہیروڈوٹس کے Apartae سے ملاتے ہیں) بہ اصل دریائے کابل اور کرم کے درمیان والے سارے سلسلہ کوہ سفید پر (دریائے سندھ

سے لے کر کرم کے سرآب اور پیوار مینڈھ تک) رہتے تھے۔ لیکن پانچویں اور بعد کی صدیوں کے بہت بڑے بڑے سیمتی حملوں کے بعد سے مختلف النسل قبائل یکے بعد دیگرے ان پر چڑھائی کرتے رہے: جنوب سے اورکزئی اور بنگش، جنوب مغرب سے وزیری اور توری، مشرق سے خٹک اور مغرب سے غلزئی، خوجیانی اور شنواری۔ اب ان کے پاس صرف کوہ سفید کی مشرقی انتہا پر وسطی سطوح مرتفع، یعنی کوہستان خیبر، باڑا کی وادی اور وادی کے جنوب میں کوہاٹ کو پشاور سے جدا کرنے والا سلسلہ کوہ، اور تیرہ کے شمالی حصے، جو انہوں نے جہانگیر کے دور میں اورکزئی سے واپس لئے۔ پٹھان مورخ اپنا سلسلہ نسب برہان ابن ککی ابن کرلانڑی اور اس کے بیٹے عثمان عرف آفریدی سے جوڑتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ ساتویں صدی میں خیبر کا علاقہ لاہور کے راجہ کے مطیع اور غور و کوہ سلیمان کے افغانوں سے مسلسل دق رہنے والے بھٹی قبیلے اور یوسف زئی ماخذ کے راجپوتوں کے زیر تسلط تھا۔ اور یہ کہ صدی کے اواخر میں ککھڑوں کے حلیف آفریدی نے دریائے سندھ کے مغرب اور دریائے کابل کے جنوب کا سارا علاقہ لاہور حکومت سے اس شرط پر حاصل لیا کہ وہ حملوں کے خلاف سرحد کی حفاظت کریں گے۔ آفریدی کے پانچ قبیلے ہیں، جن میں سے اولاخیل اور اس میں زخاخیل شاخ سب سے بڑی ہے۔ جبکہ میناخیل اب افغانستان میں نہیں ملتے، اور میری خیل، ملک دین اور اکاخیل میں ضم ہوگئے۔ کچھ مرکزی شاخیں ذیل میں دکھائی گئی ہیں۔

1- میناخیل

2- میری خیل

3- اکاخیل ــــ { بسی خیل، مداخیل، سلطان خیل، میروخیل }
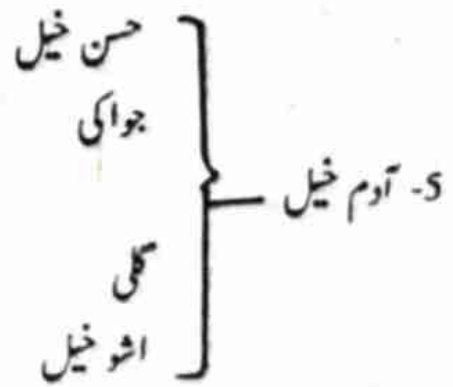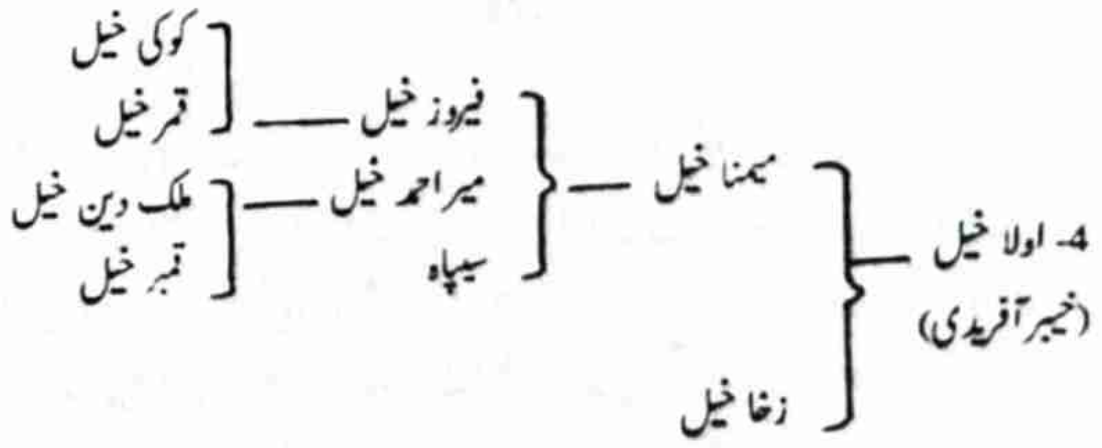
لیکن عملی مقاصد کے تحت اب انہیں آٹھ قبیلوں میں تقسیم کیا جاتا ہے، یعنی کوکی خیل، ملک دین خیل، قمبر خیل، قمر خیل، زخاخیل، اکاخیل، سپاہ اور آدم خیل۔

اب حسن خیل اور جواکی شاخوں پر مشتمل (جو ہمارے بارڈر پر کافی جانی پہچانی ہیں) آدم خیل کوہاٹ اور پشاور کے درمیانے سلسلہ کوہ، درہ کوہاٹ کے مغرب میں اکوڑ سے لے کر خٹک تک آباد ہیں۔ حسن خیل کے پاس پشاور کی جنوبی حد کے ساتھ ساتھ والی زمین اور ضلع کوہاٹ کی شمال مشرقی حد ہے۔ ان کے بعد اکاخیل آتے ہیں جو اکوڑے سے لے کر دریائے باڑا تک کے سلسلہ کوہ میں آباد ہیں بی خیل شاخ برطانوی علاقہ کے قریب ترین ہے۔ یہ دو قبیلے آفریدی علاقہ کے جنوب مشرقی کونے پر آباد ہیں، اور اپنے رشتہ داروں کی نسبت زیادہ باقاعدہ زندگی بسر کرتے ہیں۔ وہ آزاد علاقے اور برطانوی انڈیا کے درمیان لکڑی اور نمک لانے لے جانے کا کام کرتے ہیں۔ دیگر قبائل ایک حد تک ہجرتی ہیں، وہ موسم سرما زیریں پہاڑیوں اور وادیوں میں گزارتے ہیں، جبکہ موسم گرما میں بالائی پہاڑوں کے ٹھنڈے علاقوں میں چلے جاتے ہیں۔ تاہم، ان کی عمومی تقسیم یوں ہے: دریائے باڑا کے شمال میں گھوری میدان موسم سرما میں ملک دین خیل، قمبر خیل، سپاہ اور قمر خیل کا ڈیرہ بنتا ہے۔ قمبر خیل موسم گرما تیرہ میں گزارتے ہیں۔ موسم گرما میں سپاہ کا ڈیرہ وادی باڑا ہے،

جبکہ قمر خیل گرمی کے مہینے میدان اور باڑا کے درمیان کوہ سفید کی پہاڑیوں میں گزارتے ہیں۔ یہ اچھے کاشتکار گلہ بان اور اپنے رشتہ داروں کی نسبت کم عادی ڈاکو ہیں۔ آفریدی قبیلوں میں سب سے زیادہ وحشی اور لاقانون زخاخیل ہیں۔ ان کی بالائی آبادیاں میدان اور باڑا اضلاع میں ہیں اور سردیوں کے ڈیرے لنڈی کوتل کے شمال میں بزار وادی اور خیبر میں علی مسجد سے لے کر لنڈی کوتل تک ہوتے ہیں۔ ان میں ایک رسم ہے جس کے تحت بچوں کو ڈاکو کے انداز میں نقب شدہ دیوار میں سے آگے پیچھے گزارا جاتا ہے اور والدین پاس کھڑے بار بار یہ دوہراتے رہتے ہیں' "چور بنو' چور بنو۔" جب بچے سن بلوغت کو پہنچ جائیں تو یہ تاکید زیادہ احتیاط کے ساتھ کی جاتی ہے۔ حتیٰ کہ جھوٹ بولنے اور چوری چکاری کے عادی آفریدی کے درمیان بھی وہ دروغ گوئی اور چوری کے لئے بدنام ہیں۔ کوکی خیل خیبر کے مشرقی دہانے اور اس کے درہ میں علی مسجد تک محیط ہیں۔ موسم گرما میں وہ راجگل کی تنگ گھاٹی میں چلے جاتے ہیں (میدان کی شمالی طرف کوہ سفید میں)۔ وہ جلانے والی لکڑی کا کاروبار اور جرائم پیشہ افراد کو پناہ دیکر یا ہنگامہ پسند اقدامات کی وجہ سے بدنظمی اور بے چینی پیدا کرتے ہیں۔ ہمارے بارڈر کے تمام قبائل میں آفریدی سب سے زیادہ وحشی ہیں۔ صرف خٹک کو چھوڑ کر' تمام کے تمام کرلانڑی جنگلی اور قابو سے باہر ہیں' لیکن آفریدی سب سے زیادہ۔ "سنگدلانہ' بزدلانہ' ڈاکہ زنی اور سفاکانہ قتل و غارت آفریدی کے لئے زندگی کا نمک ہیں۔ وہ بالکل بچپن سے ہی زبردست دغابازی اور بے رحم انتقام کے درمیان پرورش پاتا ہے۔ کوئی چیز اس میں تبدیلی پیدا نہیں کر سکی۔ وہ ایک بے شرم ظالم وحشی کی حیثیت میں زندہ رہتا اور مرتا ہے۔ تاہم' ان کی بہادری و شجاعت مشہور ہے۔ اسے لڑتے ہوئے دیکھنے والے اسے بہادر ہی بتاتے ہیں۔ بحیثیت مجموعی وہ ہمارے بارڈر کی پٹھان نسلوں میں بہترین ہے۔ ان کا ڈیل ڈول زبردست ہے۔ وہ دیگر پٹھانوں کی نسبت واقعی زیادہ شجاع' زیادہ کھلا اور زیادہ دھوکے باز ہے۔ یہ بات تو یقینی ہے کہ اس میں انگریزوں کو اپنی حمایت میں راغب کرنے کی قوت ہے۔ اور جن کا اس سے واسطہ پڑا ہے' ان میں سے چند ایک ہی ایسے ہوں گے جنھوں نے کم از کم اس کی جوانمردی کی زبردست تعریف و توصیف نہ شروع کر دی ہو۔" (59) وہ دراز قامت' دریادل' رحمدل' مضبوط بدن اور پھرتیلا' محنت کش اور چست ہے' لیکن گرمی سے دور بھاگتا ہے۔ اس کی عورتیں غیر عفیفہ ہونے کے لئے

بدنام ہیں۔ وہ محض برائے نام مسلمان، مکمل جاہل اور شدید توہم پرست ہے۔ اپنی عبادت کے لئے کوئی بھی مزار نہ ہونے کی وجہ سے ہونے والی تضحیک کا ازالہ کرنے کے لئے زخاخیل نے کاکاخیل کے ایک بزرگ شخص کو اپنے درمیان آکر رہنے کے لئے آمادہ کیا، اور پھر اسے قتل کردیا تاکہ اس کی لاش دفن کرکے اپنا ایک پاکیزہ مقام حاصل کرلیں۔ آفریدی زبردست جمہوریت پسند ہیں۔ نام نہاد سرداروں کے پاس بہت کم قوت و اختیار ہے۔

ملاغوری

آفریدی کے شمال میں ملاغوری آتے ہیں۔ وہ پہاڑی مہمند کے ساتھ منسلک ایک چھوٹا سا امن پسند قبیلہ ہیں۔ لیکن ان کا پٹھان ماخذ مشکوک ہے۔ ان کا علاقہ سلسلہ خیبر کے شمال کی طرف تر ترہ ہے۔ وہ چور پائے گئے لیکن چھوٹے موٹے جرائم پر ہی قناعت کرتے ہیں۔

شنواری

یہ کرشبون (60) کے تیسرے بیٹے کانسی کی اولادوں میں سے وہ واحد شاخ ہیں جو ابھی تک قبیلہ کے مربوط وجود میں شامل ہیں۔ وہ ملانوری کے مغرب میں واقع اور درۂ خیبر کے مغربی کونے پر شمالی پہاڑیوں پر رہتے ہیں اور یوں اوپر خوجیانی علاقہ تک کوہ سفید کی شمالی ڈھلانوں تک محیط ہیں۔ سنگوخیل، علی شیرخیل، سیپاہ اور مندوزئی ان کے چار بڑے قبیلے ہیں۔ خیبر شنواری کا تعلق علی شیرخیل سے ہے اور وہ لنڈی کوتل کی وادی لوآرگی میں رہتے ہیں۔ ان کی مرکزی ذیلی شاخیں پیروخیل، میرداد خیل، خوگاخیل، شیخ علی خیل اور سلیمان خیل میں۔ وہ پشاور اور کابل کے درمیان تجارت سے وسیع پیمانے پر وابستہ اور باعزم لمبے تڑنگے، محنت کش اور پرامن ہیں۔ تاہم، انہیں چھوٹی موٹی چوری کی عادت ہے۔ وہ علاقہ کے اس حصہ میں غالباً غوریہ خیل کے ہمراہ آئے تھے۔

برمہمند

پہاڑی برمہمند کی تاریخ پیچھے بیان کی گئی ہے۔ ان کی آبادی دریائے کابل اور باجوڑ کا دوآب اور اتمان خیل علاقہ، کنر (کناڑ) کا مغربی حصہ اور خیبر کی کچھ شمالی پہاڑیاں ہیں۔ وہ ہمارے بارڈر کے پار دریائے کابل کے ساتھ ساتھ بھی دو شاخوں کی صورت میں پھیلے ہوئے

ہیں، جن میں سے حلیم زئی قبیلہ داؤد زئی اور گجیانی کے درمیان تنگ سی پٹی کا مالک ہے۔
ان کی مرکزی شاخیں بائیزئی، خوا یزئی، داو یزئی، اتمان زئی، گگوزئی اور ترکزئی ہیں، اور موخرالذکر کی آگے مزید ذیلی شاخیں حلیم زئی، عیسیٰ خیل، برہان خیل، اور ترکزئی ہیں۔ حلیم زئی اور ترکزئی ہمارے خاص بارڈر پر زمین نہیں رکھتے، باقی کے مزید آگے مغرب کی طرف ہیں۔ مہمند کا سردار، لال پورہ کا خان (جو ترکزئی قبیلے سے تعلق رکھتا ہے) ہمارے عین بارڈر والے پٹھانوں میں غالباً کسی بھی دوسرے قبائلی سردار سے زیادہ اختیارات و رسوخ کا مالک ہے۔ مہمند بھی تقریباً آفریدی جتنے ہی وحشی ہیں، بلکہ ضمیرفروشی میں ان سے بھی دو ہاتھ آگے ہیں: "آپ صرف ایک روپے پر نگاہ ڈالیں، آپ کو فوراً کوئی مہمند مرد یا عورت دکھائی پڑ جائے گی۔" انہوں نے ہمارے بارڈر پر بہت گڑبڑ پیدا کی۔

اتمان خیل

اتمان خیل کی تاریخ پیچھے بیان کی جا چکی ہے۔ وہ ہمارے بارڈر کے پار دریائے سوات کے دونوں کناروں پر اوپر ارنگ بارنگ تک آباد ہیں۔ اور جیسا کہ پیچھے ذکر کیا جا چکا ہے، انہوں نے وادی لنڈ خوار کا ایک بائیزئی حصہ حاصل کرلیا۔ ان کے دو اہم قبیلے عمرخیل اور احیل خیل ہیں۔ اول الذکر کا علاقہ پشاور سرحد کی پہاڑیاں ہیں، جبکہ دریائے سوات پر آباد موخرالذکر زیادہ طاقتور ہیں۔ "وہ دراز قامت، مضبوط بدن اور سفید ہیں، اور بالعموم کمر تک ننگے رہتے ہیں۔ عورتیں بھی مردوں کی طرح محنت کرتی ہیں۔ ان کی ہر بات عدم تہذیب کی غماز ہے۔ وہ یوسف زئی والی کسی بھی برائی سے پاک متین لوگ ہیں۔" (61) وہ ہمارے لئے مشکلات پیدا تو کرتے ہیں، لیکن بہت کم۔

یوسف زئی خاص

یوسف زئی کی تاریخ مغرب پر بیان کر دی گئی ہے۔ ان کی مرکزی تقسیم ذیل میں دی جارہی ہے:-

بادی خیل ——— (تقریباً معدوم)

عیسیٰ زئی ——— { حسن زئی، مندا خیل، اکا زئی }

الیاس زئی

ملیزئی ——— { دولت زئی، چغرزئی، نورا زئی }

اکوزئی ——— { رانیزئی، خواجہ زئی، بائیزئی }

اکوزئی قبیلے کے زیر تسلط علاقہ گذشتہ صفحات میں بیان کیا جا چکا ہے۔ عیسیٰ زئی کا علاقہ مہابن کی شمال مشرقی ڈھلانیں اور وادی ہزارہ و گدون میں دریائے سندھ کے دونوں طرف والا پہاڑی خطہ ہے۔ ملیزئی مشرقی اور الیاس زئی مغربی بونیر میں رہتے ہیں۔ اکوزئی کی ذیلی شاخیں رانیزئی اور بائیزئی یوسف زئی کی شمالی حد سے پرے کی پہاڑیوں میں آباد ہیں۔ اول الذکر مغرب اور موخر الذکر مشرق کی طرف۔ ان سے پرے بونیر میں الیاس زئی کی سرلازئی شاخ ہے۔ اور پھر ان کے اور وادی ہند کے درمیان ملیزئی قبیلے کی ذیلی شاخ نورازئی، جس میں ابازئی شامل ہے۔ یوسف زئی بے حد توہم پرست، مغرور، شورش پسند، بے رحم، انتقام پرور اور حریص ہیں۔ لیکن وہ زندہ دل، مسرور، ملنسار طبع، شعر و شاعری، موسیقی کے شائق اور احترام نسواں سے بہت جلتے ہیں۔ ان کی قبیلوی تقسیم واضح طور پر جمہوری ہے۔

جدون علاقہ

یوسف زئی خطہ کے جنوب میں ہند اور خدوخیل کے علاقے آتے ہیں جن کا ذکر پیچھے

ہو چکا ہے۔ جدون یا گدون علاقہ پشاور اور ہزارہ کے درمیان والے علاقے کے جنوبی حصہ پر مشتمل ہے۔ اس وادی میں دیگر قبائل کی املاک کا ذکر کیا جا چکا ہے۔ خود جدون دریائے سندھ سے نیچے مہابن کی جنوبی ڈھلانوں اور وادی کے مشرقی حصوں پر آباد ہیں۔ اس کے علاوہ ان کے پاس ہزارہ کا بھی کافی حصہ ہے۔ جدون کی تفصیل آگے بیان کی گئی ہے۔

ہزارہ کے پٹھان قبائل:

دریائے سندھ کے اس طرف ہزارہ کے پہاڑوں میں بہت پرانے وقتوں سے انڈین ماخذ کی ملی جلی آبادی ہے۔ جنوب کی طرف والے حصے کے **ککھڑ** مالک ہیں اور مشرقی پہاڑیوں کے راجپوت ان کے ماتحت ہیں' جبکہ ضلع کے شمالی اور وسطی حصوں میں ایک گوجر آبادی واقع ہے۔ 1399ء میں تیمور کے ہمراہ کرلاغ ترکوں کا ایک خاندان آکر ضلع کے وسط اور شمال کے پاخلی میدان مقیم ہوا اور پورے ضلع پر اپنی حاکمیت قائم کی۔ اس وقت یہ پاخلی کی سلطنت کہلاتی تھی۔ (62) میں پیچھے ذکر کر چکا ہوں کہ کس طرح سولہویں صدی کے وسط میں دلزاک کو پشاور سے باہر سندھ پار دھکیل دیا گیا' اور اب سوات' بونیر اور پشاور کے شمال و مشرق کے پہاڑوں میں آباد قدیم گندھاری باشندوں کے نمائندے کس طرح ان کے نقش قدم پر چلتے آئے۔ ضلع ہزارہ کے عین سامنے سندھ پار خطے میں آباد افغانوں کی تعداد میں جیسے کہ اضافہ ہوا اور انہوں نے اپنا اقتدار وسیع کیا تو قدیم باشندوں کے جتھوں نے یکے بعد دیگرے دریا پار کیا اور ہزارہ میں آباد ہوگئے۔ سترھویں صدی (63) کے اواخر میں کاغان کے مشہور سادات کے مورث اعلیٰ جلال بابا کے ہمراہ مختلف النسل پیروکار سوات کی طرف سے آئے' کرلاغ کو بے دخل کیا اور وادی نگاڑ سمیت ضلع کے شمالی نصف پر قابض ہوگئے۔ قریباً اسی دور میں تناؤلی نے دریا پار کیا اور ایبٹ آباد اور دریا کا درمیانی علاقہ قبضہ میں لے لیا' جس کا نام اب انہی کے نام پر تناول ہے۔ جبکہ جدون پشاور اور ہزارہ کے درمیان اپنے اصل علاقہ سے اٹھے اور ایبٹ آباد کے جنوبی خطے پر تسلط قائم کرلیا۔ ترین نے ہزارہ میدان کے گوجر خاندانوں کو باہر نکالا یا مطیع بنایا' اور اتمان زئی' جنہیں سندھ پار سے گوجروں نے بطور حلیف بلایا' نے توربیلہ سے لے کر ضلع کی حد تک دریا کے کنارے کے ساتھ ساتھ گندگڑھ خطے پر قبضہ کرلیا۔ انیسویں صدی کے پہلے بیس برس میں درانیوں

نے ضلع پر اپنا تسلط کھو دیا، طوائف الملوکی کی سی کیفیت پیدا ہوگئی اور قبائل کی تقسیم نے مرحلہ بہ مرحلہ موجودہ صورت اختیار کرلی، اسکوزرا تفصیلا" یوں بیان کیا جا سکتا ہے: افغان گند گڑھ سلسلہ اور دریائے سندھ کے درمیانی علاقہ، اور سرن اور داوڑ کے مقام اتصال کے جنوب مغرب میں کچھ دور تک کے میدانوں پر آباد ہیں۔ انڈین ماخذ کے قبائل کا مقبوضہ علاقہ ضلع کا سارا جنوب و مشرق اور مظفرآباد کے سامنے گڑھی حبیب کی اونچائی تک مشرقی پہاڑیاں ہیں۔ دریائے ہرو کے دونوں کناروں کے ساتھ والی پٹی پر **ککھڑ** آباد ہیں، جبکہ ان سے اوپر ضلع کے جنوب مشرقی کونے والی پہاڑیوں پر ڈھنڈ، کرار اور سرار آباد ہیں۔ ملحق ہری پور میدان پر اعوانوں اور گوجروں کی ملی جلی آبادی ہے۔ باقی ماندہ، یعنی شمالی اور وسطی حصہ ان قبائل کے قبضہ میں ہے جن کا ماخذ چاہے کچھ بھی ہو لیکن وہ پٹھانوں کے ساتھ دیرینہ قرابت کی وجہ سے اپنی بولی اور روایات میں ان سے مشابہہ ہوگئے ہیں۔ جدون کے پاس باگڑہ سے اوپر کی طرف مینگل تک وادی داوڑ ہے، تناولی کے زیر تسلط خطہ ایبٹ آباد اور دریائے سندھ کے درمیان ضلع کا وسط ہے (جس میں سے زیادہ تر کا تعلق خودمختار نواب آف امب سے ہے) جبکہ مانسہرہ کے شمال میں تمام کوہستانی علاقہ اور گڑھی حبیب اللہ پر سواتی بسیط ہیں۔

اتمان زئی کا خاصا تذکرہ پشاور قبائل پر بات چیت کے دوران کیا جا چکا ہے۔ ہزارہ میں اتمان زئی تپلیوں میں سے ایک مرکزی تپلیچہ ترخیلی گند گڑھ کے علاقہ میں آباد ہے۔ چند ایک ترین افغانوں (ابدالی کے چچا زاد) نے اٹھارہویں صدی کے اوائل میں گوجروں سے ہری پور کے میدانوں کا معتدبہ حصہ چھین لیا تھا اور اب بھی وہیں آباد ہیں، لیکن وہ معدودے چند اور غیر اہم ہیں۔ مشوانی ایک سید باپ اور کاکڑ ماں کی اولاد ہیں، اور کاکڑ پٹھانوں کے ساتھ منسلک ہیں۔ ان کی تھوڑی سی تعداد اتمان زئی کے حاشیہ نشینوں کی حیثیت میں ان کے ساتھ سندھ پار سے آئی اور اب وہ سری کوٹ کے نزدیک گند گڑھ سلسلہ کی شمال مشرقی حد پر متمکن ہیں۔

غیر سرحدی پٹھان:

لودھی اور سور سلطنتوں کے دوران، خصوصاً بہلول لودھی اور شیرشاہ سوری کے دور

اقتدار میں، بہت سے پٹھان انڈیا کی طرف نقل مکانی کر گئے۔ ان کا تعلق ان بادشاہوں والی غلزئی شاخ سے ہی تھا۔ لیکن پٹھانوں کی ایک کافی بڑی تعداد محمود غزنوی، شہاب الدین اور بابر کی فوجوں کے ہمراہ بھی گئی تھی، اور ان میں سے بہت سوں نے پنجاب کے میدانی علاقوں میں زمینوں کے عطیات حاصل کر کے آبادیاں قائم کیں جو تاحال موجود ہیں۔ مزید برآں، بہت سے پٹھان باہمی جھگڑوں یا خشک سالی کی وجہ سے باہر چلے گئے اور دریائے سندھ کے مشرقی میدانوں میں پناہ لی۔ ہندوستان میں بہت عام طور پر ملنے والے پٹھان قبائل میں یوسف زئی (مندنر سمیت)، لودھی، کاکڑ، سروانی، اورکزئی، کرلانری اور زمند شامل ہیں۔ ان میں سب سے زیادہ محیط یوسف زئی ہیں، جن میں سے 1200 افراد کا ایک دستہ انڈیا پر بابر کی آخری چڑھائی میں ساتھ گیا اور ہندوستان کے میدانی علاقوں اور پنجاب میں مقیم ہوا۔ لیکن اصولی طور پر سرحد سے دور رہائش اختیار کرنے والے پٹھان اپنی قبیلوی تقسیم کی تمام یاد محو کر چکے ہیں اور تقریباً سبھی قومی خصوصیات بھی۔

کچھ ہی عرصہ بعد زمند کی اولادوں کی بہت بڑی تعداد ملتان کو ہجرت کر گئی اور انہوں نے اورنگزیب کے دور تک اس صوبہ کو حکمران مہیا کیے۔ قبائلی جھگڑوں کی وجہ سے ابدالی قبیلے کی ایک کثیر تعداد شاہ حسین کی قیادت میں قندھار سے نکلی اور ملتان میں آباد ہو کر اپنے دیگر رشتہ داروں (جنہیں بہت بڑے غلزئی سردار میرواعظ نے نکال باہر کیا تھا) کی اعانت سے جلد ہی ملتان فتح کیا اور پنجاب کے خاصے مشہور و معروف قبیلے "ملتان پٹھان" کی بنیاد رکھی۔ نواب مظفر علی خان آف ملتان شاہ حسین کی چوتھی پشت ہے۔ جب زمند شاخ منتشر ہوئی تو خویشگی قبیلہ غور بند گھائی کی طرف ہجرت کر گیا اور اس کے بعد ایک خاصی بڑی تعداد بابر کے ساتھ ہولی۔ اور اس نے اور ہمایوں سے بہت زیادہ مراعات حاصل کیں۔ ان کی ایک شاخ قصور میں جا بسی اور اب وہ قصوری پٹھان کہلاتے ہیں۔ روہتک میں گوریانی اور گوہانا کے پٹھان کاکڑ ہیں۔ بتایا جاتا ہے کہ وہ ابراہیم لودھی کے دور میں یہاں آباد ہوئے تھے۔ اسی ضلع میں جھجر والے پٹھانوں کا تعلق یوسف زئی سے بتایا جاتا ہے۔ بہلول لودھی کے عہد میں پرانگی قبیلہ کے ارکان سرہند میں مقتدر تھے۔ بہلول لودھی کا تعلق پرانگی سے ہی تھا۔ اس قبیلے کے بہت سے افراد اب بھی لدھیانہ، روپڑ اور انبالہ کے شمال میں ملتے ہیں۔ مالیر کوٹلہ کا صاحب اقتدار خاندان سروانی افغانوں کے سری پال قبیلہ سے تعلق رکھتا

ہے، جنہیں (جیساکہ پہلے بتایا جا چکا ہے) ہمایوں دور میں میاں خیل اور بختیار نے افغانستان سے باہر نکالا (وجہ معلوم نہیں)، آفریدی کی میتاخیل شاخ کو ہندوستان کی طرف جلاوطن کردیا۔ کہا جاتا ہے کہ پانی پت اور لدھیانہ کے کچھ افغان اسی ماخذ سے ہیں۔

پٹھان سے وابستہ نسلیں

تناولی (ذات نمبر54)

کہا جاتا ہے کہ تناولی ایک برلاس مغل امیر خان کی نسل ہونے کے دعویدار ہیں، جس کے دو بیٹوں ہندخان اور پال خان نے کوئی چار سو سال قبل دریائے سندھ پار کیا اور ہزارہ کے تناول میں آباد ہوئے۔ وہ اپنی وجہ تسمیہ افغانستان میں اسی نام کی کوئی جگہ بتاتے ہیں۔ لیکن ان کے آریائی اور غالباً انڈین نسل ہونے کے بارے میں بہت کم شک کیا جا سکتا ہے۔ وہ ہمیں سب سے پہلے مہابن کے سندھ پار طاس میں ملے، جہاں سے انہیں یوسف زئی نے کوئی دو سو سال قبل دریائے سندھ کے دوسری طرف دھکیل دیا تھا۔ اب وہ تناول یا دریا اور ارش میدانوں کے درمیانی وسیع پہاڑی علاقہ میں رہتے ہیں۔ وہ دو بہت بڑے قبائل ہندوال اور پلال میں تقسیم ہیں۔ موخرالذکر تناول کے شمالی حصہ میں آباد ہیں اور ان کا علاقہ امب کے نیم خودمختار سردار کی جاگیر متشکل کرتا ہے۔ ہزارہ کے 40 ہزار تناولیوں میں سے 8737 نے خود کو پلال 1964 نے ڈفرال (پلال کی ایک ذیلی شاخ) اور صرف 1076 نے ہندوال بتایا۔ یہ امکان غالب ہے کہ امب علاقہ میں قبیلے ریکارڈ نہ کئے گئے ہوں۔ وہاں پر یقیناً تناولی خاصی بڑی تعداد میں ہیں۔ وہ محنتی اور پرامن کاشت کاروں کی نسل ہیں، لیکن ان کی بے اعتباری نے یہ مقولہ عام کر دیا: "تنولی بے قولی۔"

دلزاک اور تاجیک (ذات نمبر145)

بدقسمتی سے میں نے پشاور کے رہائشی ایک پڑھے لکھے ایکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر کی ہدایت پر عمل کرتے ہوئے تاجیک اور دلزاک کو تاجیک کے زیرعنوان ہی شمار کیا۔ درحقیقت وہ علیحدہ علیحدہ ہیں۔ جدولوں میں مندرج 2048 افراد نے خود کو تاجیک لکھوایا۔ ان میں سے

1519 یقیناً دلزاک ہیں اور انہوں نے خود کو اسی طور لکھوایا۔ ان کے علاوہ خود کو پٹھان درج کرانے والوں میں سے 1546 دلزاک ہیں: 825 راولپنڈی اور 695 ہزارہ میں۔ دلزاک کے ماخذ اور ابتدائی تاریخ پر پیچھے بات کی جا چکی ہے۔ پٹھان حملے سے پہلے وہ وادی پشاور کے باشندے تھے اور عیاں طور پر ان کا ماخذ سیتھی ہے۔ وہ پانچویں و چھٹی صدی کے دوران جٹوں اور کٹی کے ہمراہ پنجاب میں آئے۔ انہوں نے جلد ہی طاقت اور اہمیت حاصل کرلی اور دریائے سندھ و شمالی پہاڑیوں کے دامن تک ساری وادی پر حاکمیت قائم کرلی۔ تیرھویں صدی کے نصف اول میں یوسف زئی اور ممند نے انہیں دریائے سندھ سے پار چچ پاخلی میں دھکیل دیا۔ لیکن اپنے کھوئے ہوئے علاقے دوبارہ حاصل کرنے کے لئے ان کی کوششیں بدنظمی اور گڑبڑ کی ایسی مسلسل وجہ بن گئیں کہ بالآخر جہانگیر نے ان کی کثیر تعداد کو وطن بدر یا اور ہندوستان و دکھن میں بکھیر کر منتشر کر دیا۔ ہزارہ اور راولپنڈی میں دریائے سندھ کے بائیں کنارے کے ساتھ ساتھ ان کے کنبے اب بھی ملتے ہیں۔

تاجیک یقیناً فارس کے اصلی باشندے ہیں' لیکن آجکل یہ نام پورے افغانستان میں کسی بھی فارسی بولنے والے کے لئے استعمال ہوتا ہے جو نہ سید' نہ افغان یا ہزارہ کا نہیں۔ بالکل اسی طرح جیسے جٹ یا ہندکی کا نام بالائی سندھ پر پنجابی یا اس کا کوئی لہجہ بولنے والوں کے لئے مستعمل ہے۔ ڈاکٹر بیلیو نے انہیں پرامن' محنتی' وفادار اور ذہین بیان کیا۔ وہ دیہات میں کاشتکاری کرتے ہیں اور قصبات میں دست کار و تاجر پیشہ ہیں' جبکہ افغانستان کے تقریباً سبھی کلرک طبقات تاجیک ہیں۔

ہزاروی (ذات نمبر183)

مردم شماری میں ضلع پشاور کے لئے درج کئے جانے والے 38 ہزاریوں کے علاوہ 44 دیگر افراد نے بھی خود کو ہزاروی پٹھان لکھوایا' جن میں سے 39 کوہاٹ میں ہیں۔ لیکن یقینی طور پر مردم شماری کے وقت پنجاب میں موجود ہزارویوں کی یہ تعداد مکمل نہیں۔ اور یہ امکان ہے کہ بیشتر نے خود کو کسی قبیلے کی تخصیص کے بغیر سیدھا سادا پٹھان لکھوایا ہو۔ کابل کے ہزارویوں کا ذکر پیچھے آچکا ہے۔ وہ قدیمیوں کے Parapomisus پر رہتے ہیں' کابل

اور غزنی سے لے کر ہرات' اور قندھار سے لے کر بلخ تک۔ وہ یقیناً منگول تاتاری ہیں اور موجودہ مسکن میں انہیں چنگیز خان نے آباد کیا۔ اب وہ اپنی منگول بولی تقریباً مکمل بھول چکے ہیں' لیکن نسل کی طبعی اور شکل و صورت کی خصوصیات ان میں بدستور باقی ہیں "اور وہ اتنے ہی خالص منگول ہیں جتنے کہ 600 سال قبل اس وقت تھے جب ان کے خاندان یہاں آباد ہوئے۔ ان کے ریوڑ اور سازوسامان بھی ویسا ہی ہے۔" وہ صرف اندرونی شادیاں ہی کرتے ہیں اور اپنے علاقے کی حدود میں تقریباً مکمل خودمختار ہیں۔ "ر۔۔۔ز آف افغانستان" کے باب XIII میں ڈاکٹر بیلیو نے ان کی کافی تفصیل بیان کی ہے۔ جنرل کننگھم کہتے ہیں کہ بابر کے دور حکومت میں کرلوکی (کرلاغی؟) ہزاروی راولپنڈی میں سوہان کے دونوں کناروں پر آباد ہیں' اور وہ انہیں تیرھویں صدی کے آغاز میں سری حسن کرلوکی کی مشہور بیل اور گھوڑا سوار قسم سے حوالہ دیتے ہیں۔ لیکن ان لوگوں کی اولادوں نے بین طور پر خود کو ترک لکھوایا نہ کہ ہزاروی۔ ان کا تفصیلی ذکر آگے آئے گا۔ ڈاکٹر بیلیو ہزاریوں کو یوں بیان کرتے ہیں :

> "بہت سادہ ذہن لوگ اور کافی حد تک اپنے مذہبی طبقوں کے رحم و کرم پر۔ وہ زیادہ تر بالکل ان پڑھ ہیں۔ قبائل یا قبیلوں کے سردار ان کے حاکم ہیں جن کی حاکمیت قطعی ہے۔ وہ بالعموم بہت غریب اور جفاکش ہیں۔ ہر موسم سرما میں وہ ہزاروں کی تعداد میں سڑکیں بنانے یا کنوئیں کھودنے یا دیواریں تعمیر کرنے وغیرہ کی مزدوری تلاش کرنے کے لئے نیچے پنجاب کی طرف آتے ہیں۔ اپنے علاقہ میں ان کی ساکھ بہادر اور محنتی نسل کی ہے اور افغانوں میں انہیں وفادار' محنتی اور ذہین خدمتگار لوگ خیال کیا جاتا ہے۔ بہت سے ہزارویوں کو موسم سرما میں کابل' غزنی اور قندھار میں مزدوری مل جاتی ہے —— پہلے دو علاقوں میں زیادہ تر گھروں کی چھتوں اور سڑکوں سے برف ہٹانے کا کام۔ ان کی لادینیت کی وجہ سے سنی افغان انہیں غلام داری میں رکھتے ہیں۔ بیشتر بڑے قصبات میں ان لوگوں کی عورتیں زر خرید غلام ہیں۔ وہ سب کے سب شیعہ ہیں۔"

جدون

جدون یا گدون (جیساکہ انہیں مختلف طور پر پکارا جاتا ہے) (64) کی پٹھان تعداد 17256 درج کی گئی، جن میں سے 16962 ہزارہ میں اور 279 پشاور میں ہیں۔ وہ غور نشت کے پڑپوتے سرہنگ کی نسل ہونے کے دعویدار ہیں، جس کے دو بیٹے (ان کے کہنے کے مطابق ایک خونیں لڑائی کی وجہ سے پچ اور ہزارہ کے پہاڑوں میں فرار ہوگئے تھے۔ تاہم یہ بات کافی یقینی ہے کہ جدون انڈین ماخذ سے ہیں، اور خیال کیا جاتا ہے ان کا نام راجپوت یدو و سی سلطنت کے بانی "جادو" یا "یادو" کی نسبت سے ہے جس کی بہت سی اولادیں تقریباً 1100 ق م میں گجرات سے نقل مکانی کر گئیں اور اس کے بعد وہ کابل اور قندھار کی پہاڑیوں میں ملیں۔ وہ پشاور اور ہزارہ کی حدوں کے درمیان تمام جنوب مشرقی حصے اور مہابن کی جنوبی ڈھلانوں پر متمکن ہیں۔ جہانگیر نے بالا خر جب دلزاک کو کچلا تو وہ اوپر ایبٹ آباد تک وادی داوڑ میں پھیل گئے۔ اٹھارہویں صدی کے اوائل میں سید جلال بابا کے ہاتھوں ترکوں کی بے دخلی پر انہوں نے دھمتوڑ کے قریبی علاقہ پر قبضہ کرلیا، اور کوئی ایک سو سال بعد باقی ماندہ دلزاکوں سے باگڑہ کا خطہ بھی لے لیا۔ تاہم، کچھ علاقہ پر سکھوں کی ملکیت قائم ہونے سے کچھ ہی عرصہ پہلے ان کے ہسازئی قبیلے نے کرال کو وادی نیلان کے ایک حصہ سے محروم کر دیا۔ ان کے تین مرکزی قبیلے سالار، منصور اور ہسازئی ہیں۔ سندھ پار کے جدون میں موخرالذکر کی نمائندگی نہیں اور وہ اپنے پدری قبیلہ کے ساتھ تمام روابط سے محروم ہو چکا ہے، یہاں تک کہ اس نے اپنی پشتو زبان بھی بھلا دی۔ ڈاکٹر بیلیو انہیں ایک **ککھڑ** قبیلہ بتاتے ہیں، جوکہ درست نظر نہیں آتا۔ ہزارہ کے اصل پٹھان خود کو "ملاتر" یا بھاڑے کے سپاہی کہتے ہیں۔ "ملاتر" پشتو زبان کے لفظ " کلبان" سے مشتق ہے، جس کا مطلب ہے "کمربستہ۔" ہمارے جدولوں میں جدون قبیلوں کا اندراج اس تعداد کے تحت ہوا:

ہسازئی - 6421- سالار، 2876- منصور، 3718

سواتی

سواتیوں نے خود کو بلا استثنیٰ پٹھان بتایا۔ ان کی تعداد 28906 نفوس ہے، جس میں سے

28429' ہزارہ اور 392 راولپنڈی میں ہیں۔ اصلی سواتی ہندو ماخذ کی ایک نسل تھی جو کبھی جہلم سے لے کر جلال آباد تک حکمران تھی۔ لیکن جیسا کہ پیچھے بتایا جا چکا ہے' پہلے دلزاک نے انہیں میدانی علاقہ میں سے سوات اور بونیر کی شمالی پہاڑیوں میں دھکیلا اور اس کے بعد یوسف زئی نے پہاڑی صیانت گاہوں سے بے دخل کر کے مشرق اور مغرب کی طرف ہزارہ اور کافرستان میں نکال دیا۔ اپنی موجودہ حالت میں وہ غالباً" کافی ملغوبہ افراد ہیں' کیونکہ یہ نام بحیثیت مجموعی سید جلال بابا کے متفرق پیروکاروں کی اولادوں پر لاگو ہوتا ہے۔ (65) وہ ضلع ہزارہ کی تحصیل مانسہرہ کے سارے علاقہ میں آباد ہیں' ماسوائے اس جنوب مغربی کونے کے جو تناؤلیوں کا ہے اور اس کی مغربی حد سے پرے پہاڑیوں میں وسعت پذیر ہو جاتا ہے۔ پاکھلی خطہ ان کی مسند سرداری ہے۔ لیکن اس علاقے کی آبادی بہت مخلوط ہے۔ گوجر عنصر سب سے زیادہ ہے' جبکہ اعوان اور سید بھی کافی ہیں۔ گوجر زیادہ تر شمالی پہاڑوں کی سرحدی تنگ گھاٹیوں میں چرواہے ہیں' اعوان مرکزی طور پر مغرب کی طرف ہیں' جبکہ کاغان کے سید کافی شہرت رکھتے ہیں۔ سواتی بزدل' فریبی' ظالم' کاہل' حریص اور کمزور بدن ہیں۔ ان کی بداعتقادی علاقہ میں مثال بن چکی ہے اور وہ مشہور یورپی لوک داستان کی طرح زمین کے اوپر اور نیچے کی فصل تقسیم کر کے شیطان کو بھی دھوکا دے دیتے ہیں۔ وہ سنی مسلمان ہیں۔ ان کے تین بڑے قبیلے غیاری' ممیالی اور متواری ہیں' جن میں سے پہلا تاجیک' دوسرا یوسف زئی اور آخری درانی ماخذ کا دعویدار ہے۔ تاہم یہ تینوں دعوے قطعاً" بے بنیاد ہیں۔ فی الوقت ممیالی اور متواری قبیلے ترلی یا زیریں پاکھلی کے طور پر جانے جاتے ہیں اور علاقہ کے جنوبی اور جنوب مغربی حصوں میں آباد ہیں۔ جبکہ اتلی یا بالائی پاکھلی کی شاخ' غیاری کاغان اور شمال مشرقی حصے میں رہتے ہیں۔ سواتیوں کو اکثر و بیشتر شمال مشرقی افغانستان کے اصلی ہندو باشندوں کی ایک اور شاخ دیگان کے ساتھ گڈمڈ کر دیا جاتا ہے۔ اب یہ کنار' باجوڑ' لغمان اور ننگر ہار میں پائے جاتے ہیں۔

شلمانی

شلمانی کا ماخذ غالباً انڈین اور ان کے گھر دریائے کرم کے دونوں کناروں پر شلمان میں ہیں۔ وہاں سے وہ خیبر کے شمال میں تاتر پہاڑیوں کی طرف نقل مکانی کر گئے' تبھی ان کی

ایک شاخ براستہ پشاور ہشت نگر کو چلی گئی۔ پندرھویں صدی کے اواخر میں یوسف زئی نے انہیں نکال کر سوات میں دھکیل دیا' جہاں انہوں نے سلطان واعظ کے پاس پناہ لی' اور حال ہی میں آگے بڑھتے ہوئے یوسف زئی کے مطیع بن گئے۔ ان میں سے کچھ سارے ضلع ہزارہ میں بکھرے پڑے ہیں' اور تانڑ سلسلہ کوہ میں اب بھی وہ ایک گاؤں میں آباد ہیں۔ لیکن جداگانہ شناخت رکھنے والوں کے طور پر وہ اب معدوم ہوتے جارہے ہیں۔ قدیم افغانی تواریخ میں انہیں اکثر و بیشتر دیگان کے ساتھ ہی گڈمڈ کردیا گیا۔ مجھے ڈر ہے کہ ان کی مجموعی تعداد میں کچھ ایسے افراد بھی شمار کرلئے گئے ہیں جو درحقیقت شلمانی نہیں۔ اس قبیلہ کو کبھی کبھار سلیمانی بھی کہا جاتا ہے۔ یہ نام افغان خاص کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے' جبکہ سلیمان خیل نام کا ایک علیحدہ قبیلہ بھی ہے۔ لہٰذا غلطی بعید از امکان نہیں۔ سارے شلمانی نے خود کو پٹھان لکھوایا۔ ان کی تعداد 1557 ہے' جس میں سے 969 ہزارہ 174 راولپنڈی اور 200 دہلی میں ہیں۔

حواشی:

1۔ ہرنڈ کی بالائی پہاڑیوں میں ایک پتھر یا "بددعا کی یادگار" کسی ایسے شخص کی دغابازی کی علامت ہے جس نے اپنے ساتھی کو دھوکہ دیا۔

2۔ بلوچی زبان کا مشہور ترین کلاسیکی شعر اس روایت کا حامی ہے' جس کا ترجمہ کچھ یوں ہے " ہم حلب سے آئے ہیں' یزید کے ساتھ ہماری لڑائی ہے' کربلا اور بمپور کے درمیان ہماری منزل سیستان ہے۔" (مترجم)

3۔ مسٹر فرائز نے مکران کی پہاڑیوں پر بلوچیوں کے قبضہ کا وقت کم از کم' (الف) پانچویں صدی کا آغاز (ب) ساتویں صدی کا وسط بتایا ہے۔ (ڈیرہ غازی خان سیٹلمنٹ رپورٹ' صفحہ 19)

4۔ شوران غالباً سراوان کا دوسرا تلفظ ہے' یعنی کوئٹہ اور قلات کا درمیانی علاقہ' گنداوہ سراوان کے جنوب مغرب میں سندھ کی شمالی سرحد پر ہے' سیوی اور ڈھاڈون بلاشبہ سبی اور دادر الفاظ کی دوسری شکلیں ہیں' یعنی گنداوہ کا شمال اور کوئٹہ کا جنوب مشرق۔

5۔ یہ نام لڑائی کے دور کا تعین کرتا ہے' لیکن مجھے حاکم کا نام شناخت کرنے میں کامیابی نہیں ہو سکی جسے شاہ ایران شاہ حسین بھی بتایا گیا ہے۔ میر چاکر سولہویں صدی کے وسط میں ہمایوں عہد میں تھا' لیکن یہ امکان ہے کہ یہ واقعات کم از کم دو سو سال قبل کے ہوں۔ میر چاکر اور میر گرام بلوچ داستان میں قومی ہیرو کے طور پر مشہور ہیں اور یہ بات غیر قدرتی نہیں کہ کوئی بھی بڑا واقعہ ان سے منسوب کر دیا گیا ہو۔

6۔ جب نام کسی خطے پر لاگو ہوتا ہے تو ممکن ہے اس صورت میں اس خطے کا نام قبیلے کے نام پر ہو' لیکن جہاں پر نام کسی پہاڑ' دریا یا کسی اور قدرتی مظہر کی نسبت سے ہے تو اس سے برعکس عمل زیادہ ممکن نظر آتا ہے۔

7۔ ایک بیان کے مطابق زیریں سلیمان پر بلوچیوں نے ہمایوں کے حملے کے دور میں قبضہ کیا' جس کا ذکر آگے آئے گا۔ یہ بات درست ہے کہ جب ہمایوں نے انڈیا فتح کیا تو اس دور میں ڈیرہ

اسماعیل خان سرحد کے پٹھان اپنی کمزور ترین حالت میں تھے۔ اس کی وجہ پٹھان قبائل کے ضمن میں بیان کی گئی ہے۔ تاہم یہ بات بالکل درست ہے کہ ماضی کے کسی بھی واقعہ کا کسی اہم تاریخی واقعہ سے حوالہ دینے کا رجحان پایا جاتا ہے، مثلاً ہمایوں کے ساتھ دہلی کی طرف کوچ۔

-8۔ "تمن" فارسی زبان کا لفظ ہے، جس کا مطلب دس ہزار کا فوجی دستہ ہے۔

-9۔ لیکن مسٹر فرائز کا کہنا ہے کہ کزن عام طور پر شادی کرتے ہیں۔

-10۔ ان کے راہیجہ قبیلے کا ایک فرقہ بھی زرکنی کہلاتا ہے۔

-11۔ ڈیمر کے خیال میں ان کا قبیلوی نام "ڈیمز" ہے جو مغربی مکران میں ایک جگہ کا نام ہے۔ (مترجم۔ م۔ک پیکولین کی کتاب "بلوچ" سے حوالہ)

-12۔ اس کے ماخذ کے بارے میں پڑھنے کے لئے میک گریگر کے گزیٹیر آف نارتھ ویسٹ فرنٹیر، جلد دوم کا صفحہ 259 دیکھیں۔

-13۔ اپنی کتاب "بلوچ" میں ک۔ پیکولین نے کہا ہے کہ کھیتران نسب کے لحاظ سے ہندی قبیلہ ہے۔ جس کا نام سنسکرت لفظ "کشیترہ" سے لیا گیا، جس کے معنی کاشتکاری یا کاشتکار ہیں۔ تاہم یہ رائے زیادہ باوزن نہیں لگتی (مترجم)

-14۔ دھاریوال ایک اہم جٹ قبیلے کا نام ہے۔

-15۔ بلوچوں کی روایت کے مطابق کھوسہ رند کے بیٹے ہوت کا پوتا تھا اور یہ قبیلہ اسی کی نسل ہے۔ کھوسہ بلوچوں کا ایک قدیم تمن ہے جس کا ذکر بلوچوں کی قدیم شاعری میں ملتا ہے۔ اس قبیلہ کی بنیادی شاخوں بلیلانی، عمرانی، جیانی اور حملانی کے نام کھوسہ کے چار بیٹوں بلیل، عمر، جیا اور حمل سے منسوب ہیں۔ (مترجم)

-16۔ ہو سکتا ہے کہ کچھ بلوچیوں نے اپنے موجودہ قبیلوں کی بجائے اصل ماخذ کے حوالے سے خود کو رند یا لاشاری بتایا ہو اور گورچانی قبیلہ کے کچھ لاشاری قبیلے، لاشاری قبیلہ میں شمار ہوگئے ہوں۔

-17۔ پشتو لفظ "تاربور" کزن یا دشمن کے لئے یکساں استعمال ہوتا ہے، اور "تاربوروالی" کزن ہڈ یا دشمنی دونوں کے لئے۔(جیسے پنجابی زبان کا لفظ "شریک")

-18۔ یہ بات شمالی پٹھانوں پر صادق نہیں آتی۔ وہ اپنا سر مونڈتے ہیں اور اکثر داڑھیاں بھی۔

-19۔ کپڑوں کا رنگ اور انداز قبیلے کے ساتھ ساتھ کافی بدلتا ہے۔

20۔ پٹھانوں میں ایک انتہائی عجیب و غریب روایت یہ بھی ہے کہ جس پٹھان کی کسی محفل میں ریح خارج ہو جائے وہ زندگی بھر برادری والوں کو منہ نہیں دکھاتا اور اس "حادثہ" کے بعد موت کو زندگی سے بہتر سمجھتا ہے۔ ایسی یا اس سے ملتی جلتی کوئی روایت شاید ہی دنیا کے کسی اور خطہ میں ہوگی۔ زیر نظر کتاب کے مصنف نے اس کا ذکر نہیں کیا یا مناسب نہیں سمجھا ہوگا۔ تاہم مشرقی پنجاب کے ممتاز کمیونسٹ گورچرن سنہرا نے اپنی کتاب "دیکھے سنے پٹھان" میں اس روایت کو بیان کرنے کے لئے ایک پورا باب لکھا ہے۔ اس بارے میں عموماً کہانیاں بھی سننے کو ملتی ہیں۔ (مترجم)

21۔ ڈاکٹر بیلیو کی رائے ہے کہ اصل پٹھان ہیرو ڈوٹس کے سولایمی (Solymi) تھے' اور سیریا میں رہنے والے قریشی عرب تھے اور وہاں وہ یہودیوں کے ساتھ مدغم ہوگئے' یا انہوں نے غور کی طرف ہجرت کی' جہاں بھگوڑے یہودیوں نے ان کے ساتھ پناہ لی۔ یہ نظریہ "سلیمانی" کے نام کی وضاحت کرتا ہے جس کا اطلاق اکثر افغانیوں پر کیا جاتا ہے' اور ان کا اپنا دعویٰ ہے کہ خالد بن ولید قریشی بھی انہی والے ماخذ سے تعلق رکھتا ہے۔

22۔ کوہاٹ سرحد پر ترہ کے اوڑکزئی میں متعدد شیعہ قبیلے ہیں۔ ضلع کوہاٹ کے ساملزئی "ٹپہ" کے لوگ' جو ان قبیلوں کے علاقے کے ساتھ ہم سرحد ہیں' بھی شیعہ ہیں' تمام کے تمام اوڑکزئی ترہ کے شیعہ سادات کی اطاعت کرتے ہیں' جبکہ کسی بھی اور جلد پر سید ہونے کا دعویٰ کرنے والے متعدد قبیلے بھی شیعہ ہیں۔

23۔ اصلی پٹھان عموماً" دتراک کو ہند کی کہتے ہیں' کیونکہ وہ افغانستان سے نہیں انڈیا سے آئے ہیں۔

24۔ ہندوستان میں انہیں اکثر "روہیلے" یا پہاڑیے کہا جاتا ہے۔ یعنی پٹھانوں کے پہاڑی علاقہ سے آنے والے۔ "روہ" کا مطلب کوہ یا پہاڑ ہے۔

25۔ "دُر دوراں" یعنی گوہر عہد' یا "دردران" یعنی گواہر میں سے گوہر کا لقب احمد شاہ ابدالی نے تخت نشینی کے وقت اختیار کیا تھا' جس کی نسبت دائیں کوش میں موتی جڑا بند پہننے کی ابدالی روایت سے ہے۔

26۔ آفریدی آج بھی خود کو اپریدے کہتے ہیں۔ کیونکہ پشتو میں "ف" کی آواز نہیں۔

27۔ کرلان کی نسل کے متعلق مختلف آراء میں سب اس امر پر متفق ہیں کہ وہ پیدائشی پٹھان

نہیں تھا' اور حتیٰ کہ کرلانزی کی وابستگی بھی مشکوک ہے' کچھ انہیں سربانی شمار کرتے ہیں نہ کہ غور غشتی۔

28۔ ڈاکٹر بیلیو نے نشاندہی کی ہے کہ لفظ مٹن کا صوتی تاثر انڈین ہے' جبکہ "شیخ" سید کی جوابی امتیازیت کے لئے افغانستان میں قبول اسلام کر لینے والے اہل ہند کا لقب ہے۔ اسی طرح غلزئی (تلوار باز کی ترک اصطلاح) غالباً ترک ماخذ رکھتے ہیں اور ان میں انڈین اور فارسی خون ملا ہوا ہے۔

29۔ لفظ کا تلفظ پوونده ہے' نہ کہ پاونده (تاہم دونوں مستعمل ہیں۔ مترجم۔)

30۔ ڈاکٹر بیلیو کی "ریسز آف افغانستان" کے صفحہ 103 اور پرسٹلے کی ترجمہ کردہ "ہدایات افغانی" کے صفحہ 18 پر پووندوں کے بارے میں کافی کچھ بتایا گیا ہے جبکہ مسٹر ٹکر نے اپنی ڈیرہ اسماعیل خان سیٹلمنٹ رپورٹ میں ان کے متعلق تفصیلی اطلاعات مہیا کی ہیں۔

31۔ دولت خیل اصل میں ماموخیل کا ہی ایک قبیلچہ ہے' لیکن اس نے اتنی اہمیت حاصل کرلی کہ دیگر قبیلچوں کو عملی اعتبار سے اپنے اندر جذب کرلیا اور پورے قبیلے کا نام اپنے نام پر رکھا۔

32۔ اس کو مسٹر ٹکر کی سیٹلمنٹ رپورٹ میں سب جگہ پر جاتر لکھا گیا ہے' جوکہ درست نہیں۔

33۔ بختیار فارس کے بختیاری کا حصہ ہیں۔ وہ شروع میں شیرانی افغانوں کے ساتھ آکر آباد ہوئے اور اب ان کی ایک شاخ غلزئی علاقہ میں مرگھا کے مقام پر رہتی اور پووندہ تجارت کرتی ہے۔ تاہم ڈیرہ اسماعیل خان والے بختیار کے ساتھ اس کا تعلق بہت کم ہے۔

34۔ شاید ان کا بلوچ ماخذ سے ہونا ناممکن نہیں۔ کیتران (غالباً پٹھان ماخذ کے) غالباً ایک بلوچ قبیلے کا مرکز بن گئے تھے' جبکہ ڈیرہ اسماعیل خان کے 351 افراد نے حالیہ مردم شماری میں اپنی ذات بلوچ درج کرائی' جو پٹھانوں کے پووندہ قبائل میں سے ایک ہے۔

35۔ میک گریگر کہتے ہیں کہ وہ پرامن اور صلح جو ہیں۔

36۔ ایک کہانی کے مطابق وہ جو خراسان کی سفروں میں سے چودھویں صدی عیسوی میں ایک سفر سے واپسی پر میاں خیل کے ہمراہ آنے والے لوہاروں کے ایک گروہ کی اولادیں ہیں۔

37۔ اس ضلع کے لئے بلوچیوں کی تعداد میں 351 تندر بھی شامل ہیں' جنہوں نے خود کو بلوچ

آندر لکھوایا۔

38۔ مصنف نے اسے "Tarakki" لکھا ہے لیکن شاید یہ درست نہیں۔ کچھ کتب میں اس کا تلفظ "ترہ کی" ہی ہے۔ (مترجم)

39۔ "کلید افغانی" میں انہیں کلی میں آباد بتایا گیا ہے۔ خٹک نے انہیں دریا کے پار دھکیل دیا۔ یہ بات بعید از امکان ہے۔

40۔ "کلید افغانی" میں اس تاریخ کا تعین 12ویں صدی کے وسط میں کیا گیا اور بنوچی حملے کی تاریخ تیرھویں صدی عیسوی بتائی گئی ہے۔

41۔ ڈاکٹر بیلیو وزیروں کو پرامرا راجپوتوں کے لودھا قبیلے کا ویرزی فرقہ بتاتے ہیں' اور ان کا کہنا ہے کہ وہ دریائے سندھ عبور کرکے برمل کی پہاڑیوں میں آئے جس پر خٹک آباد تھے انہوں نے خٹکوں کو شمال کی طرف دھکیل کر شام میدان سے لے کر وادی کوہاٹ تک ان کے سارے علاقہ پر قبضہ کرلیا۔ وہ اس بیان کے حق میں سند پیش کرتے ہیں۔

42۔ یہ بات شجرۂ ہائے انساب کے مطابق ہے' لیکن ارمر غالبا ہندی نسل کے ہیں اور پنجابی کا ارمری بولی بولتے ہیں۔ اس کی گرائمر منظوری کے لئے حال ہی میں حکومت کو روانہ کی گئی ہے۔

43۔ بدقسمتی سے کوہاٹ کا سیٹلمنٹ افسر اپنی رپورٹ دیئے بغیر بلااطلاع لمبی رخصت پر چلا گیا' جس کے نتیجہ میں دوسرے اضلاع کے مقابلے میں میرے پاس اس ضلع کی معلومات بہت کم ہیں۔ تاہم میں نے یہ کمی دیگر ذرائع کی مدد سے پوری کرنے کی کوشش کی ہے۔

44۔ ڈاکٹر بیلیو کا کہنا ہے کہ جب وزیریوں نے خٹک کو نکال باہر کیا تو وہ جنوب ڈیرہ اسماعیل خان تک دریائے سندھ کے سارے میدانی علاقہ پر آباد تھے۔ وزیریوں کو خود وادی سندھ میں اوپر کی طرف جاتے ہوئے بلوچ قبائل کے دباؤ کی وجہ سے شمال کو نکلنا پڑا۔ وہ اپنی اس بات کی کوئی سند فراہم نہیں کرتے۔ یہ بات کلید افغانی میں خٹک کی اپنی بتائی ہوئی روایات سے میل نہیں کھاتی۔

45۔ کلید افغانی میں ہجرت کا وقت بارہویں صدی کا وسط بتایا گیا ہے' اور بنوچی نقل مکانی 1300 عیسوی کے قریب۔

46۔ توری بالاصل بنگش کے پڑوسی تھے' لیکن ان کے حکمرانوں کے خلاف بغاوت میں اٹھ کھڑے ہوئے۔

47۔ تاہم مسٹر میرک (Merk) بتاتے ہیں کہ خوجیانی درانی ماخذ کے داعی ہیں۔ درانی ان کا یہ دعویٰ تسلیم کرتے اور ان کے شجرۂ ہائے انساب کے حامی ہیں۔

48۔ ککی کرلان کا بیٹا تھا' جس نے افغانوں کی کرلانزی شاخ کی بنیاد رکھی۔

49۔ ڈاکٹر بیلیو کا کہنا ہے کہ ان دونوں ناموں کا مطلب بالترتیب منگول اور چینی ہے۔

50۔ ضلع کوہاٹ کی وادی خوارہ کے مہمندی پشاور کے مہمند سے بالکل الگ ہیں۔

51۔ ڈاکٹر بیلیو سمجھتے ہیں کہ وہ اور اورکزئی غالباً سیتھین ماخذ سے ہیں اور ان کا تعلق ترک قبائل کے گروپ سے ہے' جن میں وہ کرلانزی کو بھی شامل کرتے ہیں۔ یا وہ انہیں دسویں صدی عیسوی میں سبکتگین اور سولھویں صدی میں تیمور کی یورش کے ساتھ آنے والے ترکلانزی قرار دیتے ہیں۔

52۔ ڈاکٹر بیلیو کی رائے میں یہ نام ان کے آباؤ اجداد کے بالترتیب مجوسی اور بدھ مذاہب کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ میجر جیمز نے قبائل کی موجودہ تقسیم یوں بیان کی ہے۔ سامل : نصف اورکزئی' نصف بنگش' مہمند اور ملک دین خیل' سیپاہ' قمر' زخاخیل' اکاخیل اور آفریدی کا آدم خیل تیلپہ۔ نمار : نصف اورکزئی' نصف بنگش' خلیل' کوکی خیل اور آفریدی کا قمبر خیل تیلپہ۔ دونوں دھڑوں کے درمیان اب بھی شدید کشمکش ہے اور شیعہ سنی فرقہ وارانہ تعصبات سے اسے مزید تقویت ملی۔

53۔ اس بارے میں ڈاکٹر بیلیو مشکوک نظر آتے ہیں کہ دلزاک جٹ نسل سے تھے یا راجپوت۔ وہ کہتے ہیں کہ ان کا نام بدھسٹ اصلیت کا ہے۔

54۔ ترکلانزی کی ایک شاخ لغمان میں ہی رہی اور اب بھی وہیں ہے۔

55۔ لفظ "ارباب" عربی زبان کے لفظ رب یعنی خدا کی جمع ہے۔

56۔ قبیلے کو اکثر و بیشتر ممند زئی یا ماغزئی اور ان کے مورث اعلیٰ کو مہمند یا مامن کہا جاتا ہے۔

57۔ حیات افغانی میں رانیزئی کو بائیزئی کی شاخ کہا گیا۔ یہ غالب امکان لگتا ہے' کیونکہ اکو کی مختلف بیویوں کی اولادیں ہیں۔

58۔ کچھ کے خیال میں خٹک۔ اور کافی تعداد میں اتمان خیل' کو رانیزئی کے خلاف لڑائی میں بطور حلیف بلایا گیا تھا۔

59۔ میک گریگر کا گز-ٹیئر آف این ڈبلیو ایف

60۔ ڈاکٹر بیلیو کے مطابق وہ نادر شاہ کے دور میں فارس سے آئے اور پٹھانوں میں آباد ہو گئے۔

61۔ میک گریگر کے گز-ٹیئر میں اتمان خیل کا عنوان ملاحظہ فرمائیں۔

62۔ میجر ویس کہتے ہیں کہ وہ ہزاروں ترکوں کا ایک قبیلہ تھے۔ لیکن ترک، جنہوں نے ضلع کو اپنا نام دیا، کے بارے میں خیال کیا جاتا ہے کہ وہ تیمور کے ساتھ نہیں چنگیز خان کی معیت میں آئے تھے۔ شاید افراد تو ایک ہی تھے لیکن انہوں نے اپنی روایات میں ان دونوں کو گڈمڈ کر دیا۔

63۔ یہ میجر ویس کی بتائی ہوئی اندازاً" تاریخ ہے۔ غالباً اسے ایک صدی پہلے کا واقعہ بھی کہا جا سکتا ہے۔

64۔ سندھ کے پار گدون اور سندھ کے اس طرف گدون یا جدون دونوں نام مستعمل ہیں۔

65۔ ہزارہ سیٹلمنٹ میں شجرۂ ہائے نسب صرف پچھلی چار یا پانچ پشتوں کے لئے تیار کئے گئے تھے، اور ایسا بھی ان کی ہی درخواست پر کیا گیا، کیونکہ مزید پیچھے جانے سے لوگوں میں ان کا متفرق ماخذ کھل کر سامنے آجاتا۔

○

تیسرا حصہ

جٹ، راجپوت اور وابستہ ذاتیں

ابتدائی تعارف

جٹوں، راجپوتوں اور مخصوص ذاتوں کی تقسیم آگے جدول نمبر 8 میں دکھائی گئی ہے۔ میں نے جٹوں اور راجپوتوں کے علاوہ دیگر ذاتوں کو یہ ثانوی حیثیت اس لئے دی کیونکہ ان کے درمیان خط امتیاز کھینچنا قریب قریب ناممکن ہے۔ ان ذاتوں کے ماخذ اور تقسیم پر آئندہ صفحات میں تفصیلاً بحث کی گئی ہے اور یہاں اس کی کوئی ضرورت محسوس نہیں ہو رہی۔ جٹ اور راجپوت کے درمیان یقینی طور پر پنجاب کے متعدد علاقوں میں فرق اس قدر ناقابل تعین ہے کہ دونوں کے لئے الگ الگ اعداد و شمار بمشکل ہی کسی حوالے سے اہمیت کے حامل قرار دیئے جا سکتے ہیں۔

یہ دونوں مشترک طور پر پنجاب کی کل آبادی کا 28 فیصد بنتے ہیں اور ان میں صوبہ کے اندر دریائے سندھ کے اسی طرف والے خطے میں غالب زمینداروں کا انبوہ کثیر بھی شامل ہے۔ ان کی سیاسی اہمیت تعددی اہمیت سے کہیں زیادہ ہے، تاہم یہ ماہرین نسلیات کو تحقیق و تفکر کے لئے بے تحاشا مواد فراہم کرتے ہیں۔ ان کی روایات بنیادی طور پر ہندوانہ ہیں، اگرچہ مغربی میدانوں اور خطہ کوہستان نمک میں دروں زواجی پر پابندیاں کئی ایک صورتوں میں محض سماجی حیثیت کی بنیاد پر منحصر نظر آتی ہیں۔ لیکن یہاں بھی شادی کی تقریب اور دیگر سماجی ریتیں انڈین ماخذ کا گہرا رنگ لئے ہوئے ہیں۔

جٹ (ذات نمبر 1)

جٹ کا ماخذ:

پنجاب کے لوگوں کی نسلیات سے متعلق شاید ہی کوئی سوال ایسا نہیں ہو گا جس پر اتنی بحث ہوئی ہو جتنی کہ جٹ نسل کے ماخذ پر ہوئی۔ میں یہاں پر پہلے اخذ کیے گئے کسی بھی نتیجے پر دوبارہ بحث نہیں کرنا چاہتا۔ وہ آپ کو "آرکیالوجیکل سروے رپورٹس" کے صفحات 51-61 (جلد دوم)' ٹاڈ کی "راجستھان" کے صفحات 52-75 (جلد اول) اور 96-10 (مدراس بار' دوم 1880)' ایلفنسٹون کی "ہسٹری آف انڈیا" کے صفحات 250-53 اور ایلیٹ کی "ریسز آف این ڈبلیو' ایف" کے صفحات 130-37 (جلد اول) پر ملیں گے۔ یہاں یہ کہنا کافی ہو گا کہ جنرل کننگھم اور جنرل ٹاڈ دونوں جٹوں کو انڈو۔ سیتھی ماخذ سے سمجھنے پر متفق ہیں۔ جنرل کننگھم انہیں Zanthil کے سٹرابو اور پلائنی وٹولمی (بطلیموس) کے "جاتو" سے شناخت کرتے ہیں' اور ان کا کہنا ہے کہ وہ غالباً" میڈوں (l) (Meds) یا مندوں (l) (Mands) کے کچھ ہی عرصہ بعد آکسس (Oxus-جیحون کے مقام پر اپنے گھروں سے نکل کر پنجاب میں آئے۔ وہ بھی انڈو سیتھی تھے اور ایک سو سال قبل مسیح پنجاب کی طرف آئے۔ لگتا ہے کہ جٹوں نے پہلے زیریں وادی سندھ پر قبضہ کیا' جہاں عیسوی دور کے آغاز میں میڈی ان کے پیچھے پیچھے آگئے' لیکن مسلمانوں کے اولین حملے سے قبل جٹ پنجاب خاص میں پھیل گئے تھے اور گیارہویں صدی کے شروع تک انہوں نے استحکام حاصل کرلیا۔ بابر کے دور تک خطہ کوہستان نمک کے جٹ' **ککھڑوں**' اعوانوں اور جنجوعوں کے ماتحت تھے' جبکہ ساتویں صدی کے اوائل میں سندھ کے جٹوں اور میڈیوں پر برہمن حاکمیت تھی۔ میجر ٹاڈ جٹوں کو راجپوت قبائل میں سے ایک بہت بڑا قبیلہ شمار کرتے اور دونوں نسلوں کو Getae کے ساتھ مشابہہ کہتے ہیں' لیکن جنرل کننگھم اس سے متفق نہیں۔ اس کے برعکس ان کا خیال ہے کہ راجپوت اصل آریائی نسل ہیں اور جٹ کا تعلق بعد ازاں شمال مغرب سے آنے والے مہاجرین (غالباً" سیتھی نسل) سے ہے۔

ہو سکتا ہے اصلی راجپوت اور اصلی جٹ انڈین تاریخ کے مختلف ادوار میں یہاں وارد ہوئے ہوں۔ تاہم' میرے ذہن میں راجپوت کا تاثر ایک نسلیاتی سے زیادہ پیشہ ورانہ حوالے سے ابھرتا ہے۔ لیکن اگر وہ دو الگ الگ ہجرتوں کی لہروں کے نمائندے ہیں (کم از

کم یہ امکان کافی غالب ہے) تو دونوں کا تعلق بھی تقریباً ایک ہی نسلی ماخذ سے ہے۔ تاہم، چاہے ایسا ہو یا نہ ہو لیکن یہ بات قطعی ہے کہ وہ کئی سو سال پہلے سے لے کر اب تک اس قدر باہم مدغم ہیں اور ایک ہی جیسے لوگوں کا مرکز ہیں کہ عملی طور پر دونوں میں فرق قائم کرنا ممکن نہیں۔ یہ امکان سے بھی کہیں آگے کی بات ہے کہ ادغام کا یہ عمل ابھی یہاں آکر ختم نہیں ہوا، اور یہ کہ بنیادی طور پر جٹ اور راجپوت مرکب کا نتیجہ بننے والے لوگ (اگر وہ کبھی الگ الگ تھے) بیرونی عناصر کی آلائش سے کسی طور پر بھی پاک نہیں۔ ہم نے پیچھے دیکھا ہے کہ پٹھان لوگ کس طرح سیدوں، ترکوں اور مغلوں میں رچ بس گئے۔ اور ایک جٹ قبیلے کے لئے بلوچ قوم سے وابستگی کے بعد اپنی سیاسی خودمختاری و تنظیم بدستور قائم رکھنا کس طور پر کافی تھا۔ ہمیں معلوم ہے کہ کس طرح تقدس اور سماجی رتبے کی وجہ سے شامل کیا گیا کوئی کردار چند پیڑھیوں بعد قریشی یا سید بن جائے گا۔ اور یہ کافی قطعی ہے کہ مشترک جٹ۔ راجپوت ماخذ میں چند ایک قدیم نسل کے باشندے بھی شامل ہیں، تاہم اگر سیتھی آریائی نہ ہوں تو غالباً" بنیادی طور پر آریائی۔ سیتھی۔ مان، ہیر اور ھلر جٹ اصل یا حقیقی سمجھے جاتے ہیں کیونکہ وہ کسی راجپوت نسب کا دعویٰ نہیں کرتے۔ لیکن خیال کیا جاتا ہے کہ ان کی نسل قدیم دیومالائی ہندو دیوتا شیو کے بالوں (جت) سے نکلی، جنوب مشرقی اضلاع کے جٹ خود کو دو حصوں میں تقسیم کرتے ہیں: شیو گوتری یعنی شیو کے خاندان سے، اور کسب گوتری جو اپنا تعلق راجپوتوں کے ساتھ جوڑتے ہیں۔ شیوگوتریوں کا مورث اعلیٰ بر اور اس کے بیٹے بربرا کے نام عین وہی الفاظ ہیں جو قدیم برہمن ہمیں قدیمی بربریوں کے لئے بتاتے ہیں۔ پنجاب کے متعدد جٹ قبیلوں کی ایسی روایات ہیں جو بدیہی طور پر کسی غیرآریائی ماخذ کی غماز ہیں اور یہاں پر تحقیق و تفکر کے لئے ماہرین نسلیات پر ایک زرخیز اور عفیف میدان کا در وا ہوتا ہے۔

کیا جٹ اور راجپوت جدا جدا ہیں؟

چاہے جٹ اور راجپوت اپنے اصل میں جدا جدا تھے یا نہیں، اور چاہے کوئی بھی قدیمی عناصر ان کی معاشرت سے منسلک ہوگئے ہوں، لیکن میرے خیال میں یہ دونوں ایک مشترک ماخذ کو متشکل کرتے ہیں اور ان کے درمیان فرق نسلی کی بجائے سماجی ہے۔ مجھے یقین ہے

جدول نمبر8 - جٹ، راجپوت اور حلیف ذاتیں، اضلاع اور ریاستوں میں

ذات نمبر	1	2	60	39	82	74	103
	تعداد						
	جاٹ	راجپوت	ٹھاکر	راٹھی	ریوات	ڈھنڈ	کموٹ
دہلی	107075	33823	-	-	-	-	2
گوڑگاؤں	64342	26483	-	-	-	-	-
کرنال	95108	53260	-	-	1025	-	3
حصار	134886	60993	-	-	-	-	-
روہتک	182776	29975	-	-	-	-	-
سرسا	64040	46827	-	-	-	-	-
انبالہ	171257	92033	12	-	4402	-	-
لدھیانہ	222665	30957	9	-	1807	-	-
شملہ	235	1849	4	-	7	-	-
جالندھر	163757	43789	20	304	2438	-	-
ہوشیارپور	145743	101384	480	200	275	-	-
کانگڑہ	11118	92836	19122	50767	1	-	-
امرتسر	205434	27668	-	-	-	-	-

	تعداد						
ذات نمبر	1	2	60	39	82	74	103
	جاٹ	راجپوت	ٹھاکر	راٹھی	ریوات	ڈھنڈ	کھوٹ
گورداسپور	129755	71519	4983	1731	-	-	-
سیالکوٹ	266040	57269	9	-	-	-	-
لاہور	157670	54577	-	-	5	-	2
گوجرانوالہ	173979	36484	-	-	-	-	-
فیروزپور	186576	39538	-	-	32	-	1
راولپنڈی	47935	145536	54	-	-	223	62
جہلم	88371	53279	4	-	-	-	8766
گجرات	181380	22026	-	-	-	-	-
شاہ پور	34508	82290	-	-	-	-	377
ملتان	102952	59627	52	-	-	-	22
جھنگ	48242	89641	-	-	-	-	25
منٹگمری (ساہیوال)	42707	56575	5	-	-	-	-
مظفرگڑھ	109352	7961	55	-	-	-	153
ڈیرہ اسماعیل خان	205360	1750	1	-	-	-	-

جٹ، راجپوت اور حلیف ذاتیں اضلاع اور ریاستوں میں

تعداد

ذات نمبر	1	2	60	39	82	74	103
	جاٹ	راجپوت	ٹھاکر	راٹھی	ریوات	ڈھنڈ	کھوٹ
ڈیرہ غازی خان	160405	2667	45	-	-	1	1
بنوں	53900	3309	-	-	-	-	-
پشاور	4917	3181	55	-	1	4	54
ہزارہ	515	4777	1	-	1	20085	-
کوہاٹ	1470	1887	-	-	-	2	-
برطانوی علاقہ	3564519	1436058	24984	53002	9994	20315	9468
پٹیالہ	452247	64307	-	-	3242	-	23
نابھا	85414	12733	-	-	266	-	10
کپور تھلہ	39135	19754	-	-	609	-	1
جند	37610	10000	4	-	302	-	-
فرید کوٹ	35744	4274	-	-	23	-	-
ملیر کوٹلہ	23332	1517	-	-	1890	-	-
کالسیہ	11338	2805	-	-	701	-	-
کل مشرقی میدان	745076	119546	4	-	7033	-	34

ذات نمبر	1	2	60	39	82	74	103
	جاٹ	راجپوت	ٹھاکر	راٹھی	ریوات	ڈھنڈ	کہوٹ
	تعداد						
بہاولپور	119178	91189	-	-	-	-	-
منڈی	353	6981	-	-	-	-	-
چمبہ	291	4054	7403	32190	10	-	-
ناہن	266	3079	-	-	155	-	-
بلاسپور	1456	8046	-	-	-	-	-
بشہر	16	2113	-	-	-	-	-
نالہ گڑھ	824	980	-	-	-	-	-
سکیت	320	1425	375	-	-	-	-
کل مشرقی ریاست	3977	30776	7778	32190	173	-	-
برطانوی علاقہ	3564519	1436058	24984	53002	9994	20315	9468
مقامی ریاستیں	868231	241511	7782	32190	7206	-	34
صوبہ	4432750	1677569	32766	85192	17200	20315	9502

کہ اسی مشترک ماخذ کے ایسے خاندان جنہیں قسمت کے اتار چڑھاؤ نے سیاسی سرفرازی عطا کر دی، فوراً ہی راجپوت ہوگئے، اور یہ کہ ان کی اولادوں نے یہ لقب اور اسے حاصل مراعات کو نہایت کٹرپن کے ساتھ ان قوانین کی پیروی کی صورت میں برقرار رکھا جن کے ذریعہ درجہ بندی کے ہندو پیمانے میں اعلیٰ و بالا ذاتیں خود کو نیچ، پست ذاتوں سے ممتاز رکھتی ہیں۔ وہ ذاتیں کمتر سماجی رتبے والوں میں شادی سے انکار اور گھٹیا پیشوں سے احتراز کر کے اپنے خون کا خالص پن محفوظ رکھتی ہیں۔ ان قوانین سے روگردانی کرنے والوں کا سماجی رتبہ گر گیا اور وہ راجپوت نہ رہے۔ جبکہ ایسے خاندان جنہوں نے علاقہ میں ایک ممتاز حیثیت حاصل کر کے سماجی کم آمیزی اور قوانین کی پیروی شروع کر دی، وہ نہ صرف راجہ بلکہ راجپوت یعنی راجوں کے پوت (بیٹے) بن گئے۔ گزشتہ سات سو سال سے ارتقاع کا سلسلہ بالکل رکا رہا ہے۔ فرمانروایان دہلی کے تحت بادشاہ گری عملی طور پر ناممکن تھی۔ سکھوں کی حاکمیت میں جٹ راجپوتوں پر غالب تھے، جنہوں نے ان کی افضیلت کے مفروضہ کو ناپسند کیا اور خالصے کے رتبوں میں مساوی حیثیت کے ساتھ شامل ہونے سے انکار کیا، اور جب بھی کہیں طاقت ملی تو انہیں قصداً تکلیفیں دیں اور جٹ سکھ کے عنوان کو مغرور راجپوت پر فوقیت دی۔ سرحد میں پٹھانوں و بلوچیوں کی غالیت اور اسلامی جذبات و خیالات کی عمومی ترویج نے حالیہ انڈین نسل کو خسارہ میں رکھا اور ان دونوں نسلوں میں سے کسی ایک یا سنسکرت ادبیات کے کشتریہ سے تعلق کا دعویٰ کرنے کی بجائے انڈیا کے مغل فاتحین یا آنحضورؐ کے قریشی کزنوں کے ساتھ تعلق کا دعویٰ کرنے لگے، حتیٰ کہ مشہور نسب کے تسلیم شدہ راجپوت قبائل مثلاً کھوکھر بھی اس مثال کی پیروی کرنے لگے۔ لیکن پہاڑیوں میں، جہاں راجپوت سلاطین کے شجرۂ نسب شاید کل تک اپنی آزادی برقرار رکھنے والے دنیا کے کسی بھی شاہی خاندانوں سے زیادہ قدیم اور تواتر کے ساتھ دکھائے جا سکتے ہیں اور جہاں ان میں سے متعدد کو آج بھی پہلے جیسی زبردست سماجی حاکمیت حاصل ہے۔ راجپوت کے درجے سے گرنے اور اس درجے تک ابھرنے کے جڑواں عمل اب بھی مفاعل نظر آتے ہیں۔ وہاں راجہ نہ صرف عزت و وقار بلکہ ذات کا منبع بھی ہے جو کہ انڈیا میں ایک ہی چیز ہے۔ مسٹر لائل رقمطراز ہیں:

"کچھ عرصہ پہلے تک پہاڑیوں میں ذات کی حد بندیاں میدانی

علاقوں جتنی غیرمتغیر طور پر متعین نظر نہیں آتیں۔ راجہ وقار کا سرچشمہ اور مرضی کا مالک تھا۔ میں نے بوڑھے آدمیوں کو اپنی یادداشت میں سے ایسی مثالیں دیتے ہوئے سنا ہے جن میں کسی راجہ نے خدمات کے صلہ میں یا رقم کے عوض ایک راٹھی کا رتبہ بڑھا کر اسے گرتھ بنا دیا اور ٹھاکر کو راجپوت۔ موجودہ دور میں شدید ناپاکی کے باعث ذات برادری میں سے خارج کئے ہوئے شخص کو دوبارہ شامل کرنے کا اختیار جاگیردار راجوں کے لئے ایک ذریعہ آمدنی ہے۔

"مجھے یقین ہے کہ بنگال کے موجودہ لیفٹیننٹ گورنر کیمپ بیل نے یہ توثیق کی ہے کہ وہاں پر علیحدہ راجپوت نسل جیسی کوئی شے موجود نہیں' اور یہ کہ پرانے وقتوں میں ذات کی اونچ نیچ واضح ہونے سے پہلے کوئی بھی ایسا خاندان یا قبیلہ فوراً راجپوت ہوگیا جس کا مورث اعلیٰ یا سردار شاہی رتبے تک پہنچا۔ ان پہاڑی راجپوتوں کے معاملہ میں بہت سی حقیقتیں قطعی طور پر اسی نتیجے کی طرف دلالت کرتی ہیں۔ اس ضلع کے پرانے شاہی اور اب لازماً" راجپوت خاندانوں میں سے دو یعنی کوٹلر اور بنگہل (بنگاہل) کے بارے میں بتایا جاتا ہے کہ وہ بالاصل برہمن ہیں۔ مسٹر بارنز کے مطابق کانگڑہ میں کسی نیچ ذات عورت کے بطن سے پیدا ہونے والا راجپوت کا بیٹا راٹھی کا مقام پاتا ہے۔ سیوراج اور دیگر مقامات پر پہاڑیوں کے اندرونی علاقوں میں ایسے کنبوں سے ملا ہوں جو خود کو راجپوت کہتے ہیں اور کم از کم اپنے علاقہ میں ان کو راجپوت تسلیم کرنے کا رجحان فروغ پا رہا ہے۔ اپنے اس اعزاز کے دعویٰ کے حق میں واحد دلیل وہ یہ دیتے ہیں کہ ان کا باپ یا دادا ایک بدیسی برہمن سے کنیتنی عورت کی اولاد تھا۔ کوہ ہمالیہ میں حد کی لکیر پر' تبت اور انڈیا خاص کے درمیان' کوئی بھی شخص اپنی آنکھوں کے سامنے ذات بنتے ہوئے دیکھ سکتا ہے۔ شرفاء راجپوت میں' مذہبی رہنما برہمن میں اور کسان

جٹ میں تبدیل ہو رہا ہے' اور یہ سلسلہ پست درجوں تک اسی طور پر جاری و ساری ہے۔ مجھے یقین ہے کہ کانگڑہ خاص میں بھی کم و بیش یہی عمل کچھ عرصہ پہلے جاری تھا۔"

راجپوت سے کسی پست درجہ ذات میں تنزل کا بالعکس عمل اس قدر عام ہے کہ اس کا ثبوت پیش کرنے کی ضرورت نہیں' تاہم ضرورت پڑنے پر رتبے کی بڑھوتری کی مزید مثالوں کے ساتھ آپ کو زیرِ نظر کتاب کے ان حصوں میں مل جائے گی جو راجپوتوں اور قرابتی ذاتوں کے بارے میں ہیں۔ مشرقی اضلاع میں (جہاں برہمن ازم پنجاب اور دہلی کے کسی بھی دوسرے علاقہ کے مقابلے میں اتنا طاقتور ہے کہ وہ خاندانوں کو سیاسی خودمختاری کے اجازت بھی دے سکتا ہے) یہ کافی ممکن ہے کہ حالیہ دور میں کسی کو راجپوت کے رتبہ پر ترقی نہیں ملی۔ لیکن متعدد راجپوت خاندان اب راجپوت نہیں رہے۔ پنجاب کے جٹوں کی اس عمومی روایت کو ایک طرف رکھتے ہوئے' کہ ان کے مورثین اعلیٰ راجپوت تھے (جنہوں نے جٹوں میں شادی کی یا بیواؤں کی شادی کرنے لگے)' ہمارے پاس گڑ گاؤں اور دہلی کے گوروا راجپوت ہیں' جنہوں نے راجپوت عنوان بدیہی طور پر اس لئے برقرار رکھا کیونکہ ان علاقوں میں ذات کا احساس کافی شدید اور ان کی روایتوں میں تبدیلی اتنی حالیہ ہے کہ ابھی وہ ختم نہیں ہوئیں۔ لیکن وہ برابری' بھائی چارے یا باہمی شادی کے تمام مقاصد کے تحت تب سے راجپوت نہیں رہے جب سے انہوں نے کریوا (بیوہ کی شادی کرنے) کی رسم پر عمل شروع کیا۔ ہمارے پاس ہوشیار پور کے ساہنسر ہیں جو دو تین پشتوں پہلے راجپوت تھے لیکن اب نہیں رہے' کیونکہ انہوں نے ارائیوں کی طرح سبزیوں کی کاشت شروع کر دی۔ کرنال میں راجپوت ہیں جو موجودہ پشت میں ہی راجپوت نہیں رہے اور شیخ بن گئے۔ جبکہ دہلی کے چوہان کریوا پر مائل ہونے کے باعث ذات سے محروم ہوگئے' حالانکہ وہ عین اس شہر کے سائے میں ہیں جہاں کبھی ان کے آباؤ و اجداد حکمران تھے اور انہوں نے مسلمان حملہ آوروں کے خلاف آخری جدوجہد میں انڈین فوجوں کی قیادت کی تھی۔ جیسا کہ میں پہلے کہہ چکا ہوں کہ جٹ سکھ خطہ میں اپنے جٹ ہونے پر مسرور و مطمئن ہے' اور اس نے سکھ حاکمیت کے عروج سے لے کر بعد تک کبھی کچھ اور ہونے کی خواہش نہیں کی۔ مغربی میدانوں میں اسلام کی عطا کردہ شادی کی آزادی نے ذات کو پیچھے چھوڑ دیا ہے اور سماجی

حیثیت ذات کی زیادہ بڑی اکائی کی نسبت قبیلے سے ناپی جاتی ہے۔ لیکن وہاں بھی ایسے خاندان جو چند پشتوں پہلے جٹ تھے اب سماجی درجہ بندی میں بطور راجپوت تسلیم کئے جاتے ہیں' اور راجپوت خاندان تنزل پاکر جٹوں میں جا شامل ہوئے۔ جبکہ بہت بڑے بڑے حکمران قبائل مثلاً سیال 'گوندل' ٹوانہ کو عموماً" راجپوت اور ان کی چھوٹی برادریوں کو جٹ کہا جاتا ہے۔ حتیٰ کہ کوئی قبیلہ ایک ضلع میں راجپوت ہے تو دوسرے میں جٹ' مقامی قبائل میں اپنی حیثیت کے مطابق۔ خطہ کوہستان نمک میں غالب قبائل جنجوعہ' منہاس اور ان جسے دیگر جب مغل یا عرب نہ ہوں تو راجپوت ہیں' جبکہ راجپوت رتبہ تک پہنچنے کی قابلیت نہ رکھنے والے تمام انڈین ماخذ کے زراعتی قبائل جٹ ہیں۔ آخر میں سرحد پر پٹھان اور بلوچ نے اسی طرح جٹ اور راجپوت پر غلبہ حاصل کیا اور بھٹی' پنوار' تنوار' راجپوتانہ کے تمام مغرور قبائل اس نام میں شامل ہیں اور رتبے میں گر کر جٹ ہوگئے' کیونکہ جہاں کوئی راجہ یا راجوں کی روایات نہیں وہاں راجپوت بھی نہیں ہو سکتے۔ مجھے معلوم ہے کہ یہاں پیش کئے گئے نظریات کو بہت سے لوگ بدعتی اور لادینی کہیں گے۔ اور یہ کہ ان کی حمایت کے لئے میں نے آئندہ صفحات میں جو مثالیں فراہم کی ہیں ان سے زیادہ قدر و قیمت کی مثالیں فراہم کی جانی چاہئے تھیں۔ لیکن میرے پاس اپنے حاصل کردہ حقائق کی ترتیب و تدوین کا وقت نہیں۔ درحقیقت میرے پاس صرف اتنی مہلت تھی کہ ان کا ایک قلیل حصہ ہی ریکارڈ کرلوں' اور اب یہاں صرف وہ نتائج پیش کرنے کی جسارت ہی کر سکتا ہوں جن تک مجھے میری جانچ پڑتال نے پہنچایا۔ امید ہے کہ کسی اور موقع پر اس موضوع کے ساتھ پورا پورا انصاف کر سکوں گا۔

پنجاب میں جٹ کی حیثیت:

پنجاب کے لوگوں میں جٹ ہر اعتبار سے بہت زیادہ اہمیت کا حامل ہے۔ تعداد کے معاملے میں وہ راجپوت کو بہت پیچھے چھوڑ گیا ہے جو اس کے ساتھ 3:1 کی نسبت رکھتا ہے' جبکہ یہ دونوں مل کر پورے صوبہ کی کل آبادی کا 27 فیصد بنتے ہیں۔ سیاسی طور پر اس نے پنجاب میں اس وقت تک حکومت کی جب ہم نے خالصہ کو جکڑ لیا۔ نسلیاتی اعتبار سے وہ پنجاب کی پانچ دریاؤں والی سرزمین کی مخصوص اور انتہائی مختار پیداوار ہے۔ اور معاشیاتی و

انتظامی نکتہ نظر سے وہ صوبے کا بہترین کاشتکار' کسان اور مالیہ ادا کرنے والا ہے۔ اس کے آداب و اطوار میں وحشی آزادی والی ان نسلوں کا تاثر نہیں ملتا جو سرحدی پہاڑوں کی نسلوں کی شناختی علامت ہیں۔ لیکن وہ زیادہ ایماندار' زیادہ محنت کرنے والا' زیادہ قوی الجثہ اور ان کے مقابلہ میں کسی بھی طرح کم مردانہ نہیں۔ درحقیقت پختہ خودمختاری اور صابرانہ محنت شاقہ اس کی مضبوط ترین خصوصیات ہیں۔ پنجاب کی تمام نسلوں میں جٹ قبیلوں' برادرانہ بندھنوں اور تنظیم سے نہایت بیزار اور انفرادی آزادی کا زبردست حامی ہے۔ جن خطوں' مثلاً روہتک میں جٹ قبائل کے لئے میدان صاف ہے اور وہ مخالف ذاتوں کو بطور دشمن نہ لیں تو انہیں کسی اور کے لئے ایک دوسرے پر ٹوٹ پڑنے کی ترغیب ہوتی ہے' وہاں قبیلوی بندھن مضبوط ہیں۔ اصولی طور پر جٹ ایسا شخص ہے جو وہی کچھ کرتا ہے جو اس کی نظر میں درست ہے' اور حتیٰ کہ کبھی کبھار غلط بھی۔ اور وہ کبھی کسی آدمی سے "نہ" نہیں سنتا۔ میرا مطلب یہ نہیں کہ وہ ہنگامہ پرور ہے۔ وہ تو اس سے بہت دور ہے۔ وہ خودمختار اور خود سر ہے' لیکن قابل گوارا۔ اگر اسے اکیلا چھوڑ دیا جائے تو وہ پرامن رہتا ہے اور اس سے نمٹنا مشکل نہیں۔ وہ بالعموم اپنے کھیت کاشت کرنے' خاموشی اور امن کے ساتھ مالیہ ادا کرنے میں خوش رہتا ہے' بشرطیکہ لوگ اسے ایسا کرنے دیں۔ جب وہ پٹڑی سے اتر جائے تو "جوئے بازی سے لے کر قتل و غارت تک سب کچھ کرتا ہے اور شاید دوسروں کی عورتیں اور مویشی چرانے کو ترجیح دیتا ہے۔" عام طور پر لوک کہاوتیں اسے کافی واضح اور شاید کچھ زیادہ شدید طور پر بیان کرتی ہیں: "کھیت' چارہ' کپڑے' سن' گھاس کے ریشے اور ریشم' ان چھ چیزوں کو سب سے زیادہ پیٹنا چاہئے' اور ساتویں جٹ کو۔" "جٹ' بھٹ' سنڈی اور بیوہ عورت چاروں سب سے زیادہ بھوکے ہوتے ہیں۔ یہ سیرشکم ہو جائیں تو نقصان پہنچاتے ہیں۔" "جٹ تے پھٹ نوں بنھے رکھنا ای چنگا ہے۔" (زخم کی طرح جٹ بھی بندھا رہے تو بہتر ہے)۔ کھیتی باڑی میں جٹ سب سے آگے ہے۔ سبزی فروش ذاتیں ارائیں' مالی' سینی شاید چھوٹے پیمانے پر زیادہ مہارت رکھتی ہیں' لیکن وہ زمیندار اور کاشتکاری میں جٹ کا مقابلہ نہیں کرسکتیں۔ جٹ خود کو اتنا ہی عام طور پر "زمیندار" کہتا ہے جتنا کہ جٹ' اور اس کے بیوی بچے بھی اس کی طرح کھیتوں میں کام کرتے ہیں: "ہل جٹ بچے کا کھلونا ہے۔" "جٹ اپنی گندم کے ڈھیر پر کھڑا ہو کر شاہ کے ہاتھی بانوں سے کہتا

ہے ---- تم ان گدھوں کو بیچو گے؟" سماجی طور پر جٹ وہ حیثیت رکھتا ہے جس میں روڑ، گوجر اور آہیر حصہ دار ہیں۔ یہ چاروں مل کر کھاتے، پیتے اور تمباکو نوشی کرتے ہیں۔ وہ یقیناً راجپوت کے مقابلہ میں صرف اسی سادہ سی حقیقت کے باعث کہیں پست ہے کہ وہ اپنی بیواؤں کی شادی کر دیتا ہے۔ ان کے علاقہ کے ایک ماہیئے میں جٹ باپ کہتا ہے ---- "آ میری بیٹی شادی کر، یہ خاوند مر گیا تو اور بھی بہت سے ہیں۔" لیکن بیوہ کی شادی کرنے والوں میں وہ سب سے برتر ہے۔ اپنے مقدس دھاگے (جانیو)، کٹر ہندو پن اور دوبارہ جنم میں اعتقاد رکھنے والا بنیا جٹ کو شودر سمجھتا ہے۔ لیکن جٹ بنئے کو بطور بزدل، مردہ دل، پیسے کا شیدائی، حقیر جانتا ہے اور بالعموم معاشرہ جٹ کے اس خیال سے متفق ہے۔ مردانگی اور طاقت میں بنئے سے کہیں اعلیٰ کھتری غالباً" جٹ کا پیش رو ہے۔ لیکن میرے خیال میں خالص ہند و ماخذ کی نسلوں یا قبائل میں جٹ برہمن، راجپوت اور کھتری کے بعد نظر آتا ہے۔

تاہم وہاں جٹ اور جٹ ہی ہیں۔ میں تمام طبقات کو مختلف شاخوں کی ان سابق آراء کے مطابق بیان کروں گا جس کے تحت میں نے جٹ قبائل پر بات کی۔ یہاں پر میں وسیع امتیازات کی طرف محض اشارۃً" ہی کچھ کہوں گا۔ سکھ خطے کا جٹ یقیناً پنجاب کا مثالی جٹ ہے، اسی کو میں نے اوپر بیان کیا۔ جنوب مشرقی اضلاع کے جاٹ مذہب کے علاوہ بھی اس سے کچھ مختلف ہیں۔ تاہم، بیکانیر کی حد پر کوتاہ قامت باگڑی جاٹ، اپنی بارش سے محروم پریری (جہاں اسے صدیوں غلام رکھا گیا) سے آنے والے مہاجرین بس بڑی بھونڈی قسم کی کاشتکاری ہی کرتے ہیں اور مالوہ کے خودمختار اور باعزم کاشتکاروں سے واضح طور پر مختلف ہیں۔ زیریں سندھ میں یہ لفظ بالعموم قبائل کے ایک گروہ اور ان سے ملتی جلتی جٹ خاص، راجپوتوں اور پست ذاتوں کے لئے استعمال ہوتا ہے جن میں ان کے مذہب اسلام، زراعتی پیشے اور ان کی ماتحتی حیثیت کے سوا کوئی اور قدر مشترک نہیں۔ جیسا کہ میں نے کہا ہے، وسیع و عریض مغربی چراگاہوں میں جٹ اور راجپوت کے درمیان تفریق کرنا ممکن نہیں۔ راجپوت کی اصطلاح عموماً" ان قبیلوں پر لاگو ہوتی ہے جنہوں نے سیاسی حاکمیت حاصل کی، جبکہ جن لوگوں کو انہوں نے مغلوب کیا یا ان کے علاقے سے نکال کر وسطی لق و دق صحراؤں میں نیم خانہ بدوش زندگی گزارنے کی راہ دکھلائی، انہیں اکثر و بیشتر جٹوں میں شمار کیا

جاتا ہے۔ خطہ کوہستان نمک میں بھی ایسی ہی صورت حالات ہے۔ دراصل جٹ کا لفظ چرواہے یا گلہ بان کے لئے پنجابی زبان کی اصطلاع ہے۔ تاہم' مسٹر اوبرائن (O'Brien) کہتے ہیں کہ جاتکی میں کاشتکار جٹ کی "ٹ" پر تشدید جبکہ گلہ بان یا اونٹ چروانے والے جٹ کی "ٹ" ہلکی ہے۔ چنانچہ روہتک یا امرتسر میں لفظ جٹ وسیع تر معانی کا حامل ہے۔ مظفرگڑھ یا بنوں میں اس کا بالکل کوئی مطلب نہیں' یا اگر کوئی عملی مفہوم رکھتا ہے تو کسی بھی واحد لفظ سے کہیں زیادہ معنی خیز ہے۔ صوبہ کے ان دو علاقوں میں بالترتیب اس اصطلاح کے توسط سے جن دو طبقات کی طرف اشارہ کیا گیا انہیں آپس میں اس قدر آسانی کے ساتھ باہم گڈمڈ نہیں کر دینا چاہئے۔

اعدادو شمار کی نوعیت اور اہمیت:

تو اس صورتحال میں یہ تصور کیا جا سکتا ہے کہ ہمارے اعداد و شمار بہر طور کوئی حتمی اہمیت نہیں رکھتے۔ ڈیرہ غازی خان کے 160000 جٹوں میں 5000 مالی' 2000 جولا ہے' 3000 ترکھان' 4500 کتانے' 4400 ملاح' 7500 موچی' 2700 ماچھی اور اسی طرح کے دیگر شامل ہیں۔ کسی اور ضلع میں صورتحال اتنی زیادہ گڑبڑ نہیں۔ بہرحال سارے جنوب غربی اضلاع میں یہ نسبتاً کم شدت کے ساتھ موجود ہے' اور قبیلوں کے تفصیلی جدول مکمل ہونے تک ان بے میل اجزاء کو الگ الگ کرنا یا یہ جاننا کافی درست طور پر ممکن ہو گا کہ ہمارے اعداد و شمار میں کیا شامل اور کیا نہیں۔ یہ غلط ملط صورتحال محض جدولوں کے اندراجات کی ہی پیدا کردہ نہیں ہے۔ زیریں سندھ و چناب میں ذات کے کالم میں ہزاروں تک اندراجات تھے' کیونکہ وہاں زیادہ قابل فہم ذات کی بجائے قبیلہ ایک تسلیم شدہ اکائی ہے (اور اسی قبیلے میں سے لئے گئے افراد کے ساتھ جن میں وہ کام کر رہے تھے)۔ ڈویژنل دفاتر کے عملہ کو ان اندراجات کی زیادہ بڑے عنوانات کے تحت درجہ بندی کرنے کا کچھ حق اختیار دینا قطعی ضروری تھا۔ چنانچہ جھنگ میں سیال کا اندراج درست طور پر راجپوت کیا گیا ہوگا۔ جبکہ ڈیرہ غازی میں (مقامی استعمال کی حد تک مساوی درستگی کے ساتھ) انہیں بہت ممکن طور پر جٹ میں شامل کیا گیا ہوگا۔ تاہم' ہمارے اعداد و شمار کاملیت سے بہت دور ہیں' لیکن میں نے ذیل کے صفحات میں گروہ بندی کی اغلاط اور غیر حتمی پن کا ذکر کرنے کی

کوشش کی ہے' جہاں تک میں انہیں ڈھونڈ پایا۔ اس موضوع پر میں نے جیسے بات کی ہے مجھے اس پر زیادہ مکمل طریقے سے اور زیادہ باقاعدہ طور پر بات کرنے کی توقع تھی۔ میرا مقصد بڑے بڑے جٹ قبائل کی باہمی نسلی مشابہتوں کی بناء پر کچھ اس انداز سے گروہ بندی کرنا تھا جیسے پٹھانوں کے ساتھ کرنے کی کوشش کی ہے۔ لیکن اس کام کے لئے مجھے وقت نہیں دیا گیا' اور چنانچہ میں نے' جہاں تک میرے اعدادوشمار ظاہر کرتے ہیں' قبائل کی مقامی اعتبار سے چھوٹی موٹی گروہ بندی کی اور زیادہ مفصل اور واضح کام کو آئندہ پر چھوڑ دیا ہے۔ قبائل کی تعداد بھی لازماً غیر مکمل ہے اور انہیں محض اندازے لگانے کے لئے ہی دیکھنا چاہئے۔

جٹوں کی تقسیم:

پنجاب سے پرے جٹ زیادہ تر سندھ میں ملتے ہیں' جہاں وہ ایک آبادی کے گروہ کی شکل اختیار کئے ہوئے ہیں۔ بیکانیر' جیسلمر اور مارواڑ میں ان کی تعداد تمام راجپوت نسلوں کے مجموعہ کے تقریباً مساوی ہے۔ اور بریلی' فرخ آباد اور گوالیار سے اوپر کی طرف کو گنگا اور جمنا کی بالائی وادیوں کے ساتھ ساتھ موجود ہیں۔ صوبہ میں ان کی تقسیم جدول نمبر 9 میں دکھائی گئی ہے۔ خصوصاً وسطی سکھ اضلاع اور ریاستوں' جنوب مشرقی اضلاع اور ڈیرہ جات میں ان کی تعداد کافی ہے۔ راولپنڈی ڈویژن کی پہاڑیوں کے نیچے اور درمیان میں ان کی جگہ راجپوت لے لیتے ہیں' جبکہ زیریں و بالائی سرحد پر وہ دریائے سندھ کے اس طرف والے خطوں اور دونوں کناروں تک ہی محدود ہیں۔ سندھ کے جٹ غالباً ابھی تک اسی علاقے پر قابض ہیں جہاں وہ ہندوستان میں داخل ہوتے ہی آباد ہوئے تھے۔ تاہم پٹھان اور بلوچ کی پیش قدمی نے انہیں کوہ سلیمان کے دامن سے دریا تک واپس دھکیل دیا۔ مغربی میدانوں کے جٹ تقریباً بلا استثنٰی' سندھ یا مغربی راجپوتانہ سے اوپر کی طرف دریائی وادیوں میں آئے۔ مغربی و وسطی دامن کوہ کے جٹ بھی جزواً" اسی راستے سے آئے ہیں۔ لیکن ان میں سے کچھ ابھی تک غزنی کے ساتھ تعلق کی روایات بدستور قائم رکھے ہوئے ہیں' جو شاید آج کے راولپنڈی کی جگہ پر آباد قدیم گجنی پور کی طرف اشارہ کرتی ہیں۔ جبکہ متعدد اپنا سلسلہ نسب جموں پہاڑیوں میں ملاتے ہیں۔ بہت سی صورتوں میں وسطی اور مشرقی پنجاب کے جٹ

بھی اوپر وادی ستلج میں آئے' لیکن بہت سے بیکانیر سے سیدھا مالوہ چلے گئے۔ مالوہ کے وسیع و عریض وسطی میدان خود بھی سکھ خطے کے متعدد جٹ قبائل کا اصلی مقام ہیں۔ جنوب مشرقی اضلاع اور جمنا زون کے جٹ زیادہ تر بھرت پور کی سمت سے وادی جمنا میں آئے' جس کے ساتھ ان میں سے کچھ ہنوز اپنا روایتی تعلق قائم رکھے ہوئے ہیں۔ تاہم' معدودے چند بیکانیر اور مالوہ سے مشرق کی طرف چلے گئے ہیں۔ خود بھرت پور کے جٹوں سے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ اورنگزیب دور میں دریائے سندھ کے کناروں سے نقل مکانی کر کے آنے والے پناہ گزین ہیں۔ اس بارے میں کچھ کہا نہیں جا سکتا کہ وسیع میدانوں کے جٹ اتنے ہی بعد کے مہاجر ہیں جتنا کہ وہ ظاہر کرتے ہیں' یا کیا ان کی اس کہانی کی بنیاد صرف راجپوتوں کے علاقہ سے اپنے حالیہ تعلق کی خواہش ہے۔ یہ ایسا سوال ہے جس کے بارے میں ہم مطلق کور مغز ہیں اور اس پر تفصیلی تحقیق و پڑتال کی ضرورت ہے۔

مغربی میدانوں کے جٹ:

تو آیئے سب سے پہلے ہم جدولوں کے اس مبہم طبقے کی تقطیع کریں جو سندھ میں اور نسبتاً کم وسعت تک ستلج' چناب و جہلم کی زیریں وادیوں اور خطہ کوہستان نمک میں بطور جٹ جانا جاتا ہے۔ مظفر گڑھ کے جٹوں کے بارے میں مسٹر اوبرائن لکھتے ہیں:

"ضلع میں لفظ جٹ مسلمان قبائل کے ان مجموعوں پر مشتمل ہے جو سید' بلوچی' پٹھان' یا قریشی نہیں ہیں۔ اس تعریف کے مطابق جٹوں میں راجپوت بھی شمار ہوتے ہیں۔ میں اسے درست خیال کرتا ہوں۔ جٹوں کی بھرتی ہمیشہ راجپوتوں میں سے ہی ہوئی۔ ضلع بھر میں اپنے مورثین اعلیٰ کا حقیقی یا خیالی علم رکھنے والا کوئی ایسا جٹ نہیں جو یہ نہیں کہتا کہ کبھی وہ راجپوت ہوا کرتا تھا۔ مخصوص جٹ قبائل کے ایسے نام اور روایات ہیں جو انہیں ہندوستان کے ساتھ زیادہ قریبی طور پر وابستہ کرتی ہوئی لگتی ہیں۔ کچھ راجپوتوں کا لقب رائے ہے اور دیگر (اگرچہ مسلمان ہیں) شادی کی تقاریب میں ملا کے ساتھ ساتھ برہمن کو بھی شامل کرتے ہیں۔ جبکہ پنوار' پرہار' بھٹی' جوئیہ

جدول نمبر9 - ملتان اور ڈیرہ جات کی دیگر ذاتیں

ذات	ملتان	جھنگ	منٹگمری	مظفر گڑھ	ڈیرہ اسماعیل خان	ڈیرہ غازی خان	بنوں	ملتان اور ڈیرہ جات کا کل	بہاولپور	میزان
ارائیں	255	389	2	3125	2755	5008	287	11821	-	11821
ملیار										
مالی										
بھٹیار	-	-	-	137	69	679	-	885	-	885
بازیگر	2	-	-	-	-	-	-	2	-	2
بلوچ	92	96	31	145	-	-	-	364	-	364
پاؤلی	112	529	41	89	1252	1947	273	4243	-	4243
جولاہا	-	-	-	-	4	35	-	39	-	39
پینگر										
پٹھان	102	65	226	90	-	62	4	549	-	549
تیلی	5	14	-	6	181	68	3	277	4	281
جوگی	1	-	-	-	-	-	-	1	85	86
چڑہوآ	24	145	-	137	375	1484	111	2276	-	2276
چوہڑا	34	374	-	21	217	820	67	1533	-	1533
کھوجہ	7	38	-	440	453	1755	34	2727	-	2727

ذات	ملتان	جھنگ	منٹگمری	مظفر گڑھ	ڈیرہ اسماعیل خان	ڈیرہ غازی خان	بنوں	ملتان اور ڈیرہ جات کا کل	بہاولپور	میزان
درزی	28	-	-	1	-	-	-	29	-	29
دھوبی	6	12	-	-	11	95	-	124	-	124
ترکھان	37	257	11	190	2935	3062	238	6730	-	6730
ڈوم	-	-	-	-	247	13	-	260	-	260
راجپوت	14	117	153	381	25	-	-	690	-	690
زرگر	6	2	-	-	-	-	13	21	-	21
شیخ	346	34	250	65	390	937	205	2227	-	2227
سقل گر	-	-	-	-	49	-	-	49	-	49
فقیر	67	145	72	13	-	-	-	297	242	539
قصاب	12	92	-	94	1281	1083	98	2660	-	2660
قاضی	6	-	-	-	-	-	-	6	-	6
قریشی	264	270	171	35	22	106	14	882	-	882
قمار	-	-	-	-	-	-	-	-	3	3
کھٹانہ	6	12	11	259	2680	4539	119	7626	-	7626
کنہار	99	343	7	243	2700	1837	125	5354	-	5354
کمان گر	9	-	-	38	36	40	-	123	-	123
کلال	14	-	14	5	9	13	-	55	-	55

ککھر	10	1	7	-	-	-	-	18	-	18
لبانا	-	-	-	-	-	-	-	-	4317	4317
لوہار	18	117	-	46	1304	638	208	2331	-	2331
مجاور	-	-	-	-	-	-	-	-	401	401
مغل	17	15	8	-	-	-	-	40	361	401
ملاح	77	216	2	840	2773	4451	627	8986	-	8986
میراثی	80	482	5	95	1778	1212	67	3219	-	3219
موچی	58	415	17	178	3916	7389	320	12293	865	13158
ماچھی	104	332	11	1013	3465	2733	180	7838	241	8079
نائی	65	208	-	95	1462	1431	123	3384	-	3384

اور دیگر راجپوتانہ کے مشہور و معروف قبائل والے نام ہی لئے ہوئے ہیں۔ درحقیقت جٹوں اور مسلمان راجپوتوں کے درمیان تفریق قائم کرنا ممکن نہیں۔ اور لفظ جٹ سے یہ مشکل اور بھی گھمبیر ہو جاتا ہے جس کا مطلب (نسل سے قطع نظر) کاشتکار اور جاٹکی کا مطلب کاشتکاری ہے۔ زراعت پر گفتگو کے دوران ایک سید زیلدار کا ذکر یوں کیا گیا۔ انور شاہ سے پوچھیں وہ ہم سے بہتر جٹ ہیں۔

"جٹ قبائل تعداد بہت زیادہ ہیں۔ صرف سنان وان تحصیل میں ہی 165- ان میں متعدد چھوٹی چھوٹی تقسیموں والی بڑی بڑی تقسیمیں نہیں ہیں۔ نہ ہی وہ اپنی نسل کا کوئی مشترک ماخذ تلاش کرتے ہیں۔ جنم یا ذات میں کوئی قبیلہ افضل نہیں۔ بالعموم جٹ قبیلے کے اندر ہی شادی کرتے ہیں، لیکن دوسرے قبائل کے ساتھ شادی کرنے میں بھی انہیں کوئی ہچکچاہٹ نہیں۔ وہ آزادانہ طور پر اپنی بیٹیاں بلوچیوں کے ساتھ بیاہتے ہیں۔ لیکن بلوچیوں کا کہنا ہے کہ وہ اپنی بیٹیوں کی شادی جٹوں سے نہیں کرتے، تاہم یہ بلوچیوں کا بیان ہے۔ بلوچیوں سے جٹوں کی شادی کی کئی ایک مثالیں گنوائی جا سکتی ہیں"۔ (2)

اسکے علاوہ، تشدید کی بجائے نرمی کے ساتھ ادا کیا گیا لفظ جٹ ایک اونٹ چروانے والے یا شتربان کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ "اونٹ اس کا بار نہیں اٹھا سکتا۔ شتربان (جٹ) اس کی دم پر کاٹتا ہے۔"

حقیقت یہ نظر آتی ہے کہ زیریں سرحد کے اضلاع میں ایک غالب نسل کے طور پر آنے والے بلوچیوں نے نفرت کے ساتھ ایسے تمام کاشتکار قبیلوں کو ایک ہی نسلیاتی نام "جٹ" میں شمار کیا جو بلوچ یا اسی نسل سے، مثلاً سید یا پٹھان (جنہیں وہ اپنے برابر سمجھنے کے عادی تھے) نہیں تھے، یہاں تک کہ لوگ اپنے ماخذ کا حافظہ ہی محو کر بیٹھے۔ ممکن ہے کہ ہمارے افسروں نے آبادی کے بلوچ یا خاص افراد ایک طرف اور جٹ یا غیر بلوچی کو بہ آسانی دوسری جانب رکھ کر سادہ گروہ بندی کا طریقہ اختیار کرتے ہوئے اس گڑبڑ میں شدت

پیدا کر دی ہو۔ اور یہ کہ نام نہاد جٹ اپنے ماخذ سے اتنا لا علم نہ ہو جتنا عام طور پر سمجھا جاتا ہے۔ لیکن پنجاب کے اس حصہ میں ذات کی قبیلے پر کافی حد تک غالبیت پا لینے کی حقیقت مشکل میں زیادہ اضافہ کرتی ہے۔ مسٹر Roe لکھتے ہیں۔ "اگر آپ کسی جٹ سے اس کی ذات پوچھیں تو وہ عموماً کسی ایسی شاخ یا قبیلے کا نام لے گا جو ذرا بھی شہرت نہیں رکھتا۔" وجہ چاہے کچھ بھی ہو لیکن نتیجہ یہ ہے کہ ڈیرہ جات مظفر گڑھ اور کافی سارے ملتان میں (اگر واقعی مشرق یا شمال کی طرف مزید آگے نہیں تو) لفظ جٹ کا مطلب "دیگر یا غیر مخصوص" کی اصطلاح سے کچھ ہی زیادہ ہے جس کے تحت مردم شماری کے افسروں نے انہیں شمار کرنے میں زبردست عجلت دکھائی۔ وہ افسران کے بارے میں بہت کم یا کچھ بھی نہیں جانتے تھے۔ ان علاقوں میں یہ لفظ جس طور استعمال کیا جاتا ہے اس کی دلچسپ مثال میری اس پوچھ گچھ کے نتیجہ میں نظر آتی ہے جو میں نے ڈیرہ غازی خان کی ماچھی (یاماہی گیر) ذات کے بارے میں کی تھی۔ مجھے جو جواب ملا وہ یہ تھا کہ وہاں دو ذاتیں تھیں۔ ایک تو ماچھی اور دوسری جٹ۔ مئوخرالزکر ایسے ماچھی جنہوں نے زراعت کا پیشہ اپنا لیا۔ ممکن ہے مزید کچھ عرصہ بعد وہ شاید اپنا ماخذ بھول کر ماچھی کی تخصیص بھی ختم کرکے سیدھے سادے جٹ بن جائیں۔ تاہم' یہ ناممکن نہیں کہ جس پرانے ماچھی قبیلے سے ان کا تعلق ہے اس کو اپنے قبیلے کے طور پر بدستور قائم رکھیں۔ جدول نمبر 9 میں ذاتوں کی ایک فہرست دی گئی ہے جو ملتان' ڈیرہ جات اور بہاولپور میں جٹ قبیلوں کے جدولوں کا ایک موٹا سا تجزیہ ہے۔ ان قبیلوں کے سراغ میں نے ان علاقوں کے جٹوں کی ذیلی تقسیم میں لگایا۔ " جٹ" لازمی طور پر زراعتیوں کے لئے استعمال ہونے والا ایک لفظ ہے۔ یہ امکان ہے کہ اپنی ذات جٹ اور قبیلہ یا قبیلہ بھٹیارا بتانے والا کوئی شخص ایسا بھٹیارا ہو جس نے زراعت کا پیشہ اختیار کر لیا۔ اس صورت میں وہ جٹ ہی ہوگا جس نے طباخی (نانبائی) کا کام شروع کر دیا۔ اس سے نیچے دکھائے گئے افراد نے غالباً جٹ کی بجائے اپنی ذاتیں درست طور پر وہی لکھوائی ہوں گی جن کے آگے ان کی تعداد دی گئی ہے۔ تعداد وں کا زیادہ محتاط تجزیہ تعداد میں ممکن طور پر اضافہ کر دیتا۔ قبیلوں کے تفصیلی جدول ہمیں اس موضوع پر کافی معلومات فراہم کریں گے۔ بلوچ خطے سے دور' مزید شمال اور مشرق میں درپیش مشکلات کی نوعیت قدرے مختلف ہے۔ جیسا کہ پہلے بھی کہا گیا ہے کہ وہاں پر قبائل بالعموم اپنی

ذات کے نام کی بجائے قبائلی نام سے جانے جاتے ہیں، جس سے ان کا تعلق ہے یا کبھی تھا۔ اس کا نتیجہ یہ برآمد ہوا کہ راجپوت اور عرب یا مغل (جن کا رجحان آج کل عام ہے) ہونے کے دعوے بالعموم قائم ہوگئے ہیں۔ عرب یا مغل ہونے کے دعویدار قبائل پر بحث اسی خاص عنوان، یا شیخوں اور مغلوں کے ضمن میں آئے گی۔ لیکن جٹوں اور راجپوتوں کے درمیان خط امتیاز کھینچنا مشکل ہے، اور مجھے اس سوال کا فیصلہ اندازاً" اور اپنی مرضی کے مطابق ہی کرنا پڑا۔ لہٰذا سیال کو خالص راجپوت نسل سے تسلیم کیا جاتا ہے، اور میں نے انہیں راجپوتوں میں ہی شمار کیا کیونکہ ان کے پڑوسی انہیں عام طور پر راجپوت تسلیم کرتے ہیں۔ سومرا بھی شاید کسی بھی اعتبار سے کم راجپوت نسل نہیں ہیں، لیکن وہ عموماً جٹ سمجھے جاتے ہیں، اور میں نے ان پر اسی ضمن میں بات کی ہے۔ لیکن دو صورتوں میں خود کو جٹ بتانے والے سیال یا سومرا کو بھی اسی طرح ساتھ ساتھ دکھایا ہے جس طرح راجپوت بتانے والوں کو، تاکہ اعدادو شمار ہر ممکن حد تک مکمل ہو سکیں۔ فی الحقیقت یہ لوگ بالعموم جٹوں یا راجپوتوں کی بجائے بطور سیال یا سومرا جانے جاتے ہیں۔ اور انہیں کسی ایک بھی مؤخرالذکر عنوانات میں شامل کرنا ایک ایسی گروہ بندی ہے جس کی بنیاد عموماً مشہور ماخذ یا حیثیت پر ہے، نہ کہ کسی موجودہ اور عام لقب پر۔ مسٹر پرسر (Purser) نے منٹگمری میں صورتحال جس طرح دیکھی اسے وہ یوں بیان کرتے ہیں:

> "وہاں مختلف قبائل کی روایت کے بارے میں حیران کن موافقت پائی جاتی ہے۔ اصولی طور پر ہر قبیلے کا مورث اعلیٰ شمسی (سورج بنسی) یا قمری (چندر بنسی) راجپوت اور ہستناپور یا دارا نگر میں مقیم تھا۔ وہ سلاطین دہلی کی ان تجاویز کو نہایت نفرت کے ساتھ مسترد کرتے ہیں کہ دونوں خاندانوں میں مادرانہ الحاق تھا اور یہ سرسا یا حصار یا کسی اور نواحی مقام کی طرف چلے گئے۔ اس کے بعد وہ راوی پر آیا اور مخدوم بہاء الحق یا بابا فریدؒ نے اسے حلقہ بگوش اسلام کیا وہ مضبوط دل اور جری تھا اس لئے کھرلوں کے ساتھ لوٹ مار کی مہمات میں شامل ہوگیا۔ یوں اس کی اولادیں جٹ بن گئیں۔ قمر سنگھ کے دور میں انہوں نے ڈاکہ زنی میں کچھ کمی کرکے زراعت

کا پیشہ اختیار کر لیا۔ اور اب برطانوی راج کے تحت اپنی بری عادات کو الوداع کہہ چکے ہیں' اور ایماندار اور بڑے تعاون کرنے والے ہیں۔"

مسٹر سٹیڈ مین جھنگ سے لکھتے ہیں:

"اس ضلع میں بہت سے قبائل زراعت یا گلہ بانی کا کام کرتے ہیں۔ انہیں اپنے ماخذ کا کوئی واضح تصور نہیں لیکن وہ یقیناً مذہب تبدیل کر لینے والے ہندو ہیں۔ متعدد تسلیم شدہ جٹ اور قبائل کے وسیع تنوع سے متعلق ہیں' لیکن انہیں ایک ہی جامع اصطلاح کے تحت جٹ پکارا جاتا ہے۔ نسلیاتی حوالے سے مجھے اپنے خیال کی بنیاد پر یقین نہیں' بہرحال دنیا کے اس حصہ میں عملی سہولت کی خاطر میں نے ایسے تمام مسلمانوں کو جٹ شمار کیا ہے جن کے آباؤ اجداد نے اسلام قبول کیا اور جو اب کاشتکاری یا گلہ بانی کرتے ہیں' یا ان کی گزر بسر اس پر ہوتی ہے۔"

آخری الفاظ ایک اہم فرق کی جانب اشارہ کرتے ہیں۔ سندھ یا زیریں چناب کا جٹ لازماً" کاشتکار ہے۔ لیکن مغربی میدانوں کی وسیع و عریض وسطی چراگاہوں میں وہ اکثر و بیشتر زراعتی کی بجائے گلہ بان ہے اور کاشتکاری کو کمتر پیشہ خیال کرتے ہوئے اسے ارائیوں' متموں اور ان جیسے دیگر لوگوں پر چھوڑ دیا ہے۔

ڈیرہ جات کی نسبت بالائی سندھ پر لفظ جٹ یا ہندکی (جس کا استعمال شاید زیادہ ہوتا ہے) بمشکل ہی کم غیر متعین مفہوم میں اطلاق پذیر ہے' جبکہ خطہ کوہستان نمک میں اس کے معنی کچھ زیادہ درست ہیں۔ دریائے سندھ سے پرے جٹ یا ہندکی میں راجپوت اور اعوان' اور یقیناً پشتو کی بجائے پنجابی والے تمام شامل ہیں۔ تاہم خطہ کوہستان نمک میں بالائی راجپوت قبائل' مثلاً جنجوعہ' احتیاط کے ساتھ خارج ہیں۔ اور جٹ سے ہندو نسل کا کوئی بھی ایسا مسلمان کاشتکار مراد ہے جو اعوان' گکھڑ' پٹھان' سید' قریشی یا راجپوت نہیں۔ تاہم' حتیٰ کہ وہاں بھی بیشتر جٹ قبیلوں نے خود کو راجپوت بتایا۔ جب میں دامن کوہ خطوں کے جٹوں کا ذکر کروں گا تو ان کے مزید اعداد و شمار ملیں گے۔ میجر ویس لکھتے ہیں:

"راولپنڈی ڈویژن کے حقیقی جٹ قبیلے اس نام جٹ کے خلاف ایک تعصب رکھتے ہیں، کیونکہ یہ عام طور پر شتربانوں اور بار کے چرواہوں کے لئے استعمال ہوتا ہے جنہیں وہ اپنے سے کمتر سمجھتے ہیں۔ لیکن میرے خیال میں بلاشبہ وہاں کے ایسے مرکزی زراعتی قبائل، جنہیں ہم راجپوتوں میں شمار نہیں کرسکتے، درحقیقت زیریں پنجاب کے جٹوں والی نسل ہی سے ہیں۔"

علاقہ کے ان حصوں میں جٹ کو قدرتی طور پر کمتر نسل خیال کیا جاتا ہے اور یہاں اس کی حیثیت اس سے بہت مختلف ہے جو اسے پنجاب کے وسط اور مشرق میں حاصل ہے۔ مسٹر اوبرائن نے اپنی کتاب "Multani Glossary" (فرہنگ ملتان) کے صفحہ 78 پر اس حوالے سے نہایت تیکھے محاوروں کا انتخاب دیا ہے۔ میں ان میں سے چند ایک ہی یہاں نقل کروں گا ---- "بیشک جٹ عمدہ فصل کاشت کرتا ہے لیکن پھر بھی اپنے لئے کھردرا انگوچھا (پرنا) ہی استعمال کرے گا۔" "جٹ والا قہقہہ لگانے سے عام آدمی کی تو پسلی ٹوٹ جائے۔" "جٹ خوشحال ہو تو (ہل چلا کر) رستے بند کر دیتا ہے، اور کراڑ خوشحال ہو تو جٹ پر اپنے دروازے بند کر دیتا ہے۔" "جٹ اور پھٹ (زخم) کا بندھا رہنا ہی بہتر ہے"۔ "جٹ چاہے سونے کا بنا ہو، لیکن اس کی پیٹھ تانبے ہی کی ہوگی۔" "جٹ اس قدر احمق ہے کہ خدا ہی اس کی حفاظت کر سکتا ہے۔"

پٹھان محاوروں میں اظہار پسندیدگی اور بھی کم ہے۔ "اگر کوئی ہندکی آپ کو نقصان نہ پہنچا سکے تو وہ آپ کے پاس سے گزرتے ہوئے بدبو چھوڑ جائے گا۔" "چاہے کوئی ہندکی تمہارا دست راست ہو، اسے کاٹ پھینکو۔" "کالے سانپ کی بجائے کالے جٹ کو جان سے مار ڈالو۔" "خوشامد کرکے پٹھان کو اپنے پاس بلا لو، لیکن ہندکی کو ڈھیلے مارو۔" ڈیرہ غازی خان کے جٹ کو "کاہل، غلیظ، اور جاہل" بیان کیا گیا ہے۔

مغربی میدانوں کے جٹ قبائل:

آگے دیئے گئے جدول نمبر 10 میں مغربی میدانوں کے جٹ قبائل دکھائے گئے ہیں، یعنی لاہور کے مغرب کی طرف، کوہستان نمک کے پار اور دامن کوہ خطوں کو نکال کر۔ قبائل کو

تین گروپوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے: تہیم، بھٹہ، لنگاہ، چھینا، اور سومرا وادی جہلم و چناب کے مغرب میں رہتے ہیں۔ (چدھڑ) اور سپرا اس لکیر کے مشرق میں ہیں، جبکہ بھٹی، سیال، پنوار، جوئیہ، ڈھوڈھی، کھچی اور وٹو جٹ کی بجائے راجپوت ہیں اور انہیں مغربی میدانوں کے راجپوتوں پر گفتگو کے دوران زیر بحث لایا جائے گا۔ یاد رکھنا چاہئے کہ یہ تعدادیں نہایت غیر مکمل ہیں، کیونکہ یہ محض ان کی تعدادیں ہیں جنہوں نے اپنا قبیلہ اسی جدول والے خانے میں درج کرایا اور وہ شامل نہیں جنہوں نے محض ان قبیلوں کے تحتی قبائل لکھوائے۔ قبیلچوں کے تفصیلی جدول تیار ہو جانے تک مکمل اعداد و شمار حاصل نہیں کئے جا سکتے۔ بھٹہ، لنگاہ، سومرا، چدھڑ اور ڈھوڈھی کے کالموں میں خود کو اسی طور درج کرانے والوں کی تعداد دی گئی ہے، لیکن جٹ اور راجپوت ذات والوں کی تعداد الگ الگ دوہرے کالموں میں ہے۔

تہیم (نمبر1)

تہیم عربی ماخذ اور تمیم نامی ایک انصاری قریشی کی نسل ہونے کے دعویدار ہیں۔ جھنگ کی تحصیل چنیوٹ میں پہلے ان کا کافی املاک تھیں، اور فرمانروایان دہلی کے تحت ان علاقوں میں تہیم صوبہ دار (گورنر) تھے۔ اعوانوں کا ایک تہیم قبیلچہ بتایا جاتا ہے۔ تہیم مکمل طور پر زراعتی نہیں اور کہتے ہیں کہ وہ اکثر قصابوں اور کتان کوبی کا کام کرتے ہیں، یا ہو سکتا ہے اس کی وجہ محض یہ ہو کہ قصاب اور کتان کوبوں کا بھی ایک تہیم قبیلچہ ہے جس کی وجہ تسمیہ یہی قبیلہ ہے۔ جہاں تک ہمارے اعداد و شمار دکھاتے ہیں تو وہ ایک طرح سے بہاولپور اور زیریں سندھ اور چناب پر ملتان میں، مظفر گڑھ اور ڈیرہ غازی خان تک ہی محدود ہیں۔ ملتان کے تہیم کا کہنا ہے کہ ان کا قریب ترین مورث اعلیٰ سنبھال شاہ کوئی 700 سال قبل لوٹ مار کی مہم پر یہاں آیا، اور اس نے ملتان پر چالیس سال تک حکمرانی کی۔ اس کے بعد اسے مار ڈالا گیا اور اس کے پیروکار ادھر ادھر بکھر گئے۔ چودھویں صدی کے نصف آخر میں تیمور نے انڈیا پر حملہ کیا تو "تہیم کے میدانی علاقوں میں آباد اپنے دیرینہ دشمن جٹ (Getae) کو مدمقابل پایا۔" اور صحرا تک ان کا تعاقب کیا۔ ٹاڈ ایک ناپید ہو چکے راجپوت قبیلے کا ذکر کرتے ہیں جسے انہوں نے ڈھیا کہا۔

جدول نمبر 10 - مغربی میدانوں کے جٹ قبائل

	1	2		3			4
	تہیم	بھٹہ		لنگاہ			چھینا
		جٹ	راجپوت	جٹ	راجپوت	پٹھان	
لدھیانہ	8	36	7	-	-	-	-
جالندھر	-	-	9	-	-	-	-
ہوشیارپور	-	-	691	-	-	-	-
امرتسر	-	20	241	17	91	-	2492
گورداسپور	-	-	-	-	936	-	-
سیالکوٹ	69	555	98	169	1	-	-
لاہور	98	73	159	-	196	-	-
گوجرانوالہ	345	311	-	234	-	-	2310
فیروزپور	38	42	57	6	25	-	-
راولپنڈی	4	5	-	479	464	-	-
جہلم	321	1354	11	31	284	-	-

↓

گجرات	5	233	-	294	2	-	-
شاہ پور	93	2570	162	401	20	-	-
ملتان	2821	4845	169	2190	96	2205	25
جھنگ	640	1612	3231	341	41	82	-
منٹگمری	394	192	20	177	174	56	-
مظفرگڑھ	1695	4366	3	1144	1	207	550
ڈیرہ اسماعیل خان	765	1014	-	778	4	-	4411
ڈیرہ غازی خان	2229	3162	-	2305	-	-	408
بنوں	72	2	-	410	-	-	-
کل برطانوی علاقہ	9598	20431	4891	9083	2348	2550	10196
پٹیالہ	-	663	194	-	-	-	-
کل مشرقی میدان	-	757	194	59	1	-	-
بہاولپور	13862	1351	-	-	-	-	-
برطانوی علاقہ	9598	20431	4891	9083	2348	2550	10196
مقامی ریاستیں	13862	2108	194	59	1	-	-
صوبہ	23460	22539	5085	9142	2349	2550	10196

جٹ۔ مغربی میدان						
	5		6		7	8
	سومرہ		چدھڑ		سپرا	بھٹی
	جٹ	راجپوت	جٹ	راجپوت		
لدھیانہ	847	-	-	-	-	1004
جالندھر	1633	-	489	-	345	367
ہوشیارپور	659	-	-	-	196	43
امرتسر	388	6	1646	-	38	205
گورداسپور	1249	-	232	-	-	5
سیالکوٹ	52	-	720	-	568	3677
لاہور	205	16	2600	4	14	10287
گوجرانوالہ	625	7	5537	333	1119	7722
فیروزپور	882	1	347	-	131	590
راولپنڈی	1	-	5	-	5	2056
جہلم	-	-	1805	131	156	6241
گجرات	30	-	291	-	1388	9926
شاہ پور	-	-	1672	1877	1794	396

ملتان	2214	88	1287	638	451	9682
جھنگ	-	1	3272	13390	5185	2874
منٹگمری	-	5	3076	61	747	3528
مظفر گڑھ	1590	5	1537	-	11	6988
ڈیرہ اسماعیل خان	951	2	1359	-	73	13767
ڈیرہ غازی خان	887	-	388	-	171	12971
بنوں	-	-	110	1	70	1057
کل برطانوی علاقہ	12558	218	26337	16435	12563	94665
پٹیالہ	-	1564	-	-	-	387
کل مشرقی میدان	-	2101	17	-	6	619
بہاولپور	-	-	-	1311	-	569
برطانوی علاقہ	12558	218	26337	16435	12563	94665
مقامی ریاستیں	-	2101	17	1311	6	1188
صوبہ	12558	2319	26404	17746	12569	95853

جٹ۔ مغربی میدان						
	9	10	11	12	13	14
	سیال	پنوار	جوئیہ	ڈھڈی	کھچی	وٹو
لدھیانہ	5	10	-	8	-	-
جالندھر	31	87	-	348	-	-
ہوشیارپور	333	-	-	-	-	-
امرتسر	221	653	-	-	-	-
گورداسپور	137	2387	-	-	-	-
سیالکوٹ	719	117	205	99	13	-
لاہور	1243	311	390	710	518	739
گوجرانوالہ	433	538	995	561	432	312
فیروزپور	285	716	782	264	36	704
راولپنڈی	141	814	49	27	-	-
جہلم	256	524	-	733	74	7
گجرات	1091	145	54	1524	-	-
شاہ پور	71	71	516	426	57	43

↓

ملتان	560	2563	473	1075	54	-
جھنگ	437	284	1533	1578	483	107
منٹگمری	1202	726	2165	1349	373	454
مظفر گڑھ	2453	1561	1333	505	44	110
ڈیرہ اسماعیل خان	4648	1317	1788	605	877	167
ڈیرہ غازی خان	2536	1919	1421	66	355	13
بنوں	189	405	479	136	-	283
کل برطانوی علاقہ	17093	16958	12338	12315	3337	2963
پٹیالہ	-	864	-	502	-	-
کل مشرقی میدان	273	887	-	599	-	241
بہاولپور	-	-	-	479	254	3
برطانوی علاقہ	17093	16958	12338	12315	3337	2963
مقامی ریاستیں	273	887	-	1078	254	244
صوبہ	17366	17846	12338	13393	3591	3207

بھٹہ (نمبر2)

مسٹراوبرائن کا کہنا ہے کہ بھٹہ کی روایات انہیں ہندوستان کے ساتھ جوڑتی ہیں اور وہ خود کو سورج بنسی راجپوتوں کی اولاد کہتے ہیں۔ لیکن ملتان کے پیرزادہ بھٹہ کی ریسیت اور امارت کے وقت سے ان میں سے بہت سوں نے خود کو پیرزادہ کہلوانا شروع کر دیا ہے۔ ایک خیال یہ بھی ہے کہ وہ بھوٹان سے آنے والے مہاجرین ہیں۔ مجھے خدشہ ہے کہ یہ کہانی صرف نام کی نسبت سے گھڑی گئی۔ وہ اکثر و بیشتر زراعت سے بالکل غیر منطبق دیگر صنعتوں سے بھی وابستہ ہیں' مثلاً برتن سازی یا کپڑا بننا۔ بتایا جاتا ہے کہ سیدوں کی آمد سے قبل وہ اچ (بہاولپور) میں آباد تھے۔ ہمارے اعداد و شمار کی روشنی میں وہ زیادہ تر زیریں سندھ' چناب و جہلم' شاہ پور' جھنگ' ملتان' مظفرگڑھ اور ڈیرہ غازی خان میں ہیں۔ جھنگ سے بیشتر نے خود کو راجپوت بتایا۔ مشرقی میدانوں میں ادھر ادھر اکا دکا نظر آنے والے بھٹہ شاید مالوہ کے جٹوں کے بھٹنا یا بھٹڑ قبیلہ کے ارکان ہیں۔ بٹر اور بوٹا بھی ملاحظہ کریں۔)

لنگاہ (نمبر3)

مسٹراوبرائن لنگاہ کو یوں بیان کرتے ہیں: "مظفر گڑھ و ملتان اضلاع میں زراعتیوں کا ایک قبیلہ۔ وہ بالاصل تجارتی مقاصد کے تحت سیوی اور ڈھاڈھڑ سے ملتان میں آنے اور اس کے بعد راپڑی اور گردونواح میں آباد ہو جانے والے افغان قبیلے ہیں۔ تامرلین کی یلغار کے بعد پیدا ہونے والی بدنظمی میں ملتان تخت دہلی سے آزاد ہوگیا اور یہاں کے باشندوں نے بطور گورنر شیخ یوسف قریشی کو شیخ بہاء الدین کے دربار کا سربراہ منتخب کرلیا۔ 1445ء میں لنگاہوں کے سردار رائے سہرا (جس کی بیٹی شیخ یوسف کی منکوحہ تھی) نے اپنے قبائلی آدمیوں کا ایک دستہ رات کی تاریکی میں شہر کے اندر بھیجا' شیخ یوسف کو پکڑا اور دہلی بھیج دیا' اور سلطان قطب الدین کے نام سے اپنے بادشاہ ہونے کا اعلان کر دیا۔ لنگاہ قبیلہ سے تعلق رکھنے والے ملتان کے بادشاہ مندرجہ ذیل تھے:

سلطان قطب الدین ---- 1445ء سے 1460ء تک

سلطان حسین ---- 1460ء سے نامعلوم سن تک

سلطان فیروز شاہ ---- تاریخیں اور سن معلوم نہیں

سلطان محمود ---- تاریخیں اور سن معلوم نہیں

سلطان حسین ---- 1518ء سے 1526ء تک

"یہ سلطنت 1526ء میں گورنر سندھ حسن ارغون کی طرف سے تقریباً ایک سال سے زائد محاصرہ کے بعد ملتان پر قبضہ کے ساتھ ختم ہوئی۔ شہر میں دس روز تک لوٹ مار کا بازار گرم رہا اور بیشتر لنگاہوں کو تہ تیغ کر دیا گیا۔ سلطان حسین کچھ عرصہ بعد اسیری میں مر گیا۔ لنگاہ سلاطین نے ملتان پر 80 سال حکومت کی' جس کے دوران بلوچی سندھ کے ساتھ ساتھ سیت پور سے لے کر کوٹ کروڑ تک آباد ہونے میں کامیاب ہو گئے۔ ملتان اور مظفر گڑھ کے لنگاہ اب نہایت غیر اہم کاشت کار ہیں۔"

تاریخ فرشتہ بدیہی طور پر ان کے ماخذ پر ایک مستند حیثیت رکھتی ہے' جسے مشکوک کہنا بہت مشکل ہے۔ لیکن ٹاڈ نے لنگاہ کو اگنی کولا راجپوتوں کا چلوک یا سولانی قبیلہ بتایا جو ملتان اور جیسلمر میں آباد تھے اور کم از کم 700 سال قبل انہیں بھٹی نے نکال باہر کیا۔ ہمارے اعداد و شمار کے مطابق پنجاب کے لنگاہ صرف زیریں سندھ اور پنجاب تک ہی محدود ہیں۔ بدقسمتی سے ہم نے 2550 ایسے لنگاہوں کو پٹھان میں شمار کیا جنہوں نے اپنی ذات لنگاہ بتائی تھی۔ جدول نمبر 10 میں میں نے یہ تعداد بھی شامل کر دی ہے۔

چھینا (نمبر 4)

میں انہیں سیالکوٹ و گوجرانوالہ کے چیمہ جٹوں سے الگ سمجھتا ہوں' تاہم یہ دونوں ہمارے جدولوں میں یقیناً باہم گڈمڈ ہو گئے۔ سیالکوٹ میں چھینا نظر آنے کی وجہ یہ حقیقت ہے کہ اس ضلع میں جاکی قصبہ کا سنگ بنیاد سندھ سے آنے والے ایک چھینا جٹ نے رکھا۔ اس نے اپنا لقب جام بدستور اپنائے رکھا جو سندھی زبان میں چودھری کے برابر ہے۔ تاہم' اگر چھینا اتنی زیادہ تعداد میں سیالکوٹ اور نواحی اضلاع سے چناب کے بالائی خطہ میں پھیل گئے' جتنی تعداد ان اضلاع میں چیمہ کی نظر آتی ہے' تو درمیانے اضلاع میں ان کا نہ ملنا تعجب خیز ہے جن میں سے ہو کر وہ گزرے۔ یہ امکان غالب ہے کہ گورداسپور کے لئے دکھائے گئے چھینا' اور شاید فیروزپور والے بھی' چیمہ میں شامل ہو گئے ہونگے۔ آگے چیمہ کو دامن کوہ خطہ کے جٹ قبائل میں بیان کیا گیا ہے۔ لگتا ہے کہ انہوں نے دہلی کے ساتھ

اپنا تعلق بعد میں جوڑ لیا۔ ڈیرہ اسماعیل خان کے چھینا مرکزی طور پر ضلع میں دریائے سندھ کے اس طرف ہی ملتے ہیں۔

سومرا (نمبر5)

مسٹر اوبرائن سومرا کو بالاصل راجپوت بتاتے ہیں : "750ء میں انہوں نے سندھ اور ملتان سے پہلے عرب حملہ آوروں کو باہر نکالا اور علاقہ میں ایسی حاکمیت قائم کی جس نے 1445ء سے 1526ء تک ملتان میں اقتدار قائم رکھا۔ بالا خر ایک راجپوت قبیلے سمہ نے اسے بے دخل کیا۔" اور ٹاڈ انہیں پنوار راجپوتوں کے سوڈا قبیلے کی دو بڑی شاخیں عمرہ اور سومرا کہتے ہیں جو بہت عرصہ قبل راجپوتانہ کے سارے صحراؤں میں آباد تھے' اور انہوں نے دریائے سندھ پر عمر کوٹ اور عمرہ' سمرہ یا بھکر کے نام اپنی نسبت سے رکھے۔ وہ سوڈا قبیلے کو سکندر اعظم کے Sogdi' دھات (3) کے شہزادے سے شناخت کرتے ہیں۔ ہمارے اعداد و شمار کو دیکھنے پر یہ نظر آتا ہے' کہ یہاں سومرا پھر بالائی ستلج و چناب پر صوبہ کے وسطی اضلاع میں پھیل گئے۔ ڈیرہ اسماعیل کی دکھائی گئی تعدادیں غالباً" کوتاہ بیان ہیں' کیونکہ وہاں پر وہ جھنگ کی حد اور دریائے سندھ کے درمیان لیہ تھل کے وسیع حصے پر آباد ہیں۔ کوئی 2000 سومرا نے خود کو (خصوصاً پٹیالہ میں) راجپوت بتایا۔

چھادھڑ یا چدھڑ (نمبر6)

چھادھڑ یا چدھڑ چناب و راوی وادیوں کے تمام تر طول ابلا کے ساتھ ساتھ ملے ہیں' لیکن جھنگ میں ان کی تعداد کہیں زیادہ ہے جہاں انہوں نے زیادہ تر خود کو راجپوت بتایا۔ وہ تنوار راجہ تور کی نسل سے ہونے کے دعویدار ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ انہوں نے راجپوتانہ میں اپنا دیس محمد غوری کے عہد میں چھوڑا اور بہاولپور میں بس گئے' جہاں اچ کے شیر شاہ نے انہیں حلقہ بگوش اسلام کیا۔ تب ہی وہ جھنگ آئے' ایک اہم آبادی قائم کی اور ان کی تھوڑی سی تعداد چناب اور راوی پر پھیل گئی۔ مسٹر سٹیڈمین کے مطابق وہ اچھے کاشتکار اور اپنے پڑوسیوں کے مطابق مویشی چوری کے کم عادی ہیں۔

سپرا (نمبر 7)

یہ جتوں کے کل قبیلے کی ذیلی شاخ لگتی ہے' جس نے سراؤں کے مشہور میدان جنگ کا نام اپنے نام پر رکھا۔ وہ بھی مرکزی طور پر جہلم اور زیریں چناب میں ملتے ہیں اور جھنگ میں ان کی کافی تعداد ہے۔ وہ کوئی اہم قبیلہ نہیں۔

لنگڑیال

بھٹی' سیال' پنوار' جوئیہ' ڈھوڈھی' کھچی اور وٹو راجپوتوں کے ضمن میں زیر بحث آئیں گے۔ لنگڑیال کو جدول میں علیحدہ نہیں دکھایا گیا۔ تاہم' ان کا خانہ بدوش ... قبیلہ ہونا حیرت انگیز ہے جو ملتان کے صحراؤں کے غالباً" واحد ایسے باشندے ہیں۔ وہ راولپنڈی اور سیالکوٹ میں بھی پائے گئے اور وہاں سورج بنسی (سوریہ ونشی) راجپوت ماخذ کے دعویدار ہیں۔ لیکن ملتان کے لنگڑیال کہتے ہیں کہ ان کا مورث اعلیٰ بیکانیر کا برہمن چارن تھا جس نے سلطان سمران کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔ وہ اصلاً" راولپنڈی میں مقیم ہوئے اور اس کے بعد جھنگ کو نقل مکانی کر گئے' سیال سے کچھ علاقہ لیا اور منٹگمری میں کوٹ کمالیہ پر آباد ہوگئے۔ اس کے بعد وہ ملتان بار میں پھیل گئے۔ ان کا نام "لنگر" سے مشتق ہے' کیونکہ ان کے آباؤاجداد اور اردگرد کے گداگروں اور فقیروں کے لئے اپنے در کھلے رکھا کرتے تھے۔

نول اور بھنگو

یہ ضلع جھنگ کے قدیم ترین باشندوں میں سے لگتے ہیں' اور شاید اصل باشندے ہیں۔ بھنگو تو راجپوت ماخذ کے دعویدار بھی نہیں۔ جب سیال اس ضلع میں آئے تو نول جھنگ کے قریبی علاقہ میں اور بھنگو شورکوٹ کے نواح میں آباد تھے' لیکن انجام کار انہوں نے نواردگان کی بڑھتی ہوئی قوت کے آگے سر تسلیم خم کر دیا۔ سیالکوٹ کے بھنگو کا کہنا ہے کہ وہ نیپال سے آئے تھے۔

کھرل' ہرل اور مرل

کھرل کو چھوٹے زرعی قبائل کے ساتھ الگ زیر بحث لایا جائے گا۔ ہرل بھی کھرل کی طرح ایک ہی مورث اعلیٰ رائے بھوپا کی نسل ہونے کے داعی ہیں' لیکن دوسرے بیٹے سے۔

اور وہ خود کو پنوار راجپوت کہتے ہیں جو جیسلمر سے اچ اور پھر وہاں سے ضلع منٹگمری میں کمالیہ آئے۔ مسٹر سٹیڈ مین کے مطابق جھنگ میں (جہاں وہ صرف بالائی چناب کے بائیں کنارے پر پائے گئے) ایک روایت انہیں اہیروں کی ایک شاخ بتاتی ہے' اور یہ کہ وہ ضلع میں تقریباً بدترین چور ہیں۔ ان کے بہت بڑے ریوڑ ہیں جنہیں وہ وسطی صحراؤں میں چرواتے اور بھونڈی کاشتکاری کرتے ہیں۔ لگتا ہے کہ مرل کو آج کے مقابلہ میں پہلے کبھی اپنے وطن جھنگ میں زیادہ اہمیت حاصل تھی۔ وہ چوہان راجپوت ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں' اور یہ بھی کہ وہ اکبر کے دور میں بالائی چناب سے آئے تھے۔ وہ خاصے دلیر نظر آنے والے مردوں کا گروپ ہیں' لیکن مویشی چوری کرنے کے لئے بدنام اور غریب کاشتکار ہیں۔

ہانس' کھگہ' جھندیر' وغیرہ

ان قبائل کا بیان شیخ کے تحت ملے گا' کیونکہ یہ قریشی النسل ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ تاہم' انہیں عموماً" بطور جٹ شمار کیا جاتا ہے۔

مغربی دامن کوہ کے جٹ:

اب میں جن قبائل پر بات کروں گا وہ لاہور کے مغرب کی طرف والی پہاڑیوں کے دامن میں ہیں' یعنی گجرات' گوجرانوالہ اور سیالکوٹ اضلاع میں۔ تاہم' جدول میں ان کے ساتھ خطہ کوہستان نمک کے نام نہاد جٹ قبائل کو بھی شامل کیا ہے' تاکہ ان کافی اہم قبائل پر الگ سے بات کی جائے جنہوں نے اس خطہ میں خود کو جٹ بتایا (درحقیقت وہ راجپوت ہیں نہ کہ جٹ)۔ ان کی ایک کثیرتعداد نے خود کو اسی طور بتایا اور ان کا تذکرہ راجپوتوں کے ضمن میں آئے گا۔ ایسوں میں دھنیال' بھکرال' جنجوعہ اور منہاس شامل ہیں۔ ان کے بعد میکن' گوندل اور رانجھا آتے ہیں جن کا تعلق کوہستان نمک کے دامن سے ہے' اور انہیں بھی راجپوت تصور کیا جائے گا۔ اس کے بعد اصلی جٹ تارڑ' وڑائچ' چیمہ وغیرہ آتے ہیں' جن کو میں نے علاقائی لحاظ سے مغرب سے مشرق کی جانب آتے ہوئے ترتیب دینے کی کوشش کی ہے۔ کوہستان نمک اور اس کے نیچے وسیع و عریض میدانوں کے جٹوں کا میں پیچھے ذکر کر آیا ہوں۔ لیکن کوہستان نمک کو پیچھے چھوڑتے ہوئے ہم بلاواسطہ لاہور اور امرتسر اضلاع میں آتے ہیں ----- درحقیقت ہم بلاواسطہ محض سیاسی حاکمیت کی

بنیاد پر علیحدہ سکھ رسوخ کے حلقہ میں آتے ہیں۔ یہاں ہمیں جٹ اور راجپوت کے درمیان خط امتیاز کافی واضح ملتا ہے۔ کسی بھی دوسری جگہ کی طرح یہاں بھی جٹ اپنے راجپوت ماخذ کے دعویدار ہیں' لیکن کوئی وڑائچ یہ نہیں کہتا کہ وہ اب راجپوت ہے۔ وہ جٹ ہے' اور اسی پر شاداں و فرحاں۔ حقیقت یہ ہے کہ سکھ ازم کے ہاؤ ہو کے اندر راجپوت خسارہ میں تھے۔ گورو گوبند سنگھ جی کی تمام انسانی برابری کی تعلیمات نے پر غرور راجپوتوں کی تحقیر کی' اور انہوں نے گورو کے طے کردہ معیار میں شمولیت سے انکار کر دیا' اور جلد ہی انہیں اپنے غرور کا خمیازہ بھگتنا پڑا۔ "خالصہ" میں جٹوں کی بہت بڑی تعداد شامل تھی' لہٰذا وہ زبردست قوت کے مالک ہو گئے اور ان کی تذلیل کرنے والے راجپوت ان کی نفرت کا خاص نشانہ بنے۔ عمومی حکمت عملی نے انہیں ایسے تمام عناصر کا قلع قمع کرنے پر راغب کیا جو ان کی اپنی نسل سے نہیں تھے' اور ذاتی خیالات کے تحت انہوں نے راجپوتوں کے ساتھ خصوصی سختی برتی۔ راجپوتوں کی مقامی پیدائشی رہنما کی حیثیت کے باعث لوگ ان کا ساتھ دینا چاہتے تھے' اگر انہوں نے واقعی ایسا کیا ہوتا تو وہ اس سلسلے میں اضافی استحکام پیدا کرنے کے لئے انتہائی اہم عنصر ثابت ہوتے۔ پرانی سیٹلمنٹ رپورٹیں اس زوال کے بارے میں ان تبصرات سے بھری پڑی ہیں کہ اگر ان اضلاع میں راجپوت عوامی سطح پر غیر حاضر نہ ہوتے تو سکھ غلبہ اس قدر قطعی نہ ہوتا۔ تاہم' ہمارے زیر بحث جٹ' مغربی میدانوں والے جٹوں کی نسبت کافی واضح حیثیت رکھتے ہیں' جہاں ہر کوئی جٹ ہے یا خطہ کوہستان نمک والے جٹوں کی نسبت جہاں ہر وہ شخص خود کو راجپوت کہتا ہے جو عرب یا مغل نہیں۔ درحقیقت یہی امر یہاں پر انہیں جٹ کہنے پر مائل کرتا ہے' جو مغرب کی طرف آگے راجپوت مانے جاتے ہیں۔ صرف اس گروپ کے کنارے' سکھ خطے' کوہستان نمک اور وسیع میدانوں کی مشترک حد پر میکن' گوندل' رانجھا اور تارڑ میں سے کچھ تو جٹ اور کچھ راجپوت ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ پہلے دو کو میں نے راجپوتوں اور آخری دو کو جٹوں میں بیان کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ لیکن یہ نسلی گروہ بندی کی نسبت سہولت والا معاملہ زیادہ ہے۔ شاید یہاں پر زیر غور قبائل گوجرانوالہ بار کی حدود کے علاوہ لازمی طور پر زراعتی اور اسی سماجی حیثیت کے حامل ہیں جو مشرقی میدانوں میں جٹوں کو حاصل ہے اور وہ ہر لحاظ سے ان کے ساتھ مماثلت رکھتے ہیں۔

سیالکوٹ میں ملنے والے جٹ قبائل کے ایک گروہ سے متعلق ایک انتہائی غیرمعمولی نظر آنے والی بات وہ متعدد رسوم و رواج ہیں جنہیں وہ ابھی تک اپنائے ہوئے ہیں۔ اور جہاں تک میں جانتا ہوں یہ رسوم و رواج صرف انہی سے مخصوص ہیں' کوئی دوسرے لوگ اس میں اشتراک نہیں رکھتے۔ مسٹر روئے کی "ہسٹری آف سیالکوٹ" ترجمہ از امین چند میں ان کا تفصیلی ذکر ملے گا۔ یہاں میں چند ایک کا ذکر کروں گا۔ روایات کے اس مجموعہ کے ماخذ' ان کی پیروی اور ان کی پابندیوں کے تجزیہ سے بڑھ کر معلومات افزاء بات اور کوئی نہیں ہو سکتی۔ وہ ایک قدیمی نسل کی طرف دلالت کرتی نظر آتی ہیں۔ جبکہ کچھ دیگر بہت دلچسپی کی حامل ہیں اور افسوس ہے کہ ان پر بھرپور بحث کے لئے میرے پاس وقت نہیں۔

مغربی دامن کوہ کے جٹ قبائل:

قبیلے کی تعدادیں جدول نمبر 11 میں دیکھیں۔ میں قبل ازیں بھی وضاحت کر چکا ہوں کہ کوہستان نمک اور قرب و جوار سے متعلق پہلے سات قبائل پر راجپوتوں کے ضمن میں بات ہو گی۔

تارڑ (نمبر 8)

مذکور قبائل میں ایک یہی ایسا ہے جس کے ارکان کی کثیر تعداد نے خود کو راجپوت بتایا۔ تقریباً نصف گوجرانوالہ اور سارے شاہ پور کے تارڑ نے یہی نہج اختیار کی۔ تارڑ سورج بنسی راجپوت ماخذ کے دعویدار ہیں' بدیہی طور پر حتر کے بھٹی سے۔ وہ کہتے ہیں کہ ان کا مورث اعلیٰ تارڑ محمود غزنوی کی خدمت میں گیا اور اس کے ساتھ واپس غزنی کو ہولیا' لیکن اس کا بیٹا لوہی حتر سے گوجرات چلا گیا' جس کے بعد قبیلہ وسعت پذیر ہوا۔ تارڑ اسی لوہی کی اولاد ہیں۔ ایک اور کہانی ان کی آبادکاری کا وقت ہمایوں کے دور میں بتاتی ہے۔ وہ گوندل' وڑائچ' گل' ورک اور دیگر سرکردہ پڑوسی جٹ قبائل کے ساتھ دروں زواجی کرتے ہیں اور کچھ عرصہ قبل ہی انہوں نے قبیلے کے اندر بھی شادیاں کرنا شروع کر دی ہیں۔ گوجرات' گوجرانوالہ' اور شاہ پور کے تین اضلاع کی حدود کے مقام اتصال پر اور اندر۔ انہیں "انتہائی سست' آوارہ گرد اور شورش پسند" کہا جاتا ہے۔

وڑائچ (نمبر9)

صوبہ کے بہت بڑے جٹ قبائل میں سے ایک وڑائچ بھی ہیں۔ اکبر کے دور میں وہ ضلع گوجرات کے دوتہائی حصہ پر آباد تھے' تاہم باقی حصے پر رہنے والے گوجروں کی نسبت کم موافق شرائط پر۔ فی الحال وہ ضلع کے 170 دیہات میں رہتے ہیں۔ وہ چناب پار کرکے گوجرانوالہ میں بھی گئے اور وہاں 41 دیہات پر مشتمل ایک پٹی پر آباد ہوگئے اور لدھیانہ و مالیر کوٹلہ تک کی پہاڑیوں کے ساتھ ساتھ پھیل گئے ہیں۔ وہ بہرصورت راجپوت ہونے کا دعویٰ تو نہیں کرتے لیکن کہتے ہیں کہ ان کا مورث اعلیٰ ڈھوڈھی ایک جٹ تھا جو محمود غزنوی کے ہمراہ انڈیا آکر گوجرات میں آباد ہوا۔ وہاں یہ قبیلہ مستحکم ہوگیا اور دھرتی کے اصل گوجر حکمرانوں کو جزوا" بے دخل کردیا۔ ایک اور کہانی کہتی ہے کہ ان کا مورث اعلیٰ راجہ کرن کی اولاد تھا جو قصری کے شہر سے دہلی گیا اور جلال الدین فیروز شاہ نے اسے حصار میں بسایا۔ اس کے بعد کوئی پانچ سو سال پہلے یہ قبیلہ گوجرانوالہ کو نقل مکانی کرگیا۔ لیکن ان کا آبائی وطن گوجرات اور نقل مکانی مشرق کی جانب ہونے پر بہت کم شک کی گنجائش ہے۔ سکھوں کے ماتحت اس قبیلے کا وزیر آباد خاندان سرفراز ہوگیا' اور اس کی تاریخ مسٹر لیپل گریفن نے "دی چیفس آف پنجاب" کے صفحہ 409 پر بیان کی ہے۔ وہ تقریباً سبھی مسلمان ہیں' لیکن اپنی تمام قبائلی اور متعدد ہندو روایات بدستور قائم رکھے ہوئے ہیں۔ اعلیٰ مقامی قبائل میں شادی بیاہ کرتے ہیں۔ وہ ضلع لاہور میں چوہنگ یا وڑائچ کے طور پر معلوم نظر آتے ہیں۔

ساہی (نمبر10)

ساہی بھی سوریہ بنسی راجپوت کی نسل سے ہونے کے دعویدار ہیں' جو محمود غزنوی کے ہمراہ غزنی گیا اور قبیلہ کی بنیاد رکھنے کے لئے واپس آکر لاہور کے قریب راوی پر آباد ہوگیا۔ ساہی کی کوئی بھی تعداد صرف گوجرات اور سیالکوٹ میں ملتی ہے۔ ان علاقوں کے سندھو اور چیمہ کی طرح سے ان کی بھی کچھ مخصوص شادی کی روایات ہیں (مثلاً بکرے کا کان کاٹنا اور اس کے خون سے پیشانی پر نشان لگانا' دولہے کا جھنڈ (4) کے درخت کی ایک شاخ توڑنا' وغیرہ)۔ اسی گروپ میں زیر بحث لائے گئے بیشتر قبائل کی طرح وہ بھی جھنڈ درخت کی پوجا کرتے ہیں۔

جدول نمبر 11 - مغربی دامن کوہ کے جٹ قبائل

	1	2	3	4	5	6	7
	دھنیال	جنجوعہ	منہاس	بھکریل	میکن	گوندل	رانجھا
انبالہ	-	-	2	-	-	8	-
لدھیانہ	-	12	15	-	-	-	-
جالندھر	-	-	144	-	-	24	-
ہوشیارپور	-	60	90	-	-	203	-
امرتسر	-	11	524	-	-	65	-
گورداسپور	-	610	67	-	-	443	230
سیالکوٹ	-	1110	1156	21	67	1791	-
لاہور	-	543	669	-	101	859	53
گوجرانوالہ	-	1648	1724	-	12	3953	1166
فیروزپور	-	44	158	-	52	161	14
راولپنڈی	6340	92	143	1576	-	611	8
جہلم	3680	232	1711	1253	1125	6354	1601
گجرات	6	732	48	1965	918	24825	6924
شاہ پور	-	39	-	48	160	305	258

↓

	1	2	3	4	5	6	7
	دھنیال	جنجوعہ	منہاس	بکریل	میکن	گوندل	رانجھا
ملتان	-	253	74	-	19	196	143
جھنگ	-	366	-	-	220	649	162
منٹگمری	-	57	-	-	-	122	1
مظفر گڑھ	-	966	-	-	119	155	168
برطانوی علاقہ	10026	8419	6570	4863	3157	47276	10903
پٹیالہ	-	15	15	13	-	-	10
نابھا	-	-	-	-	-	2	-
کپور تھلہ	-	-	-	-	-	-	17
جند	-	-	-	-	-	-	-
ملیر کوٹلہ	-	-	-	-	-	-	-
کل مشرقی میدان	-	15	15	13	-	86	49
برطانوی علاقہ	10026	8419	6570	4863	3157	47276	10903
مقامی ریاستیں	-	15	15	13	-	325	53
صوبہ	10026	8484	6585	4876	3157	47601	10956

مغربی دامن کوہ کے جٹ قبائل

	8 تارڑ		9	10	11	12
	جٹ	راجپوت	وڑائچ	ساہی	ہنجرہ	چیمہ
انبالہ	-	-	566	-	-	289
لدھیانہ	-	-	1344	630	-	3008
جالندھر	-	-	292	322	2050	1354
ہوشیارپور	-	-	470	-	-	-
امرتسر	1	-	2205	154	2227	1119
گورداسپور	76	-	1476	-	366	1350
سیالکوٹ	960	-	5789	5784	2515	35722
لاہور	191	-	1292	155	1405	89
گوجرانوالہ	2373	2822	10783	613	12645	19839
فیروزپور	-	-	252	409	267	751
راولپنڈی	250	-	362	3	122	502
جہلم	712	5	504	576	20	219
گجرات	13588	-	35253	4044	1179	3429
شاہ پور	56	1173	443	149	829	125

	8		9	10	11	12
	آرڑ					
	جٹ	راجپوت	وڑائچ	ساہی	ہنجرہ	چیمہ
ملتان	2	.	102	59	64	.
جھنگ	210	70	59	110	482	2
منٹگمری	203	158	202	160	600	40
مظفر گڑھ	.	.	33	22	220	.
برطانوی علاقہ	18925	4228	61718	13396	25200	67855
پٹیالہ	.	.	641	.	.	1003
نابھا	.	.	169	4	2	30
کپور تھلہ	.	.	503	.	.	.
جند	.	.	.	1	.	52
مالیر کوٹلہ	.	.	1151	.	8	609
کل مشرقی میدان	19	.	2505	6	58	1694
برطانوی علاقہ	18925	4228	61718	13396	25200	67855
مقامی ریاستیں	19	.	2517	6	65	1694
صوبہ	8944	4228	64235	13402	25265	69549

مغربی دامن کوہ کے جٹ قبائل

	13	14	15	16	17	18
	باجوہ	ڈیو	گمن	کاہلوں	سرائے	گورایہ
انبالہ	428	-	570	..	1772	7
لدھیانہ	207	765	1237	-	-	-
جالندھر	568	-	94	63	-	215
ہوشیارپور	-	-	1302	-	400	-
امرتسر	1117	615	1022	1155	1943	-
گورداسپور	1851	984	93	7376	5063	4823
سیالکوٹ	25393	4873	14228	13756	4669	6385
لاہور	1772	647	41	219	193	421
گوجرانوالہ	947	502	2073	313	51	4407
فیروزپور	238	361	109	153	2412	141
راولپنڈی	47	-	-	10	144	91
جہلم	52	-	37	-	-	42
گجرات	167	2	1413	-	345	417
شاہ پور	-	-	-	-	-	156

	13	14	15	16	17	18
	باجوہ	ڈیو	گمن	کاہلوں	سرائے	گورایہ
ملتان	10	-	2	11	9	2
جھنگ	-	-	78	-	225	5
منٹگمری	30	-	-	-	50	64
مظفر گڑھ	2	-	14	-	48	183
برطانوی علاقہ	32843	9284	22488	23056	17541	17462
پٹیالہ	1523	-	7819	41	-	-
نابھا	-	-	460	8	3	124
کپور تھلہ	132	-	-	424	-	190
جند	-	-	590	-	-	1
ملیر کوٹلہ	-	-	-	-	-	-
کل مشرقی میدان	1678	-	8931	494	5	315
برطانوی علاقہ	32843	9284	22488	23056	17541	17462
مقامی ریاستیں	1678	-	8931	494	5	315
صوبہ	34521	9284	31419	23550	17546	17777

ہنجرا (نمبر11)

گوجرانوالہ کے ہنجرا گلہ بان قبیلہ ہیں' غالباً" قدیمی نسل کے۔ ان کے آبائی وطن گوجرانوالہ میں 37 گاؤں ہیں' لیکن مشرق و مغرب دونوں اطراف کی پہاڑیوں کے دامن میں پھیلے ہوئے ہیں۔ وہ سروہا راجپوت ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں' اور یہ بھی کہ ان کا مورث اعلیٰ ہنجرانو حصار کے نواح سے گوجرانوالہ میں آیا اور اسخب (Uskhab) نامی شہر کی بنیاد رکھی' جس کی باقیات آج بھی موجود ہیں۔ ان کے غوری آباؤاجداد مل اور دھول ہیں۔ ہنجرا کا کہنا ہے کہ ان کے نصف قبیلے ابھی تک حصار کے علاقہ میں آباد ہیں۔ ان قبیلوں کے نام معلوم کرنا' اور دونوں حصوں کے درمیان جس رابطے کا دعویٰ کیا جاتا ہے' اس کا جائزہ لینا دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔ حصار سیٹلمنٹ رپورٹ میں لکھا گیا کہ' "ہنجراؤں کے پچھاڈی ہنجراؤں نام کے ایک سروہار راجپوت مورث اعلیٰ کے ساتھ اپنا سلسلہ نسبت ملاتے ہیں۔" ہمارے اعداد و شمار کے مطابق حصار میں ہنجرا نظر نہیں آئے' اور سرسا میں صرف 30 ہیں۔ لیکن انہوں نے خود کو ضرور ہنجراؤں بتایا ہوگا۔

چیمہ (نمبر12)

چیمہ کا شمار پنجاب کے بڑے جٹ قبائل میں ہوتا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ کوئی پچیس پشتوں پہلے ان کا مورث اعلیٰ چوہان راجپوت چیمہ پرتھوی راج کی شہاب الدین غوری کے ہاتھوں شکست کے بعد دہلی سے بھاگ کر پہلے کانگڑہ اور پھر امرتسر گیا۔ امرتسر میں ہی اس کے بیٹے نے علاؤ الدین غوری کے دور میں دریائے بیاس پر ایک گاؤں کی بنیاد رکھی۔ اس کا پوتا رانا کنگ کہلاتا تھا اور دھول (ہنجرا میں بھی بالکل یہی نام ہے) ان کے موجودہ قبیلوں کا جدامجد تھا۔ چیمہ بھی ساہی جٹوں کے لئے بیان کردہ شادی کی مخصوص روایات رکھتے اور کہتے ہیں کہ وہ برہمنوں کی بجائے جوگیوں کی خدمات حاصل کرتے تھے۔ یہ دونوں حقیقتیں ان کے قدیمی نسل ہونے کی جانب اشارہ کرتی ہیں۔ وہ ایک طاقتور اور مستحکم قبیلہ ہیں۔ ان میں سے متعدد مسلمان ہیں' لیکن قدیم روایات پر اب بھی عمل کرتے ہیں۔ اہم قبیلوں میں سے ایک کا نام نگارا ہے۔ سیالکوٹ میں ان کی تعداد سب سے زیادہ' لیکن گوجرانوالہ کے 42 دیہات میں آباد ہیں' اور مشرق و مغرب دونوں اطراف کی پہاڑیوں کے دامن میں

بسیط ہیں۔

باجوہ (نمبر13)

باجوہ یا بجو جٹوں اور راجپوتوں نے بجوات یا ضلع سیالکوٹ میں جموں پہاڑیوں کے دامنی علاقے کا نام اپنے نام پر رکھا۔ ان کا کہنا ہے کہ وہ سورج بنسی راجپوت ہیں اور ان کے مورث اعلیٰ راجہ شلیپ کو سکندر لودھی کے دور میں ملتان سے بیدخل کیا گیا۔ اس کے دو بیٹے کلس اور لیس بازوں کا بھیس بدل کر بچ نکلے۔ لیس جموں کی طرف گیا اور ایک راجپوت لڑکی سے شادی کرلی' جبکہ کلس نے پسرور میں ایک جٹ لڑکی کو اپنی بیوی بنایا۔ دونوں کی نسلیں بجوات میں آباد ہیں۔ لیکن کہتے ہیں کہ انہیں باجوہ جٹ اور بجو راجپوت کہہ کر الگ کیا جاتا ہے۔ ایک اور کہانی کے مطابق ان کے مورث اعلیٰ رائے جیسن کو رائے پتھورا نے دہلی سے نکالا اور وہ سیالکوٹ میں کربلا کے مقام پر آباد ہوگیا۔ بجو راجپوت باجوہ جٹوں کے ساتھ اپنا تعلق تسلیم کرتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ بجوراجپوتوں میں کچھ عرصہ پہلے تک ایک روایت موجود تھی' جس کے تحت شادی کی خاطر کسی مسلمان لڑکی کو ہندو کرنے کے لئے ایک زیرزمین اطاق (چیمبر) میں دفن کرکے اس کے اوپر ہل چلایا جاتا تھا۔ اس قبیلے میں منگنی کے موقع پر کھجوریں بانٹی جاتی ہیں۔ یہ روایت غالباً" وہ ملتان سے اپنے ساتھ لائے۔ ان میں ساہی جٹوں سے ملتی جلتی اور بھی بہت سی روایات ہیں۔ وہ تقریباً سیالکوٹ تک ہی محدود ہیں' اگرچہ کچھ تعداد میں مشرق کی طرف پٹیالہ تک پھیل گئے ہیں۔

دیو (نمبر14)

عملی اعتبار سے یہ صرف ضلع سیالکوٹ میں ہیں۔ وہ راجپوت نہیں البتہ ایک انتہائی قدیم ماخذ کے دعویدار ہیں۔ ان کے مورث اعلیٰ کا نام مہاج بتایا جاتا ہے' جو ہندوستان میں "سکی جنگل" سے آیا۔ اس کے دو بیٹے اولکھ اور دیو (Deo) تھے' جنہوں نے اپنے نام پر دو جٹ قبیلوں کے نام رکھے۔ لیکن ایک اور کہانی انہیں سورج بنسی راجپوت جگدیو سے متعلق قرار دیتی ہے۔ ان میں بھی شادی کی تقریب بالکل ساہی جیسی ہے اور وہ بھی اسی طرح بکرے کا خون اپنے آباؤاجداد کو نذر کرنے کے لئے استعمال کرتے ہیں۔ ان کی اور بھی بہت سی مخصوص روایات ہیں۔ وہ مان جٹوں کے ساتھ شادی بیاہ نہیں کرتے' جن کے ساتھ ان

کی کچھ اجدادی رشتہ داریاں ہیں۔

گھمن (نمبر15)

گھمن اپنی نسل کا ماخذ ایک چندر بنسی راجپوت اور دہلی کے راجہ دلیپ سنگھ پوتے راجہ ملکیر کو قرار دیتے ہیں' جس سے خطہ کوہستان نمک کے جنجوعہ راجپوتوں کی نسل نکلی۔ اس کی اولادوں میں سے ایک نے پال نے ذات سے باہر شادی کی۔ اس کا بیٹا گھمن' جو فیروز شاہ کے دور میں کیالہ یا ملیانہ سے آیا' نے جموں میں بادشاہ کی ملازمت اختیار کی اور موجودہ قبیلے کی بنیاد رکھی۔ یہ قبیلہ گھاس کے بنے ہوئے ایک بت کی پوجا کرتا ہے اور اسے شادی کے موقع پر گھر کے ایک کونے میں بنائے ہوئے مربع میں نصب کرتا ہے۔ ساہی جٹوں کی طرح وہ بھی بکرے کا کان اور جھنڈ کی شاخ کاٹنے کی رسم ادا کرتے ہیں۔ وہ اپنے آباؤاجداد کو خوش کرنے کے لئے بکرے کے سر پر پانی ڈالتے ہیں' جس کو وہ زور سے ہلا کر جھاڑتا ہے۔ وہ مرکزی طور پر سیالکوٹ میں پائے گئے۔ تاہم' ان کی کچھ تعداد ادھر ادھر بھی بکھری ہوئی ہے' خصوصاً مشرق کی طرف۔

کاہلوں (نمبر16)

کاہلوں اپنا سلسلہ نسب چندر بنسی راجہ وکرماجیت (بکرماجیت (5) کے ساتھ دارانگر کے راجہ جگدیو کے توسط سے ملاتے ہیں۔ اس کی اولادوں سولی یا سوڈی کی سرکردگی میں انہوں نے دارانگر چھوڑا اور گورداسپور میں بٹالہ کے نزدیک بس گئے۔ اس کے بعد وہ سیالکوٹ میں پھیلے۔ ان کی شادی کی روایات بھی ساہی جٹوں سے مماثل ہیں۔ وہ ضلع گورداسپور اور سیالکوٹ کے جنوبی حصوں تک ہی محدود ہیں۔ وہ صرف جٹوں میں ہی دروں زواجی کرتے ہیں' راجپوتوں میں نہیں۔

سرائے (نمبر17)

جہاں تک ہمارے اعداد و شمار دکھاتے ہیں تو سرائے (6) جٹ مرکزی طور پر گورداسپور اور سیالکوٹ میں ملتے ہیں۔ تاہم بالائی اور وسطی ستلج پر بھی کچھ ایک موجود ہیں۔ میں قطعی طور پر ان لوگوں کی شناخت نہیں کرسکتا۔ سیالکوٹ میں انہیں سرائے راجپوت کہا جاتا ہے

جو تحصیل حافظ آباد کے سرائے نامی مورث اعلیٰ کی نسل کے بھی ہیں۔ ڈیرہ غازی خان کے کلھورا / کلھوڑا خاندان کے سرائیوں اور ان کے درمیان بمشکل ہی کوئی تعلق ہو سکتا ہے جن کا تذکرہ شیخ کے ضمن میں آئے گا، کیونکہ وہ قریشی ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ جالندھر اور نواحی اضلاع میں سرائے جانے پہچانے جٹ ہیں۔ میجر ٹاڈ پنوار راجپوتوں کی اس نسل کو "سہرائی" نام دیتے ہیں، جس نے دریائے سندھ کے مشرقی کنارے پر سندھ میں اروڑ کے مقام پر ایک سلطنت کی بنیاد رکھی، اور "رسمی لقب کے طور پر اپنی نسبت سے علاقے کا نام سل یا سر اور شہزادوں اور باشندوں کا نام سہرائے رکھا۔" (دیکھیں وسطی اضلاع کے سراجٹ) گورداسپور کے سرائے میں سے 4,951 نے اپنا قبیلہ سندھو اور تسیلچہ سرائے بتایا۔ یہ آگے مذکور سندھو کی تعداد میں دوبارہ شامل کر لئے گئے۔

گورایہ (نمبر18)

ایک بیان کے مطابق کہا جاتا ہے کہ گورایہ چندر بنسی راجپوتوں کے سروہا خاندان کی نسل سے ہیں اور ایک خانہ بدوش اور گلہ بان قبیلے کی حیثیت میں سرسا سے گوجرانوالہ آئے۔ ایک اور کہانی یہ ہے کہ وہ گورایہ نام کے ایک سوم بنسی راجپوت کی اولاد ہیں جس کا پوتا مل کوئی 15 پشتیں پہلے لکی تھل سے آیا۔ ایک تیسری روایت کے مطابق ان کا مورث اعلیٰ رانا شہنشاہوں کے دور میں جموں کی پہاڑیوں سے آیا تھا۔ اب وہ گوجرانوالہ، سیالکوٹ اور گورداسپور میں ملتے ہیں۔ گوجرانوالہ میں ان کے 31 دیہات ہیں وہ عمدہ کاشتکار اور ضلع کے خوشحال ترین قبائل میں سے ایک ہیں۔ ان میں بھی ساہی جٹوں جیسی مخصوص روایات ہیں۔ کہتے ہیں کہ لفظ "گرایہ" وسطی انڈیا میں نیل گائے (Porcax Picto) کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ کبھی کبھار انہیں ڈھلوں قبیلے کا ایک تسیلچہ بھی بتایا جاتا ہے۔

دھوتڑ اور لوڈیکے (7)

ہمارے جدولوں کے مطابق دھوتڑ کی تعداد 1454 ہے، جن میں سے 1428 گوجرانوالہ میں ملے۔ وہ زیادہ ہندو ہیں اور ہندوستان سے ہجرت کر کے آنے والے ایک سورج بنسی راجپوت کی نسل ہونے کے دعویدار ہیں۔ یا ایک اور کہانی کے مطابق وہ کوئی 20 پشتیں پہلے غزنی سے آیا تھا۔ ضلع منٹگمری میں لوڈیکے کو کھرلوں کا ایک تسیلچہ خیال کیا جاتا ہے،

جنہیں علیحدہ بیان کیا گیا ہے۔ گوجرانوالہ میں انہیں سوریہ راجپوت نسل بتایا جاتا ہے' اور یہ کہ وہ راوی سے لے کر گوجرانوالہ بار تک کھرل کے مرکزی مقام میں کوئی دس پشتیں پہلے آئے اور چرواہیانہ لوٹ مار کی زندگی بسر کرتے تھے۔ یہاں تک کہ ورک نے انہیں دھکیل کر زراعت کا پیشہ اختیار کرنے پر مجبور کر دیا۔ وہ مقامی جٹوں کو اپنی بیٹیاں نہیں دیتے۔

چٹھہ (8)

یہ صرف گوجرانوالہ تک ہی محدود نظر آتے ہیں' جہاں ان کے 81 دیہات اور تعداد 2271 نفوس ہے۔ وہ دہلی کے چوہان بادشاہ اور چیمہ کے مورث اعلیٰ پرتھی رائے کے پوتے چٹھہ کی نسل ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ چٹھہ کی دس پشتوں بعد' یا دوسرے لفظوں میں 500 سال قبل ایک شخص داہرو تھا جو سمبھال سے مراد آباد آیا' جہاں اب بھی کرنال کے چوہانوں کے بھاٹ (گویے) (9) آباد ہیں۔ اس کے بعد وہ چناب کے کناروں پر آیا اور ضلع گوجرانوالہ کے جٹ قبائل میں بیاہ کیا۔ تقریباً 1600ء میں انہیں مسلمان کیا گیا۔ سکھ دور میں انہوں نے کافی سیاسی اہمیت حاصل کرلی۔ ان کے سرکردہ خاندان کی تاریخ سر لیپل گریفن نے "دی چیفس آف پنجاب" کے صفحہ 402 پر اور اس سے آگے بیان کی ہے۔

سکھ خطہ کے جٹ:

جٹوں کے جس گروپ پر ہم اب غور کریں گے وہ پنجاب کے خاص روایتی جٹ ہیں' مع ان تمام بڑے بڑے جٹ قبیلوں کے جنہوں نے حالیہ تاریخ میں اس نسل کو اتنا مشہور و معروف کر دیا۔ ان کا علاقہ پنجاب کے وسطی اضلاع' بالائی ستلج اور مشرقی میدانوں کی وسیع و عریض سکھ ریاستیں ہیں۔ پیچھے میں نے خالصہ کے جٹوں کی طرف سے جٹ کے علاوہ کچھ بھی اور ہونے کی عدم خواہش سے متعلق بتایا ہے۔ یہی بات یہاں زیادہ پرزور طریقے سے لاگو ہوتی ہے۔ درحقیقت ایک سدھو راجپوت ماخذ کا دعویٰ کرتا ہے اور واضح طور پر مستحکم بنیادوں پر' لیکن وہ سدھو جٹ ہے اور اسے بھٹی راجپوت کی نسبت زیادہ قابل فخر نام سمجھتا ہے۔ اس گروپ میں ورک واحد ایسا قبیلہ ہیں جنہوں نے خود کو کافی تعداد میں راجپوت بتایا' اور وہ بھی صرف گوجرانوالہ میں' یعنی خطے کی انتہائی بیرونی حدود پر۔ یہ لوگ اپنے

کردار، قدوقامت اور اس کے ساتھ ساتھ علاقائی اعتبار سے پنجاب کی ریڑھ کی ہڈی ہیں۔ وہ زبردست مختاری رکھنے والے جنگجو اور محنت و زراعتی ہنرمندی کے حامل صحت مند کاشتکار ہیں۔ اور بحیثیت مجموعی غالباً انڈیا کے بہترین کسان ہیں۔ بدقسمتی سے ملک کے اس حصہ کی سیٹلمنٹ رپورٹیں زیادہ تر ناقص یا پھر ہیں ہی نہیں، جبکہ اس خطے کا بیشتر حصہ مقامی ریاستوں پر مشتمل ہے۔ چنانچہ میں صرف سیاسی اہمیت حاصل کر لینے والے قبائل کے علاوہ دیگر کے متعلق برائے نام معلومات ہی دے سکتا ہوں۔ سکھ خطہ کے جٹ لازمی طور پر کاشتکار ہیں اور ان میں زراعت کاری کا معیار بہرصورت شمالی اضلاع کے زیادہ زرخیز علاقہ میں صوبہ کے کسی بھی دوسرے حصہ کی نسبت بلند تر ہے۔ میں بھلر، مان اور ہیر قبائل کی انوکھی روایات پر خصوصی توجہ دوں گا۔ ان پر غوروخوض دلچسپ اور قابل قدر نتائج فراہم کر سکتا ہے۔

جدول نمبر 12 میں ان قبائل کی تقسیم دکھائی گئی ہے۔ میں نے انہیں مشرق سے مغرب کی طرف آتے ہوئے ترتیب دیا ہے۔

سکھ خطہ کے جٹ قبائل:

ڈھلوں (نمبر1)

صوبہ کے جٹ قبائل میں سب سے زیادہ وسعت یافتہ قبیلہ ڈھلوں ہیں۔ ہمارے اعداد و شمار کے مطابق ان کا مرکز گوجرانوالہ اور امرتسر نظر آتا ہے، لیکن ستلج سے لے کر اوپر کی طرف سارے راستے کے ساتھ ساتھ کثیر تعداد میں ملے، اور ان اضلاع کے مشرق کو پہاڑیوں کے دامن میں بھی۔ ضلع دہلی سے درج کی گئی تعداد حیرت انگیز طور پر زیادہ ہے۔ مجھے اس بارے میں کچھ شبہ ہے کہ انہوں نے واقعی کسی قبیلے کا حوالہ دیا تھا یا نہیں۔ گورایہ کی طرح وہ بھی سروہا راجپوت ماخذ کے دعویدار ہیں، اور یہ کہ وہ سرسا سے آئے تھے۔ اگر یہ درست ہے تو وہ غالباً ستلج کے اوپر کی طرف نقل مکانی کر گئے اور اس کے بعد مغرب کی طرف پہاڑیوں کے نیچے پھیلے۔ لیکن ایک اور کہانی انہیں لو نامی سورج بنسی

جدول نمبر 12 - سکھ خطے کے جٹ قبائل

	1	2		3	4	5	6	7
	ڈھلوں	ورک		سندھو	بھلر	مان	ہیر	بٹر
		جٹ	راجپوت					
دہلی	6852	116	-	27	-	1902	185	16
گڑگاؤں	-	-	-	4	2	51	-	-
کرنال	44	-	-	1488	2	1135	23	-
حصار	94	-	2	-	1571	401	-	23
روہتک	-	-	-	1	5	1110	-	1
سرسا	833	95	4	476	425	2277	10	32
انبالہ	2822	438	-	6349	343	3217	2744	72
لدھیانہ	6317	1196	-	4258	2382	4296	1432	939
جالندھر	2219	1125	-	7930	676	3741	2004	453
ہوشیار پور	2334	680	-	5314	551	4531	4048	-
کانگڑہ	16	-	-	54	-	-	120	-
امرتسر	15721	1162	-	24047	433	2289	1069	494
گورداسپور	1136	1687	-	4996	192	908	966	1313
سیالکوٹ	3726	3141	-	7333	1606	634	1664	704
لاہور	3626	6164	2	42208	9711	899	391	3240

	1	2		3	4	5	6	7
	ڈھلوں	ورک: جٹ	راجپوت	سندھو	ہل	مان	ہر	بڑ
گوجرانوالہ	18031	15944	6871	2773	80	409	124	931
فیروزپور	5602	1380	2	8979	3007	3477	1058	1191
جہلم	-	99	-	362	-	1	313	58
گجرات	7	852	-	622	5	29	1588	58
شاہ پور	-	346	66	19	-	-	248	-
ملتان	-	220	28	326	103	85	676	-
جھنگ	-	266	64	25	-	-	127	-
منٹگمری	-	243	79	726	266	2	90	10
مظفر گڑھ	-	135	-	2	256	-	234	-
ڈیرہ اسماعیل خان	-	137	-	-	245	-	590	10
ڈیرہ غازی خان	-	-	-	5	-	2	419	282
بنوں	3	13	-	2	-	-	948	-
برطانوی علاقہ	69383	35527	7118	118944	21954	31210	21281	9847

	1	2		3	4	5	6	7
	ڈھلوں	ورک جٹ	راجپوت	سندھو	بھلر	مان	ہر	بٹر
پٹیالہ	9827	179	-	7814	3606	16397	1485	241
نابھا	3717	-	-	1791	1634	2985	147	531
کپور تھلہ	-	255	-	1585	347	192	147	8
جند	538	-	-	1138	1111	1777	-	-
فرید کوٹ	2122	428	-	2510	308	980	186	183
ملیر کوٹلہ	664	27	-	1070	249	259	-	7
کالسیہ	236	-	-	798	76	78	35	16
کل مشرقی میدان	17106	889	-	16706	7331	22725	2000	986
برطانوی علاقہ	69383	35527	7118	118944	21954	31210	21281	9847
مقامی ریاستیں	17180	889	-	16788	7840	22760	2570	986
صوبہ	86563	36416	7118	135732	29294	53970	23851	10833

سکھ خطے کے جٹ قبائل

	8	9	10	11	12	13	14
	اوڈی	بل	پنوں	ماہل	اولکھ	گل	سدھو
دہلی	-	-	-	8	2	124	54
گڑگاؤں	1	-	-	-	-	-	-
کرنال	6	31	-	43	56	65	-
حصار	-	-	-	-	25	14	916
روہتک	-	-	-	-	-	2378	23
سرسا	2	-	-	83	513	728	8037
انبالہ	-	433	138	-	236	3475	3207
لدھیانہ	2	1233	480	110	804	11899	13194
جالندھر	-	421	-	2406	63	5188	3210
ہوشیار پور	-	120	-	200	158	2124	388
کانگڑہ	-	-	-	-	-	969	3
امرتسر	2	5353	5298	2381	8053	30737	5424
گورداسپور	-	776	1884	318	1535	3593	2881
سیالکوٹ	-	387	-	-	927	4096	-
لاہور	-	144	247	75	1573	7740	10450

	8	9	10	11	12	13	14
	اوڈی	بل	پنوں	ماہل	اولکھ	گل	سدھو
گوجرانوالہ	487	43	54	276	1399	2159	1022
فیروزپور	8722	233	896	-	1122	28192	49194
جہلم	-	-	-	46	12	80	-
گجرات	390	8	-	566	20	801	1
شاہ پور	-	1	-	-	3	49	214
ملتان	-	-	-	-	31	115	-
جھنگ	-	-	-	-	4	298	184
منٹگمری	-	-	2	-	20	148	474
مظفرگڑھ	-	-	63	10	97	15	2
ڈیرہ اسماعیل خان	-	-	-	26	167	167	3
ڈیرہ غازی خان	-	-	22	50	13	185	1
بنوں	-	-	2	-	18	4	1
برطانوی علاقہ	9612	9242	9097	6598	16866	103664	99053

	8	9	10	11	12	13	14
	اوڈی	بل	پنوں	ماہل	اولکھ	گل	سدھو
پٹیالہ	-	304	902	621	3526	10877	41999
نابھا	824	5	20	229	1100	4483	12115
کپورتھلہ	-	-	-	-	62	670	1231
جنڈ	-	47	-	137	558	928	604
فریدکوٹ	-	22	-	26	504	2375	-
ملیرکوٹلہ	-	-	-	-	1040	387	-
کالسیہ	20	2	-	-	28	760	303
کل مشرقی میدان	844	380	822	1020	6816	20480	56252
برطانوی علاقہ	9612	9242	9097	6598	16866	103664	99053
مقامی ریاستیں	844	479	822	1032	6823	20508	56279
صوبہ	10456	9721	9919	7630	23689	124172	155332

سکھ خطے کے جٹ قبائل

	15	16	17	18	19	20	21
	برار	دھاریوال	سرا	مانگٹ	وھنڈسا	گندھی	چہل
دہلی	-	34	-	-	-	-	148
گڑگاؤں	1937	523	-	-	-	-	-
کرنال	195	229	-	-	16	-	1629
حصار	-	234	-	-	9	-	1377
روہتک	1	58	-	-	-	-	1881
سرسا	296	731	1131	26	12	-	712
انبالہ	245	2915	-	693	1779	726	3471
لدھیانہ	32	12145	2062	3724	1044	4964	5452
جالندھر	7	3562	-	561	1833	-	2001
ہوشیار پور	32	1110	-	-	-	-	1664
کانگڑہ	-	62	-	-	-	-	1163
امرتسر	702	1968	-	209	-	-	4558
گورداسپور	-	2259	-	-	255	-	3627
سیالکوٹ	-	1854	1465	109	848	52	1031
لاہور	101	1055	921	146	-	-	699

↓

	15	16	17	18	19	20	21
	برار	دھاریوال	سرا	مانگٹ	دھنڈسا	گندھی	چہل
گوجرانوالہ	104	633	1982	883	-	-	1056
فیروزپور	32256	15658	814	193	-	-	1711
جہلم	-	11	-	52	-	-	20
گجرات	129	287	-	1106	105	-	23
شاہ پور	-	13	-	136	-	-	-
ملتان	171	12	1	3	-	-	114
جھنگ	-	-	-	29	-	-	1
منٹگمری	13	121	-	49	-	-	69
مظفرگڑھ	54	35	-	-	-	-	-
ڈیرہ اسماعیل خان	-	1	-	5	-	-	-
ڈیرہ غازی خان	8	-	-	8	-	-	-
بنوں	-	-	-	-	-	-	-
برطانوی علاقہ	36283	46437	8389	7936	5901	5742	32490

	15	16	17	18	19	20	21
	برار	دھاریوال	سرا	مانگٹ	دھنڈسا	گندمی	چہیل
پٹیالہ	-	19558	9719	3583	7710	5495	21674
نابھا	4	6628	1404	70	804	365	1830
کپور تھلہ	-	1994	-	-	-	-	1459
جند	2189	352	718	1	313	68	2175
فرید کوٹ	14821	1326	1220	22	1	-	712
ملیر کوٹلہ	-	1071	116	42	152	-	2631
کالسیہ	47	196	260	7	-	805	118
کل مشرقی میدان	17061	31123	13437	3725	8980	6733	30599
برطانوی علاقہ	36283	46437	8389	7936	5901	5742	32490
مقامی ریاستیں	17061	31223	13437	3725	8980	6733	30668
صوبہ	53344	77660	21826	11661	14881	12475	63158

راجپوت کی اولاد بتاتی ہے جو مالور میں خار موڑ کے مقام پر رہتا تھا اور دربار دہلی میں اسے کوئی عمدہ حاصل تھا۔ باج' ساج اور سانڈا ان کی تین بڑی شاخیں بتائی جاتی ہیں۔

ورک (نمبر2)

ورک کا مرکز گوجرانوالہ اور لاہور اضلاع لگتے ہیں۔ وہ خصوصاً موخرالذکر ضلع کے 132 دیہات میں آباد ہیں۔(اس علاقے کو اب بھی "ورکیت" کہتے ہیں' مترجم۔) وہ اپنا مورث اعلیٰ ورک نامی ایک منہاس راجپوت بتاتے ہیں جو جموں چھوڑ کر امرتسر میں غلجی کے مقام پر آباد ہوا۔ جڑانوالہ میں اگرچہ ان کی دوتہائی تعداد نے خود کو راجپوت بتایا' تاہم وہ اپنے پڑوس کے جٹ قبائل میں آزادانہ شادی بیاہ کرتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ ان کا مورث اعلیٰ ورک راجپوتوں کے منہاس قبیلے کے بانی ملن نس (وہی مل!) کی اولاد ہیں اور اس کا تعلق جموں کے راجاؤں کے ساتھ تھا۔ جموں میں پرگھووال سے نکل کر وہ امرتسر میں آباد ہوگیا اور ایک جٹ لڑکی سے شادی کی۔ کچھ عرصہ بعد اس کی اولادیں مغرب کی طرف گوجرانوالہ کو چلی گئیں۔ اس قبیلے کے تین ذیلی شاخیں جو پور' وچھرا اور جو (Jau) ہیں۔ اٹھارہویں صدی کے اواخر میں اس قبیلے نے تھوڑی بہت سیاسی اہمیت حاصل کرکے گوجرانوالہ و لاہور کے خاصے بڑے علاقہ پر حاکمیت قائم کی۔ بالاخر رنجیت سنگھ نے انہیں اپنا مطیع کیا۔

سندھو (نمبر3)

جہاں تک ہمارے اعداد و شمار کا تعلق ہے سندھو دوسرا سب سے بڑا جٹ قبیلہ ہے۔ صرف سدھو اس سے تعداد میں سبقت لے گیا ہے۔ ضلع امرتسر و لاہور ان کے مرکزی مقامات ہیں' لیکن وہ سارے بالائی ستلج میں' اور انبالہ سے لے کر سیالکوٹ کے مشرق اور گوجرانوالہ کے مغرب والی پہاڑیوں کے نیچے بھی ملتے ہیں۔ اور یہ ایودھیا کے رام چندر سے ہوتے ہوئے سوریہ بنسی راجپوتوں کی رگھو بنسی شاخ سے اپنی نسل قرار دیتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ محمود غزنوی ان کے مورث اعلیٰ کو اپنے ساتھ لے گیا یا وہ خود ہی چلا گیا' اور تیرھویں صدی کے دوران یا فیروز شاہ کے دور میں افغانستان سے واپس انڈیا آیا۔ کچھ ہی عرصہ بعد اس نے لاہور کے نزدیک مانجھا میں رہائش اختیار کرلی۔ کچھ سندھو کہتے ہیں کہ

جس غزنی سے وہ آئے تھے وہ افغانستان میں نہیں دکن میں تھا' جبکہ کچھ دیگر کے مطابق یہ جگہ بیکانیر میں غزنی تھی۔ جالندھر والے سندھوؤں کا کہنا ہے کہ وہ مانجھا میں جنوب کی سمت سے دو یا تین سو سال قبل اس وقت آئے جب پٹھانوں نے منج راجپوتوں کو بیدخل کر دیا تھا' اور کچھ ہی عرصہ بعد وہ نکالے گئے منج کی جگہ لینے کے لئے گلوں کی دعوت پر امرتسر سے جالندھر چلے گئے۔ سر لیپل گریفن کی رائے میں قبیلے کا اصل ماخذ شمال مغربی راجپوتانہ میں ہے۔ سکھوں کے دور میں مرکزی اہمیت رکھنے والے قبیلے کی سیاسی تاریخ کو لیپل گریفن نے "دی چیفس آف پنجاب" کے صفحات 253 اور 360 اور 28-417 پر بیان کیا ہے۔ سندھو جٹوں میں بھی شادی کی وہی مخصوص روایتیں پائی جاتی ہیں جن کا ذکر ساہی جٹوں کے حوالے سے کیا جا چکا ہے۔ کرنال کے سندھو اپنے مورث اعلیٰ کالا مہریا کالا پیر کی پوجا کرتے ہیں' جس کا مزار سیالکوٹ میں تھانہ سترا کے مقام پر بیان کیا جاتا ہے۔ سندھو اسی جگہ کو اپنا اصلی گھر کہتے ہیں۔

بھلر (نمبر4)

بھلر' ہیر اور مان قبائل خود کو "اصلی" جٹ کہتے ہیں۔ اور بتایا جاتا ہے کہ وہ مہادیو کی جٹ سے پیدا ہوئے جس کا لقب بھولا مہادیو تھا۔ وہ مالوہ کو اپنا آبائی گھر بتاتے ہیں اور انہیں بالعموم ڈھائی قبیلے خیال کیا جاتا ہے۔ (ہیر کو نصف شمار کرتے ہوئے۔) لیکن مان سے تعلق رکھنے والے کہتے ہیں کہ راجپوت کا سارا بھلر' مان اور آدھا ہیر قبیلہ راجپوتانہ سے ہجرت کر کے پنجاب میں آنے والے قدیم ترین کشتریہ تھے۔ مان قبیلے کے متعدد خاندانوں نے سیاسی سرفرازی اور اہمیت حاصل کی۔ بھلر کے مرکزی مقامات لاہور' فیروز پور اور مانجھا و مالوہ حدود کے اندر اندر لگتے ہیں۔ لیکن دہلی' راولپنڈی اور پشاور کے سوا پنجاب کے تقریباً ہر ڈویژن سے ان کی تھوڑی تھوڑی تعداد کا اندراج ہوا' تقریباً ہر ضلع سے اور دوجانہ' لوہارو اور پٹودی کے علاوہ مشرقی میدانوں کی ہر مقامی ریاست سے بھی اندراج ہوا ہے۔

مان (نمبر5)

اصل جٹ قبیلوں میں دوسرا قبیلہ مان اکثر اوقات دعویٰ کرتا ہے (جیسا کہ ابھی کہا گیا ہے) کہ وہ راجپوت نسل سے ہیں' اور بتایا جاتا ہے کہ مان قبیلے کے ٹھاکر راجپوت اب بھی

جے پور میں پائے گئے۔ (مزید دیکھئے "دلال") متعدد سکھ خاندانوں کا تعلق اس قبیلہ سے ہے۔ سر لیپل گریفن نے اپنی کتاب "دی چیفس آف پنجاب" کے صفحات 183-177 اور 314-307 پر ان کی تاریخ رقم کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ "پنجاب میں ایک مشہور روایت سارے مان قبیلے کو بہادر اور اصلی قرار دیتی ہے۔" ان کا آبائی گھر شمالی مالوہ میں ہے--- ہلر کے آبائی گھر کے مشرق میں۔ لیکن آج بھی وہ وسیع پیمانے پر تقسیم ہیں۔ وہ لاہور کے مشرق میں پنجاب کے ہر ضلع و ریاست، خصوصاً شمالی اضلاع میں، اور ستلج کے ساتھ ساتھ ملے۔ اس حقیقت کو مدنظر رکھتے ہوئے کہ جالندھر و کرنال کے مان اپنا سلسلہ نسب بھٹنڈہ کے نواح میں ملاتے ہیں، یہ ممکن ہے کہ قبیلے کا اصلی آبائی گھر وہیں ہو۔

ہیر (نمبر6)

قبائل کے اس گروہ میں ہیر (Her) تیسرے نمبر پر ہے، اور ان کا آبائی گھر ستلج کے شمال میں لگتا ہے۔ درحقیقت اگر میں ان تینوں کو اکٹھا نہیں رکھنا چاہتا تھا تو مجھے چاہئے تھا کہ ہیر کو مشرقی دامن کوہ کے جٹوں میں شمار کرتا۔ تاہم، وہ گوجرات کے مشرق میں دامن کوہ سے لے کر انبالہ تک اور ستلج کی ساری بالائی وادی میں بہ تعداد کثیر پائے گئے۔ ہمارے جدول میں دکھائی گئی ان کی کل تعداد میں سے 5812 کو بطور اہیر درج کیا گیا (جن میں سے 2786 ہوشیار پور میں تھے)۔ لیکن مجھے مطلع کیا گیا ہے کہ ہیر دراصل اہیر کا ہی ایک اور تلفظ ادائیگی ہے۔ یقیناً انہوں نے اپنی ذات اہیر یا اہر نہیں بلکہ خود کو بطور اہیر جٹ بتایا۔ جالندھر کی تحصیل نکودر میں ہیر نام کا ایک بہت پرانا گاؤں ہے جس میں آباد ہیر جٹوں کا کہنا ہے کہ وہ وہاں پر ہزاروں برس (بہ الفاظ دیگر ایک غیر متعین عرصہ) سے آباد ہیں۔

بٹر (نمبر7)

جہاں تک ہمارے اعداد و شمار بتاتے ہیں بٹر ایک چھوٹا سا قبیلہ ہے، جو بالخصوص بالائی ستلج میں ملے۔ مجھے پورا یقین ہے کہ وہ مغربی میدانوں کے بھٹہ یا ہوشیار پور کے بوٹا سے الگ ہیں۔ اول الذکر کو پیچھے بیان کیا جا چکا ہے اور موخر الذکر کو آگے ملاحظہ کریں۔ بتایا گیا ہے کہ وہ لکی جنگل سے آکر گوجرانوالہ میں رہائش پذیر ہونے والے سورج بنسی راجپوت کی نسل ہیں۔

اوڈی (نمبر8)

ہمارے جدولوں میں اوڈی ضلع فیروز پور تک ہی محدود نظر آتے ہیں۔ وہ دھاریوال قبیلہ کی ایک شاخ معلوم ہوتے ہیں کیونکہ فیروز پور کے 8722 اوڈی میں سے 8715 اور نابھہ میں مزید 787 نے خود کو دھاریوال اوڈی درج کرایا۔ جدول میں ان کی تعداد دونوں عنوانات کے تحت دکھائی گئی ہے۔ دوسری طرف گوجرات کے 390 اور گوجرانوالہ میں 417 اوڈی نے خود کو تارڑ اوڈی بتایا۔

بل (نمبر9)

بل بیاس اور بالائی ستلج کا ایک اور قبیلہ ہیں اور انہیں شیخو قبیلے کی ایک شاخ بتایا جاتا ہے جس کے ساتھ وہ باہمی شادیاں نہیں کرتے۔ یہ بھی کہتے ہیں کہ ان مورث اعلیٰ مالوہ سے آنے والا شاہی نسل کا ایک راجپوت تھا۔ بل یعنی زور و قوت کی نسبت سے رکھا گیا یہ نام قدیم انڈین تاریخ میں کافی مشہور اور ہر قسم کی صورتوں و مقامات پر نظر آتا ہے۔

پنوں (نمبر10)

پنوں سورج بنسی راجپوت نسل کے دعویدار ہیں۔ وہ مرکزی طور پر امرتسر اور گورداسپور میں ملتے ہیں (جہاں تک ہمارے اعداد و شمار دکھاتے ہیں)' لیکن سیالکوٹ میں بھی ان کے پانچ دیہات ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ ان کے آباؤاجداد غزنی سے آئے' ایک اور کہانی کے مطابق وہ ہندوستان سے۔

مائل (نمبر11)

یہ چھوٹا سا قبیلہ جالندھر اور امرتسر میں زیادہ نظر آتا ہے۔ ان کا مورث اعلیٰ مالوہ میں موڈی کے مقام کا ایک راجپوت ہے۔

اولکھ (نمبر12)

اولکھ جٹوں کا مرکز ضلع امرتسر میں نظر آتا ہے' لیکن وہ شمالی مالوہ میں اور اس کے

ساتھ ساتھ ماجھا اور راوی کے مغرب میں پائے گئے۔ انہیں سورج بنسی بتایا جاتا ہے اور ان کا مورث اعلیٰ اولکھ ماجھا میں مقیم تھا۔ لیکن ایک اور کہانی چندر بنسی راجپوت رانا لو یلاک کو ان کا مورث اعلیٰ قرار دیتی ہے۔ ان کا تعلق شیخو اور دیو قبائل کے ساتھ ہے' جن میں وہ دروں زواجی نہیں کرتے۔

گل (نمبر13)

جٹ قبائل میں گل ایک بہت بڑا اور نہایت اہم قبیلہ ہیں۔ جہاں تک ہمارے اعداد و شمار دکھاتے ہیں' ان کے مرکزی مقامات لاہور و فیروز پور اضلاع میں ہیں' لیکن وہ سارے بیاس اور بالائی ستلج کے ساتھ ساتھ اور سیالکوٹ تک کی پہاڑیوں کے دامن میں ملے۔ ان کا مورث اعلیٰ اور شیر گل کا باپ گل رگھوبنسی نسل کا جٹ تھا جو ضلع فیروزپور میں مقیم تھا۔ وہ گڑھ متھیلہ اور واڑیہ راجپوت کے راجہ پرتھی پال کے سلسلہ نسب میں سے تھا' جس کی ماں ہلر جٹ تھی۔ سکھ دور میں اس قبیلے نے کچھ اہمیت حاصل کرلی اور سر لیپل گرفن نے "دی چیفس آف پنجاب" کے صفحہ نمبر352 پر ان کے مرکزی خاندان کی تاریخ بیان کی ہے۔

سدھو اور برار (14 اور 15)

سدھو اپنی شاخ برار یا سدھو برار سمیت پنجاب کے جٹ قبائل میں بہت بڑا اور انتہائی اہم ہے' کیونکہ پٹیالہ' نابھہ اور جنڈ کا پھلکیاں اور فرید کورٹ کے برار خاندان اسی میں سے پھوٹے تھے۔ سدھو اپنی نسل کا ماخذ ایک بھٹی راجپوت اور جیسلمر کے بانی مہانی جیسل کو قرار دیتے ہیں' جو ایک کامیاب بغاوت کے نتیجہ میں اپنی سلطنت سے محروم ہوا اور دہلی کے آخری ہندو بادشاہ ایک چوہان پرتھی راج کے پاس پناہ لی۔ اس کی اولادوں نے حصار اور سرسا پر غلبہ حاصل کیا اور موخرالذکر کا نام اپنے نام پر بھٹیانہ رکھا۔ انہی میں کھیوا شامل تھا جس نے دریائے گھگر کی ایک جٹ خاتون سے شادی کی اور اس کے بطن سے سدھو پیدا ہوا۔ وہی اس قبیلے کا بانی بنا۔ سدھو کے چار بیٹے دیوی' بور' سور اور روپچ تھے۔ بور کی اولاد دھول سے برار قبیلہ نکلا۔ بھٹیانہ کے خالص بھٹی راجپوت آج بھی سدھو اور برار کے ساتھ تعلق تسلیم کرتے ہیں۔ ان قبائل کی ابتدائی تاریخ سر لیپل گرفن نے "دی چیفس

آف پنجاب" کے صفحہ ایک تا دس اور 8-546 پر بیان کی ہے۔ اصل میں یہ ساری کتاب ہی سدھو کی اولادوں کی سیاسی تاریخ ہے۔ انہوں نے اپنی اسی کتاب کے صفحات 36-429 پر چھوٹے سرکردہ قبائل پر بات کی ہے۔ ان کی قدیم جدیت کے بارے میں کچھ مزید تفصیلات حصار سیٹلمنٹ رپورٹ کے صفحہ 8 پر بھی مل جائیں گی۔ اس قبیلے کا اصل گھر مالوہ تھا' اب بھی ان کی سب سے زیادہ تعداد وہیں پائی گئی۔ لیکن وہ ستلج کے پار لاہور' امرتسر' جالندھر اور دیگر اضلاع میں بھی سرایت کر گئے ہیں۔ جدول نمبر 12 میں دکھائے گئے برار نے خود کو دیسی ریاستوں اور فیروزپور میں 4220 کی تعداد میں سدھو برار اور گڑگاؤں میں رائے برار لکھوایا۔ باقی ماندہ نے خود کو سیدھا سادا برار ہی بتایا۔ سدھو برار اور برار ہم معنی ہیں' لیکن میں نے گڑ گاؤں کے رائے برار کو ان میں شامل کر کے درست کیا یا غلط' اس بارے میں کچھ کہہ نہیں سکتا۔ مزید بر آں' فیروزپور میں 26915 اور نابھہ میں 2358 افراد نے اپنا قبیلہ سدھو اور قبیلچہ برار بتایا۔ لہٰذا وہ ان دونوں کالموں میں درج ہو جانے کی وجہ سے جدول میں دوہری مرتبہ شامل کر لئے گئے۔ مسٹر برانڈرتھ (Brandreth) فیروز پور کے برار کو یوں بیان کرتے ہیں:

> "کہا جاتا ہے کہ برار اسی خاندان سے بھٹی راجپوت تھے جس سے جیسلمر کے راجپوت تھے' اور دونوں کا آبائی گھر جیسلمر ہی تھا۔ ان کے مورث اعلیٰ کے پوتے کا نام برار تھا' اس کے بعد انہیں سدھو اور برار دونوں کہا جانے لگا۔ برار یا اس کی کوئی اولاد بھٹنڈہ کو نقل مکانی کر گئی' جس کے بعد اس کی اولادیں نواحی زمینوں پر پھیلنا شروع ہوئیں اور علاقہ کے ہر بڑے خطہ پر آباد ہیں۔ وہ اس ضلع میں ماڑی' موڈکی' مکتسر' بھوچون' مہراج' سلطان خان اور بھدوڑ کے تمام علاقوں' سارے فرید کوٹ' پٹیالہ' نابھہ' جھونبہ اور ملودھ کے ایک بڑے حصہ پر رہتے ہیں۔ ان تمام ریاستوں کے سرداروں کا تعلق ایک ہی خاندان سے ہے۔ قبول اسلام کر لینے والے سرسا کے بھٹی بھی بالاصل بھٹی راجپوت تھے اور براروں سے تعلق رکھتے تھے' لیکن ان کا سلسلہ نسب سدھو کے وقت سے پہلے کے کسی مشترک

مورث اعلیٰ سے جوڑا جاتا ہے۔

"کاشتکاروں کی حیثیت میں برار دیگر جٹ قبائل کے ہم پلہ نہیں۔ وہ نفیس کپڑے زیب تن کرتے اور خود کو زیادہ برتر خیال کرتے ہیں۔ سابق برسوں میں متعدد انتہائی بے خوف و بے دھڑک ڈاکو تھے' اور ہمارے راج میں پکڑے اور انصاف کی زد میں لائے جانے والے بدنام ترین مجرموں میں برار بدترین تھے۔ کہتے ہیں کہ پہلے وقتوں میں وہ لڑکیوں کو پیدا ہوتے ہی مار دیا کرتے تھے۔ مجھے بتایا گیا ہے کہ چند برس قبل برار دیہاتوں میں بمشکل ہی کوئی جوان لڑکی نظر آتی تھی۔ روایت کے مطابق یہ جرم اس وقت وہاں رواج پا گیا جب نابھہ کے سرداروں میں سے ایک سردار کی بیٹی کے ساتھ کسی کمتر قبیلے کے آدمی نے بدکاری کی' تاہم اس نے خود کو شادی کرنے کے لئے پابند سمجھا۔ اس واقعہ کے نتیجہ میں اس نے اپنے سارے قبیلہ کے ساتھ معاہدہ کیا کہ آئندہ ہر لڑکی کو پیدا ہوتے ہی مار ڈالا جائے تاکہ پھر کبھی ایسی کسی شرمناک بدنامی سے دوچار ہونے کی نوبت نہ آئے۔

"تاہم تمام بیانات کے مطابق یہ خوفناک رسم کچھ سال پہلے معدوم ہو چکی ہے اور مجھے برار دیہات اور دیگر ذاتوں سے آباد دیہات کے درمیان لڑکیوں کی تناسبی تعداد میں کوئی فرق نہیں نظر آتا۔"

دھاریوال (نمبر16)

دھاریوال' دھانیوال یا دھالیوال تین انداز میں ادا کیا جانیوالا یہ قبیلہ بھی بھٹی راجپوت بتایا جاتا ہے' اور یہ کہ ان کا نام اصلی وطن دارانگر کی نسبت سے ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ اکبر نے ان کے سردار مہر متھرا کی بیٹی سے بیاہ کیا تھا۔ وہ مرکزی طور پر بالائی ستلج پر اور مغرب کی طرف زرخیز ضلع میں پائے گئے۔ مالوہ کا شمال مغربی کونہ یا لدھیانہ' فیروز پور اور پٹیالہ

کے ملحق حصے ان کے مرکزی مقامات ہیں۔ برانڈرتھ انہیں زبردست کاشتکار' اس خطہ کی آبادی کا سب سے پرامن اور مسرور و مطمئن حصہ قرار دیتے ہیں۔

سرا (نمبر17)

ہمارے اعداد و شمار کے مطابق سرا جٹ بالخصوص بالائی مالوہ' لدھیانہ' فرید کوٹ اور ان کے درمیانی علاقہ میں پائے جاتے ہیں' لیکن وہ دریائے ستلج پار کرکے زرخیز ضلع کے شمال مغرب میں بھی گئے۔ ان کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ تیرہ پشتیں پہلے مالوہ چھوڑ کر گوجرانوالہ میں آن بسنے والے ایک بھٹی راجپوت کی نسل سے ہیں۔ لیکن ایک اور روایت انہیں جموں کے رہنے والے چندر بنسی راجپوت راجہ سالوان (سلواہن؟) سے منسلک کرتی ہے جس کے دو بیٹے سرا اور بسرا دو جٹ قبائل کے نام دہندہ ہیں۔ میرے خیال میں وہ مغربی دامن کوہ کے جٹوں میں سرائے قبیلہ سے جدا ہیں۔

مانگٹ (نمبر18)

ہمارے جدولوں میں مانگٹ لدھیانہ اور پٹیالہ سے ملحق علاقہ تک ہی محدود نظر آتے ہیں۔ ان کے بارے میں بیان کرنے کے لئے میرے پاس کوئی معلومات نہیں' بشرطیکہ یہ مشرقی دامن کوہ کے تحت بیان کردہ مان نہ ہوں۔

ڈھینڈسا (نمبر19)

ڈھینڈسا صرف انبالہ' لدھیانہ اور پٹیالہ سے ملحق حصوں تک ہی محدود لگتے ہیں۔ وہ سروہا راجپوتوں کی نسل سے ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔

گندھی (نمبر20)

گندھی بھی مذکورہ بالا مانگٹ والے علاقہ میں ہی ملتے ہیں۔ میرے پاس ان سے متعلق معلومات میسر نہیں۔

چہیل یا چاہل (نمبر21)

چہیل یا چاہل قبیلہ صوبہ کے بہت بڑے جٹ قبائل میں سے ایک نظر آتا ہے۔ پٹیالہ

میں ان کی کثیر تعداد ملی، لیکن انبالہ و لدھیانہ، امرتسر اور گورداسپور میں بھی ان کی کافی تعداد ہے۔ اس کے علاوہ وہ گوجرانوالہ اور سیالکوٹ تک پہاڑیوں کے نیچے نیچے موجود ہیں۔ ایک روایت ہے کہ سورج بنسی راجہ اگرسین کے چار بیٹے پہیل (چاہل)، چیمہ، چھینا اور ساہی تھے، اور اس نام کے چار جٹ قبائل انہی کی اولادیں ہیں۔ ان کا اصل گھر مالوہ تھا جہاں سے انہوں نے پنجاب کی طرف نقل مکانی کی۔ ایک اور کہانی کے مطابق ان کا مورث اعلیٰ راجہ ریکھ نام کا ایک تنوار راجپوت تھا، جو دکن سے آکر کھوڑ میں آباد ہوا۔ اس کے بیٹے بیری نے ایک جٹ عورت سے شادی کی، تقریباً اکبر کے دور میں مالوہ میں متی کے مقام پر مقیم ہوا اور قبیلہ کی بنیاد رکھی۔

مشرقی دامن کوہ کے جٹ:

اب میں جٹوں کے جس چھوٹے سے گروہ کے بارے میں بات کرنے جارہا ہوں وہ اوپر مذکورہ سکھ جٹوں کے شمال میں انبالہ سے لے کر گورداسپور تک کی پہاڑیوں کے دامن میں ملتے ہیں۔ جنوب کے سکھ جٹوں یا مغرب کی طرف مغربی دامن کوہ کے جٹوں اور ان کے مابین کوئی واضح خط امتیاز نہیں۔ اور وسیع مفہوم میں کہا جائے تو واحد حقیقی فرق شاید یہ ہے کہ اول الذکر ہندو، دوسرا سکھ اور تیسرا مسلمان ہیں۔ تاہم تینوں مذاہب کے پیروکار تقریباً ہر قبیلے میں موجود ہیں۔ آگے جن قبائل کو زیر بحث لایا جائے گا ان میں کردار یا حیثیت کے حوالہ سے کوئی قابل تفریق بات نہیں، ماسوائے اس کے کہ انہوں نے کبھی وہ سیاسی رسوخ حاصل نہیں کیا جو خالصہ کے تحت سکھ جٹوں کو ممتاز کرتا ہے۔ جدول نمبر 13 مشرق سے مغرب کو ترتیب دیئے گئے ان قبائل کی موٹی موٹی تعداد پیش کرتا ہے۔ یہاں بھی جٹوں اور راجپوتوں کے درمیان کوئی گڈمڈاہٹ نہیں۔ اگرچہ ان کے واضح طور پر الگ الگ ہونے کی وجہ اس کے بالکل برعکس ہے، جس کے بارے میں مغربی دامن کوہ اور سکھ جٹوں کے ضمن میں بات کی گئی ہے۔ سکھ خطہ میں جٹ کی سیاسی حیثیت اس قدر برتر تھی کہ اسے راجپوت کہلوانے کی کوئی خواہش نہ تھی۔ ان قبائل میں خود کو جٹ اور اس کے ساتھ ساتھ راجپوت درج کرانے والوں میں صرف ایک قبیلہ منج ہے، اور وہ بھی صرف گورداسپور میں خطہ کی عین حد پر۔ لہٰذا میں انہیں اسی نام کے راجپوتوں میں زیر بحث لاؤں گا۔ اس خطہ کی

جدول نمبر 13 - مشرقی دامن کوہ کے جٹ قبائل

	1	2	3	4	5	6	7
	منج	رندھاوہ	کانگ	سوہل	بینس	بوٹا	اٹھوال
دہلی	-	-	-	3	8	-	6619
روہتک	-	-	786	5	1	-	17
انبالہ	-	735	2250	193	1771	-	3601
لدھیانہ	-	1683	331	1255	554	13	1872
جالندھر	-	1881	5075	1550	4310	-	3360
ہوشیارپور	-	2031	3273	1708	11737	6162	914
کانگڑہ	-	-	-	69	311	-	23
امرتسر	58	20103	3531	2932	19	-	445
گورداسپور	1599	13030	424	796	3330	-	1188
سیالکوٹ	81	3494	689	401	960	-	244
لاہور	557	1166	744	942	565	-	124
گوجرانوالہ	38	258	397	114	-	-	36
فیروزپور	43	973	2168	123	34	-	129
راولپنڈی	-	4	49	-	1922	-	2

↓

جہلم	7	4	.	.	630	.	.
ملتان	25	7	917	19	14	.	435
جھنگ	19	.	11	.	.	.	338
منٹگمری	16	10	253	4	3	.	641
مظفر گڑھ	.	.	1129	.	13	.	55
ڈیرہ اسماعیل خان	.	.	311	.	258	.	27
ڈیرہ غازی خان	.	1	888	.	.	.	2
ہزارہ	.	.	621	.	.	.	.
برطانوی علاقہ	2654	45744	24315	10117	26604	6175	20116
پٹیالہ	.	4047	.	1611	814	.	2508
نابھا	.	559	69	293	539	542	22
کپور تھلہ	.	755	22	280	391	.	123
جند	.	251	.	.	382	.	7
مالیر کوٹلہ	.	335	.	20	43	.	1
کل مشرقی میدان	1	6101	178	2213	2170	542	2668
بہاولپور	.	.	288	.	.	.	597
برطانوی علاقہ	2654	45744	24315	10117	26604	6175	20116
مقامی ریاستیں	1	6109	466	2213	2367	542	3289
صوبہ	2655	51853	24781	12330	28971	6717	23405

سیٹلمنٹ رپورٹیں گزشتہ والے سے بھی کہیں زیادہ ناکافی اور میری معلومات بھی اسی کے مطابق غیر کامل ہیں۔

مشرقی دامن کوہ کے جٹ قبائل:

رندھاوا (نمبر2)

رندھاوا ایک کافی بڑا اور وسیع پیانے پر پھیلا ہوا قبیلہ ہے، جس کے مرکزی مقامات امرتسر اور گورداسپور اضلاع میں معلوم ہوتے ہیں، لیکن وہ لاہور، جالندھر، ہوشیار پور اور پٹیالہ میں بھی بہ تعداد کثیر پائے گئے۔ ان کا بانی جادو یا بھٹی راجپوت رندھاوا کوئی سات سو سال قبل بیکانیر میں رہتا تھا۔ اور اس سے پانچویں پشت میں کَل بٹالہ کو ہجرت کرگیا، جس کی بنیاد کسی پہلے وقتوں میں رام دیو نامی ایک اور بھٹی نے رکھی تھی۔ یہاں قبیلہ کی تعداد میں اضافہ ہوا اور وہ خطے کے ایک معتدبہ علاقہ پر قابض ہوگیا۔ کچھ سیاسی اہمیت بھی حاصل کرلی۔ رندھاوا خاندان کی تاریخ "دی چیفس آف پنجاب" کے صفحات 18- 200 پر تفصیلاً ملے گی۔ چند ایک رندھاوا نے خود کو گوجرانوالہ میں بھٹی اور فیروز پور میں ورک درج کرایا۔

گھنگ (نمبر3)

یہ قبیلہ خاص طور پر بیاس اور ستلج کے دوآب پر ملتا ہے، تاہم وہ ستلج پار کرکے انبالہ اور فیروز پور میں بھی گئے اور واضح طور پر اس کے کناروں کے ساتھ ساتھ اور حتیٰ کہ زیریں سندھ پر بھی کچھ تعداد میں پائے گئے۔ ان کی روایت کے مطابق وہ گڑھ غزنی سے آئے تھے۔ انہوں نے اپنے ہی خطہ میں سکھ دور کے ابتدائی ایام میں خاصی سیاسی اہمیت حاصل کرلی تھی۔ جالندھر کے گھنگ سے متعلق مسٹر بارکلے (Barkley) رقمطراز ہیں: "تحصیل نکودر کے بیشتر سکھ سردار یا تو اس قبیلے سے ہیں، یا پھر شادی کے ذریعہ اس سے تب تعلق رکھتے تھے جب انہوں نے وہاں اپنی حاکمیت قائم کی۔" فتح کے وقت ان کا رہنما تارا سنگھ گھیبا خود بھی اسی نسل سے اور ستلج پر ایک گھنگ کا باشندہ تھا۔ بتایا جاتا ہے کہ وہاں پر بیک وقت 18 سردار رہتے تھے۔ لیکن گاؤں دریا برد ہو جانے پر وہ دریا کے دونوں کناروں

پر اپنی علیحدہ علیحدہ جاگیروں میں منتشر ہو گئے۔ کہا جاتا ہے کہ گھنگ اپنے مورث اعلیٰ جوگڑا (گھنگ کے باپ) کے توسط سے ایودھیا کے سورج بنسی راجپوتوں کی نسل سے ہونے کے دعویدار ہیں۔(مصنف نے اسے گنگ لکھا تھا' مترجم)

سوہل (نمبر4)

ان کو چوہان راجپوت کی نسل بتایا جاتا ہے۔ ان کا مورث اعلیٰ سوہل مہاگ کے ایک خاندان سے تھا۔ وہ گھنگ کے شمال میں' پہاڑیوں کے نزدیک اور حتیٰ کہ درمیان میں بھی نظر آتے ہیں' اگرچہ بہت چھوٹی تعداد میں' لیکن وہ ستلج کے ساتھ ساتھ بھی پائے گئے۔

بینس نمبر(5)

بینس کے مرکزی مقامات ہوشیار پور اور جالندھر میں لگتے ہیں' تاہم وہ مغرب کی طرف راولپنڈی تک بھی پھیلے ہوئے ہیں۔ اور یہ کہ ان کا مورث اعلیٰ بینس فیروز شاہ کے دور میں مشرق کی جانب آیا۔ بینس راجپوتوں کے 36 شاہی خاندانوں میں سے ایک ہے' لیکن میجر ٹاڈ کو یہ یقین ہے کہ وہ محض سورج بنسی شاخ کی ذیلی شاخ ہی ہیں۔ انہوں نے بیسواڑا (یا گنگا جمنا دوآب کا انتہائی مشرقی حصہ) کا نام اپنے نام پر رکھا۔ جالندھر میں الاولپور کے سردار بینس ہیں' جس کا مورث اعلیٰ ہوشیار پور سے نابھہ میں سرہند کے نزدیک جلا (Jalla) کے مقام پر کوئی بارہ پشتیں پہلے آیا تھا۔

بوٹا (نمبر6)

ہمارے اعداد و شمار کے مطابق بوٹا صرف ہوشیار پور ہی میں ہیں۔ میرے پاس ان سے متعلق کوئی معلومات نہیں اور مجھے پورا یقین ہے کہ یہ مغربی میدانوں کے ہٹ اور سکھ خطہ کے بٹر سے جدا ہیں۔

اٹھوال (نمبر7)

یہ دو طرح سے بولا جاتا ہے۔ ایک تلفظ میں اٹھوال کے پہلے الف کے نیچے زیر جبکہ دوسرے میں اس کے اوپر پیش ہے۔ یہ مرکزی طور پر انبالہ' لدھیانہ' جالندھر اور پٹیالہ سے

ملحق علاقہ میں ملتے ہیں۔ لیکن اگر یہ دونوں تلفظ باہم گڈمڈ نہ ہوں تو دہلی میں حیرت انگیز طور پر ان کی کافی بڑی آبادی ہے' جو انبالہ والوں سے مکمل طور پر علیحدہ نظر آتی ہے۔ روایت کے مطابق وہ مہاراج نام کے سورج بنسی راجپوت کی نسل ہیں' جس کی اونٹوں (اونٹوں) کے ساتھ محبت کی وجہ سے اس کا نام (Nich name) اونٹوال پڑ گیا۔

جنوب مشرقی اضلاع کے جٹ:

جٹ قبائل کے جس آخری گروپ پر میں بات کرنا چاہتا ہوں وہ جمنا اضلاع' جنڈ' روہتک اور حصار میں آباد ہے۔ وہ خود کو جٹ کی بجائے جاٹ کہتے ہیں اور ہر اعتبار سے گنگا جمنا دوآب اور زیریں وادی جمنا کے جاٹ جیسے ہی ہیں۔ تاہم مذہب کے علاوہ وہ مالوہ کے بڑے بڑے سکھ جٹ قبائل سے کچھ مختلف ہیں۔ اگرچہ موخرالذکر چونکہ وسطی ریاستوں کے غیر مزروعہ میدانوں میں وسیع پیمانے پر آباد ہیں۔ شاید اس لئے وہ دریا کے کنارے پر آباد اپنے خستہ حالت پڑوسیوں کی نسبت ذرا بہتر قدوقامت رکھتے ہیں۔ مشرقی جٹ تقریباً بلا استثنیٰ ہندو ہیں' اور معدودے چند مسلمانوں کو "مولا" (Mula) یعنی بدقسمت یا بدبخت کہا جاتا ہے۔ ان کی تبدیلی مذہب بلا استثنیٰ ایک مورث اعلیٰ کے دور میں ہوئی جسے یرغمال بنا کر دہلی لے جایا گیا اور بہ زور و زبردستی اس کا ختنہ کردیا گیا۔ درحقیقت اسیری سے واپسی پر اکثر و بیشتر افراد کو ذات میں دوبارہ شامل کرلیا گیا۔ اس صورت میں ان کی اولادیں تو ہندو ہی تھیں لیکن وہ "بدقسمت" جانی جاتی تھیں۔ ان کی روایات انہیں بیکانیر یا راجپوتانہ یا وادی جمنا کے ساتھ ساتھ شمال کی طرف سے آیا ہوا ظاہر کرتی ہیں' اور چند ایک ہی پنجاب سے جمنا میں آئے ہوئے لگتے ہیں۔ گڑ گاؤں کے جاٹ راجہ آف بھرت پور کو آج بھی فطری رہنما کے طور پر حقیر خیال کرتے ہیں۔ بھرت پور کے زوال نے ان کے ذہن پر ایسا نقش چھوڑا کہ بوڑھے افراد ابھی تک اس دور کو واقعات کی تاریخ کا اندازہ لگانے کے لئے بطور حوالہ استعمال کرتے ہوئے ملتے ہیں۔

ان علاقوں کا جاٹ اگر کسی اعتبار سے کچھ ہے تو وہ سکھ جٹوں سے بطور کاشتکار برتری ہے۔ اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ اس کی عورتیں کھیتوں میں بہت زیادہ ہاتھ بٹاتی ہیں۔ بھاری اور وزنی ہر قسم کی زراعتی مزدوری کرتی ہیں' ماسوائے ہل چلانے کے کیونکہ اس کے

لئے ان میں کافی قوت نہیں اور بوائی بھی ہر حالت میں صرف مردوں کے لئے مخصوص ہے۔ جنوب مشرقی اضلاع کو چھوڑ کر ہم براہ راست سکھ خطہ میں جائیں تو عورتیں سخت قسم کی کھیت مزدوری نہیں کرتیں، حتیٰ کہ جٹوں میں بھی۔ جبکہ مسلمان اضلاع میں وہ کھیتوں میں سرے سے کام ہی نہیں کرتیں۔ سو جاٹ لازماً" کاشتکار ہے اور اس طرح وہ بالخصوص ان علاقوں کا کاشتکار ہے۔ یہاں تک کہ جب اس سے ذات پوچھی جائے وہ بالعموم خود کو بطور جٹ "زمیندار" بتائے گا۔ اس مفہوم میں یہ دونوں نام ایک ہی معنی میں استعمال ہوتے ہیں۔ جاٹ کی سماجی حیثیت بھی وہی ہے جو گوجر، اہیر اور روڑ کو حاصل ہے۔ درحقیقت یہ چاروں ذاتیں اکٹھا کھاتی پیتی اور تمباکو نوشی کرتی ہیں۔ وہ ایسی ذاتوں میں سرفہرست ہیں جو کریوا یعنی بیوہ کی شادی کرتے ہیں، راجپوت کی نسبت کافی کمتر، لیکن سبزیاں کاشت کرنے والی ذاتوں مثلاً ارائیں اور مالی سے بالاتر۔ اگر سماجی درجہ بندی ہندو مذہب کے قوانین سے قاعدہ پاتی ہے تو وہ بنیے سے نیچے ہیں جوکہ تسلیم شدہ بہتر ہندو ہیں۔ لیکن مردانہ وار جاٹ دولت کے کیڑے بنیے کو حقیر سمجھتا ہے۔ دیگر تمام ذاتیں اور قبائل بھی اس کے ہم خیال ہیں۔

پنجاب کے انتہائی جنوب مشرقی کونے کے جاٹ، جو شمال اور مغرب سے راجپوتانہ اور پنجاب سے یہاں آئے، دھے (Dhe) کے طور پر جانے جاتے ہیں، تاکہ انہیں پڑوس کے اصلی جاٹ قبائل سے ممیز کیا جا سکے جو مجموعی طور پر ہیلے (Hele) کہلاتے ہیں۔ یہ دونوں شاخیں باہمی شادی سے گریز کرتی ہیں اور ان کی روایات میں کچھ لحاظ سے اختلاف پایا جاتا ہے۔ دوبارہ نسلوں کے مقام اتصال سرسا میں۔ جہاں بیکانیر کی پریریز سے باگڑی جاٹ، مالوہ سے سکھ جٹ اور وادی ستلج سے مسلمان جٹ حصار کے جٹ سے ملتے ہیں۔ موخرالذکر کو دیسے (Dese) اور مسلمان جٹوں سے پچھاڈھ یا مغربی جٹوں کے طور پر الگ کیا جاتا ہے۔ لیکن یہ اصطلاحات ان لوگوں کے اپنے اپنے آبائی گھروں میں انجان لگتی ہیں۔ وہاں پر سکھ اور دیسے جٹوں کی غیرکامل نمو والے باگڑی اور ستلج کے آرام طلب نحیف جٹ پر برتری غیرمعمولی طور پر نمایاں ہے۔

دہلی، روہتک اور کرنال کے جاٹوں میں ایک غیرمعمولی تقسیم موجود ہے۔ اور ایک یا دوسری طرف بسنے والوں میں زمیندار ذاتوں کے دو حصے ہیں: دیہیا (Dehia) اور ہولانیا۔

کرنال اور پانی پت سیٹلمنٹ رپورٹ کا ایک اقتباس میں ذیل میں پیش رہا ہوں:

"دیہیا کا نام ایک قبیلے کی نسبت سے ہے' جس کا مرکزی مقام سنپت میں بھٹ گاؤں کے قریب ہے' اور یہ دہلی کے قرب بوانا سے آئے تھے۔ ہولانیا حصے کی سرکردگی گھتوال یا ملک جاٹوں کے ہاتھ میں اور اسکا مرکزی مقام گوہانہ میں دھیر-کا-ہولانا ہے۔ راجپوتوں کے خلاف کامیاب مدافعت کے باعث انہیں ان علاقوں کے جاٹ سردار شمار کیا جاتا ہے۔ کسی شہنشاہ نے منداہار راجپوتوں کو کچلنے کے لئے ان سے اعانت مانگی اور یوں پرانی دشمنی زیادہ سنگین ہوگئی۔ دیہیا جٹ مضبوط تھے' اس لئے وہ گھتوالوں کی حاکیت سے خار کھا کر ان کے خلاف منداہار سے مل گئے۔ یوں یہ علاقہ دو حصوں میں تقسیم ہوگیا تھا' خطے میں گوجر اور تاگے (Tagas)' ٹپہ نولتھا کے جاگیان جاٹ' روہتک کے لاٹ مارجٹ دیہیا میں شامل ہوگئے' اور روہتک کے ہودا جاٹ اور جاگیانوں کے علاوہ خطے کے بیشتر جاٹ ہولانیوں میں۔ بغاوت کے دوران دونوں دھڑوں کے مابین ضلع روہتک میں کشمکش پیدا ہوئی اور نارد ک کے منداہاروں نے ہولانیوں کو خطے کے جنوب والے حصہ میں تباہ و برباد کر دیا۔ اپنے "ذیلوں" کی تصویر کشی کرنے کے لئے مجھے اپنی فرضی تقسیم میں تبدیلی لانا پڑی تاکہ ایک دیہیا گاؤں کو (جسے میں نے ہولانیوں میں شمار کیا تھا اور جس نے نتائج کو متاثر کیا) علیحدہ کرسکوں۔ دیہیا کو جاٹ بھی کہا جاتا ہے اور کبھی کبھار منداہار دھڑا بھی۔ حتیٰ کہ سر ایچ ایلیٹ بھی ان دھڑوں کی موجودگی سے لاعلم نظر آتے ہیں۔ ان تقسیموں سے قطع نظر اگر قبائلی اعتبار سے دیکھیں تو لگتا ہے کہ جاٹ اور راجپوت ایک دوسرے کو اپنا فطری دشمن خیال کرتے ہیں۔ مجھے اس پر خود تو پورا یقین نہیں تھا لیکن اکثر جاٹوں نے اس بات کی توثیق کرائی کہ وہ رات کے وقت کسی راجپوت گاؤں میں جانے کی ہمت نہیں کرتے۔"[49]

مسٹر ماکوناچی (Maconachie) نے دہلی کی ایک روایت کا ذکر کیا ہے جو راجپوتانہ کے موم اور سوم نامی دو بھائیوں کو بالترتیب دوآب کے ہولانیا راجپوتوں اور روہتک کے بدلانیا جاٹوں کے مورث اعلیٰ بتاتی ہے۔

یہاں جنوب مشرقی اضلاع میں بھی جاٹ اور راجپوت کے درمیان فرق قطعی اور واضح ہے۔ جاٹ کریوا پر عمل کرتے ہیں جبکہ راجپوت اجتناب برتتے ہیں۔ تاہم میں نہیں سمجھتا کہ یہاں کا کوئی جاٹ خاندان اس رسم کی پیروی ترک کرنے پر راجپوت ذات میں شامل ہو سکتا ہے، جیسا کہ کسی بھی دوسری جگہ پر ممکن دکھائی دیتا ہے۔ جدول نمبر 14 میں قبائلی اعداد و شمار پیش کرنے کے لئے ان قبائل کی ترتیب شمال کی جانب سے نیچے وادی جمنا کی طرف کی گئی ہے اور پھر صوبہ کی جنوبی سرحد کے ساتھ ساتھ مغرب کی طرف۔ آخری پانچ قبائل راجپوتوں کے ضمن میں زیر بحث لائے جائیں گے۔ اس جدول میں انہیں شامل کرنے کی وجہ یہ نہیں کہ انہوں نے خصوصاً پنجاب کے اس علاقہ میں خود کو جٹ بتایا، بلکہ اس لئے کہ جن راجپوت قبائل کے ساتھ ان کا تعلق ہے ان پر "مشرقی میدانوں کے راجپوت" کے زیر عنوان بات ہوگی۔ اس گروپ کے قبائل سکھ خطوں کے برخلاف اتنے بڑے ہیں اور نہ ہی اس قدر اہم۔ اس کے علاوہ میرے پاس ان سے متعلق معلومات انتہائی کم یا بالکل ہی نہیں ہیں۔ ان علاقوں میں قبیلے کا چھوٹے چھوٹے تپیلوں میں تقسیم ہو جانے کا رجحان بہت زیادہ نظر آتا ہے۔ وہ اپنے مشترک قبائلی ماخذ کی روایت تو بدستور قائم رکھتے ہیں لیکن بالعموم قبیلے کی بجائے تپیلے کا نام استعمال کرتے ہیں۔

جنوب مشرقی اضلاع کے جٹ قبائل:

گھتوال (نمبر1)

زیر غور قبائل میں سے یہ واحد ایسے ہیں جو اپنا سلسلہ گڑھ غزنی سے جا کر جوڑتے اور حتیٰ کہ اس شہر کو افغانستان کی بجائے دکن میں بتاتے ہیں۔ وہ سروہا راجپوتوں کی نسل سے ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ ان کا مرکزی مقام روہتک کی تحصیل گوہانہ میں اہولانا کے مقام

جدول نمبر 14 - جنوب مشرقی اضلاع کے جٹ قبائل

	1	2	3	4	5	6	7	8
	گھتوال	داگڑ	جاکھڑ	سہراوت	دیہیا	گولیا	راٹھی	کھتری
دہلی	4434	8558	122	4202	14334	-	1476	11098
گڑگاؤں	109	4815	5116	2485	37	-	1158	-
کرنال	261	49	3	749	-	3070	718	-
حصار	2392	61	-	617	441	-	452	11
روہتک	2219	2065	4240	4232	9740	16800	6410	1951
سرسا	1	13	-	-	146	-	-	94
انبالہ	46	-	-	34	-	53	356	-
لدھیانہ	20	-	336	-	-	66	2930	-
جالندھر	550	-	2769	-	-	-	-	-
گورداسپور	29	-	-	-	-	-	-	-

	1	2	3	4	5	6	7	8
	گھوال	داگر	جاکھڑ	سراوت	دیہیا	گولیا	راٹھی	کھتری
سیالکوٹ	238	.	.	.	.	.	.	.
راولپنڈی	138	.	.	.	.	138	2	.
برطانوی علاقہ	11814	15561	12678	12409	24698	20216	13573	13228
پٹیالہ	77	162	168	1204	80	.	150	1939
جند	164	60	.	635	8	93	.	20
کل مشرقی میدان	315	287	230	1958	127	108	440	1959
بہاولپور	797	.	.	.	.	.	.	.
کل پہاڑی ریاستیں	.	.	10	.	1	.	.	.
برطانوی علاقہ	11814	15561	12678	12409	24698	20216	13573	13228
مقامی ریاستیں	1112	287	240	1958	128	108	440	1959
صوبہ	12926	15848	12918	14367	24826	20324	14013	15187

	9	10	11	12	13	14	15
	دلال	اہلاوت	دیسوال	ڈھانکر	پھوگاٹ	سانگوان	پوانیا
دہلی	1850	1746	720	.	196	288	.
گڑگاؤں	249	.	1408	772	1222	33	157
کرنال	22	2763	2045	39	5	508	.
حصار	1531	163	52	.	372	2263	7278
روہتک	7883	6869	4099	4039	2386	4604	2163
سرسا	14	1	.	.	21	45	1583
انبالہ	.	41	356	9	.	16	3083
لدھیانہ	5	.	.	.	.	.	.
جالندھر	.	.	.	.	.	.	.
گورداسپور	.	.	375	.	.	.	.

↓

	9	10	11	12	13	14	15
	ولال	اہلاوت	دیسوال	ڈھانکر	پھوگاٹ	سانگوان	چانیا
سیالکوٹ	583	.	.	.	.	.	.
راولپنڈی	443	.	.	.	.	.	.
برطانوی علاقہ	12581	11584	9055	4898	4202	7757	14812
پٹیالہ	313	.	.	.	39	268	1986
جند	1342	765	671	38	2938	7082	1063
کل مشرقی میدان	1794	801	720	28	3081	8222	3316
بہاولپور	45	.	.	.	.	.	.
کل پہاڑی ریاستیں	.	1	.	.	.	.	.
برطانوی علاقہ	12581	11584	9055	4849	4202	7757	14812
مقامی ریاستیں	1839	802	720	38	3081	8222	3316
صوبہ	14420	12366	9775	4936	7283	15979	18128

	16	17	18	19	20	21	22
	بنیوال	نین	راوت	باگڑی	چوہان	منداہار	تنوار
دہلی	.	928	2669	.	257	.	141
گڑگاؤں	.	.	2214	.	1580	.	5933
کرنال	.	351	45	.	635	.	39
حصار	3726	1074	51	872	677	.	219
روہتک	1739	111	44	2	121	.	205
سرسا	1846	201	.	32	241	.	53
انبالہ	1150	233	23	262	275	1570	.
لدھیانہ	146	.	.	125	616	158	56
جالندھر	.	.	.	.	282	.	176
گورداسپور	.	.	.	.	254	.	50

↓

	16	17	18	19	20	21	22
	بھنیوال	نین	راوت	باگڑی	چوہان	مندا ہار	تنوار
سیالکوٹ	637	.	.	930	1524	89	1334
راولپنڈی	.	.	.	45	1037	.	62
برطانوی علاقہ	9411	3074	5046	3519	27109	1827	12638
پٹیالہ	1864	5884	83	1494	2902	3438	.
جند	.	1	.	22	56	209	.
کل مشرقی میدان	1967	5895	83	2250	3504	5311	1
بہاولپور	.	.	.	.	2	.	.
کل پہاڑی ریاستیں	.	.	.	1	44	1	.
برطانوی علاقہ	9411	3074	5046	3519	27109	1827	12638
مقامی ریاستیں	1967	5895	83	2251	3550	5312	1
صوبہ	11378	8969	5129	5770	30659	7139	12639

پر ہے اور وہ اس جگہ اور جمنا کے درمیانی علاقے میں آباد ہیں۔ دہلی کے شمال اور کرنال کے جنوب میں بھی ان کی کافی تعداد ہے۔ روہتک کے لئے اپنے اعداد و شمار کی درستگی پر مجھے شک ہے۔ اہولانا کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اس کی بنیاد 22 پشتیں پہلے رکھی گئی اور یہ اپنی وجہ تسمیہ اوپر مذکور ہولانیا حصہ بتاتے ہیں۔ گھنگھال اکثر ملک بھی کہلاتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ یہ نام اس طرح پڑا:

> "راجپوت حاکمیت کے پرانے دنوں میں راجپوت جاٹوں کو سرپہ پگڑی رکھنے دیتے تھے اور نہ ہی کوئی سرخ کپڑا پہننے دیتے تھے۔ دولہے کو سر پر تاج (مور) یا عورتوں کو نتھ پہننے کی اجازت بھی نہ تھی۔ وہ کنواری دلہنوں سے "حقوق ملکیت" بھی وصول کرتے تھے۔ حتیٰ کہ موجودہ دور تک راجپوت پست ذاتوں کو سرخ کپڑے' یا اپنے دیہات میں کشادہ کپڑے پہننے کی اجازت نہیں دیتے۔ خصوصاً" دیوبن اور منگلور کے نزدیک دوآب میں منداہاروں اور کالانور و داوڑی کے نزدیک باگڑ راجپوتوں کے خلاف گھنگھال نے تھوڑی سی کامیابی حاصل کرلی اور ان نفرت انگیز امتناعات کو ختم کردیا۔ یوں انہوں نے ملک (آقا) کا خطاب پایا اور امتیازی علامت کے طور پر سر پر سرخ پگ باندھنے لگے۔ آج بھی یہ سرخ پگ والا جاٹ بہت ممکن طور پر گھنگھال ہی ہوگا۔"

مسٹر فینشا (Fanshawe) کے مطابق یہ خطاب محض ایک کنیت (Nickname) ہے جو رائے سال نام کے ایک ملک یا سردار نے عطا کیا۔ تاہم وہ روہتک میں بالعموم گھنگھال کے بجائے ملک کہلواتے نظر آتے ہیں۔ روہتک میں کم تعداد کی شاید یہ وجہ ہو۔ تاہم میں نے ان دونوں ناموں کو اکٹھا شمار کرنے کا حکم دیا تھا۔ میں اس بات کی وضاحت کرنے سے قاصر ہوں کہ بہاولپور کے گھنگھال کون ہیں۔ میں یہ دیکھتا ہوں کہ انڈیا کے متعدد حصوں میں' خصوصاً مونغائر (Monghyr) اور گردونواح میں نچلے طبقے کے راجپوت قبائل گھنگھال کہلاتے ہیں۔ انہیں ایسی گھاتوں یا پہاڑی راستوں کو محفوظ رکھنے کی شرط پر مالیہ تفویض کیا گیا جن میں سے گزر کر پہاڑی قبائل نیچے کے میدانوں پر غارت گری کے لئے چڑھائی کیا

کرتے تھے۔

داگر (نمبر2)

گڑگاؤں اور دہلی میں داگر کی کثیر تعداد اور روہتک میں بھی ایک چھوٹی سی آبادی ہے۔ ان کے حوالے سے میرے پاس معلومات موجود نہیں۔

جاکھڑ اور سانگوان (نمبر3 اور 14)

بتایا جاتا ہے کہ یہ قبیلے صرف 20 پشتوں پہلے کے ایک چوہان راجپوت کی اولاد ہیں' جو بیکانیر سے آیا اور اس کے چار بیٹوں نے جاکھڑ' سانگوان' پیرو' قادیان' جاٹوں کی بنیاد رکھی۔ جنڈ اور حصار میں سانگواں کی کافی تعداد ہے' تاہم روہتک میں بھی ان کی ایک چھوٹی سی آبادی موجود ہے۔ جبکہ جاکھڑ ایک طرح سے گڑ گاؤں اور روہتک کی ملحق تحصیل جھجر تک ہی محدود ہیں۔

سہراوت (نمبر4)

سہراوت خود کو تنوار راجہ اننگ پال کے بیٹے یا پوتے سہرا کی نسل بتاتے ہیں۔ وہ دہلی گڑ گاؤں' روہتک اور پٹیالہ کے ملحق علاقوں تک محدود ہیں۔ روہتک میں وہ کوئی 25پشتوں سے آباد ہیں۔

دہیا (نمبر5)

اس قبیلے کا نام اوپر مذکور دہیا دھڑے کی نسبت سے ہی ہے۔ وہ سانپلہ کی شمال مشرقی حد اور روہتک کی تحصیل سن پت و دہلی کے ملحق حصوں میں پائے گئے۔ وہ چوہان راجپوت کی نسل ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں جس کا نام مانیک رائے تھا اور ایک دھنا جٹ عورت کے بطن سے پیدا ہوا۔ یہ غالباً وہی مانیک رائے چوہان ہے جس نے ہانس کی بنیاد رکھی۔ ایک اور بیان میں پرتھی راجہ کے بیٹے ہریاہرپال کے بیٹے دھدیج کو ان کا مورث اعلیٰ بتایا جاتا ہے' جس کا آبائی وطن دریائے سندھ و ستلج کے سنگم کے نزدیک تھا۔ وہ شاید سکندر اعظم کے داھیئے (Dahiae) ہوں۔

گولیا (نمبر6)

گولیا یا گوالیا ایک بہت ہی انوکھا قبیلہ ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ وہ اصل میں برہمن تھے' جو ایک شراب فروش کے گھر سے باہر بڑے بڑے پیپوں (گول) میں پڑی ہوئی شراب نادانستہ پی لینے کے نتیجے میں ذات سے محروم ہوگیا۔ مقامی برہمن اس کہانی کو بالکل سچ مانتے ہیں۔ گولیا جاٹوں کے ساتھ دروں زواجی تو کر لیتے ہیں لیکن داگڑیا سلانگی کے ساتھ نہیں' کیونکہ جب وہ برہمن ہوا کرتے تھے تو موخر الذکر ان کے موکلین تھے۔ دوسری طرف ذات سے محروم ہونے کے بعد تمام جاٹ قبیلوں میں سے صرف اولذکر نے انہیں اپنی بیٹیاں بیوی بنانے کے لئے دیں' اور یوں انہیں "ظاہری" برادری میں لے لیا گیا۔ وہ تقریباً 30 پشتیں پہلے اندور سے روہتک آئے تھے۔ وہ صرف روہتک اور حصار میں ملے ہیں۔ دیگر دور دراز اندراجات شاید ان چند گوالوں یا اہیر سے تعلق رکھتے ہیں جنہوں نے خود کو جاٹ بتایا ہوگا۔

راٹھی (نمبر7)

سرسا میں لفظ "راٹھ" پچھاڑا کا ہم معنی ہے' یا اس کا استعمال ستلج کے مسلمان جٹوں یا راجپوتوں کے لئے کیا جاتا ہے۔ اس کا مطلب "زبردست" بتایا جاتا ہے۔ روہتک میں تنوار راجپوت نسل سے ہونے کا دعویدار جٹوں کا ایک علیحدہ راٹھی قبیلہ ہے اور وہ اس خطہ کے قدیم ترین باشندوں میں سے ہیں۔ ان کی نسل روہل اور دھنکر جاٹوں کے مورث اعلیٰ کے بھائی سے چلی۔ یہ تینوں آپس میں شادی بیاہ نہیں کرتے۔ راٹھی دہلی اور گڑ گاؤں کے ساتھ ساتھ روہتک میں پائے گئے اور لدھیانہ میں بھی واضح طور پر۔ تاہم اس بارے میں شک ہے کہ یہ آخری وہی قبیلہ ہیں یا نہیں۔

کھتری (نمبر8)

دہلی میں اس قبیلہ کی کافی تعداد نظر آتی ہے۔ یہ روہتک اور پٹیالہ میں بھی پایا گیا۔ اس کے بارے میں میرے پاس معلومات نہیں۔

دلال (ذات نمبر9)

اس کا شمار روہتک کے بڑے قبائل میں ہوتا ہے۔ یہ دہلی' حصار اور جند کے ملحق

علاقوں میں بھی پائے گئے۔ دلال خود کو راٹھور راجپوت کی نسل سے کہتے ہیں جو کوئی 30 پشتیں پہلے روہتک میں آن بسا اور ایک بار گوجر عورت سے بیاہ کرلیا۔ اس کے بطن سے چار بیٹے دلال، دیسوال، مان اور سیواگ (سیول؟) پیدا ہوئے۔ ان چاروں سے چار قبیلے بنے جو آپس میں شادی بیاہ نہیں کرتے۔ مان کا ماخذ پیچھے ملاحظہ کریں۔ کرنال میں بھی ان چار قبیلوں کی مشترک ماخذ کی روایت اور باہمی شادی پر پابندی ہے۔

اہلاوت (نمبر10)

اہلاوت کو ایک چوہان راجپوت کی اولاد بتایا جاتا ہے جو تقریباً 30 پشتیں پہلے سانبھر سے جے پور آیا۔ اس سے اہلاوت، اولیان، بیرما اور جون جاٹوں نے جنم لیا جو آپس میں شادی نہیں کرتے۔ یہ قبیلہ روہتک دہلی اور کرنال میں پایا گیا۔ اس کے ارکان سدو دیب نام کے ایک مشترک مورث اعلیٰ کی پوجا کرتے ہیں۔

دیسوال (نمبر11)

پیچھے بتایا جا چکا ہے کہ دیسوال (یعنی دیس والے) بھی دلال والا ہی ماخذ رکھتے ہیں۔ ان کی تعداد روہتک، گڑ گاؤں اور کرنال میں سب سے زیادہ ہے۔ میواڑ اور اجمیر میں مسلمانوں کو دیسوال کہا جاتا ہے اور ان کی بطور راجپوت کوئی شناخت بمشکل ہی ہے۔

دھنکر (نمبر12)

میں بتا چکا ہوں کہ دھنکر کا تعلق بھی راٹھی والے ماخذ سے ہے۔ وہ تقریباً روہتک میں جھجر تک ہی محدود ہیں اور راٹھی قبیلے کی محض مقامی شکل سے زیادہ کچھ نہیں۔

پھوگٹ (نمبر13)

جنڈ میں اس قبیلہ کی کچھ اہمیت ہے اور یہ گڑ گاؤں و روہتک کے نواحی علاقوں میں بھی پھیل گیا ہے۔ ان سے متعلق مجھے معلوم واحد امر یہ ہے کہ وہ دیسوال کے ساتھ باہمی شادی نہیں کرتے، البتہ اس کی وجہ واضح نہیں ہوئی۔

سانگوان (نمبر14)

ان کی نسل بھی اوپر بیان کردہ جاکھڑ کے مورث اعلیٰ سے چلی۔ ان کا مرکزی مقام جند ہے۔ لیکن روہتک اور حصار میں بھی پائے گئے۔

پوانیا (نمبر15)

پوانیا حصار کا ایک قبیلہ ہیں لیکن روہتک' سرسا' جنڈ اور پٹیالہ کے الگ تھلگ حصہ کے علاوہ حیرت انگیز طور پر انبا میں بھی ملے ہیں۔ ان سے متعلق میرے پاس معلومات میسر نہیں۔

بھنیوال (نمبر16)

بھنیوال مرکزی طور پر حصار ڈویژن اور پٹیالہ میں نظر آتے ہیں۔ یہ زیریں ستلج پر منٹگمری میں بھی ملے جہاں انہوں نے خود کو غالباً بھٹی راجپوت لکھوایا۔ (وہ اسی کی نسل سے ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں)۔ مسٹر پرسران کے بارے میں رقمطراز ہیں: "وہ تعداد میں کمزور ہیں' لیکن ڈاکہ زنی میں کوئی قبیلہ ان کا ہمسر نہیں۔" 1857ء میں انہوں نے کافی مشکلات پیدا کیں۔ اس وقت بیکانیر کو جن چھ اضلاع میں تقسیم کیا گیا ہے۔ پندرھویں صدی میں ان میں سے پانچ پر بھنیوال آباد تھے۔

نین (نمبر17)

نین زیادہ تر پٹیالہ کے دور دراز حصوں میں ملے' لیکن حصار اور دہلی میں بھی ادھر ادھر پائے گئے ہیں۔ میرے پاس ان کے بارے میں کوئی معلومات میسر نہیں۔

راجپوت (ذات نمبر2)

پنجاب کے راجپوت:

راجپوتوں اور ان کے ساتھ وابستہ نسلوں کی تقسیم جدول نمبر8 میں دکھائی گئی ہے۔ میرا مقصد راجپوت کے بارے میں کوئی تفصیلی بحث کرنا نہیں۔ سارے شمالی انڈیا میں وہ تقریباً

ایک جیسا ہے اور انڈیا کی کسی بھی دوسری ذات کے مقابلہ میں اس پر بہت کچھ چھپ چکا ہے۔ کرنل ٹاڈ کی "راجستھان" ایک مستند کتاب ہے' لیکن ایلیٹ اور شیرنگ نے بھی کافی مفید معلومات مہیا کی ہیں۔ آج کی صورتحال میں جٹ اور راجپوت نسل کی شناخت سے متعلق میں اپنے خیالات کا اظہار پیچھے کر چکا ہوں' اور یہ بھی بتا چکا ہوں کہ کس طرح سے راجپوت اس نسل کے صرف شاہی خاندانوں پر مشتمل ہیں ---- واقعی میں نے یہ کہہ کر کچھ تجاوز کیا کہ ملک کے کسی بھی خطے میں قدیم زمانے میں حاکمیت رکھنے والا کسی بھی ذات کا کوئی قبیلہ راجپوت شمار ہوگا۔ مجھے یہ بات تقریباً حتمی لگتی ہے کہ نام نہاد راجپوت شاہی خاندانوں میں سے کچھ قدیم باشندے تھے' اور بدیہی طور پر چنڈیل (Chandel) مسٹر Hodgson نے اپنے "ایسے آن دی ملٹری ٹرائبز آف نیپال" میں کافی اچھے طریقے سے بتایا ہے کہ ہمالیہ کے قدیمی باشندے کس طرح کشتریہ بن گئے۔ وہ نشاندہی کرتے ہیں کہ جب فتح اسلام کے بڑھتے ہوئے طوفان کے آگے برہمن اوپر پہاڑیوں کی طرف دھکیلے گئے تو انہوں نے وہاں پر ملنے والی قدیم نسل کی عورتوں سے شادیاں کیں۔ لیکن اس امکان کو پیش کرنے کے لئے ان لوگوں کی توثیق حاصل کرنا ضروری تھی جن میں وہ جاکر آباد ہوئے تھے۔ وہ اپنے میں سب مذہب تبدیل کرنے والوں کو کشتریہ کہتے ہیں' جبکہ پہاڑی عورتوں کے بطن سے جنم لینے والی اپنی اولاد کو وہ نہ صرف کشتریہ کا مرتبہ اور مراعات دیتے ہیں بلکہ آبائی برہمنی القاب بھی۔

> "کثیر تعداد والا' نمایاں اور وسیع پیمانے پر شاخ در شاخ "خاص " کا قبیلہ ان دو جڑوں سے پھوٹا۔ بالاصل یہ بے عقیدہ وحشیوں کے ایک چھوٹے سے قبیلے کا نام تھا' لیکن اب نیپال کے کشتریہ یا عسکری طبقہ کا ایک فخر مند لقب ہے۔ چنانچہ ان عسکری قبائل کی متعدد بیشتوں کے بے قاعدہ نام رکھنے کے اصول کی کنجی بھی الوہی سلسلے کی بے قاعدگی میں تلاش کرنی چاہئے۔ اور حتیٰ کہ آج بھی ہندوازم کے بڑھتے ہوئے غلبے اور دفترِاعلیٰ میں روایت کو ختم کرنے کے لئے برہمنوں کی کوششوں کے باوجود "خاص" ہنوز اس بات پر مصر ہیں کہ ان کی عورتوں اور الوہی سلسلے کے مردوں کے درمیان

لین دین کی پیداوار (چونکہ شادی سوال سے بالاتر ہو چکی ہے) کو کشتریہ رتبہ' مقدس دھاگا پہننے اور آبائی لقب استعمال کرنے دینا چاہئے۔ سو دوبارہ جب میدانوں سے آنے والے راجپوت مہاجرین نے قدیمی نسل کی عورتوں کو رکھیل بنایا (پہاڑی لوگوں کے درمیان داشتہ گیری قانون اور موروثیت کے تمام تر تقاضوں میں شادی جیسی ہی ہے) انہیں اجازت دی گئی کہ وہ اس طرح پیدا ہونے والے اپنے بچوں کو صرف آبائی لقب دیں' کشتریہ کا رتبہ نہیں۔ لیکن ان کے بچوں نے دو پشتوں تک "خاص" میں شادی کی تو وہ دوبارہ خالص "خاص" بن گئے یا مراعات اور حیثیت کے اعتبار سے حقیقی کشتریہ' جو اگرچہ اب محض نام کا ہی رہ گیا ہے۔ وہ کشتریہ نہیں خاص تھے' لیکن پھر بھی وہ ہندوؤں کی عسکری ترتیب کے پر غرور لقب کے حامل تھے' اور اپنی سرزمین پیدائش میں وہ استحقاق رکھتے تھے جو ہندوستان میں کشتریہ جنم لینے پر حاصل ہوتا ہے۔"

ہمارے پہاڑی کینتوں کی کوئی بھی تفصیل یہ دکھاتی ہے کہ پنجاب کے ہمالیہ میں بھی کچھ ایسی ہی صورتحال ہے' تاہم لازمی طور پر کہیں کم شدت کے ساتھ کیونکہ یہاں قدیمی باشندوں کی نسبت آریائی زیادہ نمایاں تھے' اور پہاڑی راجپوتوں اور مزید برآں ٹھاکروں و راٹھیوں کا اپنے اپنے عنوان کے تحت ذکر یہ دکھائے گا کہ کس طرح (اگر تورانی کو نیپال میں کشتریہ کے رتبہ میں نہیں لیا جاتا) آریائی نسلوں کے درمیان کوئی خط تفریق کھینچنا کسی بھی طرح ناممکن ہے ---- ایک ایسا خط تفریق جس سے اوپر سب راجپوت ہوں اور نیچے سب غیر راجپوت۔ کانگڑہ کی ایک کہاوت ہے ---- "ایک گھرتھنی بھی ساتویں پشت میں ملکہ بن جاتی ہے۔"

پنجاب کے راجپوت عمدہ اور جری مرد ہیں اور شاید کسی بھی دوسری غیرخدمتگار ذات کی نسبت کہیں زیادہ نمویافتہ جاگیردارانہ جبلت اپنائے ہوئے ہیں' اور قبائلی سردار غیر معمولی حاکمیت رکھتے ہیں۔ گاؤں کی اراضی میں اپنی برادرانہ جائیداد کے استحکام میں بہت پکے اور شاذ و نادر ہی کسی اجنبی کو اس میں حصہ دار بناتے ہیں۔ خون پر فخر کرنا راجپوت پن کا

بنیادی عنصر ہے۔ وہ کاہل اور غریب کاشتکار و زراعتی پیشوں پر گلہ بانی کو ترجیح دیتے ہیں۔ وہ ہر قسم کی جسمانی مشقت کو حقیر و معیوب اور ہل جوتنے کو گھٹیا کام سمجھتے ہیں۔ راجپوتوں کا صرف غریب ترین طبقہ ہی خود ہل چلاتا ہے۔ پنجاب کے میدانوں کے بیشتر علاقوں میں راجپوت اپنے آبائی پیشے میں مویشی چور ہیں۔ لیکن وہ یہ کام عزت دارانہ انداز میں کرتے ہیں' اور یقیناً راجپوت چوروں میں ایک قدر و منزلت ہے۔

پنجاب کے راجپوت قبائل:

وسیع مفہوم میں پنجاب کے راجپوت کو چار گروپوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے' جن پر میں باری باری بات کروں گا۔ سب سے پہلے دہلی کے علاقہ اور وادی جمنا کے راجپوت آتے ہیں' جو زیادہ تر دو بڑے قبائل چوہان اور تنوار سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان دو قبیلوں نے دہلی کو اس کی دو نہایت مشہور بادشاہتیں فراہم کیں۔ اس کے بعد مغربی میدانوں کی دریائی وادیوں کے راجپوت آتے ہیں۔ ان میں سے بیشتر بمشکل ہی جٹوں سے مختلف ہیں یا بالکل بھی فرق نہیں رکھتے اور زیادہ تر کا تعلق جیسلمر کے بھٹی اور اپنے پیشرو پنواروں سے ہے۔ تیسرا گروپ مغربی پہاڑیوں کے راجپوت ہیں۔ اس میں خطہ کوہستان نمک بھی شامل ہے جو جنجوعہ اور ملے جلے راجپوتوں جیسے جلیل رتبے کے حامل غالب قبائل (جموں کی پہاڑیوں کے) اور کشمیر کی یادو جنسی (بھٹی) سلطنت اور پنجاب لوک ریت کے نہایت مشہور و معروف داستانی ہیرو راجہ رسالو کی نسلوں پر مشتمل ہے' یا بدیہی طور پر پنوار ماخذ رکھنے والے قبائل کے ایسے گروہ پر جو اب جہلم کے دونوں کناروں پر آباد ہیں۔ سب سے آخر میں ہمارے پاس کانگڑہ پہاڑیوں کے راجپوت ہیں' جن میں مثال کے طور پر کٹوچ اتنے قدیم ہیں کہ ان کا ماخذ اور موجودہ مسکن تک بعثت دور ماضی میں کھو چکے ہیں۔ زیریں پہاڑیوں کے راجپوت پنجاب کے کوہ ہمالیہ کے کنارے پر ہیں۔ میں نے ٹھاکر اور راٹھی کو بھی راجپوتوں کے ساتھ لیا ہے کیونکہ یہ کوئی علیحدہ ذاتیں ہونے کی بجائے راجپوتوں ہی کے کمتر درجے ہیں اور راوت جس حیثیت کے بارے میں بات کرنا اور بھی مشکل ہے۔ آپ کو محسوس ہوا ہو گا کہ میں نے سکھ خطے' وسطی اضلاع اور مشرقی میدانوں کی پھولکیاں ریاستوں کے راجپوتوں کا ذکر نہیں کیا۔ دراصل وہ معدودے چند ہیں' اور وہ بھی غیراہم۔ نہ ہی میں نے سرحدی

اضلاع کے راجپوتوں کا ذکر کیا' کیونکہ یہاں بھی وہ تعداد اور اہمیت کے اعتبار سے غیراہم ہیں۔ سکھ' پٹھان اور بلوچ کے مقابلے میں وہ ندارد کیوں ہیں۔ اس کی وجہ میں پیچھے بیان کر چکا ہوں۔ جدول نمبر 8 میں راجپوتوں اور ان سے وابستہ ذاتوں کی تقسیم دکھائی گئی ہے۔ پہاڑی ریاستوں میں انتہائی کم تعداد حیرت انگیز ہے۔ وہاں پر صرف حکمران خاندان ہی راجپوت ہیں' کاشت کاروں کا انبوہ کثیر کنیتوں اور گھرتھوں پر مشتمل ہے۔ (اگر واقعی انہیں راٹھیوں اور راوتوں سے الگ کیا جا سکتا ہو)۔ دہلی ڈویژن اور روہتک میں جٹ نے وسیع پیمانے پر راجپوت کی جگہ لے لی ہے' لیکن وہاں کے راجپوت ہر لحاظ سے راجپوت ہیں۔ ملتان ڈویژن میں ایک کافی بڑی تعداد نے خود کو راجپوت لکھوایا۔ لیکن میں یہ بتا چکا ہوں کہ ان کے بہت بڑے حصے کو جٹ شمار کرنا ہی مناسب ہوگا' بشرطیکہ ان دونوں کے درمیان واقعی تمیز کی جا سکتی ہو۔

راجپوتوں کے اعداد و شمار:

قبائل کی تعدادیں ان کے متعلقہ گروپوں کے ضمن میں دی جائیں گی۔ وہ اکثر و بیشتر غیر صحیح ہیں۔ کچھ تو اس وجہ سے کہ ایک راجپوت کی تعریف متعین کرنا بہت مشکل ہے۔ لیکن زیادہ اس وجہ سے کہ راجپوت چند بڑے بڑے قبائل یا شاہی نسلوں میں تقسیم ہیں۔ جیساکہ انہیں عام طور پر راجپوت کے "کل" کہا جاتا ہے۔ ان میں سے ہر ایک قبیلے کی بے شمار قبیلچے یا گوتیں ہیں۔ تقریباً ہر راجپوت درست یا غلط طور پر عظیم کلوں میں سے کسی ایک کا حوالہ ضرور دے گا' اور اس کے ساتھ ساتھ مقامی قبیلچے کا بھی ذکر کرے گا جس سے اس کے تعلق پر کوئی شبہ نہیں۔ لہٰذا ہمارے پاس ایک ہی قبیلچے اور ایک ہی مورث اعلیٰ کی نسلوں کے ارکان ہیں جنہوں نے خود کو مختلف قبائل سے متعلق بتایا' جبکہ لوگوں کا ایک انبوہ کثیر جدولوں میں دوہری مرتبہ دکھا دیا گیا: پہلے ان کے قبیلے یا "کل" کے تحت' اور پھر قبیلچے یا گوت میں۔

اس بات کا خیال رکھنا ضروری ہے کہ آگے کے صفحات پر جدولوں میں دیے گئے راجپوت قبائل کی جو تعدادیں جٹ کے زیرعنوان دکھائی گئی ہیں' وہ ایسے لوگوں کی ہیں جنہوں نے اپنی "ذات" جٹ اور "قبیلہ" بھٹی' چوہان وغیرہ بتایا۔ متعدد معاملات میں

موخرالذکر اندراج محض روایتی ماخذ پیش کرتا ہے' بجائے اس کے واقعی خود بھی سوالیہ انداز میں دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ اس لمحہ بھٹی ہیں یا چوہان۔ کئی صورتوں میں انہوں نے اپنا جٹ قبیلہ بھی بتایا۔ جدول نمبر15 راجپوت کے تحت اندراج کے اعداد و شمار یہ دکھاتے ہیں کہ یہ کس قدر وسیع پیمانے پر شمار کیا گیا۔

مشرقی میدانوں کے راجپوت:

جن قبائل پر میں سب سے پہلے بات کروں گا وہ دو گروپوں میں تقسیم ہیں۔ آخری چار کے علاوہ باقی سب ایک طرح سے دہلی علاقہ تک ہی محدود ہیں' کم از کم راجپوت خاص جیسے۔ انہیں شمال سے نیچے جنوب میں وادی جمنا کی طرف ترتیب دیا گیا ہے' اور پھر روہتک اور حصار میں سے ہوکر مغرب کی طرف۔ آخری چار پٹیالہ' فیروز پور اور گوجرانوالہ میں سلسلہ وار چلتے ہیں اور مغربی میدانوں کے راجپوتوں کو مشرقی میدانوں کے راجپوتوں سے ملاتے ہیں۔ پہلا گروپ راجپوتوں کے بڑے بڑے شاہی خاندانوں کے ساتھ سب سے زیادہ تعلق رکھتا ہے جو دہلی کے علاقہ میں آباد ہیں اور اصولی طور پر اپنے پرانے قبائلی رتبے پر مقامی نام کو فوقیت دیتے ہیں۔ پنجاب کے مغرب میں بھی اکثر و بیشتر ایسا ہی دیکھنے میں آیا۔ ان کی ایک بڑی اکثریت دہلی کی تنوار اور چوہان سلاطین کی اولادیں ہیں۔ ان کی مقامی شاخیں کافی واضح ہیں۔ تنوار پہلے گروپ کے شمال مغرب میں آباد ہیں اور وسطی میدانوں کے جٹ قبائل کو دہلی کے راجپوتوں سے جدا کرتے ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ ان کا یہ سلسلہ حصار سرحد میں گھگر پر چوہان آبادی منقطع کرتی ہے۔ ان کے بعد آتے ہیں کورو کشیر کے چوہان' پنڈیر' منداہار اور پھر دہلی وگڑ گاؤں کے راوت' گوروا' بار گوجر اور جادو / یادو' اور ان کے بعد خود حصار کے تنوار اور باگڑی۔ روہتک کی پنوار آبادی کے بارے میں بات چیت مغربی میدانوں کے راجپوتوں کے ساتھ کی جائے گی۔ آگے جدول نمبر16 میں دکھائے گئے جٹ اگر کلی طور پر نہیں تو کافی حد تک اصلی جٹ ہیں۔ انہوں نے ایک حقیقی جٹ قبیلہ کا اندراج کرایا اور انہیں جٹوں کے اسی قبیلہ میں دکھایا گیا ہے' لیکن انہوں نے راجپوت قبیلہ بھی درج کرایا جس سے وہ اپنی نسل ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ لہٰذا انہیں اس ضمن میں بھی لیا گیا ہے۔ ان علاقوں کا راجپوت حقیقی راجپوت ہے۔ اپنے آبائی سلاطین کے

جدول نمبر15 - جٹ اور راجپوت دونوں کے طور پر اندراج کردہ قبائل

قبائل	برطانوی علاقہ		مقامی ریاستیں	
	جٹ	راجپوت	جٹ	راجپوت
باگڑی	3519	11141	2251	908
بھکرال	4863	5144	13	3378
بھنیوال	9411	43	1967	-
بھٹی	94665	204569	1193	38262
بھٹہ	20431	4891	2108	194
چدھڑ	26387	16435	17	1311
چوہان	27109	145195	3550	18831
دھنیال	10026	4388	-	-
ڈھونڈی	12315	7040	1087	113
گوندل	47276	43220	325	10
جنجوعہ	8419	38552	15	11
جوئیہ	12338	25301	-	5262
کھرل	18582	11242	237	2042

کھوکھر	3367	12724	254	608
	42110	45731	221	649
لنگاہ	9083	2348	59	1
مل	6598	118	1032	721
منداہار	1827	14693	5312	2637
منہاس	6570	49424	15	218
مغل	2654	26309	1	2676
میکن	3157	5968	-	-
پنوار	16959	53151	887	7853
رانجھا	10903	7490	53	-
راٹھی	13573	30	440	-
راوت	5046	2809	83	113
سیال	17093	76957	273	256
سومرہ	12558	218	-	2101
تنوار	12638	35919	1	3299
تارڑ	18925	4228	19	-
ورک	35527	7118	889	-
وٹو	2963	17484	244	3704

دارالخلافہ دہلی کے سائے میں رہتے ہوئے وہ اپنی ذات کی روایات سے چمٹا ہوا ہے۔ وہ وسیع پیمانے پر کاشتکاری کرتا ہے' کیونکہ اس کے لئے شاید ہی کوئی اور پیشہ رہ گیا ہے۔ لیکن وہ بہت خراب کاشتکار ہے' کیونکہ اس کی عورتیں کم و بیش سختی کے ساتھ خانہ نشین ہیں اور کھیتوں میں ہرگز کام نہیں کرتیں۔ جبکہ وہ واقعی خود بھی ہل جوتنے کو حقارت آمیز خیال کرتا ہے۔ اگر ممکن ہو سکے تو وہ اس کام کے لئے ضرور کوئی آدمی کرائے پر ملازم رکھ لے گا۔ وہ بہت بڑا مویشی چروانے اور اتنا ہی بڑا مویشی چرانے والا بھی ہے۔ اس کے قبیلوی احساسات مضبوط ہیں اور گاؤں کے سردار یا گاؤں کا مقامی گروپ بڑا بارسوخ ہے۔ وہ مغرور' کاہل اور کبھی کبھار شورش پسند بھی ہے' لیکن اس میں ہمیں شائستگی اجڈ جٹ سے زیادہ ملتی ہے۔ جدول نمبر16 میں ان قبائل کی تقسیم ملاحظہ کریں۔

مشرقی میدانوں کے راجپوت قبائل:

تنوار (نمبر1)

اگرچہ تنوار جادو بنسی کی ایک ذیلی شاخ ہیں لیکن انہیں بالعموم راجپوتوں کے 36 شاہی قبیلوں میں سے ایک مانا جاتا ہے۔ اس نے ہندوستان کو بعد کی ہندو تاریخ نگاری کا چراغ راہ وکرمادتیہ کی سلطنت دی اور دہلی کو اس کے آخری انڈین حکمرانوں کے ساتھ' آخری تنوار راجہ اننگ پال' چوہان پوتے پرتھی راج کے حق میں دستبردار ہوکر' جس دور میں مسلمانوں نے شمال مغربی انڈیا فتح کیا۔ ایک پرانے اننگ پال تنوار نے 792ء میں قدیم اندراپت کے ملبے پر دہلی شہر کی بنیاد رکھی اور اس کے سلاطین ساڑھے تین سو سال تک حکومت کرتے رہے۔ درحقیقت خود دہلی کے اندر بھی ان کی تعداد توقع سے کم ہے' لیکن انبالہ' حصار اور سرسا میں کافی تعداد ہے۔ مشہور و معروف ہونے کی وجہ سے مختلف قبائل کے بہت سے راجپوتوں نے تنوار کے ساتھ کوئی حقیقی قرابت داری نہ ہونے کے باوجود خود کو یہی بتایا۔ بعینہ کرنال میں 1200 افراد نے خود کو تنوار راجپوت بتایا' جوکہ غالباً چوہان ہیں۔ اسی طرح راولپنڈی میں 1939 افراد کو بھی تنوار دکھایا گیا ہے۔ تاہم یہاں پر گڑبڑ زیادہ قابل درگزر ہے' کیونکہ اگر جدید استعمال سے نہیں تو ماخذ سے اس کی توجیہ ہو جاتی ہے۔ یقیناً ہر

معاملہ میں اعداد و شمار دوہری مرتبہ دکھا دیئے گئے۔ تنوار جٹوں کے لئے دی گئی تعداد سے شاید روایتی ماخذ سے زیادہ کچھ بھی پیش نہیں ہوتا۔ نصف تعداد گڑ گاؤں میں ہے' جہاں تنوار راجپوتوں کی خاصی بڑی آبادی ہے۔

مشرقی پنجاب کے بہت بڑے راجپوت قبائل میں سے تنوار بھی ایک ہیں۔ کہتے ہیں کہ جب انہیں دہلی سے بیدخل کیا گیا تو وہ کرنال میں پونڈڑی کے مقام پر آباد ہوئے' یعنی انبالہ حد پر۔ یہ علاقہ کبھی پنڈیر کا مرکز تھا۔ بعدازاں وہ مشرق و مغرب میں دونوں جانب سرایت کرگئے۔ اب وہ ہریانہ یا ضلع حصار کے بہت بڑے علاقہ میں رہتے ہیں اور کرنال کے پار اور پٹیالہ کے جنوب میں ضلع انبالہ کے مغرب تک پہنچے ہوئے ہیں۔ یوں چوہان اور ان کے مشرق میں جمنا اضلاع پر آباد دیگر راجپوتوں کو مالوہ کے جٹ قبائل سے جدا کرتے ہیں' جو ان کے مغرب میں واقع ہیں۔ تاہم' زیریں گھگر پر ضلع حصار اور پٹیالہ میں ان کے شمال مغرب کو ایک چوہان آبادی ہے۔ ہریانہ کا جاتو ایک تنوار قبیلہ ہیں۔

چوہان (نمبر2)

چوہان اگنی کولا راجپوتوں اور 36 شاہی خاندانوں میں سے بھی ایک ہیں۔ کرنل ٹاڈ انہیں ساری راجپوت نسل میں سب سے زیادہ شجیع و بہادر قرار دیتے ہیں۔ ہندوستان کے آخری ہندو حکمران کا تعلق بھی انہی سے تھا۔ ان کی مسند حاکمیت دہلی جانے سے پہلے جے پور میں اجمیر' اور سانبھر ان کا آبائی گھر معلوم ہوتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ دہلی سے انخلاء کے بعد انہوں نے سمبھال سے جمنا پار کیا اور مراد آباد میں چلے گئے' جہاں کرنال اور انبالہ کے ناردک کے چوہانوں کے ماہرین انساب اور گویے اب بھی رہتے ہیں۔ یہ خطہ قدیم کورو کشیتر یا کوروؤں اور پانڈوؤں کا میدان جنگ تھا۔ اس کے معتدبہ حصے پر اب بھی راجپوتوں کا تسلط ہے۔ مغرب میں تنوار ہیں' جو خود بھی پانڈوؤں کی اولادیں ہیں۔ لیکن زیادہ تر حصہ چوہان کے پاس ہے۔ ان کا مرکزی گاؤں کرنال میں جونڈلا ہے۔ چوہان اس کے علاوہ انبالہ اور کرنال میں تنوار کے عین مشرق کی طرف والے علاقہ اور پٹیالہ' نابھہ اور جنڈ کے ملحقہ حصوں پر متمکن ہیں۔ اس سارے علاقہ میں پنڈیر راجپوت آباد تھے۔ یہاں تک کہ کوئی 20 پشتیں پہلے رانا ہر رائے کی زیرقیادت چوہان نے سمبھال سے چڑھائی کی اور پنڈیر کو جمنا

کے اس پار دھکیل دیا۔ یہ غالباً بہلول لودھی کے دور کی بات ہے۔ ہمارے اعداد و شمار کی روشنی میں چوہان دہلی و حصار ڈویژن کے بقیہ اضلاع و گوجرانوالہ' فیروزپور' راولپنڈی اور شاہ پور میں کافی تعداد کے ساتھ نظر آتے ہیں۔ لیکن راجپوت شاہی سلسلوں میں چوہان غالباً مشہور ترین ہیں۔ اور ان سب نے خود کو چوہان ہی بتایا جن کا اپنا کوئی لقب نہ تھا۔ کرنال میں 1520 پنڈیر' 850 پنوار' 1200 تنوار' 6300 منداہار اور کوئی 900 دیگر قبائل نے بھی خود کو چوہان بتایا۔ شاہ پور میں 6700 افراد کا اندراج بطور گوندل چوہان کیا گیا' اور یہ اس ضلع کے نام نہاد چوہانوں میں شامل کئے گئے۔ جاٹ چوہان بھی غالباً ملزوم چوہان نسل کے جٹ قبیلے ہیں۔ چنانچہ جٹوں میں گوجرانوالہ میں 2200 چیمہ اور دیگر جٹ قبائل کے قریباً ایک ہزار افراد نے' فیروزپور میں 600 جوئیہ' 200 سدھو نے اور جہلم میں 2000 اور گوجرات میں 650 گوندل نے بھی خود کو چوہان بتایا۔ چھوٹی موٹی دیگر مثالیں بھی ہیں۔ یہ ساری تعداد دو مرتبہ شمار ہوگئی ہے۔ پنجاب میں کافی تعداد رکھنے والے کھچی اور وڑائچ چوہان قبیلے ہیں اور کہیں کہیں انہوں نے شاید خود کو صرف چوہان ہی بتایا ہے۔ ضلع دہلی کے چوہان نے بیوہ کی شادی کرنا شروع کر دی ہے اور ان کے ساتھ اب انہیں راجپوت نہیں مانتے۔ البتہ گڑگاؤں کے چوہان نے اپنی ممتاز حیثیت برقرار رکھی اور ان کا تعلق نیمرانا خاندان سے ہے' ایک چھوٹی سی ریاست جو اب الور کے ماتحت ہے۔

منداہار (نمبر3)

منداہار تقریباً کرنال کے ناردک انبالہ اور پٹیالہ کے نواحی حصے تک ہی محدود ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ وہ ایودھیا سے جنڈ آئے' چنڈیل اور برا راجپوتوں کو بیدخل کیا' جو شوالکوں اور اس پار گھگر کے خطوں میں بالترتیب آباد تھے۔ تب انہوں نے پٹیالہ میں کیلائیت کے مقام پر اپنا مرکز متعین کیا اور جنڈ میں سفید ون اور کرنال میں اسندھ چھوٹے مرکز بنائے۔ وہ کم و بیش اس خطہ کے تنوار اور راجپوت کے درمیان آباد ہیں۔ لیکن حال ہی میں چوہان کے نیچے جمنا کے کنارے (ضلع کرنال میں) پر پھیل گئے ہیں' اور ان کا مقامی مرکز گھرونده ہے۔ وہ ان علاقوں میں چوہان کی بعثت سے پہلے کے آباد تھے۔ فیروز شاہ نے پٹیالہ میں سمانا کے مقام پر انہیں سبق سکھلایا۔ منداہار' قندھار' بارگوجر' شنکروال اور ہنیہار راجپوتوں کو رام

چندر کے بیٹے لاوا کی نسل سے بتایا جاتا ہے' لہٰذا یہ سوریہ بنسی راجپوت ہوئے۔ کم از کم کرنال میں وہ باہمی شادی نہیں کرتے۔ چند ایک منداہار جمنا کے مشرق کی طرف شرن پور میں پائے گئے' لیکن قبیلہ بہت زیادہ مقامی نظر آتا ہے۔

پنڈیر (نمبر4)

پنڈیر کا تعلق دہیما (Dahima) شاہی نسل سے لگتا ہے' جس کے بارے میں ٹاڈ کہتے ہیں ---- "سات سو سال اس قبیلے کی تمام یادیں اپنے ساتھ بہا لے گئے ہیں جو کبھی گویوں کے گیتوں کا نہایت مایہ ناز موضوع ہوا کرتا تھا۔ وہ دہلی کے چوہانوں کے انتہائی طاقتور منصبدار تھے۔ اور پرتھی راج کی سرکردگی میں پنڈیر نے لاہور سرحد کی قیادت سنبھالی۔ پنجاب کے پنڈیر کا اصل مرکزی مقام کرنال اور انبالہ کا تھانیسر اور کرو کشیتر تھا' جن کے مقامی صدر مقامات پونڈری' رمبا' ہابڑی اور پونڈرک تھے۔ لیکن رانا ہر رائے کی قیادت میں چوہان نے انہیں بیدخل کردیا' اور زیادہ تر حصہ جمنا سے پرے کو فرار ہوگیا۔ لیکن وہ اب بھی کرنال کے اندری پرگنہ اور انبالہ کے ملحق حصوں میں ملتے ہیں۔

راوت (نمبر5)

راوت کا اندراج ایک راجپوت قبیلے' ایک جٹ قبیلے اور ایک علیحدہ قبیلے کے طور پر تین طرح سے کروایا گیا۔ جدول نمبر 16 میں میں نے ان تینوں کی تعداد ساتھ ساتھ دکھائی ہے۔ راوت دامن کوہ اضلاع میں اور نیچے کی طرف وادی جمنا کی ساری طوالنی کے ساتھ پائے گئے۔ دامن کوہ میں دراصل وہ اسی حیثیت کے حامل نظر آتے ہیں جو راٹھی یا حتی کہ کنیت کو بالائی پہاڑی سلسلوں میں حاصل ہے۔ وہ چنڈیل راجپوتوں کا ایک تسلیم شدہ قبیلہ ہیں' لیکن ایسے قبیلوں میں پست تر ہیں جنہیں راجپوت نسل سے مانا اور دیگر تمام راجپوتوں کے ساتھ میل جول میں واضح طور پر شامل کیا جاتا ہے۔ جبکہ کسی بھی صورت میں کوئی راٹھی راوت عورت سے شادی نہیں کرتا۔ وہ بیواؤں کی شادی کر دیتے ہیں۔ میرے خیال میں اس پر خفیف سا ہی شبہ کیا جا سکتا ہے کہ چنڈیل قدیمی نسل کے باشندے ہیں' اور غالباً پہاڑیوں کے چنڈال ہی ہیں جن کا ہم نے بہت ذکر سنا ہے۔ یہ بھی بعید از ممکنات نہیں کہ جہاں پر یہ لوگ شکست کھا گئے وہاں پر چھنال بن گئے' اور جہاں سیاسی قوت حاصل

جدول نمبر16 - مشرقی میدانوں کے راجپوت قبائل

	1		2		3		4
	تنوار		چوہان		منڈہار		پنڈیر
	راجپوت	جٹ	راجپوت	جٹ	راجپوت	جٹ	
دہلی	1038	141	3658	257	38		19
گڑگاؤں	1754	5933	9287	1580	138	-	25
کرنال	3076	39	31642	635	10743	-	1753
حصار	6102	219	6910	677	243	-	1
روہتک	1644	205	5884	121	253	-	50
سرسا	4042	53	4120	241	19	-	10
انبالہ	9867	-	43555	275	2270	1570	2196
لدھیانہ	527	56	1835	616	101	158	3
جالندھر	928	176	1515	282	-	-	-
ہوشیارپور	170	-	2402	75	-	-	53
کانگڑہ	338	-	1136	12	-	-	173
امرتسر	426	30	670	768	-	-	-
گورداسپور	477	50	1632	254	116		-
سیالکوٹ	217	1324	479	1524	-	89	-
لاہور	707	201	2239	946	-	-	-
گوجرانوالہ	149	724	4834	7604	-	-	-
فیروزپور	1223	2763	4785	1495	457	10	-

راولپنڈی	2187	62	3629	1037	60	.	.
جہلم	240	246	1594	1989	229	.	.
گجرات	56	203	88	1866	10	.	.
شاہ پور	96	51	8042	172	16	.	.
ملتان	31	3	2134	505	.	.	8
جھنگ	157	27	226	165	.	.	.
منٹگمری	439	41	1355	1792	.	.	.
مظفر گڑھ	1	27	222	1163	.	.	.
برطانوی علاقہ	35919	12638	145195	27109	14693	1827	4296
پٹیالہ	1221	.	5975	2902	2053	3438	42
نابھا	821	.	2963	480	68	216	5
کپور تھلہ	23	.	467	5	.	162	.
جند	356	.	1248	56	469	209	.
فرید کوٹ	108	.	398	25	3	45	.
ملیر کوٹلہ	208	.	570	8	6	1180	5
کالسیہ	49	.	996	20	36	59	84
کل مشرقی میدان	2907	1	14843	3504	2635	5311	136
بہاولپور	.	.	2439	2	.	.	.
کل پہاڑی ریاستیں	392	.	1549	44	2	1	469
برطانوی علاقہ	35919	12638	145195	27109	14693	1827	4296
مقامی ریاستیں	3299	1	18831	3550	2637	5312	605
صوبہ	29218	12639	164026	30659	17330	7139	4901

	5			6	7	8	9
	رائوت			گورو	بارگوجر	جادو	جاتو
	راجپوت	جٹ	ریوات				
دہلی	1323	2669	-	4912	176	1505	175
گڑگاؤں	15	2214	-	-	1261		
کرنال	8	45	1025	-	102		
حصار	10	51	-	19	317	-	4074
روہتک	-	44	-	-	350	75	2289
سرسا	13	-	-	4	57	2	73
انبالہ	-	23	4402	2	222	36	295
لدھیانہ	-	-	1807	48	-	97	5
جالندھر	-	-	2438	5	-	141	-
ہوشیارپور	495	-	275	-	-	223	-
کانگڑہ	667	-	1	236	-	-	-
امرتسر	-	-	-	68	-	-	-
گورداسپور	-	-	-	-	-	-	-
سیالکوٹ	-	-	-	50	-	-	-
لاہور	-	-	-	6	-	-	4
گوجرانوالہ	-	-	-	150	-	1	-
فیروزپور	274	-	32	40	13	-	-

←

راولپنڈی	.	.	.	97	.	3	.
جہلم	.	.	.	5	2	.	.
گجرات	.	.	.	51	.	.	.
شاہ پور	.	.	.	36	.	.	.
ملتان	1	.	.	162	.	5	2
جھنگ	.	.	.	29	.	.	.
منٹگمری	2	.	.	4	.	.	.
مظفر گڑھ	.	.	.	2	.	1	.
برطانوی علاقہ	2809	5046	9994	5983	2515	2188	8957
پٹیالہ	.	83	3242	204	118	2296	199
نابھا	41	.	266	49	46	24	561
کپور تھلہ	24	.	609	3	.	.	2
جنڈ	2	.	302	.	16	1	656
فرید کوٹ	.	.	23	.	.	1	2
ملیر کوٹلہ	.	.	1890	.	.	.	7
کالسیہ	.	.	701	25	18	.	8
کل مشرقی میدان	67	83	7033	281	198	2348	1946
بہاولپور	.	.	.	.	.	.	.
کل پہاڑی ریاستیں	46	.	173	2	.	97	.
برطانوی علاقہ	2809	5046	9994	5983	2515	2188	8957
مقامی ریاستیں	113	83	7206	283	198	2442	1946
صوبہ	2922	5129	17200	6266	2713	4630	10903

	10		11	12	13	14
	باگڑی					
	راجپوت	جٹ	باریا	اتیراس	نے پال	راٹھور
دہلی	32	-	4	-	-	83
گڑگاؤں	1020	-	2	-	-	81
کرنال	24	-	612	-	-	76
حصار	5645	872	493	-	1	496
روہتک	520	2	271	-	-	136
سرسا	6	32	824	-	38	374
انبالہ	-	262	1121	-	-	93
لدھیانہ	11	125	91	-	-	122
جالندھر	-	-	979	-	11	440
ہوشیارپور	-	65	1247	15	-	-
کانگڑہ	-	-	106	1	-	-
امرتسر	-	150	-	-	-	-
گورداسپور	3712	-	25	-	-	-
سیالکوٹ	-	930	-	-	-	157
لاہور	9	15	-	-	261	1580
گوجرانوالہ	3	-	-	-	6	88
فیروزپور	147	345	42	-	1354	810

راولپنڈی	.	45	26	.	118	10
جہلم	5	.	.	.	.	835
گجرات	.	246	.	.	.	1
شاہ پور	4	.	.	.	.	2
ملتان	1	19	57	.	.	37
جھنگ	.	.	.	.	.	57
منٹگمری	.	386	.	.	68	705
مظفر گڑھ	.	25	.	.	.	132
برطانوی علاقہ	11141	3519	5916	16	1858	6355
پٹیالہ	82	1494	7818	6550	.	212
نابھا	6	113	4144	.	.	31
کپور تھلہ	.	.	.	.	.	.
جند	707	22	131	.	.	175
فرید کوٹ	.	8	.	.	12	40
ملیر کوٹلہ	.	572	468	.	.	3
کالسیہ	.	31	106	.	.	.
کل مشرقی میدان	908	2250	12665	6550	12	476
بہاولپور	.	.	.	.	.	129
کل پہاڑی ریاستیں	.	1	80	.	.	66
برطانوی علاقہ	11141	3519	5916	16	1858	6355
مقامی ریاستیں	908	2251	12745	6550	12	671
صوبہ	12049	5770	18661	6566	1870	7026

کی وہاں راجپوت ہوگئے۔ راوت ممکن طور پر کینتوں کی ذیلی شاخ راؤ کے قرابت دار ہیں جنہیں راٹھیوں سے علیحدہ کرنا ایک اور مشکل کام ہے۔ چنڈیل راجپوتوں کی ایک راؤ شاخ بھی ہے۔ دہلی میں 1075 افراد نے خود کو راوت گور کے طور پر بتایا اور ہم نے انہیں گوروا میں شامل کیا۔

گوروا (نمبر6) اور گور

مجھے اس بات کا ہرگز یقین نہیں ہے کہ ان کی تعداد میں گوروا راجپوتوں کے ساتھ ساتھ کچھ گور بھی شامل نہیں، کیونکہ کاغذات میں اکثر و بیشتر یہ نام گور کے ہجوں میں لکھا پایا گیا۔ گور ان 36 شاہی خاندانوں میں سے ایک ہیں جس سے بنگال کے راجپوت بادشاہ کا تعلق تھا۔ وہ وسطی گنگا جمنا دو آب میں پائے گئے اور ایلیٹ اور شیرنگ نے ان کو باتفصیل بیان کیا ہے۔ ہمارے پاس خود کو گور بتانے والے 1790 راجپوت ہیں، زیادہ تر دہلی اور گڑ گاؤں میں، اور انہیں جدول میں نہیں دکھایا گیا۔ گوروا بالعموم ان راجپوتوں پر اطلاق پذیر نظر آتا ہے، جنھوں نے کریوا یعنی بیوہ کی شادی کرنے کی رسم اپنا کر رتبہ کھو دیا، تاہم دہلی میں وہ ایک علیحدہ قبیلے کی صورت اختیار کر گئے ہیں۔ مسٹر ماکو ناچی نے انہیں یوں بیان کیا، "بالخصوص شورش پسند اور جھگڑالو، لیکن قدوقامت میں مضبوط اور قبیلچہ در قبیلچہ صورت میں۔" جبکہ دہلی کے چوہان سے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ "ضلع کے بہترین راجپوت کاشتکار ہیں، اور دوسری صورت میں شائستہ اور مہذب ہیں۔"

بارگوجر (نمبر7)

بارگوجر کا شمار بھی 36 شاہی خاندانوں میں ہوتا ہے اور وہ گہلوٹ کو چھوڑ کر واحد ایسے افراد ہیں جو رام چندر جی کے بیٹے لاوا کی نسل ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ منداہار اور بارگوجر کے تعلق پر منداہار کے ضمن میں بات ہو چکی ہے۔ وہ بلاشبہ سورج بنسی ہیں۔ ان کا پرانا مرکز راجوڑ تھا جس کی باقیات الور کے جنوب میں اب بھی نظر آتی ہیں۔ کچواہا کے ہاتھوں بید خل ہو جانے تک وہ الور کے خاصے بڑے حصے اور جے پور کے اردگرد والے حصوں پر آباد تھے۔ اب ان کا مرکز دریائے گنگا پر انوپ شہر میں ہے، لیکن الور کی سرحد پر گڑ گاؤں میں بھی ان کی ایک آبادی موجود ہے۔ کافی حیرت انگیز طور پر بارگوجروں کا کہنا

ہے کہ وہ پندرھویں صدی کے وسط میں جالندھر سے آئے تھے۔ اور یہ بات یقینی ہے کہ وہ اپنے موجودہ مرکزی مقام سوہنا پر زیادہ عرصہ سے قابض نہیں' کیونکہ یہاں ان سے پہلے کے کمبوہوں کی عمارتیں ہنوز ملتی ہیں جو مقابلتاً" حالیہ دور کی ہیں۔ گڑ گاؤں کے لئے ہمارے اعداد و شمار حقیقت سے کافی بعد رکھتے ہیں۔

جادو (نمبر8)

جادو یا یادو بنسی چندر بنسی نسل سے ہیں' اور ٹاڈ نے انہیں "انڈیا کے تمام قبائل میں سب سے زیادہ نامور" کہا ہے۔ لیکن اس نام پر بھٹی نام غالب آگیا' جو کہ جدید دور میں ان کی اہم شاخ کا نام ہے۔ صرف 4580 افراد نے خود کو جادو بتایا' اور وہ بھی خصوصاً دہلی اور پٹیالہ کے جنوب میں۔

جاتو (نمبر9)

جاتو کو ایک تنوار تیلیچ بتایا جاتا ہے جو کبھی تقریباً سارے حصار میں آباد تھا' اور اس ضلع اور روہتک و جنڈ کے نواح میں آج بھی وہ کافی تعداد میں موجود ہیں۔ کہتے ہیں کہ دراصل ہریانہ کا تنوار تین شاخوں میں تقسیم ہوگیا تھا جن کا نام تین بھائیوں جاتو' رکھو اور ستروالا کی نسبت سے رکھا گیا اور یہ انہی کی اولادیں ہیں۔ ان میں سے جاتو کہیں زیادہ بڑا اور اہم تھا' اور کبھی بھوانی سے لے کر اگروہا تک اس کی حاکمیت ہوا کرتی تھی۔ وہ روہتک کے پنوار کے پیدائشی دشمن ہیں۔ اور آخر کار باہم کے سندھالی ان دونوں کے درمیان حد کی صورت میں متعین ہوگئے۔اور انہیں "جاتو پنوار کا دولا" یعنی جاتو پنوار سرحد کہا جاتا ہے۔ کرنال کے جاتو میں سے 500 نے خود کو چوہان بھی بتایا' اور یہاں وہ دونوں عنوانات کے تحت شامل ہیں۔

باگڑی (نمبر10)

لفظ باگڑی کا استعمال ہر اس ہندو راجپوت یا جٹ کے لئے ہوتا ہے' جو باگڑ یا سرسا اور حصار کے جنوب و مغرب میں واقع بیکانیر کی پریریز کا ہے۔ موخرالذکر ضلع میں ان کی تعداد سب سے زیادہ ہے' لیکن جٹ عنوان کے تحت سیالکوٹ اور پٹیالہ میں بھی ان کی کچھ تعداد

ہے۔ گورداسپور کے باگڑی سلہریہ ہیں' جنہوں نے اپنا قبیلہ بطور باگڑ یا بھاگڑ بتایا' اور غالباً حصار اور نواح کے باگڑی سے اس کا کوئی تعلق واسطہ نہیں ہے۔ یا ہو سکتا ہے کہ اس لفظ کو ناگری کی بجائے غلط طور پر باگڑی پڑھ لیا گیا۔ ناگری کا دعویٰ ہے کہ وہ علاؤالدین غوری کے دور میں دہلی سے ہجرت کرکے آنے والے چوہان راجپوت ہیں' اور ضلع سیالکوٹ میں ان کے 17 گاؤں ہیں۔ یہ موخرالذکر یقینی طور پر جٹ ہے' نہ کہ راجپوت۔ باگڑی راجپوت غالباً" بھٹی ہیں' یا ممکن طور پر راٹھور۔ گوداڑا یا پونیہ جاٹ قبائل ہونگے جن کی تعداد باگڑ میں سب سے زیادہ ہے۔

رانگڑ:

رانگڑ کچھ تحقیر رکھنے والی ایسی اصطلاح ہے جو مشرقی و جنوبی اضلاع میں ہر مسلمان راجپوت کے لئے استعمال کی جاتی ہے۔ میں نے یہاں اس کا ذکر صرف اس لئے کیا کیونکہ غلط طور پر ہی سہی لیکن عموماً" رانگڑ کو راجپوت قبیلہ سمجھا جاتا ہے۔ تاہم' مجھے مطلع کیا گیا ہے کہ فیروزپور اور گورداسپور میں ایسی چھوٹی چھوٹی راجپوت آبادیاں موجود ہیں جن کی پہچان اسی نام سے ہوتی ہے۔ اور اگر واقعی ایسا ہے تو شاید انہوں نے دہلی کے علاقہ سے وہاں ہجرت کی ہو۔ اگر کوئی ہندو چوہان راجپوت کل کو مسلمان ہو جائے تو وہ خود کو چوہان راجپوت ہی کہے گا' اور دونوں مذہبوں والے پڑوسی بھی--- لیکن اس کی ہندو برادری اسے رانگڑ بھی کہے گی جس پر وہ تھوڑا سا خفا ہوتا ہے' کیونکہ یہ اس حقارت آمیز اصطلاح "چوٹی کٹ" سے کچھ کم دشنام آمیز ہے جو ایسے افراد کے لئے استعمال ہوتی ہے جو قبول اسلام کرنے پر اپنی چوٹی یا ہندو چندیا کٹوا دیتے ہیں۔ رانگڑ یا مسلمان راجپوت شوریدہ سری اور مویشی چوری کے لئے ہر ممکن بری شہرت رکھتے ہیں' اور غدر کے دوران انہوں نے کافی مشکلات پیدا کیں۔ ان سے متعلق کچھ محاورے گوجر کے ضمن میں دیئے گئے ہیں۔ ایک یہ ہے ---- "کوئی رانگڑ کسی شراب خانے یا جیل خانے' گھوڑے کی پیٹھ پر یا گہری کھائی میں ہی اچھا ہے۔" مجھے یقین ہے کہ وسطی انڈیا میں رانگڑ اصطلاح کسی بھی گنوار کے لئے استعمال ہوتی ہے۔ (10)

باریہ (نمبر11)

جالندھر کے باریہ سورج بنسی راجپوت بتائے جاتے ہیں' جو مہا بھارت کے راجہ کرن کی اولاد ہیں۔ ان کا مورث اعلیٰ مل (!) جل کاہرہ سے پٹیالہ میں کوئی 500 سال قبل آیا۔ سیالکوٹ میں ان کی تھوڑی سی تعداد ملی' لیکن انہیں راجپوتوں کی بجائے جٹوں میں شمار کیا گیا۔ ان کا کہنا ہے کہ وہ چندر بنسی راجپوت نسل ہیں۔ یہ قبیلہ عملی اعتبار سے پٹیالہ اور نابھہ تک محدود ہے اور مورث اعلیٰ مل کے نام (اگرچہ قبیلے میں مشترک ہے) سے یوں لگتا ہے جیسے وہ سرے سے راجپوت ہی نہ تھے۔ تاہم' سکھ ریاستوں میں جٹوں کے لئے کسی راجپوت نام کا دعویٰ کرنا غیر معمولی ہے۔ میرے پاس اس قبیلہ کے بارے میں مزید معلومات میسر نہیں۔ عظیم گڑھ اور غازی پور کے نواح میں باریہ راجپوت ہیں۔

اتیراس (نمبر12)

اس قبیلے کا اندراج صرف پٹیالہ سے ہوا' کسی اور مسند کتاب میں اس کا ذکر نہیں۔

نے پال (نمبر13)

نے پال بہت بڑے بھٹی قبیلے کا ایک تیلچہ ہیں۔ یہ فیروز پور سے اوپر ستلج کے کنارے پائے گئے۔ کبھی وہ نیچے وادی میں فیروزپور تک آباد تھے لیکن ڈوگروں نے انہیں اوپر کو بھگا دیا اور انہوں نے گوجروں کو بیدخل کیا۔ مسٹر برانڈرتھ ان کے بارے میں کہتے ہیں: "اپنی عادات و اطوار میں وہ ڈوگروں اور جٹوں کے ساتھ بہت حد تک ملتے جلتے اور غالباً ان دونوں سے زیادہ بڑے چور بھی ہیں۔ آہلووالیہ حکمرانوں کے دور میں وہ ایک طرح سے خودمختار نظر آتے ہیں' اور انہوں نے صرف اس وقت جنس کی صورت میں تھوڑا بہت لگان ادا کیا جب کاردار نے ان سے ایسا کروانے کے لئے کافی طاقت حاصل کر لی تھی۔ لیکن ایسا اکثر نہیں ہوا۔ ڈوگروں یا ہندوؤں کی نسبت انہوں نے اپنی ہندو اصلیت زیادہ کھوئی ہے۔ شادی بیاہ کی رشتہ بندیوں میں وہ شریعت پر عمل کرتے ہیں۔ خون کے قریبی رشتہ داروں کو بھی شادی کرنے کی اجازت ہے۔" سارے نے پال نے خود کو بھٹی بھی بتایا۔ ممکن ہے متعدد نے بھٹی بطور قبیلہ بتایا اور یوں نے پال درج نہ کرایا۔

راٹھور (نمبر14)

راٹھور کا شمار بھی 36 شاہی خاندانوں اور سورج بنسی راجپوتوں میں ہوتا ہے۔ ان کا قدیم مسکن قنوج تھا' لیکن بیکانیر و میواڑ میں ان کی زیادہ جدید سلطنتیں ملتی ہیں۔ ان کا اندراج پنجاب کے متعدد اضلاع سے ہوا' لیکن تعداد کہیں بھی زیادہ نہیں۔

مغربی میدانوں کے راجپوت:

راجپوتوں کے جس اگلے گروپ پر میں بات کروں گا وہ وسیع و عریض مغربی میدانوں کے ہیں۔ پنجاب کے اس حصہ میں راجپوتوں کی حیثیت سے متعلق میں کافی کچھ کہہ چکا ہوں۔ ان کے اور پڑوسی جٹ کے درمیان کوئی خط تفریق کھینچے کی مشکلات کا ذکر بھی ہو چکا۔ یہاں پر بڑے راجپوت قبائل بطور فاتحین دریائی وادیوں میں اوپر کی طرف پھیلے۔ روایت کے مطابق وہ جسمانی مشقت سے متنفر اور خصوصاً ہل سے ہاتھوں کو آلودہ کرنا تحقیر آمیز سمجھتے ہیں اور علاقہ میں غالب قبائل کی حیثیت میں رہتے رہے ہیں۔ وہ اپنے بڑے بڑے گلے مغرب کی وسیع و عریض چراگاہوں میں چرواتے' بہت زیادہ لڑتے جھگڑتے اور اس سے بھی زیادہ لوٹ مار کرتے ہیں۔ انہوں نے زراعت کا کام ارائیں' مہتم' کمبوہ اور ایسی ہی دیگر چھوٹی برادریوں کو سونپ رکھا ہے۔ قدیم روایت کا حافظہ باقی ہے۔ لیکن سکھ اقتدار نے (اگرچہ لڑنے کے لئے کافی مواقع مہیا کئے) ان کا اثر و رسوخ کافی حد تک تباہ کر کے رکھ دیا اور برطانوی راج کے سنگ آنے والی باقاعدگی اور عدل و مساوات نے انتہائی صاحب ثروت افراد کے علاوہ باقی سب کو اپنی توجہ زراعت کی طرف مبذول کرنے پر مجبور کیا ہے' چاہے بددلی کے ساتھ ہی۔ جدول نمبر 17 میں ان قبائل کی تقسیم دکھائی گئی ہے۔ ان کی ترتیب مقامیت کے حوالے سے دی گئی ہے۔ سب سے پہلے پنوار اور بھٹی کی شاہی نسلیں آتی ہیں جو زیریں ستلج اور راجپوتانہ کے مغربی ریگزاروں میں غیر معینہ عرصے تک آباد رہی ہیں۔ وہ بیشتر دیگر قبائل کا پدری ماخذ ہیں' تاہم وہ دریائی وادیوں میں اوپر کی طرف پنجاب کے میدانوں میں نقل مکانی کر گئے ہیں اس لئے انہوں نے مقامی قبائلی نام اپنا لئے۔ ان ناموں نے اصلی ناموں پر غلبہ پا لیا۔ چنانچہ ان تمام قبائل کے اعداد و شمار کم و بیش نامکمل ہیں۔ کچھ افراد نے مقامی قبیلہ' کچھ نے اصلی اور کچھ دیگر نے دونوں ہی لکھوائے اور ہم نے انہیں دونوں میں شمار کیا۔ ان نسلوں کے بعد وٹو' جوئیہ' کھچی اور ڈھوڈی آتے ہیں' جو

وادی ستلج میں اسی ترتیب سے آتے ہیں۔ پھر چناب و زیریں جہلم کے ہراج اور سیال آتے ہیں' اور ان کے بعد پھر اپر جہلم اور شاہ پور بار کے قبائل ---- ان آخری میں سے رانجھا' گوندل اور میکن کو غالباً ان کے پڑوسی ٹوانہ' جنجوعہ اور ان جیسے دیگر' راجپوت تسلیم نہیں کرتے ---- سب سے آخر میں وہ پانچ قبائل آتے ہیں جن کے بارے میں جٹوں کے ضمن میں غور کیا جا چکا ہے۔ ان علاقوں میں جٹ اور راجپوت کے بیان گڈمڈاہٹ (جس کا ذکر پیچھے ہو چکا) کے باعث یہ امید کرنا ممکن ہے کہ ان میں سے زیادہ تر لوگوں نے خود کو جٹ ہی بتایا ہوگا' ایسی صورتوں میں دونوں کی تعدادیں ساتھ ساتھ دی گئی ہیں۔ لیکن بھٹی اور پنوار کے معاملہ میں ایسا نہیں کہ یہ افراد جٹ نہ ہوں' کیونکہ متعدد مثالوں میں انہوں نے اپنا قبیلہ جٹ بتایا' اور اس کے ساتھ ساتھ راجپوت قبیلہ بھی' جس سے وہ اپنا ماخذ ہونے کی روایت لئے ہوئے ہیں۔

مغربی میدانوں کے راجپوت قبائل:

پنوار (نمبر1)

پنوار یا پرمرا (Parmara) کبھی تمام کے تمام اگنی کولا راجپوتوں میں نہایت اہم ہوا کرتے تھے۔ ایک قدیم کہاوت ان کے وسیع غلبے کی طرف اشارہ کرتی ہے: "دنیا پرمرا کی ہے۔" اور دریائے سندھ سے لے کر ستلج کے ساتھ ساتھ جمنا تک اور نیچے وسعت پذیر نوکوٹ مارو ستھالی ان کے زیرقبضہ مارواستھل یا خشک علاقے اور اس میں شامل 9 ڈویژنوں کا مظہر تھی۔ لیکن انہیں بیدخل ہوئے کئی سو سال بیت چکے ہیں اور 1826ء میں وہ صحرا کی صرف ایک چھوٹی سی دھات ریاست میں خودمختاری کے ساتھ آباد تھے۔ جدول سے آپ کو یہ واضح نظر آئے گا ستلج کے سارے بالائی بہاؤ اور زیریں سندھ کے ساتھ ساتھ ان کی تعداد کافی زیادہ ہے' جبکہ ڈیرہ جات میں ان سب کو اور ملتان ڈویژن میں متعدد کو جٹ دکھایا گیا ہے۔ وہ بیاس سے اوپر کی طرف جالندھر اور گورداسپور میں بھی پھیلے ہوئے ہیں۔ روہتک و حصار اور ان اضلاع کی حدود میں بھی ان کی بہت بڑی آبادی ہے۔ دراصل کبھی وہ سارے روہتک' دادڑی اور گوہانہ ملک میں آباد تھے۔ حصار کے جاتو تنوار کے ساتھ ان

جدول نمبر 17- مغربی میدانوں کے راجپوت قبائل

	1		2		3		4	
	پنوار		بھٹی		وٹو		جوئیہ	
	راجپوت	جٹ	راجپوت	جٹ	راجپوت	جٹ	راجپوت	جٹ
دہلی	566	79	5935	100	-	-	-	-
گڑگاؤں	1236	862	118	-	-	-	-	-
کرنال	1795	43	466	107	-	-	-	-
حصار	4301	362	3775	214	401	-	1533	100
روہتک	11789	329	292	14	-	-	-	-
سرسا	5571	122	7232	126	3786	24	5439	55
انبالہ	829	114	2179	649	-	-	142	-
لدھیانہ	267	10	2038	1004	-	-	-	-
جالندھر	2043	87	3027	367	-	-	-	-
ہوشیارپور	237	-	3767	43	-	-	-	-
کانگڑہ	-	-	55	-	-	-	-	-

-	-	-	-	205	10610	653	71	امرتسر
-	-	-	-	5	9749	2287	426	گرداسپور
205	-	-	-	3677	12375	117	137	سیالکوٹ
390	1284	739	86	10287	15854	311	1598	لاہور
995	10	312	5	7722	9477	538	94	گوجرانوالہ
782	4174	704	1509	590	12372	716	3587	فیروزپور
49	43	-	-	2056	30304	814	7174	راولپنڈی
-	-	7	-	6241	10430	524	648	جہلم
54	4	-	-	9926	2022	145	125	گجرات
516	2195	43	134	396	13476	71	1008	شاہ پور
473	5059	-	100	9682	14890	2563	4995	ملتان
1533	670	107	246	2874	17392	284	490	جھنگ
2165	4397	454	11190	3528	12600	726	3083	منٹگمری
1133	343	110	27	6988	2878	1561	363	مظفرگڑھ
1788	-	167	-	13767	76	1317	193	ڈیرہ اسماعیل خان
1421	8	13	-	12971	23	1919	262	ڈیرہ غازی خان
479	-	283	-	1057	780	405	4	بنوں

برطانوی علاقہ	53151	16959	204569	94665	17484	2963	25301	12338
پٹیالہ	867	864	3035	587	95	-	170	-
نابھا	3	-	676	1	1	-	38	-
کپور تھلہ	141	-	10632	-	8	-	-	-
جند	1065	-	485	-	-	-	5	-
فرید کوٹ	380	19	1282	3	46	241	346	-
کل مشرقی میدان	2836	887	16323	619	155	241	569	-
بہاولپور	4435	-	21657	569	3442	3	4684	-
کل پہاڑی ریاستیں	582	-	282	5	107	-	9	-
برطانوی علاقہ	53151	16959	204569	94665	17484	2963	25301	12338
مقامی ریاستیں	7853	887	38262	1193	3704	244	5262	-
صوبہ	61004	17846	242831	95858	21188	3207	30563	12338

	5		6		7	8	
	کمبی		ڈھوڈی			سیال	
	راجپوت	جٹ	راجپوت	جٹ	ہراج	راجپوت	جٹ
دہلی	5100	-	3	4	-	-	-
گڑگاؤں	-	-	-	145	-	5	2
کرنال	3	-	3	17	-	2	1
حصار	46	3	36	626	-	51	1
روہتک	2	2	-	162	-	6	4
سرسا	147	16	450	544	-	246	13
انبالہ	-	-	8	2	-	38	76
لدھیانہ	-	-	9	8	-	35	5
جالندھر	-	-	-	348	-	-	31
ہوشیارپور	-	-	308	-	-	-	333
کانگڑہ	-	-	-	-	-	1598	-
امرتسر	5	-	112	-	-	-	221
گرداسپور	-	-	129	-	-	5	137
سیالکوٹ	-	13	-	99	-	7	719

↓

لاہور	489	518	1063	710	.	193	1243
گوجرانوالہ	40	432	.	561	.	349	433
فیروزپور	421	36	299	264	.	367	285
راولپنڈی	.	.	489	27	.	828	141
جہلم	2	74	.	733	.	576	256
گجرات	6	.	3	1524	.	78	1091
شاہ پور	514	57	593	426	.	2408	71
ملتان	2573	54	1356	1875	3885	23037	560
جھنگ	983	483	1090	1578	345	36374	437
منٹگمری	2363	373	1507	1349	28	6684	1202
مظفر گڑھ	22	44	180	505	.	2520	2453
ڈیرہ اسماعیل خان	.	877	.	605	.	571	4648
ڈیرہ غازی خان	3	355	.	66	.	706	2563
بنوں	.	.	.	136	.	207	189
برطانوی علاقہ	12724	3337	7649	12315	4258	76957	17093
پٹیالہ	.	.	.	502	.	.	.
نابھا	.	.	.	.	.	4	.
کپور تھلہ	.	.	30	.	.	10	269

جنڈ	.	.	.	.	.	1	.
فرید کوٹ	2	.	35	89	.	91	4
کل مشرقی میدان	2	.	65	599	.	113	273
بہاولپور	606	254	48	479	.	133	.
کل پہاڑی ریاستیں	.	.	.	9	.	10	.
برطانوی علاقہ	12724	3337	7649	12315	4258	76957	17093
مقامی ریاستیں	608	254	113	1067	.	256	273
صوبہ	13332	3591	7762	13402	4258	77213	17366

	9		10		11	
	رانجھا		گوندل		میکن	
	راجپوت	جٹ	راجپوت	جٹ	راجپوت	جٹ
دہلی	.	.	2	.	.	.
گڑگاؤں	.	.	.	28	.	.
کرنال	.	.	.	6	.	.
حصار	.	.	2	1437	.	.
روہتک	.	.	2	2714	.	.
سرسا	1	.	2	3	30	.
انبالہ	.	.	.	8	.	.
لدھیانہ	.	.	.	.	.	.
جالندھر	.	.	.	24	.	.
ہوشیارپور	.	.	5301	203	.	.
کانگڑہ	.	.	17154	1661	.	.
امرتسر	.	.	82	65	.	.
گورداسپور	11	230	.	443	.	.
سیالکوٹ	.	.	11	1791	.	67

لاہور	16	53	18	859	-	101
گوجرانوالہ	102	1166	60	3953	-	12
فیروزپور	-	14	51	161	2	52
راولپنڈی	14	8	139	611	24	-
جہلم	103	1601	69	6354	30	1125
گجرات	-	6924	-	24825	-	918
شاہ پور	6789	258	19272	305	5181	160
ملتان	152	143	26	196	352	19
جھنگ	151	162	868	649	99	220
منٹگمری	115	1	100	122	62	-
مظفر گڑھ	10	168	-	155	39	119
ڈیرہ اسماعیل خان	21	161	6	388	-	65
ڈیرہ غازی خان	-	9	24	53	-	131
بنوں	-	5	13	48	149	168
برطانوی علاقہ	7490	10903	43220	47276	5963	3157
پٹیالہ	-	10	-	-	-	-
نابھا	-	-	1	2	-	-
کپور تھلہ	-	17	-	-	-	-

جنڈ	-	-	2	-	-	-
فرید کوٹ	-	22	3	46	-	-
کل مشرقی میدان	-	49	6	86	-	-
بہاولپور	-	-	-	107	-	-
کل پہاڑی ریاستیں	-	4	4	132	-	-
برطانوی علاقہ	7490	10903	43220	47276	5963	3157
مقامی ریاستیں	-	53	10	325	-	-
صوبہ	7490	10956	43230	47601	5963	3157

	12	13	14	15	16	17
	ٹوانہ	چدھڑ	ورک	بھٹہ	لنگاہ	سومرہ
دہلی	-	-	-	-	-	-
گڑگاؤں	-	-	-	-	-	-
کرنال	-	-	-	-	-	-
حصار	-	-	2	-	1	-
روہتک	8	-	-	-	-	-
سرسا	-	-	4	31	12	11
انبالہ	89	-	-	-	-	76
لدھیانہ	1	-	-	7	-	-
جالندھر	-	-	-	9	-	-
ہوشیارپور	-	-	-	691	-	-
کانگڑہ	-	-	-	-	-	-

امرتسر	9	-	-	241	91	6
گرداسپور	-	-	-	-	636	-
سیالکوٹ	-	-	-	98	1	-
لاہور	6	4	2	159	19	-
گوجرانوالہ	-	333	6871	-	-	-
فیروزپور	12	-	32	57	-	-
راولپنڈی	1	-	-	-	164	-
جہلم	8	131	-	11	284	-
گجرات	-	-	-	-	2	-
شاہ پور	3202	1877	66	162	20	-
ملتان	45	638	28	169	96	88
جھنگ	18	13390	64	3231	41	1
منٹگمری	23	61	79	20	174	5
مظفرگڑھ	-	-	-	3	1	5
ڈیرہ اسماعیل خان	-	-	-	-	4	2
ڈیرہ غازی خان	-	-	-	-	-	-
بنوں	37	1	-	-	-	-
برطانوی علاقہ	3598	16435	7118	4891	2343	218

↓

	1	2	3	4	5	6
پٹیالہ	2	.	.	194	.	1564
نابھا	.	.	.	.	.	199
کپورتھلہ	.	.	.	.	.	.
جند	.	.	.	.	.	23
فرید کوٹ	.	.	.	.	1	301
کل مشرقی میدان	9	.	.	194	1	2101
بہاولپور	.	1311	.	.	.	.
کل پہاڑی ریاستیں	.	.	.	.	.	.
برطانوی علاقہ	3598	16435	7118	4891	2343	218
مقامی ریاستیں	9	1311	.	194	1	2101
صوبہ	3607	17746	7118	5085	2349	2319

کی چپقلش کی بابت جاتو کی ضمن میں بات کی گئی ہے۔

بھٹی (نمبر2)

راجپوتانہ کے لفظ بھاٹی کی پنجابی شکل بھٹی قدیم جادو بنسی راجپوت شاہی خاندان کے بہت بڑے موجود نمائندوں کا نام ہے جو کرشنا کی نسل سے تھا' اسی لئے ان کا تعلق چندر بنسی نسل سے ہے۔ ان کی روایات بتاتی ہیں کہ پرانے وقتوں میں انہیں دریائے سندھ کے اس پار دھکیل دیا گیا' لیکن تقریباً سات سو سال قبل واپس آکر انہوں نے لنگاہ' جوئیہ اور زیریں ستلج کے جنوبی حصے کے دیگر قبائل کو نکال باہر کرکے جیسلمر کا سنگ بنیاد رکھا۔ اس ریاست میں اب بھی آباد ہیں۔ تاہم' راٹھور کی آمد سے ان کے علاقہ کی بہت زیادہ تحدید ہوگئی' لیکن وہ آج بھی بیکانیر کے راٹھور راجوں کے راجپوت متابعین کا خاصا بڑا حصہ تشکیل دیئے ہوئے ہیں۔ ایک دور ایسا تھا جب ان کی مقبوضات میں تمام سرسا اور حصار کے ملحق حصے شامل تھے۔ یہ خطہ اب بھی بھٹیانہ کہلاتا ہے۔ حصار میں ان کی حالیہ داستان یہ ہے کہ بھٹی' وہ رہنما جن کی سرکردگی میں بھٹیوں نے دریائے سندھ دوبارہ پار کیا' کے دو بیٹے دوسل اور جسیل تھے۔ موخرالذکر نے جیسلمر کی بنیاد رکھی' جبکہ اول الذکر بھٹیانہ میں آباد ہوگیا۔ دوسل سے سدھو اور برار قبائل نکلے۔ جبکہ اس کا پوتا راجپال وٹو کا بانی مبانی تھا۔ جنرل کننگھم کے مطابق بھٹی بالاصل خطہ کوہستان نمک اور کشمیر میں آباد تھے اور ان کا مرکزی مقام گجنی پور (غزنی پور) یا موجودہ راولپنڈی کا علاقہ تھا۔ تقریباً دوسری صدی قبل مسیح میں انڈو سیتھینوں نے انہیں بیدخل کرکے جہلم سے اس پار دھکیل دیا اور ان کے رہنما' پنجاب لوک ریت کے راجہ رسالو نے سیالکوٹ کی بنیاد رکھی۔ تاہم' حملہ آوروں نے پیچھا کرکے انہیں منتشر کر دیا۔ بالاخر انہیں ستلج کے جنوبی علاقہ میں پناہ لینے پر مجبور کر دیا۔ تاہم' وادی کشمیر میں ان کی حاکمیت 1339ء تک بلا انقطاع چلتی رہی تھی۔

پنجاب کے راجپوت قبائل میں بھٹی اب بھی کہیں زیادہ بڑا اور سب سے زیادہ شاخوں والا ہے۔ زیریں ستلج اور سندھ کے ساتھ ساتھ ان کی تعداد کافی زیادہ ہے۔ البتہ اول الذکر علاقہ میں انہیں اکثر اور موخرالذکر میں ہمیشہ جٹ شمار کیا جاتا ہے۔ بالائی ستلج اور بیاس پر ان کی تعداد میں بمشکل ہی کوئی کمی ہے۔ بدیہی طور پر یہ بھٹیانہ میں کافی مضبوط

ہیں۔ ضلع دہلی میں ان کی ایک بہت بڑی آبادی' جبکہ اپنی قدیم مسندہائے اقتدار میں شاید ان کی تعداد باقی تمام سے زیادہ ہے' یعنی سیالکوٹ' گوجرات اور کوہستان نمک کے علاقہ میں۔ اگر ہم تسلیم شدہ بھٹی نسل کے مالوہ کے سدھو اور برار جٹوں کو بھی بھٹی شمار کریں تو ہمارے پاس پنجاب خاص کا کوئی ایسا حصہ باقی نہیں بچتا جس میں ان کی کافی بڑی آبادی نہ ہو۔ خود کو بطور بھٹی درج کرانے والے متعدد افراد نے اپنا تعلق دوسرے قبیلوں سے بھی بتایا' لیکن یہ کل کا غیراہم قلیل دھڑا متشکل کرتے ہیں۔ اور دو مرتبہ ظاہر ہونے والی واحد بڑی تعداد فیروزپور کے 1100 نے پال کی ہے جنہیں پہلے ہی راولپنڈی میں 2000 بھٹی تنوار' بہاولپور میں 2400 کھوکھر اور 1600 کھرل اور گوجرانوالہ کے 1700 کشمیری جٹوں میں شمار کیا جا چکا تھا۔ آخری معاملہ میں یہ لفظ غالباً "بھٹ" ہے' جو ایک بڑا کشمیری قبیلہ ہے لیکن بھٹی نہیں۔ لیکن اگر بھٹی پہلے کشمیر میں آباد تھے تو ان دونوں الفاظ کا ہم معنی و یکساں ہونا ناممکن نہیں۔ شاید بھٹی نے بھی خود کو بلند کرنے کے لئے بہت سی صورتوں میں جٹ یا راجپوت بتایا۔ اگر واقعی ایسا ہے تو اس سے صرف یہ واضح ہوتا ہے کہ پنجاب کے اندر بھٹی کی شہرت کتنی دور دور تک پھیلی ہوئی ہے۔ تقریباً ہر خدمتگار یا دستکار ذات میں ایک بھٹی تسیلچہ موجود ہے' اور بالعموم اس کی تعداد باقی سب سے زیادہ اور اس کا رتبہ اس اعتبار سے کھوکھر کے برابر یا اس سے برتر ہے۔

اگر' جنرل کننگھم کے دعویٰ کے مطابق' بھٹی پنجاب کے اس قدر بڑے حصے پر آباد تھے' تو یہ بات حیرت انگیز ہے کہ وہ کس طرح ہمہ گیر طور پر اپنا سلسلہ نسب بھٹیانہ میں بھٹنر یا اس کے اڑوس پڑوس میں جوڑتے ہیں۔ یا تو انہیں بالائی پنجاب سے مکمل طور پر بیدخل کر دیا گیا تھا اور اس کے بعد وہ اپنے قدیم مسکن میں لوٹ آئے' یا پھر ان کو بعد میں حاصل ہونے والی اوج سابق سلطنتوں پر غالب آ گئی' اور بھٹنر و بھٹیانہ بھٹیوں کا ایسا شہر اور علاقہ بن گیا جس کے ساتھ اپنا نسب ملانا وہ بہتر خیال کرتے ہیں۔ بیکانیر کی تابعین آبادی میں بھٹی عنصر کافی زیادہ ہے' جبکہ جیسلمر بھٹی ریاست ہے۔ اور یہ ناممکن لگتا ہے کہ اگر بالائی ستلج کے بھٹی پناہ گزین اور بیدخلی سے بچ جانے والے قدیمی النسل بھٹی کی باقیات نہیں ہیں تو ان دونوں ریاستوں میں ان کی تعداد اس قدر زیادہ نہ نظر آتی۔ مزید یہ کہ وہ اپنی پیش قدمی میں دریائی وادیوں کی طرف نہ آئے۔ تاہم' روایت تقریباً ہر لحاظ سے

درمیانے مراحل کو چھوڑ جاتی ہے اور ہمیں طویل و خشک دریائے گھگر کے دونوں کناروں پر
ہتنر کے قدیم شہر میں سرسا کی سرحد پر بیکانیر علاقہ میں سیدھا واپس لے جاتی ہے۔ اپنا
سلسلہ نسب سیالکوٹ کے راجہ رسالو کے باپ راجہ سلواہن سے ملانے والے منٹگمری کے وٹو
بھٹیوں کا کہنا ہے کہ ان کے زیادہ بلاواسطہ آباؤاجداد ہتنر سے تھے۔ ملتان کے نون بھی
اپنا تعلق دہلی علاقہ سے جوڑتے ہیں' جبکہ مظفرگڑھ' جھنگ' گوجرانوالہ' سیالکوٹ' جہلم اور
پنڈی کے بھٹی ہتنر کو اپنا آبائی گھر سمجھتے ہیں۔ ممکن ہے کہ یا تو ہتنر کا استعمال محض روایتی
اظہار کے لئے کیا جاتا ہے۔ یا یہ کہ جب گھگر سوکھ گیا یا راٹھور نے بیکانیر کو فتح کیا تو
بھٹیوں کو اپنے نئے مساکن کی تلاش میں پنجاب کے میدانوں میں نکلنا پڑا۔ مسٹر ولسن نے
مجھے یہ بتایا ہے کہ سرسا یا قدیم بھٹیانہ میں بھٹی کی اصطلاح ستلج کی سمت سے آنے والے
کسی بھی مسلمان جٹ یا راجپوت کے لئے استعمال ہوتی ہے' ایک عام فہم اصطلاح کی طرح
جس کا مفہوم تقریباً تقریباً راٹھ یا پچھاڈھ جیسا ہے۔

ملتان میں ایک بھٹی قبیلہ نون تحصیل شجاع آباد میں غالب ہے' جہاں وہ کوئی چار یا
پانچ سو سال پہلے آباد ہوئے۔ ملتان کے مٹرو (Mittru) بھٹی بیکانیر سے آئے تھے۔ منٹگمری
کے بھٹی غالباً وٹو اور کھچی ہیں جن کا تذکرہ آگے آئے گا۔ چناب کے شمال میں چنیوٹ کی
بالائی زمینوں میں جھنگ کے بھٹی بھٹیورہ نامی خاصے بڑے خطے میں آباد ہیں۔ سب سے پہلے
وہ ہتنر سے شاہ پور سرحد کے نزدیک جہلم کے دائیں کنارے کی طرف آئے اور اس کے
بعد بھٹیورہ کو۔ انہیں اس طرح بیان کیا جاتا ہے کہ وہ "عمدہ مردوں کی شاندار نسل' محنتی
زراعت کار' بمشکل ہی کسی کے مقروض' اچھے گھوڑ پال' کھیلوں کے دلدادہ ہیں۔ وہ مویشی
چوری بہت کم کرتے ہیں لیکن ایک دوسرے کی بیویاں اڑا لینے کے عادی ہیں" گوجرانوالہ
بار کے بھٹی (جہاں وہ ورک کے پیدائشی دشمن ہیں) ایک شخص دھیر کی نسل سے ہیں جس
نے 18 پشتیں پہلے ہتنر چھوڑا اور نور محل کے جنگلوں میں ایک چرواہے اور راہزن کے
طور پر رہنے لگا۔ اس کا پوتا راوی کے کناروں پر مزید آگے کو گیا' اور اس کا بیٹا دوبارہ
گوجرانوالہ کی بالائی زمینوں کو چلا گیا۔ ان اشخاص کی موجودہ اولاد کو یوں بیان کیا گیا ہے۔ "
وہ ایک مضبوط جسم اور بظاہر شریف نظر آنے والے۔ قدرتی میلان کی نسبت زیادہ پابندی
کے تحت زراعت کار ہیں۔ وہ مویشیوں کے کثیرالتعداد ریوڑ رکھتے اور انہیں بار کی چراگاہوں

میں چرواتے ہیں۔ وہ صرف اپنی خوراک کی ضروریات پوری کرنے جتنی ہی کھیتی باڑی کرتے ہیں۔ وہ مشہور مویشی چور او سرقہ باز ہیں۔" پہلے وقتوں میں گوجرانوالہ کے بھٹی نے کافی سیاسی اہمیت حاصل کی اور ضلع کے 86 دیہات میں وہ ابھی تک آباد ہیں۔ سیالکوٹ میں بھٹی اپنے نام دہندہ مورث اعلیٰ بھٹی کی ساتویں پشت کے بھونی کی نسل ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ بھونی بیکانیر سے گوجرانوالہ اور پھر سیالکوٹ میں آیا تھا۔ بار کے یہ بھٹی اپنی بیٹیاں پڑوسی جٹ قبائل کو نہیں دیتے' تاہم ان میں سے اپنے لئے بیویاں بلاتذبذب لے لیتے ہیں۔ خطہ کوہستان نمک کے بھٹی بھی بطور بھٹی ایک نہایت ماتحت حیثیت کے حامل نظر آتے ہیں۔ لیکن شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ ان خطوں کے بے شمار راجپوت قبائل میں سے کچھ ایک نے اپنے مقامی نام لکھوانے کے ساتھ ساتھ خود کو بھٹی بھی خیال کیا۔ کپور تھلہ اور جالندھر میں حالیہ وقتوں کے دوران وہ اپنی حیثیت سے کافی حد تک محروم ہو گئے ہیں۔ آہلووالیہ سکھوں کے ہاتھوں بیدخل ہو جانے والے کپور تھلہ کے رائے بھٹی راجپوت تھے۔

ستلج کے راجپوت قبائل:

وٹو (نمبر3)

وٹو ایک بھٹی قبیلہ ہیں' حصار میں جس کے ماخذ کی کہانی پیچھے بیان کی جا چکی ہے۔ سرسا کی روایت یہ لگتی ہے کہ سیالکوٹ کے بھٹی راجہ سلواہن کی ایک اولاد راج جونہار بیکانیر میں رہائش پذیر ہوا' جہاں اس کے دو بیٹے اچل اور جیرا پیدا ہوئے۔ موخرالذکر سے سدھو اور برار جٹ پھوٹے۔ اول الذکر کے بھی دو بیٹے جے پال اور راج پال تھے' جسے جے پال بھٹی خاص کا اور راج پال وٹو کا مورث اعلیٰ تھا۔ وٹو بابا فریدؒ کے ذریعے اپنے قبول اسلام کی تاریخ کھیوا کے دور میں بتاتے ہیں جس نے منٹگمری میں حویلی پر حکومت کی اور مشہور وٹو سردار لکھے خان کا پیش رو بنا۔ ضلع سرسا میں وہ دریائے ستلج کے دونوں کناروں پر آباد تھے' اور منٹگمری و بہاولپور کے ملحق حصوں پر فاضلکا کے 16 میل اوپر بگیی سے لے کر اس کے 70 میل نیچے پھلاہی تک۔ ان سے اوپر ڈوگر اور نیچے جوئیہ ہیں۔ بتایا جاتا ہے کہ

انہوں نے دریا کو دائیں کنارے سے عبور کیا اور صرف کوئی پانچ پشتیں پہلے سرسا کی پرریز میں بسیط ہوگئے جو اس وقت تک تقریباً بے آباد تھیں۔ اور جب فاضل دلیل رانا جھنگ سے حویلی کے نواح میں آیا اور اس غیر ملکیتی دریائی خطہ پر قبضہ کرلیا۔ ضلع منٹگمری میں دریائے راوی پر بھی ان کی ایک چھوٹی سی شاخ ہے۔ یہ ناممکن نہیں ہے کہ کچھ وٹوؤں نے خود کو سیدھا سادا بھٹی ہی بتایا ہو' کیونکہ چند ایک نے اپنا تعلق دونوں ہی سے بتایا۔ پہلے یہ قبیلہ خالصتاً" گلہ بان اور اپنے دیگر پڑوسی گلہ بان قبائل جتنا ہی شورش پسند اور غارت گر تھا۔ 1857ء میں کافی زیادہ مشکلات پیدا کرنے والے راوی کے وٹو کی عادتیں بمشکل ہی بدلی ہیں۔ لیکن بہت تھوڑے سے جنگل کے مالک ستلج کے وٹو نے زراعت کا پیشہ بہت عمومی سطح پر اختیار کرلیا ہے۔ اور کیپٹن ا یلفنسٹون کا کہنا ہے کہ' "ان کی کچھ زمینیں اچھی کاشت شدہ اور ریوڑ قلیل ہوگئے ہیں۔ بیشتر کو شکل و صورت کے اعتبار سے پرامن ارائیوں یا کھوکھروں سے علیحدہ نہیں کیا جاسکتا۔ ان کی عادات غیر معمولی تبدیلیوں سے عبارت رہی ہیں۔ وہ ابھی تک ان کارداروں کے بارے میں خوشی کے ساتھ بات کرتے ہیں جنہیں وہ سکھ اقتدار میں جان سے مار دیا کرتے تھے' اور ان برسوں کے بارے میں بھی جن میں انہوں نے مالیہ نہیں دیا' کیونکہ سکھ اس کی وصولی کرسکنے میں ناقابل یا خوفزدہ تھے۔" مسٹر پرسر انہیں یوں بیان کرتے ہیں: "اپنی شائستگی اور مہمان نوازی میں خود پر نازاں ہیں۔ وہ صرف معتدل محنت' خاص مواقع پر کثیر اخراجات کرنے والے اور تعلیم سے بے نیاز اور مویشیوں کے دلدادہ ہیں۔" تاہم وہ انہیں کاٹھیہ' کھرل' سیال' جنیوال' بلوچ اور جوئیہ کے ساتھ "لازمی طور پر ڈاکو قبائل اور کم و بیش شدت کے ساتھ مویشی چوری کے عادی" شمار کرتے ہیں۔ میرے خیال میں اس سے سیدھا سادا مطلب یہ نکلتا ہے کہ یہ اس خطہ کے غالب قبائل ہیں جو زراعتی زندگی کے مقابلہ میں گلہ بانی کو بہتر خیال کرتے ہیں۔

جوئیہ (نمبر4) اور مہ

راجپوتوں کے 36 شاہی خاندانوں میں شامل جوئیہ کو قدیم وقائع میں بطور "جنگل دیس کے آقا" بیان کیا گیا۔ اس "جنگل دیس" کے خطہ میں ہریانہ' بھٹیانہ' حصار اور ناگور شامل ہیں۔ وہ د[illegible] ے نام کے ساتھ عموماً" جوڑا جانے والا نام) کے ساتھ مشترک طور پر

دریائے سندھ اور ستلج کے مقام اتصال کے قریب کناروں پر بھی رہتے ہیں۔ کوئی سات سو سال قبل انہیں واضح طور پر دریائے سندھ کی پٹی سے باہر نکال دیا گیا اور باگڑ علاقہ میں بھٹیوں نے انہیں جزوا" اپنا تابع کرلیا۔ سولھویں صدی کے وسط میں راٹھور حکمرانوں نے اپنی کھوئی ہوئی آزادی دوبارہ حاصل کرنے کی کوشش میں انہیں بیکانیر کے جوئیہ علاقے سے باہر نکال دیا۔ کرنل ٹاڈ کہتے ہیں کہ "راجپوت اس علاقہ میں شمشیر و جنگ لائے جس سے انہوں نے اسے صحرا بنا کر رکھ دیا۔ تب سے یہ ویران ہے اور جوئیہ کا نام بھی غائب کھو چکا ہے۔ پھر بھی متعدد قصبات کے آثار ایک بعید عہد قدیم کے گواہ ہیں۔" تاہم جوئیہ غائب نہیں ہوئے تھے۔ وہ اب بھی ستلج کے کناروں پر سرحد سے لے کر نیچے دریائے سندھ کے ساتھ اس کے سنگم تک آباد ہیں۔ بہرحال بھٹی نے انہیں کہروڑ سے باہر واپس موڑ دیا۔ اور جب ان کی املاک ریاست بہاولپور کا ایک حصہ بن کر رہ گئیں تو وہ اپنی نیم خودمختاری سے محروم ہوگئے۔ وہ ہستر کے عین نیچے، دریائے گھگر کے Bed پر اپنے قدیم مسکن بیکانیر میں آباد ہیں۔ لاہور و فیروزپور کے وسطی ستلج اور ڈیرہ جات و مظفرگڑھ کے زیریں سندھ پر ان کی تعدادیں ناکافی نہیں ہیں۔ ان کی مجموعی تعداد کے تقریباً ایک تہائی نے خود کو بطور جٹ لکھوایا۔ ملتان بار آج بھی جوئیہ بار کے طور پر جانی جاتی ہے۔ جنرل کننگھم کہتے ہیں ان کی کچھ تعداد کوہ نمک یا جود (Jud) کے پہاڑوں میں بھی پائی گئی۔ اور وہ انہیں پانی کے عہد (450 ق م) میں ہندوستان کے جنگجو طبقے "جودیا" یا "یودیا" (ll) سے ملاتے ہیں۔ ہمارے اعداد و شمار کے مطابق واقعی شاہ پور میں تقریباً" 2700 جوئیہ نظر آتے ہیں۔ لیکن پانی کے جودیا شاید زیادہ غالباً" طور پر موجودہ کھیا ہیں، جن کا اصلی قبائلی نام جودرا بتایا جاتا ہے، اور کھیا محض ایک لقب ہی ہے۔ ستلج و حصار کے کھیا اپنا سلسلہ نسب ہستر میں ملاتے ہیں اور حصار سے لے کر منٹگمری تک واضح طور پر ایک انوکھی روایت کے حامل ہیں جس کا مفہوم یہ ہے کہ وہ مرکزی رو میں اپنا راجپوت ماخذ تلاش نہیں کرسکتے۔ حصار کے جوئیہ خود کو کمیما کے مادری سلسلے میں بتاتے ہیں، جو بھٹی کے نام دہندہ مورث اعلیٰ کی معیت میں متھرا سے ہستر گئے۔ منٹگمری کے جوئیہ کا کہنا ہے کہ یوسف کے بھائی بنیمن کی صلبی اولاد بیکانیر آئی، ایک راجہ کی بیٹی سے شادی کی، ان کے مورث اعلیٰ کا باپ بنا اور پھر فقیر ہو کر غائب ہوگیا۔ یہ روایت شاید لفظ "جوئی" یعنی بیوی سے گھڑ لی گئی۔ منٹگمری کے جوئیہ کہتے

ہیں کہ وہ چودھویں صدی کے وسط میں بیکانیر چھوڑ کر بہاولپور میں آن بسے، جہاں وہ ملتان کے لنگاہ سلاطین کے حلیف بن گئے۔ لیکن نادر شاہ کے دور میں داؤد پوترا نے انہیں زیر نگیں کرلیا۔ ملتان کے جوئیہ کا کہنا ہے کہ وہ بیکانیر سے سندھ اور وہاں سے ملتان آگئے۔ اس کا باعث غالباً" یہ امر حقیقت ہے کہ دریائے سندھ پر ان کی پرانی املاک کی یادیں قبائلی حافظے سے محو ہوگئیں اور ان کی جگہ بیکانیر میں بعد والی املاک نے لے لی۔ کیپٹن ایلفنسٹون نے انہیں یوں بیان کیا ہے: "وہ راوی کے بڑے بڑے قبائل کی نسبت کوتاہ قامت والے ہیں اور انہیں ان تمام خصوصیات کے حوالہ سے کمتر سمجھا جاتا ہے جن میں موخرالذکر خود پر خصوصاً" فخر کرتے ہیں، یعنی مویشی چوری میں بہادری اور مہارت۔ وہ مال مویشی کے بڑے بڑے ریوڑوں کے مالک اور بھونڈے کاشتکار ہیں۔"

مہر ستلج پر فاضلکا کے سامنے ایک چھوٹا سا قبیلہ ہیں اور انہیں جوئیہ کے ایک بھائی مہر کی اولاد بتایا جاتا ہے۔ انہیں جھگڑالو، احمق، عادی چور، مویشوں کے شوقین اور زراعتی پیشوں سے لاپروائی برتنے والے کہا جاتا ہے۔

کھچی (نمبر5)

کھچی ایک چوہان قبیلہ ہیں اور کہا جاتا ہے کہ اصل میں وہ چوہان اقتدار کی پرانی مسند اجمیر سے دہلی آئے اور مغل دور میں دہلی سے ستلج کی طرف آئے۔ چوہان مرکز کی اجمیر سے دہلی نقل مکانی غالباً محض ایک روایت ہے۔ وہ زیریں و وسطی ستلج اور راوی کے ساتھ ساتھ ملتان سے لاہور تک پائے گئے۔ چناب پر وہ چند ایک ہی ملے۔ دہلی میں ان کی تعداد خاصی ہے۔ منٹگمری میں خصوصاً راوی پر ملے، جہاں کھرل کے ساتھ ان کی گاڑھی چھنتی تھی، لیکن بعد کے سکھ دور اقتدار میں انہوں نے خود کو بہتر بنایا اور اب پرامن کاشت کار ہیں۔

دھودھی (نمبر6)

مجھے ان کی تعداد میں کچھ گڑبڑ ہونے کا شک ہے۔ مثلاً یہ کہ مشرقی دامن کوہ کے دود یا دودھوال راجپوت کو ستلج کے دھودھی (Dhodhi) میں شمار کرلیا گیا۔ اول الذکر کو ان کی مناسب جگہ پر بیان کیا جائے گا۔ موخرالذکر ایک چھوٹا سا پنوار قبیلہ ہیں اور ان کے قرابت دار راٹھور ستلج و چناب کے ساتھ ساتھ بکھرے پڑے ہیں۔ ان کا اصل مقام ملتان

کی تحصیل میلسی بتایا جاتا ہے جہاں ان کا تذکرہ چودھویں صدی کے نصف اول جتنا پرانا ملتا ہے۔ سلطنت مغل کے عہد زوال میں وہ دریاؤں کے ساتھ ساتھ پھیل گئے۔ ان میں حاجی شیر محمد (12) ایک پیر تھا' جس کا مزار ملتان میں آج بھی مشہور ہے۔ انہیں عمدہ کاشتکار اور معاشرے کے باعزت ارکان بتایا جاتا ہے۔

چناب کے راجپوت قبائل:

ہراج (نمبر7)

ہراج ایک سیال قبیلہ اور چناب و راوی کے سنگم سے عین اوپر راوی کے کناروں پر ایک خطہ میں آباد ہیں۔ ممکن ہے ان میں سے کچھ نے خود کو سادہ سیال بتایا ہو۔ ایسی صورت میں ان کی تعداد ان اعداد و شمار میں شامل نہیں۔ ملتان کے 3380 ہراج نے خود کو سیال ہراج بتایا اور انہیں دونوں کالموں میں دکھایا گیا ہے۔

سیال (نمبر8)

مغربی میدانوں کے قبائل میں سیاسی اعتبار سے سیال انتہائی اہمیت کا حامل قبیلہ ہیں۔ جیساکہ مسٹر سٹیڈمین کہتے ہیں کہ ضلع جھنگ کی جدید تاریخ سیال کی تاریخ ہے۔ وہ پنوار راجپوتوں کا ایک قبیلہ ہیں جو اٹھارہویں صدی کے نصف اول میں سرفراز ہوا۔ (13) مسٹر سٹیڈ مین رقمطراز ہیں: "اس وقت تک غالباً وہ ایک گلہ بان قبیلہ تھے' لیکن کھیتی باڑی سے بہت کم وابستہ ہیں۔ وہ دریا کے کناروں پر رہتے ہیں اور موسم سرما کے اواخر اور موسم گرما کے ابتدائی مہینوں کے دوران چناب کی زیریں وادیوں اور برسات کے موسم میں جھنگ بار کی بالائی زمینوں میں مویشی چرواتے تھے۔ جس خطے میں وہ اب آباد ہیں اس کا بیشتر حصہ شاید انہوں نے مغلوں کی فتح سے پہلے ہندوستان پر چھائی ہوئی تلاطم خیزی کے دوران

حاصل کیا۔ اس عرصہ کے دوران علاقہ بھیرہ اور کبھی کبھار ملتان کے زیر تسلط میں آیا۔ بار کی سطح مرتفع اور تھل کے ریگزاروں میں آباد ایک خانہ بدوش آبادی سے مالیہ وصول کرنا کبھی بھی آسان نہیں ہو سکتا تھا اور اس کی کوشش بھی شاذونادر ہی کی گئی۔ اکیلے رہ جانے پر سیال نے اس زمین پر رہنے والوں (نول، بھنگو، منگن، مرل اور دیگر پرانے قبائل) کو کامیابی کے ساتھ بیدخل کیا، اور اس کے ساتھ ساتھ کافی زیادہ باہمی خلفشار اور لڑائی جھگڑوں میں لگے رہے۔ گاہے بگاہے کھرلوں اور بلوچیوں کے ساتھ مصروف پیکار رہے۔

"پھر اس زمین پر 200 برس تک امن رہا اور سیال لاہور صوبہ کے خاموش تابعدار بنے رہے۔ لوکل گورنمنٹ کی مسندیں چنیوٹ اور شورکوٹ تھیں۔ بذریعہ سڑک احمد شاہ ابدالی کے پہلے اچانک حملے اور دہلی پہنچنے سے پہلے ہی شکست کھا جانے سے ایک سال قبل 1747ء میں ولی داد خان نے وفات پائی۔ یہ درست طور پر معلوم نہیں کہ وہ سرداری حاصل کرنے میں کب کامیاب ہوا، لیکن یہ غالباً صدی کے آغاز کا واقعہ ہی تھا، کیونکہ چھوٹے چھوٹے سرداروں کی تعداد کم کرنے اور وہ ساری اصلاحات متعارف کرانے میں کافی وقت لگا ہوگا جن کا سہرا ولی داد کے سر ہے۔ اسی کے دور میں سیالوں کی قوت عروج کمال کو پہنچی۔ ولی داد کے زیر نگیں علاقہ تھل میں مشرق کو منکیرہ سے لے کر راوی پر کمالیہ تک پھیلا ہوا تھا۔ راوی و چناب کے مقام اتصال سے لے کر چنیوٹ سے پرے پنڈی بھٹیاں کے علاقہ تک اس کے بھتیجے عنایت اللہ نے اس کی جگہ لی جو اگر اپنے چچا سے کسی اعتبار سے کم تھا تو انتظامی اور جنگی صلاحیت میں۔ وہ شمال میں بھنگی سکھوں اور جنوب کی طرف ملتان کے سرداروں کے ساتھ متواتر جنگ و جدل میں لگا رہا۔ ان کے قریبی رشتہ داروں رشید پور کے سیال سرداروں نے انہیں پیہم تنگ اور پریشان رکھا۔ ایک مرتبہ تو چالیس سواروں کے ایک دستے نے جھنگ پر حملہ کر دیا اور خان کو قیدی بنا کر ساتھ لے گئے۔ وہ چھ ماہ تک اسیر رہا۔ بعد کے تین سرداروں کی تاریخ بھنگیوں اور ان کے شدید دشمن سوکر چکیہ مثل (جن کے مقدر میں جلد ہی بھنگیوں اور سیالوں دونوں کا زیر نگیں ہونا لکھا تھا) کے استحکام اقتدار کی تاریخ ہے۔ 1803ء میں چنیوٹ اور 1806ء میں جھنگ لے لیا گیا۔ کچھ ہی عرصہ بعد سیالوں کے آخری خان احمد خان نے 1808ء میں اپنا علاقہ دوبارہ حاصل کیا۔ 1810ء میں مہاراجہ نے اسے دوبارہ پکڑ کر لاہور جیل میں پھینک دیا۔ یوں جھنگ کے سیال

خوانین کی وہ آزادی اختتام پذیر ہوئی جو کبھی انہیں حاصل تھی۔

"سیال ایک پنوار راجپوت رائے شنکر کی اولادیں ہیں جو الہ آباد اور فتح پور کے درمیانی دارانگر کا رہائشی تھا۔ قبل ازیں پنواروں کی ایک شاخ اپنے آبائی علاقے سے نقل مکانی کرکے جونپور چلی گئی تھی' وہیں پر رائے شنکر پیدا ہوا۔ ایک کہانی یہ کہتی ہے کہ رائے شنکر کے تین بیٹے سیو' ٹیو' اور گھیسو تھے' جن سے جھنگ کے سیالوں' شاہ پور کے ٹوانوں اور پنڈی گھیب کے گھیبوں کی نسل چلی۔ ایک اور روایت کے مطابق رائے شنکر کا اکلوتا بیٹا سیال تھا' اور یہ کہ ٹوانوں اور گھیبوں کے مورثین اعلیٰ محض شنکر اور سیال کے ہم جد رشتہ دار تھے۔ ہمیں بتایا گیا ہے کہ رائے شنکر کی موت پر خاندان کے ارکان میں بہت بڑے لڑائی جھگڑے پیدا ہوگئے اور اس کا بیٹا سیال علاؤالدین غوری کے دور حکومت میں پنجاب کو ہجرت کر گیا۔ قریباً قریباً یہ وہی دور تھا جب متعدد راجپوت خاندانوں نے کھرلوں' ٹوانوں' گھیبوں' چدھڑوں اور پنوار سیالوں کے آباؤاجداد سمیت ہندوستان کے صوبوں سے پنجاب کی طرف نقل مکانی کی۔ ان دنوں بابا فریدؒ پاک پتن والے کے پرجوش واعظ سن کر مذہب اسلام قبول کرنا ایک عام رواج تھا۔ اسی کے مطابق ہمیں یہ نظر آتا ہے کہ سیال آوارہ گردی کرتا ہوا پاک پتن پہنچا اور وہاں اپنے آباؤ اجداد کا مذہب ترک کر دیا۔ بزرگ نے اسے دعا دی اور پیشگوئی کی کہ اس کے بیٹے کی اولاد دریائے جہلم و چناب کے درمیانے علاقہ پر حکمرانی کر دیگی۔ یہ پیشین گوئی بہت زیادہ درست نہ ہوئی۔ بابا فرید نے 1264-65 میں انتقال فرمایا۔ سیال اور اس کے پیروکار جہلم کے دائیں کنارے پر ایک حد تک مستقل" رہائش پذیر ہونے سے پہلے کچھ عرصہ کے لئے رچنا اور جیچ / چج دوآبوں میں ادھر ادھر بھٹکتے ہوئے نظر آئے۔ اسی لامکانی کے دور میں اس علاقہ کی ایک عورت' بھئی خان میکلو کی بیٹی' سوہاگ سے شادی کی۔ کہتے ہیں کہ اس نے سیالکوٹ میں ایک قلعہ بھی بنایا اور عارضی طور پر وہاں رہا۔ سیال نے اس ضلع میں اپنی پہلی آبادی قائم ہونے پر تھل میں منکیرہ اور دریائے جہلم کی درمیانی پٹی پر قبضہ کرلیا---- مشرق سے مغرب اور شمال میں خوشاب سے لے کر جنوب میں موجودہ گڑھ مہاراجہ تک۔"

سیال کی سیاسی تاریخ جھنگ سیٹلمنٹ رپورٹ میں تفصیلاً" بیان کی گئی ہے' جس میں سے میں نے مندرجہ بالا اقتباس لیا۔ ان کے خاندان کی تاریخ بھی سر لیپل گر -فن کی "دی

چیفس آف پنجاب" کے صفحات 502 اور 520 پر ملے گی۔ سیالوں کے متعدد قبیلے ہیں اور مسٹر سٹیڈمین نے انہیں اپنی جھنگ رپورٹ میں پوری طرح بیان کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ "یہ کہنا کافی محفوظ ہے کہ کوئی بھی ایسا قبیلہ (یہ بات میں نے صرف جھنگ میں فرض کی ہے) جس کا نام "آنا" پر ختم ہوتا ہے وہ سیال کی نسل سے ہے۔"

ضلع جھنگ کا سارا جنوبی حصہ سیالوں کا صدر مقام ہے: چناب کے ساتھ ساتھ راوی سے اس کے اتصال تک اور راوی و جہلم کے سنگموں کے درمیان دریائے چناب کے دائیں کنارے پر۔ وہ ملتان میں بھی راوی کی ساری گزرگاہ کے دونوں کناروں پر آباد ہیں اور کچھ آگے تک ضلع منٹگمری میں بھی۔ دریا کے بالائی حصے پر بھی ان کی تھوڑی سی تعداد ملی ہے۔ جہلم سے شاہ پور اور گوجرات میں پھیلے اور ڈیرہ جات و مظفرگڑھ کے زیریں دریائے سندھ پر بھی کافی تعداد میں پائے گئے۔ مجھے یہ بات سمجھ نہیں آسکی کہ کانگڑہ کے سیال کون ہوں گے؟ وہاں پر گھرتھوں کا ایک سیال قبیلہ ہے' اور یہ عین ممکن ہے کہ ان افراد میں سے کچھ نے اپنی ذات سیال بتائی ہو۔ لہٰذا انہیں راجپوتوں میں شمار کیا گیا۔ مسٹر پرسر انہیں یوں بیان کرتے ہیں کہ: "سیال قوی الجثہ' اکھڑ مزاج' مویشیوں کے شوقین اور زراعت پر کم توجہ دینے والے لوگ ہیں۔ کھرل اور کاٹھیا کی طرح وہ ہندو تہواروں میں حصہ لیتے ہیں اور اپنی عورتوں کو پردہ نشین نہیں رکھتے۔ وہ براؤن (اودے) رنگ کے کپڑے اور پیتل کے برتن استعمال کرنے پر اعتراض کرتے ہیں۔"

جہلم کے راجپوت قبائل:

رانجھا (نمبر9)

رانجھا بالخصوص جہلم اور چناب کے درمیان شاہ پور اور گوجرات کے مشرق کی طرف اراضی میں ملے' تاہم ان کی تھوڑی سی تعداد دونوں دریا پار کرکے جہلم اور گوجرانوالہ گئی ہے۔ ماسوائے شاہ پور' باقی تمام جگہوں پر انہوں نے خود کو زیادہ تر بطور جٹ لکھوایا۔ تاہم وہ بھٹی راجپوت ہیں' اگرچہ یہ کہا جاتا ہے کہ گوجرات میں انہوں نے بعد کے سالوں میں رسول اللہ کے چچا ابوجہل کی اولاد کے طور پر قریشی ماخذ کا دعویٰ کردیا۔ ابوجہل کا بیٹا غزنی

میں فوت ہوا جہاں سے اس کی اولاد کیرانہ بار کو ہجرت کر گئی۔ البتہ ان کی ہندو روایات بدستور باقی ہیں۔ کرنل ڈیویز (Davies) نے انہیں یوں بیان کیا ہے' "وہ آبادی کا ایک پرامن اور مددگار و معاون حصہ ہیں۔ بنیادی طور پر زراعت سے روزی کماتے' قد و قامت میں اپنے پڑوس کے گوندلوں سے مشابہہ ہیں اور ان کے ساتھ آزادانہ شادی بیاہ کرتے ہیں۔" انہیں جٹوں میں شمار کرنا شاید زیادہ بہتر ہوگا۔

گوندل (نمبر10)

بالائی زمینوں پر آباد گوندل "بار گوندل" کے نام سے جانے جاتے ہیں۔ وہ شاہ پور اور گوجرات اضلاع میں جہلم و چناب کی درمیانی پٹی کے وسط میں ہیں۔ ضلع جہلم میں اول الذکر دریا کے دائیں کنارے پر بھی ان کی کافی تعداد ہے اور کچھ مشرق کی طرف راوی تک پھیلے ہوئے ہیں۔ انہیں چوہان' راجپوت بتایا جاتا ہے۔ جہلم میں 1388 اور شاہ پور میں 6674 گوندلوں نے خود کو گوندل چوہان لکھوایا' نتیجتاً" وہ دونوں کالموں میں دکھا دیئے گئے۔ لیکن میرے خیال میں ان افراد کا ان گوندلوں کے ساتھ کوئی تعلق واسطہ نہیں ہے جن کی تعداد ہمارے اعداد و شمار کے مطابق کانگڑ و ہوشیار پور میں کافی ہے۔ ان آخری اضلاع کے اعداد و شمار کی میں نے جانچ پڑتال کی تھی اور اس نام کے متعلق کوئی غلطی نہیں پائی۔ میں یہ نہیں جانتا کہ پہاڑیوں کے گوندل کون ہیں' چونکہ مجھے ان کا کوئی ذکر نہیں ملا' لیکن کانگڑہ کے گوندلوں میں سے 3451 نے خود کو ہتھیال بھی بتایا ہے۔ (14) میدانوں کے گوندل جتنے جٹ ہیں اتنے ہی راجپوت بھی ہیں' کیونکہ قریبی جٹ قبائل کے ساتھ دروں زواجی کرتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ ان کے بارے میں کرنل ڈیونز رقمطراز ہیں: "جسمانی اعتبار سے وہ عمدہ نسل ہیں' جس کا باعث بلاشبہ ان کی پھرتیلی و آزاد زندگی اور گوشت خوری ہے۔ اگر ہمسایوں کے مویشیوں پر تصرف کے لئے ان کی شدید خواہش کو مستثنیٰ کیا جائے (جو ان کے خیال میں کوئی اخلاقی خرابی والی بات نہیں) تو ہم انہیں برائیوں سے پاک قرار دے سکتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ ان کا مورث اعلیٰ نوشہرہ سے پاک پتن کے جنوب میں آیا اور بابا فرید نے اسے مسلمان کیا۔ اگر واقعی ایسا ہوا ہے تو وہ اپنے موجودہ مسکن میں غالباً" چھ سو سال سے آباد ہیں۔

میکن (نمبر11)

میکن ایک چھوٹا سا قبیلہ ہیں' جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اس کا ماخذ پنوار ہے' جبکہ نسل اوپر مذکور دھودھی کے مورث اعلیٰ ہی سے چلی۔ وہ گوندل علاقہ کے مغرب میں پھیلی ہوئی شاہ پور بار میں رہتے ہیں۔ جہلم و گوجرات میں بھی ان کی قلیل تعداد پائی گئی۔ وہ گلہ بان اور کسی حد تک شورش پسند قبیلہ واقع ہوئے ہیں۔

ٹوانہ (نمبر12)

شاہ پور کوہستان نمک کے دامنی علاقہ میں ٹوانہ آباد ہیں اور انہوں نے پنجاب کی تاریخ میں اس سے کہیں زیادہ نمایاں کردار ادا کیا جو محض ان کی تعداد دیکھتے ہوئے مشکل نظر آتا ہے۔ انہیں پنوار راجپوت اور سیال و گھیبا والے مورث اعلیٰ کی نسل سے ہی قرار دیا جاتا ہے۔ (دیکھیں "سیال") وہ پنجاب میں غالباً" سیالوں کے ساتھ ہی آئے اور یقیناً پندرھویں صدی ختم ہونے سے پہلے۔ وہ سب سے پہلے دریائے سندھ پر جہانگیر کے مقام پر آباد ہوئے لیکن انجام کار شاہ پور تھل میں اپنے موجودہ مسکن کو چلے گئے جہاں مٹھاٹوانہ میں اپنا مرکزی قصبہ تعمیر کیا۔ اس سے بعد کی تاریخ "دی چیفس آف پنجاب" (15) کے صفحات 519 تا 534 اور کرنل ڈیویز کی شاہ پور رپورٹ کے صفحہ 40 سے آگے بیان کی گئی ہے۔ باقی کا ضلع سکھوں کا مطیع ہو جانے کے کافی عرصہ بعد تک ٹوانوں نے اپنی مزاحمت جاری رکھی۔ اب وہ ایک نیم گلہ بان' نیم کاشتکار قبیلہ' سپاہی پیدا کرنے والے مضبوط آدمیوں کی نسل ہیں۔ تاہم' ان کے اوصاف افسوسناک طور پر ان کی انتہائی جھگڑالو افتاد سے داغدار ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کے اندرون خانہ اور جس کسی کے ساتھ بھی واسطہ پڑا' ان کی غیر مختتم شورش جاری ہے۔

مغربی پہاڑیوں کے راجپوت:

خطہ کوہستان نمک میں راجپوتوں کو حاصل حیثیت کے بارے میں پیچھے بیان کیا جا چکا ہے۔ غالب قبائل' مثلاً جنجوعہ' نے اپنے سلسلہ نسب پر غرور اور اپنا راجپوت اسم بدستور قائم رکھا ہے۔ متعدد چھوٹے چھوٹے قبائل کا راجپوت نسل سے ہونا اگرچہ یقینی نہیں لیکن

وہ راجپوتوں کے طور پر نہیں جانے جاتے اور عموماً" انہیں جٹ میں شمار کیا جاتا ہے، خصوصاً ہزارہ، مری اور کھوٹہ پہاڑیوں کے قبائل تقریباً قطعی طور پر راجپوت، چھال اور جموں پہاڑیوں کے قبائل کی طرح بہت غیر خالص خون والے ہیں۔ خطہ کوہستان نمک کے قبائل کافی عجیب ہیں۔ ان کے بارے میں کم معلومات میسر ہونے کی شاید یہی وجہ ہے۔ بیشتر کے نام ''آل'' پر ختم ہوتے ہیں، جس سے اس بات کا اشارہ ملتا ہے کہ ان وجہ تسمیہ اصل آبائی مقام ہے۔ (16) تھوڑی سی محتاط علاقائی چھان بین سے ان کی نقل مکانیوں پر زیادہ روشنی پڑتی ہے۔ بہت بڑا قبیلہ جنجوعہ راٹھولہ نظر آتا ہے۔ اور کشمیر میں طویل عرصہ تک قائم رہنے والے پرانے بھٹی اقتدار کا امر حقیقت سامنے رکھتے ہوئے ہم یہ امید کرسکتے ہیں کہ زیادہ تر پہاڑی قبائل (جن میں سے بیشتر دریائے جہلم کے کناروں سے آئے) بھی بھٹی ہوں گے۔ لیکن شاید اس پر یقین کرنے کی بھی کچھ بنیاد موجود ہے کہ ان میں سے متعدد پنوار ہوں گے (دیکھیں ڈھنڈ)۔ اگر یہ قبائل واقعی انہی اصل جادو بنسی راجپوتوں کی نسلیں ہیں جو کرشنا کی وفات کے بعد کوہستان نمک کی طرف نکل گئے تھے تو پنجاب خاص کے آریائی باشندوں میں غالباً" وہ ایسے لوگ ہیں جو اپنے آبائی علاقہ میں زیادہ عرصہ تک آباد رہے۔ (بشرطیکہ کانگڑہ کی پہاڑیوں کے راجپوتوں کو مستثنیٰ نہ کیا جائے۔ پہاڑی راجپوتوں کی حیثیت اور سماجی تقسیم کے بارے میں مشرقی پہاڑیوں کے قبائل کے ضمن میں غور کیا گیا ہے۔ کچھ اسی طرح کی درجہ بندی، چاہے کم شدت کے ساتھ ہی سہی، مغربی پہاڑیوں میں بھی موجود ہے۔ لیکن زیر غور قبائل میں جنجوعہ واحد ایسا قبیلہ ہیں جسے میاں، ساہو یا راجپوتوں والا اعلیٰ درجہ دیا جا سکتا ہے۔ جدول نمبر 18 میں ان قبائل کی تقسیم دکھائی گئی ہے۔ ان کے تین گروپ بنائے جا سکتے ہیں۔ میں نے انہیں چیدہ چیدہ طور پر شمال اور مغرب سے جنوب اور مشرق کی طرف ترتیب دیا ہے۔ سب سے پہلے جہلم کے دائیں کنارے پر پہاڑیوں کے قبائل آتے ہیں، اس کے بعد خطہ کوہستان نمک کے قبائل، پھر جہلم کے اس طرف والے دامن کوہ کے اور سب سے آخر میں تارڑ (جن پر جٹوں کے ضمن میں بات ہو چکی ہے) مذکور جدول نمبر 18 میں ایسے افراد کو بھی ڈھنڈوں اور کھوکھروں کے ساتھ پیش کیا ہے جنہوں نے خود کو راجپوت لکھوایا۔

ان قبائل کے لئے اعداد و شمار کوہستان نمک میں اسی اہمیت کے حامل کسی بھی

جدول نمبر18 - مغربی پہاڑیوں کے راجپوت قبائل

	1		2	3	4	
	ڈھنڈ		ستی	کیتوال	دھانتل	
	راجپوت	ڈھنڈ	ستی	کیتوال	راجپوت	جٹ
حصار	-	-	-	34	-	-
انبالہ	-	-	-	-	-	-
ہوشیار پور	-	-	-	-	-	-
کانگڑہ	-	-	18	188	109	-
امرتسر	-	-	27	-	-	-
گورداسپور	-	-	-	-	-	-
سیالکوٹ	-	-	7	14	-	-
لاہور	-	-	38	4	7	-
گوجرانوالہ	-	-	-	13	-	-
فیروز پور	-	-	41	-	-	-
راولپنڈی	11729	223	1407	1291	4233	6340
جہلم	15	-	31	3	31	3680

گجرات	.	.	40	88	6	6
شاہ پور	.	.	.	.	.	.
ملتان	1	.	5	.	.	.
جھنگ	.	.	1	.	.	.
مظفر گڑھ	.	.	.	.	.	.
ڈیرہ اسماعیل خان	.	.	.	.	.	.
بنوں	3	.	45	.	.	.
ہزارہ	17458	20085	634	.	.	.
برطانوی علاقہ	29314	20315	2373	1642	4388	10026
کل شرقی میدان	.	.	.	.	.	.
بہاولپور	.	.	.	.	.	.
کل مقامی ریاستیں	.	.	28	.	.	.
برطانوی علاقہ	29314	20315	2373	1642	4388	10026
مقامی ریاستیں	.	.	28	.	.	.
صوبہ	29314	20315	2401	1642	4388	10026

	5		6	7	8	
	بھکرال		کنیال	کھوٹ	جنجوعہ	
	راجپوت	جٹ			راجپوت	جٹ
حصار	-	-	-	-	-	-
انبالہ	-	-	-	-	19	-
ہوشیارپور	-	-	-	-	2944	60
کانگڑہ	17	-	2	-	128	55
امرتسر	-	-	-	-	-	11
گورداسپور	-	-	-	-	136	610
سیالکوٹ	54	21	-	-	520	1110
لاہور	90	-	-	2	202	543
گوجرانوالہ	-	-	-		133	1648
فیروزپور	-	-	-	1	109	44
راولپنڈی	4778	1576	3216	62	16236	92
جہلم	207	1253	191	8766	9964	232
گجرات	-	1965	1156	-	1363	732
شاہ پور	42	48	35	377	3727	39

ملتان	.	.	28	22	896	253
جھنگ	.	.	.	25	1078	366
مظفر گڑھ	.	.	.	153	152	966
ڈیرہ اسماعیل خان	1	.	.	.	3	963
بنوں	3	.	2	.	475	255
ہزارہ	10	.	.	.	158	1
برطانوی علاقہ	5144	4863	4640	9468	38552	8419
کل مشرقی میدان	69	13	.	34	4	.
بہاولپور	3309	.	.	.	.	15
کل مقامی ریاستیں	.	.	.	.	7	.
برطانوی علاقہ	5144	4863	4640	9468	38552	8419
مقامی ریاستیں	3378	13	.	34	11	15
صوبہ	8522	4876	4640	9502	38563	8484

	9		10	11	12	13	14	15
	منہاس		چھبہ	ٹھاکر	سلہریہ	کاٹل	رگھبنسی	تارڑ
	راجپوت	جٹ						
حصار	.	.	2	.	.	.	1615	.
انبالہ	18	2	.	3	.	.	699	.
ہوشیار پور	3877	90	.	21	.	.	191	.
کانگڑہ	2058	.	94	566	.	.	154	.
امرتسر	516	524	20	53	422	.	.	.
گورداسپور	5590	67	168	937	7611	2645	3716	.
سیالکوٹ	4835	1156	295	5937	28114	.	1058	.
لاہور	444	669	20	481	1883	.	23	.
گوجرانوالہ	1902	1724	84	7	39	.	8	2832
فیروز پور	44	158	2	15	205	.	10	.
راولپنڈی	12549	143	811	9	76	.	1	.
جہلم	15199	1711	614	35	19	.	4	5
گجرات	1110	48	6994	19	93	.	7	.
شاہ پور	340	.	66	.	30	.	.	1773

ملتان	6	74	7	4	28	-	8	-
جھنگ	6	-	3	2	-	-	21	70
مظفر گڑھ	24	-	1	-	5	-	2	-
ڈیرہ اسماعیل خان	773	-	-	1	-	-	-	-
بنوں	21	1	29	6	18	-	8	-
ہزارہ	5	-	2	6	-	-	-	-
برطانوی علاقہ	49424	6570	9245	8158	38698	2645	8646	4228
کل مشرقی میدان	82	15	-	920	5	-	577	-
بہاولپور	-	-	-	-	-	-	-	-
کل مقامی ریاستیں	134	-	-	218	-	-	1355	-
برطانوی علاقہ	49424	6570	9245	8153	38698	2645	8646	4228
مقامی ریاستیں	216	15	-	1147	5	-	1932	-
صوبہ	49640	6585	9245	9205	38702	2645	10578	4228

دوسرے گروپ سے زیادہ غیر کامل ہیں۔ پنجاب کے اس حصے میں راجپوت کی بجائے قریشی یا مغل یا اعوان بننا رواج پا گیا ہے اور یقیناً بہت سوں نے خود کو اس طور لکھوایا۔ قبیلوں کے مفصل جدولوں کی تیاری پر درست اعداد و شمار کا پتہ چل سکے گا۔

مری، ہزارہ اور پہاڑیوں کے راجپوت قبائل:

دھوند اور ستی (نمبر1 اور 2)

دھوند، (ڈھونڈ) ستی اور کیتوال ہزارہ و راولپنڈی اضلاع میں دریائے جہلم کی تقریباً تمام زیریں پہاڑیوں پر آباد ہیں۔ تینوں میں سے دھوند انتہائی شمال کی طرف ہزارہ کی تحصیل ایبٹ آباد اور راولپنڈی کے شمالی علاقوں میں ملتے ہیں، جبکہ ان سے نیچے بھٹی ہیں۔ ایسے 2776 افراد کو میں نے دھوند شمار کیا جنہوں نے ہزارہ میں خود کو اندوال بتایا، یہ دھوند کا ہی ایک قبیلہ لگتے ہیں۔ انہیں رسول اللہ کے چچا حضرت عباسؓ کی اولاد ہونے کا دعویٰ ہے۔ جبکہ ایک روایت کے مطابق ان کا مورث اعلیٰ تخت خان تیمور کی معیت میں دہلی آیا اور وہیں رہنے لگا، اور یہ کہ شاہ جہاں کے دور میں اس کا بیٹا ژوارب خان کہوٹہ گیا اور جدوال، دھوند، سرارا اور تناولی قبائل کا بانی بنا۔ اس کا بیٹا کھلورا یا کولو رائے کشمیر بھیجا گیا جہاں اس نے ایک کشمیری عورت سے شادی کرلی جس کے بطن سے دھوند نے جنم لیا، اور ایک کیتوال عورت۔ اس کے ایک اور ناجائز بیٹے ستی کی نسل چلی، جو دھوند کی شدید دشمن ہے۔ لیکن ستی اس بات سے انکار کرتے اور کم از کم نوشیرواں سے اپنی نسل ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ یہ روایات یقیناً بے معنی ہیں۔ کولو رائے ایک ہندو نام ہے، اور ایک روایت بتاتی ہے کہ ایک برہمن نے اس کی پرورش کی۔ دھوند اور کرال کے بارے میں میجرویس رقم طراز ہیں: "تیس سال پہلے تک مذہب اسلام سے ان کی شناسائی برائے نام تھی، تاہم اب وہ اس کے ساتھ زیادہ واقف اور اس پر عمل کرنے میں زیادہ محتاط ہیں۔ لیکن معاشرتی آداب میں ان کے ہندو اعتقاد کی یادگاریں اب بھی نظر آتی ہیں۔" دھوند، ستی، بب، چبھ (چب) اور متعدد دیگر کا ماخذ ہندو ہے۔ سب بالاصل جہلم کے اس طرف والے حصے کی پہاڑیوں میں آباد اور غالباً" آپس میں کم و بیش تعلق رکھتے ہیں۔ ٹاڈ کے مذکور

پنوار قبیلوں میں ہمیں دھونڈا' سوروتیہ' بھیا' دھونڈ' جیرا اور دھونتا ملے' وہ انہیں ناپید فرض کر چکے تھے۔ تاہم' ان کا پنوار قبیلے ہونا ناممکن نہیں۔

ان قبائل کی تاریخ سر لیپل گر-فن نے "دی چیفس آف پنجاب" کے صفحہ 592 پر اور اس سے آگے پیش کی ہے۔ 1837ء میں سکھوں نے انہیں قریب قریب ختم کر دیا۔ کرنل کریک فورٹ (Crac fort) راولپنڈی کے دھونڈ اور ستی کو ایک "دھوکے باز' بے ہمت اور خطرناک آبادی" قرار دیتے ہیں۔ وہ خصوصاً ہزارہ کے کرال اور دھونڈ کے ساتھ اپنے قریبی تعلقات کی وجہ سے خطرناک ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ ستی ایک عمدہ نسل اور دھونڈ کے مقابلہ میں زیادہ چاق و چوبند و کم متلون ہیں۔ ان کے وہ روایتی دشمن ہیں۔ سر لیپل گر-فن کی رائے میں "دھونڈ ہمیشہ سے ایک لاقانونیت اور ناقابل اصلاح نسل رہی ہے۔ لیکن برائی کے لئے ان کی افتاد طبع کے مقابلہ میں ان کی ہمت کچھ بھی نہیں۔" دوسری طرف میجر ویس دھونڈ اور کرال دونوں کو بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ وہ "سادگی اور محبت کے ساتھ کاشت کی ہوئی اپنی زمینوں اور گھروں کے ساتھ جڑے ہوئے ہیں۔ باقی حوالوں سے ان کا کردار عیارانہ اور بزدلانہ ہے۔ دونوں قبائل نے 1857ء میں بغاوت کی۔ دھونڈ کو راولپنڈی میں سخت سزا دی گئی لیکن ہزارہ میں انہیں بے تعزیر ہی چھوڑ دیا گیا۔" مسٹر سٹیڈ مین کہتے ہیں:

"راولپنڈی کے کوہستانی افراد جسامت میں بہت زبردست نہیں ہیں۔ ان میں نسلی تفاخر شدید ہے' لیکن شکل صورت میں وہ کہیں زیادہ غلیظ ہیں۔ ان کا رتبہ اور حیثیت غریبانہ ہے۔ وہ تھوڑی سی زمین کے مالک اور گزر بسر کے لئے مویشیوں پر بنیادی انحصار کرتے ہیں۔ وہ پہاڑیاں چھوڑنے کو سخت ناپسند کرتے ہیں' خصوصاً موسم گرما میں' جب وہ ہر ممکن حد تک اونچائی پر چلے جاتے ہیں اور موسم سرما میں وادیوں کی طرف نیچے اتر آتے ہیں۔ معاشرتی درجہ بندی میں وہ کافی اوپر ہیں۔"

کیتوال (نمبر3)

کیتوال کا تعلق بھی دھونڈ اور ستی قبیلوں والے گروپ ہی سے ہے' اور وہ ستی علاقہ کے مغرب کی طرف پہاڑیوں میں آباد ہیں۔ سکندر اعظم کی نسل ہونے کا دعویٰ کرتے ہوئے وہ کہتے ہیں کہ وہ ان پہاڑیوں میں دھونڈ یا ستی دونوں سے زیادہ عرصہ پہلے کے باشندے ہیں۔

لیکن بدیہی طور پر دھوند نے تاریخ کے کسی نامعلوم دور میں اس قبیلہ کو تقریباً تباہ و برباد کر کے رکھ دیا۔ اب وہ معدودے چند اور غیراہم ہیں۔

دھنیال (نمبر4)

دھنیال کا تعلق بھی خطہ کوہستان نمک کے پہاڑی قبائل کے گروپ اور شاید راجپوت خون سے ہے' جس پر ہم اس وقت بات کررہے ہیں۔ جہلم کی تحصیل چکوال میں علاقہ دھنی کا نام اسی کی نسبت سے ہے' اور ان علاقوں میں ان کی ایک آبادی اب بھی نظر آتی ہے۔ تاہم' اب وہ زیادہ تر کوہستان مری کی زیریں مغربی پہاڑیوں میں پائے گئے۔ ستی انہیں لیتوال سے جدا کرتا ہے۔ وہ حضرت علیؓ کی اولاد ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ وہ کڑیل جوان ہیں اور آرمی میں کافی ریکروٹ مہیا کرتے ہیں' لیکن ہمیشہ سے ہنگامہ پرور رہے۔ نواحی علاقوں کے زیادہ تر سنگین جرائم ان کے سر پر ڈالے جاتے ہیں۔ بیشتر نے خود کو بطور جٹ بتایا۔

بھکرال (نمبر5) اور بدھال

قبائل کے اسی گروپ کے یہ دو مزید ارکان ہیں جو ضلع راولپنڈی کے جنوب مشرقی حصہ کے کافی علاقوں میں آباد ہیں۔ بھکرال' جہلم اور گوجرات میں بھی ان کی کچھ تعداد ملی ہے۔ میں نے بدھال کی تعدادیں الگ نہیں کیں۔ راولپنڈی کے بھکرال میں سے 5099 نے خود کو پنوار بھی بتایا' اور وہ دونوں کی تعداد میں شامل ہیں۔ دھنیال کی طرح بدھال بھی حضرت علیؓ کی اولاد ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ یہ دونوں قبائل تقریباً جہلم کے پار جموں علاقہ سے آئے۔ وہ بیوہ کی شادی کرنے کے لئے رضا مند نہیں۔ جن 3000 بھکرال نے بہاولپور سے اپنا اندراج کرایا ان کے بارے میں مجھے معلوم نہیں کہ وہ کون ہیں' لیکن ان کا تعلق بھی اسی قبیلے سے ہونا ناممکن ہے جس سے خطہ کوہستان نمک والوں کا ہے۔ شاید ناموں میں کچھ گڑ بڑ ہوگی۔

الپیال

میں نے اعداد و شمار یہاں بھی علیحدہ علیحدہ نہیں کئے' لیکن یہ دریافت ہوا ہے کہ

راولپنڈی کے 8685 منج راجپوت (دیکھیں جدول نمبر 10) تحصیل فتح جھنگ کے اپیال ہیں۔ وہ تسلیم شدہ راجپوت قبیلہ ہیں اور ان کی شادی بیاہ کی تقریبات میں ہندواصل کے نقوش باقی ہیں۔ لگتا ہے کہ وہ اپنے موجودہ مسکن میں رہائش پذیر ہونے سے قبل خوشاب اور تلہ گنگ علاقہ میں ادھر ادھر بھٹکتے پھرتے رہے۔ ایسا ہونے کی صورت میں ممکن ہے کہ وہ جنوب سے اوپر آئے ہوں۔ وہ عمدہ قدوقامت والے اور سنگین جرائم کے عادی لاقانون آدمیوں کا ایک گروہ ہیں۔

کھروال

میرے پاس ان کے لئے علیحدہ اعداد و شمار نہیں۔ یہ جنجوعہ قبیلہ اور راجہ مل کی نسل سے ہونے کے داعی ہیں' اور مسٹر سٹیڈمین کو اس روایت پر شک کرنے کی کوئی وجہ نظر نہیں آتی۔ وہ راولپنڈی میں تحصیل کہوٹہ کے مشرقی نصف کی پہاڑیوں پر آباد اور قوی الجثہ نسل ہیں۔ عام راجپوتوں سے قطعی طور پر اعلیٰ ترین اور معاشرتی اعتبار سے جنجوؤں کے ہم سر ہیں۔ وہ بیوہ کی شادی کرنے کی اجازت نہیں دیتے۔

کنیال (نمبر6)

مسٹر سٹیڈمین کے مطابق کنیال کا تعلق متفرق افراد کے اس گروپ سے ہے جو خود کو راجپوت کہتے اور ضلع راولپنڈی کے جنوب مشرقی کونے کے خاصے بڑے حصے میں آباد ہیں۔ وہ کافی حد تک بدحال اور بھکرال جیسا طبقہ ہی ہیں۔ وہ دامن کوہ کے ساتھ ساتھ گوجرات میں پھیلے ہوئے بھی نظر آتے ہیں۔

کوہستان نمک کے راجپوت قبائل:

کہوٹ (نمبر7) اور میئر

میئر کے لئے میرے پاس الگ اعداد و شمار نہیں ہیں۔ کہوٹ اور میئر کے ساتھ بالعموم قصر کو بھی شامل کیا جاتا ہے' جن کا ذکر آگے آئے گا۔ یہ تین قبائل جہلم کی تحصیل چکوال

میں دھنی علاقہ پر آباد ہیں' کہوٹ اس کے جنوبی حصے یا کہوٹانی میں' میر وسط میں اور قمر شمال میں۔ یہ تینوں کہتے ہیں کہ وہ جموں کی پہاڑیوں سے آئے' باہر کی فوج میں شامل ہوئے اور اسی نے انہیں موجودہ مسکن میں (جو اس وقت بے آباد تھا) آباد کیا۔ وہ بہت زیادہ متشدد اور تحکم پسند ہیں اور انہوں نے اپنی آزادی تن و تنہا برقرار رکھی۔ مسٹر تھامسن کی بیان کی ہوئی گرافک تفصیل کافی حد تک مغل کے ضمن میں پیش کی گئی ہے' جس کا حوالہ دینا ضروری ہے۔ وہ بہت ممکن طور پر راجپوت یا نیم راجپوت قبائل کے گروپ میں سے ہیں جو دریائے جہلم کے دونوں کناروں پر آباد ہیں۔ راولپنڈی کی کہوٹہ پہاڑیاں اب کیتوال اور دھنیال کے پاس ہیں۔ جبکہ کہوٹہ کا قصبہ اب جنجوعوں کے تصرف میں ہے اور ابھی تک ان کا نام لئے ہوئے ہیں۔ اب ان کا تعلق جہلم کی پہاڑیوں سے نہیں کوہستان نمک سے ہے' لیکن میں نے جدول میں انہیں ان قبائل کے ساتھ پیش کیا ہے جن کے ساتھ ان کا ممکنا نسلی تعلق ہے۔ کبھی کبھار انہیں اعوان بھی کہا جاتا ہے' عین اسی طرح جیسے دھوند کو۔ ان کے گوپئے ان کی مغل نسل ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ اور یہ عین ممکن ہے کہ ان میں سے کچھ نے خود کو اعوان یا مغل دونوں لکھوایا ہو۔ جہلم سے اندراج کئے گئے 8766 کہوٹ میں سے صرف 293 نے اپنا قبیلہ مغل بتایا۔ زیادہ باعزت میر خود کو منہاس کہتے ہیں۔ یہ غالباً وہی مشہور منہاس قبیلہ ہیں جس پر ہم آگے بات کریں گے۔ ہو سکتا ہے میر نے خود کو منہاس راجپوت بتایا ہو۔

جودرا اور گھیبا

ان قبائل کے لئے بھی میرے پاس الگ تعداد نہیں۔ بدیہی طور پر صرف 105 افراد نے خود کو گھیبا بتایا' جن میں سے 89 پشاور میں ہیں۔ انہوں نے اپنی ذات راجپوت یا کچھ اور بتائی ہوگی' یا کسی اور راجپوت قبیلہ کے طور پر' یا قبیلہ کی تخصیص کے بغیر سیدھی سادی راجپوت۔ وہ روایت جو سیال ٹوانہ اور گھیبا کو سیو' ٹیو اور گھیو کی نسل بتاتی ہے' جو رائے شنکر پنوار کے تین بیٹے تھے' ان کا ذکر سیال کے ضمن میں ہو چکا۔ گرسفن کی "دی چیفس آف پنجاب" کے صفحہ نمبر 520 پر اس کا ترمیم شدہ شجرہ نسب دیا گیا ہے۔ جیساکہ دھوند کے ضمن میں بات کی جا چکی ہے کہ سیال اور ٹوانہ یہ تعلق تسلیم کرتے ہوئے نظر

آتے ہیں۔ راجپوت قبائل کے اس گروپ کا پنوار ماخذ ہونا قطعاً" ناممکن نہیں۔ بتلایا جاتا ہے کہ سیال اور ٹوانہ کے کچھ عرصہ بعد گھیبا پنجاب میں وارد ہوئے اور راولپنڈی میں پنڈی گھیب اور فتح جنگ کی وسیع غیر آباد کوہستانی زمین پر آباد ہوئے۔ یہاں پر انہوں نے اعوانوں، **ککھڑوں** اور پڑوسی قبائل کی مخالفت میں اپنا قبضہ قائم رکھا، حتیٰ کہ رنجیت سنگھ نے انہیں مغلوب کرلیا۔ جودرا کے بارے میں بتایا جاتا ہے کہ وہ جموں سے آئے یا ایک اور کہانی کے مطابق ہندوستان سے۔ جبکہ کرنل کریک فورٹ بھی کہتے ہیں کہ گھیبا کی روایات اپنے قبیلے سے ملتی ہیں، اور یہ کہ وہ اپنے موجودہ علاقہ میں اس سے پہلے کے ہیں جب گھیبا ان کے پہلو میں آن بسے۔ اب وہ پنڈی گھیب کے مشرقی نصف اور گھیبا راولپنڈی کی تحصیل فتح جنگ کے مغربی نصف پر قابض ہیں۔ دونوں علاقے ساتھ ساتھ واقع ہیں۔ بدقسمتی سے مجھے بتانے والے کا نام تو یاد نہیں رہا لیکن مجھے یہ بتایا گیا ہے کہ درحقیقت گھیبا اصلی جودرا قبیلے کی ایک شاخ ہیں جو کسی دوسری شاخ کے ساتھ جھگڑ پڑی اور گھیبا کا نام اختیار کرلیا۔ یہ نام اس وقت تک قبیلے میں صرف ایک لقب کے طور پر استعمال ہوتا تھا۔ یہ بھی بتایا گیا کہ پنڈی گھیب کا قصبہ گھیبا نے نہیں جودرا نے بنایا تھا اور اب بھی وہاں آباد ہیں۔ گھیبا اور جودرا خاندان کی تاریخ کے لئے "دی چیفس آف پنجاب" کے صفحات 538 اور 535 ملاحظہ کریں۔ کرنل کریک فورٹ جودرا کو یوں بیان کرتے ہیں: "عمدہ اور پرجوش لوگ جو میدانی کھیلوں میں خوش ہوتے، گھوڑے اور باز پالتے، لڑتے جھگڑتے اور ہمہ وقت مائل بہ پیکار ہیں۔ پہلے وہ تلواریں استعمال کرتے تھے، لیکن اب ڈنڈوں اور پتھروں کے کم خطرناک ہتھیار استعمال کرتے ہیں۔" اسی راقم کا کہنا ہے کہ "گھیبا عمدہ جفاکش آدمیوں کی ایک نسل ہے، پھرتی اور توانائی سے بھرپور۔ انہیں جرائم کی عادت نہیں۔ تاہم بے عزتی یا زخم لگنے پر اپنی خفت کا بدلہ لینے کے لئے وہ ہر وقت حقیقی یا خیالی تیاری کرتے رہتے ہیں، اور وہ زمین پر اپنے حق کے لئے ہاتھوں میں ہاتھ ڈال کر لڑتے ہیں۔ جودرا اور ایسال سے منسلک جتھے بدنام ہیں۔"

جنجوعہ (نمبر8)

جنجوعہ کے صدر مقامات مشرقی کوہستان نمک ہیں، لیکن وہ سارے ملتان و ڈیرہ جات

ڈویژنوں کے اندر تھوڑی بہت تعداد میں پائے گئے۔ جنرل کننگھم کی رائے میں وہ ہوشیار پور میں آریائی ہیں اور انوان' اعوان یا انو کے بیٹوں کی ایک شاخ۔ ان کے نام کے پہلے حصے جنج اور راولپنڈی میں ایک علاقہ چچ کو دریائے سندھ پر ہنڈ کے پرانے بادشاہوں سے جوڑتا ہے' جو مسعودی کے کہنے کے مطابق چچ یا جج نام کے حامل تھے۔ مسٹر گرفن اس خیال پر راغب نظر آتے ہیں کہ وہ یادو بنسی راجپوتوں کی شاخ ہیں' جس کی نمائندگی مرکزی طور پر اب بھٹی میں ہوتی ہے۔ بھٹی کشمیر میں پنجاب پر اسلامی غلبے تک آباد تھے' اور ان کی تاریخ کا خاکہ بھٹی کے ضمن میں پیش کیا گیا ہے۔ ابوالفضل بھی انہیں یادو ماخذ کی ایک شاخ قرار دیتے ہیں۔ جب کہ ان کا اپنا یہ کہنا ہے کہ وہ راجہ مل راٹھور کی نسل ہیں جو تقریباً 980ء میں جودھ پور یا قنوج' سے جہلم کو ہجرت کر گیا اور مالوت تعمیر کیا۔ جنجوعہ سلسلہ ہائے نسب راجہ مل سے لے کر صرف 18 تا 23 پشتیں بتاتے ہوئے حیرت انگیز ہمہ گیریت ظاہر کرتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ اس کا ایک بیٹا "جود" کہلاتا تھا' کوہستان نمک کا پرانا نام۔ مسٹر برانڈرتھ کہتے ہیں کہ صرف اس کے بھائی ویر کی اولادیں اب جنجوعہ کے طور پر جانی جاتی ہیں۔ اگر ایسا ہے اور اگر جنرل کننگھم کا بابر کے جود کو اعوان سے ملانا تسلیم کر لیا جائے تو دونوں قبیلوں کا ایک ہی مشترک مورث اعلیٰ ہے۔ کسی دور میں جنجوعہ سارے خطہ کوہستان نمک پر قابض تھے لیکن ککھڑوں نے انہیں مرحلہ بہ مرحلہ شمال میں اور اعوانوں نے (بشرطیکہ وہ کوئی علیحدہ افراد ہوں) مغرب میں نکال دیا۔ اب ان کا قبائلی علاقہ سلسلہ کے صرف مشرقی اور وسطی حصہ ہے۔ یہ بالکل وہی علاقہ بنتا ہے جو بابر کے حملہ کے وقت ان کے پاس تھا۔ اس خطہ میں ککھڑوں کے بعد ان کی حیثیت اب بھی ثانوی ہے اور انہیں راجہ کہہ کر مخاطب کیا جاتا ہے۔ وہ بیوہ کی شادی کرنے کی اجازت نہیں دیتے۔ اس قبیلے کی مکمل تاریخ برانڈرتھ کی جہلم رپورٹ کے صفحہ 50 اور اس سے آگے دی گئی ہے' جبکہ سرکردہ خاندان کی تاریخ "دی چیفس آف پنجاب" کے صفحہ 602 پر۔ مسٹر تھامسن نے اپنی جہلم رپورٹ میں اس قبیلے پر تفصیلاً" بات کی ہے۔ وہ بھی انہیں جودھ پور کے راٹھور راجپوت بتاتے اور کہتے ہیں کہ وہ بلاشبہ اور تسلیم شدہ طور پر صرف جہلم میں ہی راجپوت ہیں۔ وہ انہیں جسمانی لحاظ سے جاذب نظر' مضبوط ہڈ پیر والے' فوجی ملازمت سے کافی زیادہ وابستہ (خصوصاً رسالوں میں) بیان کرتے ہیں۔ وہ غریب کاشتکار' بڑے کاروباری

اور نسل پر بہت زیادہ تفاخر کرتے ہیں۔

جموں سرحد کے راجپوت قبائل:

منہاس (نمبر9)

منہاس یا جموال رام چندر کی بلاواسطہ اولاد سے سوریہ ماخذ کا دعویٰ کرتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ ان کا مورث اعلیٰ ایودھیا سے آیا' جموں فتح کیا اور یہاں اسی نام کا ایک شہر آباد کیا۔ کچھ کہتے ہیں کہ اس تسخیر سے قبل وہ سیالکوٹ میں رہتے تھے۔ کچھ کے مطابق پہلے وہ کشمیر گئے' پھر سیالکوٹ اور اس کے بعد جموں کی طرف۔ جموال اس پورے قبیلے کا پرانا نام لگتا ہے' لیکن اب اس کا استعمال صرف اس شاہی شاخ کے لئے مختص ہے جو کھیتی باڑی نہیں کرتی اور کاشتکار بھائیوالوں کو بہ نظر تحقیر دیکھتی ہے۔ یہی کاشتکار منہاس کہلاتے ہیں۔ منہاس لوگ سلہریہ اور نواح کے دیگر درجہ دوم راجپوتوں کے ساتھ باہم ازدواج کرتے ہیں۔ وہ اپنے سب سے بڑے بیٹے کو راجہ اور سب سے چھوٹے کو میاں کہتے ہیں۔ سلام کے لئے "جے" کا استعمال کرتے ہیں۔ وہ زیادہ تر ہندو ہیں' کم از کم دریائے جہلم کے اس طرف والے خطے میں۔ مکلاوہ کے موقع پر وہ بکرے کے سر پر پانی ڈالتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ بکرے کے سر ہلانے سے ان کے آباؤاجداد کو سکون مل رہا ہے۔ جموں سرحد کے سارے نیچے والے علاقہ راولپنڈی' جہلم' سیالکوٹ' گورداسپور میں ان کی کافی تعداد ہے' لیکن خصوصاً پہلے والے دو میں۔ سیالکوٹ میں 765 منہاس نے خود کو بھٹی' 741 نے سلہریہ اور 775 نے رگھبنسی (رگھو بنسی) بھی لکھوایا۔ جبکہ گورداسپور میں 2080 بطور رگھبنسی بھی دکھائے گئے ہیں۔ اسی طرح گوجرانوالہ کے جٹ منہاس میں سے 1325 ورک ہیں جنہوں نے خود کو منہاس بھی ظاہر کیا۔ منہاس حقیقی کاشتکار ہیں' لہٰذا راجپوت درجہ بندی کے مقامی پیمانے میں انہیں انتہائی کمتر حیثیت حاصل ہے۔

چبھ (نمبر10)

چبھ (17) کانگڑہ کے کٹوچ راجپوتوں کی نسل ہونے کے دعویدار ہیں' کم از کم ماں کی طرف سے (18)۔ اگر ایسا ہے تو ان کی حیثیت کبھی بھی موجودہ حیثیت سے کہیں زیادہ اعلیٰ

رہی ہوگی، لیکن یہ کہانی غالباً" غیردرست ہے۔ میں نے دھوند کے ضمن میں یہ رائے پیش کی تھی کہ چبھ شاید پنوار ہوں گے۔ بتایا جاتا ہے کہ ان کے مورث اعلیٰ چبھ نے کوئی 1400 سال قبل کانگڑہ چھوڑا اور جموں پہاڑیوں میں بھمبر کے مقام پر آباد ہوگیا۔ اسلام قبول کرنے والا اولین چبھ اورنگزیب دور کا سورسادی تھا۔ وہ ایک ظالم موت مرا اور بطور شہید اس کی بہت تعظیم کی جاتی ہے۔ مسلمان چبھ اس کے مزار پر اپنے بچوں کی چندیا نذر کرتے ہیں۔ اس رسم کی ادائیگی تک بچے کو حقیقی چبھ تصور نہیں کیا جاتا اور نہ ہی ماں کو گوشت کھانے کی اجازت ہوتی ہے۔ پنجاب کے اندر چبھ خصوصاً جموں پہاڑیوں کے نیچے گوجرات کے تمام شمالی علاقے میں پائے گئے۔ اس علاقے کے اوپر والی پہاڑیاں ان کا آبائی مقام ہیں اور وہ ریاست کے ساتھ منسلک ہیں۔ انہوں نے ہزارہ سرحد کے ساتھ ساتھ دریائے جہلم کے بائیں کنارے پر کشمیر کے پہاڑی علاقے یا چبھال کا نام اپنے نام پر رکھا۔ تاہم، مجھے پورا یقین ہے کہ اب وہ ان پہاڑیوں پر متصرف نہیں ہیں، چبھ ایک اعلیٰ حیثیت کا قبیلہ ہیں۔ جنجوعہ کی طرح وہ بھی راجہ کا لقب استعمال کرتے ہیں، سادات اور **ککھڑ** ان کے ساتھ اپنی بیٹیاں بیاہنے میں ہچکچاتے نہیں، اور سکھ دور حکومت تک وہ خود کاشتکاری نہیں کرتے تھے، تاہم آجکل وہ ہل چلاتے ہیں۔ چبھ روسا کی تاریخ "دی چیفس آف پنجاب" کے صفحہ 584 پر ملاحظہ کریں۔ کچھ لوگ چبھ کی شناخت قدیم Sibae کے ساتھ کرتے ہیں۔

ٹھاکر (نمبر11)

جدول میں دکھائے گئے ٹھاکر راجپوت تقریباً کملاً" سیالکوٹ کے سلہریہ راجپوت ہیں، جہاں 5279 افراد نے خود کو راجپوت سلہریہ ٹھاکر لکھوایا۔ اس تعداد کو سلہریہ میں دوبارہ دکھا دیا گیا۔ اسی طرح نابھہ کے 921 ٹھاکر چوہان ہیں۔ ٹھاکر کے استعمال کی اہمیت "مشرقی پہاڑیوں کے راجپوت" کے ضمن میں بیان کی گئی ہے، لیکن کبھی کبھار پہاڑیوں کے اعلیٰ راجپوت لفظ ٹھاکر کا استعمال عظمت و وقار کے لقب کے طور پر بھی کرتے ہیں اور یہ دونوں لفظ اکثر گڈمڈ ہو جاتے ہیں۔ (اول الذکر کا تلفظ Thakar اور موخرالذکر کا Thakur ہے۔)

سلہریہ (نمبر12)

سلہریہ سوم بنسی راجپوت ہیں جو اپنا سلسلہ نسب دیومالائی عہد کے راجہ سیگل اور اس کی اولاد چندر گپت سے ملاتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ ان کا نام دہندہ مورث اعلیٰ سلطان ممداح کے دور میں اس فوجی دستے کے سپہ سالار کی حیثیت میں دکن سے آیا جو شوجا کھوکھر کی بغاوت فرو کرنے کے لئے بھیجا گیا تھا' اور وہ سیالکوٹ میں آباد ہوگیا۔ بہلول لودھی کے دور میں اس کی اولادیں مسلمان ہوگئیں۔ وہ زیادہ تر مسلمان ہیں' لیکن برہمنوں کی خدمات حاصل کرتے اور دروں زواجی نہیں کرتے۔ شادی کے موقع پر وہ دولہا اور دولہن کے ماتھے پر بکرے کے خون سے نشان لگاتے ہیں۔ ان کے مرکزی مقامات مشرقی حصے کی طرف ہیں' البتہ وہ گورداسپور اور لاہور میں بھی پائے گئے۔ جدول نمبر 18 میں کالم نمبر 11 میں دکھائے گئے سیالکوٹ کے ٹھاکر زیادہ تر سلہریہ ہیں' اور ان کی تعداد دونوں قبیلوں میں شامل کی گئی' جبکہ سیالکوٹ کے سلہریہ میں سے 741 نے خود کو منہاس اور 347 نے بھٹی لکھوایا۔ ان تمام معاملات میں ان افراد کو دونوں عنوانات کے تحت دکھایا گیا ہے۔ گورداسپور میں 3712 سلہریہ باگڑ یا بھاگڑ کے طور پر بھی دکھائے گئے ہیں' اور انھیں سلہریہ و باگڑی ہر دو میں شمار کیا گیا۔

کاٹل (نمبر13)

کاٹل گورداسپور میں ایک راجپوت قبیلہ ہیں' جس کے متعلق میرے پاس اس سے علاوہ کوئی معلومات میسر نہیں کہ وہ سلہریہ کے ساتھ باہم ازدواج کرتے ہیں۔

رگھ بنسی (نمبر14)

رگھ بنسی راجپوت کی تعداد غالباً" شمال مغربی صوبوں کے مشرقی حصہ میں انتہائی زیادہ ہے۔ پنجاب میں وہ خصوصاً پہاڑی ریاستوں اور گورداسپور و سیالکوٹ کے دامن کوہ میں ملے' تاہم چند ایک جمنا اضلاع میں بھی۔ لیکن یہ نام روایتی ماخذ پر کچھ زیادہ دلالت کرتا نظر آتا ہے۔ چنانچہ گورداسپور کے رگھ بنسی میں سے 2080 اور سیالکوٹ میں سے 775 نے خود کو منہاس بھی لکھوایا' اور انھیں دونوں کے تحت دکھایا گیا ہے۔

مشرقی پہاڑیوں کے راجپوت:

آخری اور کئی اعتبار سے انتہائی دلچسپی کا حامل' راجپوت قبائل کا گروپ میں اب زیر غور لاؤں گا۔ اس گروپ کے راجپوت کانگڑہ' شملہ پہاڑیوں اور ان کے دامن میں بیاس و جمنا کے مابین دامن کوہ خطے میں ہیں۔ اپنے موجودہ مسکن پر ماضی بعید کے کسی دور سے لے کر اب تک آباد رہنے والے پنجاب کے افراد میں غالباً صرف یہ پہاڑی راجپوت ہی نہیں ہیں' بلکہ انہوں نے اپنی آزادی ایک طویل ترین عرصہ تک برقرار رکھی۔ متعدد بار حملے اور شکست سے دوچار ہونے والے کانگڑہ پہاڑیوں کے راجے حقیقتاً کبھی بھی مسلمانوں کے مطیع نہیں ہوئے' اور شمالی انڈیا کی قدیم ترین ریاستوں کو اپنی سلطنت میں شامل کرلینا رنجیت سنگھ کا ہی کمال تھا۔ چنانچہ کانگڑہ کی پہاڑیاں پنجاب کا وہ حصہ ہیں جو نہ صرف کل آبادی کے تناسب میں زیادہ کلی طور پر ہندو ہیں' بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہاں پر کبھی مسلمان حاکمیت نہیں رہی جو یا تو مذہب تبدیل کرلینے والے افراد میں اسلام کی آزادی مطلق کو متعارف کروا کر ذات کی پابندیاں اور بندھن کمزور کر دیتی یا پھر اپنے راجپوت حکمرانوں سے محروم بدستور ہندو آبادی کو پھر سے مکمل طور پر مذہبی طبقہ کی سرپرستی میں چھوڑ کر یہ بندھن مزید مضبوط کر دیتی۔ یہاں پر ہم ذات تقریباً تقریباً عین اسی حالت میں موجود ہونے کی توقع کرسکتے ہیں جیسی کہ ابتدائی مسلمان حملہ آوروں نے پنجاب میں داخل ہونے پر دیکھی۔ یقیناً یہیں پر برہمن اور کشتریہ کافی حد تک وہ حیثیت رکھتے ہیں جو منو نے انہیں تفویض کی تھی۔ ان پہاڑیوں میں راجپوت معاشرے کی تشکیل کو مسٹر بارنز کی کانگڑہ رپورٹ سے لئے گئے مندرجہ ذیل اقتباس سے بہتر طور پر بیان کیا جا سکتا ہے' اور ان مزید اقتباسات کے ذریعہ بھی جو میں ٹھاکر اور راٹھی کے ضمن میں دوں گا۔ یہ اقتباسات لمبے ہیں' لیکن ذات کے حوالے سے یہ معاملہ اس قدر اہمیت کا حامل ہے کہ ایسا کرنے میں مجھے کوئی ہچکچاہٹ محسوس نہیں ہورہی۔ تو مسٹر بارنز رقمطراز ہیں:

> "شاہی گھرانے کا ہر رکن لازماً" راجپوت ہے' چاہے وہ راوی پار کی میونسپلٹیوں کے ڈوگر حلقے سے تعلق رکھتا ہو' یا دریا کے اس طرف جالندھر حلقے سے۔ ان کے ساتھ شادی کا رشتہ قائم کرنے والے بھی خود کو اس باعزت درجے میں شامل کرتے ہیں۔ یہ نام پہاڑیوں کی اور بھی بہت سی نسلیں استعمال کرتی ہیں' لیکن علاقہ کے

عموی احساسات کے مطابق راجپوت کا لفظ صرف انہی کا قانونی حق ہے جن کے لئے میں نے اسے مخصوص کیا ہے۔ ان تمام باعزت گھرانوں کی نسلیں "میاں" کے اعزازی لقب کے ذریعہ ممتاز ہوتی ہیں۔ جب وہ اپنے سے کمتروں کے ساتھ ہمکلام ہوتے وقت "جے دیا" کا مخصوص سلام لیتے ہیں جو کسی اور ذات کو نہیں کیا جاتا۔ (19) وہ آپس میں بھی اسی سلام کا تبادلہ کرتے ہیں۔ چونکہ میاں میں بھی درجات کا ایک غیر مختتم سلسلہ ہے' اس لئے کمتر پہلے سلام کو دوہراتا ہے اور عام طور پر کرم فرمائی میں جواب دیتا ہے۔ پہلے وقتوں میں جے دیا بہت زیادہ اہمیت کا حامل تھا۔ اس مراعات کے غیرمجاز استعمال کی سزا بھاری جرمانہ یا قید کے ذریعہ ایک چھوٹے جرم کے طور پر دی جاتی تھی۔ راجہ اعلیٰ پیدائش کے راجپوتوں کو یہ رتبہ دے سکتا تھا جو محض شاہی تمیلچہ ہی سے وابستہ نہ ہوں' مثلاً سونکلا یا منہاس۔ ذات کے ان کڑے قاعدے قوانین سے کوئی بھی انحراف غلطی کرنے والے کو اس سلام سے محروم قرار دینے کے لئے کافی تھا۔ راجپوت اس زبردست تعظیم کی کہانیاں اور اور ان کے تدارک کے لئے بنائی جانے والی پابندیوں کا ذکر کرنے میں بڑی خوشی محسوس کرتے ہیں۔ سکھ وزیر راجہ دھیان سنگھ خود بھی ایک جموال میاں تھا' اسے نور پور کے معزول راجہ بھیر سنگھ سے جبراً "جے دیا" وصول کرنے کی خواہش تھی۔ وہ عطیہ میں ملی ہوئی 25000 روپے کی جاگیر کا مالک تھا' جس پر رنجیت سنگھ کے دستخط اور مہر تھی۔ اس نے معاہدہ پیش کرنے میں اس وقت تک التوا کئے رکھا جب تک نور پور کے سردار نے اسے اس سلام "جے دیا" کے ساتھ خوش آمدید نہ کہا۔ لیکن بھیر سنگھ جدی پشتی راجہ تھا اور دھیان سنگھ محض رنجیت سنگھ کا حمایت یافتہ راجہ۔ موروثی رہنما نے اپنے وقار پر سمجھوتہ کرنے سے انکار کر دیا اور برادری کے اصول کے مطابق

اپنے سے کمتر شخص کی "جے دیا" سے تعظیم کرنے کی بجائے اس نے امارت پر گداگری کرنے کو ترجیح دی۔ یہ اصطلاح غالباً" جے (فتح) اور دیب (بادشاہ) کا مرکب ہے۔ جب اسے قومی تاثر میں استعمال کیا جائے تو اس کا مطلب "Vive le roi" یعنی تا "ابد بادشاہ" جیسا لگتا ہے۔

"کوئی میاں اپنا نام اور وقار کو بٹہ لگنے سے محفوظ رکھنے کے لئے چار بنیادی اصولوں پر احتیاط کے ساتھ ضرور عمل کرتا ہے: اول ---- اسے ہرگز ہل نہیں جوتنا چاہئے' دوم ---- اسے اپنی بیٹی کی شادی کسی نچلے رتبے میں بالکل نہیں کرنی چاہئے' اور نہ ہی اپنی' سوم ---- اسے اپنی بیٹی کی منگنی کے بدلہ میں کبھی بھی رقم قبول نہیں کرنی چاہئے' اور چہارم ---- اس کی خواتین خانہ کو سختی کے ساتھ عزلت نشین رہنا چاہئے۔ غالباً ان میں ہل سے نفرت سب سے زیادہ شدید ہے۔ غلطی کا مرتکب ہونے والا اس سلام کے حق سے محروم ہو جاتا ہے' اور اس کی تنزل راجپوتوں کے دوسرے درجہ میں ہو جاتی ہے۔ اس کے بعد کوئی میاں اسے اپنی بیٹی نہیں دے گا' اور اپنے لئے بیوی تلاش کرنے کی خاطر اسے سماجی درجہ بندی میں ایک درجہ مزید نیچے رجوع کرنا پڑے گا۔ قبیلے کے اجلاسوں میں اور شادی بیاہ کے مواقع پر ایسے راجپوت جنہوں نے اپنے ہاتھ ہل کے ساتھ آلودہ نہیں کئے' ان راجپوتوں (ہل باہ) کے ساتھ بیٹھ کر کھانے سے انکار کر دیں گے جنہوں نے ہلا چلا کر خود کو آلودہ کرلیا' کیونکہ وہ متکبرانہ لقب رکھتا ہے۔ اخراج کی تذلیل سے گریز کرنے کے لئے متعدد تو عوامی اجتماعات میں بھی شامل نہیں ہوتے۔ زراعت کے خلاف یہ نفرت ہندو مذہب جتنی ہی پرانی ہے۔ اس توجیہہ میں پیش کی جانی والی کچھ مختلف وجوہات میں نے سنی ہیں۔ کچھ کہتے ہیں کہ مادر گیتی کے سینے میں ہل کے فولادی پھل کے ساتھ چیرپھاڑ کرنے

سے اس کی بے حرمتی ہوتی ہے۔ دیگر کا کہنا ہے کہ اصل غلط کاری مقدس بیلوں سے مشقت کروانے میں ہے۔ ممکنا وجہ یہ ہے کہ تلوار کشتیریہ یا عسکری طبقے کا مباح ہتھیار ہے' ہل زندگی میں پست روی کی علامت ہے' اور ایک باعزت پیشے کی زیادہ سخت پیشے کے ساتھ تبدیلی ذات کی مراعات سے دست بردار ہونے کے مترادف ہے۔

"اپنی بیٹی کو کسی کمتر ذات میں بیاہنا بمشکل ہی زراعت سے زیادہ قابل معافی غلطی ہے۔ حتیٰ کہ رنجیت سنگھ نے اپنے اقتدار کی اوج ثریا میں اس نفرت کی شدت محسوس کی۔ کانگڑہ کے راجہ نے اپنی بہنیں دھیان سنگھ کے سپرد کرنے کی بجائے موروثی سلطنت چھوڑ دی۔ وہ خود تو جموں ماخذ کا میاں تھا لیکن ایک کٹوچ شہزادے کے برابر نہیں۔ رنجیت سنگھ کے ساتھ الحاق کی تذلیل سے بچنے کے لئے نور پور پرگنہ میں کٹ گڑھ کے راجپوتوں نے بہ رضا اپنے گھروں کو آگ لگا دی اور خواتین رشتہ داروں کو اسی آگ میں زندہ درگور کر دیا۔ ایک مرتد پٹھانیہ میاں پدما نے جب اپنی بیٹی کی شادی ایک سکھ حاکم کے ساتھ کر دی تو اس کی برادری نے رنجیت سنگھ کے ڈرانے دھمکانے کی پروا کئے بغیر اسے اور اس کے قریب ترین رشتہ داروں کو جے دیا سے محروم کر دیا۔ آج بھی وہ اس کی اولادوں کے ساتھ ہم نشینی سے انکار کرتے ہیں۔ ان کی عورتوں کی خانہ نشینی پر بھی سختی سے عمل ہوتا ہے۔ علاقے سے واقفیت رکھنے والا کوئی بھی شخص راجپوتوں کی آبادیاں بہ آسانی پہچان سکتا ہے۔ گھر الگ تھلگ تعمیر کئے جاتے ہیں' یا تو کسی پہاڑی کی چوٹی پر جو تمام اطراف سے رسائی رکھتی ہو' یا کسی جنگل کے کنارے پر' جسے بڑی محنت کے ساتھ ایک ناقابل گزر پردے میں محفوظ کیا جاتا ہے۔ جب قدرتی تحفظات موجود نہ ہوں تو ضروری راز داری قائم رکھنے کے لئے خود ہی پودے لگائے جاتے ہیں۔ ان کے مساکن کے سامنے گھر سے

تقریباً 50 قدم دور تک ایک صاف کی ہوئی "منڈی" یا ڈیوڑھی ہوتی ہے' جس سے آگے جانے کی کوئی ایسا شخص جرأت نہیں کرسکتا جو گھر سے متعلق نہ ہو۔ کسی ایسے مراعات یافتہ اجنبی کو' جسے گھر کے مالک سے کوئی کام ہو' بطور خاص ڈیوڑھی تک آنے کی اجازت دی جاتی ہے۔ اس کے علاوہ صرف مہذب ذات کے افراد اور دیگر باعزت لوگ بھی "منڈی" میں آسکتے ہیں۔ جن انتہاؤں تک یہ خانہ نشینی قائم رکھی جاتی ہے اس کی ایک مثال مجھے اپنے تجربہ میں پیش آئی۔ منڈی کے علاقے میں ایک کٹوچ کے گھر کو روشن دن میں حادثاً آگ لگ گئی۔ عورتوں کے بچ کر بھاگنے کے لئے قریب کوئی جنگل موجود نہیں تھا۔ اور لوگوں کی نظروں کے سامنے آنے کی بجائے انہوں نے اپنے کمروں میں ہی اس خوفناک موت کو گلے لگا لیا۔ اپنے والدین سے ملاقات کے لئے جانے والی عورتوں کے لئے لازمی ہے کہ وہ پردے والی پالکی میں سفر کریں۔ اور جو غربت کی وجہ سے پالکی کا خرچ برداشت نہ کرسکیں' وہ کم آمد و رفت والی سڑکوں' گھاٹیوں اور جھاڑیوں میں سے ہو کر جاتی ہیں۔

"یہ دیکھ کر بہت افسوس ہوتا ہے کہ راجپوت ان گہری جڑوں والے تعصبات میں کس درجہ دھنسے ہوئے ہیں۔ ان کی نحیف نگاہیں اور بھدے کپڑے اس تبدیلی کی توثیق کرتے ہیں جو وہ اپنے خیالی تقدس کو قائم رکھنے میں سہتے ہیں۔ پہاڑیوں میں موجود وسیع بے آب و گیاہ زمین ان کے لئے اپنی گزر بسر کا ایک فوری ذریعہ ہیں جو اناج حاصل کرنے کے لئے اسے کاشت کریں گے۔ لیکن یہ متبادل ان سے وہ حقوق و مراعات چھین لے گا جو انہیں عزیز ترین ہیں۔ وہ اس ذلت سے دوچار ہونے کی بجائے کسی غیر معین پیشے کو اختیار کرلیتے ہیں۔ کچھ پہاڑوں کی چوٹیوں پر اپنا وقت گزارتے ہیں۔ وہاں باز پکڑنے کے لئے جال بچھائے وہ کئی کئی روز تک گوندنی پر گزارہ

کرتے ہوئے' لاحاصل اس شکار کو دیکھتے رہتے ہیں جو اتفاقاً" ان کے جال میں پھنس سکتا ہے۔ آخر کار جب قسمت انہیں کامیابی سے ہمکنار کرتی ہے تو وہ پرندے کو نیچے اپنے دوستوں کی طرف روانہ کر دیتے ہیں جو اسے فروخت کرنے کے لئے سدھاتے ہیں۔ باقی گھر میں ہی رہتے اور اپنا وقت یا تو کسی باز کے ساتھ یا پھر ایک بندوق (اگر اس کا وزن اٹھا سکیں) سے کھیلنے میں گزارتے ہیں: ایک راجپوت جھاڑیوں کو زور زور سے ہلاتا ہے اور دوسرا راجپوت باز کو اس شکار پر جھپٹ پڑنے کے لئے تیار رکھتا ہے جو دکھائی پڑ جائے۔ دن کے اختتام پر اگر وہ کامیاب رہیں تو شکار کے تبادلے میں تھوڑا سا کھانا لے کر کچھ اور دنوں کے لئے اپنا وجود برقرار رکھتے ہیں۔ نشانہ باز بندوق سے لیس ہو کر کھیتوں سے واپس لوٹنے والے جنگلی سوروں کی تاک میں بیٹھ جاتا ہے' اور ان کے گوشت کے تبادلہ میں بھی دیگر ضروریات زندگی لے لیتا ہے۔ تاہم' فاقہ کشی کے بین امکانات نے پہلے ہی بہت سوں کو ہل چلانے پر راغب کردیا ہے اور علیحدہ ہونے والوں کی تعداد میں روزبروز اضافہ ہو رہا ہے۔ ہماری منصف اور آزاد خیال انتظامیہ میں ایک مساواتی رجحان ہے۔ نوکریوں کی اب زیادہ ضرورت نہیں رہی' اور بہت سوں کے لئے یہ قطعی متبادل سر پر تلوار کی طرح لہرا رہا ہے کہ وہ زراعت کا پیشہ اپنا کر نسبتاً" زیادہ آرام حاصل کریں' یا پھر بھوک اور ہلاکت کے دور برداشت کرتے رہیں۔ جب تک کوئی نہ کوئی ذریعہ باقی ہے مہلک اقدام زیرالتوا رہے گا۔ لیکن یہ اندازہ کرنا بالکل واضح ہے کہ یہ کشمکش زیادہ عرصہ تک جاری رہنے والی نہیں۔ ضرورت ایجاد کی ماں ہے اور جلایا بدیر احتیاج کا دباؤ انجام کار متعصبین کے اضطراب پر غالب آجائے گا۔

"معاشرتی اہمیت میں شاہی قبیلوں کے بعد وہ آتے ہیں جن کے ساتھ وہ شادی کے بندھن میں بندھ ہوا ہے۔ اس الحاق کا وقار

بھی انہیں ایک مخصوص دائرے کے اندر کھینچ لاتا ہے۔ اس خط امتیاز کی نشاندہی کرنا آسان نہیں جو راجپوتوں کو ان قبیلوں سے جدا کرتا ہے جو ان کے فوراً بعد آتے ہیں' اور پہاڑیوں میں وہ "راٹھی ہے" کے لقب سے جانے جاتے ہیں۔ میاں راجپوت کی اصطلاح تو صرف شاہی نسل والوں کے لئے مخصوص کرتا ہے۔ راٹھی قدرتی طور پر ایک زیادہ وسیع تعریف کا متقاضی ہے' تاکہ وہ اس میں اپنے دعوؤں کو بھی شامل کرسکے۔ بایں ہمہ' میں یہ سوچنے پر مائل ہوں کہ میری متعین کردہ حد درست تسلیم کی جائے گی' اور راجپوت رتبے کے لئے صرف وہ جائز حقدار ہیں جو خود شاہی قبیلے کے رکن ہیں یا شادی کے توسط سے ان کے ساتھ منسلک ہیں۔ ان (درجہ دوم) قبائل میں منہاس' جوریال (جریال) اور سونکلا راجپوت انتہائی نمایاں ہیں۔ درحقیقت پہلے دو جمو وال قبیلے کی شاخیں ہیں' جن کو اس سے کمتر خیال کیا جاتا ہے۔ وہ کبھی کبھار "جے دیا" کا سلام وصول کرتے ہیں اور ان میں سے چند ایک ہی زراعت سے وابستہ ہیں۔ پہاڑیوں میں زبردست امتیازی حیثیت رکھنے والا راجپوتوں کا ایک اور طبقہ چھوٹے چھوٹے قدیم سرداروں یا "رانوں" کی اولادیں ہیں' جن کا لقب اور عہد حکومت حتیٰ کہ خود راجوں کا پیش رو ہوتا تھا۔ کافی عرصہ قبل بیدخل کئے گئے یہ چھوٹے چھوٹے سردار اور ان کی املاک زیادہ بڑی حکومتوں میں جذب ہو گئیں جن کا میں نے ذکر کیا ہے۔ "رانا" ابھی تک باقی ہیں اور میاں ان کے حلیف بننے کی زبردست خواہش رکھتے ہیں۔ راجپوتوں کی بہت سی روایات پر ان تمام قبائل کا بہت اثر ہے۔ وہ اپنی رہائش کے لئے الگ تھلگ جگہیں تلاش کرتے ہیں' اپنی عورتوں کو چار دیواری میں محبوس رکھتے ہیں (خصوصاً جس کے ساتھ شادی یا منگنی کریں)۔ لیکن اکثر و بیشتر وہ زراعت سے وابستہ ہوگئے ہیں۔ یہ خصوصیت میاں کے ساتھ ان

کے بنیادی فرق کو متشکل کرتی ہے۔"

اس پر مسٹر لائل کہتے ہیں کہ آج کل ایسے اعلیٰ راجپوت گھرانے بھی زیادہ نہیں رہے جو خود ہل چلانے کی بجائے ہر قسم کی کھیت مزدوری نہ کرتے ہوں۔ وہ نشاندہی کرتے ہیں کہ درجہ دوم راجپوت کو درجہ اول ٹھاکر کہنا زیادہ مناسب ہے۔ راجپوت اور ٹھاکر کے درمیان کسی قطعی خط تفریق کی عدم موجودگی کے لئے آگے "ٹھاکر" کے زیر عنوان نقل کئے گئے اقتباسات ملاحظہ کریں۔ آخر میں یہ کہنا چاہوں گا کہ ساری کی ساری پہاڑی ریاستوں میں حکران رہنماؤں سے قریب ترین نسل رکھنے والے راجپوتوں نے حالیہ مردم شماری میں اپنے آپ کو 'کشتریہ لکھوایا' تاکہ خود کو خالی راجپوتوں سے علیحدہ کر سکیں۔ میں نے دونوں کی تعدادیں اکٹھی لی ہیں۔ ہوشیار پور' جالندھر اور انبالہ کے دامن کوہ کے راجپوت اگر کسی بھی طرح مشرقی میدانوں کے راجپوت سے مختلف ہیں تو بہت ہی کم۔ ان کے بارے میں بات ہو چکی ہے۔ کانگڑہ کے مندرجہ ذیل محاورے اور کہاوتیں پہاڑی راجپوتوں کے بارے میں مسٹر بارنز کے بیان کی تصویر کشی کرتے ہیں: "راجپوت کے ساتھ سودے بازی کرنا اچھا نہیں' کبھی تو دوگنی قیمت مل جاتی ہے اور کبھی کچھ بھی نہیں۔" "کسی راجپوت کی شادی گندم کے ڈنٹھل جیسی ہے' زبردست ڈھول ڈھمکا اور کھانے کے لئے بہت کم۔"

جدول نمبر 19 میں متعدد قبائل کے اعداد و شمار دکھائے گئے ہیں۔ ان کو مقامی اعتبار سے یوں ترتیب دیا گیا ہے کہ بالائی پہاڑیوں کے قبائل سب سے پہلے آتے ہیں' پھر ہوشیار پور کے اور اس کے بعد جالندھر و انبالہ کے۔ ان میں سے متعدد محض وہ قبیلے ہیں جن کا نام ان کے آبائی مقام کی نسبت سے ہے۔ امکان غالب ہے کہ ان شاہی خانوادوں کا تعلق ایک ہی مورث اعلیٰ سے ہو۔ بدقسمتی سے سیٹلمنٹ رپورٹس ان قبائل یا قبیلوں کے بارے میں انتہائی قلیل یا نہ ہونے کے برابر معلومات فراہم کرتی ہیں' جبکہ مسٹر کولڈ سٹریم (Coldstream) کی رپورٹ سے مجھے کافی معلومات حاصل ہونے کی توقع تھی' لیکن وہ اس موضوع پر بالکل خاموش ہے۔ پہاڑی ریاستوں کے راجپوتوں کی قبائلی تقسیم کے لئے اعداد و شمار انتہائی غیر کامل لگتے ہیں۔ درحقیقت یہ تقسیم ہے بھی بہت غیر واضح۔ مسٹر بارنز لکھتے ہیں:

"ہر طبقہ متعدد ذیلی شاخوں پر مشتمل ہے۔ خاندان بڑھنے کے

جدول نمبر19 - مشرقی پہاڑیوں کے راجپوت قبائل

	1	2	3	4	5	6	7	8
	کنوچ	گولڑیا	دھروال	چھندیل	پتھیال	پٹھانیہ	جسوال	دودوال
انبالہ	1	-	-	29	4	10	24	-
لدھیانہ	-	-	-	10	4	-	10	2
جالندھر	-	-	-	292	214	-	766	190
ہوشیارپور	5	-	-	81	291	6601	4113	7028
کانگڑہ	3038	3035	7368	26	6070	3466	2289	1166
امرتسر	1	-	-	4	-	-	-	12
گورداسپور	-	-	-	17	7	-	161	38
سیالکوٹ	-	-	-	-	37	-	-	155
لاہور	1	-	-	3	4	17	4	35

فیروزپور	.	.	.	42	.	.	5	2
راولپنڈی	43	.	.	5	302	619	25	6
برطانوی علاقہ	3121	3037	7368	690	7101	10777	7423	8706
پٹیالہ	.	.	.	148	4	1	.	.
نابھا	.	.	.	.	.	.	1	.
کپورتھلہ	.	.	.	.	.	.	34	.
مالیرکوٹلہ	.	.	.	.	.	.	.	.
کلسیہ	.	.	.	4	.	.	1	.
کل مشرقی میدان	.	.	.	155	4	1	47	.
منڈی	133	.	.	.	412	154	51	14
بلاسپور	.	37	.	3000	24	67	3	.
کل پہاڑی ریاستیں	632	37	.	3377	440	378	58	14
برطانوی علاقہ	3121	3037	7368	690	7101	10777	7423	8706
دیسی ریاستیں	632	37	.	3532	444	379	105	14
صوبہ	3753	3074	7368	4222	7545	11156	7528	8720

	9	10	11	12	13	14		15
	لڈو	کمی	کھوجہ	تارو	غوریواہا	منج		تاؤنی
						راجپوت	جٹ	
انبالہ	81	-	-	945	2351	38	-	12982
لدھیانہ	20	-	-	2020	4254	5680	-	-
جالندھر	37	-	-	4628	8848	5754	-	113
ہوشیارپور	6596	6346	5819	8787	2716	1645	-	63
کانگڑہ	405	-	-	3	-	-	-	-
امرتسر	-	-	-	805	32	1170	58	-
گورداسپور	-	-	-	1565	-	1151	1599	-
سیالکوٹ	-	-	-	612	62	266	81	-
لاہور	-	-	-	1269	146	103	557	-

35	43	1488	58	611	.	314	2	فیروزپور
.	.	8930	2	311	.	.	.	راولپنڈی
13284	2654	26309	18493	22107	5819	6754	7144	برطانوی علاقہ
6092	.	653	886	362	.	.	.	پٹیالہ
210	.	.	265	126	.	.	.	نابھا
.	.	1628	.	930	.	.	.	کپورتھلہ
7	.	395	157	.	.	.	.	مالیرکوٹلہ
1001	.	.	86	5	.	.	.	کلسیہ
7310	1	2676	1443	1493	.	3	.	کل مشرقی میدان
.	.	.	.	.	.	.	.	منڈی
6	.	.	45	.	.	.	.	بلاسپور
8	.	.	45	.	1	.	.	کل پہاڑی ریاستیں
13284	2654	26309	18493	22107	5819	6754	7144	برطانوی علاقہ
7318	1	2676	1488	1562	.	3	.	دیسی ریاستیں
20602	2655	28985	19981	23669	5819	6757	7144	صوبہ

ساتھ ساتھ افراد کسی اور علاقہ میں جا بستے ہیں' اور ان کی اولادیں اگرچہ اپنا نسلی نام برقرار رکھتی ہیں لیکن وہ دوبارہ اس علاقے کے نام سے تمیز کی جاتی ہیں جو ان کی فوری پہچان ہے۔ کبھی کبھار ہی سہی' لیکن آباؤاجداد کا رتبہ آنے والی نسلوں کو ایک خاندانی نام مہیا کرتا ہے۔ چنانچہ پٹھانیوں یا نون پور کے میسوں کے درمیان 22 تسلیم شدہ ذیلی شاخیں ہیں۔ گولیریئے 13 مختلف قبیلوں میں تقسیم ہیں' کٹوچ قبیلے کی چار مرکزی شاخیں ہیں' جن میں سے ہر ایک کے اپنے اپنے ماتحت فرقے ہیں۔ ان تقسیموں کو واضح اور قطعی سمجھنے والا کوئی شخص اگر کسی راجپوت سے دریافت کرے تو وہ نہ صرف اپنے قبیلے کا نام' بلکہ آبائی لقب بھی بتائے گا۔ وہ کسی اجنبی کو کوئی تفصیل نہیں بتاتا لیکن خود کو کشتریہ یا راجپوت کے عمومی آبائی نام کے تحت شمار کرتا ہے۔"

مشرقی پہاڑیوں کے راجپوت قبائل:

کٹوچ' گولیریہ اور دھروال (نمبر 1' 2 اور 3)

کٹوچ کانگڑہ سلاطین کا ایک خاندان ہے' جو یقیناً مسیح سے کچھ صدیاں پہلے کا ہے۔ اس کا شجرۂ نسب 470 سلاطین کے غیر منقطع تسلسل کو ظاہر کرتا ہے' جن کی سلطنت میں کبھی سارا ہوشیار پور اور جالندھر اضلاع بھی شامل تھے۔ سلطنت کا قدیم نام کٹوچ بتایا جاتا ہے۔ کانگڑہ کے کٹوچ اور پڑوس کے پہاڑی راجاؤں کے متعلق سر لیپل گریفن یوں لکھتے ہیں:

"ماقبل' جو تاریخی ادوار کہلاتے ہیں' میں قیاس نے ضرور سچائی کی جگہ لے لی۔ لیکن یہ تصور کرنا مشکل نہیں کہ ایسے طویل شجرۂ ہائے نسب' جن کے مقابلہ میں یورپ کے اعلیٰ ترین نام کل کی بات لگتے ہیں' سچائی کے ساتھ کچھ نہ کچھ موافقت رکھتے ہیں۔ انتہائی مشکل دروں' برف اور ژالہ باری کی حفاظت میں یہ پہاڑی وادیاں

حملہ آور فوجوں کے راستے سے بالکل پرے ہیں جو دھڑا دھڑ یکے بعد دیگرے ہندوستان کے شمال مغرب میں سے آکر میدانوں پر ٹوٹ پڑیں۔ یہاں پر اپنے پڑوسیوں کے ساتھ پنجہ آزمائی کا شوق نہ رکھنے والی ایک پرامن نسل، جس کے پاس حملوں کو دعوت مبارزت دینے کے لئے دولت بہت کم ہے، شاید ہزاروں برس سے رہتی چلی آئی ہے۔ اور ان کی شاہی سلطنتیں اس وقت سے پہلے بھی قدیم ہوں گی جب حضرت موسیٰؑ مصر سے باہر اسرائیلیوں کی رہنمائی کر رہے تھے اور یونانی اپنے سبک رو بحری جہاز ٹرائے کی جانب لے جا رہے تھے۔"

ان کا غرور و تکبر ذیل کے محاوروں سے بیان ہوتا ہے۔ "کٹوچ کے گھر میں کام کرنے والے ملازم کو کھانے کے لئے گندم کا چھان اور خوشامد کرنے والے کو عمدہ چاول ملتے ہیں۔"

کٹوچ کا دعویٰ ہے کہ وہ عظیم ماخذ کا تیسرا جزو ہیں، جب کہ باقی دو سورج بنسی اور چندر بنسی ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ وہ بھومی (بھوم چند بمطابق دی چیفس آف پنجاب مترجم) نامی مورث اعلیٰ کی نسل ہیں جو ایک بھگوتی کے ابرو کے پسینے سے پیدا ہوا تھا "بھومیہ" کا مطلب زمین ہے اس لئے ہو سکتا ہے کہ یہ تقسیم سورج، چاند اور زمین کی اولادوں کی تثلیث مکمل کرتی ہوں۔

گولیریہ، گولیر کا ایک حکمران خاندان اور کٹوچ نسل کی ایک شاخ ہیں میں دھروال کی شناخت نہیں کر سکتا۔ کانگڑا کے کچھ راٹھوروں نے اپنا قبیلہ دھروال بتایا۔

چنڈیل اور پتھیال (نمبر 4 اور 5)

چنڈیل بھی 36 شاہی خاندانوں میں سے ایک ہیں، اور ایلیٹ کی ر--: آف دی این ڈبلیو پراونس" میں انہیں تفصیلاً" بیان کیا گیا ہے۔ ان کا وہی چنڈال والی نسل ہونا اور نہ ہی یہ ناممکن ہے کہ جہاں پر مطیع ہیں وہاں اچھوت، اور جہاں پر غالب ہیں وہاں راجپوت ہوں۔ خصوصاً بیلاس پور کی دیسی ریاستوں سے انہوں نے اپنا اندراج کرایا۔ یہ کھوج بھی

دلچسپی سے خالی نہیں کہ راجپوت نسلوں میں اس پست ترین نسل نے شملہ کی ریاستوں میں اپنی جگہ کس طرح بنائی' اور کیا بیلاس پور کا حاکم خاندان بھی چنڈیل ہے یا نہیں؟ درجہ دوم راجپوتوں میں ہتھیال سب سے نمایاں نظر آتے ہیں۔ اور مسٹر لائل کے مطابق شاید انہیں درجہ اول ٹھاکر کے ساتھ شمار کرنا زیادہ مناسب ہے۔ کانگڑہ میں 3451 افراد نے خود کو گوندل ہتھیال لکھوایا' اور انہیں دونوں میں شامل کیا گیا ہے۔

پٹھانیہ (نمبر6)

یہ وہ قبیلہ ہے جس سے کانگڑہ میں نور پور کا حاکم خاندان تعلق رکھتا ہے۔ کہتے ہیں کہ اس کی وجہ تسمیہ گورداسپور میں پٹھان کوٹ کا مقام ہے' "وہ پہلی ملکیت جو اس خاندان نے ہندوستان سے اپنے پڑوس میں ہجرت کے بعد حاصل کی" تاہم اس صورت میں یہ زیادہ ممکن نظر آتا ہے کہ انہوں نے قصبے کا نام اپنے نام پر رکھا ہو۔ میرے علم میں ایک روایت آئی ہے' چاہے اس کا راوی مستند ہے یا نہیں' کہ پٹھانیہ راجپوتوں نے پٹھان کوٹ پر صرف کوئی پانچ چھ سو سال قبل ہی تسلط قائم کیا۔ وہ خصوصاً ہوشیار پور اور کانگڑہ اضلاع میں پائے گئے۔ ان کا ماخذ بھی کٹوچ والا ہی بتایا جاتا ہے۔

جسوال (نمبر7)

جسوال ہوشیار پور کے زیریں کوہستانی علاقہ میں جسوان دون کے قدیم حاکم خاندان سے ہیں۔ کانگڑہ میں وہ کٹوچ مسکن کے ساتھ قریبی طور پر منسلک ہیں۔

دودوال (نمبر8)

دودوال دوتا پور کا قدیم حاکم خاندان ہیں' اور بتایا جاتا ہے کہ ان کا نام ہوشیار پور سرحد پر کانگڑہ میں دادا کے مقام کی نسبت سے ہے۔ بیت مانس وال کے رانوں یا ہوشیار پور سطح مرتفع کے شوالک دودوال راجپوت تھے' اور قبیلہ ہنوز یہاں آباد ہے۔ وہ خاص طور پر ہوشیار پور میں ملے۔

لڈو، کلچی اور کھوجہ (نمبر9، 10 اور 11)

کلچی کو منج راجپوتوں کا ایک قبیلہ کہا جاتا ہے، لیکن ہوشیار پور کے کلچی نے اپنی ثانوی ذیلی شاخیں اس طرح بتائیں: بھٹی 240، چوہان 255، غوریواہا 134، لڈو 905، منج 127، نارو 1279، پھانیہ 86- کھوجہ میں سے 2278 نے خود کو جنجوعہ اور 1189 نے نارو بتایا- 905 لڈو نے خود کو کلچی درج کرایا- یہ سب کے سب تقریباً ہوشیار پور کے اندر ہی محدود اور ممکنا طور پر مقامی قبیلے ہیں-

نارو (نمبر12)

نارو شاید ایک استثنیٰ کے ساتھ منج میں سے ہیں--- کوہستانی راجپوتوں میں سب سے زیادہ وسیع پیمانے پر پھیلے ہوئے، لیکن جالندھر اور ہوشیار پور ان کے صدر مقامات ہیں- اپنے ماخذ کے بارے میں ان کے بیانات متضاد نظر آتے ہیں- ہوشیار پور والے (جن میں سے یا زیادہ تر بدستور ہندو ہیں) اور جالندھر کے ملحق شمالی حصوں والے کہتے ہیں کہ وہ چاند بنسی ہیں اور پہاڑیوں سے آئے- جالندھر کے گرد مشرق میں پھلور والے ایک رگھ بنسی راجپوت کو اپنا مورث اعلیٰ بتاتے ہیں جو ایودھیا سے آیا، شہاب الدین غوری کی ملازمت اختیار کی اور انجام کار پھلور کے نزدیک رہائش پذیر ہوگیا- ایک تیسری کہانی جے پور یا جودھ پور کے راجہ کے بیٹے کو مشترک مورث اعلیٰ بتاتی ہے، جس نے محمود غزنوی کے دور میں اسلام قبول کیا اور ہوشیار پور میں بجواڑہ کے مقام پر آباد ہوا- ہوشیار پور سرحد پر ہریانہ خطے میں نارو اس وقت تک آباد تھے، جب سکھوں نے انہیں نکال باہر کیا- جالندھر کے نارو کی اصلی آبادی مو (Mau) تھی- مسٹر برکلے کے مطابق یہ امر نام مشرقی ہندوستان یا وسطی انڈیا سے تعلق ہونے کا اشارہ دیتا ہے-

غوریواہا (نمبر13)

غوریواہا کا صدر مقام ضلع جالندھر ہے، جس کے مشرقی کونے پر وہ رہتے ہیں اور تمام ملحقہ اضلاع میں ان کی تھوڑی تھوڑی تعداد پائی گئی- ان کے مغرب میں منج ہیں اور شمال میں نارو- وہ تقریباً سبھی مسلمان ہیں- وہ رام کے دوسرے بیٹے کیش کی اولاد کچھواہا راجپوت ہیں- ان کا کہنا ہے کہ کیش کی چھٹی پشت میں راجہ مان کے دو بیٹے کچواہا اور ہواہا تھے اور

وہ ہواہا کے سلسلہ نسب میں سے ہیں۔ یہ دونوں بھائی ایک گھوڑے کا نذرانہ (اشومیدھ) لے کر شہاب الدین غوری کے پاس گئے اور بدلے میں اتنی وسیع و عریض اراضی حاصل کی جس کا سواری پر چکر لگانے کے لئے پورا دن درکار تھا۔ یوں ان کا نام غوریواہا پڑ گیا۔ ان کے علاقے کی تقسیم اس وقت ہوئی جب وہ بدستور ہندو تھے' اس لئے موجودہ خطے میں ان کی آبادی غالباً کافی بعد کی ہے۔ راہون غوریواہا آج بھی ہندو ہیں' اور وہ باقی قبیلہ کی نسبت زیادہ بعد میں ہجرت کر کے یہاں آئے ہوئے لگتے ہیں کیونکہ وہ اپنا سلسلہ جے پور میں جاکر جوڑتے ہیں۔ ان کے ماہرین انساب اب بھی راجپوتانہ میں لوٹا اور بنڈی میں رہتے ہیں۔ غوریواہا کا اپنے موجودہ علاقہ کا حصول مسٹر برکلے کوئی پانچ سو سال پہلے کا واقعہ بتاتے ہیں۔ اکبر کے دور میں ان کی املاک اب کی نسبت زیادہ وسیع و عریض لگتی ہیں۔

منج (نمبر14)

سارے دامن کوہ راجپوتوں میں منج سب سے زیادہ وسیع پیمانے پر پھیلے ہوئے ہیں' بشرطیکہ ہمارے اعداد و شمار درست ہوں۔ وہ جالندھر کے جنوب مغربی اور ضلع لدھیانہ کے شمال مغربی حصے میں آباد ہیں' اور تمام ملحقہ اضلاع و ریاستوں میں بھی پائے گئے۔ ان میں سے کوئی 9000 ضلع راولپنڈی میں ہیں۔ یہ آخری اس ضلع کے اپیال ہیں جنہوں نے خود کو منج اپیال بتایا۔ لیکن ان کا ماخذ بھی لدھیانہ یا جالندھر والے منج والا ہی ہے یا نہیں' اس بارے میں کچھ کہہ نہیں سکتا۔ منج خود کو بھٹی راجپوت اور سیالکوٹ کے راجہ رسالو کے باپ راجہ سلواہن کی نسل سے کہتے ہیں۔ دو منج راجپوت شیخ چاچو اور شیخ کلچی کا لدھیانہ کے جنوب مغرب میں ہتوڑ کے مقام پر آباد ہونا کوئی 600 سال پہلے بتایا جاتا ہے' جس کے بعد ان کی اولادیں نواحی علاقوں میں پھیل گئیں اور جالندھر کی روایات اسی خطے پر ان کی تسخیر علاؤالدین خلجی کے دور میں بتاتی ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ اچ کے مخدوم شاہ جہانیہ (وفات 1383ء) نے شیخ چاچو کو مسلمان کیا۔ لگتا ہے کہ اگر اس روایت کی کوئی حقیقی بنیاد ہے تو اس سے مراد علاؤالدین سید ہوگا۔ سلطنت دہلی ختم ہونے کے بعد تلونڈی اور رائے کوٹ کے منج رئیس نے ستلج کے جنوب میں ایک وسیع و عریض حاکمیت قائم کی۔ حتیٰ کہ آہلووالیہ سکھوں اور رنجیت سنگھ نے اسے شکست دے کر تابع کیا۔ اس سے بھی پہلے کوٹ عیسیٰ خان

کے منج نوابوں نے شہنشاہوں کے دور میں خاصی اہمیت حاصل کرلی تھی۔ منج ستلج کے شمال میں اپنا اثرورسوخ قائم کرنے میں کبھی بھی کامیابی حاصل نہ کرسکے' لیکن وہ تلوان' نکودر اور ملسیان کے اردگرد ضلع جالندھر کے جنوب مغرب میں علاقے کے ایک بڑے حصے پر آباد ہیں۔ مغلوں کے دور میں اس علاقے کا بیشتر حصہ ان کی جاگیر میں تھا لیکن تارا سنگھ گھیبا اور سندھانوالہ نے اسے بیدخل کر دیا۔ اگرچہ منج شیخ چاچو کے دور سے بعد ہندو ہی تھے لیکن اب وہ سب مسلمان ہیں۔ ان کے شجرۂ نسب کے ماہرین جالندھر کے بھٹی کی طرح پٹیالہ میں رہتے ہیں۔ آئین اکبری میں منج کو غلط طور پر مین لکھا گیا۔ اس نام کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اس کا تعلق زیادہ درست طور پر لدھیانہ کے غوریوابا سے ہے۔

تاؤنی (نمبر15)

تاؤنی بھی بھٹی اور راجہ سلواہن کی اولادیں ہیں جس کا پوتا رائے تان ان کا نام دہندہ مورث اعلیٰ تھا۔ اس کی ایک اولاد رائے امبا کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اس نے امبالہ (انبالہ) تعمیر کیا تھا۔ وہ ضلع انبالہ کے شمال میں دامن کوہ اور کلسیہ ریاست سمیت زیریں پہاڑیوں میں' اور کچھ ملحقہ پٹیالہ علاقہ میں رہتے ہیں۔ بتایا جاتا ہے کہ وہ اپنے موجودہ مسکن میں 1800 برس سے آباد ہیں۔

راجپوتوں سے وابستہ ذاتیں

ٹھاکر' راٹھی اور راوت (ذات نمبر60' 39 اور 82)

ان ذاتوں کے لئے اعداد و شمار جدول نمبر8 میں ملاحظہ کریں۔ راوت کو پیچھے بیان کیا جا چکا ہے۔ ٹھاکر (یا جیساکہ مجھے یقین ہے کہ اسے ٹھکر کہنا زیادہ درست ہوگا) اور راٹھی کوہستانی راجپوتوں کی پست ذاتیں ہیں جو (اگرچہ تسلیم شدہ راجپوت ہیں' اور اس لقب میں شمار ہونے والے راجپوتوں کے ساتھ اپنی لڑکیوں کی شادیاں کرتے ہیں) اس معیار تک نہیں پہنچ پاتیں جس کا ذکر گذشتہ صفحات میں کیا گیا ہے' یعنی وہ معیار جس کے مطابق وہ راجپوت کہلوانے کے مجاز قرار دیئے جاسکیں۔ لیکن دوسری طرف یہ راوت سے بالا ہیں۔

راجپوت اور ٹھاکر کے درمیان خط تفریق اتنا واضح تو ہے کہ مندرجہ ذیل حصے میں اس کی تعریف کی جا سکے۔ موٹے موٹے طور پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ ٹھاکر اور راٹھی کے درمیان خط تفریق اس حقیقت میں مضمر ہے کہ راٹھی بالعموم بیوہ کی شادی (کریوا) کر دیتے ہیں لیکن ٹھاکر نہیں کرتے۔ تاہم حکمران گھرانوں کے راجپوت بالعموم اپنے سے تمام کمتروں پر راٹھی کی اصطلاح لاگو کرتے ہیں۔ یہاں ایک مرتبہ پھر راٹھی اور کنیت کے درمیان واضح خط کھینچنا انتہائی مشکل ہے۔ دراصل چمبہ میں راٹھی اور کنیت کو مشابہہ سمجھا اور یہ کہا جاتا ہے کہ وہ ایک ساتھ کھاتے اور شادی کرتے ہیں۔ یہ بھی مشہور ہے کہ چمبہ اور جموں میں راٹھی کا نام صرف ان کے لئے مخصوص ہے جنہیں کولو اور کانگڑہ میں کنیت کہا جاتا ہے۔ لہٰذا چمبہ میں کسی کنیت نے تو نہیں' البتہ متعدد راٹھیوں نے اپنا اندراج کرایا۔ دوسری طرف کسی بھی کوہستانی ریاست سے ٹھاکر یا راٹھی نے اندراج نہیں کرایا۔ اول الذکر میں وہ غالباً راجپوتوں اور موخرالذکر میں کنیتوں میں شامل ہو گئے۔ حتیٰ کہ مسٹر لائل کہتے ہیں: "ہماری کانگڑہ کی اصطلاح "راٹھی" ایک ایسا برا لفظ ہے جو کسی بھی پست ترین ذات کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔" اور کولو کے بارے میں بات کرتے ہوئے وہ کہتے ہیں: "راٹھی کی اصطلاح کا کوئی شخص عموماً "اسطور بھی اضافہ کرلیتا ہے جو خود اپنے آلائش سے پاک خون کا دکھاوا کرتا ہے۔"

ٹھاکر اور راٹھی کے درمیان امتیاز سے متعلق مسٹر بارنز یوں رقمطراز ہیں:

"راٹھی بالضرور ایک زراعتی طبقہ ہیں اور سارے نور پور اور ناداؤں پرگنوں میں ملتے ہیں۔ راٹھی اور گھرتھ ان پہاڑیوں میں دو بڑے زراعتی قبیلوں کو تشکیل دیتے ہیں۔ یہ ایک زبردست حقیقت ہے کہ سارے ہموار اور آب پاش خطوں میں جہاں بھی زمین زرخیز اور پیداوار کافی ہے' وہاں گھرتھ بکثرت موجود ہیں۔ جبکہ ایسی غریب تر بالائی زمینوں میں جہاں فصلیں بہت کم اور زمین سخت محنت کا مطالبہ کرتی ہے وہاں راٹھی کا غلبہ ہے۔ وادیوں میں کسی راٹھی سے سامنا ہو جانا اتنا ہی شاذ و نادر ہے جتنا الگ تھلگ پہاڑیوں میں کسی گھرتھ سے۔ ہر طبقے کا اپنا اپنا مخصوص حلقہ اختیار ہے' اور مختلف

گردوپیش سے پیدا ہونیوالی مختلف عادات اور تعلقات ہر ذات میں ایک مخصوص شکل و صورت و کردار کا تاثر رکھتے ہیں۔ عام طور پر راٹھی ایک خوبصورت اور قوی نسل ہیں۔ ان کے نقوش ہموار اور تیکھے ہیں' رنگ عموماً" صاف اور ان کی پنڈلیاں اس ڈھیٹ زمین پر ورزش اور مشقت سے کسرتی ہو گئی ہیں جس پر ان کی اکثریت رہتی ہے۔ دوسری جانب گھرتھ گہری رنگت اور کرخت نقوش والا ہے۔ اس کا بدن مختصر اور نحیف ونزار ہے۔ اس نسل میں گھینگا (گلہڑ) کی بیماری خوفناک حد تک عام ہے۔ اور زمین بے شک کتنی ہی وسیع و عریض اور نباتاتی زندگی کے لئے کتنی ہی سازگار ہو' لیکن ذہن میں یہ تاثر پیدا ہوتا ہے کہ آب و ہوا نے انسانی خدوخال کی نشوونما کے ساتھ ہم آہنگی اختیار نہیں کی۔

"راٹھی ہوشیار اور محتاط زراعتی ہیں۔ ان کی عورتیں کھیت مزدوری میں تھوڑا بہت یا بالکل بھی حصہ نہیں لیتیں۔ نسلی لحاظ سے ان کا تعلق کشتریہ سے ہے اور نہ ہی شودر طبقے سے۔ لیکن وہ واضح طور پر ان دونوں کا ملغوبہ ہیں۔ راجپوتوں کی اپنے عقائد سے روگردانی یا ناجائز تعلقات کے ذریعہ ان کے رتبات پیہم بڑھتے رہتے ہیں۔ شودر عورت کے بطن سے راجپوت باپ کی اولاد راٹھی بنتی ہے اور برادری اسے اسی حیثیت میں تسلیم کرتی ہے۔ راٹھیوں کی بے شمار ذیلی شاخیں ہیں۔ کوئی بھی شخص ان کی درست اور قابل بھروسہ فہرست مرتب نہیں کر سکتا۔ ان کی تعداد بھی ان دیہاتوں جتنی ہے جن میں وہ رہتے ہیں' اور درحقیقت ان کے متفرق نام بالعموم ان دیہات کی نسبت سے ہیں۔ کوئی راٹھی صرف اپنے بالکل آس پاس کی شاخوں میں ہی اہمیت رکھتا ہے۔ وہ ایک ایسے معاشرے کی صورت میں ہیں جو اس کی چند ضروریات پوری کرنے کے لئے بہت کافی ہے۔ وہ اپنے قبیلہ کے پھیلاؤ اور تفرع کا بہت کم تصور رکھتا

ہے۔ عام طور پر راٹھیوں کی برتر شاخیں بطور ٹھاکر شمار کی جاتی ہیں۔
وہ راٹھی کہلانے پر سبکی محسوس نہیں کرتے، تاہم راجپوت ہونے کا
جھوٹا دکھاوا بھی نہیں کرتے۔ ٹھاکروں میں بہترین خاندان اپنی بیٹیوں
کی شادی انتہائی کمتر راجپوتوں کے ساتھ کرتے ہیں۔ یوں ان دو
بڑے قبائل میں ایک قرابت داری ہوگئی ہے۔ راٹھی بالعموم "ذات
کے دھاگے" (جانیو) پر یقین رکھتے ہیں۔ وہ شراب سے احتراز کرتے
اور اپنی عادات میں انتہائی معتدل اور کفایت شعار ہیں۔ بیٹیوں کے
بدلہ میں رقم لیتے یا ان کا تبادلہ کرتے ہیں ---- شاستروں کے مطابق
یہ رواج اخلاق باختگی ہے اور بالائی ذاتیں اس سے آشنائی نہیں
رکھتیں۔ بڑا بھائی مر جانے کی صورت میں اس کی بیوہ دوسرے بھائی
کے ساتھ رہتی ہے، یا اگر وہ اپنا گھربار چھوڑ دے تو وہ نومنتخب خاوند
سے اس کی قیمت وصول کرنے کا مجاز ہے۔ بایں ہمہ، پہاڑیوں کے
راٹھی ہماری بہترین رعایا ہیں۔ ان کے انداز و اطوار سادہ، دھیمے اور
بلا تصنع ہیں۔ وہ زراعت سے وابستہ ہیں اور ہتھیار استعمال کرنے سے
ناواقف نہیں۔ وہ ایماندار، مردانہ وار، محنتی اور وفادار ہیں۔"

یہاں پر وہ ٹھاکروں کو درجہ اول راٹھی قرار دیتے ہیں۔ دوسری طرف مسٹر لائل ٹھاکروں کو درجہ دوم یا سوم راجپوت شمار کرنے پر مائل نظر آتے ہیں۔ اپنی رپورٹ کے ساتھ منسلک کردہ ذات کے جدولوں میں انہوں نے ہندو آبادی کو درجہ اول برہمن، درجہ دوم برہمن، درجہ اول راجپوت، درجہ دوم راجپوت، کھتریوں، مہاجنوں، کراڑ وغیرہ، درجہ اول شودروں، ٹھاکروں، راٹھیوں وغیرہ اور درجہ دوم شودروں میں شمار کیا ہے۔ ان جدولوں کے بارے میں وہ لکھتے ہیں :

"درجہ دوم راجپوت قبیلوں کو درجہ اول ٹھاکر کہنا زیادہ مناسب
ہوگا، ان میں سب سے زیادہ سرفراز اور کثیر تعداد والے ہیرول،
پتھیال، دھتوال، اندوریہ، نانگل، کمباری، رانے، بنیال، رانت، اور
میل ہیں۔ وہ میاں کے ساتھ اپنی بیٹیوں کی شادی کرتے اور

راٹھیوں کی بیٹیوں سے شادی کرلیتے ہیں۔ سٹیٹمنٹس میں بیشتر ٹھاکروں
کو درجہ دوم راجپوت اور چند ایک کو درجہ اول شودر درج کیا گیا
ہے۔ خود کو موخرالذکر درجے میں اندراج کرانے والے بیشتر ٹھاکروں
کو شاید راٹھی میں شمار کرنا زیادہ بہتر ہوگا۔ نورپور کے ٹھاکر راٹھیوں
سے زیادہ برتر نہیں ہیں۔ کسی ٹھاکر سے اگر یہ پوچھا جائے کہ وہ کس
اعتبار سے ایک راٹھی سے بہتر ہے تو وہ کہے گا کہ انداز و اطوار اور
معاشرتی روایات میں۔ خصوصاً دختر فروشی اور بھائی کی بیوہ سے شادی
کرنے کے حوالہ سے وہ راٹھیوں کے مقابلہ میں میاں طبقے سے زیادہ
قربت رکھتے ہیں۔ تاہم' فرق کی بہترین مثال شادی بیاہ کی رشتہ
داریاں ہیں۔ میاں کسی ٹھاکر کی بیٹی سے تو شادی کرلے گا لیکن
راٹھی کی بیٹی سے نہیں۔ راٹھی کی بیٹی ٹھاکر سے شادی کرتی ہے'
اور تب اس کی بیٹی میاں سے شادی کرسکتی ہے۔ کوئی بھی خود کو
راٹھی نہیں کہتا' یا اس طور مخاطب کیا جانا پسند نہیں کرتا۔ ایک لحاظ
سے یہ اصطلاح بے عزتی یا ہتک کرنے کا ذریعہ سمجھی جاتی ہے۔ تاہم'
راٹھی اور ٹھاکر کے مابین فرق کافی غیرواضح اور مبہم ہے۔ راٹھی
خاندان کا کوئی امیر کبیر شخص اپنی بیٹی کی شادی کسی کنگال راجہ سے
کر دے (جیسے چیترو کے شبدپال چودھری نے کیا) تو اس کا سارا
قبیلہ ایک درجہ اوپر اٹھ کر ٹھاکر راجپوت بن جاتا ہے۔ اسی طرح
جب کوئی راجہ اپنے ریوڑوں کی گلہ بانی کرتی ہوئی ایک چتھیال لڑکی
کی محبت میں گرفتار ہوکر اس سے شادی کرلے تو سارا قبیلہ میاں
کے ساتھ اپنی بیٹیوں کی شادیاں کرنے لگتا ہے۔ یہ سب باتیں
انگلستان میں معاشرتی بلندی حاصل کرنے کے لئے خاندانوں کی
جدوجہد یاد دلاتی ہیں۔ بس یہاں پر اس جدوجہد میں دلچسپی رکھنے
والوں کی تعداد زیادہ ہے۔ کوئی آدمی اپنے آپ کو قبیلے سے مکملاً
الگ نہیں کرسکتا اور اسے اپنا قبیلہ کے ساتھ ہی رکھنا یا جوں کا

توں رہنا پڑتا ہے۔ یہاں پر اس کھیل کے قوانین یا داؤ پیچ زیادہ
سخت اور حرکت زیادہ ست ہے۔"

"کیا راجپوت اور جٹ الگ الگ ہیں" کے ضمن میں دیا گیا اسی رپورٹ کا اقتباس بھی ملاحظہ کریں۔ کانگڑہ میں راٹھی پسندیدہ نہیں ہیں۔ وہاں ان کے بارے میں دو محاورے ہیں: "راٹھی، بکرے، بھگت اور بیوہ کو کمزور ہی رکھنا چاہئے۔ طاقتور ہو جانے پر یہ بڑی گڑبڑ کریں گے۔" ---- "شکنجے میں آیا ہوا راٹھی ایسے ہے، جیسے چکی میں جو۔"

کانگڑہ کے ٹھاکروں میں سے 2273 نے اپنا قبیلہ پھول بتایا اور 4304 نے جروئیہ۔ گورداسپور میں 1007 پنگلانہ اور 294 بلوترہ دکھائے گئے۔ مجموعی طور پر کوئی 6000 نے اپنا قبیلچہ کاسب بتایا، جو غالباً محض ان کا برہمنی گوتر ہے۔ کانگڑہ کے راٹھیوں میں 1078 بلوترہ، 1716 برہائی، 3029 چانگڑہ، 1879 دھروال، 1632 گورددال، 1113 گوسّل، 1101 منگوال، 518 پھول اور 1774 راکوڑ ہیں۔ چمبہ میں 2350 چوپھل ہیں۔ مجموعی طور پر 15 ہزار نے خود کو کاسب بتایا۔ وہاں کی ایک مقامی مثل ہے: "گھاس کی جتنی قسمیں ہیں، راٹھیوں کے قبیلے بھی اتنے ہی ہیں۔"

دھوند اور کھوٹ (ذات نمبر 74 اور 103)

ان کو "مغربی پہاڑیوں کے راجپوت" کے ضمن میں بیان کیا جا چکا ہے۔

حواشی:

1۔ چیمبرز کی 20th سنچری لغت کے مطابق Medes میڈ ایک قدیم آریائی نسل تھی جو اہل فارس کے ساتھ تقریباً 550 ق۔ م میں ضم ہو گئی جبکہ منڈین Mandaean بھی ایک قدیم نسل ہے' جس کی باقیات جنوبی بابیلونیا میں ابھی تک موجود ہیں اور اس میں متعدد یہودی اور پارسی عناصر شامل ہیں۔ (مترجم)

2۔ تاہم' سرحد کے منظم بلوچ قبائل میں بلوچ لڑکیاں جنوں کو نہیں دی جاتیں۔

3۔ ایک جگہ کا نام۔ (مترجم)

4۔ انسائیکلو پیڈیا آف سکھ لٹریچر "مہان کوش" کے مطابق "جھنڈ" کریر کا پودا ہے۔ کریر (یا کریل) نئی پھوٹی ہوئی شاخ کا نام ہے۔ کریر نام کا درخت بھی ہوتا ہے جس پر پھل "ڈیلے" لگتے ہیں' اس کا اچار بھی ڈالا جاتا ہے۔ جھنڈ کے مطلب نیولا اور سر پر بالوں کی تین چار انگلی لمبی لٹ بھی ہیں۔ بچے کی پیدائشی بال جنہیں مسلمانوں میں پیدائش کے تیسرے یا ساتویں روز اتروا دیا جاتا ہے اس رسم کو "جھنڈ لوہانا" کہا جاتا ہے۔ جھنڈ اتارنے والے حجام کو نذر نیاز دی جاتی ہے تاہم یہاں درخت ہی مراد ہے۔ (مترجم)

5۔ پنجابی کا بکری سال اسی راجہ کی نسبت سے ہے جو عیسوی سال سے 51 سال پہلے شروع ہوتا ہے۔ (مترجم)

6۔ مصنف نے یہ لفظ Sarai لکھا ہے۔ اسے سرائی بھی پڑھا جا سکتا ہے۔ (مترجم)

7۔ دھوتڑ' دوہتا یعنی بیٹی کا لڑکا۔ لوڈ اور میانے سے بڑے لڑکے کو کہتے ہیں۔ پنجاب میں گروہوں کی تقسیم بابے کے' چاچے کے' لالے کے وغیرہ سے بھی ہوتے ہیں۔ (مترجم)

8۔ مصنف نے اسے Chatta لکھا' لیکن اسے شاید چٹھہ لکھنا اور پڑھنا زیادہ درست ہوگا۔ گوجرانوالہ کے پاس اب بھی علی پور چٹھہ نام کا گاؤں ہے۔ تاہم ممکن ہے کہ اصل نام چٹہ ہی ہو جو بگڑ کر چٹھہ بن گیا۔

9۔ ان کا مقام بھی میراثی والا ہے اور یہ شجرۂ نسب تیار کرتے اور یاد رکھتے ہیں۔ (مترجم)

10۔ مسٹر ولسن نے لکھا ہے کہ انہوں نے رانگڑ کا استعمال ایک ہندو راجپوت کے لئے ہوتے بھی سنا تھا۔ میرے خیال میں یہ معمول کی بات نہیں۔ یہ لفظ عموماً" رانگھڑ بولا جاتا ہے۔

11۔ یہ لفظ شاید زیادہ درست طور پر یودھیا یا یدھیا ہو گا' کیونکہ اس کا ماخذ ہندی لفظ یدھ لگتا ہے جس کا مطلب ہے "جنگ"۔ (مترجم)

12۔ ان کا مزار منڈی بوریوالا ساہو کے روڈ پر چک چاوَلی مشائخ میں واقع ہے۔ اس کی ایک بہن کا نام کنگناں تھا جس کے نام پر کنگن پور کا قصبہ ضلع قصور میں آباد ہے۔ تاریخ دان اسے کمبو رانی کے بطن سے بتاتے ہیں جو چونیاں کا راجہ تھا۔ حاجی شیر کا اصل نام مہاں چاوَلی بتایا جاتا ہے۔ روایت کے مطابق یہ پنجاب میں مسلمان ہونے والا پہلا شخص تھا۔ (مترجم)

13۔ جنرل کننگھم کے مطابق سیال غالباً" سیالکوٹ کے بھٹی راجہ رسالو کے انڈو سیتھین مخالف راجہ ہودی کی نسل ہیں' لیکن مجھے کہیں بھی اس روایت کا حوالہ نہیں ملا۔

14۔ اور مسٹر اینڈرسن کے رائے میں یہ ممکن ہے کہ گوندل برہمنی گوتروں میں سے ایک نام ہو۔ یہ اس غیر معمولی تعداد کی وضاحت کرتا ہے جس نے اس نام کے تحت اپنا اندراج کرایا۔ لیکن مجھے میسر فہرستوں میں سے کسی میں بھی اس نام کی گوتر نہیں ملی۔ یہ کافی عیاں ہے کہ کانگڑہ میں راجپوتوں کا کوئی ایسا گوندل قبیلہ نہیں جس کی گنتی 17000 نفوس سے اوپر ہو۔

15۔ "تین مشہور قومیں یعنی جھنگ کے سیال' پنڈی گھیب کے گھیبے اور مٹھانوانہ ضلع شاہ پور کے نوانے ایک ہی مورث اعلیٰ سے نکلی ہیں۔ گھیبوں کو اپنی گزشتہ تاریخ کے حالات بہت کم معلوم ہیں۔ مگر سیال اور نوانے دونوں ان کو اپنا رشتہ دار بتاتے ہیں اور کچھ عرصہ پہلے تک یہ بہ اتفاق رائے اس بات کو مانتے تھے کہ یہ تینوں قومیں کیہو' ٹیٹو یا میٹو اور سیو (کیہو' ٹیو' سیو) کی اولاد ہیں۔ اور یہ ہر تین شخص دھارانگر کے ایک راجپوت رائے شنکر کے بیٹے تھے۔" مزید تفصیلات کے لئے سر لیپل گریفن کی مشہور کتاب "دی چیفس آف پنجاب" کے اردو ترجمہ (روٴسائے پنجاب) از نوازش علی کی جلد دوم پر صفحات 247 تا 298 ملاحظہ فرمائیں۔ وہاں پورے خاندان کی تاریخ بھی بیان کی گئی ہے۔ (مترجم)

16۔ گکھڑوں کے معاملے میں ایسا ہرگز نہیں ہے۔ ان کے تمام قبیلیائی نام "آل" پر ختم ہوتے ہیں اور یہ سب خالصتاً" مورث اعلیٰ کی نسبت سے ہیں۔

17۔ "روسا پنجاب" میں چبھ کو چب لکھا گیا ہے۔ (مترجم)

18۔ ان کے پاس فارسی بادشاہوں میں سے ایک کے بیٹے کی حیرت انگیز کہانی ہے جس نے دکن میں ایک راجہ کی بیٹی سے شادی کی' جس سے پیدا ہونے والی اولاد میں سے ایک ناہر چند کانگڑہ کا بادشاہ بنا۔ اس کے بیٹے چبھ چند نے پہلے ممبھر اور پھر چب پر حکمرانی کی۔

19۔ جب کہ لفظ "جے کاری" عام طور پر پہاڑیوں میں درجہ اول راجپوتوں کی نشاندہی کرنے کے لئے استعمال ہوتا ہے۔

○

چوتھا حصہ

خدمت گار، زمیندار اور زراعتی ذاتیں

ابتدائی تعارف

اس باب میں جن قبائل اور ذاتوں کو زیر بحث لانا چاہتا ہوں ان کو میں نے موٹے موٹے طور پر تین حصوں میں بانٹا ہے، ادنیٰ نمایاں قبائل، ادنیٰ زراعتی اور گلہ بان قبائل اور بدیسی نسلیں۔ ہر گروپ کے لئے اعداد و شمار متعلقہ ذاتوں کے تفصیلی بیان کی ابتداء میں دیئے گئے ہیں۔ بہت سے گروہوں کے درمیان امتیاز نہیں کیا جا سکتا، لیکن گروہ بندی کا عمومی تصور یہ رہا ہے کہ سب سے پہلے ایسی ذاتوں یا قبائل کو شامل کیا جائے جو اتنی عمومی اہمیت یا وسعت نہیں رکھتے کہ انہیں پیچھے مذکور چار بڑی نسلوں کے ساتھ رکھا جا سکے۔ تاہم انہیں بھی تقریباً وہی سماجی حیثیت حاصل ہے اور ہر دو حالیہ وقتوں میں اپنے قبائلی علاقوں پر سیاسی اعتبار سے غالب ہیں، یا رہے ہیں۔ دوسرے گروپ میں میں نے ان کاشتکار قبائل کو شامل کیا ہے جو آبادی کے زراعتی حصے کے بہت بڑے اور اہم عنصر کی صورت میں ایک تحتی حیثیت کے حامل ہیں، اور کم از کم حالیہ وقتوں میں سیاسی منظرنامے پر نہیں ابھرے۔ تیسرا گروپ ایسے متفرق افراد کے مجموعہ پر مشتمل ہے جو شیخ یا مغل جیسے بدیسی ماخذ کا مفہوم دینے والے لقب رکھتے ہیں۔ غالباً زیادہ تر، درحقیقت انڈین نسل ہیں اور بہت سے زراعتی ہیں نہ زمین دار۔ لیکن پنجاب میں ذات کی کسی بھی عمومی گروہ بندی سے یہ توقع نہیں کی جا سکتی کہ وہ بالکل درست ہے۔ ان پر غور کرنے کے لئے یہ جگہ بہترین لگتی ہے۔ اس باب میں بیان کئے گئے قبائل پنجاب میں لازمی طور پر زمین دار یا زراعتی قبائل کو مکمل کرتے ہیں۔ برہمن اور سید وسیع پیمانے پر کاشت کاری کرتے ہیں، جبکہ تجارت سے وابستہ طبقات

بہت بڑی زمینوں کے مالک ہیں۔ تاہم اگلے باب میں ان کے ساتھ الگ الگ نبٹا جائے گا۔

ادنیٰ نمایاں قبائل:

جن قبائل یا ذاتوں کو جدول نمبر 20 میں شامل کیا گیا ہے وہ جٹوں اور راجپوتوں کی طرح پنجاب کے علاقوں میں نمایاں ہیں، لیکن ان کی تعداد اتنی زیادہ نہیں یا وہ اتنے وسعت پذیر نہیں کہ انہیں بڑی نسلوں کے برابر رکھا جائے۔ درحقیقت ان میں سے بیشتر ذاتوں یا نسلوں کی بجائے غالباً قبائل ہی ہیں۔ کچھ صورتوں میں ان کا ماخذ محو ہو چکا ہے، جبکہ کچھ اور صورتوں میں بدیہی طور پر جھوٹا ماخذ تراش لیا گیا۔ وہ چار گروپوں میں تقسیم ہوتے ہیں: پہلا، خطہ کوہستان نمک کے کرال، ککھڑ، اعوان اور کھٹڑ۔ دوسرا، مغربی میدانوں کے کھوکھر، کھرل اور داؤد پوترے۔ مشرقی میدانوں کے ڈوگر، روڑ، تاگا، میو، خانزادہ اور چوتھا، گوجر جو باقیوں کے مقابلے میں بہت زیادہ پھیلا ہوا ہے۔ مغربی میدانوں کے گروپ میں کاٹھیا، ہانس اور کمگہ بھی شامل ہیں جن کے لئے میرے پاس علیحدہ اعداد و شمار نہیں ہیں۔ درحقیقت آگے کے صفحات پڑھنے سے آپ پر واضح ہو جائے گا کہ صوبہ کے مغربی نصف میں سب ادنیٰ ذاتوں کے اعداد و شمار حد درجہ غیر کامل ہیں۔ زبردست گڑ بڑ کی وجہ صرف لفظ جٹ کا بے تکا اور غیر مختص استعمال اور جٹوں کو راجپوتوں سے جدا کرنے والے خط کی غلط تعیناتی ہی نہیں ہے، بلکہ بیشتر قبائل کسی ایسے ماخذ کا دعویٰ کرتے ہیں جس کا تعلق بانی اسلام یا عظیم مسلمان فاتحین سے جڑتا ہو۔

لہٰذا، وہ خود کو شیخ، مغل اور پتہ نہیں کیا کیا کچھ لکھواتے اور ان میں شمار کرتے ہوئے ملے، اور اگر محض جدول کے اعداد و شمار کو ہی مدنظر رکھا جائے تو گمراہی یقینی ہے۔ اس طور درج کردہ تعدادوں کو میں نے الگ الگ کر کے انہیں ان کی مناسب ذات کے تحت شمار کرنے کی کوشش کی۔ کتاب کے متن میں درست کردہ اعداد و شمار دیئے گئے ہیں، جدولوں والے نہیں۔ حتیٰ کہ یہ بھی مکمل نہیں، کیونکہ ہم اس گروہ بندی کو اس وقت تک بے کم و کاست مکمل نہیں کر سکتے جب تک قبیلوں کی مکمل تفصیل تیار نہ ہو جائے۔

مجھے قبائل کی نسلیاتی گروہ بندی کے موضوع پر غور و فکر کرنے کی توقع تھی، لیکن تنگی وقت دامن بچا کر گزر جانے پر مجبور کر رہی ہے۔ میں صرف اس بارے میں بات کرنے کی

جدول نمبر 20 - ادنیٰ نمایاں قبائل کی ضلع وار اور ریاست وار تقسیم

ذات نمبر	101	68	12	162	58	77	79
	کرال	ککھڑ	اعوان	کنر	کھوکھر	کھرل	داؤدپوترا
دہلی	-	-	-	-	1	-	-
گڑگاؤں	-	-	-	-	1	-	-
کرنال	-	-	1	-	1	-	-
حصار	-	-	-	-	-	-	-
روہتک	-	-	-	-	-	-	-
سرسا	-	-	-	-	-	-	-
انبالہ	-	-	-	-	-	-	-
لدھیانہ	-	-	3312	-	-	-	-
جالندھر	-	-	9420	-	-	-	-
ہوشیارپور	-	-	9771	-	-	-	-
کانگڑہ	-	-	88	-	-	-	-
امرتسر	-	-	1388	-	9	-	-
گورداسپور	-	-	153	-	-	-	-

سیالکوٹ	.	.	19753	.	.	.	.
لاہور	.	.	2470	.	.	70	.
گوجرانوالہ	.	.	569	.	.	.	.
فیروزپور	.	.	60	.	.	.	.
راولپنڈی	119	10667	124834	.	438	4	1
جہلم	.	9920	92856	.	1745	1	.
گجرات	.	75	13029	.	393	.	.
شاہ پور	.	114	48485	.	10265	1	.
ملتان	.	.	2399	235	7696	2492	1315
جھنگ	.	.	1496	.	11239	489	1
منٹگمری	.	14	515	7	2866	15643	27
مظفر گڑھ	.	65	626	.	951	112	108
ڈیرہ اسماعیل خان	.	6	825	.	.	.	.
ڈیرہ غازی خان	.	5	286	.	.	.	99
بنوں	.	50	20908	.	.	.	.
پشاور	6	242	97445	399	191	27	.
ہزارہ	10288	4613	65606	600	302	.	.
کوہاٹ	.	18	16163	4	24	.	.
برطانوی علاقہ	10413	25789	532457	1245	36126	18839	1551

پٹیالہ	.	.	14	.	11	.	.
نابھا	.	.	7	.	.	6	.
کپورتھلہ	.	.	412	.	.	.	.
جند	.	.	.	.	.	.	.
فرید کوٹ	.	.	.	.	.	.	.
مالیر کوٹلہ	.	.	4	.	.	.	.
کلسیہ	.	.	1	.	.	.	.
کل مشرقی میدان	.	.	438	.	11	6	.
بہاولپور	.	.	.	.	.	.	16612
منڈی	.	.	.	.	.	.	.
چمبہ	.	.	.	.	.	.	.
ناہن	.	.	.	.	.	.	.
بیلاسپور	.	.	.	.	.	.	.
نالہ گڑھ	.	.	.	.	.	.	.
کل پہاڑی ریاستیں	.	.	.	.	.	.	.
برطانوی علاقہ	10413	25789	532457	1245	36126	18839	1551
دیسی ریاستیں	.	.	488	.	11	6	16612
صوبہ	10413	25789	532945	1245	36137	18845	18163

ذات نمبر	46	55	86	34	123	8
	ڈوگر	روڑ	آگا	میو	خانزادہ	گوجر
دہلی	48	666	9954	9567	64	25836
گڑگاؤں	-	-	149	103678	3671	20955
کرنال	1960	34094	4162	351	1	21898
حصار	4723	-	-	449	-	8426
روہتک	213	-	36	234	-	3032
سرسا	286	-	-	219	-	750
انبالہ	1417	4861	4	889	7	51077
لدھیانہ	2214	26	-	9	-	30759
جالندھر	4079	-	-	-	-	18394
ہوشیارپور	4073	-	-	-	-	68302
کانگڑہ	4	-	-	-	-	8460
امرتسر	4057	-	-	-	-	4168
گورداسپور	1853	-	-	-	-	43571

سیالکوٹ	2006	-	-	-	-	11642
لاہور	6733	-	-	-	4	7079
گوجرانوالہ	566	-	-	-	-	1986
فیروزپور	14443	-	-	-	-	12013
راولپنڈی	6	-	-	-	-	25403
جہلم	-	-	-	-	-	18924
گجرات	-	-	-	-	-	93442
شاہ پور	7	-	-	-	-	886
ملتان	186	-	-	3	5	604
جھنگ	1	-	-	-	-	238
منٹگمری	358	-	-	-	-	365
مظفرگڑھ	6	-	-	-	-	68
ڈیرہ اسماعیل خان	-	-	-	-	-	77
ڈیرہ غازی خان	-	-	-	-	-	37
بنوں	-	-	-	-	-	50
پشاور	148	-	-	-	3	13514
ہزارہ	-	-	-	-	-	60948
کوہاٹ	-	-	-	-	-	206
برطانوی علاقہ	49338	39647	14305	115399	3755	553417

پٹیالہ	8475	38	-	62	1	35359
نابھا	185	-	-	374	1	5456
کپور تھلہ	3815	-	-	-	-	5805
جند	189	1048	-	6	-	740
فرید کوٹ	1009	-	-	335	-	645
مالیر کوٹلہ	75	-	-	-	-	2376
کلسیہ	347	-	-	25	-	4491
کل مشرقی میدان	14095	1084	-	828	2	56086
بہاولپور	4	-	-	-	-	456
منڈی	-	-	-	-	-	1259
چمبہ	-	-	-	-	-	907
ناہن	-	-	-	-	-	2445
بلاسپور	-	-	-	-	-	3083
نالہ گڑھ	-	-	-	-	-	8952
کل پہاڑی ریاستیں	-	-	-	-	-	17445
برطانوی علاقہ	49338	39647	14305	115399	3755	553417
دیسی ریاستیں	14099	1084	-	828	2	73987
صوبہ	63437	40731	14305	116227	3757	627404

کوشش کروں گا کہ سرحد اور سارے خطہ کوہستان نمک میں عرب یا مغل نسل اور باقی کے صوبہ میں راجپوت نسل سے ہونے کا دعویٰ کرنے کا رجحان کیسے پایا جاتا ہے۔ کوہستان نمک اور مغربی میدانوں کی وسیع سطح مرتفع میں آباد قبائل کے دو گروپ پنجاب کے زمین دار طبقات کے دلچسپ ترین حصے ہیں۔ وہ زیادہ محتاط تجزیئے کے متقاضی ہیں' اور اس سے بہت زیادہ فائدہ ہو گا۔

کرال (ذات نمبر101)

کرال کا اندراج صرف ہزارہ سے ہوا ہے۔ میرے پاس اس کے علاوہ ان کے بارے میں کوئی معلومات نہیں جو میجر ویس اس ضلع پر اپنی سیٹلمنٹ رپورٹ میں فراہم کرتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں: "کرال کا خطہ تحصیل ایبٹ آباد میں نارا علاقہ پر مشتمل ہے۔ کرال پہلے **ککھڑوں** کے ماتحت تھے اور کوئی دو سو سال قبل ان سے آزادی حاصل کی۔ وہ بالاصل ہندو ہیں اور مقابلتاً" جدید دور میں اسلام قبول کیا۔ 30 سال پہلے تک بھی اسلام کے ساتھ ان کی شناسائی خفیف سی تھی۔ اگرچہ اب وہ اس کے بارے میں زیادہ جانتے اور اس کی پیروی میں زیادہ محتاط ہیں' لیکن ان کی سماجی عادات میں سابق ہندو عقائد کی یادگاریں اب بھی صاف جھلکتی نظر آتی ہیں۔ وہ اپنے گھروں اور کھلیانوں سے جڑے ہوئے ہیں۔ وہ بڑی سادگی اور جفاکشی کے ساتھ کاشتکاری کرتے ہیں۔ باقی حوالوں سے ان کا کردار عیارانہ اور بزدلانہ ہے۔" میجر ویس مزید کہتے ہیں: "اپنی اصلیت اور کردار میں کرال بالکل دھونڈوں جیسے ہیں۔" یہ بات کرالوں کو دریائے جہلم کے بائیں کنارے کے ساتھ ساتھ پہاڑیوں کے راجپوت قبائل میں سے ایک قرار دیتی ہے اور ایک دیسی افسر نے مجھے بتایا کہ وہ راجپوت ماخذ کا دعویٰ کرتے ہیں۔ بتایا گیا ہے کہ انھوں نے حال ہی میں **ککھڑوں** کی طرح کیانی مغل ماخذ کا دعویٰ کیا ہے' یا یہ کہ ان کا مورث اعلیٰ کیان سے آیا' لیکن سکندر اعظم کی اولاد تھا۔ سب سے حیران کن اور نرالی کہانی یہ ہے کہ پنجابی لوک کہانی کے عظیم راجہ رسالو کی ملکہ کے بطن سے خاکروب طبقہ کے ایک آشنا کے چار بیٹے سیو' نیو' کھیو اور کروُ پیدا ہوئے' جن سے بالترتیب سیالوں' ٹوانوں' کھیوں اور کرالوں کا سلسلہ چلا۔ وہ **ککھڑوں**' سیدوں اور دھونڈوں کے ساتھ اندرونی شادیاں کرتے ہیں۔

گکھڑ (ذات نمبر68)

گکھڑ دریائے سندھ کے اس طرف والے خطہ کوہستان نمک کے شمالی حصہ کے قدیم حاکم ہیں' بالکل اسی طرح جیسے اعوان' جنجوعے' اسی خطہ کے جنوبی حصہ کے ہیں۔ یہ امکان نظر آتا ہے کہ تاریخ کے کسی حصہ میں انہوں نے کشمیر پر چڑھائی کر دی تھی' تاہم وہاں کسی سلطنت کی بنیاد نہ رکھی۔ ان کی اپنی بیان کردہ کہانی یہ ہے کہ وہ اصفہان کے حاکم کیانی خاندان کے کیگوہار کی نسل سے ہیں۔ اور یہ کہ انہوں نے کشمیر و تبت فتح کرکے کئی پشتوں تک وہاں حکومت کی' لیکن انجام کار واپس کابل دھکیل دیئے گئے۔ اس کے بعد گیارھویں صدی عیسوی کے اوائل میں وہ محمود غزنوی کی معیت میں پنجاب کے اندر داخل ہوئے۔ یہ آخری بات یقیناً درست نہیں' کیونکہ محمد قاسم فرشتہ لکھتا ہے کہ 1008ء میں پشاور کے نواح سے ایک **گکھڑ** دستے نے محمود پر حملہ کیا تھا۔ سر لیپل گریفن کے خیال میں وہ خراسان سے آنے والے وہ مہاجرین تھے جو 300ء سے پہلے پہلے پنجاب میں آباد ہوئے۔ اور وہ نشاندہی کرتے ہیں کہ اہل فارس کی طرح اور دیگر پڑوسی قبائل کے برخلاف وہ ابھی تک شیعہ ہیں۔ بہرصورت یہ امر یقینی ہے کہ وہ اپنے موجودہ مساکن میں انڈیا پر مسلمانوں کے حملوں سے بہت پہلے کے آباد ہیں۔ 1206ء میں محمد غوری کے حملہ کے دوران فرشتہ ان کے بارے میں لکھتا ہے:

> "اس موقع پر لاہور میں محمد غوری کے قیام کے دوران نیلاب کے کناروں کے ساتھ ساتھ اوپر شوالک پہاڑوں تک آباد **گکھڑوں** نے مسلمانوں پر بے پناہ مظالم کیے۔ پشاور اور ملتان کے صوبوں کا رابطہ منقطع کردیا۔ یہ **گکھڑ** وحشی جنگلیوں کی ایک نسل تھی جس کا کوئی مذہب تھا نہ اخلاقیات۔ ان میں ایک رواج تھا کہ جونہی کسی کے گھر لڑکی جنم لیتی تھی تو وہ اسے اٹھا کر گھر کی دہلیز پر جاتا' ایک ہاتھ میں لڑکی اور دوسرے ہاتھ میں چاقو پکڑ کر بہ آواز بلند پکارتا کہ جو شخص اس کو اپنی بیوی بنانا چاہتا ہے لے جائے' ورنہ اسے ابھی مار دیا جائے گا۔ اس کا مطلب ہے کہ ان میں عورتوں کی نسبت مرد

بہت زیادہ ہوگئے' نتیجتاً" ایک عورت کے کئی خاوند ہونے کی روایت
بھی موجود تھی۔ بیوی ایک خاوند کے گھر میں جاتے وقت دروازے
پر ایک نشان چھوڑ جاتی' اور دوسرا خاوند وہ نشانی دیکھ کر اس کے
ہٹائے جانے تک انتظار کرتا رہتا۔ ان وحشی افراد نے مسلمانوں پر
اپنی یلغار اسی وقت تک جاری رکھی جب اس بادشاہ کے دور اقتدار
کے اواخر میں ان کے سردار کو اسیری کی حالت میں مسلمان کیا گیا۔
کسی حقیقی مذہب سے بہت کم آشنائی رکھنے والے ان پہاڑیوں کے
معتدبہ حصے کو حقیقی عقیدے کے قوانین اختیار کرنے پر باآسانی آمادہ
کرلیا گیا تھا۔ غزنی اور دریائے سندھ کے درمیان پہاڑیوں میں آباد
بیشتر لادینوں کو بھی مسلمان کرلیا گیا۔ کچھ کو جبراً اور کچھ کو واعظ و
نصیحت کے ذریعہ۔ آجکل (1609ء) وہ باقاعدہ مسلمان ہیں۔"

تاہم لاہور سے واپس آتے ہوئے محمد غوری کو قتل کرنے سے **ککھڑوں** نے گریز نہ
کیا۔ (14 مارچ 1206ء کو محمد غوری نے غزنی کی طرف جاتے ہوئے دریائے سندھ کے
کناروں پر ڈیرے ڈالے۔ رات کو کچھ گرمی تھی اس لئے قناتیں' جو کہ شاہی خیمہ کے گرد
تھیں' اٹھا دی گئیں اور قاتل نظر میں آئے بغیر خیمہ کے دروازے تک پہنچ گئے۔ یہاں پر
ایک پہرہ دار نے شوروغل کیا لیکن اس کو فوراً قتل کردیا گیا اور **ککھڑ** اس خیمہ میں داخل
ہوگئے جس میں شہنشاہ سو رہا تھا اور دو غلام اسے پنکھا کر رہے تھے۔ انہوں نے شہنشاہ پر
حملہ کیا اور بائیس زخم لگا کر قتل کر ڈالا۔ پہرہ داروں نے غلاموں کا شوروغل سن کر جلدی
کی لیکن پھر بھی عین وقت پر پہنچ کر اپنے آقا کو نہ بچا سکے۔ شاہ کے قتل کے بعد بہت سے
قاتل پکڑے اور طرح طرح کے عذاب سے مارے گئے۔ (1) مترجم)

جنرل کننگھم **ککھڑوں** کو ڈائیونیسس کے Gargaridae سے ملاتے اور ابار قبیلے کے
عظیم Yueti یا Takhari سیتھینوں کی نسل قرار دیتے ہیں' جو Hyrkania سے دریائے
جہلم کے بائیں کنارے پر ایران میں دارا ہستاسپ (500 ق م Circa) یا اس سے بھی
قبل سیتھو پارتھین بادشاہوں میں سے ایک کے دور میں نقل مکانی کرگئے۔ سارے ماخذ اور
قبیلے کی ابتدائی تاریخ "آرکیالوجیکل رپورٹس" جلد دوم کے صفحات 22 تا 33 پر' اور گرینفن

کی دی چیفس آف پنجاب کے صفحات 574 تا 581 پر بیان کی گئی ہے۔ جبکہ ان کی ابتدائی تاریخ کے بارے میں برانڈرتھ کی بندوبست رپورٹ برائے ضلع جہلم میں کافی معلومات فراہم کی گئی ہیں۔ جیساکہ مسٹر تھامسن نے کہا : "گکھڑوں کا تورانی النسل ہونا عین ممکن ہے' لیکن باقی نظریہ محض ایک اختراع ہے۔ بحیثیت مجموعی فرشتہ کے متین بیان سے پرے جانے کا کچھ فائدہ نظر آتا ہے' جس نے زیادہ تر پہاڑیوں میں آباد گکھڑوں کو بہت تھوڑے اعتقاد والے یا مذہب سے بالکل عاری ایک بہادر اور وحشی نسل کے طور پر پیش کیا' جو چند شوہری اور دختر کشی کے عادی ہیں۔" اعوانوں کی نقالی میں اب وہ واضح طور پر مغل نسل ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ راولپنڈی کے متعدد گکھڑوں نے خود کو مغل بتایا' جبکہ مجھے یہ بھی بتایا گیا ہے کہ چکوال کے کچھ گکھڑوں نے اپنا اندراج بطور راجپوت کرایا۔

موجودہ حالت میں گکھڑ عملی اعتبار سے ضلع راولپنڈی' جہلم اور ہزارہ تک محدود ہیں۔ یہاں وہ زیریں کوہ ہمالیہ کے دامن میں جہلم سے لے کر ہری پور ہزارہ تک کی سطح مرتفع میں پائے گئے۔ راولپنڈی میں خود کو مغل گکھڑ بتانے والے 1543 افراد کو بھی گکھڑ شمار کرنا چاہئے۔ اس کے علاوہ دیگر 4549 مغل کیانی کو بھی' جن میں سے 3861 راولپنڈی' 592 جہلم' اور 93 کوہاٹ میں ہیں۔ اس طرح گکھڑوں کی کل تعداد میں 31881 کا اضافہ ہو جاتا ہے' جن میں سے تقریباً نصف راولپنڈی میں ہیں۔ مسٹر تھامسن کے مطابق وہ لمبی ہڈیوں والے نہیں لیکن گٹھیلے' عضلاتی اور طاقتور ہیں۔ بالائی انڈیا میں وہ سرکردہ سپاہی اور بہترین لائٹ کیولری (رسالہ) بنتے ہیں۔ وہ پرغرور اور عزت نفس والے ہیں' لیکن درجہ اول کے کاشتکار نہیں۔ محنت کے خلاف ان میں کوئی نفرت نہیں۔ ان میں سے متعدد ریلوے پر قلی کا کام کرتے ہیں۔ بہرحال فوج یا پولیس کی ملازمت کو ترجیح دیتے ہیں۔ ان میں نسلی احساس شدید ہے اور اصول وراثت میں نیم گکھڑ خون والوں کو ناپسند کیا جاتا ہے۔ کرنل کریک فورٹ کہتے ہیں کہ وہ سیدوں کے علاوہ کسی بھی طبقے کو اپنی بیٹیاں شادی میں نہیں دیتے' عورتوں کو سختی سے خانہ نشین رکھتے اور صرف اعلیٰ راجپوتوں میں بھی اسی صورت میں شادی کرتے ہیں جب اپنے اندر کوئی مناسب رشتہ نہ مل سکے۔ ان کے کچھ سرکردہ افراد اپنے انداز و اطوار میں بہت مہذب اور اپنی اعلیٰ نسل اور پرورش کو بلاخطا ظاہر کرتے ہیں۔ اگرچہ سکھوں نے انہیں غربت کی پستیوں میں دھکیل دیا لیکن وہ ہنوز اپنی

روایات سے چمٹے ہوئے ہیں۔ ضلع میں انہیں بلند مرتبت لوگ خیال کیا جاتا ہے۔ وہ افراتفری کے دور میں یقینی طور پر ایک یا دوسری طرف کی سرکردگی کرتے ہیں۔" چنانچہ " وحشی گرگڑوں" کا کردار وقت کے ساتھ ساتھ دھیما اور بہتر ہوتا ہوا نظر آتا ہے۔ **گکھڑوں** نے تمام صورتوں میں اپنے قبیلے نہیں بتائے' جو کہ کافی واضح ہیں۔ چند بڑے قبیلوں کی تعدادیں یوں ہیں : بگیال 7117، سکندرال 2668، فیروزال 1822، ادمال 1801، سورنگال 1681۔ ضلع جہلم میں ان کی مقامی تقسیم مسٹر تھامسن کی سیٹلمنٹ رپورٹ میں تفصیلاً" دی گئی ہے۔

اعوان (ذات نمبر12)

اعوان لازماً" کوہستان نمک کا ایک قبیلہ ہیں' جہاں پر وہ کبھی کافی وسیع و عریض علاقہ میں آباد تھے' اور جس کے مغربی وسطی حصوں میں اب بھی غالب نسل ہیں۔ وہ جہلم سے لے کر سندھ تک سارے پہاڑی سلسلہ کے ساتھ ساتھ پھیلے ہوئے ہیں اور اس سے اوپر کوہ سلیمان اور کوہ سفید کے دامن تک بھی ان کی کافی تعداد ملی۔ تاہم' دریائے سندھ کے پار بنوں میں جزواً" اور ڈیرہ اسماعیل خان میں کملاً" ہمارے جدولوں سے غائب ہو جاتے ہیں۔ ان حصوں میں وہ جٹوں میں شمار کئے گئے جس کا مطلب یہاں "وغیرہ وغیرہ" سے زیادہ نہیں۔ چنانچہ ہمارے جدولوں کے جٹوں میں کم از کم 30015 ایسے افراد پائے گئے جنہوں نے اپنا قبیلہ اعوان بتایا اور انہیں اعوان شمار کرنا ہی بہتر تھا۔

ان کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے:

اعوان جٹ

1۔ ہوشیار پور	2400
2۔ لاہور	831
3۔ گوجرانوالہ	611

4- جہلم	668
5- گوجرات	715
6- ملتان	1178
7- جھنگ	559
8- مظفر گڑھ	2017
9- ڈیرہ اسماعیل خان	8444
10- ڈیرہ غازی خان	1015
11- بنوں	9147
12- دیگر مقامات	2400
کل تعداد	30,015

نمایاں قبیلے کے طور پر ان کی مشرقی حدود لگ بھگ چکوال اور پنڈدادنخان تحصیلات کی مغربی حد کے ساتھ منطبق ہیں۔ وہ مغرب میں پہاڑیوں کے دامن میں ستلج تک بھی پھیلے ہوئے ہیں' اور جنوب میں نیچے دریائی وادیوں کی طرف ملتان اور جھنگ میں۔ پہلے وہ مغربی کوہستان نمک کے سارے دامنی میدان میں آباد تھے' لیکن سندھ اور جہلم کی طرف سے بڑھتے ہوئے پٹھانوں اور ٹوانوں نے انہیں درجہ بدرجہ اوپر پہاڑیوں کی طرف نکال دیا۔

میں نے اعوانوں میں ان سب کو بھی شامل کیا ہے جنہوں نے خود کو قطب شاہی بتایا۔

وہ خود کو غزنی کے قطب شاہ کی نسل سے قرار دیتے ہیں' جو حضرت علیؓ کی کسی دوسری بیوی کی اولادوں میں سے تھا نہ کہ حضرت فاطمہؓ کی۔ قطب شاہ تقریباً 1035ء میں ہرات سے آکر پشاور کے نواح میں رہائش پذیر ہوا۔ اس کے بعد سے وہ کوہستان نمک میں پھیل گئے اور اپنے آزاد قبیلے تشکیل دیئے' جن میں سے کالا باغ کا سردار بطور قبیلوی سربراہ تسلیم کیا گیا۔ مسٹر برانڈرتھ کی رائے میں یہ امکان زیادہ غالب ہے کہ وہ "بیکٹرین یونانیوں کی وہ اولادیں ہیں جنہیں خانہ بدوش تاتاری قبائل نے بلخ سے جنوب کی طرف دھکیل دیا اور وہ ہرات سے ہندوستان کی جانب مڑ گئے۔" مزید براں یہ 250 سال سے قبل کی بات نہیں جب وہ اپنے رہنماؤں کی سرکردگی میں فاتح فوج کے طور پر پنجاب میں داخل ہوئے اور خطہ کوہستان نمک کے جنجوعہ راجپوتوں کو بیدخل کیا۔ دوسری طرف جنرل کننگھم انہیں

جود کے ساتھ ملانے پر مائل نظر آتے ہیں' جن کا ذکر بابر نے اس جدامجد کی نسل کے طور پر کیا جو جنجوعوں کا مورث اعلیٰ ہے اور اس کے حملے کے وقت مغربی کوہستان نمک پر آباد تھے۔ انہیں کوہ سکیسر کے پرانے نام کی نسبت سے بلایا جاتا تھا جو اب بھی اعوان نسل کا قبائلی مرکز ہے۔ جنرل کننگھم نے اعوانوں اور جنجوعوں دونوں کو انوواں یا انو کی اولاد قرار دیا۔ ان کے خیال میں یہ امکان غالب ہے کہ انڈو سیتھین یلغار کے وقت وہ کوہستان نمک کے شمال کی سطح مرتفع میں آباد تھے۔ اسی یلغار کے نتیجہ میں انہیں پناہ لینے کے لئے جنوب کی طرف نکلنا پڑا۔ (دیکھئے "آرکیالوجیکل رپورٹس" جلد دوم' صفحہ 17) بابر جود اور جنجوعوں کو کوہستان نمک اور اس کے دامن میں دریائے سندھ و جہلم کے درمیان میدانی علاقہ کے پرانے سرداروں میں سے بیان کرتا ہے' اور اس نے یہ ذکر کیا کہ ان کے چھوٹے سردار "ملک" کہلاتے تھے۔

یہ لقب ان حصوں کے سرداروں کے لئے اب بھی استعمال ہوتا ہے۔ جالندھر کے اعوان کہتے ہیں کہ وہ اس ضلع میں دہلی کے ایک قدیم شہنشاہ کے پیروکار تھے' جو انہیں کوہستان نمک سے اپنے ساتھ یہاں لایا۔ اور یہ ناممکن نہیں کہ وہ بابر کی فوجوں کے ساتھ بھی گئے ہوں۔ پہلے وقتوں میں ان میں سے متعدد شاہی ملازم تھے' اور اس کے ساتھ ساتھ ان کا رابطہ اپنے جالندھر والے مساکن سے بھی قائم تھا۔ برانڈرتھ کا نظریہ بالکل غیردرست ہے۔ اعوان گزشتہ 600 سال سے میانوالی کے خطہ کوہستان نمک میں بلاشرکت غیرے قابض رہے ہیں۔ مسٹر تھامسن نے اپنی جہلم سیٹلمنٹ رپورٹ کے سیکشن 73 اور 74 میں اس حوالے سے بات کی ہے۔ وہ اپنے اس نتیجے کی حمایت میں کافی ٹھوس دلائل پیش کرتے ہیں کہ اعوان ایک جٹ نسل ہیں جو ڈیرہ اسماعیل خان کے مغرب کی طرف والے دروں میں سے گزر کر آئے اور شمال کی طرف سکیسر کے نواحی علاقوں میں پھیل گئے۔ ڈیرہ اسماعیل خان کی کچھ روایات بھی اس بات کی حمایت کرتی ہیں۔ میں یہ اضافہ کرنا چاہوں گا کہ گوجرات کے کچھ اعوان اپنا ماخذ سندھ میں ملاتے ہوئے بتائے جاتے ہیں۔ میجر ویس بھی اعوانوں کو جٹ نسل سے قرار دینے پر مائل نظر آتے ہیں۔ کالاباغ کے خاندان (جو قبیلے کا مرکزی خاندان ہوا کرتا تھا) کے شجرۂ نسب میں ان کا مورث اعلیٰ قطب شاہ ہے۔ اس شجرے میں متعدد ہندونام' مثلاً رائے ہرکرن' قطب شاہ کے فوراً بعد نظر آتے ہیں۔ اعوان

آج بھی ہندو برہمنوں کو بطور خاندانی پروہت ملازم رکھتے ہیں۔

مسٹر تھامسن نے اعوانوں کو اپنی عادات و اطوار میں صاف گو اور خوشگوار' لیکن کینہ جو' پرتشدد اور فرقہ وارانہ' مضبوط اور چوڑے شانوں والے لیکن درمیانے قد کے' جفاکش لیکن بھونڈے کاشتکار اور لازمی طور پر ایک کسان نسل بیان کیا ہے۔ کرنل ڈیویز بھی ان کے بارے میں کچھ پسندیدگی کے ساتھ سوچتے ہیں' وہ لکھتے ہیں : "اعوان ایک بہادر اور پرجوش لیکن نہایت درجہ آرام طلب نسل ہیں۔ کردار کے حوالے سے ان میں قابل تعریف عنصر بہت کم ہے۔ وہ سرکش' لاابالی اور پرانے جھگڑوں کو جاری رکھتے اور متواتر مصیبت میں رہتے ہیں۔ ان کے تنازعات دنگا فساد اور قتل و غارت پر منتج ہوتے ہیں۔ ان سب باتوں کے ساتھ ساتھ دوسری طرف یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ ان کے آداب و انداز صاف گو اور قابل تعریف ہیں۔ اور اگرچہ وہ دیگر پہاڑی قبائل والی راست بازی کی شیخی نہیں بگھار سکتے' لیکن وہ شاندار طور پر جرائم سے پاک ہیں۔" مسٹر سٹیڈمین کہتے ہیں : "ضلع راولپنڈی کے قبائل میں اعوان کو ایک اعلیٰ مقام حاصل ہے' لیکن اعلیٰ ترین نہیں۔ اصولی طور پر وہ دیگر قبائل میں اپنی بیٹیاں نہیں بیاہتے اور پست ذات کی عورت کے بطن سے پیدا ہونے والی اعوان اولاد کو حقیقی اعوان نہیں سمجھا جاتا۔" جہلم میں ان کی حیثیت بمشکل ہی راولپنڈی سے برتر نظر آتی ہے۔ جیساکہ مسٹر تھامسن نے انہیں **ککھڑوں** اور جنجوعوں کے برخلاف بطور زمیندار یا کاشتکار طبقہ کے حوالے سے بیان کیا' جو ساہو یا عوام الناس ہیں۔ مسٹر لیپل گرـفن نے "دی چیفس آف پنجاب" کے صفحہ 570 پر اعوانوں کی تاریخ کا نقشہ کھینچا ہے۔ اعوانوں نے اپنی چند ایک ہی بڑی ذیلی شاخوں کا اندراج کرایا ہے۔ سب سے زیادہ تعداد والی کچھ ذیل میں دی جا رہی ہیں۔

اعوان قبیلے

1- کھوکھر	18388
2- مدھوال	11903

3- کھٹڑ	11278
4- کلفان	11166
5- ریہان	8394
6- جنڈ	6288
7- بکال	6118
8- کھرانہ	6105
9- درہال	5299
10- کلشانی	3450
11- کنگ	2979
12- چہال	2326

کھوکھروں میں سے 5663 راولپنڈی میں' 2362 جہلم' 3949 شاہ پور' 2438 بنوں اور 3301 ہزارہ میں ہیں' جبکہ کھٹڑ میں سے 10916 راولپنڈی میں ہیں۔ یہ افراد اعوان کی بجائے درحقیقت کھٹڑ اور کھوکھر ہیں' لیکن انہوں نے اپنا اندراج اس طور اس روایت کی پیروی میں کرایا جس کے مطابق ان تینوں قبائل کا ماخذ مشترک ہے۔

کھٹڑ (ذات نمبر 162)

کھٹڑ ایسا قبیلہ ہیں جو اعوانوں کے ساتھ قرابت داری اور ان کی اور مغربی کھوکھروں کی طرح غزنی کے قطب شاہ قریشی کے بیٹوں کی اولاد ہونے کا دعوئی کرتے ہیں۔ لیکن اعوان اس تعلق کو بہ ہر حال تسلیم نہیں کرتے' اور کھٹڑ اکثر اوقات راجپوت ماخذ کے دعویدار بتائے جاتے ہیں۔ تاہم' مسٹر سٹیڈمین ان کا اعوان ماخذ ہونا تسلیم کرتے ہیں' اور ان کا کہنا ہے کہ اعوان بھی یہ بات مانتا ہے لیکن وہ کھٹڑوں کو قبیلے کا کمتر حصہ خیال کرتا ہے اور اس میں اپنی بیٹی کی شادی نہیں کرے گا۔ سر لیپل گریفن نے "دی چیفس آف پنجاب" کے صفحات 561 تا 569 پر اہم کھٹڑ خاندانوں کی تاریخ بیان کی ہے۔ ان کے خیال میں وہ بالاصل خراسان کے باشندے ہیں جو ابتدائی مسلمان حملہ آوروں کے ہمراہ انڈیا میں آئے۔ لیکن کرنل کریکفورٹ بتاتے ہیں کہ راولپنڈی کے کھٹڑوں میں ابھی تک شادی کی ایسی

روایات موجود ہیں جو انڈین ماخذ کی جانب اشارہ کرتی ہیں۔ ان کی اپنی ایک روایت کے مطابق انہیں دریائے سندھ پر اٹک کے قریبی علاقہ سے نکال کر افغانستان میں دھکیل دیا گیا' اور بعدازاں وہ محمد غوری کی فوجوں کے ساتھ واپس آئے۔ (سر لیپل گر -فن لکھتے ہیں کہ کھتڑ خان کے زمانے میں ہندو طاقتور ہوگئے تھے جنہوں نے کھتڑوں کو نیلاب سے نکال دیا اور مجبور کیا کہ ہندوستان چھوڑ کر افغانستان چلے جائیں' جہاں جاکر کھتڑخان نے قریباً 1175ء میں محمد غوری کی ملازمت اختیار کرلی جس نے حال ہی میں غزنی کا صوبہ فتح کیا تھا اور ہندوستان پر حملہ کرنے کی تیاری کررہا تھا۔ چنانچہ کھتڑخان محمد غوری کے ساتھ پنجاب واپس آیا۔ قوم کھتڑ نے اس زمانے میں اپنے سردار کھتڑ کے نام پر اپنا نام رکھا۔ یہ لوگ لنگر خان شاہی ناظم اٹک کے ماتحت تھے جو بعدازاں لاہور کا وائسرائے ہوا۔ (2) دوسری طرف جنرل کننگھم انہیں کنور' Cidaritae یا چھوٹے یوچی کی ایک شاخ کے ساتھ ملاتے ہیں' جن کی نسل سے گوجر بھی ہیں۔ اب وہ اپنے نام کے خطے میں آباد ہیں جو دریائے سندھ سے لے کر راولپنڈی تحصیل کی حد تک کالاچٹا سلسلہ کوہ کے دونوں طرف اور شمال میں عثمان کاٹر سے لے کر جنوب میں خیر مورت پہاڑیوں' جو انہوں نے گوجروں یا اعوانوں سے لی تھیں' تک ہے۔ کھتڑوں کی تعداد غیردرست ہے کیونکہ راولپنڈی کے کھتڑوں نے خود کو اعوان بتایا۔ اعوان ذات کے زیرعنوان 11278 افراد نے اپنا قبیلہ کھتڑ درج کرایا' جن میں سے 362 کے علاوہ سب کے سب ضلع راولپنڈی میں ہیں۔ اور یوں صوبہ میں ان کی کل تعداد 12523 بنتی ہے۔ کرنل کریکفورٹ لکھتے ہیں: "جرائم کے اعتبار سے کھتڑ لاثانی بدنامی رکھتے ہیں۔ ان کا خطہ ہمیشہ سے ایک ایسا خطہ رہا ہے جس میں سنگین جرائم پھلے پھولے۔ وہ پھوہڑ کاشتکار' عادات میں نامعقول' عقاب اور گھوڑے پالنے والے اور مالیہ کی ادائیگی میں عموماً" کافی بدتر ہیں۔ وہ اپنی بیٹیوں کو صرف اسی صورت میں ترکہ دیتے ہیں جب ان کی شادی خاندان کے اندر ہی ہوئی ہو' حتیٰ کہ ایسا بھی کچھ خاص وجوہات کی بناء پر ہوتا ہے۔" اس بارے میں مسٹر سٹیڈمین رقمطراز ہیں: "تب سے وہ زیادہ مہذب اور پرتشدد اقدامات کے کم عادی ہوگئے ہیں۔ کھتڑوں کو معاشرتی اعتبار سے درمیانی حیثیت حاصل ہے۔ ان کا شمار ککھڑوں' اعوانوں' گھیبوں اور دیگر اعلیٰ درجہ راجپوتوں سے نیچے ہوتا ہے۔"

کھوکھر (ذات نمبر58)

کھوکھر بالعموم راجپوت قبیلہ خیال کیے جاتے ہیں اور وسطی اضلاع کے زیادہ تر کھوکھر نے اپنا اندراج اسی طور کروایا۔ مغربی اضلاع کے متعدد کھوکھروں نے' اور سرحد والوں نے بھی خود کو جٹ بتایا' جبکہ صرف راولپنڈی اور ملتان ڈویژنوں میں کھوکھر ذات کی علیحدہ تعداد حاصل ہوئی ہے۔ جب تک قبیلوں کے تفصیلی جدول تیار نہ ہو جائیں اس وقت تک میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ اپنی ذات راجپوت یا جٹ اور قبیلہ کھوکھر بتانے والے حقیقت سے کس قدر قریب ہیں اور اس میں ڈویژنل دفاتر کا عمل دخل کس حد تک ہے۔ لیکن مقامی جانچ پڑتال سے یہ نظر آتا ہے کہ کھوکھروں نے بہت عمومی طور پر خود کو جٹ یا راجپوت لکھوایا' خصوصاً راجپوت۔ مسٹر تھامسن نے مجھے بتایا ہے کہ پنڈ دادنخان میں جٹ کھوکھروں کو راجپوت کھوکھروں سے بالکل علیحدہ بتایا جاتا ہے۔ ذیل میں ان کے اعداد و شمار دیئے جا رہے ہیں جنہوں نے اپنا اندراج بالترتیب بطور کھوکھر' راجپوت کھوکھر اور جٹ کھوکھر کروایا۔

کھوکھر

(چھوٹی چھوٹی تعدادیں جو تفاصیل میں رہ گئی تھیں لیکن مجموعہ میں شامل ہیں)

ضلع یا ریاست	ذات کھوکھر	ذات راجپوت	ذات جٹ	کل
روہتک	-	27	1675	1702
سرسا	-	1100	276	1376
جالندھر	-	3682	-	3682
امرتسر	9	3016	134	3159
گورداسپور	-	1785	1310	3095
سیالکوٹ	-	1870	1243	3113

لاہور	-	8349	2184	10533
گوجرانوالہ	-	961	3767	4728
فیروزپور	-	2404	427	2831
راولپنڈی	438	295	161	894
جہلم	1745	2208	2011	5964
گوجرات	393	5208	1745	7346
شاہ پور	10265	4524	1800	16589
ملتان	7696	236	963	8895
جھنگ	11239	6605	5040	22884
منٹگمری	2866	1058	2157	6081
مظفر گڑھ	951	18	2937	8906
ڈیرہ اسماعیل خان	-	20	8013	8033
ڈیرہ غازی خان	-	12	4690	4702
بنوں	-	70	1115	1185
کپور تھلہ	-	2375	10	2385
بہاولپور	-	6310	-	6310
برطانوی علاقہ	36126	45731	42110	123967
دیسی ریاستیں	11	9649	221	9881
صوبہ	36137	55380	42331	133848
کھوکھر اعوان	-	-	-	18388
			میزان	152236

پنجاب کے مشرق میں کھوکھر تسلیم شدہ راجپوت نسل نظر آتے ہیں۔ تاہم جالندھر میں بتایا جاتا ہے کہ وہ اپنے قبیلے کے اندر ہی شیخوں، اعوانوں اور دیگر ان جیسوں کے ساتھ شادی بیاہ کرتے ہیں، نہ کہ اپنے راجپوت پڑوسیوں کے ساتھ۔ لیکن مغرب میں کھوکھر غزنی کے قطب شاہ کے سب سے بڑے بیٹے محمد کی اولاد ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں جو اعوانوں کا

روایتی مورث اعلیٰ ہے' اور عموماً" اعوان بھی یہ دعویٰ تسلیم کرتے ہیں۔ تاہم' یہ بھی ان کی اپنی کہانی جیسا ہی من گھڑت ہے۔ اس طرح زیادہ سے زیادہ 18388 افراد نے (جن کی تفصیل پیچھے اعوان کے ضمن میں بیان کی جا چکی ہے) اپنی ذات اعوان اور قبیلہ کھوکھر بتایا' اور غالباً انہیں کھوکھر ہی شمار کرنا اور اوپر دی گئی تعدادوں میں جمع کرنا چاہئے۔ مسٹر بارکلے نشاندہی کرتے ہیں کہ میجر ٹاڈ نے جیسلمر کے جو وقائع بیان کئے ہیں وہ جیسلمر کے کھوکھروں اور بھٹیوں کے درمیان حضرت محمدؐ کے دور سے بہت پہلے کے جھگڑے بیان کرتے ہیں۔ تاہم میں یہ اضافہ کرنا چاہتا ہوں کہ میجر ٹاڈ کے خیال میں کھوکھر شاید **ککھڑ** کا ہی غلط تلفظ ہیں۔ وہ کھوکرا کو راٹھور راجپوتوں کا ایک قبیلہ بتاتے ہیں۔ بہاولپور میں 2412 کھوکھر راجپوت اپنا مرکزی قبیلہ بھٹی بتاتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ بحیثیت مجموعی لگتا ہے کہ وہ دراصل راجپوت ہیں' (شاید خالص ترین نسل کے نہیں) جبکہ سرحد میں راجپوتوں کو جو کم درجہ حاصل ہے اس کی وجہ قریشی النسل ہونے کا دعویٰ ہے' جس نے مسلمان قبائل میں تیزی سے مقبولیت اختیار کی۔ سرسا میں' جہاں ذات سے باہر شادی کرنے کی پابندی پر سختی سے عمل کیا جاتا ہے' کھوکھر مقامی راجپوت قبائل میں باہمی شادیاں کرتے ہیں۔ دراصل سر لیپل گرفن اعوان کے ساتھ مشترک ماخذ کا دعویٰ کرنے والے کھوکھروں کو کھوکھر راجپوتوں سے علیحدہ قرار دیتے ہیں' لیکن اس کا درست یا غلط ہونا مشکوک ہے کیونکہ اعوان روایت بدیہی طور پر بہت زیادہ مقبول ہے۔ حتیٰ کہ ان کھوکھروں میں بھی جو ابھی تک سارے علاقہ میں بطور راجپوت شناخت رکھتے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ کھوکھر اس قدر وسیع پیمانے پر بکھرے ہوئے ہیں اور کسی نہ کسی دور میں اتنے طاقتور رہے ہیں کہ پنجاب میں پست ذاتوں کے قبیلوں کے لئے کھوکھر بھی اتنا ہی مرغوب نام ہے جتنا کہ بھٹی۔ اور ہو سکتا ہے کہ وہاں پر راجپوتوں سے قطع نظر کھوکھر الگ ذات ہو' بالکل اسی طرح جیسے یہ دونوں یقینی طور پر کھوکھر چوہڑوں سے الگ ہیں۔ کرنل ڈیویز کہتے ہیں کہ شاہ پور کے کھوکھروں کی متعدد سماجی روایات ہندو ماخذ کی طرف اشارہ کرتی ہیں' اور یہ بات قطب شاہی کہانی کے خلاف بہت فیصلہ کن اہمیت کی حامل ہے۔

دریائے جہلم و چناب کی وادیوں کے ساتھ ساتھ اور خصوصاً جھنگ و شاہ پور اضلاع میں کھوکھروں کی تعداد کافی زیادہ ہے' لیکن چاہے کم تعداد میں ہی سہی' وہ زیریں سندھ'

ستلج اور لاہور کے علاوہ جہلم سے لے کر ستلج تک پہاڑیوں کے دامن میں بھی ملے ہیں۔ بتایا جاتا ہے کہ پنڈ دانخان کا نام اس کی بنیاد رکھنے والے کھوکھر سردار کے نام پر رکھا گیا' جو جہانگیر کے دور میں ان علاقوں کا راجہ تھا۔ اور کسی دور میں کچھ اہمیت رکھنے والے خاندان اور خطے پر قبضہ کرنے کے لئے جنجوعوں اور کھوکھروں کے درمیان کشمکش کی تاریخ "دی چیفس آف پنجاب" کے صفحہ 589 پر اور اس سے آگے بیان کی گئی ہے۔ جھنگ میں بھی وہ کبھی جہلم کے مشرق کی طرف ایک وسیع و عریض خطے پر مقتدر تھے۔ گوجرات اور سیالکوٹ کے کھوکھروں میں ایک اہم روایت کے مطابق وہ بالاصل گڑھ کراناہ میں آباد ہوئے (جس کی وہ شناخت نہیں کرسکتے' تاہم مسٹر سٹیڈمین کی رائے میں یہ ضلع جھنگ میں شاہ پور کے جنوب میں واقع کوہ کیرانا ہے) اور تامرلین نے انہیں وہاں سے بیدخل کیا۔ جہلم اور چناب پر میدانوں کے کھوکھروں کا ارتکاز اور دامن کوہ خطہ کے کھوکھروں کا وسیع اختلاط اس نظریہ میں کچھ رنگ بھرتا ہے کہ وہ پہاڑیوں سے نیچے کی طرف پھیلے نہ کہ جنوب سے اوپر کی طرف۔ اکبر کے دور میں کھوکھروں کو ہوشیار پور کے دسوئیہ پرگنہ (3) کا ایک اہم قبیلہ دکھایا گیا تھا' اور مسلمان تاریخ دان ہمیں بتاتے ہیں کہ تیمور کے حملہ کے وقت کھوکھر لاہور پر قابض اور اپرباری دوآب میں طاقتور تھے۔ (4)

بتایا جاتا ہے کہ شاہ پور کے کھوکھر بے شمار قبیلوں میں بٹ گئے' جن میں سے نسوواناہی اپنی سرقہ باز عادات اور عمومی لاقانونی کردار کے لئے بدنام ہے۔ مسٹر سٹیڈ مین کھوکھروں کو جھنگ میں بہترین زراعتی طبقہ' جفاکش' کفایت شعار اور جرائم سے کافی حد تک پاک بیان کرتے ہیں۔

کھرل (ذات نمبر77)

کھرل ایک حقیقی راجپوت قبیلہ لگتے ہیں' تاہم ان کے معتدبہ حصہ کا اندراج بطور جٹ ہوا۔ ذیل میں ان کی وہ تعداد دی جارہی ہے جس کا اندراج جٹ' راجپوت اور کھرل کے تحت کیا گیا۔

کھرل

اضلاع	کھرل	جٹ	راجپوت	کل
سرسا	-	35	2026	2061
امرتسر	-	1001	-	1001
لاہور	70	5992	35	6097
گوجرانوالہ	-	3070	4470	7540
فیروزپور	-	1441	278	1719
ملتان	2492	364	500	3356
جھنگ	489	673	2054	3216
منٹگمری	15643	2361	3444	21448
ڈیرہ اسماعیل خان	-	1300	-	1300
بہاولپور	-	237	2042	2279
برطانوی علاقہ	18839	18582	14242	51663
دیسی ریاستیں	6	237	2042	2285
صوبہ	18845	18819	16284	53948

بہاولپور کے راجپوت کھرلوں میں سے 1613 نے اپنا قبیلہ بھٹی بتایا۔ جالندھر کے چند کھرل وہاں پر راجپوت تسلیم کئے جاتے ہیں اور منٹگمری کے کھرل راجہ کرن کی نسل ہونے کے دائی ہیں۔ وہ کثیر تعداد میں صرف دریائے راوی کی وادی کے ساتھ پائے گئے' چناب کے ساتھ اس کے مقام اتصال سے لے کر لاہور و منٹگمری کی درمیانی حد تک۔ جبکہ چند ایک لاہور میں اوپر نالہ ڈیک اور گوجرانوالہ بار میں بکھرے ہوئے ہیں' اور دریائے ستلج کی وادی میں اوپر فیروزپور تک ان کی تھوڑی سی تعداد ملی ہے۔ اس حصہ میں راوی قبائل دو حصوں میں بٹے ہوئے ہیں' بڑے راوی قبائل اور چھوٹے راوی قبائل۔ اول الذکر زراعتی کی بجائے گلہ بان ہیں اور ان میں کھرل' کاٹھیا اور مسلمان جٹوں کے دیگر متعدد بڑے قبائل شامل ہیں۔ وہ چھوٹے قبائل کو بنظر تحقیر دیکھتے ہیں جو ان کی حدود کے اندر ہی آباد اور گلہ بان کی بجائے زراعتی ہیں۔ چھوٹے قبائل ارائیں' کمبوہ اور مشرقی پنجاب میں ان جیسے دیگر

عام قبائل پر مشتمل ہیں۔ بڑے راوی قبائل مویشی چوری کے لئے اپنی رغبت کے باعث بدنام ہیں' اور ان میں کسی نوجوان کو اس وقت تک پگ باندھنے یا شادی کرنے کی اجازت نہیں جب تک کہ وہ ایک بیل چوری کرکے اپنی اہلیت اور قابلیت نہ ظاہر کر دے۔ جبکہ کوئی ایسا سردار جس کے پاس ہر وقت چوری کے لئے تیار رہنے والے کافی سارے ماتحت نہ ہوں عوامی طور پر "یتیم" جانا جاتا ہے۔

بڑے راوی قبائل میں کھرل انتہائی شمالی اور اہم ترین قبیلہ ہیں۔ ان کے دو حصے ہیں' بالائی اور زیریں راوی کے کھرل۔ موخرالذکر کا مرکز کوٹ کمالیہ ہے۔ دونوں کی آپس میں شدید رقابت ہے اور مشترک دشمن یعنی جھنگ کے سیال راجپوتوں کے خلاف نفرت ہی واحد باہمی بندھن ہے۔ عالمگیر کے دور میں کمالیہ کے کھرل کچھ اہمیت اختیار کر گئے' اور وہ اس وقت عطیہ میں ملنے والی زمینوں پر اب بھی آباد ہیں۔ لیکن بالائی کھرل اب زیادہ طاقتور شاخ ہیں۔ کھرل اپنی شورش پسندی کے لئے ہمیشہ سے بدنام رہے ہیں اور مسٹر پرسر کی منٹگمری رپورٹ میں سکھ دور اور ماقبل ان کی تمام کارگزاری بیان کی گئی ہے' جبکہ خاندان کی تاریخ دی چیفس آف پنجاب کے صفحہ 509 اور اس سے آگے بیان کی گئی ہے۔ وہ اپنا سلسلہ نسب راج کرن کی اولاد بھوپا سے جوڑتے ہیں' جو اچ میں آباد ہوا اور مخدوم شاہ جہانیاں کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔ اچ سے وہ اپنے موجودہ علاقہ میں چلے آئے۔ ملتان میں اب وہ معدودے چند ہی ہیں' لیکن (چھوٹی تعداد میں ہی سہی)۔ ستلج کے ساتھ ان کا پایا جانا اس کہانی کی حمایت کرتا ہے کہ وہ نیچے سے اوپر کی طرف آئے ہیں۔ کیپٹن ا-لفنسٹون اپنی گوگیرہ رپورٹ میں کھرلوں کو یوں بیان کرتے ہیں:

> "بڑے راوی قبائل میں کھرل انتہائی شمالی ہیں۔ گوگیرہ و لاہور اضلاع کے درمیان دریا کے دونوں طرف ان کے پاس خاصا بڑا خطہ اراضی ہے اور ضلع گوجرانوالہ میں بھی کچھ آگے تک نفوذ کر گئے ہیں۔ فساد پسندی اور بلند ہمتی میں انہیں ہمیشہ سے کاٹھیا کے علاوہ سب سے برتر سمجھا جاتا ہے' لیکن ان کی کاشتکاری کی بہ سرعت توسیع کی وجہ سے ان کا خطہ مرحلہ بہ مرحلہ درختوں سے محروم ہوتا گیا' انہی درختوں ـــ گھنے جنگلوں میں ان کی قوت مضمر تھی۔ تاہم

کافی حالیہ وقتوں میں وہ گڑبڑ کے دوران بڑی فوجی قوتوں کے آنے پر اپنی زمینیں خالی کر دیا کرتے تھے' اس طرح نقصان صرف گاؤں تک ہی محدود رہتا۔ ان کا انتہائی مشہور و معروف رہنما احمد خان کھرل اتحادی قبائل کا سربراہ تھا' جسے کیپٹن بلیک کی زیر قیادت مہم نے ستمبر 1857ء میں مار دیا۔ تاہم' وہ ایک خاص اعتبار سے کامیاب ثابت ہونے والی کم از کم پانچ باغیانہ تحریکوں کا سرغنہ تھا۔ قیام امن کے بعد ان کا بنیادی مقصد --- یعنی کھتریوں اور ہندوؤں کو لوٹنا مارنا ---- ان پر عائد کردہ جرمانے "نذرانہ" کی نرمی کی صورت میں عموماً" پورا ہوتا رہا۔ اس کامیابی نے احمد خان کھرل کو چار دانگ میں مقبول بنا دیا اور سارے "بڑے راوی" پر زبردست اثر و رسوخ دلا دیا' جیساکہ 1857ء کے غدر میں ثابت ہوا جس میں بنیادی منصوبہ بندی اسی کی نظر آتی ہے۔ کھرل قدوقامت میں عموماً" اوسط سے زیادہ ہیں۔ ان کے نقوش بڑے تیکھے' پھرتیلاپن اور حوصلہ زبردست ہے۔ باقی تمام جٹوں کی طرح وہ بھی راجپوت نسل ہونے کا دکھاوا کرتے اور اسی طبقے کی طرح ہل جوتنے والوں کو حقیر جانتے ہیں۔ لہٰذا ان کے دیہات میں زراعت کا کام بالخصوص (ویسیوانوں) کے کندھوں پر ہے۔ کھرل مالکان پیداوار میں اپنا حصہ وصول کرنے پر ہی قانع ہیں۔ وہ دریا کے کنارے صرف دلدلی خطوں میں ہی آباد ہیں' محض بہتر کاشتکاری ان کے ماتحین کے لئے بھی ایک نہایت محنت طلب کام ہے۔"

اس حوالے سے مسٹر پرسر کہتے ہیں کہ وہ شادی کے اخراجات میں فضول خرچ' مسافروں کی آؤ بھگت کرنے والے' عادی چور اور زراعت کا تھوڑا بہت شوق رکھنے والے واقع ہوئے ہیں' اور یہ کہ وہ ہنوز ہندو روایات کی پیروی کرتے ہیں' خصوصاً شادی کے موقعوں پر۔ لاہور میں ان کا کردار منٹگمری کی نسبت بہتر نہیں ہے' ایک فارسی محاورہ ہے: " ڈوگر' بھٹی' وٹو اور کھرل باغیانہ اور قتل کر دیئے جانے کے قابل ہیں۔" سر لیپل گریفن ان

کے بارے میں لکھتے ہیں' "ہر تاریخی عہد میں کھرل لوگ فسادی' وحشی اور چور رہے ہیں۔ کسی کی حکومت ان کو برداشت نہیں' اور وہ لڑائی جھگڑے اور لوٹ مار میں خوش رہتے ہیں۔ دیگر مسلمان قبائل کی نسبت زیادہ متعصب ہونے کی وجہ سے انہوں نے ہندوؤں کی حکومت کو سخت بے دلی سے قبول کیا۔ اور اس اطاعت کو تسلیم کروا لینے سے زیادہ دیوان ساون مل اور سکھ ان کا کچھ نہ بگاڑ سکے' کیونکہ جب کبھی ان کے خلاف کوئی فوج مرتب کرکے روانہ کی گئی تو یہ دلدلوں اور گھنے جنگلوں میں نکل جاتے جہاں ان کا تعاقب کرنا تقریباً ناممکن ہوتا تھا۔" گوجرانوالہ میں وہ "آوارہ' شوریدہ سر' برے کاشتکار اور بدنام چور ہیں۔ ان کے افراد عموماً" دراز قامت اور وجیہہ' اور ان کی عادات سیلانی اور غارت گرانہ ہیں۔"

کاٹھیا' گھگہ اور ہانس

کاٹھیا بھی بڑے راوی قبائل میں سے ایک ہیں اور اہمیت کے لحاظ سے ان کا نمبر کھرل کے بعد آتا ہے۔ ہمارے جدولوں میں انہیں الگ ذات نہیں دکھایا گیا' اور لگتا ہے کہ کسی نے خود کو کاٹھیا بتایا بھی نہیں۔ لیکن منٹگمری میں 3878 اور ملتان میں 1972 افراد نے اپنی ذات پنوار درج کرائی۔ چونکہ کاٹھیے پنوار راجپوت ہونے کے دعویدار ہیں اور سیٹلمنٹ میں انہیں اسی طور درج کیا گیا' اس لئے ان کے کاٹھیا ہونے کا امکان غالب ہے۔ یہ وضاحت ڈپٹی کمشنر منٹگمری نے مقامی جانچ پڑتال کے بعد کی ہے۔ کاٹھیا تقریباً ملتان اور منٹگمری اضلاع کی وادیٔ راوی تک ہی محدود ہیں' لیکن جھنگ کے جنوب میں ان کے پاس خاصا علاقہ ہے' جو بتایا جاتا ہے کہ انہوں نے سیالوں سے اس امداد کے بدلہ میں حاصل کیا جو انہوں نے نواب آف ملتان کے خلاف انہیں بہم پہنچائی تھی۔ انہیں وہی Kathaei افراد ہی خیال کیا جاتا ہے' جنہوں نے سانگہ پر اپنے مضبوط قبضہ کے ساتھ سکندر کی فاتح فوجوں کی زبردست مزاحمت کی تھی۔ اس بارے میں جنرل کننگھم نے اپنی "آرکیالوجیکل رپورٹس" جلد دوم کے صفحات 33 تا 42 پر تفصیلی بات کی ہے اور کرنل ٹاڈ کی راجستھان (مدراس سے 1880ء میں شائع کردہ) میں بھی کافی بحث کی گئی ہے۔ کیپٹن ا-ملفنسٹون نے اپنی منٹگمری رپورٹ میں انہیں یوں بیان کیا:

"یہ حقیقت کہ سکندر اعظم کے حملہ کے وقت ضلع گوگیرہ کے ایک حصہ پر "کھٹیوئی" نام کے لوگ آباد تھے' کاٹھیا قبیلے میں خصوصی دلچسپی پیدا کرتی ہے۔ اس بارے میں کافی غور و فکر کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ موجود دور کے کاٹھیا انہی کھٹیوئی کی نسل ہونے کا پرزور دعویٰ کرتے ہیں' جنہوں نے شاندار طریقہ سے مقدونیائی فاتحین کی مزاحمت کی۔ اپنے ماخذ کے بارے میں ان کا اپنا بیان کافی مختلف ہے۔ تمام جٹوں کی طرح وہ شہنشاہ اکبر کے دور میں قبول اسلام سے قریبی وقت کے ایک راجپوت کی نسل سے اپنا سلسلہ جوڑنے میں ایک خاص قسم کا تفاخر کرتے ہیں۔ لیکن اس اعلیٰ نسل سے ہونے کے دعویٰ کی جانچ پڑتال سے عیاں ہوتا ہے کہ ایسی دیگر عوامی روایات کی طرح ان کا یہ بیان بھی ضرور بالکل من گھڑت ہوگا۔ وہ کہتے ہیں کہ راجپوت کے حکمران ایک کھٹیہ نامی شہزادے پر یہ دباؤ ڈالا گیا کہ وہ شہنشاہ دہلی کو اپنی بہن شادی کے لئے پیش کرے۔ راجپوت وقار کے خلاف اس انتہائی شرمناک بات پر کڑھنے کے بعد اس نے ایک بڑی فوج اکٹھی کرنے کا بندوبست کیا اور اسے لے کر شاہی فوجوں پر حملہ کر دیا۔ تاہم' مخالفین کی زیادہ تعداد سے شکست کھا گیا' اور اس کے تقریباً سبھی حما-تیوں کو تہہ تیغ کئے جانے کے بعد اسے قیدی بنا لیا گیا۔ پھر اسے بڑی عزت و وقار کے ساتھ دہلی دربار میں لے جایا گیا' جہاں شہنشاہ نے اس کے ساتھ بڑا مہربان رویہ اختیار کیا' اور کم از کم اسے اسلام قبول کرنے پر مائل کرکے دربار کے نزدیک ایک اہم عہدے پر تعینات کر دیا۔ کچھ عرصہ بعد اسے راوی قبائل کے ایک باغی حصے کو کچلنے کے لئے روانہ کیا گیا۔ اپنی کامیابی کے بعد وہ علاقہ کی خوبصورتی پر اس قدر دل فریفتہ ہوا کہ وہیں ٹھہر گیا اور سارا خطہ اپنے اور اپنی اولادوں کے لئے بطور عطیہ حاصل کرلیا۔ تمام کاٹھیے اس شہزادے کی اولاد ہونے کا دعویٰ کرتے

ہیں، لیکن اس کہانی کو بامعنی بنانے کے لئے بدقسمتی سے اس کی 8000 اولادوں کے پاس واحد طریقہ صرف یہ مفروضہ قائم کرلینا تھا کہ اس شہزادے کے کم از کم 150 بیٹے تھے، جبکہ قبیلہ کے مرکزی میراثی کے تیار کردہ شجرۂ نسب میں (جس میں مختلف پشتوں کے دوران اولادوں میں اضافہ امکان سے زیادہ قریبی طور پر پیش کیا گیا ہے) یہ سلسلہ قبیلے کے صرف چند ایک چیدہ چیدہ خاندان تک ہی لایا گیا ہے۔

"کاٹھیے اپنی عادات میں دیگر جٹ قبیلوں سے بہت کم مختلف ہیں۔ رنجیت سنگھ کی تخت نشینی سے قبل زیادہ تر گلہ بانی اور لوٹ مار پر گزارہ کیا کرتے تھے۔ کھرلوں اور فتیانوں کی طرح وہ ابھی تک ہندو پروہت رکھتے ہیں، جو شادی کی تمام تقاریب میں نمایاں حصہ لیتا ہے۔ یہ بات بلاشبہ اس امر کی جانب اشارہ کرتی ہے کہ انہوں نے حالیہ وقتوں میں ہی اسلام قبول کیا ہے۔ وہ ایک خوب صورت اور قوی الجثہ نسل ہیں، اور راوی کے تقریباً "سبھی بڑے قبائل" کی طرح اپنے لڑکوں اور لڑکیوں کو سن بلوغت تک پہنچنے سے پہلے شادی کرنے کی اجازت نہیں دیتے، کیونکہ (ان کا یہ خیال بالکل درست ہے) چھوٹی عمر کی شادیاں نسل کی "قد و قامت" کے لئے نقصان دہ ثابت ہوتی ہیں۔ ان کی خوراک میں لسی اہم اور پسندیدہ ترین شئے ہے۔ ان میں گندم کھانا بہت ناکافی ہے۔"

تاہم مسٹر پرسران کی نقل مکانی کے بارے میں کچھ مختلف طور پر بتاتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں:

"کاٹھیا کا تعلق سکندر اعظم کے وقت کے کٹھیوئی سے ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ وہ سورج بنسی راجہ کرن کی اولاد ہیں۔ ان کا اصل وطن بیکانیر تھا، جہاں سے انہوں نے نقل مکانی کی اور ریاست کاٹھیاواڑ کی بنیاد رکھی۔ اس کے بعد وہ سرسا اور پھر بہاولپور گئے۔

پھر انہوں نے قبولہ پار کیا اور دائرہ دین پناہ میں گئے۔ یہاں پر بلوچیوں کے ساتھ جھگڑے کے بعد انہیں کوچ کرنا پڑا' تب وہ جھنگ میں میرہ سیال کے مقام پر آباد ہوئے۔ انہوں نے کمالیہ کے علاول خان کے مویشی چوری کئے جو ان کا تعاقب کرتے ہوئے مارا گیا۔ اس حرکت کی وجہ سے قید کئے جانے والے ان کے رہنماؤں کو سعادت یار خان نے اس شرط پر رہا کروایا کہ وہ راوی میں رہائش اختیار کریں گے۔ اس طرح کاٹھیوں نے اس ضلع میں اپنے قدم جمائے۔ وہ ہمیشہ کمالیہ کھرلوں کے قابو میں رہے لیکن جب بھی موقع ملا دوسروں کو لوٹا مارا۔ کاٹھیے پنوار راجپوت ہیں۔ ان کی دو بڑی شاخیں' کاٹھیا خاص اور کاٹھیا گھیلے ہیں۔"

اس حوالے سے راوی کے کاٹھیے کاٹھیا واڑ کے مہاجر بنتے ہیں۔ کاٹھیاواڑ کی ایک مرکزی ریاست جزدان کے راجہ نے ایک پنڈت کو اس بارے میں پڑتال کے لئے پنجاب میں بھیجا' جس نے مجھے بتایا کہ کاٹھیا واڑ کے راجپوتوں' جو خود بھی راجہ کرن کی نسل ہونے کے دعویدار ہیں' میں ایک روایت ہے کہ وہ اپنے موجودہ علاقہ میں پنجاب سے براستہ سندھ اور کچھ آئے۔ کاٹھیا واڑ کی روایت یہ ہے کہ انہیں سرسہ رانیا یا گھگر کی زیریں وادی سے تامرلین کے حملہ کے قریبی دور میں بے دخل کیا گیا تھا۔

کھکہ اور ہانس خود کو قریشی بتاتے ہوئے ملے اور انہیں شیخ کے ضمن میں آگے بیان کیا گیا ہے۔

داؤد پوترا (ذات نمبر79)

داؤد پوترا بہاولپور کا حاکم خاندان ہیں۔ اگرچہ وہ اکثر و بیشتر راجپوت کہلاتے ہیں لیکن عموماً" قریشی عرب ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ لیکن ان کے ماخذ سے متعلق یہ بات تو حتمی ہے کہ ان کا مورث اعلیٰ داؤد خان اگر ذات کے اعتبار سے نہیں تو پیشے کے اعتبار سے جولاہا تھا۔ جدولوں میں اندراج کردہ افراد کے علاوہ 1421 نے خود کو شیخ داؤ پوترا بتایا' جن میں سے 1287 ضلع ملتان میں ہیں۔ عملی اعتبار سے یہ قبیلہ بہاولپور اور ملتان کے نواحی

حصوں تک محدود ہے' جس کا ایک حصہ کبھی ریاست بہاولپور میں شامل تھا۔
ان کا بانی داؤد خان شکار پور کے ایک جام جونجر کا بیٹا اور سندھ کے کھوڑا سلاطین کے مورث اعلیٰ محمد کا بھائی بتایا جاتا ہے' جبکہ ایک اور کہانی اسے وٹو راجپوت قرار دیتی ہے۔ دونوں ہی بیانات کافی حد تک غلط ہیں۔ ان کے ماخذ سے متعلق جنرل کننگھم یوں بیان کرتے ہیں: "جب نادر شاہ سندھ میں اپنی حاکمیت قائم کرنے کے لئے بڑھا تو اس نے اپنے پڑوسی ضلع شکار پور میں خاندان کا مورث اعلیٰ کافی مشہور آدمی پایا۔ شاہ نے اسے صوبہ کی بالائی تہائی کا نائب بنا دیا' لیکن سارے قبیلے کے بارے میں شک پیدا ہونے پر اسے ہٹا کر غزنی بھیجنے کا ارادہ کرلیا۔ تب یہ قبیلہ بالائی ستلج کی طرف نقل مکانی کر گیا اور قوت کے زور سے ارائیوں پر قبضہ کیا۔ افسانوی اعتبار میں وہ اپنا سلسلہ نسب خلیفہ عباس سے ملاتے ہیں۔ لیکن انہیں وہ بلوچی بھی کہا جا سکتا ہے جو سندھ میں طویل قیام سے تبدیل ہوگئے۔ ستلج پر اپنا رسوخ قائم کرتے ہوئے انہوں نے قدیم لنگاہوں اور جوئیوں کی باقیات کو مزید غیر اہم بنا دیا۔" ("ہسٹری آف سکھس" ---- 113' حاشیہ۔)

ڈوگر (ذات نمبر46)

پنجاب کے ڈوگر ستلج اور بیاس کی بالائی وادیوں میں ضلع لاہور کی زیریں سرحد سے اوپر ملے ہیں' اور سیالکوٹ کے اندر پہاڑیوں کے دامن میں بھی پھیلے ہوئے ہیں۔ حصار اور کرنال میں بھی ان کی کافی بڑی آبادیاں ہیں۔ مسٹر برانڈرتھ نے اپنی فیروز پور رپورٹ میں انہیں یوں بیان کیا:

> "میں فیروزپور علاقہ کے تذکرہ میں ڈوگروں کا ذکر کر چکا ہوں' جنہیں دہلی کے نواح سے مذہب بدل لینے والے چوہان خیال کیا جاتا ہے۔ پہلے انہوں نے پاکپتن کے نواح میں ہجرت کی' جس کے بعد وہ مرحلہ بہ مرحلہ ستلج کے کناروں پر پھیل گئے اور کوئی سو سال پہلے ضلع فیروزپور میں داخل ہوئے۔ فیروزپور کے تمام ڈوگر ایک بہلول نامی مشترک مورث اعلیٰ کی نسل ہیں' لیکن بہلول کے دادا ماہو کی نسبت سے انہیں ماہو ڈوگر کہا جاتا ہے۔ بہلول کے تین بیٹے بہو'

لنگڑ اور سمو تھے۔ فیروز پور اور ملاں والا کے ڈوگر بمبو کی اولاد ہیں' کھائی (5) والے لنگڑ کی' اور سمو کی اولاد قصور کے علاقہ میں رہتی ہے۔ ستلج کے کناروں پر دیگر اضلاع میں ڈوگروں کی متعدد ذیلی شاخیں ہیں۔ مثلاً پڑچت' ٹوپورہ' چوپورہ وغیرہ۔ چوپورہ ڈوگر ممدوٹ میں آباد ہیں۔ وہ صرف مخصوص افراد کے ساتھ اپنی بیٹیوں کی شادی کرتے ہیں لیکن سبھی خاندانوں سے بیویاں لے لیتے ہیں۔ بتایا جاتا ہے کہ ایک دور میں وہ بچی کو پیدا ہوتے ہی مار دیا کرتے تھے' لیکن میرے خیال میں اب اس روایت کا کوئی نام و نشان باقی نہیں رہا۔

"ڈوگروں کو کافی بہتر طور پر جاننے والے سر ایچ لارنس ان کے بارے میں رقمطراز ہیں: "وہ دراز قد' خوبصورت' کسرتی اور تقریباً بلا استثنیٰ کافی بڑی طوطے جیسی ناک رکھتے ہیں۔ وہ خیالی پلاؤ پکانے والے اور متشدد ہیں' اور جس کو اپنا حق سمجھتے ہیں اس کے بارے میں بہت زیادہ بااستقلال' تاہم نرم دلی کے خوگر اور باحوصلہ ہیں۔ وہ ہمیشہ سے مسائل کا باعث بننے والی رعایا نظر آتے ہیں۔ آزادانہ زندگی گزارنے کے شوق میں وہ بطور فوجی نوکری کرنے کے بہت زیادہ شوقین ہیں۔" ڈوگروں میں افغانوں سے مشابہت رکھنے والا جو چہرہ مہرہ پایا جاتا ہے' وہ بہت غیر معمولی بات ہے۔ اس سے یہ بات بہت ممکن ہو جاتی ہے کہ ان کی رگوں میں چوہان خون بہت کم ہے۔ حالانکہ وہ راجپوتوں کے ساتھ اپنا تعلق بنانے کے شوق میں خود کو چوہان کہتے ہیں۔ گوجروں اور نیپالوں کی طرح وہ بھی بہت بڑے چور ہیں اور گلہ بانی کو زراعت سے بہتر سمجھتے ہیں۔ مویشی چوری کرنا ان کا پسندیدہ ترین جرم ہے۔ تاہم' ان میں کچھ باوقار لوگ بھی ہیں' خصوصاً فیروزپور کے علاقہ میں۔ گزشتہ چند برس کے اندر اندر مرکزی ڈوگروں نے سر پر کچھ پہننا شروع کیا ہے۔ پہلے یہ سارے کندھوں پر لمبی جٹائیں ڈالے رہتے تھے اور سر پر کوئی کپڑا یا پگڑی نہیں رکھتے

تھے' جیسا کہ زیادہ غریب طبقات میں اب بھی ہوتا ہے۔ خدوخال میں مختلف ہونے کے باوجود ڈوگر اپنی متعدد خاندانی روایات میں ہندوؤں کے ساتھ واضح تعلق کی علامات محفوظ رکھے ہوئے ہیں' جن کے حوالہ سے وہ بنیادپرست مسلمانوں کی نسبت ہندوؤں کے ساتھ کہیں زیادہ مشابہت رکھتے ہیں۔"

مسٹر پرسر نے نشاندہی کی ہے کہ وہ دو قبیلوں میں تقسیم ہیں' ایک وہ جو چوہان ہونے کا اور دوسرا وہ جو پنوار راجپوت ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔ مسٹر پرسر نے پاک پتن میں ان کی بعثت کے دعوے کا ذکر کیا لیکن اس سے پہلے دہلی سے ہجرت کا نہیں۔ اگر وہ کبھی منٹگمری سے دہلی کو گئے تھے تو یہ بمشکل وہی دور ہوگا جب گھگر نے درمیانی علاقہ کو زرخیز بنانا بند کر دیا تھا' اور ہجرت کا وقت بالضرور کم از کم چند صدیاں قبل کا ہوگا۔ حصار کے ڈوگر ان علاقوں میں پنجاب سے آئے' غالباً" ضلع سرسا کے پار ستلج سے۔ لاہور کے ڈوگر لازماً" دریائی قبیلہ ہیں' وہ صرف دریا کے کناروں پر ہی ملے۔ وہ بدترین شہرت کے حامل ہیں اور مندرجہ بالا اقتباس سے نظر آتا ہے کہ کم از کم کچھ عرصہ پہلے تک وہ ایک وحشی قبیلے کی عادات رکھتے تھے۔ مجھے شک ہے کہ ان کا اصلی تعلق شاید وادی ستلج سے ہی تھا۔ وہ 1760ء کے لگ بھگ ضلع فیروز پور میں وارد ہوئے لگتے ہیں اور اگلے چالیس برس کے دوران ضلع کے معتدبہ حصہ پر آباد ہوگئے۔ جبکہ ان کی شوریدہ سری نے انہیں سکھ حاکمیت سے آزاد رکھا۔ 1808ء میں ہم نے فیروزپور کی ڈوگر ریاست کو تسلیم کرکے رنجیت سنگھ کے خلاف اپنے تحفظ میں لیا' لیکن 1835ء میں یہ ہمارے ہاتھ سے نکل گئی۔

ڈوگروں کا راجپوت ماخذ کافی مشکوک ہے اور راجپوت پڑوسی اس کی تردید کرتے ہیں۔ تاہم مجھے یقین ہے کہ پنجاب کے کچھ حصوں میں لفظ ڈوگر یا شاید ڈوگھر کا استعمال ایک مخلوط خون کی طرف اشارہ کرنے کے لئے ہوتا ہے۔ اس نام کی ایک اور صورت Doghgar یعنی گوالا ہے۔ ڈوگر بالاصل زراعتی کی بجائے گلہ بان قبیلہ کی صورت میں نظر آتے ہیں' اور ابھی تک مویشیوں کے بہت زیادہ رسیا ہیں' چاہے وہ ان کے اپنے ہوں یا کسی اور کے۔ ان کی عادات گوجروں سے بہت ملتی جلتی ہیں اور اکثر انہیں ان کے ساتھ ہی شمار کیا جاتا ہے۔ لاہور اور فیروز پور میں وہ بطور مویشی چور بدنام ہیں۔ لیکن یوں لگتا ہے کہ آگے شمال کی

طرف انہوں نے رہائش اختیار کر لی اور زیادہ پرامن کسان بن گئے۔ وہ اچھے کاشتکار نہیں۔ ان کی سماجی حیثیت پست درجہ راجپوت سے قریب کی لگتی ہے۔ عملی طور پر وہ سب مسلمان ہیں۔ ڈوگروں نے بمشکل ہی اپنے کسی بڑے قبیلے کا اندراج کرایا۔ چند ایک مندرجہ ذیل ہیں۔ منز 5325، چھینا 2268، نگرا 2232، ماہو 1892، چوکرا 1627۔

روڑ (ذات نمبر 55)

پنجاب کے روڑوں کا اصلی وطن کرنال اور انبالہ اضلاع کی سرحدوں پر تھانیسر کے جنوب میں واقع وسیع ڈھاک جنگل ہیں، جہاں پر وہ 84 دیہات پر مشتمل ایک "چوراسی" میں آباد ہیں۔ ان میں امین کا گاؤں ٹیکہ یا مرکزی گاؤں ہے (جہاں پر پانڈووں نے کوروؤں کے ساتھ فیصلہ کن لڑائی سے قبل اپنی فوجوں کو منظم کیا تھا) لیکن روڑوں کی ایک بڑی تعداد مغربی جمنا کینال سے نیچے کرنال کے زیریں حصوں اور جند میں پھیلی ہوئی ہے۔ وہ گنگا سے پرے بھی 12 دیہات میں آباد بتائے جاتے ہیں۔ وہ زبردست جنگجو، کافی حد تک جٹوں سے مشابہہ اور تقریباً ہم سر کاشتکار ہیں۔ ان کی عورتیں کھیتوں میں کام کرتی ہیں۔ وہ زیادہ امن پسند اور اپنی عادات میں جٹوں کی نسبت کم اکھڑ اور کم ہٹ دھرم ہیں۔ لہٰذا جہاں جٹوں کو دور دور رکھا جاتا ہے، وہاں انہیں فوراً مزارع رکھ لیا جاتا ہے۔

میں ان کے ماخذ سے متعلق یقینی طور پر کچھ نہیں کہہ سکتا۔ ان کی کہانی بھی بالکل اروڑوں جیسی ہے کہ وہ راجپوت تھے جو پارس رام کے غضب سے یہ کہہ کر بچ نکلے کہ ان کی ذات کوئی "اور" ہے۔ پنجاب کے مشرق میں اکثر و بیشتر اروڑوں کو "روڑا" بھی کہا جاتا ہے۔ تاہم مجھے اس بات پر پورا یقین نہیں کہ صاف گو، جنگجو روڑ بھی اروڑا ماخذ سے ہیں۔ امین کے آدمی کہتے ہیں کہ وہ مراد آباد میں سمبھال کے مقام سے آئے، لیکن ممکن ہے یہ بات صرف اپنا تعلق ان چوہان راجپوت پڑوسیوں سے قائم کرنے کے لئے ہو جو یقیناً وہاں سے آئے تھے۔ لیکن تقریباً سبھی روڑ ایک ہی طرح سے اپنا آبائی وطن روہتک کی تحصیل جھجر میں بادلی بتاتے ہوئے ملتے ہیں۔ تاہم ان میں سے کچھ ایک کا کہنا ہے کہ وہ راجپوتانہ سے آئے۔ ان کی سماجی حیثیت بھی جٹوں جیسی ہے اور وہ بیوہ کی شادی کرتے ہیں، البتہ صرف ذات کے اندر (جیساکہ وہ بتاتے ہیں)۔ ان کی ذیلی شاخیں بہت زیادہ تعداد میں نظر

آتی ہیں۔ چند ایک کثیرالتعداد مندرجہ ذیل ہیں سگوال 1848، میپلا 1567، کمی 1207، جوگران 1193۔ انبالہ کے روڑ زیادہ تر سگوال ہیں۔

تاگا (ذات نمبر 86)

دہلی اور کرنال کی جمنا کھادر، صوبہ کا وہ واحد حصہ ہے جہاں وہ پائے گئے، کے تاگا بالاصل گور برہمن بتائے جاتے ہیں اور ان کا موجودہ نام اس وجہ سے پڑ گیا کہ انہوں نے پروہتی کام "تیاگ دیئے" (6) اور زراعت کا پیشہ اختیار کرلیا۔ ایلیٹ کی ریسز آف این ڈبلیو - ایف جلد اول کے صفحات 106 تا 115 پر ان کے ماخذ پر تفصیلاً بحث کی گئی ہے، اور وہاں پر انہیں ایک ممکنا سیتھین نسل تکوں (Takkas) سے تشبیہ دی گئی ہے، جن کا ٹوٹم سانپ تھا اور راجہ جنم جایا کے ہاتھوں جس کی بربادی کی یاد فرمانروا کے ناگ کی قربانی کی روایت میں تازہ کی جاتی ہے۔ ان کا تعلق ہریانہ سے جوڑنے کے بارے میں سر ایچ ایلیٹ کو درپیش مشکل شاید اس حقیقت میں واضح ہوتی ہے کہ وہ ہریانہ کی سرحد پر جنڈ میں سفید ون کو قربان گاہ بتاتے ہیں، اور قصبے کا نام سانپ سے ماخوذ ہونا بعید از قیاس نہیں۔ تاگا بالائی وادیٔ کھادر کے قدیم ترین باشندے ہیں، ایسے دیہات میں آباد جو اپنے نواح کی نسبت زیادہ طویل عرصہ تک تبدیلیوں کی لہر سے محفوظ رہے۔ ان کی سماجی حیثیت برتر ہے اور وہ اپنی عورتوں کو خانہ نشین رکھتے ہیں۔ لیکن برے کاشتکار ہیں، خصوصاً مسلمان۔ تقریباً تین چوتھائی تعداد نے اسلام قبول کرلیا ہے اور اب وہ مقدس دھاگا "جانیو" نہیں پہنتے۔ ہندو اب بھی پہنتے ہیں، لیکن برہمن ان کے ساتھ باہمی شادی نہیں کرتے، اور وہ اپنے لئے عام انداز میں فرائض کی انجام دہی کے لئے برہمنوں کو ملازم رکھتے ہیں۔ وہ غریب کاشت کار ہیں۔ انہیں اسی خطے کے تاگوں یا مجرم برہمنوں کے ساتھ بہ احتیاط علیحدہ کرنا چاہئے، جن کو آگے بیان کیا گیا ہے۔

میو (ذات نمبر 34)

میو وہ افراد ہیں جنہوں نے میوات یا الور، گڑ گاؤں اور بھرت پور کے کوہستانی علاقہ کا نام اپنے نام پر رکھا۔ وہ پنجاب کے اندر مرکزی طور پر گڑ گاؤں میں ملے، تاہم ان کی ایک کثیر تعداد ضلع دہلی کے جنوب میں بھی محیط ہے۔ وہ سب مسلمان ہیں، لیکن ان کا مذہب

بہت غیر خالص قسم کا ہے۔ کیپٹن پوولیٹ (Powlett) نے اپنے الور کے گزیٹیر میں انہیں اس قدر زبردست طریقے سے بیان کیا ہے کہ میں ان کا پورا اقتباس ہی یہاں نقل کر دینے سے بہتر کچھ نہیں کرسکتا' اور اس کے علاوہ مسٹر چاننگ (Channing) کی رائے بھی۔

کیپٹن پوولیٹ لکھتے ہیں :

"تعداد کے لحاظ سے میو ریاست کی پہلی نسل ہیں اور ان کا زراعتی حصہ ماسوائے چمار کسی بھی دوسرے کاشتکار طبقہ کے مقابلے میں دوگنا سے بھی زیادہ ہے۔ تقریباً نصف الور ان کے قبضہ میں ہے' اور جس حصہ میں وہ آباد ہیں وہ شمال سے مشرق کی طرف کو ہے۔

"میو باون" قبیلوں میں تقسیم ہیں' جن میں سب سے بڑے بارہ قبیلے "پال" کہلاتے ہیں اور چھوٹے "گوت"- زیادہ تر الور میں آباد نہیں' بلکہ متھرا' بھرت پور اور گڑ گاؤں میں پائے گئے۔ میوؤں سے متعلق 448 دیہات میں سے 112 میں کھیسریہ قبیلہ آباد ہے' 70 میں دھینگل' 64 میں لنڈاوت' 63 میں نائی' 54 میں سنگل' 53 دولوت اور 22 میں پنڈلوت۔

"تاریخی خاکے میں یہ بیان کیا جا چکا ہے کہ میو ---- کیونکہ انہیں اکثر و بیشتر بلاشبہ اصطلاح "میواتی" کے تحت شمار کیا جاتا ہے ---- مسلم دور اقتدار میں اپنی شورش پسندی اور غارتگرانہ عادات کے لئے ہمیشہ بدنام رہے : تاہم ان پر بختاور سنگھ اور بنی سنگھ کا مکمل اختیار و رسوخ قائم ہونے کے بعد (انیسویں صدی کے نصف اول میں) سے وہ عمومی طور پر مہذب ہوگئے۔ بختاور اور بنی سنگھ نے بڑے بڑے شورش پسند دیہاتوں کو متعدد ڈیروں میں تقسیم کر دیا۔ تاہم میوؤں کو جب بھی موقع ملتا ہے وہ اپنی اصلیت دکھاتے رہتے ہیں۔

"1857ء میں انہوں نے بھوسے کے ڈھیر جمع کرکے انہیں آگ لگا دی' مویشی لے کر بھاگ گئے' اور اسی طرح کی کچھ اور حرکتیں

کیں، لیکن الور میں کوئی گاؤں یا قصبہ لوٹ سکنے میں کامیاب نہ ہوئے۔ برطانوی علاقہ میں انہوں نے فیروز پور اور دیگر دیہاتوں کو لوٹا، اور جب ایک برطانوی دستہ نظم و ضبط قائم کرنے کے لئے آیا تو بہت سوں کو پھانسی دے دی گئی۔

"اگرچہ میو راجپوت نسل ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں، لیکن اس بات پر یقین کرنے کی بہت سی بنیادیں موجود ہیں کہ متعدد کا تعلق مینوں والے ماخذ سے ہی ہے۔ لفظ میو اور مینا کے درمیان مشابہت اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ اول الذکر لفظ موخرالذکر کی تقطیع شدہ صورت ہوگی۔ دونوں کے متعدد قبیلے بھی اپنے ناموں میں کافی یکسانیت کے حامل ہیں (مثلاً سنگل، نائی، دولوت، پنڈلوت، دنگل، بالوت) اور ایک دریہ میو اور اس کی محبوبہ سبدنی منی کی کہانی یہ بتاتی نظر آتی ہے ــــــــــــــــ کہ وہ پہلے باہمی شادیاں کیا کرتے تھے۔ سیٹلمنٹ رپورٹ میں شہر کی ایک میو مینا ذات کے متعلق بات کی گئی ہے جس سے یہ دونوں زیادہ آگے تک باہم مربوط نظر آتے ہیں۔ تاہم یہ امکان کافی غالب ہے کہ مرتد راجپوتوں اور راجپوتوں کے ناجائز بچوں نے متعدد قبیلوں کی بنیاد رکھی، جیسا کہ داستانیں بتاتی ہیں۔

"سب میو اب نام کو تو مسلمان ہیں لیکن ان کی دیہی دیویاں بالکل ہندو زمینداروں والی ہیں۔ وہ بہت سے ہندو تہوار مناتے ہیں۔ اسی طرح میوؤں میں ہولی ایک غم کا موسم ہے اور اسے محرم اور شب برات جتنا ہی اہم تہوار سمجھا جاتا ہے۔ وہ جنم اشٹمی، دوسہرہ اور دیوالی بھی مناتے ہیں۔ وہ عموماً "پیلی چٹھی" لکھنے یعنی شادی کا دن مقرر کرنے کی فال نکالنے کے لئے برہمن پروہت کی خدمات حاصل کرتے ہیں۔ وہ ماسوائے رام کے خود کو ہندو ناموں سے ملاتے ہیں، اور سنگھ کا لاحقہ بھی عموماً" اپنے نام کے ساتھ لگاتے ہیں، لیکن یہ "

خان" جتنا عام نہیں۔

"اماوس کی رات کو میو ہندو اہیروں' گوجروں وغیرہ کی طرح کوئی محنت نہیں کرتے' اور کوئی کنواں کھودنے کے بعد سب سے پہلی تقریب "بیروجی" یا "ہنومان" کا چبوترہ بنانے کی ہوتی ہے۔ تاہم جب لوٹ مار کا مال حاصل کرنا ہو تو انہوں نے عموماً" ہندو مقبروں اور مندروں کو بھی بمشکل ہی بخشا۔ اور جب ان کی زد میں آئی ہوئی جگہ کے تقدس کا واسطہ دیا جائے تو ترکی بہ ترکی جواب ملتا ہے: "تم تو دیو' ہم میو!" یعنی تم دیو (دیوتا) ہوگے' لیکن میں بھی میو ہوں۔

"میو اپنے مذہب سے بہت کم واقف ہیں۔ چند ایک ہی کلمہ جانتے ہیں اور ان سے بھی کم باقاعدہ غازی ہیں' جو نماز کے اوقات کا بھی خیال نہیں کرتے۔ تاہم اس بیان کا اطلاق صرف الور علاقہ پر ہی ہوتا ہے' برطانوی علاقہ میں سکولوں کا اثر انہیں مذہبی فرائض کا زیادہ پابند بنا رہا ہے۔ دراصل الور میں جن مقامات پر مساجد ہیں وہاں مذہبی فرائض زیادہ بہتر طور پر پورے کئے جاتے اور کچھ کلمہ جانتے' نماز ادا کرتے اور سکول کو پسند کرتے ہیں۔

"میو اپنے "پال" یا تمبلیچ میں اندرونی شادی نہیں کرتے' لیکن دیگر ذاتوں کی عورتوں کے ساتھ تعلق بنانے میں وہ ذرا نرم ہیں' جن کے بطن سے جنم لینے والے بچوں کو وہ میو برادری میں تسلیم کرتے ہیں۔ جیساکہ اوپر کہا گیا ہے شادی سے پہلے کی رسومات برہمن سرانجام دیتے ہیں' لیکن تقریب کی ادائیگی قاضی کرتا ہے۔

بطور کاشتکار میو اپنے ہندو پڑوسیوں سے کم تر ہیں۔ جس لحاظ سے وہ بری طرح ناکام ہیں وہ اپنے کنوئیں چالو رکھنا ہے' کیونکہ ان میں تحمل مزاجی نہیں۔ وہ اپنی عورتوں کو خانہ نشین نہیں رکھتے۔ بتایا گیا ہے کہ عورتیں اپنے مردوں کی نسبت کھیتوں میں زیادہ کام کرتی ہیں۔ واقعی عورتیں ہی اکثر و بیشتر کھیتوں میں کام کرتی ہوئی ملیں گی'

جبکہ مرد محوِ خرام ہوتے ہیں۔ پست ہندو ذاتوں کی عورتوں کی طرح وہ اپنے بدن پر نقش و نگار بنواتی ہیں۔ مسلمانوں میں یہ بات پسند نہیں کی جاتی۔ میو اکثر غریب اور تنگدست ہیں۔ جب بھی موقع ملے وہ نشہ کرنے میں کوئی تذبذب نہیں رکھتے۔ مرد دھوتی اور کمری پہنتے ہیں' پائجامہ نہیں۔ دراصل ان کا لباس ہندوانہ ہے۔ عموماً" مرد سونے کے زیورات پہنتے ہیں' لیکن مجھے پورا یقین ہے کہ عورتوں کو زیور رکھنے کی اجازت بہت کم یا بالکل ہی نہیں ہے۔"

مسٹر چاننگ اس بارے میں کہتے ہیں:

"اس موضوع پر میری اپنی تحقیق اس وقت تک غیرمکمل تھی جب گڑگاؤں سے میرے تبادلہ کی وجہ سے وہ منقطع ہو گئی۔ لیکن اس کے ذریعہ میں ایک نتیجے پر پہنچا ہوں' اور میجر پولیٹ بھی اس کے حامی نظر آتے ہیں کہ مینے اور میو تعلق رکھتے ہیں۔ میں مزید یہ کہنا چاہوں گا کہ دونوں ہی غالباً اس علاقہ کے قدیم غیرآریائی باشندوں کے نمائندہ ہیں۔ ٹاڈ کی راجستھان جلد دوم کے صفحہ 76 پر مجھے یہ مرقوم ملا کہ اراولی پہاڑیوں میں ایک سطح مرتفع کا نام میواسو ہے۔ مینے' کولی اور دیگر خود کو وہیں سے نکلا ہوا بتاتے ہیں۔ اسی سند کے مطابق "پال" کی اصطلاح کسی بھی کوہستانی نسل کی برادری کے لئے استعمال ہوتی ہے' اس سے مراد گھاٹی یا وادی ہے جو زراعت اور دفاع کے لئے موزوں ہو۔ پال اصطلاح کا اطلاق میوؤں اور مینوں کی مرکزی ذیلی شاخوں پر بھی ہوتا ہے۔ گڑ گاؤں میں صرف پیشہ ور مجرموں کے گروہ کی حیثیت رکھنے والے یہ موخرالذکر ریاست امبریا جے پور کے اصلی مالک تھے' جہاں 967ء میں دھولے رائے نے مینوں کو زیر کرکے راجپوت سلطنت کی بنیاد رکھی۔ ٹاڈ کے مطابق جے پور میں مینا اب بھی سب سے زیادہ تعداد والا قبیلہ ہے' اور انہیں زیادہ تحفظ اور مراعات حاصل ہیں۔ پہلے حاکیت کا ٹیکہ

کلیکھو مینا کے عظیم پنجے سے خون لے کر لگایا جاتا تھا۔ میرے خیال میں یہ قبیلہ کی قدیم حاکمیت کا ایک اور نشان ہے۔ میوؤں کا ذکر (اگرچہ گڑ گاؤں میں نہیں) اکثر و بیشتر بطور مینا میو کیا جاتا ہے اور پرانے مسلمان تاریخ دانوں اور ٹاڈ کے بیان میں مجھے ان مہمات کا ذکر ملا جو میواست کے خلاف روانہ کی گئیں۔ ان حقیقتوں کے پیش نظر میں یہ یقین کرنے پر راغب ہوں کہ میو اراولی پہاڑیوں کے ایسے قدیم مینا باشندے ہیں جنہوں نے اسلام قبول کرلیا' اور یہ کہ ان کا نام غالباً" میواستی (یعنی پہاڑی دروں کے مرد) کی بگڑی ہوئی صورت ہے۔ میں نے یہ خیال آزمائشی طور پر پیش کیا ہے۔ ہو سکتا ہے' مزید جانچ پڑتال اس کی تصدیق یا استرداد کر دے۔ "کوئی بھی میو کافی چرب زبانی کے ساتھ آپ کو یہ بتائے گا کہ قبیلہ 12 پالوں اور 52 گوتوں میں تقسیم ہے' لیکن میری نظر سے گزرنے والی پالوں کی کوئی سی بھی دو تعدادیں آپس میں تعلق نہیں رکھتیں اور 52 گوتیں بھی پالوں میں شامل ہیں' ان سے علیحدہ نہیں' جیساکہ وہ شروع میں نظر آئیں۔ پالوں کی مندرجہ ذیل تعداد شاید درست ہے: (1) بلنت (2) رتاوت (3) دروال (4) لنڈاوت (5) چرکلوٹ (6) ڈیمروٹ (7) دولوت (8) نائی (9) پنگلوت (10) دہنگل (11) سنگل اور (12) کلیہ یا کلساکھی۔

"ان کے علاوہ 13 پلاکھرا یا چھوٹے پال پاہٹ بھی ہیں۔ گڑ گاؤں میں سب سے مضبوط پال دہنگل نوح کے شمال میں' چرکلوٹ نوح کے جنوب مشرق اور پونہانہ کے نواحی علاقہ میں' لنڈاوت ڈیمروٹ اور دولوت وادیٔ فیروزپور میں اور دروال نوح کے جنوبی علاقہ میں ہیں۔ یہ ذیلی میو قبائل ابھی تک ایک مضبوط یگانگت اور مشترک اقدام کی قوت کے مالک ہیں۔"

گڑ گاؤں سے اندراج کردہ مرکزی میو شاخیں ذیل میں بلحاظ تعداد دی گئی ہیں:

(1) چر کلوٹ 26467 (2) دھنگل 24075 (3) دیمروٹ 10277 (4) گوروال 5511 (5)لنڈاوت 3294 (6) دولوت 2999 (7) دھیروال 2944 (8) بالوت 2849 (9) تانور یا تنوار 2432 (10) نائی 2035 (11) برگوجر 2003 (12) گولوال 2003 (13) پاہوٹ 1639 اور بیلانا 1380- انبالہ اور شاید کسی بھی جگہ پر میو کا لفظ مرد یا مچھیروں کا مترادف ہے۔ ہو سکتا ہے گڑ گاؤں اور اس کی سرحد پر ملنے والے میوؤں کے سوا دیگر اضلاع میں بھی کچھ میوؤں نے اپنا اندراج کرایا ہو۔ وہ حقیقی میو نہیں ہیں۔

خانزادہ (ذات نمبر123)

جہاں تک پنجاب کا تعلق ہے خانزادہ صرف گڑ گاؤں تک محدود ہیں۔ کیپٹن پوولیٹ انہیں یوں بیان کرتے ہیں۔

> "وہ فارسی تاریخ دانوں کے میواتی سردار ہیں جو غالباً" قدیم آقاؤں کے نمائندے تھے۔ میواتیوں کو خانزادہ کہا جاتا ہے' ایک ایسی نسل جو اگرچہ میوؤں کی طرح مسلمان ہیں اور معاشرتی حوالے سے میوؤں سے کہیں برتر اور ان کے لئے کوئی چاہت نہیں رکھتی' لیکن گزرے وقتوں میں انہوں نے چھاپوں اور لوٹ مار کے لئے ان کے ساتھ اتحاد کیا۔ میو اس اعتبار سے کافی مشہور ہیں اور اسی بات نے انہیں شہنشاہان دہلی کی آنکھ کا بال بنا دیا۔ درحقیقت اصطلاح میواتی کا استعمال عموماً" حاکم طبقہ کے حوالہ سے ہوتا ہے' جبکہ میو کی اصطلاح پست سلسلوں کا عمدہ بیان کرتی ہے۔ موخرالذکر اصطلاح بدیہی طور پر جدید نہیں' تاہم مجھے یقین ہے کہ تاریخ میں نہیں ملتی۔ اور اول الذکر میری رائے میں اب غیر عام ہے' خانزادہ نے اس کی جگہ لے لی ہے۔
>
> "تعدادی اعتبار سے خانزادے غیر اہم [illegible] اور اب وہ اشرافیہ میں نہیں پائے جاتے۔ سماجی رتبہ میں وہ [illegible]وں سے کافی اوپر اور زیادہ حالیہ ہندو ماخذ سے ہونے کے باو[illegible] مسلمان ہیں۔ وہ کوئی

ہندو تہوار نہیں مناتے' اور نہ ہی یہ تسلیم کریں گے کہ وہ ہندو زیارت گاہوں کی تعظیم کرتے ہیں۔ بالعموم میوؤں جیسے ہی غریب اور جاہل ہونے کے باوجود وہ ان کے برخلاف نمازیں پڑھتے اور عورتوں کو کھیتوں میں کام نہیں کرنے دیتے۔

"وہ اعلیٰ درجہ کے کاشتکار ہیں۔ دیگر قبیلوں کے مقابلہ میں ان کی عورتوں کی خانہ نشینی نے انہیں نقصان پہنچایا۔ کچھ ایک نے ہجرت کرکے گنگا کے شہروں میں تجارت کا پیشہ اختیار کرلیا' لیکن اصل خانزادہ علاقہ سے ان کا کوئی واسطہ نہیں۔ اپنے قبیلے کی روایات کو بدستور قائم رکھنے والے اکثر و بیشتر فوجی ملازمت پر مسرور ہیں۔ تقریباً نصف برطانوی رجمنٹوں میں بھرتی ہیں۔ متعدد ریاست الور کے ملازم بھی ہیں۔ ریاست میں 26 خانزادہ دیہات ہیں جن میں سے زیادہ تر میں مالکان خود بھی کھیتوں میں کام کرتے اور ہل چلاتے ہیں۔

"خانزادہ کی اصطلاح غالباً "خان زاد" سے مشتق ہے' کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ فارسی تواریخ میں مذکور سب سے پہلی نسل بہادر ناہر نے فیروز شاہ کی وفات کے بعد اس کے ہنگامہ پرور غلاموں کو اپنے ساتھ ملا لیا۔ اس بے راہروی پر برادری نے اس کا نام "خان زاد" یعنی غلام رکھ دیا۔ خانزاد اس اختراع کو برہمی کے ساتھ مسترد کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ لفظ "خان جادو" (یعنی جادو آقا) ہے' اور یہ شاہی راجپوت نسل کے زیادہ شریفانہ نام کے حوالے سے ہے (جس سے ان کا تعلق ہے)۔ پرانے مسلم تاریخ دانوں نے قبول اسلام کرنے والے جادوؤں کو میوانی کہا' ایک اصطلاح چند کا اطلاق چندر بنسی میوات سردار پر ہوتا ہے۔ کرولی کا جادو مہاراجہ خود کو اس نسل کا سردار کہتا ہے۔"

اس سلسلہ میں مسٹر چانگ لکھتے ہیں:

"خانزادہ نسل اب سے پہلے کہیں زیادہ اہمیت رکھتی تھی۔ وہ سابق جادو راجپوت ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں اور یہ کہ ان کا مورث اعلیٰ لکھن پال اور سومتر پال' جو تہن گڑھ اور بھرت پور میں رہتے تھے' نے فیروز شاہ کے دور (1351-1388ء) میں اسلام قبول کیا۔ بادشاہ نے لکھن پال کا نام ناہر خان اور سومتر پال کا نام بہادر خان رکھا' اور ان کے اعلیٰ نسب کی تشخیص میں انہیں خانزادہ کہا اور میوات کی حکمرانی دی۔ بتایا جاتا ہے کہ وہ سب سے پہلے تجارا کے نزدیک سرہٹہ میں رہتے تھے' اور بعد میں روایت کے مطابق 1484 دیہات پر متمکن ہوگئے۔ اگر ایسا ہوا تو اس میں کوئی شک نہیں کہ بابر کے عہد تک وہ میوات میں ایک حاکم نسل تھے۔ بعدازاں ان کی اہمیت درجہ بدرجہ کم ہوتی گئی' اور اب اس ضلع میں وہ صرف نوح کے نزدیک اور فیروزپور کے شمال میں چند ایک گاؤں کے مالک ہیں۔ سوہنا' بنڈسی اور کوٹلہ میں ان کی سابق اہمیت اب بھی موجود ہے۔ کوٹلہ ان کے مرکزی قلعوں میں سے ایک تھا۔ یہ گاؤں ایک چھوٹی سی وادی میں پہاڑیوں سے پوری طرح گھرا ہوا ہے' بس ایک سرنگ نما چھوٹا سا درہ اس کا مدخل ہے۔ درے کے سامنے کوٹلہ جھیل ہے۔ جب یہ پانی سے بھر جاتی ہے تو درے تک جانے کا واحد راستہ جھیل اور پہاڑی کے درمیان زمین کی ایک تنگ سی پٹی رہ جاتا ہے۔ پہاڑی کی پیشانی کے ساتھ ساتھ اور درے کے دہانے سے پار شہر پناہ کی باقیات اب بھی موجود ہیں' جبکہ گاؤں سے اوپر پہاڑی پر ایک چھوٹا سا تباہ شدہ قلعہ ہے۔ یہ گاؤں اب میوؤں کا ہے۔ کچھ عمارتیں اپنی سابق عظمت کی شاہد ہیں۔ مجھے شبہ ہے کہ ظاہری شخصیت میں وہ میوؤں سے جتنا مماثل نظر آتے ہیں' اصل میں اس سے کہیں زیادہ قریبی طور پر وابستہ ہیں۔ بالعموم وہ میوؤں کے ساتھ اندرونی شادی نہیں کرتے' لیکن فیروزپور تحصیل میں پانچ دیہات سابق

خانزادہ ہونے پر زور دیتے ہیں اور یہ کہ وہ باہمی شادیوں کی وجہ سے میو بن گئے۔ آبائی گھر سرہنٹہ کی جانب دلالت کرنے والی ان کی روایات بھی ایک سے زائد میو قبائل سے مماثل ہوں گی۔ میرے خیال میں یہ دیکھا جا سکتا ہے۔ اگر میرا یہ مفروضہ کہ میو مذہب بدل لینے والے مینے ہیں' درست ہے تو میں یہ شبہ کرنے پر مائل ہوں کہ خانزادے قدیمی آبادی میں طبقۂ[6] اشراف کے نمائندے ہیں۔ ٹاڈ مینوں میں ایک "اصیل" (یعنی آلائش سے پاک) طبقہ کا ذکر کرتے ہیں جو مینس کے نام سے جانا جاتا ہے۔"

گڑ گاؤں کے خانزادوں نے قبیلے کے کالم میں خود کو جادو بنسی درج کروایا اور عام طور پر اسے اپنی گوت کہتے ہیں۔ مسلمان خانزادہ یعنی "خان کا بیٹا" بے کم وکاست ہندو راجپوت یعنی "راجے کا بیٹا" کا مترادف ہے۔ اور اس بارے میں شبہ کی گنجائش بہت کم ہے کہ میوؤں کے لئے خانزادہ وہی ہیں جو جٹوں کے لئے راجپوت۔

گوجر (ذات نمبر8)

گوجر پنجاب میں آٹھویں بڑی ذات ہیں۔ غالب ذاتوں میں سے صرف جٹوں' راجپوتوں اور پٹھانوں' ارائیوں کی مخلوط ذات' اور برہمنوں' چماروں اور چوہڑوں سے تعداد میں زیادہ ہیں۔ جنرل کننگھم انہیں مشرقی تاتاریوں کے ایک قبیلہ کشان یا یوچی یا توچاری کے ساتھ شناخت کرتے ہیں۔ کوئی ایک صدی قبل مسیح میں ان کے سردار نے کابل و پشاور کا علاقہ فتح کیا' جبکہ اس کا بیٹا ہیما کدفیس (جو پنجاب کے سکہ شناسوں میں کافی مقبول ہے) نے سارے بالائی پنجاب اور نیچے متھرا اور وندھیاس تک جمنا کے کناروں پر اپنا غلبہ قائم کرلیا' اور اس کے بعد آنے والے پہلے بدھسٹ انڈو۔ سیتھین شہزادے' کنشک نے کشمیر کو بھی سلطنت توچاری میں ملا لیا۔ توچاری یا کشان تولمی کے Kaspeiraei ہیں۔ اور دوسری صدی عیسوی کے وسط میں کسپرا' کیسپ پور' یا ملتان چند اہم شہروں میں سے ایک تھا۔ غالباً تیسری صدی عیسوی کے اوائل میں سفید ہنوں کے حملوں نے مغرب میں متحدہ یوچی کے آخری بادشاہ کو واپس بلا لیا' اور اس نے آزاد صوبہ کا انتظام اپنے بیٹے کے ہاتھ میں دیا

جس کا صدر مقام پشاور میں تھا۔ اس وقت کے بعد سے کابل کے یوچی بطور "بڑے یوچی" جانے جاتے ہیں، اور پنجاب والے بطور کنور یا "چھوٹے یوچی۔" گوجروں کے ایک حصہ نے تیسری صدی ختم ہونے سے قبل دریائے سندھ سے نیچے جنوب کی طرف پیش قدمی شروع کی اور اس کے کچھ ہی عرصہ بعد شمال سے آنے والی انڈو۔ سیتھین لہرنے انہیں شمالی برادری سے جدا کردیا۔ پانچویں صدی کے وسط میں جنوب مغربی راجپوتانہ میں ایک گوجر سلطنت تھی، جس کے بعد بالوں (Balas) نے انہیں گوجرات کی بمبئی سند میں دھکیل دیا اور نویں صدی کے اواخر میں جموں کے گوجر بادشاہ الاخانا نے ضلع گوجرات کے بالکل ساتھ گوجر دیس کشمیر کے بادشاہ کے حوالہ کر دیا۔ کہا جاتا ہے کہ اکبر کے دور میں علی خان گوجر نے گوجرات کا قصبہ تعمیر یا بحال کیا تھا۔ جنرل کننگھم کی قائم کردہ ان مشابہتوں کے لئے بنیادیں "آرکیالوجیکل رپورٹس" جلد دوم کے صفحات 82-61 پر تفصیلاً ملیں گی۔

ہندوستان میں گوجروں کی موجودہ تقسیم کو جنرل کننگھم نے یوں بیان کیا ہے:

"موجودہ دور میں گوجر سندھ سے گنگا تک اور ہزارہ کے پہاڑوں سے لے کر گوجرات کے جزیرہ نما تک، یعنی ہندوستان کے شمال مغرب کے ہر حصہ میں خاصی تعداد میں ملتے ہیں، خصوصاً بالائی جمنا کے کناروں کے ساتھ، جگادری اور بریہ کے نزدیک اور ضلع شاہ پور میں ان کی بہت زیادہ تعداد ملی، جو گزشتہ صدی کے دوران درحقیقت گوجرات کہلاتا تھا۔ مشرق کی طرف وہ بندیل کھنڈ میں چھوٹی سی ریاست سمپتر اور گوالیار کے شمالی اضلاع میں سے ایک گوجر گار میں آباد ہیں۔ سارے مشرقی راجپوتانہ اور گوالیار میں وہ کافی منتشر اور قلیل سی تعداد میں پائے گئے۔ البتہ مغربی ریاستوں میں ان کی تعداد زیادہ ہے، خصوصاً گوجرات کی طرف وہ آبادی کا ایک بڑا حصہ ہیں۔ دہلی کے جنوب میں ریواڑی کے راجہ گوجر ہیں۔ جنوبی پنجاب میں وہ کہیں کہیں بکھرے پڑے ہیں، لیکن شمال کی طرف جاتے ہوئے ان کی تعداد تیزی سے بڑھتی ہے، جہاں بہت سے اہم مقامات کے نام ان کے نام پر ہیں، مثلاً رچنا دوآب میں گوجرانوالہ، چج دوآب میں

گوجرات' سندھ ساگر دو آب میں گوجر خان۔ جہلم و حسن ابدال کے
نواح میں اور تمام ہزارہ اضلاع میں ان کی کافی تعداد ہے۔ اس کے
علاوہ چلاس دردو' کوہلی' پالس اضلاع' دریائے سندھ کے مشرق' اور
مغرب کی طرف ملحق اضلاع میں وہ کثیر تعداد میں ملے۔"

پنجاب میں لازمی طور پر ان کا تعلق زیریں کوہستانی سلسلوں اور دامن کوہ خطوں سے ہے۔ اور اگرچہ جمنا سے نیچے ان کی کافی تعداد پھیل گئی لیکن وہ تقریباً دریا کے کناروں کے آس پاس والی زیریں زمینوں تک ہی محدود ہیں۔ بالائی پہاڑوں میں وہ تقریباً نامعلوم ہیں۔ جدول نمبر 20 میں دیئے گئے اعداد و شمار میں ان کی تقسیم دکھائی گئی ہے۔ گوجرات پر ان کا تسلط ابھی تک مضبوط ہے اور اس ضلع میں وہ کل آبادی کا ساڑھے تیرہ فیصد ہیں۔ ان کی غالب حیثیت صرف وہیں برقرار ہے۔ سارے خطہ کوہستان نمک اور غالباً مشرقی پہاڑیوں کے دامن میں بھی' وہ وہاں آباد ہونے والے قبائل میں سب سے پرانے باشندے ہیں' لیکن مغرب میں ککھڑ' جنجوعہ اور پٹھان' اور مشرق میں راجپوت ان کے لئے کافی مضبوط رہے اور طویل عرصہ قبل انہیں سیاسی اہمیت سے محروم کر دیا۔ ضلع پشاور میں تقریباً ہر گلہ بان "گوجر" کہلاتا ہے' اور ممکن ہے خود کو اس طور بتانے والے نسلی اعتبار سے حقیقی گوجر نہ ہوں (7) لیکن جموں' چبھال (8) اور ہزارہ کے سارے پہاڑی علاقہ میں اور پرے پشاور کے شمال میں آزاد علاقہ کے دریائے سوات تک حقیقی گوجر گلہ بان کی کثیر تعداد ملی۔ ان سب کی ایک ہی مشترک زبان ہے جو ان حصوں میں مروج پنجابی یا پشتو سے بالکل جدا ایک ہندی بولی ہے۔ یہاں پر وہ خالصتاً" گلہ بان اور کافی حد تک خانہ بدوش نسل ہیں۔ وہ موسم گرما میں اپنے ریوڑوں سمیت بلند پہاڑی سلسلوں میں چلے جاتے اور موسم سرما کے دوران وادیوں میں اتر آتے ہیں۔ یہ کہا جا سکتا ہے کہ گوجر صرف میدانی علاقوں میں ہی کاشتکار ہے۔ حتیٰ کہ وہاں بھی وہ ایک بڑا کاشتکار اور ہل چلانے سے زیادہ مویشی پالنے کا کام کرتا ہے۔ مزید جانچ پڑتال کے بغیر زیریں اضلاع میں گوجروں کی آبادکاری کا دور متعین کرنا ناممکن ہے۔ جمنا اضلاع اور ہوشیار پور کے سوا وہ تقریباً بالتخصیص مسلمان ہیں' اور ضرور ان اضلاع میں اس سے قبل داخل ہوئے جب ذات کے ایک بہت بڑے حصے نے مذہب تبدیل کیا۔ جالندھر کے گوجر اپنے قبول اسلام کا وقت اورنگزیب کے دور میں بتاتے ہیں' جو

کہ کافی حد تک ممکن ہے۔ فیروزپور کے گوجروں کا کہنا ہے کہ وہ ہندوستان کے جنوب میں دارانگر سے آئے' اس کے بعد سرسا میں رانیا منتقل ہوگئے اور پھر براستہ قصور دوبارہ فیروزپور میں گئے۔ صوبہ کے سارے مشرقی نصف میں مسلمان گوجر بیشتر ہندو روایات کو اپنے اسلام قبول کرنے والے پڑوسیوں کی نسبت زیادہ بدستور قائم رکھے ہوئے ہیں۔ مثال کے طور پر ان کی عورتیں زیر جامہ کی بجائے پیٹی کوٹ (سرخ کی بجائے نیلے رنگ کا) پہنتی ہیں۔ یہ بات قابل ذکر ہے کہ گوجرات گوجروں کے لئے وہی حیثیت رکھتا ہے جو ہشتر بھی کے لئے۔ یعنی ایک ایسا مقام جس سے اپنے سلسلے ملانے کے لئے ان میں روایتی رجحان عام ہے۔

گوجر بالکل جٹوں جیسی قدوقامت والے زبردست جنگجو مرد ہیں' اور قدیمی نسل ہونے کا نظریہ (جو کبھی کبھار پیش کیا گیا) میرے ذہن میں اس حلیہ کی ذات کے لئے فیصلہ کن طور پر منفی ہے۔ اس کی سماجی حیثیت بھی گوجروں والی یا شاید تھوڑی پست ہے' لیکن یہ دونوں بلاتذبذب اکٹھے کھاتے پیتے ہیں' اور ایک محاورہ ہے: "جٹ' گوجر' اہیر اور گولا چاروں لنگوٹیے یار ہیں۔" لیکن شخصیت اور شہرت میں گوجر جٹ سے کہیں کمتر ہے۔ وہ کسی حد تک کاہلی اور غربت کا مارا کاشتکار ہے۔ اگرچہ اس کی عورتیں خانہ نشین نہیں' لیکن صرف ہلکی قسم کی کھیت مزدوری ہی کرتی ہیں۔ مویشیوں کے لئے ان کا ذوق و شوق بھی دیگر افراد سے کہیں زیادہ ہے۔ ایک جٹ نے گوجر اور راجپوت مویشی چور کے مابین فرق یوں بتایا: " راجپوت ایک بھینس چرائے گا لیکن اپنے باپ کے ہاتھ یہ نہیں کہلا بھیجے گا کہ اسے معلوم ہے بھینس کہاں ہے' اور وہ 20 روپے کے عوض اسے واپس لا سکتا ہے اور اس کے بعد وہ 20 روپے اور بھینس دونوں رکھ لے گا۔ البتہ گوجر یہی کرے گا۔ پنجاب کی ساری تاریخ میں گوجر شورش پسند رہے ہیں۔ وہ شہنشاہان دہلی کے پہلو میں ایک مستقل کانٹا تھے' اور اب بھی ہمہ وقت اس تاک میں رہتے ہیں کہ کب نظم و ضبط کی پابندیاں نرم ہوں اور وہ اپنے پڑوسیوں پر حملہ کرکے لوٹ مار کریں۔ علاقائی محاورات میں بھی ان کا کردار اعلیٰ نظر نہیں آتا۔: "ایک بے وفا گوجر سے بہتر ہے' جہاں بھی گوجر نظر آئے اسے مارو پیٹو۔" "کتا اور بلی' رانگڑ اور گوجر' یہ چار نہ ہوتے تو آپ دروازے کھلے چھوڑ کر سو سکتے تھے۔" اسی طرح' "کتا' بندر اور گوجر ہر قدم پر اپنی سوچ بدلتے ہیں۔" اور "جب باقی سب ذاتیں مر

جائیں تو تبھی گوجروں کو دوست بناؤ"۔ جیسا کہ مسٹر ماکوناچی کہتے ہیں: "اگرچہ گوجر بالائی زمینوں میں رہنے والوں کی دو خصوصیات یعنی کوہستانی گھر اور دوسرے لوگوں کے مویشیوں کی مسلسل خواہش' کا مالک ہے لیکن وہ کبھی بھی لڑائی اور مردانہ وار آزادی کے لئے اس کردار سے محبت کرنے والا نظر نہیں آتا جو اس طبقہ کو کہیں بھی علیحدہ کرتا ہے۔ اس کے برعکس وہ بالعموم ایک کمینہ' چغل خور' بزدل ساتھی ہے' اور مجھے یہ معلوم نہیں کہ تہذیب کی ترقی کے ساتھ اس نے خود کو بہتر بنایا یا نہیں۔ تاہم مثنیات موجود ہیں۔ جن لوگوں نے قبیلے کی روایات اس حد تک ترک کر دی ہیں کہ وہ پہچانے جا سکیں' انہیں بالعموم ایماندار ہونے کا فائدہ حاصل ہے۔"

جمنا اضلاع کا گوجر بھی ایسا ہے (9) لیکن مزید مغرب میں اس کا کردار بلند نظر آتا ہے۔ میجر ولیس کے الفاظ میں گوجر "ایک سادہ' سب کچھ سہہ جانے والی نسل' کفایت شعار اور جفاکش ہیں۔ اپنے مویشیوں اور کھیتوں کے ساتھ پرامن طور پر رہنے کے علاوہ انہیں کوئی اور خواہش نہیں۔" مسٹر تھامسن کا کہنا ہے کہ جہلم کے گوجر سارے ضلع میں بہترین کسان ہیں (شاید کسی ضلع میں گکھڑ' اعوان اور راجپوت اس سے زیادہ تعریف کے حقدار نہیں گردانے گئے) تاہم ملیار یا ارائیں زیادہ بہتر سبزی اگانے والے ہیں' اور یہ کہ وہ پرامن اور محنتی ہیں۔ (کوہستان نمک کے) جٹوں سے زیادہ پسندیدہ' لیکن چند ایک پرکشش خصوصیات کے حامل۔ مسٹر سٹیڈمین راولپنڈی کے گوجروں کو "زبردست کاشتکار" کہہ کر کافی ملتا جلتا بیان دیتے ہیں۔ اسی طرح ہوشیار پور کے گوجروں کو "ایک پرامن اور مہذب گروہ" کہا جاتا ہے۔ سر رچرڈ ٹمپل جالندھر میں انہیں "کسی بھی دوسری جگہ کی طرح گلہ بان عادات والے لیکن زیادہ محنتی اور عام رجحان کی نسبت کم غارت گر" قرار دیتے ہیں۔ جبکہ مسٹر بارکلے لکھتے ہیں: "موجودہ دور میں برطانوی حکومت کے تیس برس گزر جانے کے بعد وہ زراعتی آبادی میں کسی بھی دوسرے بڑے طبقے جتنے ہی جرائم کے کم عادی ہوگئے ہیں۔ یہ بھی عموماً درست ہے کہ وہ زراعت سے زیادہ گلہ بانی کرتے ہیں' لیکن یہ معاملہ بہر صورت غیر متغیر نہیں ہے۔" لیکن مسٹر برانڈرتھ دوبارہ انہیں فیروزپور میں "بدل کاشتکار اور چوری کے زبردست عادی" بیان کرتے ہوئے ان کے مجرمانہ میلانات کی مثالیں پیش کرتے ہیں۔ یوں لگتا ہے کہ گوجر اپنی آبائی پہاڑیوں سے جتنا زیادہ دور ہوتا جاتا ہے اپنے ہمسایوں کے لئے

اتنا ہی زیادہ پست درجہ اور ناخوشگوار ہوتا جاتا ہے۔ کانگڑہ کے گوجروں سے متعلق مسٹر بارنز کی مندرجہ ذیل تفصیل دلچسپی کی حامل ہے:

پہاڑیوں کے گوجر میدانوں میں اسی رتبہ کی ذات سے بالکل غیر مشابہہ ہیں۔ وہاں پر وہ ایک آوارہ گرد' بے وقعت مشہور عادی چور نسل' خوامخواہ خوشیاں منانے والے اور کاشتکاری اور بہتری کے دشمن ہیں۔ وہ بالائی اور زیریں دونوں سطوحات پر گلہ بان عادات و خصائل رکھتے ہیں۔ پہاڑیوں میں گوجر تخصیص کے ساتھ گلہ بان قبیلہ ہیں ----- وہ بمشکل ہی کوئی کاشتکاری کرتے ہیں۔ گدی (Gadis) بھیڑبکریوں کے ریوڑ رکھتے ہیں اور گوجروں کی متاع بھینسوں پر مشتمل ہے۔ یہ لوگ جنگلوں کے باہری کناروں پر رہتے اور خصوصاً دودھ' گھی اور ریوڑوں کی دیگر پیداوار فروخت کرکے گزر بسر کرتے ہیں۔ مرد ریوڑ چرواتے اور انہیں لے کر اکثر کئی کئی ہفتوں تک جنگلوں میں پھرتے رہتے ہیں۔ عورتیں ہر صبح کو مٹی کے برتن لے کر ٹوکریاں سر پہ اٹھائے منڈی کی طرف جاتی ہیں۔ ہر برتن میں دودھ' مکھن' گھی اور ایک دن کا کھانا ہوتا ہے۔ موسم گرما میں گوجر بالعموم ایسے ریوڑ بالائی سلسلہ کوہ کی طرف ہانکتے ہیں' جہاں پر بھینسیں بارش سے اگی ہوئی گھنی گھاس میں بہت خوش ہوتی ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ معتدل آب و ہوا کا موسم اور ان مہلک مکھیوں سے نجات پاتی ہیں جو میدانوں میں ان کا جینا دوبھر کر دیتی ہیں۔ گوجر نسل مخصوص اور خوبصورت نقوش والی عمدہ اور مردانہ ہے۔ وہ مدھم مزاج اور کسی کو ناراض نہ کرنے والے ہیں اور پہاڑیوں میں وہ بدترین تفوق ان کی پہچان نہیں جو میدانوں میں ان کی نسل کے ساتھ وابستہ ہے۔ وہ کبھی بھی بطور چور نہیں جانے گئے۔ ان کی عورتیں بہت زیادہ متدین نہیں خیال کی جاتیں۔ اپنے خاوندوں کے بغیر یا سامان اٹھا کر عوامی منڈیوں میں جانے کی عادات

نے بلاشبہ انہیں بہت زیادہ حریص بنا دیا۔ اور مجھے خدشہ ہے کہ ان
کے کردار پر لگائی جانے والی تہمتیں کافی ٹھوس بنیاد رکھتی ہیں۔ وہ
دراز قامت اور بھرے جسم کی عورتیں ہیں۔ آپ ہر صبح انہیں
پہاڑی قصبوں کے بازاروں میں داخل ہوتے اور دوپہر کے وقت
اپنے خزانوں کی خالی ٹوکریوں کے ساتھ واپس گھر لوٹتے ہوئے دیکھ
سکتے ہیں۔ گوجر سارے ضلع میں پائے گئے ہیں۔ وہ خصوصاً جوالا
مکھی' ترہ اور ندوں کی قریبی حدود میں ہیں۔ خاص طورپر ریاست
منڈی کی طرف کچھ ہندو گوجر ہیں' لیکن مسلمانوں کے مقابلہ میں
ایک بہت چھوٹی سی شاخ۔

میرے خیال میں (اور مجھے یقین ہے کہ بہت سے اسی بات کو مانتے ہیں) جٹ اور گوجر اور شاید اہیر بھی سب ایک ہی نسلی ماخذ سے ہیں' اور اسی لئے ان کے درمیان ایک قریبی بھائی چارہ ہے۔ ہو سکتا ہے کہ وہ اپنے بہت بعید کے ماخذ میں ایک ہی ہوں۔ لیکن میرے خیال میں وہ انڈیا کے اندر ضرور مختلف ادوار میں داخل یا مختلف حصوں میں آباد ہوئے' اور میری اس سوچ کی قطعی وجہ یہ ہے کہ وہ اکٹھے کھاتے اور تمباکو نوشی کرتے ہیں۔ جٹ اور راجپوت کے معاملہ میں امتزاج کی وجہ عیاں ہے۔ موخرالذکر کا رتبہ اول الذکر سے بلند تر ہے۔ لیکن جٹوں' راجپوتوں اور اہیروں کی سماجی حیثیت عملی لحاظ سے یکساں ہوتے ہوئے مجھے یہ نظر نہیں آتا کہ اگر وہ کبھی ایک ہی تھے تو پھر الگ کیسے ہو گئے۔ تاہم ہو سکتا ہے جٹ اونٹ چرانے والے اور شاید کسان' گوجر کوہستانوں اور اہیر میدانوں کے گوالے تھے۔ اگر ایسا ہے تو وہ پیشے کی بنیاد پر چھوٹے زمیندار طبقہ کی درجہ بندی کے حامل ہیں جو درمیانی خلاء پر کرتا ہے اوران سے اوپر کی برہمنوں' بنیوں جیسی اور نیچے کی ترکھانوں' چماروں اور دیگر ذاتوں جیسی درجہ بندی کے حامل ہیں۔ لیکن اس موضوع پر اپنی کوئی رائے دینے سے قبل ہمیں ان قبائل کی قدیم تقسیم کے بارے میں مزید استفسار کرنا چاہئے۔ قدیم وقائع نگاری میں میں نے گوجروں اور اہیروں کی نقل مکانیوں اور علاقائیت کے درمیان ایک تعلق دیکھا' جس نے مجھے محض ایک اتفاق کی نسبت زیادہ متاثر کیا۔ اس موضوع پر نتائج اخذ کرنے کے لئے اپنے آپ کو تیار کرنے کی خاطر بہت زیادہ کام کرنے کی ضرورت

جدول نمبر21 - اضلاع میں گوجر قبائل

	1	2	3	4	5	6	7
	تنوار	چوکھر	روال	کلسان	کٹھانہ	کسانہ	کالس
دہلی	2555	744	100	1	336	676	7
گڑگاؤں	324	1	-	8	1629	797	-
کرنال	-	2325	4417	1588	21	92	-
حصار	116	34	8	20	389	508	189
روہتک	-	19	3	1	101	128	4
انبالہ	-	240	10	-	1491	2289	1208
لدھیانہ	-	-	-	-	749	695	1175
جالندھر	-	-	-	-	546	368	565
ہوشیارپور	-	-	-	-	546	2299	1111
کانگڑہ	-	-	-	-	60	135	118
امرتسر	-	-	-	-	153	134	-
گورداسپور	1140	336	-	-	2750	1533	-
سیالکوٹ	-	3	10	-	1020	439	-

↓

	1	2	3	4	5	6	7
	تنوار	چوکھر	روال	کلسان	کٹھانہ	کسانہ	کالس
لاہور	-	1	13	-	445	82	-
گوجرانوالہ	-	-	17	-	125	25	60
فیروزپور	-	-	-	-	1168	312	166
راولپنڈی	-	280	-	-	5646	612	1318
جہلم	-	20	-	-	3684	882	1260
گجرات	-	269	-	-	21449	3046	3560
پشاور	-	13	3	-	-	2	13
ہزارہ	-	195	-	-	8526	11	1314
مشرقی میدانوں کی ریاستیں	134	167	30	-	2782	456	652
برطانوی علاقہ	4143	4524	4600	1627	51065	13126	12194
دیسی ریاستیں	134	167	67	-	3080	1014	1209
صوبہ	4277	4691	4667	1627	54145	14140	13403

اضلاع میں گوجر قبائل

	8	9	10	11	12	13
	گورسی	چیچی	دھیدر	پوسوال	لاوی	بجار
دہلی	8	51	1	6	4	-
گڑگاؤں	-	274	10	782	17	-
کرنال	422	307	43	208	-	33
حصار	10	308	33	79	42	70
روہتک	41	42	2	24	1	-
انبالہ	1594	2810	1218	4467	554	3504
لدھیانہ	3462	3285	1139	1690	613	1584
جالندھر	1457	1152	86	1139	173	683
ہوشیارپور	3301	3171	-	6910	2825	3230
کانگڑہ	209	418	52	311	851	190
امرتسر	180	645	-	197	-	180
گورداسپور	1772	4010	215	1687	30	710
سیالکوٹ	277	692	167	541	1	176

↓

	8	9	10	11	12	13
	گورئی	چھچھی	دمیدر	پوسوال	لاوی	بجار
لاہور	290	1020	54	198	40	178
گوجرانوالہ	38	205		27	.	126
فیروزپور	870	779	338	389	114	215
راولپنڈی	1232	3207	340	2417	4	1041
جہلم	309	1621	451	1349	36	907
گجرات	3312	8092	1921	3491	150	3592
پشاور	119	167	2	31	2	230
ہزارہ	319	7156	899	2684	.	2504
مشرقی میدانوں کی ریاستیں	2036	5268	908	1095	416	1664
برطانوی علاقہ	19279	39562	7055	28539	5461	19159
دیسی ریاستیں	2824	6427	1261	1441	1258	2136
صوبہ	22103	45989	8316	29980	6719	21345

اضلاع میں گوجر قبائل

	14	15	16	17	18	19
	کھیندر	میلو	ٹھاکریہ	چوہان	مونن	بھوملا
دہلی	.	.	.	87	.	.
گڑگاؤں	.	.	.	155	.	2692
کرنال	.	118	.	172	.	.
حصار	.	602	.	86	.	.
روہتک	.	9	.	52	.	.
انبالہ	.	6	.	1280	.	.
لدھیانہ	.	409	29	518	30	.
جالندھر	.	1	.	682	278	.
ہوشیارپور	1172	2357	1200	4530	2585	.
کانگڑہ	.	.	13	645	142	.
امرتسر	.	.	.	146	69	.
گورداسپور	.	.	860	1151	4749	.
سیالکوٹ	.	.	.	517	.	.

	14	15	16	17	18	19
	کمیندر	میلو	ٹھاکریہ	چوہان	مونن	بھوملا
لاہور	.	47	4	194	91	.
گوجرانوالہ	.	.	43	221	.	.
فیروزپور	.	.	.	332	170	.
راولپنڈی	.	25	975	2361	344	.
جہلم	.	.	758	1287	62	35
گجرات	.	1389	3524	7985	382	2189
پشاور	.	.	.	.	.	.
ہزارہ	.	.	2362	5132	221	21
مشرقی میدانوں کی ریاستیں	.	382	183	981	403	328
برطانوی علاقہ	1172	4968	9770	27554	9123	4937
دیسی ریاستیں	.	956	183	2233	403	370
صوبہ	1172	5924	9953	29792	9526	5307

ہے۔

گوجر قبائل

گوجر قبائل اور قبیلوں کی تعداد کافی نظر آتی ہے اور بدیہی طور پر بہت سے مقامات پر ان کی مزید نئی مقامی شاخیں بن گئیں۔ بہرحال میں نے جدول نمبر 21 میں قبائلی تقسیم کے جو اعداد و شمار پیش کئے ہیں وہ اسی اہمیت کی حامل دیگر ذاتوں سے کہیں زیادہ عموی ہیں۔ اس تعداد میں کل صوبہ کے 47 فیصد گوجر شامل ہیں' لیکن ان میں گوجرات کے 69 فیصد اور غالباً بڑے حقیقی قبائل شامل ہیں۔ کھٹانہ اور چیچی تعداد میں دوسروں کو پیچھے چھوڑ گئے ہیں۔

ادنیٰ زراعتی اور گلہ بان قبائل:

ذاتوں کے جس گروپ کی تعدادیں جدول نمبر 22 میں دی گئی ہیں' وہ پہلے بیان کردہ قبائل اور ذاتوں سے کسی واضح خط امتیاز کے ساتھ علیحدہ نہیں۔ دراصل ان میں سے کچھ کو اعلیٰ اور کچھ کو ادنیٰ قبائل میں شمار کرنا صرف نکتہ نظر کا مسئلہ ہے ----- لیکن زیر غور گروپ کو زراعتی برادری میں ایک کمتر حیثیت حاصل ہے اور اسے ملک کے کسی خطہ میں شاذ ہی کسی غالب قبیلے کی سی حیثیت ملی۔ انہیں تین طبقوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے' تاہم یہاں پر خطوط امتیاز مبہم ہیں۔ پہلا طبقہ خاص سبزی بیچنے اور اگانے والوں پر مشتمل ہے اور اس میں مالی' سینی' ارائیں اور باغبان شامل ہیں۔ یہ چاروں بہت قریبی طور پر منسلک ہیں اور ان میں سے کچھ تقریباً ناقابل تفریق ہیں۔ زراعتی طبقے سبزیاں کاشت کرنے کے کام کو گھٹیا اور کمتر خیال کرتے ہیں۔ وجہ مجھے معلوم نہیں۔ ہو سکتا ہے اس کی وجہ یہ ہو کہ وہ عموماً" رفع حاجت کے لئے استعمال ہونے والی زمین میں سبزیاں کاشت کرتے ہیں' اور اگر کسی راجپوت کو خلاف شان بات کہی جائے تو وہ کہے گا: "کیا! مجھے ارائیں سمجھتے ہو؟" دوسرا طبقہ کنیت' اور گھرتھ' پہاڑیوں کے پست درجہ کاشتکاروں اور کمبوہ' اہیر' مستم اور دیگر پست حیثیت کاشتکاروں پر مشتمل ہے۔ ان میں سے چند ایک کا سبزی اگانے والوں سے قریبی تعلق ہے' اور کچھ دیگر کا دوبارہ گھوسی (Ghosi) اور گدی سے جو تیسرا طبقہ تشکیل کرتے ہیں' اور زراعتی کی بجائے گلہ بان ہیں۔ بحیثیت مجموعی اس طبقہ کی سب سے زیادہ

تعداد مشرقی میدانوں کے زرخیز اضلاع اور خطہ دامن کوہ میں اور ان پہاڑیوں میں ملی جہاں پر غرور راجپوت ہل جوتنے کو ہتک میز خیال کرتے ہیں۔ ڈیرہ جات میں اس کی تعداد سب سے کم ہے' جہاں جٹ کے جامع نام میں اس طبقہ کے تمام کاشتکار شامل ہیں۔

مالی اور سینی (ذات نمبر 45 اور 31)

سینی مالیوں کی ہی ایک ذیلی شاخ لگتے ہیں۔ بجنور میں یہ ایک جیسے بتائے جاتے ہیں۔ اور مجھے یہ بتایا گیا ہے کہ شمال مغربی صوبوں کے اگر سبھی نہیں تو متعدد علاقوں میں یہ دونوں باہمی شادیاں کرتے ہیں۔ غالباً" سینی ایک مالی قبیلہ ہیں' اور یہ کہ اسی ذات کے کچھ بالاقبال ان کے ساتھ شادی کا رشتہ قائم نہیں کریں گے۔ مالی (پرانوں کے مالاکارا یعنی گل فروش) عام طور پر ایک ایسا شخص ہے جو فروخت کی غرض سے سبزیاں اگاتا ہے۔ وہ ان صوبوں کے نواح میں سب سے زیادہ ہے جہاں کھاد وافر اور ان کی پیداوار کی طلب ہے۔ وہ شاید ہمارا سب سے زیادہ ہنرمند اور محنتی کاشتکار ہے اور ایک ہی قطعہ اراضی میں سال کے دوران تین یا حتیٰ کہ چار فصلیں اگا کر حیرت زدہ کر دیتا ہے۔ وہ مالی کے نام سے صرف جمنا زون بشمول حصار کے مشرقی حصوں میں پایا گیا۔ مشرقی دامن کوہ میں اس کی جگہ سینی اور باقی کے صوبہ میں ارائیں یا باغبان نے لے لی ہے۔ وہ تقریباً بہرصورت ہندو ہے۔ مغربی اضلاع کے لئے دکھائے گئے چند ایک مالیوں میں سے بیشتر نے اپنا اندراج بطور ملیار کروایا (جو مالی کی پنجابی صورت ہے) اور چند ایک نے بھلیرا یا پھلوارا کے طور پر۔ (مزید دیکھیں "ارائیں باغبان اور ملیار" کے ضمن میں۔)

جن سینیوں کا میں نے ابھی ابھی ذکر کیا وہ غالباً ایک مالی قبیلہ ہیں۔ وہ جالندھر میں راجپوت اصل کا دعویٰ کرتے ہیں' لیکن مسٹر سٹیڈمن اس ضلع کے مالیوں سے متعلق رقمطراز ہیں: "وہ خود کو شمال مغربی صوبوں کے مالیوں جیسا ہی سمجھتے اور ارائیوں کے ساتھ منسلک ہیں' تاہم موخرالذکر اس قرابت کے بارے میں کچھ نہیں جانتے۔ وہ چناب کے مغرب میں نہیں ملتے لیکن ضلع انبالہ کے کچھ حصوں میں ان کی کافی تعداد ہے۔" ہمارے اعداد و شمار کی روشنی میں وہ جمنا و راوی وادیوں کے درمیان پہاڑیوں کے دامن میں نظر آتے ہیں لیکن وادی چناب تک نہیں پہنچ پاتے۔ وہ اور مالی دونوں ہی پنجاب کی بجائے زیادہ

درست طور پر ہندوستان کے قبائل ہیں۔ قریباً دس فیصد سینی سکھ اور باقی ماندہ ہندو ہیں۔ راولپنڈی میں 3655 مغلوں نے اپنا قبیلہ یا قبیلچہ سینی بتایا' لیکن ہو سکتا ہے کہ ان کا زیر بحث ذات سے کوئی تعلق نہ ہو' کیونکہ یہ مغرب میں اتنا آگے تک سرایت پذیر نہیں لگتی۔ انبالہ میں روپار کے سینیوں کو "ایک بدحال طبقہ' عمدہ کاشتکار لیکن سرکش اور سازشی" بیان کیا جاتا ہے۔

سب سبزی کاشت کرنے والوں کی طرح زراعتی ذاتوں میں مالی اور سینی کی حیثیت بہت پست ہے' لیکن ان دونوں میں سے سینی غالباً بلند ہیں کیونکہ وہ کافی ساری زمین حتیٰ کہ دیہات کے مالک ہیں' اور مالیوں کی نسبت کم عموی سبزی فروش۔

مالی کی ذیلی شاخوں میں سب سے بڑی پھولُ اور بھگرتی ہیں جن کی تعداد بالترتیب 11646 اور 15658 ہے۔ ہوشیار پور کے علاوہ کہیں بھی سینی نے کسی بڑے قبیلچے کا اندراج نہیں کرایا۔ اس ضلع میں ان کے چند ایک بڑے قبیلچے یہ ہیں: بولی 3462' پوان 2980' گدی 2708' ہمرتی 2506' بڈوال 2226' الگنی 2182' منگار 1692' بدیال 1142' برایت 1120- اور گورداسپور میں 1541 سینیوں نے اپنا قبیلچہ سلہری بتایا۔ مسٹر بارکلے نے نشاندہی کی ہے کہ جالندھر میں ارائیوں اور سینیوں کے کچھ قبیلچوں کے یہی نام ہیں اور وہ دیگر اور غالب قبائل کے محض نام ہی نہیں۔

ارائیں' باغبان اور ملیار (ذات نمبر 7 اور 65)

فارسی لفظ باغبان ہندی کے مالی کا مترادف ہے' اور اس سے مراد صرف باغ بانی کرنے والے ہیں۔ لیکن پنجاب کے مغرب میں یہ عموماً" ارائیں کے لئے زیر استعمال ہے' اور حتیٰ کہ مشرق میں جالندھر تک کی دوری پر اس نام کے دو گاؤں ہیں' جن میں سے ایک (جس میں ارائیں رہتے ہیں) کے نام کے ساتھ لفظ "باغبانان" لگا کر اسے علیحدہ کیا جاتا ہے۔ بدقسمتی سے پشاور کے ڈویژنل آفیسر نے خود کو ارائیں یا ملیار بتانے والوں کو بھی باغبان میں شمار کیا' لہٰذا میں ان کی علیحدہ علیحدہ تعداد نہیں بتا سکتا۔ راولپنڈی ڈویژن کے باغبان ذیل میں زیر بحث لائے گئے ہیں۔

ارائیں' یا جیساکہ انہیں جمنا پر رائیں کہا جاتا ہے' ممکن طور پر وادی ستلج اور سارے

جدول نمبر22 - چھوٹے زراعتی اور گلہ بان قبائل

ذات نمبر	45	31	7	65	20	29	147	105
	مالی	سینی	ارائیں	باغبان	کنیت	گھرتھ	ر۔ینیا	لودھا
دہلی	12714	1672	1585	-	-	-	1993	3825
گڑگاؤں	9673	-	1	-	-	-	-	226
کرنال	10124	21	7118	-	-	-	-	1659
حصار	9777	-	1907	-	-	-	-	7
روہتک	7949	-	36	-	-	-	-	18
سرسا	885	-	4742	-	-	-	-	1
انبالہ	-	63054	30881	-	2602	296	-	1528
لدھیانہ	-	304	27229	-	20	4	-	48
شملہ	-	50	24	-	9090	101	-	17
جالندھر	11	14324	123323	-	60	389	-	-
ہوشیارپور	195	43790	38801	-	1639	41793	-	-
کانگڑہ	407	1911	1067	-	61141	108716	-	-
امرتسر	-	565	44708	-	-	210	-	-
گورداسپور	-	13842	55983	-	-	6142	-	-
سیالکوٹ	-	433	65241	-	-	14	-	-

↓

لاہور	122	2	94964	-	-	20	-	152
گوجرانوالہ	-	-	21740	-	-	-	-	8
فیروزپور	52	-	51043	-	-	4	-	174
راولپنڈی	106	7	2	41701	1	-	-	385
جہلم	-	-	15470	11414	-	6	-	2
گجرات	-	-	20386	-	-	-	-	-
شاہ پور	-	-	8574	-	-	-	-	-
ملتان	49	53	23981	20	-	4	-	378
جھنگ	-	-	6077	-	-	-	-	-
منٹگمری	-	-	22889	-	-	-	-	-
مظفرگڑھ	13	-	3991	-	-	-	-	3
ڈیرہ اسماعیل خان	-	-	1068	-	-	8	-	11
ڈیرہ غازی خان	22	-	59	-	-	12	-	-
بنوں	-	3	3941	-	-	9	-	1
پشاور	-	-	-	21240	-	12	-	92
ہزارہ	-	-	-	5532	-	-	-	-
کوہاٹ	-	-	-	1154	-	-	-	2
برطانوی علاقہ	52102	140031	676831	81063	74553	157740	1993	8537
پٹیالہ	6052	7854	41500	153	14203	328	-	27
نابھا	269	32	3182	-	-	-	-	1
کپورتھلہ	1	2061	39095	-	33	314	-	-

↓

جنڈ	3104	7	2353	-	-	-	-	2
فرید کوٹ	12	73	2294	-	1	-	-	-
مالیر کوٹلہ	-	-	1733	-	-	-	-	-
کلسیہ	3742	-	2879	-	14	-	-	3
کل مشرقی میدان	13180	10017	93041	153	14251	642	-	42
بہاولپور	-	-	29031	-	-	-	-	-
منڈی	-	435	394	-	68681	719	-	-
چمبہ	5	1	-	-	-	96	-	-
ناہن	354	-	232	-	37817	180	-	48
بلاسپور	-	58	29	-	20593	116	-	-
بشہر	-	-	-	-	38994	-	-	-
نالہ گڑھ	2	1915	92	-	13613	680	-	-
سکیت	-	169	370	-	21830	24	-	-
کل مشرقی میدان	434	2584	1138	-	256971		-	48
برطانوی علاقہ	52102	140031	676831	81063	74553	157740	1993	8537
دیسی ریاستیں	13614	12601	123210	153	271222	2512	-	90
صوبہ	65716	152632	800041	81216	345775	160252	1993	8617

ادنیٰ زراعتی اور گلہ بان قبائل

ذات نمبر	142	33	27	51	118	125	81
	کاچھی		اہیر	متم		گھوسی	گدی
دہلی	1323	46	14544	-	-	876	267
گڑگاؤں	1	-	64884	-	-	16	-
کرنال	284	9082	1007	-	-	490	2729
حصار	61	11	7861	-	-	390	-
روہتک	1	-	15824	-	-	309	-
سرسا	16	-	922	1988	-	67	-
انبالہ	55	12988	1561	-	-	224	901
لدھیانہ	7	951	1	-	-	201	- -
شملہ	8	11	536	-	-	-	-
جالندھر	42	7120	259	3314	-	-	-
ہوشیارپور	10	466	30	230	-	-	5
کانگڑہ	11	-	26	1	-	-	2036
امرتسر	66	13654	356	1872	-	-	-
گورداسپور	-	275	53	-	-	-	303
سیالکوٹ	-	10	448	1052	-	1	-

↓

لاہور	34	17694	1213	9551	.	99	.
گوجرانوالہ	.	604	85	17	.	.	.
فیروزپور	1	5208	1100	5954	.	83	.
راولپنڈی	.	8	941	.	.	235	.
جہلم	.	14	195	.	.	.	.
گجرات	.	.	58	2022	.	. .	.
شاہ پور	.	128	962	.	.	.	.
ملتان	.	687	887	4193	.	332	.
جھنگ	.	3	45	29	.	.	.
منٹگمری	.	14673	186	13147	.	.	.
مظفرگڑھ	.	11	73	2943	.	5	.
ڈیرہ اسماعیل خان	.	.	.	.	.	.	.
ڈیرہ غازی خان	1	1	6	822	.	.	.
بنوں	.	7	.	.	.	.	.
پشاور	5	3	436	4	.	23	.
ہزارہ	.	.	37	.	4426	.	.
کوہاٹ	1	1	62	.	.	.	1
برطانوی علاقہ	1928	83656	114633	47140	4426	3351	6242
پٹیالہ	27	23417	31512	.	.	181	.
نابھا	3	3649	14711	21	.	.	.
کپورتھلہ	9	12937	28	2347	.	.	.

↓

جنڈ	291	529	5023	-	-	8	3
فرید کوٹ	-	4	153	106	-	-	-
مالیر کوٹلہ	-	4570	24	-	-	-	-
کلسیہ	-	749	59	-	-	-	-
کل مشرقی میدان	330	45855	58949	2474	-	189	3
بہاولپور	-	-	-	5766	-	-	-
منڈی	-	4	-	-	-	-	-
چمبہ	-	-	-	-	-	-	11161
ناہن	-	7	58	-	-	-	-
بلاسپور	-	-	-	-	-	-	16
بشہر	-	-	3	-	-	-	-
نالہ گڑھ	-	49	-	-	-	3	-
سکیت	-	1	-	-	-	-	-
کل مشرقی میدان	-	78	61	-	-	3	11177
برطانوی علاقہ	1928	83656	114633	47140	4426	3351	6242
دیسی ریاستیں	330	45933	59007	8240	-	192	11180
صوبہ	2258	129589	173640	55380	4426	3543	17422

مشرقی میدانوں میں ایک حقیقی ذات ہیں۔ لیکن ماسوائے ستلج پنجاب کے مغربی نصف میں یہ لفظ کسی بھی سبزی فروش کے لئے مستعمل نظر آتا ہے۔ مسٹر سٹیڈمین لکھتے ہیں: "ارائیں' رائیں' باغبان' مالی اور ملیار جھنگ و راولپنڈی میں ملے جلے افراد کا ایک طبقہ ہیں۔ نام ذات کی بجائے پیشے کی نشاندہی کرتے ہیں' اور بلا تفریق بہت پست شہرت کے حامل ہیں۔" راولپنڈی ڈویژن کے زیادہ تر ملیار نے اپنا قبیلہ جنجوعہ' قطب شاہی (اعوان) کھوکھریا بھٹی بتایا۔ تاہم ان میں سے کچھ نے واہند جیسے بدیہی طور پر حقیقی ارائیں قبیلوں کا اندراج بھی کرایا۔ درحقیقت ہم سے ایک سنگین غلطی ہوئی (جس کا جدولوں کی اشاعت کے بعد تک پتہ نہ چلا) کہ راولپنڈی و جہلم کے ملیاروں کو منیاروں کے طور پر ذات نمبر 47 میں شمار کیا گیا تھا۔ میں نے اپنے جدول کے باغبانوں کی تعداد میں انہیں جمع کیا ہے۔ جدول میں راولپنڈی و جہلم کے تمام باغبانوں کو ملیار درج کیا گیا' باغبان نہیں۔ اسی طرح مظفر گڑھ اور ڈیرہ جات کے لئے اعداد و شمار بہت غیر مکمل ہیں' کیونکہ جدول نمبر 9 یہ دکھاتا ہے کہ ان اضلاع میں چند ہزار ارائیوں اور ملیاروں نے اپنی ذات جٹ بتائی۔ مجموعی طور پر صوبہ کے مشرقی نصف میں مالی اور ارائیں حقیقی ذاتیں نظر آتی ہیں' لیکن مغربی پنجاب میں ارائیں' ملیار اور باغبان کا استعمال محض ان پیشوں کے لحاظ سے ہوتا ہے۔ جب قبیلوں کے تفصیلی جدول شائع ہوں گے تو وہ ان تینوں ذاتوں کی حقیقی قرابت داریوں پر کافی روشنی ڈالیں گے۔

ارائیں مشرقی میدانوں کے سارے شمالی' وسطی اور مغربی حصوں' سارے راولپنڈی اور ملتان ڈویژنوں میں ملے ہیں۔ لیکن ستلج علاقہ کے علاوہ لاہور کے مغرب میں یہ نام ذات کی بجائے ایک پیشہ کے نام کے حوالہ سے لیا جانا چاہئے۔ جالندھر' امرتسر اور لاہور ڈویژنیں ان کے گڑھ ہیں اور زیادہ خصوصی طور پر جالندھر و لاہور اضلاع اور ریاست کپورتھلہ جہاں پر وہ بالترتیب کل آبادی کا 17.4' 10.3 اور 16.3 فیصد ہیں۔ وہ قابل تعریف کاشتکار' باہنر اور جفاکش لیکن کاشتکار طبقات کے درمیان تمام سبزی اگانے والوں کی طرح بہت پست حیثیت کے حامل ہیں۔ البتہ جہاں پر ان کی تعداد بہت زیادہ ملی ہے وہاں ان کی حیثیت بہتر ہے' کیونکہ وہاں وہ سبزی فروشوں کی بجائے عموماً" کاشتکار ہیں۔ وہ تقریباً بلا استثنیٰ مسلمان ہیں اور ملتان کے پڑوس سے آئے ہوئے اور کمبوہوں کے ساتھ کچھ قرابت رکھنے والا ایک حقیقی پنجابی قبیلہ نظر آتے ہیں۔ مسٹر پرسر لکھتے ہیں: "منٹگمری کے ارائیں اپنے ماخذ سے متعلق

کچھ نہیں جانتے۔ وہ سورج بنسی راجپوت ہونے اور دہلی علاقہ سے اس ضلع میں آنے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ انہیں عام طور پر مسلمان کمبوہ خیال کیا جاتا ہے۔ موخرالذکر بلاشبہ مغرب سے آیا' لہٰذا ان کا دعویٰ بھی کافی ممکن حد تک درست ہو سکتا ہے۔ اس حقیقت سے یہ امکان زیادہ متعلقہ نظر آتا ہے کہ سہارن پور کے ارائیوں کو افغانستان سے آیا ہوا بتایا جاتا ہے۔ وہ لاہور کی سرحد سے زیادہ نیچے تک گئے ہوئے نہیں نظر آتے۔ ان کی اہم شاخیں گہلن' چندور' چاچڑ' سندھو اور برار ہیں۔" مجھے پتہ چلا ہے کہ فیروز پور اور لاہور کے ارائیں بھی اپنا سلسلہ نسب اچ یا ملتان میں ملاتے ہیں' اور انہیں کمبوہ کا رشتہ دار کہا جاتا ہے۔ سرسا میں ستلج کے ارائیں گھگر والوں سے ملے۔ یہ دونوں آپس میں شادیاں نہیں کرتے۔ وادیٔ گھگر کے ارائیوں کا کہنا ہے کہ وہ ملتان کے قریب پنجند پر رہنے والے راجپوت تھے' لیکن کوئی چار سو سال پہلے اچ کے سید جلال الدین افغانی نے انہیں وہاں سے نکال دیا۔ وہ جیسلمر کے ساتھ ایک قسم کے تعلق کا دعویٰ کرتے ہیں۔ 1759ء اور 1783ء میں زبردست قحطوں تک وہ چویا اور گھگر کی تمام زیریں وادیوں میں آباد بتائے جاتے ہیں' لیکن بعد کے دور میں بھٹیوں نے سومروں کو ہراساں کیا' علاقہ تقسیم ہوا اور بہت سے ارائیں نقل مکانی کر کے گنگا سے پار بریلی اور رام پور کے نواح میں جا بسے۔ وہ صرف گھگر اور بریلی کے ارائیوں میں ہی شادی کرتے ہیں۔ سرسا میں ستلج کے ارائیں کہتے ہیں کہ وہ لاہور اور منٹگمری کے ارائیوں کے مانند اپنی نسل میں ہندو کمبوہوں کے رشتہ دار ہیں۔ مسٹر ولسن اس امکان کو تسلیم کرتے ہیں کہ دونوں طبقات بالاصل مسلمان ہو جانے والے کمبوہ ہیں' اور یہ کہ گھگر کے ارائیوں نے ایک گروہ کی صورت میں ہجرت کی' جبکہ دیگر مرحلہ بہ مرحلہ اوپر ستلج کی طرف اپنے موجودہ مقام پر آئے۔ وہ ضلع سرسا میں گھگر کے ارائیوں کو انتہائی ترقی یافتہ اور مہذب قبیلہ بیان کرتے (حتیٰ کہ وہ پٹیالہ کے سکھ جٹوں کو بھی پیچھے چھوڑ گئے) اور سماجی حیثیت میں کم از کم جٹوں کے برابر خیال کرتے ہیں' جس پر وہ اپنی برتری کا خود بھی دعویٰ کرتے ہیں۔ فیروز پور' لدھیانہ' انبالہ اور حصار کے ارائیں بھی اپنا سلسلہ اچ یا اس کے نواح میں ملاتے ہیں۔ اگرچہ حصار کے ارائیں محض مسلمان مالی بتائے جاتے ہیں۔

مسٹر بار کلے جالندھر کے ارائیوں سے متعلق کہتے ہیں کہ وہ عام طور پر کمبوہوں کی نسل

سے مانے جاتے ہیں' اور حتیٰ کہ اس قدر معمولی ماخذ پر شرمسار ہونے والے بھی اس قرابت داری کی تردید کرنے پر قطعاً" تیار نہیں' لیکن ان کا کہنا ہے کہ کمبوہ اور وہ ایک ہی مورث اعلیٰ کی ناجائز اور جائز اولادیں ہیں۔ مسٹر بارکلے مزید کہتے ہیں کہ وہ جنوب سے آنے والی آبادی ہیں' کیونکہ ان کی آبادیوں میں سے کوئی بھی 250 سال سے زائد پرانی نہیں اور ان کا اصل علاقہ ہانسی سے لے کر ملتان تک بتایا جاتا ہے۔ لیکن جالندھری ارائیں حصار کی سمت سے آئے' جس کی تاریخ انہوں نے خود بیان کی۔ جالندھری ارائیں خود کہتے ہیں کہ وہ رائے چجو یا اجین کی نسل ہیں جسے سارا ضلع سرسا جاگیر میں ملا تھا۔ جبکہ کرنال کے ارائیں بھی اپنی نسل کا سلسلہ سرسا میں ملاتے ہیں۔ بحیثیت مجموعی یہ امکان نظر آتا ہے کہ ارائیں بالاصل زیریں سندھ سے آئے اور پنجاب کے دریاؤں کے اردگرد پھیل گئے' مزید یہ کہ تاریخ کے ایک ابتدائی دور میں ان کی ایک شاخ اوپر گھگر کی طرف چلی گئی (جو شاید اس وقت سندھ میں آکر ملنے والا باقاعدہ دریا تھا) اور وہاں پر کچھ اہم حیثیت حاصل کی۔ جب گھگر سوکھ گیا اور اردگرد کا علاقہ بنجر ہوگیا تو وہ بالعموم جمنا اضلاع اور ستلج کے اس طرف والے خطہ میں چلے گئے۔ اور شاید بڑے دریاؤں کی وادیوں میں اوپر کی طرف جاتے ہوئے اپنے بھائی بندوں کے خط ہجرت کے پار پہاڑیوں کے دامنوں میں پھیل گئے۔ مالیوں کے ساتھ تعلق ہونے کے دعویٰ کی بنیاد غالباً صرف مشترک پیشہ ہے۔ لیکن شاید ان کا کمبوہوں کے رشتہ دار ہونا کافی قابل فہم لگتا ہے' تاہم مذہب کے واحد فرق کے علاوہ کوئی اور بھی فرق ہوگا' کیونکہ بہت سے کمبوہ مسلمان ہیں۔

آگے جدول نمبر 23 میں کچھ سب سے بڑے ارائیں قبیلے دکھائے گئے ہیں۔ میں نے ارائیں کے تحت ان 987 افراد کو بھی شامل کیا جنہوں نے خود کو بھوہر بتایا' جو مجھے بتایا گیا ہے کہ ایک ارائیں شاخ ہے۔ ان میں 850 ملتان' 34 منٹگمری اور 103 مظفرگڑھ میں ہیں۔

کنیت (ذات نمبر 20)

پنجاب کے سارے کوہ ہمالیہ اور پہاڑیوں کے دامن میں کولو اور ضلع کانگڑہ کے مشرقی حصہ تک' مغرب میں کنیت پست ذات کاشتکار ہیں۔ اس سارے خطہ میں وہ کل آبادی کا خاصا بڑا تناسب ہیں۔ اس سے پرے کانگڑہ خاص میں گھرتھوں نے ان کی جگہ پر کی ہوئی

جدول نمبر 23 - ارائیوں کی تقسیم

	1	2	3	4	5	6	7	8
	ملتانی	گھالر	منڈا	ہانسی	باہمن	بھیدو	گوہیر	بلغوریہ
انبالہ	6424	47	-	-	-	-	-	-
لدھیانہ	8	1714	1291	862	282	423	24	-
جالندھر	-	1821	-	4704	3912	7372	5255	-
ہوشیارپور	-	-	164	1951	120	455	91	2809
امرتسر	150	514	41	142	123	-	-	-
گورداسپور	10	127	-	935	34	253	360	-
سیالکوٹ	36	-	-	382	1804	155	75	-
لاہور	6486	32	8	89	113	48	10	-
گوجرانوالہ	130	-	-	18	305	-	58	-
فیروزپور	3	49	-	500	2	37	377	-

	1	2	3	4	5	6	7	8
	ملتانی	گھمار	منڈا	ہانسی	باہمن	بھیدو	گوہیر	بلغوریہ
گجرات	-	33	-	-	412	-	-	-
شاہ پور	-	-	4	1	-	-	-	-
ملتان	1	-	-	60	-	-	-	-
جھنگ	-	-	-	-	-	-	-	-
منٹگمری	-	-	-	14	-	86	-	-
مظفر گڑھ	-	-	-	-	-	-	-	-
برطانوی علاقہ	13286	4337	1508	9658	7107	8829	6250	2809
دیسی ریاستیں	607	26	790	54	18	7	13	-
صوبہ	13893	4363	2298	9712	7120	8836	6263	2809

ارائیوں کی ذیلی شاخیں

	9	10	11	12	13	14	15	16
	گلرو	ملانی	نین	چندور	دھنگے	بھٹی	ھٹہ	جنجوعہ
انبالہ	-	217	34	270	139	655	7	3
لدھیانہ	-	183	571	1037	36	34	405	14
جالندھر	-	1792	4619	5141	377	334	3134	1487
ہوشیارپور	4485	1116	-	973	113	150	922	12
امرتسر	-	278	1126	5428	-	1282	12	26
گورداسپور	-	251	895	1167	5784	2295	352	31
سیالکوٹ	-	23	571	1340	359	1988	895	801
لاہور	-	697	8081	6113	815	1080	7646	521
گوجرانوالہ	-	-	184	333	-	1210	580	1541
فیروزپور	-	1070	4862	3667	947	2262	2580	10

	9	10	11	12	13	14	15	16
	گکھڑ	ملانی	نین	چندور	دھنگے	بھٹی	ہٹ	جنجوعہ
گجرات	-	-	668	-	-	495	24	989
شاہ پور	-	1	-	-	-	162	85	350
ملتان	-	5	-	258	22	830	711	668
جھنگ	-	-	-	-	-	208	17	1422
منٹگمری	-	188	7	70	520	772	4014	185
مظفر گڑھ	-	-	-	-	-	1385	1409	32
برطانوی علاقہ	4485	5826	21622	26119	9295	15684	24477	8098
دیسی ریاستیں	-	424	302	1387	956	1002	8126	8
صوبہ	4485	6250	21924	27506	10251	16686	32603	8106

ارائیوں کی ذیلی شاخیں

	17	18	19	20	21	22	23
	ڈھوڈھی	بائی/ہرائی	گھلان	واہند	قطب شاہی	جنالی	چھاچھر
انبالہ	88	-	208	-	-	1004	7
لدھیانہ	626	463	1860	-	-	1537	770
جالندھر	1215	13004	7213	-	-	4931	858
ہوشیارپور	1054	342	3892	-	-	1031	636
امرتسر	-	3272	504	178	8	2884	1429
گورداسپور	159	1864	3561	-	-	3927	757
سیالکوٹ	786	-	-	329	4	2644	7
لاہور	422	2630	8628	-	-	5099	3715
گوجرانوالہ	88	71	276	1076	16	901	9
فیروزپور	247	2704	3856	-	335	3243	1985

	17	18	19	20	21	22	23
	ڈھوڈھی	بای/رای	گملان	واہند	قطب شاہی	جنالی	چھاچھر
گجرات	.	.	363	814	110	1131	.
شاہ پور	.	.	.	352	3	292	.
ملتان	78	.	.	3	12	2053	.
جھنگ	139	.	.	63	69	.	.
منٹگمری	1585	.	3	.	.	987	10
مظفر گڑھ	.	.	.	.	.	.	.
برطانوی علاقہ	6559	24355	30479	2815	557	32153	10233
دیسی ریاستیں	69	46	2708	.	.	1114	383
صوبہ	6628	24401	33187	2815	557	33267	10616

ہے۔ جس علاقہ میں وہ آباد ہیں وہ ماقبل تاریخ کے مشترک ماخذ کے پہاڑی راجپوتوں کی ملکیت یا حاکمیت میں ہے' جن کا خاصا بڑا حصہ اپنے ہاتھوں سے کھیتی باڑی کرنے پر بہت زیادہ مغرور ہے اور کینتوں کو مزارعے رکھتا ہے۔ کنیت غیر خالص راجپوت نسل کا دعویٰ کرتے ہیں' لیکن ان کے واقعی قدیم باشندوں کی نسل ہونے سے متعلق شک کی گنجائش بہت کم ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ انہیں راٹھیوں سے الگ کرنا بہت مشکل ہے' چمبہ میں دونوں کو موخرالذکر کے تحت شمار کیا گیا۔ اس سوال پر جنرل کننگھم نے اپنی آرکیالوجیکل رپورٹس کی جلد XIV کے صفحات 125 تا 135 پر تفصیلاً" بحث کی ہے۔ وہ انہیں سنسکرت اساطیر اور تولمی (بطلیموس) کے کولنڈوں یا کولنڈوں سے ملاتے ہیں' اور ان کی رائے میں ان کا تعلق اس بہت بڑی نسل سے ہے جو آریائی حملہ سے قبل تمام ذیلی ہمالیہ خطہ پر سندھ سے کر برہم پتر تک آباد تھے' ہجرتوں کی بڑھتی ہوئی لہر کے ساتھ اوپر پہاڑیوں میں دھکیلے گئے اور اب انڈیا کے آریاؤں کو تبت کے تورانیوں سے جدا کرتے ہیں۔ لیکن کنیت دو بڑے قبائل خاصیا اور راؤ میں تقسیم ہیں اور یہ ممکن ہے کہ خاصیا دراصل آریائی مہاجرین اور پہاڑیوں کی عورتوں کے اختلاط سے پیدا ہوئے ہوں۔ جس عمل میں نیپال کے بہت بڑے خاص قبیلہ نے نمو پائی اسے مسٹر Hodgson نے اس علاقہ کے لڑاکا قبائل پر اپنے مضمون میں قابل تعریف انداز میں بیان کیا ہے۔ اس مضمون کا ایک اقتباس میں نے بھی "پنجاب کے راجپوت" کے ضمن میں نقل کیا ہے۔ خاصیا اور راؤ کے درمیان فرق کافی حد تک واضح ہے۔ ایک خاصیا دوہرا جنم لینے والے شخص کے لئے موت کے بعد مجوزہ عرصہ ناپاکی کی پابندی کرتا ہے' جبکہ راؤ اسے ایک اچھوت کے لئے۔ خاصیا جانیو یعنی مقدس دھاگا پہنتا ہے' راؤ نہیں پہنتا۔ لیکن کم از کم کولو میں یہ فرق مٹ جاتا ہے جہاں یہ دونوں بڑے قبائل آزادانہ طور پر اکٹھے کھاتے پیتے اور باہم ازدواج کرتے ہیں' تاہم اگر کسی خاصیا سے یہ دریافت کیا جائے تو وہ اس کی تردید کر دے گا۔

مسٹر لائل کولو کے کینتوں کو یوں بیان کرتے ہیں:

> "دوسرے ہندو کینتوں کو اکثر و بیشتر کانگڑہ کے راٹھیوں کے برابر شمار کرتے ہیں۔ جس طرح راٹھی ایسے راجپوت ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں' جن کا رتبہ کھیتی باڑی کرنے سے یا کسی شودر عورت

کے بطن سے پیدا ہونے والی اولاد کی وجہ سے کمتر ہو گیا' بالکل اسی طرح کنیت کہتے ہیں کہ وہ پہاڑیوں کی ایک عورت سے پیدا ہونے والے راجپوت ہیں جو میدانوں سے اوپر پہاڑیوں میں آگئی۔ ایک کہانی کے مطابق کنیت اور دیگی کا نسلی ماخذ ایک ہی ہے۔ ایک نیم دیوتا کے ہاں کولو راکشس یا شیطان کی بیٹی کے بطن سے دو بیٹے (بھیم سین اور پانڈب) پیدا ہوئے۔ ایک بیٹے نے کسی بھوتنی یا تبتی عورت سے شادی کی' جس نے اسے یاک (10) کا گوشت کھلایا' اس طرح وہ اور اس کے بچے دیگی بن گئے۔

"یہ دونوں کہانیاں غالباً اس نتیجے کی طرف اشارہ کرتی ہیں کہ کنیت اور دیگی مخلوط مغل اور ہندو نسل کے ہیں۔ جنرل کننگھم نے کناور کے کنیتوں سے متعلق یہی کچھ کہا اور ذات کے نام کو ایک لفظ کرانا کے ساتھ جوڑا جو مخلوط خون کا مفہوم رکھتا ہے۔ کنیت کیسوں اور راؤ میں تقسیم ہیں۔ راؤ کہتے ہیں کہ یہ تقسیم اس بنیاد پر ہوئی کہ کولو کے راجہ نے کنیتوں کو اپنی بری عادات ترک کرنے اور ہندو ازم پر کاربند ہونے کا حکم دیا۔ جنہوں نے اس حکم کی اطاعت گزاری کی وہ کیسے کہلائے' اور پرانی ڈگر پر ہی چلتے رہنے والے راؤ ہیں۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ دور حاضر میں فرائض کی انجام دہی کے اعتبار سے کیسے راؤ کی نسبت زیادہ ہندو ہیں۔ اور یہ کہانی ایک اور طرح سے بھی ممکن ہے' کیونکہ ہم دیکھتے ہیں راجوں کے حاشیہ بردار بدیسی پروہت لوگوں کو زیادہ بنیاد پرست ہندو' برہمنوں کی بہت زیادہ تعظیم کرنے والے ہیں اور اپنے مقامی دیوتاؤں کی کم سے کم پوجا کا عادی بنانے کی کوششوں میں ہی لگے رہے۔ کیسے جانیو پہنتے اور کچھ اعلیٰ پن کا دکھاوا کرتے ہیں جو البتہ راؤ تسلیم نہیں کرتے۔ وہ باہمی شادیاں کرتے اور ایک ہی ہنڈیا میں سے لے کر کھاتے پیتے ہیں' لیکن ایک ہی برتن میں نہیں۔"

مسٹر لائل مزید کہتے ہیں کہ وہ دراز قامت نہیں لیکن مضبوط' چست اور عموماً" خوبصورت جسم والے ہیں۔ کچھ کی رنگت ہسپانویوں سے بمشکل ہی گہری ہے' ان کے رخساروں پر ایک سرخ و سپید رنگ دکھائی دیتا ہے۔ باقی ماندہ عام پنجابی جیسی گہری رنگت والے ہیں۔ "لاہول کے نام نہاد کنیتوں" کے متعلق لکھتے ہیں کہ وہ "ایک مخلوط نسل ہیں' لیکن منگولیائی عنصر انڈین عنصر پر غالب ہے۔ زیریں وادی میں رہنے والوں میں سے بیشتر بلاشبہ کولو اور بنگاہل سے آکر آباد ہونے والے کنیت کی اولادیں ہیں' باقی خالص تبتی یا کافی حد تک ان سے ملتے جلتے ہیں۔" لاہول میں دیگر تمام عام طبقات کی طرح کنیت بھی طبعی موت مرنے والی گائیں اور بیل کھا لیتا ہے۔ وہ مقدس دھاگا ہرگز نہیں پہنتے' کنیت کی سماجی حیثیت بہت پست نظر آتی ہے۔ ایک سنار کسی کنیت عورت سے شادی کرلے گا لیکن اپنی بیٹی کی شادی کبھی بھی کسی کنیت سے نہیں کرے گا' نہ کسی کنیت کے ہاتھوں سے لے کر کچھ کھائے گا۔ تاہم اس کی بیوی ایسا کرلے گی۔ یہاں تک کہ لاہول میں ایک برہمن یا ٹھاکر کنیت عورت کو اپنی درجہ دوم بیوی بنا لے گا اور موخرالذکر کی اولاد (جو Garu کے طور پر جانی جاتی ہے) چند پشتوں بعد ٹھاکر کے ساتھ شمار ہونے لگے گی۔ تاہم' برہمنوں کی اولاد کبھی بھی خالص برہمن کی مکمل برابری تک نہیں پہنچ سکتی' اگرچہ ان کی عام شناخت برہمن ہی ہوتی ہے۔ اس طرح جنم لینے والے بیٹوں کے ہاتھ سے ان کے باپ کچھ لے کر نہیں کھائیں گے لیکن ان کے ساتھ تمباکو نوشی کرلیں گے۔

جنرل کننگھم کے مطابق کنیتوں کے تین مرکزی قبیلے ہیں ---- منگل' چوہان اور راؤ۔ چوہان تقریباً قطعی طور پر خاصیا ہوگا۔ منگل کے بارے میں میرے پاس کوئی معلومات نہیں' نہ ہی مجھے دستاویزات میں مل سکیں' بشرطیکہ پنگلانہ دراصل منگلانہ یا منگل کا ہی غلط تلفظ نہ ہو۔ کنیتوں کی مرکزی تقسیم ہمارے اندراجات کے مطابق مندرجہ ذیل ہے:

(1) کاسب	67233	(5) پنگلانہ	12067
(2) چوہان	38585	(6) ٹھاکر	7356
(3) راؤ	32218	(7) پنوار	7129
(4) خاصیا	29285	(8) لستوری	3859

نصف سے زائد کاسب .شہر ریاست میں ہیں۔ اس نام کا تعلق برہمنی گوتر سے ہے اور

ممکنا طور پر یہ کوئی قبیلہ ہی نہیں اور صرف اس لئے درج کر لیا گیا کیونکہ شیڈول کا عنوان سمجھنے میں غلطی ہوئی۔ چوہان کا اندراج خصوصاً منڈی' سکیت' ناہن' کیو تھل اور جبل سے ہوا' خاصیا کا بشہر اور کانگڑہ سے' پنگانہ کا سکیت اور پنوار کا ناہن ہے۔ جنرل کشکھم پہر یا بالائی وادی چوہان کو تفویض کرتے ہیں' زیریں پہر' روپین اور ٹونز وادیاں راؤ کو اور پہر کے مغرب میں طاس کا خطہ منگل کو۔ مسٹر اینڈرسن کہتے ہیں کہ کولو خاص میں خاصیا اور سیوراج میں راؤ زیادہ کثیر تعداد میں ہیں۔

گھرتھ' باہٹی اور چانگ (ذات نمبر29)

کانگڑہ خاص اور اس کے دامن کی پہاڑیوں میں گھرتھ کو وہی حیثیت حاصل ہے جو اس کے مشرقی طرف والے حصہ میں کنیت کو۔ میں نے باہٹی اور چانگ کو بھی ان کے ساتھ رکھا ہے کیونکہ مجھے یہ لگتا ہے وہی لوگ کانگڑہ میں گھرتھ' زیریں سلسلوں کے مشرقی حصوں میں باہٹی اور مغربی حصوں میں چانگ ہیں۔ یہ تینوں آزادانہ باہم ازدواج کرتے ہیں' اور مسٹر لائل کے خیال میں یہ ایک ہی ہیں۔ امرتسر میں 128 کے علاوہ سب گھرتھوں کا اندراج بطور چانگ ہوا۔ جالندھر ڈویژنل آفس سے ان تین ناموں کو اکٹھا کیا۔ کانگڑہ اور ہوشیار پور کے گھرتھوں کا ذکر مسٹر بارنز نے یوں کیا ہے:

> "میری پیچھے دی گئی آراء نے دیکھیں "راٹھی" کے ضمن میں) قارئین کو گھرتھوں سے متعارف کرا دیا ہوگا۔ وہ ان پہاڑیوں میں آبادی کا خاصا بڑا حصہ ہیں' اور حقیقی تعداد میں کسی بھی انفرادی ذات سے زیادہ۔ میں نے اس ضلع میں رہنے والے جٹوں کو بھی گھرتھوں کے ساتھ شمار کیا ہے اور چانگوں کو بھی (جو گھرتھوں کا ہی ایک اور نام ہے) جو ہری پور اور نور پور کے اردگرد پھیلے ہوئے ہیں۔ ان کی مجموعی تعداد 111507 نفوس تک ہے۔ گھرتھو کی متعدد ذیلی شاخیں ہیں۔ ایک محاورہ عام ہے: "چاولوں کی 360 اقسام ہیں اور گھرتھوں کی ذیلی شاخیں بھی اتنی ہی زیادہ ہیں۔" اس محاورے کی وجہ گھرتھوں کا عام طور پر چاولوں کا کاشتکار ہونا ہے۔ ہلم' کانگڑہ اور

ریبلو کی وادیوں میں گھرتھ غالب ہیں۔ وہ دوبارہ "مل دون" یا ہری پور وادی میں محدود ہیں۔ یہ مقامات اس ذات کے گڑھ ہیں' تاہم وہ ضلع کے ہر حصہ میں ہر جگہ پر بکھرے پڑے اور بالعموم زرخیز ترین اراضی اور پہاڑیوں میں انتہائی وسیع قطعات کے مالک ہیں۔ گھرتھوں کا تعلق ہندوؤں کے شودر سے ہے۔ اس حقیقت کی وجہ بدیہی طور پر وہ مقامات ہیں جہاں پر وہ پائے گئے۔ کشادہ وادیاں گو عمدہ ترین زمینوں پر مشتمل ہیں لیکن پہاڑیوں کے واحد قابل رسائی حصے بھی۔ زیادہ اعلیٰ ذاتوں نے رازداری اور الگ تھلگ رہنے کے فوائد کو ترجیح دی' باوجودیکہ ان کے پاس سخت گیر اور قلیل پیداوار دینے والی زمینیں تھیں۔ انہوں نے زرخیز وادیاں نازک مزاج طبقات کے لئے چھوڑ دیں جن کی عورتیں کھیتوں میں کام کرتے ہوئے دیکھ لئے جانے سے شرمسار نہ تھیں اور مرد زبردست قلی بنائے جانے سے پرہتک کا شکار نہ تھے۔

"گھرتھ ایک نہایت انتھک اور جفاکش نسل ہیں۔ ان کی زرخیز زمینیں دوگنی پیداوار دیتی ہیں اور سارا سال زراعت کے مختلف کاموں میں انہیں متواتر کام پر لگایا جاتا ہے۔ گھرتھ عورتیں اپنے کھیتوں میں کاشتکاری کے علاوہ لکڑی' سبزیاں' آم' دودھ اور دیگر اشیاء اٹھا کر فروخت کرنے کے لئے منڈیوں میں جاتی ہیں' متعدد دن ڈھلے تک وہاں بیٹھی اپنا مال ختم ہو جانے تک گاہکوں سے تکرار کرتی رہتی ہیں۔ مرد بیگار یا جبری مشقت کرنے' مسافروں کا سامان اٹھانے یا مختلف عوامی عمارتوں کی تعمیر میں مدد دینے کے لئے مستقل طور پر قابو میں رکھے جاتے ہیں۔ ان تفصیلات سے اس بات کا ادراک ہوگا کہ اس سب کے لئے گھرتھوں پر وقت بہت کڑا ہے' اور اس مسلسل مشقت کو سہارنے کے لئے ان میں توانائیاں اور قوت برداشت نہایت لچکدار ہوگی۔

"ان کا قد و جثہ دیکھا جائے تو وہ اس قسم کی مشقت کا بار اٹھا سکنے کے قابل نظر نہیں آتے۔ مرد قد میں چھوٹے، عموماً" گینگا کی بیماری سے بدشکل، (جو مرد و خواتین دونوں کو یکساں متاثر کرتی ہے) رنگت میں سانولے اور بیمار ہیں۔ ان کے چہرے پر بال بہت کم ہیں یا بالکل بھی نہیں۔ مذکر و مونث دونوں کے نقوش تیکھے، کسی بھی دوسری قسم کی نسبت طبعی شکل میں تاتاری سے زیادہ مشابہہ ہیں اور کوئی اچھا چہرہ شاذ ہی نظر آتا ہے۔ تاہم چھوٹی عمر کی عورت کو کبھی کبھار خوبصورت کہا جا سکتا ہے۔ دونوں جنسیں نشہ آور مشروبات پینے کی بہت زیادہ عادی ہیں۔ جفاکش کاشتکار ہونے کے باوجود وہ بہت جھگڑالو اور متنازعہ فیہ ہیں، لیکن ان کے لڑائی جھگڑے کبھی کبھار ہی کسی بڑی مصیبت کا باعث بنتے ہیں۔ متلون مزاج ہونے کے باوجود وہ بہت کفایت شعار ہیں ---- کوئی گھرتھ اپنا مال بمشکل ہی کبھی پینے پلانے پر ضائع کرتا ہے۔ وہ باہمی لین دین میں ایماندار اور قول کے کھرے ہیں۔ اگرچہ ان کا کردار راٹھی جیسا پرامن اور مردانہ وار نہیں لیکن وہ کئی قابل قدر اور پیارے اوصاف کا حامل ہے۔ شودر ہونے کی وجہ سے گھرتھ جانیو یا ذات کا دھاگا نہیں پہنتے۔ وہ اپنی بیٹیوں کا معاوضہ وصول کرتے ہیں لیکن کبھی کبھار ہی ان کا تبادلہ کرتے ہیں۔ بڑے بھائی کی بیوہ چھوٹے بھائی کی ہو جاتی ہے، اور اگر وہ اس کی سرپرستی سے نکل جائے تو وہ علاقائی قانون کے تحت اس کو واپس لانے کا مجاز تھا اور ہمارے تحت وہ تمام مواقع پر رقم کی صورت میں ہرجانہ وصول کرلے گا۔"

گھرتھوں کو مخلوط شادیوں یا ناجائز اختلاط سے پیدا ہونے والی راجپوت نسل بتایا جاتا ہے، لیکن اس موضوع پر میرے پاس کوئی قابل بھروسہ معلومات میسر نہیں۔ وہ لازماً زراعتی ہیں، جیسا کہ ایک محاورہ ہے: "بالی میں چاول بنتے ہی گھرتھ اپنا سر بلند کرتا ہے۔" ان کی سماجی حیثیت ادنیٰ ہے۔ "کسی گھرتھ کی نسبت تم ایک بھینس سے زیادہ پاکیزگی کی توقع

کرسکتے ہو۔" وہ بیوہ کی شادی کرتے ہیں' کیونکہ کہا جاتا ہے' "تم ایک پہاڑی بھینس کو بنجر گائے میں تبدیل کرسکتے ہو لیکن گھرتھنی کو بیوہ نہیں کرسکتے۔"

گھرتھوں نے چند بڑی ذیلی شاخوں کا اندراج کروایا' سب سے بڑی آٹھ بلحاظ تعداد مندرجہ ذیل ہیں:

گھرتھ قبائل

(1) کنڈل	24392	(5) ریرو	2532
(2) بھردواج	8330	(6) بدیال	2058
(3) پتھاری	3691	(7) چھورا	1695
(4) چھابرو	2717	(8) ہتو	1623

بھردواج ایک اور برہمنی گوتر ہے اور غالباً اس کا اندراج غلط فہمی کی بناء پر کرلیا گیا۔ چھابرو صرف ہوشیار پور اور چھورا اور ہتو صرف کانگڑہ میں ملے۔ باقی قبائل ان دونوں اضلاع میں موجود ہیں۔

ر۔لیا (ذات نمبر147)

پہاڑیوں کی دو بہت بڑی پست کاشتکار ذاتوں کو بیان کرنے کے بعد اب میں مشرق سے مغرب کی طرف مقامی ترتیب سے آتے ہوئے ہر ممکن حد تک دیگر پر بات کروں گا۔ ر۔لیا (Reya)ایک چھوٹی سی ہندو ذات ہے جو صرف ضلع دہلی میں ملی۔ ان کا کہنا ہے کہ وہ راجپوت تھے لیکن انہیں اس وجہ سے ذات سے خارج کردیا گیا کہ انہوں نے کریوا یا بیوہ کی شادی کرنا شروع کر دی تھی۔ اب وہ بالکل علیحدہ ہیں۔ ر۔لیا جٹوں اور اسی حیثیت کی دیگر زراعتی ذاتوں کے ساتھ کھاتے اور تمباکو نوشی کرتے ہیں' لیکن کریوا کے سوا ان میں شادی نہیں کرتے۔ دہلی میں ان کے 9 گاؤں ہیں' اور ان کے قبیلوں کے نام کہیں کہیں راجپوت ہیں۔ وہ اپنا سلسلہ نسب مہرولی میں ملاتے ہیں جہاں قطب شاہ کی لاٹ ا۔ستادہ ہے۔

لودھا اور کاچھی (ذات نمبر105 اور 142)

یہ دونوں ہندوستان کی خاصی مشہور ذاتیں ہیں اور پنجاب کے اندر خصوصاً جمنا اضلاع میں ملیں۔ تاہم ان میں سے چند ایک مغرب میں بڑی چھاؤنیوں کی طرف نقل مکانی کر گئے۔ وہ تقریباً کلیتاً" ہندو ہیں۔ ہوشنگ آباد میں لودھا (Lodha) کی کافی تعداد بتائی گئی ہے اور وہ وسطی انڈیا کے لودھی اچھوتوں سے بالکل الگ ہیں' لیکن دہلی کے لودھوں کی حیثیت بہت کمتر نظر آتی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ لودھوں کی دو علیحدہ علیحدہ ذاتیں ہیں ایک "د" (لودھا) اور دوسری "ڈ" (لوڈھا) کے ساتھ۔ شاید گڑبڑ کی واضح وجہ یہی ہے۔ انبالہ کے لودھے وسیع پیانہ پر سن کی کاشت کرتے اور اسے بٹ کر رسے بناتے ہیں۔ کاچھی ہندوستان کے سبزی فروش اور بہت کمتر حیثیت کے بتائے جاتے ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ وہ پنجاب میں عموماً" سنگھاڑا (Wates-Nuts) اور ایسی ہی دوسری فصلیں کاشت کرتے ہیں۔ درحقیقت وہ اتنی ہی عمومیت کے ساتھ سنگھاڑی کہلاتے ہیں جتنی کہ کاچھی۔ سنگھاڑی کا لفظ سنگھاڑا سے مشتق ہے۔

کمبوہ (ذات نمبر33)

کمبوہ پنجاب کی عمدہ ترین زراعتی ذاتوں میں سے ایک ہیں۔ وہ شاذ و نادر ہی سبزی فروشی کا کام کرتے ہیں لیکن ارائیوں سے کم محنتی اور باہنر نہیں۔ وہ بالائی وادی ستلج میں نیچے منٹگمری تک' مشرقی میدانوں کے سارے شمالی حصہ میں اور نیچے وادی جمنا میں کرنال تک ملے۔ خاص طور پر کپور تھلہ میں ان کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ لگتا ہے کہ جمنا کے کمبوہ اس وادی میں مغرب سے نقل مکانی کرکے آئے اور کچھ عرصہ پہلے تک وہاں پر پٹیالہ کے شمالی خطوں سے تھانیسر اور دریا کے درمیان واقع گھنے ڈھاک جنگلوں میں بہت بڑی تعداد میں امڈ کر آتے رہے۔ منٹگمری کے ستلج کمبوہ دو شاخوں میں تقسیم ہیں : ایک وہ جو ملتان کے علاقہ سے اوپر دریا کی طرف اور دوسرے جو کپور تھلہ کے نواح سے نیچے وادی میں آئے۔ دونوں نقل مکانیاں سکھ دور حکومت میں وقوع پذیر ہوئیں۔ وہ راجہ کرن کی نسل ہونے کا دعویٰ کرتے اور یہ کہتے ہیں کہ ان کا مورث اعلیٰ کشمیر کی طرف بھاگ نکلا تھا۔ بجنور کے کمبوہ بھی اپنا نسب سندھ پار کے علاقہ میں ملاتے ہیں اور مسٹر پرسر اس روایت کو واضح طور پر

درست تسلیم کرتے ہیں۔ کچھ کے مطابق وہ فارس کے قدیم باشندے ہیں اور کرنال کے کمبوہ اپنا ماخذ غزنی سے ملاتے ہیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان میں 40 فیصد ہندو اور 23 فیصد سکھ ہونا کم از کم ماضی بعید میں غیرہندوستانی ماخذ کے خلاف فیصلہ کن امر ہے۔

"ارائیں' باغبان اور ملیار" کے ضمن میں میں نے اس حقیقت پر روشنی ڈالی تھی کہ عموماً ارائیں اور کمبوہ کو قریبی رشتہ دار خیال کیا جاتا ہے۔ دراصل منٹگمری میں مسلمان محض ارائیں اور ہندو کمبوہ کہلاتا ہوا نظر آتا ہے۔ لیکن ہر صورت میں ایسا نہ ہونے کی حقیقت اس امر سے واضح ہو جاتی ہے کہ امرتسر' لاہور' فیروز پور' پٹیالہ' نابھا اور مالیر کوٹلہ کے کمبوہوں کے معتدبہ تناسب نے خود کو مسلمان درج کرایا' اگرچہ ان علاقوں میں مسلمان ارائیوں کی تعداد بھی کافی ہے۔ شاید یہ بات قابل تشکیک ہے کہ ان دونوں کے درمیان فرض کئے گئے تعلق کی اس حقیقت کے علاوہ بھی کوئی بنیادیں ہیں کہ وہ دونوں مغرب سے آئے اور کافی حد تک ایک جیسی سماجی حیثیت اور زراعتی شہرت کے حامل ہیں۔ قبیلوں کے تفصیلی جدول غالباً" اس پر کافی روشنی ڈال سکیں گے۔ تاہم کپور تھلہ سے ان قبیلوں کا اندراج نہیں کیا گیا جو کمبوہوں کا گڑھ ہے۔ کچھ نے بنیادی فرق یہ بتایا کہ کمبوہ اپنی بیٹیوں کی قیمت وصول کرتے ہیں' جب کہ ارائیں ایسا نہیں کرتے۔ لیکن بحیثیت مجموعی دیکھا جائے تو کمبوہ کی سماجی حیثیت ارائیں سے برتر ہے' خاص طور پر ان علاقوں میں جہاں موخرالذکر سبزی اگاتا ہے۔ مزید برآں' کمبوہ محض ایک زراعتی ذات ہی نہیں' وہ اکثر و بیشتر تجارت کے پیشہ سے وابستہ ہے اور فوج' دفاتر یا حتیٰ کہ نجی ملازمتیں کرتا ہے' جبکہ اس کی عورت اکثر ایسے علاقوں میں بھی رقم ادھار پر دیتی ہے جہاں وہ محض ایک کاشتکار ہے۔ اکبر کے دور میں شہباز خان نامی ایک کمبوہ جنرل نے پانچ ہزار آدمیوں کی قیادت بھی کی تھی اور بنگال میں خود کو کافی ممتاز کرلیا۔ گڑگاؤں میں چند سو سال پہلے تک سوہنا کے مقام پر مسلمان کمبوہ آباد تھے' اور ان کی متروکہ مساجد اور مزار یہ ظاہر کرتے ہوئے لگتے ہیں کہ انہیں یہاں پر کافی مناسب حیثیت حاصل تھی۔ فوجی' تاجر اور دفتری کمبوہ کو بطور "قلمی" یعنی اہل قلم ممتاز کیا جاتا ہے' اور وہ اپنی ذات کے زراعتی حصہ میں دروں زواجی نہیں کرتے۔ لیکن یہ غالباً ایک سماجی روایت ہی ہے نہ کہ ذات کا کوئی اصول۔ کمبوہ اپنی ایمانداری کے لئے اتنی بلند کرداری کے حامل نظر نہیں آتے جتنا کہ ہنرمندی کے لئے۔ شمال مغربی صوبوں میں

ایک محاورہ عام ہے: "افغان، کمبوہ اور کشمیری تینوں بدذات ہیں۔" (11) اور کرنال کے مسٹر بینٹن (Benton) انہیں "بدنام دھوکہ باز اور سازشی" بیان کرتے ہیں۔ دوسری طرف (سند معلوم نہیں) سردار گور دیال سنگھ کہتے ہیں: "انڈیا کے دور ہراس میں امیر ساہوکاروں نے کمبوہوں پر ہی یہ بھروسہ کیا تھا کہ وہ فقیروں کے بھیس میں ان کی دولت کہیں اور لے جائیں۔" میرٹ (میرٹھ) میں کمبوہ کی تعداد غیر معمولی بتائی جاتی ہے۔ پہاڑیوں کے دامن میں ان کا پایا جانا کشمیر کیساتھ ان کے نسلی تعلق کی کچھ حمایت کرتا ہے۔

کمبوہ چند ایک ذیلی شاخوں کا اندراج کراتے ہوئے نظر آئے۔ سب سے بڑی تعداد والی 9 شاخیں ذیل میں دی گئی ہیں:

کمبوہ قبیلے

(1) تھند	10394	(6) سندے	4321
(2) جوسان	6635	(7) جموں	2515
(3) جورا	5420	(8) جھنڈے	2028
(4) دہوت	4963	(9) انمال	2001
(5) مہوک	4880		

اہیر (ذات نمبر27)

اہیر موزوں طور پر ایک گلہ بان ذات ہیں۔ ان کا نام سنسکرت لفظ "ابھیرا" یعنی گوالا سے مشتق ہے۔ (12) لیکن پنجاب میں وہ اب تقریباً تخصیص کے ساتھ زراعتی ہیں اور سب سے اعلیٰ درجہ کے کاشتکار گردانے جاتے ہیں، کمبوہ جتنے ہی زبردست اور جٹ سے کچھ بہتر۔ ان کی سماجی حیثیت جٹ اور گوجر والی ہے، جو ان کے ساتھ اکٹھے کھاتے پیتے اور تمباکو نوشی کرتے ہیں۔ لیکن بہرطور حالیہ وقتوں میں وہ کسی بھی اہم خطہ کی غالب نسل کے طور پر نظر نہیں آتے۔ شاید کسی ایسی حیثیت تک ان کی قریب ترین پہنچ ریواڑی اور اس کے مغرب کے علاقہ (جو ابھی تک "ہیرواتی" کہلاتا ہے) میں تھی، جہاں پر 1838ء میں وہ تین

چوتھائی پرگنہ پر آباد تھے۔ ایلیٹ کی "ر۔س: آف این' ڈبلیو' ایف پراو نس" اور شیرنگ کی کتاب کے صفحہ 132 پر بھی ان کو خاصی تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ انڈیا اور گوجرات کے مغربی کنارے ان کے قدیم گھر لگتے ہیں لیکن بہاراور گورکھ پور میں ان کی کافی تعداد ہے' اور کسی دور میں نیپال میں اہیر سلطنت تھی۔ پنجاب میں وہ مرکزی طور پر دہلی کے جنوب' گڑگاؤں' روہتک اور ان اضلاع کی سرحدوں پر دیسی ریاستوں میں ملے' اور اس محدود خطہ میں وہ کل آبادی کا خاصا بڑا تناسب رکھتے ہیں۔ وہ تقریباً سبھی ہندو ہیں اور اپنا نسب متھرا میں ملاتے ہوئے بتائے گئے۔ وہ محنتی' تحمل مزاج اورپرامن ہیں۔ اگرچہ مقامی محاوروں میں ان کی برائی کی گئی ہے لیکن اس کی وجہ شاید یہ ہے کہ جٹ اس کے لپنے سے بہتر کاشتکار ہونے پر حسد کا شکار ہے۔ لہٰذا روہتک میں وہ کہتے ہیں : "کوسلی میں پکی اینٹ کے پچاس گھر اور اکڑ کر چلنے والے ہزاروں ہیں۔" (کوسلی اہیروں کا مرکزی گاؤں ہے) اسی طرح دہلی میں : "گیدڑ' گھاس کے تنکے یا اہیر سے کچھ امید رکھنے کی بجائے راجپوت سے لات کھانا یا پہاڑی کی چوٹی سے لڑھک جانا اچھاہے۔" اور پھر: "سب ذاتیں خدا کی مخلوق ہیں۔ لیکن تین ذاتیں رنڈی' بنیا اور اہیر بے رحم ہیں۔ انہیں جب بھی موقع ملے کوئی شرم نہیں کرتے۔" لیکن عہد حاضر میں یہ رسوائیاں قطعاً" ناجائز ہیں۔

شمال مشرقی صوبوں کے اہیروں کی تین بڑی شاخیں ہیں' وسطی دوآب کے نند بنس' بالائی دوآب اور متھرا علاقہ کے جادو بنس اور بنارس میں زیریں دوآب کے گوال بنس۔ پنجاب میں ان تینوں کی درج کی گئی تعداد بالترتیب 43961' 24998 اور 25187 ہے۔ 16000 سے زائد گوال بنس پٹیالہ میں ملے۔ ان قبیلوں کے اندر ان کے متعدد قبیلے ہیں' جن میں روہتک اور گڑگاؤں کے کوسالی کی تعداد 7322 ہے۔

مہتم (ذات نمبر51)

اعداد و شمار میں اس حقیقت کی وجہ سے کچھ گڑبڑ پیدا ہوئی کہ مہتم (13) بہروپیا بھی کہلاتے ہیں۔ گوجرات اورسیالکوٹ کے مہتموں نے خود کو اسی نام سے درج کرایا۔ جدول نمبر22 میں ان کو مناسب جگہ پر ہی رکھا گیا۔ مہتم' یا جیسا کہ انہیں جالندھر ڈویژن میں نون غنہ کے ساتھ منتوں بولا جاتا ہے' مرکزی طورپر وادی ستلج اور جالندھر و گوجرات کے

درمیان کی پہاڑیوں کے دامن پائے گئے۔ وہ انتہائی پست درجہ کی ذات ہیں' تقریباً اچھوت۔ بالاصل وہ سیلانی ہیں اور کچھ علاقوں میں اپنی آوارہ گرد عادات بدستور قائم رکھے ہوئے ہیں' جبکہ کسی بھی دوسری جگہ پر بہت بڑے شکاری ہیں۔ وہ پیچھے بیان کئے گئے "باوریا" جیسے ہی پھندے استعمال کرتے ہیں۔ لیکن متعدد اضلاع میں اور خصوصاً وسطی ستلج میں انہوں نے خود کو کھیتی باڑی کے لئے پوری طرح وقف کر رکھا ہے اور باہنر و جفاکش کاشتکار ہیں۔ ان کی بہت بڑی اکثریت ہندو ہے' لیکن 20 فیصد مسلمان ہیں اور تقریباً اتنے ہی سکھ۔ البتہ مسلمان حصہ' حتیٰ کہ ملتان ڈویژن میں بھی' جنگلی سور کھاتا اور بہت سے ہندو روایات پر کاربند ہے۔ اسی وجہ سے دوسرے مسلمان انہیں مذہبی طور پر اپنے برابر تسلیم نہیں کرتے۔ تاہم وہ اپنے مردوں کو دفن کرتے ہوئے ملے۔ مظفر گڑھ میں وہ گھاس پھوس کے چھپروں میں دریا کے کناروں پر رہتے ہیں' اسی لئے ایک کہاوت ہے کہ ----- "صرف دو مہتم چھپر اور جگہ کا نام خیرپور"۔ مسٹر پرسر منگمری کے مہتموں کو یوں بیان کرتے ہیں:

"مہتم ایک پست ہندو ذات اور پڑوسیوں کی نظر میں حقیر ہیں۔ روایت کے مطابق وہ راجپوت تھے اور ان کا جدامجد قانون گو تھا۔ اس دور میں اکبر تخت پر بیٹھا ہوا تھا۔ قانون گو مہتہ کہلاتے تھے اور یہیں سے ان کا نام مہتم پڑ گیا۔ (14) پہلے مہتہ کو برخاست کیا گیا جو جالندھر میں مہت پور کے مقام پر آباد ہوا۔ اس کی اولادوں نے جب دریاؤں کے کناروں پر "سر" (کانا) کی وافر مقدار دیکھی تو وہ ایسی ہی جگہوں پر نقل مکانی کر گئے' اور "سر" میں کام کرنا ان کا مرکزی پیشہ بن گیا۔ ضلع (قصور) میں جب وہ مستقلاً آباد ہوئے تو اس وقت تک نکی سردار غالب نہیں آئے تھے۔ انہوں نے "چادر ڈالنا" رسم کے تحت بیوہ کے ساتھ شادی کرنے کی روایت اختیار کی اور یوں شودر ہوگئے۔ وہ بہروپئے بھی کہلاتے ہیں' جو لفظ "بھو - روپ - یئے" کی بگڑی ہوئی شکل ہے۔ اس کا مطلب مختلف طرز ہائے حیات والے افراد ہیں' کیونکہ انہیں جو کام بھی ملتا کر لیتے تھے۔ جنرل کننگھم "ہسٹری آف دی سکھس" کے صفحہ 17 پر لکھتے ہیں۔ "

جفاکش ہندو مہتم ابھی تک خاندان سے خاندان اور گاؤں سے گاؤں
تک مشرق کی طرف راوی اور چناب سے پرے نقل مکانی کر رہے
ہیں۔" یہ بات مہتموں کو مشرق کی بجائے مغربی نسل قرار دیتی ہے
جس کا وہ دعویٰ کرتے ہیں۔ ان کے متعدد (19) دیہات ہیں' جن میں
سے بیشتر کی حالت کافی بہتر ہے۔ جس جگہ پر وہ پورے گاؤں کے
مالک نہیں وہاں چھپروں کے علیحدہ جھنڈ میں مرکزی "آبادی" سے
کچھ فاصلے پر رہتے ہیں۔ جنگلی سور پکڑنے میں وہ بڑے ماہر ہیں'
لیکن سیلاب زدہ زمینوں پر جنگل کاٹنے میں وہ کہیں زیادہ آگے بڑھ
گئے ہیں۔ اگرچہ وہ جفاکش ہیں لیکن اس کے باوجود کنوئیں کھودنے پر
کوئی توجہ نہیں دیتے اور سیلاب زدہ زمینوں پر کاشتکاری کو ترجیح دیتے
ہیں۔ وہ جھگڑالو' چھوٹی موٹی چوریوں کے عادی' درمیانے قد کاٹھ اور
گٹھیلے بدن والے ہیں۔"

بنجاروں کا ایک بہروپ قبیلہ ہے یا جیسا کہ انہیں پنجاب میں لبانہ کہا جاتا ہے۔ ستلج
کے لبانے اور مہتم آپس میں قریبی مماثلت رکھتے ہیں۔ "ر - سر: آف این ڈبلیو ایف پراو نسز
" جلد اول کے صفحہ 54 پر بہروپ بنجاروں کے متعلق ایلیٹ کا بیان نہایت حیران کن طور
پر گوجرات کے ان بہروپیا مہتموں سے میل کھاتا ہے جن کا ذکر کیپٹن میکنیزی
(Mackenzie) نے اس ضلع پر اپنی سیٹلمنٹ رپورٹ کے سیکشن 71 میں کیا ہے۔
اور بحیثیت مجموعی یہ امکان لگتا ہے کہ جس صورت میں ستلج گروپ کا راجپوتانہ سے اوپر کی
طرف آنا ممکن ہے اسی صورت میں مہتم بنجارے یا لبانے ہوں' جبکہ دامن کوہ والے
گروپ میں وہ محض زیریں پہاڑیوں کے بنجاروں کا ہی ایک مغربی تسلسل ہیں۔ میرے خیال
میں یہ امکان زیادہ غالب ہے کہ' جس طرح جالندھر کے مہتم اپنا ماخذ جموں سے قرار دیتے
ہیں' گوجروں سے راہون فتح کیا' اور پھر کم از کم پانچ سو سال قبل غوریواہا راجپوتوں نے
انہیں وہاں سے نکال باہر کیا۔ اس کے ساتھ ساتھ میں یہ بھی کہوں گا کہ ہوشیار پور اور
نواح کے مہتموں ستلج کے مہتموں سے کہیں اعلیٰ سماجی حیثیت کے حامل نظر آتے ہیں اور
ممکن ہے یہ دونوں واقعی علیحدہ علیحدہ ہوں۔ درحقیقت سردار گوردیال سنگھ اس سے کہیں

آگے کی کوڑی لاتے ہوئے کہتے ہیں کہ ہوشیار پور کے متھوں اچھا راجپوت خون ہیں' تاہم وہ کھیتی باڑی اور کریوا کی رسم اپنا کر اپنی ذات سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ اور یہ کہ ان کی سماجی حیثیت راجپوتوں سے بہت زیادہ پست نہیں۔ ان کے خیال میں یہ نام غالباً مہتہ سے ماخوذ ہے جو پہاڑیوں کے راجپوتوں میں ایک احترام کا لقب ہے۔ یہ بات اوپر مذکور منٹگمری کی روایت سے میل کھاتی ہے۔ مسٹر اینڈرسن بھی ہوشیار پور کے متے کو اعلیٰ سماجی حیثیت والے بتاتے ہیں۔ دوسری طرف مسٹر ولسن کہتے ہیں کہ سرسا کے لبانے ستلج والے متھوں کے ساتھ تعلق کے مفروضہ کی تردید کرتے اور انہیں اپنے سے نہایت کمتر خیال کرتے ہیں۔ یہ نکتہ مزید جانچ پڑتال کا متقاضی ہے' خصوصاً ان اضلاع میں جہاں یہ طبقات آپس میں ملتے ہیں۔ قبیلوں کے تفصیلی جدول بلاشبہ اس سوال پر روشنی ڈالیں گے۔

سرارا (ذات نمبر118)

ممکنا طور پر یہ وہی افراد ہیں جن کے بارے میں "پہاڑی خدمتگاروں" کے ضمن میں "سریرا" کے زیر عنوان بات کی گئی ہے۔ لیکن میں نے انہیں علیحدہ کیا کیونکہ ان کی مماثلت قطعی نہیں۔ ہزارہ میں ملنے والے سرارے جہمال میں آباد نسل سے تعلق رکھتے ہیں' یا ہزارہ کی سرحد پر کشمیر کے پہاڑی علاقہ سے۔ میجر ویس کے مطابق ان کا تعلق اسی خطہ کے ڈھنڈ' ستی اور کرال کے نسلی گروپ ہی سے ہے۔ شاید انہیں کرالوں کے ساتھ رکھنا زیادہ بہتر ہوتا۔ وہ مرکزی طور پر تحصیل ایبٹ آباد میں پائے گئے' جہاں وہ خالصتاً" زراعتی ہیں۔ وہ سب مسلمان ہیں۔

گھوسی (ذات نمبر125)

مجھے یقین ہے کہ گھوسی ایک اہیر قبیلہ ہے' لیکن پنجاب میں یہ نام صرف مسلمانوں کے لئے مستعمل ہے اور عموماً" اس مذہب سے تعلق رکھنے والے کسی بھی گوپال یا گوالے پر بالکل اسی طرح لاگو ہوتا ہے (چاہے وہ گوجر' اہیر یا کسی بھی اور ذات کا ہو) جس طرح گوالا کا استعمال ہندو گوپال کے لئے ہوتا ہے۔ گھوسی خاص صرف مشرقی اضلاع میں ملے' اگرچہ مغرب کی طرف بڑی چھاؤنیوں میں بھی چند ایک بکھرے پڑے ہیں۔ لیکن میرے کاغذات کے مطابق راولپنڈی ڈویژن کے لئے دکھائے گئے 235 افراد کا اندراج بطور "گھسیارا" یعنی

گھاس کاٹنے والا ہوا' جبکہ ملتان ڈویژن کے 337 کو غالباً اہیر کے لئے بطور ہیر / ہر دکھایا گیا۔ میں اس بات کی وضاحت نہیں کر سکتا کہ یہ گھوسی میں کیسے شامل ہوگئے۔ ایسا میری ہدایت پر نہیں کیا گیا۔ کہتے ہیں کہ ہندو ایک مسلمان گھوسی سے خالص دودھ تو خرید لیں گے لیکن اگر اس میں پانی ملائے جانے کا شک ہو جائے تو واپس کر دیں گے' کیونکہ وہ اس کے ہاتھ سے پانی ہرگز نہیں پیتے! گھوسی بہر صورت پنجاب میں خالصتاً" گلہ بان ذات ہیں' تاہم کہیں کہیں قصاب بھی۔

گدی (ذات نمبر81)

ان اعداد و شمار میں دو بالکل مختلف طبقات کے افراد شامل نظر آتے ہیں۔ دہلی' کرنال اورانبالہ کے مسلمان گدی بدیہی طور پر جمنا و گنگا کی بالائی دوآب میں ملنے والے قبیلے گھوسی سے کافی قریبی مماثل' اور شاید انہی کی طرح اہیروں کی ایک ذیلی شاخ ہیں۔ انہیں گدی کی طرح گادی بھی یکساں کثرت کے ساتھ کہا جاتا ہے۔ موروثی پیشے کے اعتبار سے وہ گوالے ہیں' لیکن کرنال میں جہاں ان کی تعداد سب سے زیادہ ہے' وہ بطور کاشتکار آباد ہوگئے اور کئی دیہاتوں کے مالک ہیں۔ وہ غریب کسان ہیں۔ ایک اور گڑ بڑ کا باعث شاید یہ امر حقیقت ہو سکتا ہے کہ کسی اور ذات کی عورت کے بطن سے جنم لینے والی ایک راجپوت باپ کی اولاد (جس کے ساتھ اس نے کریوا کے تحت شادی کی ہو) گڑا کہلاتی ہے۔ دراصل ان دونوں طبقات کو آپس میں ملانے والا تعلق یہیں پر ملنا عین ممکن ہے۔ بہرصورت لفظ گدی جس طور پنجاب خاص میں استعمال ہوتا ہے' اس کا اطلاق کانگڑہ اور چمبہ کے درمیان سلسلہ کوہ اور موخرالذکر ریاست میں آباد انہی افراد کے سلسلہ پر ہوتا ہے۔ یہ اصطلاح عمومی طور پر اس خطہ سے تعلق رکھنے والے ہر باشندے پر لاگو ہوتی ہے' لیکن حقیقی گدی (جنہیں جنرل کننگھم قدیم گنداریدے یا گنگاریدے سے ملانے پر مصر ہیں) واضح طور پر کھتری ماخذ سے ہیں۔ مسٹر بارنز انہیں یوں بیان کرتے ہیں:

> "گدی پہاڑیوں میں ایک انتہائی زبردست نسل ہیں' خدوخال' آداب' لباس' لب و لہجہ میں باقی ساری آبادی سے **بالکل مختلف**۔ گدی بالخصوص چمبہ کو کانگڑہ سے جدا کرنے والے برف پوش سلسلے

میں رہتے ہیں۔ چند ایک بھٹکتے ہوئے نیچے وادیوں میں آ گئے' لیکن بہت بڑی اکثریت اوپر چوٹیوں پر رہتی ہے۔ وہ 3500 یا 4000 سے 7000 فٹ کی بلندی تک پائے گئے۔ اس قدر بلندی پر کاشتکاری نہ ہونے کے برابر ہے۔ سلسلہ کوہ کی بڑھتی ہوئی چڑھائیاں ناقابل عبور رکاوٹیں ہیں۔ ان کی اپنی ایک روایت کے مطابق انکا مورث اعلیٰ پنجاب سے آیا تھا' اور یہ کہ مسلمان یلغار کے دور ہراس میں شہروں کی آبادی نے حملہ آوروں کی آمد سے قبل کھلے میدانوں سے نکل کر ان پہاڑی سلسلوں میں پناہ لے لی جو اس وقت تقریباً بے آباد تھے۔ گدی کی اصطلاح ایک نسبی نام ہے جس میں برہمن' کھتری اور چند ایک راجپوت شامل ہوتے ہیں۔ تاہم اکثریت کھتری ہے اور ذات کی ذیلی تقسیم موجودہ دور میں پنجاب کے میدانوں میں آباد کھتری قبائل کے ساتھ پوری طرح تعلق رکھتی ہے۔ غیر خالص ذاتوں کو گدی کی بجائے بدی' پی' ہالی' وغیرہ ناموں سے جانا جاتا ہے۔ وہ ایک غیر گلہ بان۔ نیم زراعتی نسل ہیں۔ ان کی دولت کا بہت بڑا حصہ بھیڑ بکریوں کے ریوڑوں پر مشتمل ہے جنہیں وہ نصف سال (موسم سرما میں) کانگڑہ کی وادیوں میں چرواتے اور باقی نصف سال سلسلہ کوہ کے پار چمبہ کے علاقوں میں ہانک کرلے جاتے ہیں۔ وہ اس طرف اور چمبہ میں بھی زمینوں کے مالک ہیں' اور پہلے دنوں میں دونوں ریاستوں کے مطیع سمجھے جاتے تھے۔ عہد حاضر میں ہمارے راج نے چمبہ کے سردار کا دور حاکمیت مادی اعتبار سے کمزور کر دیا ہے' اور متعدد سارا سال سلسلہ کے اس طرف چمبہ کی حاکمیت کو خاطر میں لائے بغیر پھرتے رہتے ہیں۔ ان سادہ لوگوں میں ایک قانون تھا کہ جب بھی انہیں کانگڑہ حکام کی طرف سے کوئی جرمانہ ہوا تو وہ اس کی ادائیگی چمبہ کے خزانہ میں کریں گے۔ مجھے ڈر ہے کہ ہماری ریتوں نے انہیں زیادہ آزاد روی سکھا دی ہے اور اس روایت کی خلاف ورزی

پابندی سے زیادہ عام ہے۔ متعدد گدی کانگڑہ میں موسم سرما کی فصلیں یا گندم کاشت کرتے اور "برموز" میں موسم گرما یا برسات کی فصلیں اگانے کے لئے اپنے ریوڑ لے کر واپس لوٹتے ہیں، کیونکہ اس وقت دوسری طرف والا علاقہ اس قابل ہو چکا ہوتا ہے۔ وہ سبھی اونی کپڑے پہنتے ہیں اور انہیں اپنے گھر میں ہی ریوڑوں سے حاصل کردہ اون سے تیار کرتے ہیں۔ مرد سر پہ ایک شاندار اونچی ٹوپی رکھتے ہیں۔ شدید موسم میں کان ڈھانپنے کے لئے اس ٹوپی کے ساتھ پلے لگے ہوتے ہیں۔ سامنے والا حصہ اکثر خشک پھولوں کے ہار یا Impeyat، تیتر کے پروں یا جنگلوں میں اگنے والے طفیلی پودوں کے بیجوں سے مزین ہوتا ہے۔ ان کا باقی لباس بہت کشادہ، ڈھیلے ڈھالے اور کالی اونی ڈوری کے ساتھ کمر پر بندھے ہوئے گھگرے پر مشتمل ہوتا ہے۔ گدی اس گھگرے میں بہت سی متفرق اشیاء رکھتا ہے۔ اس کا کھانا غیر دباغت شدہ چمڑے کی تھیلی میں نومولود میمنوں کے ساتھ بندھا ہوتا ہے، اور شاید اخروٹ یا آلوؤں کا تحفہ اس کے مالک کے لئے عام چیز ہیں۔ اس کی ٹانگیں عموماً ننگی ہوتی ہیں، لیکن وہ کبھی کبھار اونی پائجامہ پہنتا ہے جو گھٹنوں کے پاس سے بہت کھلا اور ٹخنوں کے پاس سے بہت تنگ ہوتا ہے تاکہ چلنے اور ٹانگوں کی حرکت میں رکاوٹ نہ پیدا ہو۔ عورتیں بھی ایسا ہی، لیکن ٹخنوں تک پہنچتا ہوا گھگرا پہنتی ہیں، جو ویسی ہی اونی ڈوری کے ساتھ کمر پر بندھا ہوتا ہے۔ سادہ اور عمدہ دونوں صورتوں میں ان کے ملبوسات جسم پر کافی چست ہوتے ہیں۔ وہ ایک "چدر" (چادر) کندھوں پر اوڑھتے ہیں اور کبھی کبھار اسے پگڑی کی صورت میں سر پہ باندھ کر سجاوٹ کے طور پر ایک لمبا سا کونا پیچھے لٹکا دیتے ہیں۔ گدی نہایت سادہ اور پارسا نسل ہیں، حتیٰ کہ پہاڑی آبادی کے درمیان بھی وہ سچائی کے لئے اپنے واضح احترام کی وجہ سے تعریف کے مستحق ہیں۔ جرائم ان

میں نہ ہونے کے برابر ہیں۔ ان کی عورتیں نیک اور سادہ لوح اور شاذ ہی اپنے خاوندوں سے بے وفائی کرتی ہیں۔ کوہستانی خطوں تمام باشندوں کی طرح وہ اپنے انداز و اطوار میں صاف گو اور شاداں ہیں ---- وہ متواتر میل ملاپ کرتے' گاتے اور اپنے مخصوص انداز میں ناچتے ہیں۔ وہ شراب کے بہت رسیا ہیں۔ ان بامسرت اجتماعات کے مواقع پر شراب کے جرعوں سے قدرتی ترنگ میں بہت اضافہ ہو جاتا ہے۔ شخصیت میں وہ ایک جاذب نظر نسل ہیں۔ عورتیں اکثر بہت صاف رنگ کی اور حسین ہیں ---- ان کے نقوش کومل' تاثرات تقریباً ہمیشہ دھیمے اور دل موہ لینے والے ہیں۔ گدی مقدس دھاگا پہنتے اور ہندو روایات و پابندیوں پر کوہ ہمالیہ کی بالائی چوٹیوں کے باشندوں کی نسبت زیادہ سختی سے کاربند ہیں۔ وہ بہت زیادہ مخلوط نسل نہیں اور چمبہ کے خاصے بڑے حصہ تک محیط' کانگڑہ کے برف پوش پہاڑوں پر آباد ہیں۔ اس کے علاوہ راوی پار کی بدروز پہاڑیوں کے جنوبی رخ پر بھی ملے۔ ان کی مخصوص ذات "کھتری" اور لاہور سے فوری اوپر کے سلسلہ کوہ میں سماجی حیثیت اس روایت کی حمایت کرتی ہے کہ وہ اپنی اصلیت میں مسلمان حملوں سے قبل میدانی شہروں سے بھاگ کر یہاں آئے ہیں۔"

وہ تقریباً سبھی گڈریئے ہیں اور کسی بھی لحاظ سے میدانوں کے کھتریوں سے کوئی مماثلت نہیں رکھتے۔ تمام گدی ہندو ہیں' لیکن مقامی طور پر "جاندرے" یا کھدر پوش ہندو سے علیحدہ کئے جاتے ہیں۔ کھتری اور راجپوت گدی باہم ازدواج کرتے ہیں' اور بعض جگہوں پر تو برہمن گدی کھتری گدی عورت کے ساتھ بھی شادی کرلے گا۔ کھتری یا حقیقی گدی تمام طبقات میں بہترین اور "گلہ بانوں میں سب سے اعلیٰ' امیر ترین اور نہایت بارسوخ لوگ" ہیں۔ ان کے حقیقی گھر چمبہ میں کانگڑہ کی نسبت راجپوت اور برہمن گدی کی کم تعداد غیرامکانی نہیں۔ گدی لوگ سادہ اور اجڈ ہیں۔ ایک محاورہ یوں ہے: "گدی ایک خوش خصلت احمق ہے' آپ اس سے ٹوپی مانگیں تو وہ اپنا کوٹ دے دیگا۔" اور پھر "بے

بشر علاقہ (No Mans Land) میں کوئی گوجروں اور گدیوں کو دوست بنا لیتا ہے۔"

بدیسی نسلیں

جن گروپوں کی تعداد آگے جدول نمبر 24 میں دی گئی ہے انہیں میں نے بدیسی نسلوں کا عنوان اس لئے دیا ہے کیونکہ ان کے نام انڈیا میں بالکل غیر ملکی ہیں اور وہ زیادہ تر بیرونی ماخذ کا دعویٰ کرتے ہیں۔ اب ہم اس بات پر غور کریں گے کہ انہیں کس حد تک ان ناموں پر کس قدر کم استحقاق حاصل ہے۔ سیدوں کو اس گروپ میں شامل کیا جا سکتا تھا' لیکن انہیں مذہبی ذاتوں میں شمار کیاگیا۔ موجودہ گروپ کو تین حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے : عرب اور شیخ' ترک اور مغل' غلام اور قزلباش۔ آخری دو اور غالباً عرب اور ترک حقیقی بدیسی ہیں' اور اپنے ناموں کے بہتر دعویدار۔ لیکن شیخ اور مغل محض دکھاوے کے ہیں۔ کسی ہندو کے لئے جو کچھ راجپوت ہے وہی کچھ کوئی شیخ' سید اور پنجاب کے مغرب میں مغل مسلمان کے لئے ہے۔ اور پست ذات میں سے ہر اسلام قبول کرنے والا جو خود کو عظیم المرتبت بنانے کا خواہش مند ہوتا ہے ان میں سے کوئی ایک نام اختیار کر لیتا ہے۔ جبکہ ایسے قبائل جن کا ماخذ بہت ادنیٰ ہے یا محو ہو چکا ہے وہ اپنا سلسلہ نسب حضرت محمدؐ کے لوگوں یا انڈیا کے کسی بھی مسلمان فاتح سے ملا لیتے ہیں۔ جیسا کہ مسٹر تھامسن کہتے ہیں:
"نسلی تفاخر نے کوئی نہ کوئی شاہی جدامجد ایجاد کرلیا' اور بت پرست اجدادیت میں شامل ہونے سے بچنے کے لئے مذہبی تفاخر ایک دائمی تحریص ہے۔"

عرب (ذات نمبر 140)

عربوں کا اندراج مرکزی طور پر ملتان اور پشاور ڈویژنوں سے کیا گیا۔ وہ غالباً بمبئی سے آنے والے عرب تاجر ہیں' جہاں مجھے یقین ہے کہ حقیقی عرب نسل کے افراد کافی تعداد میں ہیں۔ ان کا براہ راست عرب سے ورود نہ ہونا اس امر سے عیاں ہوتا ہے کہ صرف 63 افراد کی مادری زبان عربی ہے۔ پنجاب میں پائی جانے والی ان کی کل تعداد کا نصف صرف

جدول نمبر 24 - بدیسی نسلیں

ذات نمبر	140	17	126	37	130	181
	عرب	شیخ	ترک	مغل	غلام	قزلباش
دہلی	-	50195	5	5806	-	-
گڑگاؤں	-	10157	-	1317	-	-
کرنال	-	13789	-	597	-	-
حصار	-	3983	-	492	-	-
روہتک	-	8334	-	414	-	-
سرسا	-	2783	-	694	-	-
انبالہ	-	28920	-	855	-	-
لدھیانہ	19	6129	-	677	-	-
شملہ	-	3676	-	160	-	-
جالندھر	-	9720	-	1662	-	-
ہوشیارپور	-	6839	-	1400	-	-

↓

ذات نمبر	140	17	126	37	130	181
	عرب	شیخ	ترک		غلام	قزلباش
کانگڑہ	-	1792	-	289	-	-
امرتسر	-	8280	-	2546	-	-
گورداسپور	-	10468	157	2450	-	-
سیالکوٹ	-	11636	2	4537	-	-
لاہور	3	17853	95	3676	-	33
گوجرانوالہ	-	8557	-	827	-	-
فیروزپور	-	6806	-	1103	-	-
راولپنڈی	17	25524	188	25169	-	-
جہلم	-	8412	-	11222	-	-
گجرات	-	7906	-	5290	-	-
شاہ پور	-	7499	-	2335	-	-
ملتان	475	12649	1	4601	99	-
جھنگ	-	5337	-	3122	-	-
منٹگمری	35	4740	1	1620	-	-
مظفرگڑھ	297	5046	-	576	-	-
ڈیرہ اسماعیل خان	22	5713	1	676	-	10

ڈیرہ غازی خان	32	4680	5	495	-	-
بنوں	-	11391	-	759	-	-
پشاور	1418	9576	83	4538	3347	389
ہزارہ	23	5098	2996	5297	-	-
کوہاٹ	-	4428	1	153	-	9
برطانوی علاقہ	2342	327928	3535	95361	3446	441
پٹیالہ	-	14603	-	1854	-	-
نابھا	-	2229	-	341	-	-
کپور تھلہ	-	2447	-	606	-	-
جند	-	3150	-	926	-	-
کل مشرقی میدان	-	26214	-	4517	-	-
بہاولپور	-	14248	-	2523	-	-
چمبہ	-	2169	-	119	-	-
کل پہاڑی ریاستیں	-	3945	-	578	-	-
برطانوی علاقہ	2342	327928	3535	95361	3446	441
دیسی ریاستیں	-	44407	-	7618	-	-
صوبہ	2342	372335	3535	102979	3446	441

پشاور میں ہے۔ اس میں حیران ہونے کی بات نہیں کیونکہ پشاور ایک ایسا شہر ہے جس میں تقریباً ہر ہر مشرقی قوم کے نمائندے مل سکتے ہیں اور یہ شہر انڈیا اور ایشیاء کی نصف راہ پر واقع ہے۔ ممکن ہے ہمارے چند شیخوں نے خود کو (چاہے درست یا غلط طور پر ہی) عرب درج کرایا ہو، لیکن میں اسے قرین قیاس خیال نہیں کرتا۔ حقیقی شیخ یقیناً عربی النسل ہیں، لیکن مجھے یقین ہے کہ ایسے افراد کی پنجاب میں آباد کاری کو کافی عرصہ گزر چکا ہو تو وہ خود کو ہمیشہ شیخ یا قریشی کہتے ہیں، عرب نہیں۔

شیخ (ذات نمبر17)

شیخ عربی زبان کا لفظ ہے جس کا مطلب بزرگ یا سردار ہے، اور عرب کے قبائل میں یہ پنجاب والوں کے چودھری کا مترادف ہے۔ لہٰذا یہ نام صرف عرب نسل تک ہی محدود ہوگا اور قبائل کافی عمومی طور پر ایسا ہی کرتے ہیں۔ لیکن اس کے کافی بے تک استعمال نے اسے بہت پست درجہ کر دیا۔ قبول اسلام کرنے والا راجپوت یا جٹ اپنی ذات کا نام برقرار رکھتا اور راجپوت یا جٹ ہی رہتا ہے، تاہم میں ایسے مسلمان راجپوتوں کو جانتا ہوں جو غربت کا شکار ہوگئے اور جولاہے کا پیشہ اپنا کر شیخ کہلانے لگے، بہرحال جب بھی وہ آئے گاؤں کی برادری نے انہیں رشتہ دار ہی تسلیم کیا۔ اسی طرح کوئی اچھوت یا ناپاک پیشے سے وابستہ شخص مسلمان ہونے کے بعد اپنا پیشہ بدستور وہی رکھتا ہے، یا کم از کم اسے چھوڑ کر کوئی نسبتاً" کم ذلت آمیز درجہ کا پیشہ اختیار کر لیتا ہے تو اپنی ذات کا نام بھی برقرار رکھتا ہے۔ یا بالکل نئے نام سے جانا جاتا ہے، مثلاً دیندار یا مصلی۔ لیکن ان دو انتہاؤں کے درمیان والا طبقہ اپنی نسل پر اتنا فخر مند ہے نہ انہیں کوئی خواہش ہے، اور نہ ہی وہ اپنے پیشے کی وجہ سے اس قدر پستی کا شکار ہیں کہ انہیں اپنی اصل ذات کا نام برقرار رکھنے پر مجبور کیا جا سکے۔ عمومی طور پر اسلام قبول کرتے ہی پرانا نام ترک کر کے شیخ کا نام اپنا لیتے ہیں۔ فارسی کی ایک کہاوت ہے: "پچھلے سال میں جولاہا تھا، اس سال شیخ ہوں اور اگر قیمتیں اچھی رہیں تو اگلے سال سید ہو جاؤں گا۔" مزید برآں، انڈین ماخذ کے متعدد کمتر زراعتی مسلمان قبائل نے خصوصاً صوبہ کے مغرب میں عرب نسل کا دعویٰ کیا، اور اگرچہ وہ اب بھی اپنے قبائلی نام سے جانے جاتے ہیں لیکن انہوں نے غالباً یا یقیناً حالیہ مردم شماری

میں اپنا اندراج بطور شیخ کرایا۔ ان موخرالذکر صورتوں میں انہوں نے ہر امکانی اعتبار سے اکثر و بیشتر اپنا قبائلی نام ان شیخوں کی ذیلی شاخ کے طور پر بتایا جن سے ان کا تعلق تھا۔ قبیلوں کے تفصیلی جدولوں کی اشاعت کے بعد ہمارے شیخوں کے اعداد و شمار پر کافی روشنی ڈالی جا سکے گی۔ فی الحال چند ایک سب سے بڑی ذیلی شاخوں کی جانچ پڑتال ہی کی جا سکی۔ ان اعداد و شمار کے متعلق غیریقینی پن کے لئے ایک اعتبار سے میں خود بھی ذمہ دار ہوں۔ ایسے مخصوص زراعتی قبائل موجود ہیں جن کا قریشی ہونے کے لئے دعویٰ درست نظر آتا ہے (مثلاً منٹگمری کے کھگہ اور ہانس) اوران افراد کو میں نے شیخ میں شمار کیا۔ ایسا کرنا صریحاً غلط تھا' لہٰذا میں ذیل میں ان کی الگ تعداد بھی دوں گا۔ ان کے ساتھ میں شیخوں کی کچھ بڑی بڑی ذیلی شاخوں پر بات کروں گا جن کا اندراج ہمارے کاغذات میں کیا گیا۔ یہاں پر دیئے گئے نام بہت سی صورتوں میں شیخ کی اصل اصطلاح سے کم گمراہ کن نہیں ہیں۔ ملتان اور ڈیرہ جات ڈویژنوں میں خود کو جٹ بتانے والے شیخوں کو جدول نمبر 9 میں دکھایا گیا ہے۔

کچھ علاقوں میں شیخ بہترین کردار کے حامل نہیں۔ روہتک میں ان کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ "کمال بے اعتنائی کے ساتھ ہماری فوجوں اور جیلوں کے لئے بھرتی مہیا کرتے ہیں۔" اور ڈیرہ اسماعیل خان میں نومسلم شیخوں کو ایک "کاہل اور غیرکفایت شعار کاشتکاروں کا طبقہ" بیان کیا جاتا ہے۔ تاہم' جنوب مغربی اضلاع کے حقیقی قریشی عموماً" انتہائی اثرورسوخ رکھتے اور تقدیس میں کافی بلند کردار کے حامل ہیں۔ ملتان کے مشہور بزرگ حضرت بہاء الحق کی اولادیں ایسی ہی ہیں جو ہاشمی قریشی کے طور پر جانی جاتی ہیں اور جن کے خاندان کو سر لیپل گریفن نے "دی چیفس آف پنجاب" کے صفحہ 490 پر بیان کیا ہے۔ وہ مرکزی طور پر ملتان' جھنگ اور مظفر گڑھ اضلاع میں پائے گئے۔

قریشی شیخ کے تحت شامل قبائل اور ذاتیں:

ذیل میں ان افراد کی تعدادیں ہر ضلع میں دی جارہی ہیں جنہوں نے اپنا اندراج بطور قریشی کروایا:

قریشی شیخ

ضلع	تعداد	ضلع	تعداد
دہلی	19355	جہلم	3634
گڑگاؤں	3977	گجرات	4000
روہتک	1212	شاہ پور	4276
سرسا	1701	ملتان	6100
انبالہ	16629	جھنگ	3987
لدھیانہ	1076	منٹگمری	2199
شملہ	1322	مظفرگڑھ	3265
جالندھر	3616	ڈیرہ اسماعیل خان	2436
ہوشیار پور	1977	ڈیرہ غازی خان	1730
امرتسر	12309	بنوں	8666
گورداسپور	2043	پشاور	3601
سیالکوٹ	2103	ہزارہ	2433
لاہور	13330	کوہاٹ	2342
گوجرانوالہ	2343	پٹیالہ	5874
فیروز پور	3401	بہاولپور	3901
راولپنڈی	12420	دیگر اضلاع اور ریاستیں	4536
		کل تعداد	161854

قریشی ایک عرب قبیلہ ہے۔ حضرت محمدؐ کا تعلق بھی اسی سے تھا، نتیجتاً" اپنا سلسلہ نسب ملانے کے لئے یہ پسندیدہ ترین ہے۔ اس وجہ سے یہ خطرہ ہے کہ خود کو قریشی بتانے والوں میں سے کچھ ہی اس نام کے حقیقی حقدار ہوں گے۔ اپنا اندراج اس طور پر کروانے والوں میں سے متعدد کا دعویٰ ہے کہ وہ دوسرے خلیفہ حضرت عمر فاروقؓ کی نسل فاروقی یا پہلے خلیفہ حضرت ابوبکرؓ کی نسل صدیقی ہیں۔ متذکرہ بالا دونوں خلفاء کا تعلق بھی قریشی قبیلہ سے تھا۔ صدیقی اکثر صدقی کے ساتھ غلط ملط ہو جاتا ہے جس کا مادہ بھی یہی اور مطلب "سچا" ہے۔ لیکن بہرصورت پنجاب کے مشرق میں یہ قبول اسلام کرنے والے اہل انڈیا کو اصل

مسلمان مہاجروں سے ممیز کرنے کے لئے نومسلم کے معنوں میں ہی استعمال ہوتا ہے۔

نومسلم

اس کا مطلب محض نیا مسلمان ہے اور ہمارے شیخوں میں سے صرف 3491 نے خود کو شیخ نومسلم درج کروا کر اپنا درست ماخذ تسلیم کیا۔ یہ افراد صوبہ بھر میں تھوڑی تھوڑی تعداد میں بکھرے پڑے ہیں' لیکن 1437 بہاولپور میں ہیں۔

انصاری

انصاری یعنی مددگار مدینہ کے ان اہل ایمان کو دیا گیا لقب تھا جنہوں نے مکہ سے ہجرت کے بعد حضرت محمدؐ کو خوش آمدید کہا تھا۔ ان افراد سے اپنا سلسلہ جوڑنے والے خود کو انصاری کہتے ہیں۔ ہمارے شیخوں میں سے 7215 تک افراد نے اپنا اندراج اسی طور کروایا' ان میں سے 1501 انبالہ 1539 ملتان اور باقی صوبہ بھر میں ادھر ادھر بکھرے ہوئے ہیں۔ پانی پت کے شیخوں کا ایک بہت بڑا حصہ خود کو انصاری کہتا ہے' لیکن اب وہ خود کو مہاجرین بتاتے ہوئے پائے گئے۔

مہاجرین

رسول اللہؐ کے ہمراہ مکہ سے ہجرت کرکے آنے والے اہل ایمان کو مہاجرین کہا گیا اور ان کی نسلیں اس لقب کو ہنوز اپنائے ہوئے ہیں۔ ضلع کرنال میں 8560 فراد نے خود کو یہی لکھوایا اور بلاشبہ یہ وہی پانی پت والے افراد تھے جن کی طرف اوپر اشارہ کیا گیا ہے۔

ہانس

ہانس ان قبیلوں میں سے ایک ہے جن کو شیخوں میں شامل کرنے کا مجھے بہت افسوس ہے۔ ہمارے اندراجات کے مطابق ان کی تعداد ضلع ملتان میں 622، ضلع جھنگ میں 7، ضلع منٹگمری میں 269، یعنی کل 897 ہے۔ لیکن یہ کافی ممکن ہے کہ متعدد ہانس نے خود کو شیخ یا قریشی درج کرایا' ہانس نہیں کیونکہ وہ قریشی النسل ہونے کے دعویدار ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ وہ عرب سے ہجرت کرکے افغانستان اور وہاں سے پنجاب میں آکر ضلع منٹگمری میں بکا

سدھار کے مقام پر آباد ہوئے۔ عالمگیر کے دور میں ہانس قبائل نے اپنے سردار شیخ قطب کی سرکردگی میں ضلع کے ایک حصہ پر آزاد حکومت قائم کی اور سکھوں کے عہد تک اپنی آزادی برقرار رکھی۔ جب اٹھارہویں صدی کے وسط میں ان علاقوں کو سیراب کرنے والی ندیاں سوکھ گئیں تو انہیں اپنا گھر چھوڑنا پڑا۔ موجودہ دور میں ان کے پاس ایک بھی پورا گاؤں نہیں اور نہ ہی کوئی سابق اثرورسوخ باقی بچا ہے۔

کھگہ

کھگہ قبیلے کو میں نے شیخوں میں شمار کیا لیکن انہیں علیحدہ رکھنا بہتر تھا۔ ان کی کل تعداد 903 ہے۔ ضلع ملتان میں 672، ضلع جھنگ میں 5، ضلع منٹگمری میں 172 اور ضلع مظفر گڑھ میں 54۔ لیکن غالباً یہاں بھی ان میں سے بہت سوں نے خود کو شیخ یا قریشی بتایا۔ مسٹر پرسر انہیں یوں بیان کرتے ہیں: "کھگے ضلع منٹگمری میں ملتان پر رنجیت سنگھ کی فتح کے بعد آئے۔ وہ قریشی ہونے کے دعویدار اور محمد عراق کے معتقد جلال الدین کو پہلا کھگہ بتاتے ہیں۔ کھگہ کا مطلب ایک خاص قسم کی مچھلی بتایا جاتا ہے' اور یہ نام جلال الدین کو اس کے روحانی استاد نے اس موقع پر دیا جب اس نے ایک کشتی کو طوفان سے بچا لیا تھا۔"

نیکو کارا

کوکارا یا نیکوکارہ مرکزی طور پر جھنگ میں پائے گئے اور ہاشمی قریشی ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں' جو کوئی 450 سال قبل بہاولپور سے آئے تھے۔ گوجرانوالہ میں بھی ان کی زمین ہے' لیکن وہ کوئی بہت اہم قبیلہ نہیں۔ گوجرانوالہ میں ان میں سے متعدد "فقیر" ہیں اور بالعموم ایک نیم مذہبی کردار کے حامل۔

جھنڈیر

یہ بھی قریشی نسل سے بتائے جاتے ہیں' اور اگرچہ وہ کھل عام مذہبی ہدایت کار ہونے کا اعتراف نہیں کرتے' لیکن قبیلے کے لئے ایک خاص قسم کا جذبہ تقدیس پایا جاتا ہے۔ ان میں سے بیشتر پڑھ لکھ سکنے کے قابل اور خصوصی طور پر تمام برائیوں سے پاک ہیں۔ ضلع جھنگ کے انتہائی جنوب میں ان کے پاس زمین ہے۔ انہیں اس بزرگ کے درجے کا حامل

کہا جاتا ہے جس کی نسبت سے ان کا نام پڑا۔

سرائے

سرائے سندھ کے کلہوڑہ سلاطین خاندان کی نسل ہیں جو ڈیرہ غازی خان میں حاجی پور کے مقام پر آباد ہوا تھا۔ اس ضلع کے بارے میں مسٹر فرائر کی رپورٹ اور مسٹر اوبرائن کی گلاسری میں سرائے کا تھوڑا بہت ذکر ملتا ہے۔ ڈویژنل آفس نے انہیں شیخوں کے ساتھ شامل کیا اور میرے پاس ان کی تعداد الگ سے نہیں۔ ٹاڈ سرائے یا شاید محض نام کے سارئے کو ایک کورو راجپوت اور قدیم دور میں سندھ کے ایک شہزادے اور دریائے سندھ پر اروڑ کے بانی سہل کی اولادیں قرار دیتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں: "علاقے کا نام سہل یا صحر اور اس کے شہزادوں اور باشندوں کا صحرائی پڑ گیا۔" (مزید تفصیل کے لئے دیکھئے "مغربی دامن کوہ کے جٹ" کے ضمن میں۔)

میانہ

پنجاب کے مغرب میں لفظ میاں کا استعمال کسی بھی مقدس شخص کے حوالے سے ہوتا ہے اور اس کی اولادیں عموماً" خود کو میانہ بتاتی ہیں۔ اسی لئے اوپر بیان کردہ سرائے خاندان کے سربراہ کو میاں صاحب سرائے کہا جاتا ہے۔ لیکن کم از کم ہزارہ اور غالباً" سرحد کے دیگر حصوں میں کسی بھی نو مسلم کو اکثر میانہ کہتے ہیں۔ ان میں زیادہ تر کاشتکار ہیں۔ میں نے کچھ تذبذب کے بعد انہیں علامہ میں شامل کرنے کی بجائے شیخ میں شامل کیا۔ راولپنڈی میں ان کی تعداد 3282 اور ڈیرہ جات ڈویژن میں 188 ہے۔

متذکرہ بالا طبقات کے علاوہ ذیل میں بالترتیب تعداد دی گئی ذاتیں شیخ کی ذیلی شاخیں لگتی ہیں۔

ذات	تعداد	ذات	تعداد
(1) بودلہ	2435	(6) ترکھان	118
(2) داؤد پوترا	1421	(7) موچی	107
(3) کلال	270	(8) راجپوت	106
(4) اعوان	449	29 دیگر ذاتیں جو زیادہ تر پست ہیں	685
(5) ملیار	221		

انہیں مناسب جگہ پر زیر بحث لایا گیا ہے۔ بودلہ میں سے شیخ لکھوانے والے 144 حصار میں، 749 سرسا، 339 فیروزپور، 349 منٹگمری اور 254 بہاولپور میں جبکہ داؤد پوتروں میں سے 1287 ملتان میں ہیں۔ ان کے علاوہ اپنا اندراج دیگر ناموں کے تحت کرانے والوں کو شیخ میں شمار کیا گیا: شیکھرا، شیخ کی ایک متکبرانہ تصغیر، پیرزادہ، پیر کی اولاد، شیخ زادہ، شیخ کا بیٹا۔ پہلے کی تعداد صرف 383، دوسرے کی 19 اور تیسرے کی 17 نظر آتی ہے۔ لاہور ڈویژن میں بھرائیوں (ذات نمبر 48) کو نہایت غلط طور پر شیخ شمار کیا گیا، لاہور میں 1444، گوجرانوالہ میں 2256 اور فیروز پور میں 1646-

ترک (ذات نمبر 126)

ترکوں اور مغلوں کے امتیاز کے حوالے سے پہلے ہی کافی کچھ کہا جا چکا ہے، میں اس سوال پر مزید بات کرنے کی کوشش نہیں کروں گا۔ یہ کہنا کافی ہو گا کہ پنجاب میں غالباً تمام جگہوں پر ترک کا مطلب "ترکستان کا ترکمان باشندہ اور منگولیائی نسل کا" ہے۔ دہلی کے علاقہ میں مغل شہنشاہوں کو بطور ترک بتانے کے عادی دیہاتی اس لفظ کو "سرکاری" کے مترادف معنوں میں استعمال کرتے ہیں۔ اور میں نے اپنے کائستھ ذات کے ہندو کلرکوں کو صرف اس بناء پر ترک کہا جاتا سنا ہے کہ وہ سرکاری ملازم ہیں۔ بلوچ سرحد پر بھی لفظ ترک کا استعمال عموماً مغل کے مفہوم میں ہوتا ہے۔ پنجاب کے ترک عملی طور پر ضلع ہزارہ تک محدود ہیں اور وہ بلاشبہ ان کارلغ ترکوں کی بستی کے نمائندے ہیں جو تامرلین کے ساتھ (1399ء) پنجاب میں آکر ضلع ہزارہ میں پاکھلی خطہ پر آباد ہوئے۔ اس خطہ میں عیاں طور پر تناول، دھمتور اور سواتی علاقہ شامل اور سیاسی اعتبار سے کشمیر کے ساتھ منسلک تھا۔ ان افراد کو سندھ پار سے آنے والے سواتیوں اور تناولیوں نے اٹھارہویں صدی کے اوائل میں بیدخل کیا اور اب درج کئے گئے ترک بلاشبہ انہی کی اولادیں ہیں۔ ترک ایک تاتاری لفظ ہے جس کا مطلب "آوارہ گرد" ہے، لہٰذا شاعری میں سورج کو "چین کا ترک" کہا گیا یعنی مشرق کا یا "آسمان کا آوارہ گرد۔" گورداسپور کے ترکوں کا پیشہ رسی بٹنا بتایا جاتا ہے۔

مغل (ذات نمبر 37)

مغل خاص یا منگول ایک ہی نام کی محض دو مختلف صورتیں ہیں۔ یہ دونوں بابر کے

ہمراہ پنجاب میں آئے یا اس کی اولاد کے دور حاکمیت میں اس جانب کھنچ آئے۔ دہلی کے نواح میں ان کی سب سے زیادہ تعداد ملی جو اس سلطنت کا صدر مقام تھا اور مجھے یقین ہے کہ مشرقی پنجاب میں اپنا اندراج مغل کرانے والوں کی ایک بہت بڑی اکثریت کا تعلق درحقیقت اس نسل سے ہے۔ راولپنڈی ڈویژن اور بالائی سرحد میں یعنی مغل فوجوں کے راستے کے ساتھ ساتھ بھی وہ کافی تعداد میں ہیں' وہاں انہیں پنجاب کے میدانوں کی نسبت زیادہ قرابت دار لوگ ملے۔ لیکن جیساکہ اب وضاحت کی جائے گی' ان علاقوں میں مغلوں کی تعداد اس سے بہت کم ہے جو ہمارے اعداد و شمار دکھاتے ہیں۔ مسٹر مو نکٹن نے مغلوں کو یوں بیان کیا: "وہ ایک ناخوش نسل ہیں' تفاخر سے پھولی ہوئی۔ وہ سیدوں کے علاوہ باقی تمام طبقات سے' اور یہاں تک کہ ان کا ہر ہر رکن کنبہ خود کو اپنے پڑوسی سے بالاتر کہتا ہے۔ اعلیٰ نسل ہونے کے باوجود قبیلوں میں وہ خسارہ میں رہے۔ ان کے ہم سر تسلیم کئے جانے والے چبوں اور گکھڑوں جیسے لوگ ان کو حقیر جانتے ہیں' لیکن وہ خود کبھی بھی پست طبقات کی طرف نہیں جھکیں گے۔ نتیجتاً" سماجی تعلقات اکثر معطل ہوکر رہ جاتے ہیں۔" یہ بیان اتنی ہی درستگی کے ساتھ دہلی علاقہ کے مغلوں پر بھی لاگو ہوتا ہے۔ حتیٰ کہ سرحد پر بھی مغلوں کو کوئی نیک نامی حاصل نہیں: "راجپوت کاشتکار پر ظلم کرتا ہے اور کاشتکار دھرتی پر" اور پھر: "مغلوں کے رقعوں پر اعتبار نہ کرو۔ ان کے رقعوں سے پہلے فوجیں آجاتی ہیں۔"

صوبہ بھر میں مغل بہت وسیع پیمانے پر بکھرے پڑے ہیں لیکن دہلی کے علاوہ مغربی اضلاع خصوصاً راولپنڈی' جہلم اور ہزارہ میں ان کی کافی تعداد ہے۔ مقامی طور پر قبائلی ناموں سے شناخت ہونے والے کچھ ایک (جو ان کی کافی بڑی تعداد ہیں) کا تعلق زراعتی قبائل سے ہے' مثلاً گکھڑ' ستی' کیسا وغیرہ' جنہوں نے یقیناً مغل ہونے کا بے بنیاد دعویٰ کیا۔ ان میں سے متعدد پر بات ہو چکی ہے لیکن سب سے بڑھ کر پست ذات افراد میں واضح طور پر دہلی' راولپنڈی اور پشاور ڈویژنوں تک محدود ایک بالکل ویسا ہی رجحان ہے جیسا صوبہ بھر میں خود کو شیخ کہنے کا۔ لہٰذا جنہوں نے خود کو مغل بتایا ان کی ذیلی شاخوں کے درمیان ہمیں ہزارہ میں 1512 کمہار' راولپنڈی میں 1555 سینی اور 1263 رووال' جبکہ اوپر مذکور 8 اضلاع میں کم از کم 41 مختلف ذاتوں کے 2724 افراد ملتے ہیں' زیادہ تر کا تعلق پست درجہ

سے ہے۔ مغلوں میں ان کا سراغ قبیلوں کے تفصیلی جدولوں کے موٹے موٹے تجزیہ کے بعد لگایا گیا اور یہ بلاشبہ بہت وسیع پیمانے پر حقیقت کا ایک نمونہ ہے۔ میجر ولیس کی رائے ہے کہ اسلام قبول کرنے والے جٹ اکثر و بیشتر مغل کا لقب اختیار کر لیتے ہیں۔ دوسری طرف 2510 افراد نے اپنی ذات پٹھان اور قبیلہ مغل بتایا جن میں سے 1169 ضلع پشاور میں' 746 ڈیرہ جات اور 401 راولپنڈی و جہلم میں ہیں۔ تفصیلی جدولوں کی اشاعت کے بعد ان نام نہاد مغلوں کے اجزائے ترکیبی پر مزید روشنی ڈالنے میں مدد ملے گی۔ حقیقی مغلوں میں سے صرف چغتا اور برلاس کی نمائندگی پنجاب میں کافی زیادہ نظر آتی ہے' چغتا کی تعداد 23593 اور برلاس کی 12137 ہے۔ اس طور درج کئے گئے افراد غالباً حقیقی مغل ہیں۔ جن اضلاع میں ان کی تعداد زیادہ ہے ان کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے:

مغل قبائل

ضلع کا نام	چغتا	برلاس
دہلی	1618	-
امرتسر	1140	-
سیالکوٹ	-	1554
راولپنڈی	1613	1661
جہلم	2735	2304
گوجرات	590	3633
شاہ پور	1143	179
ملتان	3083	34
جھنگ	2471	4
ہزارہ	1014	141
بہاولپور	1488	

ان سے علاوہ راولپنڈی کے 1543 مغلوں نے خود کو گکھڑ اور 3861 نے کیانی بتایا۔ موخرالذکر کے نام کا تعلق بھی شاید گکھڑوں ہی سے ہے جو کبھی کبھار کیانی ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ (15) 1864ء میں کرنل کریکفورٹ نے ضلع راولپنڈی میں حقیقی مغلوں کی تعداد 2767 نفوس بتائی۔ آخری مردم شماری میں یہ تعداد 8205 تھی۔

جہلم کے قصر

اوپر مذکور گکھڑ' ستی اور دیگر ذاتیں اپنی اپنی موزوں جگہ پر بیان کی گئی ہیں۔ لیکن جہلم کے قصروں نے ایک گروہ کی صورت میں خود کو مغل درج کرایا۔ جہلم کے کم از کم 8527 مغلوں نے اپنا قبیلہ قصر بتایا۔ یہ قصر بھیال اور چوپیدہ کے نواح میں دھنی علاقہ کے شمال میں آباد ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ ان کا قدیم گھر جموں میں تھا اور انہوں نے بابر کی فوجوں میں شمولیت اختیار کر کے اپنے علاقہ کی ملکیت حاصل کی جو اس وقت تک بے آباد تھا۔ مغل ماخذ کے دعویٰ کی واضح وجہ مغل حاکموں کے ساتھ تعلق ہے۔ اور یہ بدیہی طور پر ایک نیا تصور ہے کیونکہ مردم شماری کے وقت تک وہ کوہستان نمک کا ایک قبیلہ ہونے کا غیرعام امتیاز رکھتے ہیں جو نہ راجپوت' نہ اعوان اور نہ ہی مغل نسل ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ مسٹر تھامسن نے انہیں انتقام پرور اور پرجوش نسل' انسانی زندگی سے بے پروا لیکن اچھے کاشتکار' البتہ کچھ حد تک سخت گیر زمیندار بیان کیا ہے۔ "حسد ان کی انتہائی نفرت انگیز خصوصیت ہے' ہر کنبہ سفلی درجہ کی حسد و جلن سے سرا سمہ ہے جو کبھی کبھار حیران کن کینہ کے ساتھ دلوں میں پلتی ہے اور اکثر مجرمانہ ہوس کی ذلتوں تک لے جاتی ہیں۔ یہ کہنا کافی درست ہے کہ ان میں برائیاں درجہ بدرجہ کمزور پڑ رہی ہیں۔ متعدد سردار بہت ملنسار اچھے گھوڑ سوار' شائق کھلاڑی' صاف دل رویہ اور بہتر وضع قطع والی شخصیت رکھتے ہیں۔ اور کبھی کبھار ان کے کردار کا اس قدر گھٹیا پہلو قابل فہم نہیں رہتا۔"

غلام (ذات نمبر130)

ان لوگوں کا اندراج ضلع پشاور سے 3347 کی تعداد میں غلام خانزاد نام کے تحت کیا گیا اور ملتان میں 99 کی تعداد میں صرف خانزادہ کے تحت۔ موخرالذکر خانزادہ کا ہی غلط تلفظ ہوں گے۔ پشاور والوں نے اپنے قبیلے تورخیل غلام اور ملے خیل بتائے۔ انہیں جنگ کے

دوران قیدی (غلام) بنائے گئے ان افراد کی نسل کہا جاتا ہے جن کی نسبت سے ان کا یہ نام پڑا۔ انہیں ابھی تک خاص طور پر خانگی کاموں کے لئے ملازم رکھا اور عموماً" ان کے توارثی آقاؤں کے ساتھ منسلک کیا جاتا ہے' تاہم چند ایک نے دکانداری اور دیگر کام اپنا لئے ہیں۔
ہماری پولیٹیکل سروس میں پشاور کے ایک اعلیٰ تعلیم یافتہ شخص کی دی ہوئی معلومات کی بناء پر جب اوپر والی بات لکھی تو میں نے دیکھا کہ "حیات افغانی" میں محمد حیات خان لکھتا ہے کہ (نیچے بیان کئے گئے) قزلباش بحیثیت مجموعی غلام خانہ کے طور پر جانے جاتے ہیں۔ اگر ایسا ہے تو پھر ہمارے غلام خانزادہ بھی کچھ اور نہیں بلکہ قزلباش ہی ہیں۔

قزلباش (ذات نمبر181)

قزلباش مشرقی قفقاز (کاکیشیا) سے تاتاری گھوڑ سواروں کا ایک قبیلہ ہیں جو اس قدیم فارسی فوج اور قوت کی ریڑھ کی ہڈی تھے جس کے ساتھ نادر شاہ نے انڈیا پر چڑھائی کی۔ متعدد اعلیٰ مغل وزیر قزلباش تھے' جن میں اورنگزیب کا مشہور وزیر میر جملہ قابل ذکر ہے۔ بتایا جاتا ہے کہ ان کا نام اس مخصوص طرز کی ٹوپی کی وجہ سے پڑ گیا جو وہ پہنتے ہیں اور جس کو فارس کی صوفی (Sophi) سلطنت کے بانی ایک متعصب شیعہ نے اپنے فرقہ کے نشان امتیاز کے طور پر ایجاد کیا تھا۔ اس کے بیٹے شاہ طہماسپ (طوماسپ) نے اس وقت ہمایوں کو یہ ٹوپی پہننے پر مجبور کیا جب وہ دربار فارس میں پناہ گزین تھا۔ صرف کابل شہر میں کوئی 1200 قزلباش گھرانے ہیں جنہیں نادر شاہ نے وہاں آباد کیا۔ وہ اب بھی اہم عسکری آبادی تشکیل دیئے ہوئے اور مقامی سیاست پر خاصا اثر و اختیار رکھتے ہیں۔ سارے افغانستان میں بھی وہ بہت عام ہیں۔ اس طور قزلباش کی اندراج کردہ تعداد کے علاوہ 66 کو بطور پٹھان درج کیا گیا' جن میں سے 48 ڈیرہ اسماعیل خان میں تھے۔ اوپر "غلام" ذات نمبر 130 بھی ملاحظہ کریں۔

حواشی:

-1- اس واقعہ کی یہ تفصیل سر لیپل گریفن کی "روسائے پنجاب" کے صفحہ 378 سے لی گئی ہے جس کا ترجمہ سید نوازش علی نے کیا تھا۔ (مترجم)

-2- دیکھیں "روسائے پنجاب" جلد دوم' صفحات 424 تا 428 (مترجم)

-3- پرگنہ زمین کا وہ قطعہ ہے جس میں کئی گاؤں شامل ہوں' (مترجم)

-4- انگریز ایڈیٹر کھوکھر کو گکھڑ کا ایک غلط تلفظ بتاتے ہیں' غالباً" انہیں لفظ کھوکھر کا علم نہیں۔

-5- "کھائی قیسے کی" ضلع فیروز پور کا ایک مشہور قصبہ ہے۔ (مترجم)

-6- مصنف نے تیاگ کی بجائے تاگ لکھا ہے' جو غالباً"غیر درست ہے۔ (مترجم)

-7- دوسری جانب مسٹر سٹیڈمین کی رائے ہے کہ راولپنڈی کے گوجروں کی تعداد حقیقت کی نسبت بہت کم ہے' اور یہ کہ ان میں سے بہت سوں نے خود کو جٹ' راجپوت' یا حتیٰ کہ مغل بھی بتایا ہو گا۔

-8- "دی چیفس آف پنجاب" کے مترجم نوازش علی نے چھمال کو چپال لکھا ہے۔ (مترجم)

-9- تاہم مسٹر ولسن رقمطراز ہیں: "گڑگاؤں میں گوجر دیہات کسی بھی دوسری ذات کے مقابلہ میں پچھلے وقتوں میں زیادہ مکمل اور بہتر طور پر قائم رہے۔ جٹوں سے بہتر اور ایک حد تک اہیروں سے بھی۔ ہمارے گڑگاؤں کے گوجر بہت کم چوریاں کرتے ہیں' اور ان کے بارے میں میری رائے کافی بہتر ہے۔"

-10- یاک (Yak) کا اردو نام گیاگ' سرا گائے' یغ یا خوش گاؤ ہے۔ یہ تبت کے پہاڑی علاقوں میں پایا جانے والا بڑے اور گٹھے ہوئے جسم کا پالتو یا جنگلی بیل ہے' جس کے بال ریشمی اور لمبے ہوتے ہیں۔ (مترجم)

-11- پنجابی ادبی بورڈ کے شائع کردہ کتابچے "پنجابی اکھان" میں عین الحق فرید کوٹی (مرحوم) نے

صفحہ دس پر ایک محاورہ (اکھان) دیا ہے: "کاں' کمبوہ' کلال' قبیلہ پالدا ------ جٹ' سنڈھا' سنسار قبیلہ گالدا۔" یعنی کوا' کمبوہ اور کلال اپنا قبیلہ پالتے ہیں۔ جٹ' بھینسا اور سنسار (مگرمچھ) قبیلے کو برباد کرتے ہیں۔ وارث شاہ نے اسے یوں بیان کیا:

جٹ' سنڈھے سنسارنوں بھکھ چنگی' تتے رج کے گالدے ٹابری وے

ککڑ' کاں' کمبوہ سلوک تناں' ایہناں نال نہ کسے برابری وے

یعنی' جٹ' بھینسے اور مگرمچھ کو بھوک بہتر ہے۔ اگر ان کا پیٹ بھرا ہو تو اپنے ہی خاندان کو برباد کرتے ہیں۔ مرغ' کوا اور کمبوہ تینوں کا اپنی اپنی قوم سے اتفاق ہوتا ہے اور ان کا کوئی مقابلہ نہیں کرسکتا۔ (مترجم)

12۔ مقتدرہ قومی زبان کی ہندی اردو لغت میں بھی آبھیرا کا مطلب اہیر' گوالا' گوپ' جبکہ اسی ادارہ کی سنسکرت اردو لغت میں اہیر کا مطلب ایک ذات' گوالا درج ہے۔ (مترجم)

13۔ ضلع قصور میں مہتم کو ماہتم بولا جاتا ہے۔ قصور شہر کے مرکزی دروازوں میں سے ایک ماہتماں والا" دروازہ ہے۔ قصور کے ماہتم آج بھی سرکنڈوں کی مدد سے عام استعمال کی چھوٹی موٹی اشیاء بناتے ہیں۔ (مترجم)

14۔ "مہتم" کا مطلب سب سے بڑا اور اعلیٰ' جبکہ "مہت" کا مطلب بڑا' بزرگ' اعلیٰ' شاندار' معزز' محترم' بڑائی اور عظمت بھی ہے۔ (مترجم)

15۔ میں اس لفظ کے بارے میں اطمینان بخش معلومات حاصل نہیں کرسکا۔ کیان کا شہر کیکیوس' کیکباد اور کیخسرو کا صدر مقام تھا' اور کچھ کہتے ہیں کہ گکھڑ ان تین بادشاہوں کی نسل سے ہونے کا دعویٰ کرنے کی بناء پر خود کو کیانی کہتے ہیں۔ دیگر کے خیال میں مغل خاص اور خصوصاً چغتے اور قزلباش کیانی ہیں' اور یہ کہ گکھڑ خود کو کنانی یا کنعانی کہتے ہیں (کیونکہ وہ کنعان میں رہنے والے حضرت یعقوبؑ اور حضرت یوسفؑ کی اولاد ہونے کے دعویدار ہیں) اور کنعانی کو ہی غلط طور پر کیانی پڑھا گیا۔

○

پانچواں حصہ

مذہبی' پیشہ ورانہ' تجارتی اور متفرق ذاتیں

ابتدائی تعارف:

اس حصہ میں زیر غور طبقات انتہائی مختلف العناصر مجموعہ ہیں۔ درحقیقت ان میں وہ تمام شامل ہیں جو زمیندار اور زراعتی ذاتوں کو ایک طرف اور خانہ بدوش' دستکار اور دیگر پست ذاتوں کو دوسری طرف رکھنے کے بعد باقی بچتے ہیں۔ یہ صوبہ کی کچھ اعلیٰ اور کچھ ادنیٰ ذاتوں پر مشتمل ہیں۔ تاہم پروہتانہ برہمن اور نیم پروہتانہ نائی کے درمیان اور تاجر کھتری اور پھیری والے منیار کے درمیان ایک تعلق ہے۔ اب زیر بحث لائی جانے والی ذاتوں کو میں نے چھ گروپوں میں تقسیم کیا ہے۔ پہلے میں برہمن اور سید جیسی مذہبی ذاتیں' دوسرے میں مختلف مرتاض' مذہبی اور درویش سلسلے' تیسرے میں نائی' میراثی اور بھاٹ جیسی ادنیٰ پیشہ ورانہ ذاتیں' چوتھے میں کھتری اور اروڑا جیسی بڑی تجارتی ذاتیں' پانچویں میں بنجارہ اور منیار جیسی حمال اور خوانچہ فروش ذاتیں' جبکہ چھٹے میں کشمیری اور کاتھ جیسی وہ متفرق ذاتیں شامل ہیں جن کے لئے میں کوئی اور جگہ مختص نہیں کرسکا۔ ایک طرف تاجروں اور دکانداروں اور دوسری طرف حمال اور خوانچہ فروشوں کے درمیان خط تفریق بہت غیر واضح ہے۔ اعداد و شمار اور حقائق دونوں اعتبار سے۔ کسی بھی مفید بحث کے لئے یہ تمام گروپ اپنے کردار میں بہت زیادہ گوناگوں ہیں اور میں ہر ایک کو اس کے علیحدہ عنوان کے تحت پنجاب میں ان کی تقسیم کے اعداد و شمار کے ساتھ بیان کروں گا۔

مذہبی طبقات:

جن ذاتوں کے گروپ پر میں بات کرنے جارہا ہوں اور جن کے اعداد و شمار جدول نمبر

25 میں دیئے گئے ہیں' ان کو ہندو پروہتوں' مسلمان زاہدوں اور "فقیروں" کے تین طبقات میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ موخرالذکر کو میں نے گروپ مکمل کرنے کی خاطر جدول میں دکھایا ہے۔ لیکن ان کو آگے چل کر بیان کیا جائے گا۔ فی الحال میں صرف پروہتانہ اور مذہبی ذاتوں کے متعلق ہی بات کروں گا کیونکہ یہ سلسلوں سے ممتاز ہیں۔ برہمن یقیناً ہندو ذات کی کامل صورت ہے' جبکہ ہمارے جدولوں کے "پجاریوں" کا غالباً زیادہ تر اس حصے سے تعلق ہے جو ایک حقیقی ذات ہے' تاہم یہ لفظ بذات خود محض ایک پیشے کا نام ہے۔ لیکن مسلمان گروپ اتنا زیادہ متجانس نہیں۔ سید کا لقب ایک مشترک مورث اعلیٰ کی نسل تک ہی محدود ہونا چاہئے تھا' لیکن معروف طور پر نہیں ہے' جبکہ علماء مبینہ طور پر ان متفرق افراد کا مجموعہ ہیں جن کو زیادہ تر ان اندراجات میں شامل کیا گیا جو ذات کے کالم میں ہوں گے ہی نہیں۔ چشتی غالباً اپنے سربراہ کی روحانی و نفسانی دونوں اولادوں پر مشتمل ہیں' جیساکہ متعدد مذہبی سلسلوں کے ساتھ معاملہ ہے جنہیں ان کے بعد زیر بحث لایا جائے گا۔ دوسری طرف بودلے یقیناً راجپوتوں کا ایک قبیلچہ ہیں جس نے ایک تقدیس والا کردار حاصل کرلیا۔ نظریاتی اعتبار سے' یہ دونوں گروپ اپنے اپنے عقیدوں کے پیروکاروں کے درمیان بہت مختلف حیثیت کے حامل ہوں گے۔ برہمن ایک پروہت اور ہندو مذہب کے ضابطوں سے تعظیم اور مدد کا مستوجب ہے۔ سید محض رسول اللہؐ کے داماد کی نسل ہونے پر اس پارسائی کا دعویٰ کرتا ہے اور مذہب اسلام میں اس طرح کا منتظم زاہدانہ نظام نہیں' لیکن اس روحانی بندش کے حوالے سے ہندو اور مسلمان کے درمیان انتخاب کے لئے گنجائش بہت کم ہے جس میں ان کی ضعیف الاعتقادی انہیں لپیٹے ہوئے ہے' اور واقعی اگر کسی کو فائدہ حاصل ہے تو وہ اول الذکر ہے' نہ کہ موخرالذکر۔ زیر نظر گروپ میں شامل کردہ طبقات کسی بھی اعتبار سے خالصتاً" پروہتانہ نہیں' وہ زمین کے بہت بڑے مالک اور کاشتکار بھی ہیں۔ لیکن ان کا بزرگانہ کردار انتہائی امتیازی وصف ہے' اسی لئے میں نے انہیں زمیندار اور زراعتی طبقات سے الگ کیا۔ اس کے ساتھ ساتھ سید اور قریشی کو دی جانے والی روحانی تعظیم کم از کم جنوب مغربی اضلاع میں غالباً بہت ہی کم ہے۔

برہمن (ذات نمبر3)

ہندو نظام ذات پات کے برہمن پنجاب میں تیسری سب سے کثیرالتعداد ذات ہیں۔ ان

سے پہلے جٹوں اور راجپوتوں کی تعداد زیادہ ہے۔ میں اس کی اصلیت اور نظریاتی حیثیت پر بحث کرنے کی کوشش نہیں کروں گا' اس بارے میں بہت کچھ لکھا جا چکا اور شائع ہو چکا ہے۔ شیرنگ کی کتاب کی پہلی جلد کے پہلے ایک سو صفحات اور ولسن کی "ہندوستانی ذات" کی ساری جلد دوم اسی کے لئے وقف ہیں۔ اور کول بروک (Colebrook) کے مضامین اس موضوع پر کافی قابل قدر معلومات رکھتے ہیں۔ پنجاب میں اس ذات کی تقسیم دکھانے والے جدول نمبر 25 کے اعداد و شمار بہت حیرت انگیز ہیں۔ کل آبادی کے مقابلہ میں برہمنوں کا تناسب کانگڑہ اور شملہ کی پہاڑیوں میں اپنی انتہاء کو پہنچتا ہے' صوبہ کا انتہائی ہندو حصہ جہاں پر یہ 13 سے 15 فیصد تک ہے۔ باقی کے سارے پنجاب میں یہ تناسب غالب مذہب کے ساتھ ساتھ بدلتا ہے۔ دامن کوہ اور جمنا خطوں میں یہ تناسب بلند ترین ہے جہاں پر لوگ بالخصوص ہندو ہیں' مشرق سے مغرب کی طرف آتے ہوئے درجہ بدرجہ گھٹتا اور وسطی و سکھ اضلاع میں انتہائی کم ہو جاتا ہے' سندھ کے اس طرف والے خطہ کوہستان نمک میں اور بھی کم' جبکہ مغربی میدانوں میں اور دریائے سندھ سے پرے برہمنوں کو مقابلتاً" غائب قرار دیا جا سکتا ہے۔ برہمن کوئی علاقائی تنظیم نہیں رکھتے۔ وہ اپنے معتقدین کے ساتھ ہجرت کرتے اور ان کے ہمراہ نئے گھروں میں جاکر بس جاتے ہیں اور ملکیت یا کاشتکاری کے لئے زمین کے نذرانے وصول کرتے ہیں۔

اپنے تقدیسی کردار میں برہمنوں کی حیثیت اور فرائض منصبی میں نے اپنی رپورٹ کے مذہب سے متعلق باب کے سیکشن 236 میں بیان کئے ہیں۔ لوگوں کی روحانی رہنمائی سے اس کا بہت کم تعلق ہے' لیکن نیک شگونوں اور ناموں' تاریخوں اور واقعات کی نیک فال نکالنے میں اس سے مشورہ کیا جاتا ہے' اور وہ تمام تقریباتی مواقع پر فرائض سرانجام دیتا ہے۔ تاہم یہ فرائض ادا کرنے کے لئے لوگوں کا قلیل تناسب ان کی خدمات حاصل کرتا ہے' شاید صوبہ کے مغرب کو چھوڑ کر' باقی کے خالصتاً" محض دکھاوے کے مذہبی رہنما خدا کے نام پر کھانا کھانے یا نذرانے وصول کرنے کو تیار رہتے ہیں' لیکن ان کے الوہی فرائض منصبی مکمل طور پر انفعالی ہیں۔ اپنے موکلوں سے نذرانے وصول کرنے کے علاوہ یہ لوگ وسیع پیانے پر کاشت بھی اپناتے ہیں' صرف پڑھے لکھے پنڈتوں یا پاندھوں کو چھوڑ کر یہ کہا جا سکتا ہے کہ جہاں کہیں بھی برہمن زیادہ تعداد میں ہیں وہاں وہ زمیندار اور کاشتکار ہیں۔ اپنی

جدول نمبر 25 - اضلاع اور ریاستوں میں پروہت اور مرتاض طبقات

ذات نمبر	3	120	24	70	116	172	-
	برہمن	پجاری	سید	علماء	چشتی	بودلہ	فقیر
دہلی	61007	-	8800	1	76	-	12359
گڑگاؤں	52642	-	3518	416	506	-	17263
کرنال	55168	-	4309	-	305	-	14916
حصار	31613	-	1706	-	8	111	7328
روہتک	58211	-	889	-	2	-	11406
سرسا	5559	-	634	-	-	-	2740
انبالہ	65035	-	8543	6	-	43	20771
لدھیانہ	25121	-	3655	30	-	-	19185
شملہ	2567	227	315	-	-	-	157
جالندھر	30535	45	6909	251	-	-	18629
ہوشیارپور	77412	15	4060	109	-	-	16232
کانگڑہ	109881	836	157	6	-	-	6329
امرتسر	34753	203	5003	542	3	-	20026

↓

گورداسپور	47899	-	6077	241	309	-	11774
سیالکوٹ	36100	-	12849	1946	-	-	12105
لاہور	20813	135	7930	401	132	110	7965
گوجرانوالہ	18080	-	6339	4289	8	15	5074
فیروزپور	12079	-	3134	38	429	520	7366
راولپنڈی	18523	-	20422	26	-	-	1861
جہلم	10010	-	14663	111	21	-	1493
گجرات	8668	-	16428	1701	135	-	1369
شاہ پور	5462	-	8626	754	137	-	2303
ملتان	4183	-	8903	2211	451	54	3889
جھنگ	5319	1	5944	706	421	-	3497
منٹگمری	3168	-	4225	760	674	102	3709
مظفر گڑھ	1841	-	6928	1268	97	-	1932
ڈیرہ اسماعیل خان	3549	-	8771	170	110	-	1233
ڈیرہ غازی خان	2164	-	6223	2583	41	-	603
بنوں	2027	-	11943	181	132	-	574
پشاور	3746	5	4515	2216	1	-	525
ہزارہ	4662	-	15235	574	-	-	487
کوہاٹ	882	-	7770	222	-	-	126

↓

مرتاض طبقات

ذات نمبر	3	120	24	70	116	172	
	برہمن	پجاری	سید	علماء	چشتی	بودلہ	فقیر
برطانوی علاقہ	818814	1467	225446	21759	3998	955	235231
پٹیالہ	94483	-	7870	340	532	15	35855
نابھا	17980	-	709	15	167	-	6646
کپور تھلہ	8059	10	2704	115	10	-	7058
جند	27253	-	354	13	-	-	5949
فرید کوٹ	2078	-	93	37	8	-	1640
مالیر کوٹلہ	2570	-	823	-	-	-	1734
کلسیہ	3525	-	172	-	-	-	1547
کل مشرقی میدان	161419	10	13258	520	117	15	61202
بہاولپور	3677	-	9065	1	-	-	1953

منڈی	16014	-	35	-	-	-	785
چمبہ	15450	-	52	-	-	-	676
ناہن	5538	53	124	-	-	-	477
بلاسپور	24462	299	-	-	-	-	564
نالہ گڑھ	5730	-	80	-	-	-	589
سکیت	6670	-	5	-	-	-	249
بشر	4805	212	3	-	-	-	116
کل پہاڑی ریاستیں	283	2464	333	-	-	-	3938
برطانوی علاقہ	818814	1467	225446	21759	3998	955	235231
دیسی ریاستیں	265379	2464	22656	521	717	15	67093
صوبہ	1084193	3931	248102	22280	4715	970	302324

ذات پر فخر اور جسمانی محنت کے بغیر زندہ رہنے کی حقیقت کے زعم نے انہیں محنت و مشقت سے متنفر کردیا اور راجپوتوں کی طرح وہ بھی ہل چلانے کا کام تحقیر آمیز سمجھتے ہیں' حتیٰ کہ پہاڑیوں میں کسی ہل جوتنے والے برہمن کو ذات کے اعلیٰ طبقات اپنی برادری میں بمشکل ہی قبول کرتے ہیں۔ لہٰذا برہمن کافی غریب کاشتکار ہیں۔ پنجاب کے ہندو حصے میں برہمن یقیناً سماجی رتبے میں واضح طور پر بلند ترین ہے' تاہم سرحد پر بعض کو اس کے برابر خیال کیا جاتا ہے۔ جہاں اس کی حیثیت بہت زیادہ تسلیم شدہ ہے وہاں بھی وہ خود کو منظور نظر نہیں بنا پایا۔ وہ ہٹ دھرم' جھگڑالو' مرضی کا مالک' اپنی ذات پر فخر اور دوسروں کی ذات سے حقارت سے بھرپور اور خود کو ان لوگوں سے بالکل الگ تھلگ رکھتا ہے جن کی جیبوں کا وہ شکار کرتا ہے۔ جس آبادی کے بل پر اس کا وجود قائم ہے' اس میں میل جول کرنے سے وہ پست ہو جاتا ہے۔ "مشکل وقت میں ڈوم' برہمن اور بکرے کا کوئی فائدہ نہیں۔" جہاں پر برہمن گاؤں کے ایک بڑے حصے پر آباد ہیں وہاں مسائل اور جھگڑے پیدا ہونا یقینی بات ہے۔ اور گاؤں کا ایک محاورہ ہے: "ایک برہمن میں سے برائی اس طرح آتی ہے جیسے صحرا سے قحط۔" اسی طرح ان کا طمع اس محاورے سے بیان ہوتا ہے کہ ----- "ملا' بھاٹ' برہمن اور ڈوم' یہ چاروں ذاتیں دینے کے دن پیدا نہیں ہوئیں۔" اچھے رہن سہن سے ان کی محبت اس محاورے سے ظاہر ہوتی ہے' "برہمن کے ساتھ کھانا کھاؤ اور کراڑ کے ساتھ سڑک پر چہل قدمی کرو۔" (کیونکہ کراڑ بہت باتونی ہوتے ہیں)۔ بحیثیت مجموعی برہمن ہندو کا کسان پر کچھ اثر و اختیار ہے اور اس کو دی جانے والی تعظیم کی وجہ کافی حد تک روایتی یا عورتوں کا پرہیز گارانہ رجحان ہے۔ پہاڑیوں کے برہمن بالکل پہاڑی راجپوتوں جیسی سماجی اور قبائلی تنظیم رکھتے ہیں۔ پچھلے صفحات پر دیئے گئے مسٹر بارنز کے اقتباسات اسی موضوع پر ہیں۔ وہ بھی بہت سے درجوں میں تقسیم ہے' ہر ایک درجہ اپنے سے نچلے والے میں شادیاں کرتا اور اوپر والے درجے کو اپنی بیٹیاں دیتا ہے۔ پہاڑی مہاجنوں کے مخلوط طبقہ کو آگے تجارتی ذاتوں کے تحت بیان کیا جائے گا۔ ہزارہ کی پہاڑیوں میں دریائے جہلم کے کناروں پر یہ مہاجن (جنہیں ڈھکوچی بھی کہا جاتا ہے) میں سارا برہمن طبقہ شامل نظر آتا ہے۔ پشاور ڈویژن میں 185 افراد کا اندراج بطور برہمن۔ مہاجن کیا گیا اور میں نے انہیں برہمنوں میں ہی شامل کیا۔ ممکن ہے کہ کچھ پہاڑی مہاجن واقعی برہمن بھی ہوں۔ پہاڑی

برہمن ہمہ گیر طور پر گوشت کھاتے ہیں' جس سے میدانوں کے برہمن (شاید انتہائی مغرب کے علاوہ) شدید احتراز برتتے ہیں۔ برہمنوں کی کل تعداد میں سے شاید 7000 کے قریب افراد کو سکھ درج کیا گیا کیونکہ گوروگوبند سنگھ جی کی تعلیمات کا امتیازی وصف (یعنی اعلیٰ ذاتوں کے برتری کے دعوے سے انکار) برہمن کو قابل قبول نہیں۔ سکھ بالکل ہندو اور جین کی طرح برہمنوں کو اپنے پجاری پروہت رکھتے ہیں۔ 3500 مسلمان برہمن بھی ہیں' مرکزی طور پر ڈیرہ اسماعیل خان میں۔ یہ افراد بطور حسینی برہمن جانے جاتے اور ہندوؤں سے ہندو دیوتاؤں اور مسلمانوں سے اللہ کے نام پر نذرانے وصول کرتے ہیں۔

برہمنوں کی تقسیم:

برہمنی گوتروں کا ذکر پیچھے کیا جا چکا ہے۔ برہمن ذات یا طبقہ دس بڑے حصوں میں تقسیم ہے۔ سب کی بنیاد جغرافیائی تقسیم پر ہے۔ یہ حصے اپنی روایات اور رتبے میں مختلف ہیں اور باہم ازدواج نہیں کرتے۔ ان میں سے ہر ایک کے دو گروپ اور دونوں گروپوں کی پانچ پانچ مندرجہ ذیل شاخیں ہیں:

ا ـــــ پانچ دراویداس / دراویدے (وندھیاس کے جنوب میں)

1- مہاراشٹرا (مہاراشٹر علاقے کا)

2- تیلنگا یا آندھرا (تیلگو علاقے کا)

3- دراویدا (تامل یا دراویدا علاقے کا)

4- کرناٹا (کرناٹک کا)

5- گوجرا یا گوجراتی (سندھ میں گوجرات کا)

ب ـــــ پانچ گور (وندھیاس کے شمال میں)

6- گور (گور کا' غالباً بنگال کا نہیں۔ تفصیل نیچے دیکھیں)

7- سارسوت (سرسوتی سے پرے کے پنجاب کا)

8- کنیا کبج (قنوج کا)

9- میتھل (متھل علاقے کا)

10- اتکل (اوڑیسہ کا)

جدول نمبر 26 - اضلاع اور ریاستوں میں برہمنوں کی تقسیم

نمبر شمار	1	2	3	4	5
	گور	سارسوت	اچاری	ڈاکوت یا ڈکوترا	گوجراتی
دہلی	58648	1260	340	558	190
گڑگاؤں	46287	123	285	811	95
کرنال	51656	2459	381	356	338
حصار	28119	1077	408	426	216
روہتک	51953	157	317	490	493
سرسا	2119	1310	232	196	11
انبالہ	42803	15339	1254	950	357
لدھیانہ	1951	21114	287	219	474
شملہ	655	2015	.	.	1
جالندھر	1886	26058	201	20	1
ہوشیارپور	840	11166	271	90	242
کانگڑہ	5177	83012	285	39	74
امرتسر	412	32543	22	.	144
گورداسپور	725	19153	1467	7	413

سیالکوٹ	724	32262	672	26	-
لاہور	707	9970	626	-	13
گوجرانوالہ	118	16099	469	30	51
فیروزپور	1569	8404	175	64	8
راولپنڈی	286	7288	227	198	-
جہلم	77	5256	180	95	-
گجرات	113	6041	150	106	-
شاہ پور	48	3254	60	-	-
ملتان	252	1537	119	55	1
جھنگ	19	3478	78	1	-
منٹگمری	163	1396	99	28	10
مظفر گڑھ	42	932	58	-	-
ڈیرہ اسماعیل خان	36	1794	63	-	-
ڈیرہ غازی خان	91	1106	40	-	-
بنوں	53	1120	56	48	-
پشاور	168	1446	70	-	111
کوہاٹ	37	453	18	17	1
برطانوی علاقہ	297779	318767	8965	4667	3244
پٹیالہ	42735	48393	615	1559	404

نمبر شمار	1	2	3	4	5
	گور	سارسوت	اچاری	ڈاکوٹ یا ڈکوڑا	گوجراتی
نابھا	8104	8471	200	249	53
جند	23312	2568	-	286	365
فریدکوٹ	226	1742	42	60	-
مالیر کوٹلہ	193	2277	-	-	7
کلسیہ	1887	759	48	154	19
کل مشرقی میدان	80798	64304	1038	2396	1017
بہاولپور	215	1892	158	-	-
منڈی	1941	13928	9	-	-
ناہن	2844	1557	67	39	4
بلاسپور	57	24287	18	-	2
بشہر	1153	876	2	-	-
نالہ گڑھ	108	5113	91	-	-
سکیت	1564	4854	-	-	-
کل پہاڑی ریاستیں	13418	67024	320	39	24
برطانوی علاقہ	297779	318767	8965	4867	3244
دیسی ریاستیں	94431	133220	1516	2435	1041
صوبہ	392210	451987	10481	7302	4285

ان دو بڑی تقسیموں میں سے پنجاب کے برہمن جمنا اور جنوب مشرقی اضلاع و مشرقی پہاڑیوں میں گور سے تعلق رکھتے ہیں' باقی کے سارسوت سے۔ آگے جدول نمبر 26 میں چند ایک اضلاع کے لئے ان کی تعداد دکھائی گئی ہے۔ جن اضلاع میں تعداد کم تھی انہیں چھوڑ دیا گیا۔ یہ کہا جا سکتا ہے کہ شملہ اور پٹیالہ سے شمال مشرق اور جنوب مغرب کو کھینچا گیا خط گور کو سارسوت سے موٹے موٹے طور پر جدا کرتا ہے۔ پنجاب میں ملنے والے برہمنوں کی چند مرکزی شاخوں کی تفصیل میں نے آگے بیان کی ہے اور مزید تفصیلات کے لئے میں قارئین کو ان مستند کتابوں سے رجوع کرنے کے لئے کہوں گا جن کے نام اس باب کے تیسرے پیراگراف میں دیئے گئے ہیں۔

گور برہمن

گور کی حیثیت کے بارے میں بہت جھگڑا ہوتا رہا ہے جس سے اس شاخ کا نام پڑا ان کا اصلی نسلی مقام ہریانہ ہے اور موجودہ مسکن علی گڑھ اور متھرا کے مغرب میں واقع شمال مغربی صوبوں کا ایک حصہ اور اوپر متعین کیا گیا پنجاب کا حصہ ہے۔ ذات کی دیگر شاخیں انہیں بنگال سے جدا کرتی ہیں۔ جنرل کننگھم کے مطابق گور دراصل گونڈا کا پرانا نام ہے' جبکہ سر کیمپبل اسے گھگر کی ہی ایک اور صورت بتاتے ہیں۔ ذات کے قواعد و ضوابط کی پیروی میں گور برہمن سارسوت برہمنوں سے کہیں زیادہ کٹر ہیں۔ وہ سارسوت کو بہ نظر تحقیر دیکھتے اور اس کے ہاتھوں سے لے کر کھاتے بھی نہیں۔ سارسوت برہمن پنجاب خاص کا برہمن ہے اور اس کا نام اس کی مشرقی سرحد کے قریب بہنے والے دریائے سرسوتی کے نام پر ہے۔ وہ گور کی نسبت کم جھگڑالو اور ہٹ دھرم اور یقیناً ذات کے قواعد پر عمل درآمد کرنے میں بھی کم سخت ہے۔ وہ بنیے کھتری اور کائتھ جیسی بیشتر کٹر ہندو ذاتوں کے ساتھ کھاتا اور تمباکو نوشی کرتا ہے۔ پہاڑیوں میں اور شاید کچھ میدانی علاقوں میں بھی وہ گوشت خور ہے۔

گوجراتی اور ڈاکوٹ برہمن

یہ افراد قلیل تعداد میں صوبہ بھر میں بکھرے ہوئے ہیں۔ گوجراتی برہمن کا تعلق شاید گورجرا شاخ سے ہے۔ ڈاکوٹ یا ڈکوترا برہمن قسمت کا حال بتانے والے اور جوتشی ہیں'

یہ شمالی راجپوتانہ سے آئے۔ ان کا تعلق بھگور گروپ سے ہے' جسے وہ کبھی کبھار اپنے گھر راجپوتانہ میں علیحدہ شاخ بتاتے ہیں۔ کرنال رپورٹ میں سے مندرجہ ذیل اقتباس پیش کیا جارہا ہے:

"برہمنوں کو دیئے جانے والے نذرانے ہفتے کے دنوں کے لحاظ سے "بار" اور "گریمہ" میں تقسیم ہیں۔ "دوگرہن" چاند اور سورج گرہن کا باعث بننے والے راہو اور کیت (کیتو) نامی دو شیطانوں کے لئے ہیں۔ یہ دونوں نذرانے اس جن (راکھش) کا حصہ ہیں جس نے دیوتاؤں اور جنوں کی ضیافت میں جنوں کی شراب کی بجائے دیوتاؤں کا امرت پی لیا تھا۔ سورج اور چاند نے یہ بات بھگوان کو بتائی اور اس نے راکھش کو دو حصوں میں کاٹ دیا۔ ایک حصے راہو میں معدہ بھی شامل ہے' جس کے اندر امرت ہونے کی وجہ سے وہ زیادہ قابل قدر بھی ہے۔ بیماری یا کسی اور سبب سے جب کوئی شخص برہمنوں کو نذرانہ دینے کا قصد کرتا ہے تو وہ کسی برہمن سے مشورہ لیتا ہے جو اس کا زائچہ بناتا اور ہدایت کرتا ہے کہ سات گرہوں کے کون کون سے نذرانے دینے چاہئیں۔ سورج یا چاند گرہن کی صورت میں گرہن زیادہ کثرت کے ساتھ دیئے جاتے ہیں' راہو کو گرہن کے آغاز اور کیت کو آخر میں۔ گور برہمن کوئی بھی بھینس یا بکرا' لوہے' تل' کالے کمبل یا کپڑے' نمک وغیرہ جیسی کالے رنگ کی کوئی بھی شئے نہیں لے گا' اور نہ ہی تیل' پرانے کپڑے' سبز کپڑے یا ستنجا۔ (ا) تاہم' کالی گائے کے حق میں ایک استثنیٰ بتائی گئی ہے۔

"سندھ میں گوجرات سے آنے والے گوجراتی بیاس برہمن کچھ اعتبار سے تمام برہمنوں سے بالاتر ہیں۔ انہیں ہمیشہ سب سے پہلے کھانا کھلایا جاتا ہے اور جب وہ گور سے ملتے ہیں تو اسے آشیرباد دیتے ہیں' جبکہ اس کے ہاتھ سے عام روٹی لے کر نہیں کھاتے۔

انہیں مرگ کے بارہویں دن کھانا کھلایا جاتا ہے اور ایسا نہ کرنے کی صورت میں وہ تیرھویں دن کھانا نہیں کھائیں گے۔ البتہ وہ غیر مبارک نذرانے لے لیتے ہیں۔ گرہن کے موقع پر وہ خصوصاً راہو کے نذرانوں کے حقدار ہیں۔ وہ تیل' تل' بکرے' بکریاں اور سبزیاں گندے کپڑے نہیں لیتے' لیکن پرانے کپڑے (بشرطیکہ دھلے ہوئے ہوں)' بھینس اور ستنجا قبول کرلیتے ہیں۔ وہ راہو کے لئے مریض سے خصوصی نذرانہ بھی لیتے ہیں۔ مریض گھی میں سونا ڈالتا' اس میں برہمن کا چہرہ دیکھتا اور یہ کسی گوجراتی کو دے دیتا ہے' یا اپنے وزن کے برابر اناج (ستنجا) تول کر نذر کرتا ہے۔ اگر شیطان غالب آجانے پر کوئی بھینسا گھر کی چھت پر چڑھ جائے (گاؤں میں یہ مشکل بات نہیں) اور ساون میں پیدا ہونے والا بچھڑا' یا ماگھ میں پیدا ہونے والی بھینس کا بچہ بدبخت خیال کرتے ہوئے گوجراتی کو دے دیا جاتا ہے۔ کوئی بھی گور یہ وصول نہیں کرے گا۔ ہر فصل کٹنے پر گوجراتی بھی بالکل گور کی طرح پسے ہوئے آٹے کا تھوڑا سا نذرانہ (سیوری) لیتا ہے۔

"ڈاکوت دکھن میں اگروہا سے آئے۔ رام چندر کے پتا جی راجہ جسرت نے ہفتہ وار کے سوا باقی سب گرہوں کی پوجا کر کے اسے مشتعل کردیا تھا' لہٰذا ہفتہ وار نے راجہ جسرت کے شہر ایودھیا پر آگ برسائی۔ جسرت نے اسے منانا چاہا' لیکن برہمنوں کو نتائج کی خوفناکی کا ڈر دامن گیر تھا' لہٰذا جسرت نے اپنے بدن کی دھول سے ایک ڈاکا رشی پیدا کیا جس نے نذرانہ وصول کیا۔ ڈاکوت اسی ڈاکا رشی کی اولاد میں سے ہیں جو ایک شودر عورت کے بطن سے پیدا ہوئی۔ برہمنوں نے ڈاکا رشی کو قبول نہ کیا' تاہم جسرت نے ڈاکا کی دلجوئی کرنے کے لئے اس سے وعدہ کیا کہ مستقبل میں سب برہمن اس کے بچوں سے مشورہ کریں گے۔ وعدہ پورا ہوگیا۔ ڈاکوت

جو تشیوں اور قسمت کا حال بتانے والوں کی حیثیت میں بہت ممتاز ہیں اور شادی کی تاریخیں مقرر کرنے اور بچوں کے نام رکھنے کے علاوہ باقی تمام معاملات میں ہر طبقہ ان سے مشورہ کرتا ہے۔ شادی کی تاریخیں مقرر کرنے اور بچوں کے نام رکھنے کا ہدایتکار گور برہمن ہے۔ وہ ہندو مذہب کے قربانی کے بکرے ہیں' اور انکے مقدر میں وہ نذرانے وصول کرنا لکھا ہے جو کوئی اور برہمن نہیں لیتا' مثلاً کالی اشیاء اور گندے کپڑے۔ وہ خصوصی طور پر بدھ وار' ہفتہ وار اور کیت کے نذرانے لیتے ہیں۔ وہ اس قدر بدقسمت ہیں کہ کوئی اور برہمن ان کے نذرانے قبول نہیں کرے گا' اور اگر وہ اسے یہ نذرانے لینے پر آمادہ کرنا چاہے تو اسے اپنی بہن بیٹیاں دیتا ہے۔ کسی بھی ذات کا ہندو اس کے ہاتھ سے کوئی چیز بھی لے کر نہیں کھائے گا' اور شادی کے مواقع پر وہ پست ذاتوں کے ساتھ بیٹھتے ہیں' تاہم وہ بلاشبہ صرف برہمن کے ہاتھ کا پکا ہوا کھانا ہی کھاتے ہیں۔ پرانے دنوں میں ان کے پاس صبح ساڑھے دس بجے تک پیشگوئی کرنے کا اختیار تھا' لیکن اب یہ بھی نہیں رہا۔ ان کی گوجراتیوں کے ساتھ ہمیشہ رقابت رہی ہے کیونکہ ایک ہی جیسے نذرانے لینے کی وجہ سے ان کے مفادات ٹکرا جاتے ہیں۔"

پشکرنا برہمن

پشکرنا برہمن کا نام اجمیر کے نزدیک پشکر یا پوکھر نامی مقدس جھیل سے مشتق ہے۔ ان کی ایک شاخ کی اصلیت بیلدار یا اوڈ بتائی جاتی ہے جنہیں ایک تالاب خالی کرنے کے انعام میں برہمن کا رتبہ دے دیا گیا۔ وہ اب بھی کدال کی پوجا کرتے ہیں۔ وہ راجپوتانہ کے بھاٹیوں کے موروثی برہمن اور ذات کے معاملات میں سارسوت سے زیادہ کٹر ہیں۔ پنجاب کے مغربی اضلاع میں وہ کچھ تعداد میں ملے۔

مہا برہمن یا اچاری

یہ سنسکار (2) کی تقریبات ادا کرنے والا برہمن ہے۔ نعش سوزی کے بعد وہ مرحوم کے پلنگ پر بیٹھ جاتا ہے اور اس کے بیٹے پلنگ کو اٹھاتے اور آداب بجا لاتے ہیں۔ برہمن مرحوم کا پلنگ اور بدن کے تمام کپڑے اور چیزیں لے لیتا ہے۔ وہ گدھے پر سواری کرتا ہے۔ اور اسے اس قدر ناپاک خیال کیا جاتا ہے کہ اسے گاؤں میں داخل ہونے کی اجازت تک نہیں۔

موہیال، موئیل یا میال برہمن

یہ سارسوت کی ایک ذیلی شاخ ہے۔ کہا جاتا ہے کہ ان کا نام ان سات مینوں یا تمیلوں کی وجہ سے پڑ گیا جو ان میں شامل ہیں۔ وہ کافی حد تک دامن کوہ خطہ کوہستان نمک تک محدود ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ ان کے آباؤاجداد نے مغل دور میں اعلیٰ رتبات حاصل کئے جس کے بعد انہوں نے تمام پجاریانہ کام یا مقدس کردار کا دعویٰ کرنا چھوڑ دیا۔ وہ کاشتکاری کرتے ہیں، لیکن خاص طور پر فوج کی نوکری یا کلرکی بھی۔ وہ برہمن کہلانے پر اعتراض کرتے ہیں کیونکہ ہماری فوج میں برہمنوں کی بھرتی ممنوع بتائی جاتی ہے۔ یہ ان کا اپنا بیان ہے، لیکن ہزارہ خاص میں موہیال پروہتانہ فرائض سرانجام دیتے اور دوسرے برہمنوں کی طرح نذرانے اور دان وصول کرتے ہیں۔ ایک کہانی ان کا نام "ماوا" (یعنی متروک) سے اخذ کردہ بتاتی ہے۔

دھرو کڑا برہمن

یہ دہلی علاقہ کے گور برہمن ہیں جنہوں نے کریوا کی رسم اپنا لی۔ دیگر برہمن اس کے ساتھ باہم ازدواج نہیں کرتے۔ وہ کافی حد تک داسا یا دوغلے برہمنوں جیسے ہیں۔

چمروا یا گرا برہمن

یہ چماروں، اہیروں اور دیگر اچھوت ذاتوں کے برہمن ہیں۔ دیگر طبقات انہیں بطور برہمن قبول نہیں کرتے۔ تاہم وہ مقدس دھاگا پہنتے ہیں، لہٰذا ان کا برہمن ماخذ سے ہونے کا دعویٰ بے بنیاد نہ ہونا کافی ممکن ہے، لیکن اپنے اعلیٰ درجے سے محروم ہوگئے۔ انہیں عموماً"

چروا سادھ کہا جاتا ہے (گرا کے "گ" پر پیش اور "ر" پر تشدید پڑھی جائے)۔

پجاری اور بھو جکی (ذات نمبر120)

پجاری کا مطلب کسی مندر یا مقبرے (سادھی) پر فرائض سرانجام دینے والے پروہت کے سوا کچھ نہیں اور زیادہ تر صورتوں میں اس کا مطلب برہمن یا "فقیر" ہے۔ لیکن کانگڑہ اور شملہ کی پہاڑیوں میں مقبروں (سادھیوں) کے پجاری الگ ذات بن گئے ہیں، جو اصل میں باہم ازدواج کرنے والے نائیوں، برہمنوں، راجپوتوں اور جوگیوں کے ملے جلے مجموعہ پر مشتمل بتائے جاتے ہیں۔ جوالہ مکھی یا باون جیسے بڑے مقبروں کے پجاری بھو جکی کہلاتے ہیں۔ میں نے پجاری کے تحت 1274 ایسے افراد کو شامل کیا جن کا اندراج بطور بھو جکی ہوا۔ ان کی تقسیم ذیل میں دی جارہی ہے:

بھو جکی

جالندھر	45	ہوشیار پور	15
کانگڑہ	729	امرتسر	203
لاہور	135	جھنگ	1
کپور تھلہ	10	بلاسپور	136
		کل	1274

وہ سب "دیوی" کے پروہت ہیں اور ان کا نام "پو جکی" کی بگڑی ہوئی شکل کہا جاتا ہے۔ مسٹر بارنز کے مطابق: "بھو جکی" برہمن نہیں۔ اگرچہ وہ مشہور و معروف مندروں کے موروثی پروہت ہیں۔ وہ سب مقدس دھاگا پہنتے، صرف باہم ازدواج کرتے، گوشت خور، مے خوار اور ایک عیاش و اوباش گروہ ہیں۔ مرد عدالتوں میں قانونی کارروائیاں کرنے میں لگے رہتے ہیں اور عورتیں اپنی اخلاق باختگی کے لئے بدنام ہیں۔" کانگڑہ کے کرنل جینکنز (Jenkins) ان کے بارے میں لکھتے ہیں:

"بھو بکی شاید اس ضلع کی انوکھی خصوصیت ہیں۔ وہ کانگڑہ اور جوالا مکھی میں بڑے بڑے مندروں سے منسلک اور ان کی آمدنی پر ہی گزارہ کرتے ہیں۔ وہ سارسوت برہمن ہونے کے دعویدار ہیں' لیکن اگر ایسا ہے تو پھر بھی سماجی درجہ بندی میں ان کی حیثیت اس قدر پست ہو چکی ہے کہ کوئی بھی برہمن ان کے ساتھ "کچی رسوئی" نہیں کھاتا۔ وہ بھی بنارس کے گنگا پتروں والے رتبہ کے حامل نظر آتے ہیں' اور امکان ہے کہ وہ محض "جوگی" ہیں جنہوں نے ان دیویوں سے فکری تقدیس حاصل کی جن کی خدمت میں وہ آئے۔ بھو بکی کا لفظ واضح طور پر سنسکرت کے لفظ بھوج یعنی کھانا سے جڑا ہے' اور ان کے فرائض کی نوعیت کے پیش نظر ہی یہ لفظ لیا گیا۔ وہ اپنے اندر اور "بودھا پنڈت" کہلانے والے جوگیوں کے ایک طبقہ میں شادیاں کرتے ہیں۔ وہ بہت جھگڑالو' قانونی کارروائیوں کے عادی اور اوباش ہیں۔ جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے ان کے اوصاف یوں بیان کئے جاتے ہیں: جلدی بیدار ہونے والے' گھٹیا مخبر' رنجیدہ خاطر' قانونی چارہ جوئی کرنے اور ناک میں دم کر دینے والے لوگ۔"

ہمارے ذات کے جدول میں دکھائے گئے 3931 پجاریوں اور بھو بکیوں میں سے 394 پجاری مسلمان ہیں۔ یہ کافی یقینی طور پر بخاری یعنی بخارہ کے سید ہیں۔ نکتوں کے بغیر بخاری اور پجاری کی شکل بالکل ایک جیسی ہے۔ وہ صرف تین بڑے تجارتی شہروں' لاہور' جالندھر اور امرتسر میں ملے۔

سید (ذات نمبر24)

حقیقی سید حضرت علیؓ کی اولاد ہیں' اور مجھے یقین ہے کہ اس اصطلاح میں صرف وہ اولادیں شامل ہیں جو رسول اللہؐ کی بیٹی حضرت فاطمہ کے بطن سے تھیں۔ لیکن علوی سیدوں کو دوسری بیویوں کی اولاد سے بتایا جاتا ہے۔ ہمارے اعداد و شمار کے مطابق پنجاب میں 248102 سید نظر آتے ہیں' تاہم یہ کہنا ناممکن ہے کہ ان میں سے کتنے حقیقی سید نسل

سے ہیں۔ یقیناً اس لقب کا دعویٰ کرنے والے اس پر کوئی حقیقی دعویٰ کرنے کا حق نہیں رکھتے۔ ایک کہاوت مشہور ہے: "پچھلے سال میں جولاہا تھا' اس سال شیخ ہوں اور اگر فصل اچھی رہی تو اگلے سال سید بن جاؤں گا۔" اگر سال کی بجائے پشت کہا جائے تو یہ عمل کافی عام ہے۔ سید صوبہ بھر میں ادھر ادھر بکھرے ہوئے ملے۔ پنجاب کے مشرقی نصف میں وہ (دہلی کے علاوہ) کل آبادی کا نسبتاً قلیل عنصر ہیں۔ یہ افراد زیادہ تر مسلم فاتحین یا ان کے عہد سلاطین میں آئے اور انہیں اراضیاں اور مالیہ عطا کیا گیا جو ان کی اولادوں کے پاس اب بھی ہے۔ جمنا۔ گنگا دو آب کے بارا سیدات' جن کے ساتھ مشرقی سیدوں میں سے بیشتر کا تعلق ہے' نے مغل سلطنت کے آخری دنوں میں کافی سیاسی اہمیت حاصل کرلی تھی۔ لیکن لاہور کے نصف النہار سے سیدھا آگے گزر کر آبادی کا واضح طور پر کافی بڑا حصہ سید پر مشتمل ہے۔ پٹھان سرحد اور خطہ کوہستان نمک میں ان کی تعداد سب سے زیادہ اور زیریں سندھ میں کچھ کم ہے۔ کوہاٹ کے بنگش اور مشوانی جیسے متعدد پٹھان قبائل سید نسل کا دعویٰ کرتے ہیں' اور ممکن ہے ان میں سے کچھ نے خود کو پٹھان کی بجائے سید بتایا ہو۔ پٹھانوں کے قبول اسلام کو مکمل کرنے والے جو بزرگ مغرب سے آئے تو سید' اور مشرق سے آئے تو شیخ کہلائے۔ اور غالباً اول الذکر کی اولادوں سے' اور سید ماخذ کا غلط دعویٰ سارے مسلمان خطہ میں بہت عمومی حیثیت اختیار کرگیا۔ اسی لئے پنجاب کے مغرب میں سیدوں کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ بلوچی (جو بالاصل شیعہ تھے اور انہیں "یاران علی" کہاجاتا تھا) سیدوں کی عزت و تکریم متعصب سنی پٹھان کی نسبت کہیں زیادہ کرتے ہیں۔ اور بلوچیوں کی نسبت پٹھانوں میں سیدوں کی زیادہ تعداد دیکھ کر میں حیرت زدہ رہ گیا۔ سید جلال بابا کے ہمراہ ہزارہ میں آنے والے کاغان کے سید ساری وادی کاغان میں آباد اور ملتان ضلع کے سید ایک ممتاز مقام کے حامل ہیں۔ ان کے بارے میں تفصیل مسٹر روئے (Roe) کی سیٹلمنٹ رپورٹ میں ملے گی۔ سید برہمن سے کمتر نہیں۔ وہ وسیع پیمانے پر زمیندار اور کاشتکار ہیں۔ درحقیقت برہمن تو پیدائشی پروہت ہے' یا کم از کم اس کا تعلق مذہبی طبقہ سے ہے لیکن سید ان دونوں میں سے کچھ بھی نہیں۔ بہرحال پنجاب کے مغرب میں وہ اپنی فرضی بزرگی ان نذرانوں کی وصولی کے لئے استعمال کرتا ہے جن کے لئے اس کے دینی ضوابط میں اسے کسی قسم کا استحقاق حاصل نہیں۔ میں نے کرنال کے سیدوں کو اپنی

سیٹلمنٹ رپورٹ میں یوں بیان کیا ہے۔ : "مجھے معلوم کاشتکاروں میں سید بدترین ہیں۔ کاہل، غیرکفایت شعار پرلے درجے کے جاہل اور مغرور۔ وہ فاقہ کشی کے خوف تک پہنچ جانے سے پہلے کھدائی نہیں کرتا اور یہ سمجھتا ہے کہ اس کی مقدس نسل اس کے ابرو کو پسینے کی حاجت سے بچا لے گی۔ جہاں تک میں جانتا ہوں اس کے پاس کوئی مال مویشی اور زمین نہیں اور وہ اپنے مزارعین کو آخری حد تک پیس ڈالتا ہے۔ اسی قدر برے انداز میں وہ غریب، گندا اور مقدس بھی ہے۔ ضلع میں وہ بدترین مالیہ ادا کرنے والا ہے، کیونکہ اس کے لئے ایک ہلکی ترین تعین کا مطلب محض بہت بڑی کاہلی ہے۔" مسٹر تھاربرن بنوں کے سیدوں کو یوں بیان کرتے ہیں :

> "اصولی طور پر سید مزارعے نہیں، زمیندار ہیں اور وہ بھی بہت برے اور کاہل قسم کے۔ سیکھنے، عام ذہانت اور حتیٰ کے گفتگو اور شخصیت میں بھی وہ ان پٹھانوں اور جٹوں سے بمشکل ہی قابل امتیاز ہیں جن کے بیچ وہ رہتے ہیں۔ جس واسطے سے وہ موجودہ زمینوں کے مالک ہیں وہ انہوں نے زیادہ تر صورتوں میں تحفتاً" حاصل کی تھیں۔ اگرچہ ان میں متعدد اب بھی کافی اثر و رسوخ رکھتے ہیں لیکن بحیثیت ایک طبقہ لوگوں پر ان کا اختیار 30 برس قبل کی نسبت کافی کم رہ گیا ہے۔ آبادی میں اضافہ کے نتیجہ میں جب سے جہد للبقاء شروع ہوئی ہے پٹھان زمیندار یہ محسوس کرنے لگا ہے کہ اسے مقدس افراد کی ضرورت نہیں۔ وہ زیادہ تر معاملات کو اب ایک توہم پرستانہ نکتہ نظر کی بجائے کڑے دنیا دارانہ نکتہ نظر سے دیکھتا ہے۔ کئی ایک خاندان یا آبادیاں اب تحائف کا وہ آبائی عمل منسوخ کر رہی ہیں جس کے تحت سید ایک موٹی تازی موروثیت کا حظ اٹھاتا تھا۔ لیکن انہیں دیوار سے لگا دینے کے نتیجہ میں پیدا ہونیوالے مجرمانہ نتائج سے روحانی نتائج کو بھی کافی خطرہ لاحق ہے۔"

افغانستان میں کافی تجارت سیدوں کے ہاتھ میں ہے کیونکہ ان کا مقدس کردار انہیں ایسی جگہوں سے بلانقصان گزر جانے میں مدد دیتا ہے جہاں سے گزرتے ہوئے دیگر پٹھان

یقیناً قتل ہو جائیں۔ حتیٰ کہ بلوچی بھی سید سے محبت نہیں رکھتے : وہ کہتے ہیں : "خدا سیدوں اور ملاؤں کا رشتہ دار نہ بنائے۔" اصولی طور پر سید وراثت کے قانون شریعت پر کاربند ہیں اور اپنی بیٹیوں کی شادی سیدوں کے علاوہ کسی اور سے نہیں کرتے۔ لیکن مشرق کے دیہات میں بہت سوں نے اپنے پڑوسیوں کی قبائلی روایات اپنا لی ہیں جبکہ مغرب میں بیوہ کی شادی کرنے کے خلاف ہندو تعصب ان میں بھی سرایت کر گیا ہے۔

سیدوں کی تقسیم

پنجاب کے سید بنیادی طور پر حسنی اور حسینی، یعنی حسنؓ ابن علیؓ اور حسینؓ ابن علیؓ کی نسلوں میں تقسیم ہیں۔ اس کے علاوہ حسن - حسینی حضرت عبدالقادر جیلانی کی اولاد ہیں جو دونوں شاخوں کی باہمی شادی کے نتیجہ میں پیدا ہوئے۔ علوی حضرت فاطمہؓ کے علاوہ حضرت علیؓ کی دیگر بیویوں کی اور زیدی حضرت امام حسینؓ کے پوتے زید شاہد کی نسل ہیں۔ لیکن ان میں تقسیم کا ایک اور مجموعہ بھی ہے، جن کا نام ان مقامات کی نسبت سے ہے جہاں سے ان کے آباؤاجداد آئے تھے۔ لہٰذا حضرت عبدالقادر کی اولادیں اکثر گیلانی کے طور پر جانی جاتی ہیں۔ اسی طرح گردیزی یا بغدادی سید حسینیوں کی ایک اہم شاخ ہیں، اور کبھی ملتان کی تحصیل سرائے سدھو کے ایک بڑے حصہ کے مالک تھے۔ جبکہ زیدیوں کو گردیزیوں کی ہی ایک شاخ بتایا جاتا ہے۔ بخاری سید حسینی شاخ سے نکلتے ہیں۔ ان کی درج کردہ تعداد مندرجہ ذیل ہے :

سید شاخیں

شاخ	تعداد	شاخ	تعداد
(1) حسنی	11746	(6) باخری	13324
(2) حسینی	86831	(7) مشہدی	24271
(3) زیدی	4089	(8) جیلانی	18967
(4) جعفری	6386	(9) شیرازی	7933
(5) بخاری	96378	(10) گردیزی	1902

مغربی میدانوں کے زیادہ تر سید بخاری اور حسینی ہیں' جیلانی سید مرکزی طور پر پنجاب کے وسط اور کوہستان نمک و مغربی دامن کوہ میں ملے۔ شیرازی جہلم اور شاہ پور میں' جعفری گوجرات میں' حسینی جہلم میں' باخری راولپنڈی اور مشہدی خطہ کوہستان نمک میں۔

علماء (ذات نمبر70)

یہ متفرق افراد کا مجموعہ ہیں' جن میں بیشتر کسی مذہبی پیشوایانہ کردار کا دعویٰ نہیں کرسکتے۔ عقیدۂ اسلام کے بارے میں جانکاری رکھنے والا کوئی بھی شخص "عالم" کے لقب کا دعویدار ہے' جس کی جمع "علماء" ہے۔ لیکن سرحد میں ہر وہ شخص عالم ہونے کا داعی ہے جو پڑھ لکھ سکتے اور مسجد میں نماز پڑھانے کے لئے کافی مذہبی علم کا مالک ہے۔ خود کو علماء بتانے والے افراد کے علاوہ اس عنوان کے تحت میں نے ایسے لوگوں کی بھی ایک بڑی تعداد شامل کی ہے جنہوں نے اپنی ذات کا حوالہ کسی ایسے لفظ سے دیا جو مسلمانوں میں مذہبی علم کی ایک مخصوص حد یا رتبے کو بیان کرتا ہے۔ اس طور شامل کردہ اصطلاحات اور ان کی تعداد ذیل میں ملاحظہ کریں:

علماء

علماء	7396	مولانا	1053
مجاور	3480	مخدومانہ	301
قاضی	2623	میاں	714
ملا	2479	ملازادہ	158
ملا - ملوانا	2879	دیگر	197

علماء کے معنی اوپر بیان کر دیئے گئے ہیں۔ خود کو اس طور بتانے والے تقریباً مکمل طور پر لاہور اور راولپنڈی ڈویژنوں میں' جبکہ 4129 گورداسپور اور 1701 گوجرات میں ہیں۔ مجاور کسی مزار کا موروثی محافظ (گدی نشین) ہوتا ہے' ان کی کل تعداد میں سے 2479 ڈیرہ غازی خان میں ہیں' اور بہت ممکن حد تک نگاہا کے مقام پر حضرت سخی سرور کے مشہور مزار کے

خدمتگار ہیں۔ قاضی مسلمان قانون کا ڈاکٹر ہے جو تمام مذہبی و قانونی امور پر اپنی رائے دیتا ہے، لیکن کسی مشہور قاضی کی اولاد اکثر اس لقب کو قائم رکھتی ہے۔ لہٰذا کئی ایک مشہور قاضی خاندان ہیں۔ ہمارے قاضیوں میں سے 1725 سیالکوٹ، 542 امرتسر اور 241 گورداسپور میں ہیں۔ ڈیرہ غازی خان میں تمام قاضی اعوان، اور وہ خود کو ملا کہلاتے ہوئے، بتائے جاتے ہیں۔ ملوانا یا مولانا محض ملا کی ہی دیگر شکلیں لگتی ہیں۔ ان سب افراد کا اندراج ڈیرہ جات، پشاور اور ملتان ڈویژنوں سے ہوا۔ مخدوم کا مطلب مزار کا ناظم اعلیٰ ہے۔ وہ عموماً کسی ایسے بزرگ کی اولاد ہیں جس نے انتظام کی صدارت کی، اور یہ لقب صرف زیادہ مشہور مزاروں کے ناظموں کے لئے ہی استعمال ہوتا ہے۔ لیکن اب چھوٹے مزاروں والے بھی اسے استعمال کرنے لگے ہیں اور وہ سب بھی جو کسی بزرگ کی نسل سے ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ مخدوم کی ایک اور صورت مخدومانہ ہے، یا شاید اس کا مطلب کسی مخدوم کی اولاد ہوگا۔ ڈیرہ جات میں میاں کا مطلب بزرگ یا مقدس آدمی یا معلم ہے، لیکن اب یہ ایسے اشخاص کی اولادوں کے لئے بھی اکثر و بیشتر مستعمل ہے۔ میانہ پر "شیخ" کے ضمن میں پیچھے بات کی گئی ہے۔ ملازادہ کا مطلب بھی یقیناً ملا کی اولاد ہی ہے۔ علماء کے اس عنوان کے تحت غالباً" اخوند زادہ اور اخوند خیل کو بھی شامل کرنا چاہئے۔ اخوند کسی بھی مشہور روحانی رہنما کو دیا گیا لقب ہے، اور ایسے شخص کی اولادیں اوپر مذکور ناموں سے جانی جاتی ہیں۔ درحقیقت میجر ویلس بھی یہ کہتے ہیں کہ ہزارہ کے پٹھانوں میں کوئی بھی ایسا شخص بلاامتیاز اخوند زادہ یا ملا کہلاتا ہے جس نے مذہبی کتب کا مطالعہ کیا ہو۔ پٹھانوں کے تحت 3665 افراد نے اپنا قبیلہ اخوند خیل بتایا، 2128 پشاور میں، 946 ہزارہ میں، 354 راولپنڈی میں اور 166 بنوں میں ہیں۔ لیکن مسٹر بیکٹ (Beckett) نشاندہی کرتے ہیں کہ ان میں سے متعدد افراد ایسے ہیں جو کوئی اور لقب نہ بتا سکے۔ "وہ زیادہ تر گوجر اور اعوان ہیں لیکن اسے تسلیم کرنے میں متامل اور بہت عمومی طور پر سید ہونے کا دکھاوا کرتے ہیں۔ انہیں ملاؤں یا پروہتوں کے ساتھ شمار نہیں کرنا چاہئے، کیونکہ وہ کوئی پروہتانہ فرائض سرانجام نہیں دیتے۔ وہ دیگر پٹھانوں کی طرح ہی زمین کاشت کرتے یا مویشی چرواتے ہیں، لیکن اس لقب سے چپٹے ہوئے ہیں کیونکہ یہ ایک خاص قسم کی اہمیت کا حامل ہے۔" مجھے شبہ ہے کہ ہمارے جدولوں میں اندراج کردہ بہت سے علماء ایسے ہیں جن کا اس لقب پر کوئی بہتر حق

دعویٰ نہیں۔

چشتی (ذات نمبر116)

اس عنوان میں دو مختلف قسم کے افراد شامل ہیں۔ چشتی یا چشتیہ مسلمان فقیروں کا ایک سلسلہ ہے جس کے بانی کال برگاہ / گلبرگاہ میں مدفون بندہ نواز تھے۔ چشتی سماع کی جانب بہت زیادہ میلان رکھنے والے اور عموماً شیعہ ہیں۔ انڈین چشتیوں کوخواجہ معین الدین چشتی کے پیروکار بھی کہا جاتا ہے، جنہوں نے 471 ہجری میں وفات پائی اور شاید وہی بندہ نواز یا ان کے مرید تھے۔ بہرحال پنجاب میں چشتیہ سلسلہ کے ارکان موجود ہیں اور اسی سلسلہ کے ساتھ تعلق کی بناء پر وہ "چشتیہ فقیر" ہیں۔ اور ان کے رشتہ داروں اور بچوں کی اولادیں، چاہے جسمانی ہوں یا روحانی، ایک ذات کی صورت اختیار کر گئیں جو زیریں ستلج میں اور خصوصاً ضلع منٹگمری میں پائی گئی۔ تاہم وہ پنجاب کے دیگر حصوں میں بھی ملے اور کئی اعتبار سے بودلوں سے مشابہہ ہیں جن کا تذکرہ اس کے بعد آئے گا۔ ہمارے جدولوں کے چشتیوں میں سے دہلی ڈویژن کے تمام 887 اور لاہور والوں میں سے 140 نے خود کو چشتیہ فقیر درج کرایا، وہ غالباً محض اس سلسلہ کے رکن ہیں۔ دیگر تعدادوں کو میں الگ الگ نہیں کر سکتا۔ مسٹر پرسر کا کہنا ہے کہ منٹگمری کے چشتیوں کے آباؤاجداد سے متعلق یہ خیال کیا جاتا ہے کہ وہ 600 سال قبل کابل سے لاہور آئے اور پھر منٹگمری کی طرف چلے گئے جہاں بابا فریدؒ پاکپتن کے مقام پر آباد ہوئے۔ بودلوں کی طرح وہ کافی حالیہ دور تک مکمل طور پر خانہ بدوش تھے، اور انہی کی طرح وہ بھی قریشی نسل کا دعویٰ کرتے ہیں۔ یہ بھی ناممکن نہیں کہ ان میں سے کچھ نے خود کو بطور شیخ درج کرایا۔ وہ راجپوت لڑکیوں سے شادی کرتے ہیں۔ ایک کہاوت ہے کہ ---- "آپ کسی چشتی کو اس کی نیم وا آنکھیں دیکھ کر پہچان سکتے ہیں۔" لیکن میں اس کہاوت کی وجہ بتانے سے قاصر ہوں۔

بودلہ (ذات نمبر172)

بودلے زیریں اور وسطی ستلج کے وٹو راجپوتوں کی ایک چھوٹی سی شاخ ہیں، جو کچھ پشتوں سے ایک مخصوص تقدیسی کردار کے حامل اور اب حضرت ابوبکرصدیقؓ سے قریشی نسل ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ ان میں سے 2435 نے اپنا اندراج بودلہ نہیں بلکہ بطور قریشی

کروایا' اور انہیں شیخ کے تحت شامل کیا گیا ہے۔ 144 حصار میں' 749 سرسا' 339 فیروزپور' 349 منٹگمری اور 254 بہاولپور میں ہیں۔ وہ اب بھی وٹو لڑکیوں سے بیاہ کرتے ہیں لیکن اپنی بیٹیاں صرف بودلوں کو ہی دیتے ہیں۔ کافی حالیہ دور تک وہ مکمل طور پر ایک گلہ بان قبیلہ تھے' اور اب بھی ایک "جاگیر" کے مالک ہیں جس پر وہ کاشتکاری کرتے ہیں۔ وہ بہاولپور میں سے ہوکر ملتان اور وہاں سے منٹگمری میں آئے۔ وہاں پر مسٹر پرسر انہیں "کاہل' نادان اور متکبر" بیان کرتے ہیں۔ منٹگمری سے وہ سرسا میں نفوذ کر گئے' وہاں باہک پرگنہ پر قابض ہوئے اور اب بھی ہیں۔ انہیں جادو منتر کے ذریعہ مرض دور کرنے کا وصف حاصل ہے' اور بالخصوص سانپ کے ڈسے اور ہڑک کا۔ وہ تسلیم شدہ ولی ہیں اور زبردست تاثیر والی بددعا دیتے ہیں۔ پڑوس کے دیگر قریشیوں کے ساتھ ان کی کوئی قرابت نہیں اور وٹو ماخذ شک و شبہ سے بالاتر ہے۔

مرتاض اور درویش سلسلے

اب میں آبادی کے اس حصہ پر بات کروں گا جسے عمومی طور پر "فقیر" کی اصطلاح میں شامل کیا جاتا ہے۔ سب سے پہلے مجھے یہ نشاندہی کرنا چاہئے کہ ہمارے اعداد و شمار اگر اس طبقہ کی کل تعداد واضح درستگی کے ساتھ پیش کرتے ہیں' کلیتاً" غیر مکمل ہیں۔ کم از کم تفصیلات کے متعلق ایسا ہی معاملہ ہے۔ ڈویژنل دفاتر نے مختلف سلسلوں کو عام اصطلاح کے تحت ہی شمار کیا' لیکن اس کی درستگی بہ آسانی کرلی گئی۔ میں نے ان کے انتخاب پر نظرثانی کرکے تعداد درست کی۔ لیکن تفصیلات ظاہر کرنے میں ہمارے اعداد و شمار کی ناکامی کی حقیقی وجہ یہ ہے کہ ان فقیروں کے ایک انبوہ کثیر نے اپنے سلسلے کا اندراج "قبیلے" کے تحت نہیں بلکہ "فرقے" کے تحت کروایا۔ اور چونکہ ہمیں شیعہ' سنی' وہابی اور فرازی کے علاوہ کسی اور فرقے کی جدول بندی کرنے سے منع کر دیا گیا تھا اس لئے تفصیلات تیار نہیں کی گئیں۔ اگر مجھے معلوم ہوتا کہ یہ صورتحال کس قدر وسیع پیمانے پر ہے تو میں چند سلسلوں کے جدول بندی الگ سے ضرور کرتا۔ یہی وجہ تھی کہ میں نے جدول نمبر 25 میں فقیروں کی

تفصیلات نہیں دی ہیں۔

فقیروں کی تعداد میں اگر عوام کے چار نہیں تو کم از کم تین بالکل مختلف طبقات شامل ہیں۔ سب سے پہلے خالص اور سادہ مذہبی سلسلے آتے ہیں۔ ان میں متعدد اعلیٰ ترین عزت و احترام کے حامل ہیں۔ ارکان کی گنتی عموی طور پر ان خانقاہوں یا مزاروں سے کی گئی جہاں وہ نہایت پرامن زندگی گزارتے' مسافروں کے لئے دروازے کھلے رکھتے' اپنے نو مذہبوں کی تربیت کرتے اور پڑوس کے افراد پر کافی اثر و رسوخ رکھتے ہیں۔ بیراگی اور گوسینی اسی قسم میں سے ہیں۔ کچھ سلسلوں کے پاس باقاعدہ خانقاہیں نہیں' لیکن وہ سفر کرتے ہوئے بھیک مانگتے اور اپنے چیلوں سے ملتے جاتے ہیں۔ تاہم یہاں بھی کسی گاؤں میں عموماً" ان کا صدر مقام ہے' یا کم از کم ایک ایسا مزار یا مقبرہ جہاں ان کا کوئی ایک سلسلہ ناظم ہے۔ اسی طرح خانقاہی سلسلے بھی اپنے چیلوں کے درمیان ادھر سے ادھر آتے جاتے اور نذرانے وصول کرتے ہیں جن سے ان کا جزوی طور پر گزارہ چلتا ہے۔ ان افراد کی ایک بہت بڑی تعداد موجود ہے جن کا اثر و رسوخ کافی زیادہ ہے۔ کچھ ایک سلسلے مبینہ طور پر مجرد ہیں' تاہم ان کے درمیان بھی روایت کی پابندی شاذ و نادر ہی سختی سے کی جاتی ہے' لیکن زیادہ تر ہندو سلسلے سینوگی اور ویوگی دو شاخوں میں تقسیم ہیں۔ ان میں سے موخرالذکر ہی مجرد ہونے کا پاسبان ہے' جبکہ مسلمان سلسلوں میں تجرد کبھی کبھار ہی مبینہ ہے۔ تاہم خانقاہوں میں رہنے والے بالعموم ہمیشہ ہی مجرد نہیں۔ مبینہ مرتاض ہندو ہونے کی صورت میں سادھ کہلاتا ہے اور اگر مسلمان ہو تو پیر۔ بہرصورت ہندوؤں میں کسی نو مذہب کو سلسلے میں شامل ہونے سے قبل آزمائشی مرحلے سے گزرنا پڑتا ہے' اور یہ لوگ "چیلے" کہلاتے ہیں۔ لیکن ان کے علاوہ ہندو اور مسلمان دونوں مرتاض اپنے اپنے شاگرد رکھتے ہیں' جنہیں بالترتیب "سیوک" اور "مرید" کہا جاتا ہے۔ موخرالذکر کا اپنے سلسلے میں تعلق صرف روحانی رہنمائی تک ہے' یعنی ایک کاتھ کلرک بیراگی' یا ایک پٹھان سپاہی چشتی ہو سکتا ہے' چاہے انہوں نے کسی بیراگی گرو یا چشتی پیر کو اپنا روحانی پیشوا مان لیا ہو۔ یہ ممکن نہیں کہ ایسے افراد نے سلسلے کا نام بطور ذات بتایا ہو' اگرچہ کہیں کہیں ایسا ہونا ممکن ہے۔ یہ یقینی ہے کہ ان میں سے کسی نے بھی خود کو فقیر نہیں بتایا۔ لہٰذا اس حد تک یہ سلسلے ان افراد سے بنے ہیں جو اپنی ذات اور دنیاوی پیشوں سے لاتعلق ہو کر بہ رضا ان میں شامل ہوئے۔ لیکن یہ لوگ شادی کرتے ہیں

اور ان کے "بندی" یا جسمانی بچے ہوتے ہیں۔ جبکہ ان کے "ندی" یا روحانی بچے یعنی چیلے سلسلے میں شامل ہونے کے بعد اپنے گھروں کو لوٹ سکتے ہیں۔ ایسا اکثر ہوا ہے کہ مثلاً کسی بیراگی کی اولادوں (چاہے جسمانی یا روحانی) نے بیراگی کے نام سے ایک علیحدہ ذات کی صورت اختیار کرلی' لیکن اپنے ماخذ کے علاوہ سلسلے کے نام سے ان کا کوئی تعلق نہیں۔ ایسے افراد نے اپنی ذات بیراگی بتائی' اور انہیں فقیر میں شمار کیا جائے گا۔ میں اس بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتا کہ یہ روایت کس حد تک عام ہے' لیکن ہم نے اوپر منٹگمری کے چشتی کے معاملے میں ایک مثال پر غور کیا ہے' اور مجھے بالکل اسی صورتحال میں کرنال کے اندر بیراگیوں کے گاؤں معلوم ہیں۔

میں نے کہا ہے کہ ان سلسلوں کے متعدد ارکان پاکیزہ اور محترم افراد ہیں جن کا ہمیشہ سے مکمل اثر و رسوخ ہے۔ لیکن تمام سلسلوں میں یہ بات ذات سے کافی بعید ہے۔ ان میں سے متعدد بدنام اوباش بے راہرو ہیں' جو علاقے میں ادھر ادھر عورتوں کو ورغلاتے پھرتے' بددعا کی دھمکی دے کر جبراً خیرات وصول کرتے اور پوچھنے پر مقدس کردار کا حوالہ دیتے ہیں۔ حتیٰ کہ اب بھی یہ افراد ایک سلسلے کے ارکان ہیں جس میں وہ قصداً" شامل ہوئے اور اپنے حامل لقب پر ان کا کچھ حق ہے' لیکن اس طبقے کا بہت بڑا حصہ (جن کو "فقیر" شمار کیا گیا) نچ ذات کے جاہل لوگوں پر مشتمل ہے۔ وہ جس مذہب کی تلقین کرتے ہیں خود اس کی بنیادی باتوں سے شمہ برابر بھی واقف نہیں۔ کسی مخصوص فرقہ کے خصوصی اصول سے وہ اور بھی زیادہ ناواقف ہیں۔ وہ باقاعدہ سلسلوں کا لبادہ اوڑھ کر ضعیف الاعتقاد لوگوں سے خیرات پر گزارہ کرتے ہوئے علاقہ میں آوارہ گردی کرتے پھرتے ہیں۔ اکثر انہیں ان سلسلوں کے نام تک معلوم نہیں ہوتے جن کے ساتھ اپنی وابستگی ظاہر کرنے کے لئے وہ علامتی نشان پہن لیتے ہیں۔ یہ لوگ مرتاض نہیں محض گداگر ہیں۔ اگرچہ شومئی قسمت ان کی تعداد کافی زیادہ ہے لیکن ہمارے پاس ان کو الگ کرنے کا کوئی طریقہ نہیں۔ متذکرہ بالا کاموں کے علاوہ فقیر طبقہ کے ہاتھ میں عموماً" چھوٹے چھوٹے مزاروں کا انتظام و انصرام' گاؤں کے مندروں اور مسجدوں کی خدمتگاری' قبرستانوں کی رکھوالی اور ایسے ہی نیم مذہبی فرائض ہیں۔ ان خدمات کے بدلہ میں گاؤں والے اکثر انہیں زمین کے عطیے دیتے ہیں جن پر وہ کاشتکاری کرتے ہیں۔

ہندوؤں کے مذہبی سلسلوں کا موضوع انتہائی پیچیدہ ہے۔ جوگی' سنیاسی' سادھ جیسے الفاظ کے مختلف مفاہیم کے درمیان معکوس تقسیمیں لامحدود ہیں' اور ہندو ازم کے فرقہ وارانہ نظام کے ساتھ کافی بہتر طور پر واقفیت نہ رکھنے والا کوئی بھی شخص اس موضوع کے ساتھ پوری طرح نمٹ سکنے کی توقع نہیں کرسکتا۔ چنانچہ میں نے ذیل میں چند انتہائی اہم سلسلوں کے کچھ موٹے موٹے خدوخال بیان کرنے سے زیادہ کچھ نہیں کیا۔ قاری کو ولسن کی "سیکٹس آف ہندوز" میں اس موضوع پر گراں قدر معلومات ملیں گی' جبکہ مسٹر ٹرمپ (Trumpp) نے اپنے "ادی گرنتھ" کے دیباچے میں' اور مسٹر کننگھم نے "ہسٹری آف سکھس" کی تعلیق میں سکھ فرقوں اور سلسلوں سے متعلق کافی تفصیلات بیان کی ہیں۔

مرتاضوں کے ہندو سلسلے

بیراگی (ذات نمبر53)

لفظ بیراگی' یا زیادہ درست طور پر ویراگی جذبات سے پاک کسی بھی شخص کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ لیکن پنجاب میں یہ لفظ بالعموم وشنو کے بھگتوں کے باقاعدہ سلسلہ پر لاگو ہوتا ہے جس کا بانی رامانند کا بارھواں شاگرد سری آنند بتایا جاتا ہے۔ وہ متعدد شاخوں میں تقسیم ہیں' جن میں سے قابل ذکر رام چندر کی پوجا کرنے والے رامانندی' خصوصاً کرشن کی بیوی رادھا کے عبادت گزار رادھا بلبھی' سالگ رام کو عزت و تکریم کا بنیادی معروض سمجھنے والے نیما نندی' اور مہادیو کے پجاری رامانوجی ہیں۔ تاہم یہ آخری دو وشنو سے زیادہ شیوا نظر آتے ہیں۔ وہ زیادہ تر خانقاہوں میں مرکوز اور فقیروں کا انتہائی قابل عزت طبقہ ہیں' لیکن بہت سے آوارہ درویش بھی خود کو بیراگی کہتے ہیں۔ سوکھے ہوئے منکوں کی ایک لڑی ان کا علامتی نشان ہے۔ ان کی تعداد جمنا اضلاع میں سب سے زیادہ ہے۔ تاہم ہمارے ذات کے جدول کی ذات میں 2238 مردوں اور 1621 عورتوں کو بھی جمع کرنا چاہئے جنہوں نے اپنا اندراج بطور فقیر کروایا' اور جو تقریباً اسی تعداد میں امرتسر' لاہور اور فیروز پور اضلاع میں پائے گئے۔ خانقاہوں کے بیراگی ہمیشہ تو نہیں لیکن اکثر مجرد ہیں۔ البتہ کرنال اور شاید صوبہ کے دیگر حصوں میں بھی بیراگی بھکشوؤں کے بچوں اور چیلوں کی نسلوں کے

زیر تسلط گاؤں موجود ہیں جنہوں نے اپنی اصل ذاتیں ترک کر دیں اور اب ان کی شناخت بطور بیراگی ہے، اگرچہ سلسلہ کے ساتھ ان کا کوئی تعلق واسطہ نہیں رہ گیا۔

سنیاسی (ذات نمبر25)

سنیاسی کا حقیقی مطلب اس مرتاضانہ مرحلے سے زیادہ کچھ نہیں جس میں سے ہر برہمن کو صحیح طریقے سے گزرنا پڑتا ہے لیکن عام استعمال میں اس کا تعلق وشنو کے پیروکاروں میں بیراگیوں کے ساتھ ہے، اور اپنے مطلب میں بھی یہ اتنا ہی غیرواضح ہے۔ درحقیقت یہ ایک وشنوا فرقے ترپڈانڈی رامانوجوں پر لاگو ہوتا ہے، لیکن یہ ماسوائے جوگی مرتاضوں کے تمام طبقات کو شامل کرنے کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے۔ پنجاب میں اس لفظ کا استعمال شنکر اچاریہ کے پیروکاروں کے حوالہ سے ہوتا ہے اور اس میں گوسین بھی شامل ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ سنیاسیوں کو جلانے کی بجائے عموماً بیٹھے ہوئے کی حالت میں دفن کیا جاتا ہے۔ ہمارے ذات کے جدول کے اعداد و شمار میں 1824 ایسے مردوں اور 727 عورتوں کو بھی جمع کرنا چاہئے جن کی تقریباً نصف تعداد امرتسر اور ایک چوتھائی لاہور ڈویژن میں ہے۔ جہاں تک ہمارے اعداد و شمار دکھاتے ہیں، سنیاسی خصوصاً مشرقی دامن کوہ اضلاع پر اثر انداز ہیں۔

گوسین (ذات نمبر102)

گوسین ایک شیوا سلسلہ ہے جو کئی اعتبار سے وشنووں کے درمیان بیراگیوں کے ساتھ مطابقت رکھتا ہے۔ ان کی طرح گوسین بھی اکثر خانقاہوں میں مرکوز ہیں جبکہ ان میں سے متعدد شیوا کے مندر میں بطور پروہت فرائض سرانجام دیتے ہیں۔ وہ بیراگیوں کی طرح انتہائی قابل احترام ہندو سلسلوں میں سے ایک ہیں۔ اور لازمی طور پر تو نہیں لیکن عموماً مجرد ہیں۔ذات کے جدول کی تعداد میں ایسے 1868 مردوں اور 594 عورتوں کو بھی شامل کرنا چاہئے جو تقریباً سبھی ضلع حصار میں ہیں۔ گوسین جنوب مغربی اضلاع میں ہی محدود لگتے ہیں۔

سادھ (ذات نمبر155)

سادھ کافی موزوں طور پر مسلمان لفظ "پیر" کا ہندو مترادف ہی ہے' یا پھر اس کی بجائے سادھ کا استعمال صرف ایک ہندو بھگت کے لئے ہوتا ہے جبکہ پیر میں کوئی بھی مقدس شخص شامل ہے' لیکن اس لفظ کا اطلاق خصوصاً ہندو موحدین کے گروہ پر ہوتا ہے جو مرکزی طور پر بالائی گنگا جمنا دوآب میں فاروق آباد سے اوپر کی طرف پائے گئے۔ اس فرقے کی بنیاد کوئی 200 سال قبل ایک بیربھان نے رکھی تھی۔ سادھ لوگ تمباکو نوشی نہیں کرتے اور روحانی پاکیزگی پر بہت زور دیتے ہیں۔ ان کی مذہبی تقریبات اجتماعی ضیافت پر مشتمل ہیں۔ یہ ایک سلسلہ سے زیادہ فرقہ ہیں اور کرنال میں ایک بہت بڑے گاؤں کے جٹوں کا فرقہ سادھ مگر ذات جٹ ہی ہے۔ (دیکھیں مسٹر ولسن کی "ہندو سیکٹس۔" ذات کے جدول کی تعداد میں 100 مردوں اور 13 عورتوں کا اضافہ کرنا چاہئے جو زیادہ تر ضلع حصار میں ہیں۔ ہمارے اعداد و شمار سادھوں کو مرکزی طور پر ضلع دہلی اور روہتک میں دکھاتے ہیں جو انہیں سادھ فرقہ سے منسلک کرتے ہوئے لگتے ہیں۔ تاہم عورتوں کی قلیل تعداد ایک مذہبی سلسلہ کی جانب دلالت کرتی ہے۔ خدمت گار طبقات کے پروہت اکثر سادھ کہلاتے ہیں' مثلاً چماروں کے چمروا سادھ' یا چرن داسی سادھ اور جولاہوں کے کبیر بنسی سادھ۔

جوگی

جوگیوں کو "ادنیٰ پیشہ ورانہ ذاتوں" کے زیرِ عنوان بیان کیا جائے گا۔ وہاں یہ وضاحت کی جائے گی کہ لفظ کا مطلب درحقیقت کسی ایسے شخص سے زیادہ کچھ نہیں جس نے اپنی تجرید کے ذریعہ غیرمعمولی قوت غیب دانی اور ایسی ہی دیگر صلاحیتیں حاصل کرلی ہوں۔ لیکن وہاں بیان کردہ پست ذات جوگی راول کے علاوہ جوگی فقیروں کے دو نہایت قابل احترام گروہ ہیں : ایک کن پھٹا' یعنی جس نے کانوں میں چھید کروائے ہوں' اور دوسرا آگر / اوگر' جو کن پھٹا نہیں ہوتا۔ اول الذکر شیوا کے پجاری ہیں' عام طور پر شوالوں میں ملیں گے۔ موخرالذکر بھی شیوا ہیں لیکن نسبتاً زیادہ لامذہب۔ کن پھٹا جوگی "درشنا" بھی کہلاتا ہے۔ ذات کے جدول میں دی گئی جوگیوں کی تعداد میں کن پھٹا مردوں کی 3658 اور عورتوں کی 1750 تعداد جبکہ آگر شاخ کے 1720 مرد اور 1273 عورتیں شامل ہیں' لیکن یہ اعداد و شمار انتہائی غیر مکمل ہیں۔ جوگی اپنے مردوں کو بیٹھے ہوئے کی حالت میں دفن کرتے ہیں۔

اغوری یا اغور پنتھی

یہ ایک ایسا سلسلہ ہے جو بخوشی ختم ہو چکا ہے۔ میرے اعداد و شمار میں ان کی تعداد صرف 316 ہے' لیکن ایک ذہین مقامی باشندے نے مجھے مطلع کیا ہے کہ اس کی جوانی کے زمانے میں وہ کافی عام تھے اور ایک گیدڑ کے گلے میں پٹہ ڈالے گلیوں میں الف ننگے پھرتے تھے۔ وہ انسانی فضلے اور خون سے لتھڑے ہوتے تھے' اور یہی چیزیں ایک کھوپڑی میں اپنے پاس رکھتے تھے جنہیں وہ خیرات دینے سے انکار کرنے والوں پر پھینک دیتے۔ دو سال سے کم عرصہ پہلے کی بات ہے کہ ان میں سے ایک کو تازہ تازہ دفن کئے گئے بچے کی لاش قبر میں سے نکال کر کھاتے ہوئے پکڑا گیا تھا۔

مرتاضوں کے سکھ سلسلے

ستھرا شاہی (ذات نمبر163)

اس سلسلے کا بانی گرو ہر رائے کی زیر سرپرستی سچا نامی برہمن تھا (3) اب ان کی کافی تعداد وسیع پیمانے پر موجود ہے۔ ہمارے جدول کی تعداد میں 112 مردوں اور 15 عورتوں کا اضافہ کرنا چاہئے' جو سکھ خطہ میں ان کی ایک بکھری ہوئی قلیل تعداد دکھاتا ہے۔ وہ جوئے بازی' چوری چکاری' نشے بازی اور بدکاری کے لئے بدنام ہیں۔ اور ایک دیومائی نوعیت کے بھجن گاتے اور بھیک مانگتے ہوئے سیلانی زندگی گزارتے ہیں۔ وہ سر اور گردن میں کالی اون کے رسے پہنتے اور بھیک مانگتے ہوئی چھوٹی چھوٹی کالی چھڑیاں بجاتے ہیں۔ اگرچہ وہ ایک سکھ سلسلہ ہیں' لیکن ان کا اندراج بطور ہندو ہوا وہ تلک یا فرقہ وارانہ علامت استعمال کرتے اور ساری ہندو رسومات ادا کرتے ہیں۔ ان کی بنیاد گورو گوبند سنگھ جی کے دور سے پہلے کی ہے' شاید اسی لئے وہ خود کو ہندو کہتے ہیں۔ وہ عموماً" اپنے نام کے ساتھ شاہ کا لاحقہ لگاتے ہیں۔ ٹرمپ ان کے متعلق کہتے ہیں کہ "ان میں کوئی سلسلہ یا باقاعدہ تنظیم نہیں' اور وہ لفنگے و آوارہ گرد گروہ پر مشتمل ہیں۔ وہ عوامی سطح پر بدکردار ہیں اور سکھ انہیں اپنے میں سے تسلیم نہیں کرتے۔

اداسی (ذات نمبر84)

اداسی یا نانک پترا کا بانی بابا گرونانک کا سب سے بڑا بیٹا سری چند ہے' جسے دوسرے گورو امرداس جی نے ذات سے خارج کیا تھا۔ انہوں نے بھی اپنی بنیاد گورو گوبند سنگھ جی کے دور سے پہلے کی ہونے کے باعث اپنا اندراج زیادہ تر بطور ہندو کروایا۔ 7127 مردوں اور 1944 عورتوں کی تعداد ذات کے جدول کی تعداد میں جمع کرنی چاہئے۔ وہ سکھ خطہ تک ہی محدود ہیں۔ وہ بیشتر مجرد ہیں' اور برہنہ رہنے والی شاخ یا اداسی ننگا ہمیشہ مجرد ہوتا ہے۔ وہ ہندو رسومات پر عمل کرتے' تلک لگاتے اور گورو گوبند سنگھ جی کے گرنتھ کو مسترد کرتے ہیں' لیکن بابا گرونانک کے ادی گرنتھ کے عقیدت مند ہیں۔ ان کی بطور سکھ شناخت بمشکل ہی ہے۔ انہیں ایک اعلیٰ کردار والا بتایا جاتا ہے اور کبھی کبھار وہ خانقاہوں میں مرکوز ملتے ہیں' لیکن اکثر نہیں۔ زیادہ تر دنیاوی معاملات میں مصروف گھروں میں ہی رہتے ہیں اور اپنے پڑوسیوں سے تھوڑے بہت ہی مختلف ہیں۔ کم از کم ٹرمپ کا یہی کہنا ہے۔

نرملا (ذات نمبر152)

نرملا (یعنی "مالا کے بغیر") بالاصل گورو گوبند سنگھ جی کے کٹر سکھ پیروکار تھے۔ وہ سفید کپڑے پہنتے' مرکزی طور پر سکھ مذہب کے مراکز میں رہتے اور سکھ مجلسوں میں کافی اثر و رسوخ رکھتے ہیں۔ لیکن حالیہ برسوں میں انہوں نے دوبارہ اپنا ہندو مذہب اختیار کرلیا ہے اور سرخ کپڑے پہننا اور ہندو رسومات ادا کرنا شروع کردی ہیں' اور بمشکل ہی حقیقی سکھ رہ گئے ہیں۔ تاہم ان کے ایک معتدبہ حصے نے سکھ کے طور پر اپنا اندراج کروایا۔ وہ تقریباً مکمل طور پر خانقاہوں میں رہتے اور مجرد ہیں۔ وہ بھیک نہیں مانگتے لیکن اپنے معتقدین کے نذرانوں پر گزر بسر کرتے ہیں۔ اخلاق کے لئے ان کی شہرت بہت اعلیٰ ہے اور امرتسر میں ان کی بہت عزت کی جاتی ہے جہاں نرملا آبادی اخلاقی پاکیزگی کے لئے کافی اہمیت رکھتی ہے۔ تاہم یہ کہا جاتا ہے کہ اب ان کو زوال آرہا ہے۔ وہ "اکھاڑہ" نامی ایک مجلس' جو پنجاب بھر میں نرملا آبادیوں کا مخصوص عرصہ بعد دورہ کرتی ہے' کے مطیع اور مرکزی راہب یا منت کے زیراختیار ہیں۔ جدول کی تعداد میں 1587 مردوں اور 500 عورتوں کو بھی شامل کرنا چاہئے' جن میں سے 500 امرتسر اور 300 جالندھر میں ہیں۔ وہ صرف سکھ خطہ تک ہی محدود ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ نرملا اور اداسی اکثر گڈمڈ ہو جاتے ہیں۔

اکالی یا نہنگ

یہ مشہور سپاہی متعصب (جو سکھوں کے غازی ہیں) میرے جدولوں میں 547 کی تعداد میں نظر آتے ہیں' جو کہ یقیناً درست نہیں۔ وہ "اکال" یعنی لافانی کے "ناقابل شکست" یا نہنگ (4) ہیں۔ اور پھولا سنگھ اکالی رنجیت سنگھ کا ایک بہت بڑا رہنما تھا۔ اس سلسلے کے بانی خود گورو گوبند سنگھ جی ہیں اور انہوں نے "بندہ" کی انحرافات کی کوششوں کا ڈٹ کر مقابلہ کیا تھا۔ وہ نیلے رنگ کے چوخانہ دار کپڑے' لوہے کے کڑے اور اپنی نیلی قلہ دار پگڑیوں پر لوہے کے چھلے پہنتے ہیں' اس کے علاوہ چھوٹے خنجر' کٹاریں (کرپان) اور لوہے کی ایک زنجیر۔ ان کا صدر مقام امرتسر میں ہوا کرتا تھا' جہاں سے وہ مذہبی تقریبات اور خالصہ کی مجلس بلانے کے فرض ادا کرنے کے لئے ہدایات حاصل کرتے تھے۔ اپنی شوریدہ سری اور تکبر کی وجہ سے سکھ سردار بھی انہیں دھمکاتے رہتے تھے اور اکثر جبرا نذرانے وصول کئے گئے۔ وہ جنگجو پروہت تھے اور مذہبی کی بجائے سیاسی۔ یہ سلسلہ اب تیزی کے ساتھ معدوم ہو رہا ہے۔ ہوشیار پور میں آنند پور ان کا موجودہ صدر مقام بتایا جاتا ہے۔ وہ اب بھی اس پاکیزگی کے لئے خود پر نازاں ہیں جس کے ساتھ انہوں نے مذہب کے حقیقی فرامین کو محفوظ رکھا ہوا ہے۔ وہ تمام ہندو رسومات کو مسترد کرتے ہیں' حتیٰ کہ شادی کی تقریبات میں بھی۔ وہ سکھوں کی عظمت رفتہ کی یادیں سینے میں لئے بیٹھے ہیں' اور ہر فرد واحد بھی خود کو سوا لاکھ خالصہ کہتا ہے۔

دیوانہ سادھ

دیوانہ سادھ اپنے بال نہیں تراشتا' اور سیپوں کا ہار اور اپنی پگڑی میں ایک بڑا سا پر پہنتا ہے۔ وہ زیادہ تر پست ذاتوں سے بھرتی ہوئے اور ان میں سے بیشتر حصہ شادی شدہ ہے۔ اپنی عادات میں یہ سکھوں سے مشابہہ ہیں لیکن صرف ادی گرنتھ کی ہی تعظیم کرتے ہیں۔ ہمارے اعداد و شمار میں وہ 495 مرد اور 395 عورتیں ہیں' زیادہ تر ضلع کانگڑہ میں۔

مرتاضوں کے مسلمان سلسلے

بھرائی

بھرائی یا پرہائی' یا پراہی (جیساکہ انہیں اکثر کہا جاتا ہے) حضرت سلطان سخی سرورؒ کے گدی نشین ہیں۔ لاہور ڈویژن کے بھرائیوں کو ڈویژنل دفتر نے شیخ میں ہی شمار کیا تھا۔ لاہور میں ان کی تعداد 1444' گوجرانوالہ میں 2256 اور فیروزپور میں 1646 ہے۔ بھرائی کافی حد تک وسطی اور دامن کوہ اضلاع اور ریاستوں تک ہی محدود ہیں' جہاں پر سلطانی اعتقاد بہت واضح اور غالب ہے۔ تاہم مغربی میدانوں کے اضلاع میں بھی چند ایک موجود ہیں۔ وہ ڈھول پیٹتے ہوئے حضرت سخی سرورؒ کے نام پر بھیک مانگتے اور نگاہا میں مزار پر آنے والے زائرین کی ٹولیوں کے ساتھ ساتھ چلتے ہیں۔ وہ مقامی مزاروں کے نذرانے بھی وصول کرتے ہیں۔ مغربی اضلاع میں وہ لڑکوں کے ختنے اور اکثر بطور میراثی کام کرتے ہیں' جن کے ساتھ وہ اکثر خلط ملط ہو جاتے ہیں۔ درحقیقت زیریں دریائے سندھ پر وہ ختنے کرنے میں نائیوں پر سبقت لے گئے ہیں۔ اور کہا جاتا ہے کہ ان کا یہ نام اس وجہ سے پڑا کہ رسول اللہؐ نے ان کے آباؤاجداد میں سے ایک کو اپنا پیراہن اس وقت ایک نومسلم کے ختنہ کرنے پر "انعاما" دیا جب نائی نے یہ کام کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ نام کی اصل حقیقت کافی حد تک "غالباً" اس سے واضح ہوتی ہے کہ نگاہا میں زائرین ایک دوسرے کو "پیر بھرا" (پیر بھائی) کہتے

مداری (ذات نمبر63)

مداری "زندہ شاہ مدار" کے پیروکار ہیں جو اودھ میں مکان پور کا مشہور و معروف بزرگ ولی تھا۔ اس کا نام بازی الدین شاہ اور اسلام قبول کرنے والا یہودی تھا جو 1050ء میں (Aleppo) حلب کے مقام پر پیدا ہوا اور کہا جاتا ہے کہ وہ مکان پور میں 383 برس کی طویل عمر گزار کر ایک شیطان کو اس جگہ سے باہر نکالنے کے بعد فوت ہوا۔ جیساکہ نام سے ظاہر ہے' کچھ اسے اب بھی زندہ سمجھتے ہیں۔ ان کے خیال میں رسول اللہؐ نے اسے سانس لئے بغیر زندہ رہنے کی قوت عطا کی تھی۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اس کے ماننے والوں کو کبھی آگ نہیں جھلسا سکے گی اور وہ زہریلے سانپوں' بچھوؤں سے محفوظ رہیں گے۔ ان میں زہر کا تریاق کرنے کی قوت موجود ہے۔ یہ بھی کہتے ہیں کہ اس کے مزار میں داخل ہونے والی عورتیں زبردست درد و اذیت میں گرفتار ہو جاتی ہیں جیسے انہیں زندہ جلایا جا رہا ہو۔ ہمارے

ذات کے جدول میں دی گئی تعداد میں 20968 مردوں اور 17476 عورتوں کو بھی شامل کرنا چاہئے' جن میں سے 5700 انبالہ' 5400 لدھیانہ' 6600 جالندھر' 2000 ہوشیار پور' 3200 امرتسر اور 2300 سیالکوٹ اور 1500 فیروز پور میں ہیں۔ لہذا وہ صوبہ پنجاب کے مشرقی نصف میں بکھرے پڑے ہیں۔ چار مغربی ڈویژنوں میں وہ ایک طرح سے نامعلوم لگتے ہیں۔ وہ اپنے بال گوندھ کر جوڑا باندھتے ہیں۔ اور ان کا تعلق مسلمان سلسلوں کی "شرع" شاخ سے ہے' جو کسی مذہب' نسل یا ضابطہ حیات کا احترام نہیں کرتے' البتہ خود کو مسلمان کہتے ہیں۔

ملنگ

یہ مداری کی ہی ایک شاخ بتائے جاتے ہیں۔ میرے جدول کے مطابق ان کی تعداد 851 مرد اور 659 عورتیں ہیں' زیادہ تر پٹیالہ' مالیرکوٹلہ' جالندھر اور فیروزپور میں۔

بیناوا (ذات نمبر111)

بیناوا فقیر خواجہ حسن بھری کے پیروکار ہیں' لیکن میں یہ نہیں بتا سکتا وہ خواجہ حسن بھری واقعی بغداد کے نزدیک بصرہ والے حسن بصری ہی ہیں جنہوں نے سہروردیہ سلسلہ کی بنیاد رکھی۔ جدول کے اعداد و شمار میں 2483 مردوں اور 2153 عورتوں کی تعداد کا اضافہ کرنا چاہئے۔ بیناوا جمنا اضلاع اور روہتک تک ہی محدود ہیں۔

درویش (ذات نمبر136)

درویش بھی "فقیر" کے لئے ایک اور لفظ ہے اور اس کا مطلب در در جاکر مانگنے والا ہے' لیکن ہمارے جدولوں کے درویش صرف بٹالہ اور پٹھان کوٹ' امرتسر اور کپور تھلہ میں پایاجانے والا ایک مخصوص طبقہ ہیں' خصوصاً سیالکوٹ میں۔ ان کی تعداد میں 84 مردوں اور 106 عورتوں کا اضافہ کرنا چاہئے۔ درویش کے نام سے ممتاز کئے جانے والوں کی ایک آبادی اوپر مذکور علاقوں میں نظر آتی ہے۔ وہ چھوٹی چھوٹی زمینیں کاشت کرتے' ساز بجاتے ہوئے بھیک مانگتے' رسے بٹتے' مرگ والے گھر میں جاکر مرحوم کی تعریفیں اور اوصاف بیان کرتے اور مسجدوں کے آس پاس منڈلاتے رہتے ہیں۔ انہیں مرتاض قرار دینا مشکل ہے' تاہم

عورتوں کی ایک قلیل تعداد یہ بتاتی ہوئی نظر آتی ہے کہ انہوں نے ابھی تک ایک علیحدہ ذات کی شکل اختیار نہیں کی اور باہر سے بھرتی شدہ ہیں۔

جلالی (ذات نمبر143)

حضرت سید جلال الدین بخاری جلالی سلسلہ کے بانی ہیں' تاہم پنجاب کے جلالیوں کو کہیں کہیں شیر شاہ سید جلال آف اچ کے پیروکار بتایا گیا' جو خود بھی ایک جلالی فقیر تھے۔ جدول کی تعداد میں 2322 مردوں اور 1928 عورتوں کا اضافہ کرنا چاہئے' جن میں سے زیادہ تر جالندھر' امرتسر اور لاہور ڈویژنوں سے ہیں۔ اس سلسلے میں شمولیت کے خواہشمند اپنا پورا منہ مونڈتے اور کپڑے جلاتے ہیں۔ انہیں دائیں کندھے پر مرتسم کیا جاتا ہے۔ وسط ایشیاء میں جلالی کافی عام ہیں۔

حسینی (ذات نمبر160)

حسینی گڑگاؤں تک ہی محدود ہیں' اور ان میں یہ خاصیت نظر آئی کہ عورتوں کی تعداد مردوں سے زیادہ ہے۔ مجھے ان کے متعلق معلومات میسر نہیں۔ یہ غالباً حسینی سید ہی ہوں گے۔

قادری (ذات نمبر175)

قادری مشہور و معروف سید عبدالقادر دستگیر کے پیروکار ہیں' جن کا مزار بغداد میں ہے۔شمال مغربی سرحد کے بیشتر سنی بزرگ قادری ہیں اور سوات کے اخوند کا تعلق بھی اس سلسلہ سے ہے۔ جدول کی تعداد میں 2710 مردوں اور 2181 عورتوں کا اضافہ کرنا چاہئے' جو زیادہ تر انبالہ' امرتسر اور لاہور ڈویژنوں میں ملے۔ وہ کئی کئی گھنٹے "تو ہی رہنما' تو ہی حق' تو ہی تو!" کا ورد کرتے رہتے ہیں۔

نقشبندیہ

یہ خواجہ پیر محمد نقشبند کے پیروکار ہیں۔ میرے اعداد و شمار صرف 287 مرد اور 219 عورتیں دکھاتے ہیں۔ مرکزی طور پر امرتسر ڈویژن میں۔ وہ بلا حس و حرکت بیٹھ کر اور سر

جھکائے، نظریں زمین پر گاڑے عبادت میں منہمک رہتے ہیں۔

سہروردیہ

یہ بغداد کے قریب بصرہ کے حسن بصری کے پیروکار ہیں۔ (بیناوا کے تحت بھی دیکھیں) وہ بیٹھ کر عبادت کرتے اور تھوڑی تھوڑی دیر بعد ایک نپے تلے سر میں لفظ اللہ کا ورد کرتے ہیں۔ لفظ "اللہ" ایک دبی ہوئی سانس کے ساتھ یوں ادا کیا جاتا ہے جیسے بڑی کوشش کے ساتھ منہ سے نکلا ہو۔ مرید اکثر اس کثرت میں بے ہوش ہو جاتا ہے۔

چشتی

چند صفحات پہلے اس کا ذکر ہو چکا ہے۔ چشتی کے تحت شمار کئے جانے والوں کے علاوہ میرے اعداد و شمار 2329 مرد اور 2014 بھی دکھاتے ہیں، جو تقریباً سبھی صوبہ کے مشرقی نصف میں ہیں۔ چشتی فقیر بندہ نواز کے پیروکار ہیں جن کا مزار کالبرگاہ کے مقام پر ہے۔ وہ اوپر کو اچھل کر اشارے کے ساتھ "اللہ یا اللہ ہو" کا ورد کرکے عبادت کرتے ہیں اور یہ عمل اس وقت تک جاری رکھتے ہیں، جب تک بے خود اور نڈھال ہوکر گر نہ جائیں۔

ادنیٰ پیشہ ورانہ ذاتیں

جن ذاتوں کی تقسیم جدول نمبر 27 میں دکھائی گئی ہے، ان کے بارے میں میں بہت متذبذب رہا ہوں کہ اس گروپ کی ذاتوں کو کس طرح اور کہاں شمار کروں۔ ان میں سے متعدد کچھ اعتبار سے پروہتانہ طبقات کے ساتھ وابستہ ہیں۔ ان کے وظائف شادی بیاہ اور ایسی ہی دیگر تقریبات سے متعلق ہیں اور وہ ان وظائف کی انجام دہی کے لئے معاوضے وصول کرتے ہیں۔ انہیں ایک قسم کا نیم مقدس کردار حاصل ہے۔ دوسری طرف ان میں کئی حوالوں سے پست ذاتوں کے ساتھ اقدار مشترک ہیں، اور زیادہ تر کو دیہاتی ایک عام دیہی خدمتگار کی حیثیت ہی دیتے ہیں، ان کے حقوق و فرائض روایت کے مطابق طے پاتے ہیں۔ اس گروپ کی ذاتوں کو تین طبقات، نائی، بھاٹ اور میراثی میں تقسیم کیا جا سکتا ہے جو

جدول نمبر 27 - ادنیٰ پیشہ ورانہ ذاتیں

ذات نمبر	21	62	25	40	80	128	141
	نائی	بھاٹ	میراثی	جوگی	راول	بہروپیا	بھانڈ
دہلی	11080	1019	1756	5006	2	1	46
گڑگاؤں	12342	832	3499	4009	.	2	71
کرنال	10307	1399	2974	9267	5	32	9
حصار	8698	785	3659	1919	31	3	.
روہتک	10618	337	2780	3765	5	12	27
سرسا	4150	447	3015	388	.	.	9
انبالہ	14932	1273	4695	11897	22	.	273
لدھیانہ	11065	109	5489	1022	18	.	.
جالندھر	12301	193	7170	517	2842	.	.
ہوشیارپور	12148	1355	4955	313	2781	167	.
کانگڑہ	7838	322	1927	5043	764	1	.
امرتسر	14694	339	11046	1727	2325	.	.
گورداسپور	14413	912	7273	2216	3337	58	.
سیالکوٹ	20569	1646	12921	3282	1244	.	.

ذات نمبر	21	62	25	40	80	128	141
	نائی	بھاٹ	میراثی	جوگی	راول	بہروپیا	بھانڈ
لاہور	13840	381	11747	343	1508	-	109
گوجرانوالہ	14474	135	12224	205	2048	-	120
فیروزپور	9794	240	7434	175	168	-	59
راولپنڈی	11996	582	6205	2081	-	-	3
جہلم	10569	220	7643	1290	-	19	54
گجرات	13563	276	7885	1038	1	-	2
شاہ پور	7541	70	8344	428	-	22	31
ملتان	6035	336	7510	691	-	-	506
جھنگ	6307	110	7741	573	-	-	106
منٹگمری	6477	147	9695	513	-	-	118
مظفر گڑھ	4064	123	3634	450	-	-	5
ڈیرہ اسماعیل خان	2687	103	2700	50	-	-	-
ڈیرہ غازی خان	407	209	1007	129	-	4	-
بنوں	3596	85	3818	63	-	-	67
پشاور	5648	106	3866	55	78	-	6
ہزارہ	4218	28	1856	77	60	-	-
کوہاٹ	2202	4	1185	15	23	-	-

برطانوی علاقہ	288788	14171	177707	58715	17265	321	1620
پٹیالہ	25021	918	10131	6992	27	38	430
نابھا	5277	160	2169	767	.	3	.
کپور تھلہ	4340	4	2539	79	530	24	.
جنید	4911	421	1955	1823	.	.	13
فرید کوٹ	1568	19	1147	11	7	.	.
مالیر کوٹلہ	1414	4	666	126	.	.	.
کل مشرقی میدان	44594	1878	19264	11077	564	65	461
بہاولپور	6437	655	7429	96	.	.	.
منڈی	299	200	16	477	.	.	2
چمبہ	325	133	113	1412	15	.	.
نابن	199	12745	62	230	.	.	100
کل پہاڑی ریاستیں	2354	13318	541	2845	23	.	194
برطانوی علاقہ	288788	14171	177707	58715	17266	321	1620
دیسی ریاستیں	53335	15851	27234	14018	587	65	655
صوبہ	342123	30022	204941	72733	17853	386	2275

اگرچہ خصوصی کردار کے حامل ہیں لیکن حقیقی دیہی ملازم ہیں۔ جوگی اور راول' جو زیادہ تر جوتشی اور نیم مذہبی ہیں۔ بہروپئے اور بھانڈ' جو اداکار' داستان گو اور غیر پیشہ ورانہ نوعیت کے ہیں۔

نائی (ذات نمبر21)

نائی علاقے کا حجام ہوتا ہے۔ اگر وہ مسلمان ہو اور شہر میں رہتا ہو تو اکثر "حجام" ہی کہلاتا ہے۔ ایک حجام ہونے کے اعتبار سے وہ حقیقی دیہی خدمتگار ہے اور دیہاتیوں کی شیو اور مالش کرتا' گاؤں کی مہمان سرا کے لئے تمباکو نوشی کا سامان تیار کرتا اور گاؤں کے مہمانوں کی سیوا کرتا ہے۔ لیکن اس کا کام حجام سے کچھ زیادہ کا ہے۔ وہ پیغامات ایک سے دوسرے گاؤں لیکر جانے والا موروثی قاصد ہے' مثلاً مبارک موقعوں کی خبریں' رسمی مبارکبادیں' شادی کی تاریخ مقرر کرنے کے خطوط وغیرہ۔ تاہم وفات کی خبر اس کے ہاتھ نہیں بلکہ ہمیشہ چوہڑے کے ذریعے بھیجی جاتی ہے۔ مزید بر آں' وہ کسی منگنی کو حتمی شکل دینے کے لئے تشکیل دیئے جانے والے وفد میں بطور سفیر شامل ہوتا ہے' اور عموماً" اسی کے توسط سے رشتہ کرنے کے ابتدائی مراحل طے کئے جاتے ہیں۔ تقریبات شادی میں بھی وہ ایک اہم کردار ادا کرتا ہے (یقیناً برہمنوں کے بعد) اور ایسے تمام مواقع پر کافی شکرانہ وصول کرتا ہے۔ وہ اپنے علاقے کا جونکیں لگانے والا بھی ہے۔ سرجن یا جراح کا تعلق عام طور پر نائی ذات سے ہوتا ہے' اور ختنے بھی نائی کرتا ہے۔ اس سب سے قطع نظر وہ ایک ناپاک ذات ہے' دھوبی کے برابر' چوہڑوں سے بہت اعلیٰ اور لوہار سے کچھ پست۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کا پیشہ بالعموم حقارت آمیز خیال کیا جاتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ ہر نائی ہر کسی شخص کا قاصد بننے کو تیار نہیں ہو جاتا۔ اچھوت قبائل کے اپنے نائی ہیں' کیونکہ کسی چوہڑے کی شیو کرنے والے نائی کو جٹ کو چھونے کی اجازت نہیں۔ مجھے پورا یقین ہے کہ ہمارے تمام حجام مسلمان ہیں کیونکہ عیسائی کی شیو کرنے والے ہندو نائی کو بھی ناپاک تصور کیا جاتا ہے۔ عوام میں نائیوں کو بڑا زیرک طبقہ سمجھا جاتا ہے' ایک کہاوت یوں ہے:
"حیوانوں میں سب سے زیادہ ہوشیار گیدڑ' پرندوں میں کوا اور انسانوں میں نائی ہے۔" صوبہ بھر میں نائی بہت یکساں طور پر تقسیم ہیں' ڈیرہ جات میں سب سے کم۔ تاہم ان میں سے

کچھ خود کو جٹ بتاتے ہوئے بھی نظر آئے۔ (دیکھیں جدول نمبر9)۔ وہ واضح طور پر ہندوؤں میں ہندو اور مسلمانوں میں مسلمان اور نسبتاً کم حد تک سکھوں میں سکھ ہیں۔ بحیثیت مجموعی تقریباً 55 فیصد مسلمان، 6 فیصد سکھ اور باقی کے 39 فیصد ہندو ہیں۔ ایک سکھ حجام خصوصیات میں کچھ مختلف لگتا ہے، لیکن مذکورہ بالا فرائض سرانجام دینے کے علاوہ وہ مالش کرتا، ناخن تراشتا اور اپنے مریضوں کے کان صاف کرتا ہے۔ صوبہ کے مغرب میں وہ جاک اور پہاڑیوں میں "کنگیرا" یعنی کنگھی کرنے والا ہے۔ گڑگاؤں میں مسلمان حجام کو عموماً حجام کہنے کے علاوہ کہیں کہیں استان بھی کہا جاتا ہے۔

نائی قبائل اور قبیلوں کی کافی تعداد ہے۔ چند بڑے بڑے ذیل میں ملاحظہ کریں:

نائیوں کی شاخیں

(1) گولا	10981	(4) باگو	2555
(2) بھنبیرو	14816	(5) بھٹی	16221
(3) باسی	1605	(6) کھوکھر	12026

پہلے دو کی تعداد دہلی اور حصار ڈویژنوں میں کافی ہے اور اگلے دو کی وسطی اضلاع میں، جبکہ آخری دو زیادہ تر صوبہ کے مغرب میں ہیں۔ کرنال کے مسلمان نائیوں کی دو شاخیں بتائی جاتی ہیں: ایک ترکیہ جو مسلمان فاتحین کے ہمراہ آئے اور دوسرے گگریل یعنی اسلام قبول کرلینے والے ہندو۔ موخرالذکر کا یہ نام اس لئے پڑ گیا کہ ان کی عورتیں ہندوؤں والا گھگرا پہنتی ہیں۔

بھاٹ (ذات نمبر62)

بھاٹ یا جیساکہ عموماً پنجاب میں اسے بھٹ کہا جاتا ہے میراثی کی طرح ہی ایک گویا اور ماہر انساب ہے۔ کچھ لوگ اسے قصیدہ گو بھی کہتے ہیں۔ لیکن وہ ذرا اعلیٰ درجہ کا گویا ہے اور میراثی کے رتبہ سے کہیں بلند تر۔ وہ راجپوتوں اور برہمنوں کا بہترین شجرہ دان ہے، تاہم کچھ جٹ قبائل کے لئے بھی یہی فرائض سرانجام دیتا ہے۔ وہ خود بھی تسلیم شدہ برہمن

نسل کا ہے' اور مشرقی و دامن کوہ اضلاع میں اس کی سب سے زیادہ تعداد ملی جہاں پر ہندو راجپوت کل آبادی کا سب سے بڑا تناسب رکھتے ہیں۔ پہاڑی ریاست ناہن میں بھاٹوں کی درج کردہ تعداد کل آبادی کا 11.4 فیصد ہے۔ یہ کافی مشکل لگتا ہے' لیکن جدول میں اندراج سے کافی واضح ہے۔

میں نے بھاٹ کے تحت مندرجہ ذیل اندراجات شامل کئے ہیں۔۔۔۔۔ حصار ڈویژن میں 13 چارن' انبالہ ڈویژن میں 217 مادھو' جالندھر ڈویژن میں 13 جاگا' راولپنڈی' پشاور اور ملتان ڈویژنوں میں 202 رائے۔ رائے بھاٹ کے لئے محض ایک اعزازی لقب ہے۔ دیگر تین اندراجات بڑے بھاٹ قبیلوں کے نام ہیں' اور لگتا ہے کہ جاگا یا بھاٹ خاص ماہر انساب اور تاریخ دان ہیں' جبکہ چارن اور برم بھاٹ گویئے اور نقیب ہیں' اور یہ عظیم لوگوں کے آباؤ اجداد کی شان میں قصیدے لکھتا ہے ۔۔۔۔ کم از کم شیرنگ اور ایلیٹ کی یہی رائے ہے۔ ان دونوں نے اس ذات کے متعلق کافی معلومات مہیا کی ہیں۔ جاگا یا بھاٹ ماہرین انساب (جس سے ہمارے بھاٹوں کے بہت بڑے حصے کا تعلق ہے) ایک موروثی ملازم ہے۔ ہر مقامی قبیلے کا ایک اپنا بھاٹ ہوتا ہے جو مخصوص عرصہ بعد ان کے پاس آکر شجروں کی تجدید کرتا اور اپنی فیس وصول کرتا ہے۔ بڑی شادیوں کی تقریبات میں وہ بھی شامل ہوتا اور دولہا کا شجرۂ نسب اور اسکے آباؤاجداد کے اوصاف اور تاریخ بیان کرتا ہے۔ چونکہ وہ اتنا دور رہتا ہے کہ اسے عام شادیوں پر نہیں بلایا جا سکتا' اس لئے ایسے مواقع پر اس کے فرائض سرانجام دینے کے لئے میراثی یا ڈوم کو بھی رکھا جاتا ہے۔ بھاٹ کی حیثیت اعلیٰ ہے' اور راجپوتانہ میں انہیں بہت زیادہ اثرورسوخ والے بتایا جاتا ہے۔ بھاٹ تقریباً ہمیشہ ہندو ہوتا ہے' حتیٰ کہ ایسی جگہوں پر بھی جہاں اس کے موکلین مسلمان ہوگئے۔ معدودے چند سکھ ہیں اور مسلمان ان سے بھی کم۔ اور مسلمان بھاٹوں کا درحقیقت میراثی ہونا یا نہ ہونا مشکوک ہے۔ سیالکوٹ میں مسلمان بھاٹ کی موجودگی کا بتایا گیا ہے۔ جنہوں نے جھنگ کی بالائی زمینوں سے ہجرت کی اور وہ چوری کے بہت عادی ہیں۔ لیکن مجھے کافی شبہ ہے کہ ان کا تعلق بھاٹ کی ذات سے ہے یا نہیں۔ میں کہہ چکا ہوں کہ بھاٹ بلاشک و شبہ برہمن نسل ہیں اور یہ بات جاگا اور چارن کے بارے میں درست ہے جو عموماً" بھاٹ کہلاتے ہیں۔ اس بارے میں مجھے یقین نہیں کہ یہی بات مادھو بھاٹوں پر بھی صادق آتی ہے یا

نہیں۔ مادھو کا نام اس مادھو کی نسبت سے لگتا ہے جو گویے درویشوں کی ایک شاخ کا بانی تھا اور بھاٹڑا اگرچہ برہمن نسل سے ہونے کا دعویٰ کرتا ہے' راولپنڈی میں مادھو ہی کہلاتا ہے۔ اوپر درج کردہ اپنی ذات مادھو درج کرانے والے 217 افراد کے علاوہ ان کی تعداد بھی خاصی بڑی ہے جنہوں نے اپنی ذات بھاٹ اور قبیلہ مادھو بتایا۔

ڈوم اور میراثی (ذات نمبر 25)

اس عنوان کے تحت ڈوم اور میراثی دونوں کو شمار کیا گیا۔ اول الذکر ہندو اور انڈین نام جبکہ موخرالذکر مسلمان اور عربی نام کے ہیں۔ اور عوام اس سارے طبقہ کو عموماً" ڈوم میراثی کہتے ہیں۔ درحقیقت ڈویژنل دفاتر میں سے کسی نے بھی ان دونوں کے علیحدہ علیحدہ اندراجات نہیں کئے اور یہ دونوں الفاظ صوبہ بھر میں بالکل ایک ہی مفہوم میں مستعمل ہیں۔ البتہ بڑی احتیاط کے ساتھ ڈوموں کو ہندوستان کے نعش جلانے والے اور جلاد ڈوم یا ڈومڑا سے الگ کرنا چاہئے جو ہندو کے لئے بالکل ناپاک قسم ہے۔ اسی طرح پہاڑی ریاستوں کے ڈوم سے بھی جنہیں میں نے میراثی کی بجائے ڈومنا شمار کیا ہے کیونکہ میری سمجھ کے مطابق وہاں پر لفظ ڈوم بانس کے کاریگروں کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ یہ طبقہ صوبہ بھر میں پھیلا ہوا ہے لیکن امرتسر' لاہور' راولپنڈی اور ملتان ڈویژنوں اور ان کے ساتھ ساتھ والی بہاولپور اور دیگر ریاستوں میں سب سے زیادہ ہیں۔ زیریں سندھ پر ان میں سے زیادہ تر خود کو جٹ بتاتے ہوئے ملے (دیکھیں جدول نمبر 9)۔ لفظ میراثی عربی زبان کے لفظ "میراث" سے ماخوذ ہے۔ کمتر زراعتی طبقات اور اچھوت قبائل میں میراثی کی وہی حیثیت ہے جو راجپوتوں میں بھاٹ کی۔ حتیٰ کہ جاٹ میراثیوں کو ملازم رکھتے ہیں' تاہم بیشتر جاٹ قبائل کے موروثی ماہرین انساب سانسی (ساہنسی) ہیں۔ اور جیسا کہ ابھی کہا گیا' راجپوت بھاٹوں کے علاوہ عموماً" میراثی کو بھی رکھتے ہیں۔ لیکن میراثی محض ایک ماہر انساب کے ساتھ ساتھ مغنی شاعر اور گویا بھی ہے' اور پنجاب کے زیادہ تر موسیقار افراد میراثی' جوگی یا پھر فقیر ہیں۔

"ڈوم اچھا نوکر نہیں اور نہ ہی سارنگی کی کمان اچھا ہتھیار۔"

دیگر سب گویا ذاتوں کی طرح میراثی کی سماجی حیثیت بھی کافی پست ہے لیکن وہ شجرۂ نسب سنانے کے لئے شادی اور دیگر موقعوں پر حاضری دیتا ہے۔ مزید برآں' میراثیوں کے

اپنے اندر بھی درجات ہیں۔ اچھوتوں کے اپنے میراثی ہیں جو اگرچہ اپنے موکلین کے ساتھ کھاتے پیتے نہیں اور ان کی پیشہ ورانہ خدمت ہی کرتے ہیں' بالائی ذاتوں کے میراثی انہیں ناپاک سمجھتے ہیں۔ بھاٹ کی طرح میراثی بھی بالعموم ایک موروثی خدمت گار ہوتا ہے۔ وہ رقوم اینٹھنے کے لئے کافی بدنام ہے' اپنے اس مقصد کی خاطر وہ اس شخص کے آباؤ اجداد کی ہجو و قبح کرنے کی دھمکی دیتا ہے جو رقم دینے سے انکار کرے: "ملا' بھاٹ' برہمن اور ڈوم دینے کے دن پیدا نہیں ہوئے۔" میراثی تقریباً ہمیشہ مسلمان ہیں۔ پہاڑی اور دامن کوہ اضلاع سے اندراج کردہ چند ایک ہندو بہت ممکن طور پر ڈومنا ہی ہیں جنہیں ڈوم درج کرلیا گیا۔ جدول کے اندراجات میں میراثی کے تحت میں نے مندرجہ ذیل کو شامل کیا: انبالہ میں 37' ملتان میں 478 اور ڈیرہ جات میں 77 ڈھاڈھی' سرنائی میں 371 اور جالندھر میں 3 کھڑیالہ' لاہور میں 109 ربابی۔ ان تعدادوں کے علاوہ مندرجہ بالا اصطلاحات کے ساتھ ساتھ نقارچی کو بھی ایک سے زائد ڈویژنل دفاتر میں میراثی شمار کیا گیا ہے۔ آخری تین یعنی کھڑیالہ' ربابی اور نقارچی کا مطلب بالترتیب فیل نفیری' الغوزہ (رباب) اور نقارہ بجانے والے ہے۔ ڈھاڈھی کوئی ساز بجانے والا نہیں بلکہ صرف گانے والا نظر آتا ہے' اور کم از کم ڈیرہ جات میں اسے ڈوموں کے ساتھ باہم ازدواج کرتے ہوئے بتایا گیا۔ سو ممکن ہے اسے شامل نہ کیا گیا ہو۔ کھڑیالہ کو میراثی کی ہی ایک قسم کہا جاتا ہے لیکن میرے پاس ان سے متعلق کوئی مزید معلومات میسر نہیں۔ میراثیوں کے درج کردہ قبائل میں دو سب سے بڑے چونہر اور کلیت نظر آتے ہیں' جن کی تعداد بالترتیب 13493 اور 4897 نفوس ہے۔ قبیلوں کے تفصیلی جدولوں کی اشاعت کے بعد اس موضوع پر روشنی ڈالنے میں کافی مدد ملے گی۔

جوگی' راول اور ناتھ (ذات نمبر40 اور 80)

جوگی کے تحت دیئے گئے اعداد و شمار میں لوگوں کے دو انتہائی مختلف طبقات شامل ہیں۔ پہلا "جوگی خاص": ہندوؤں کا ایک باقاعدہ مذہبی سلسلہ جس میں اگر جوگی اور کن پھٹا جوگی دونوں شامل ہیں جو کہ گورکھ ناتھ کے پیروکار اور شیوا کے پجاری اور پروہت ہیں۔ یہ افراد مکمل طور پر بیراگیوں' گوسینوں اور دیگر مذہبی سلسلوں جتنے ہی قابل احترام ہیں۔ جہاں تک

ذیلی تقسیم کے جدول ہماری مدد کرتے ہیں' موجودہ اعداد و شمار میں 9143 افراد شامل ہیں' جن میں سے 5769 مرد ہیں۔ لیکن حقیقی تعداد غالباً" زیادہ بڑی ہے' وہ سب کے سب ہندو ہیں۔ انہیں چند صفحات پہلے بھی زیر بحث لایا گیا تھا۔ دوسرا طبقہ پست ذات فقیروں اور قسمت کا حال بتانے والے ہندو و مسلمان کا متفرق مجموعہ ہے' مسلمانوں کی تعداد بہرحال کافی زیادہ ہے۔ افراد کا یہ مجموعہ جوگی کے طور پر جانا جاتا ہے۔ لفظ جوگی یا یوگی کا مطلب یوگا مکتبہ فکر کا طالب علم ہے جو یہ سکھاتا ہے کہ سانس کے ضبط' ذہنی تجرید اور ایسی ہی دیگر مشقوں کے ذریعہ کس طرح الوہیت اور دروں بینی کی مافوق الفطرت قوتیں حاصل کی جائیں (5) اس کا نتیجہ یہ ہے کہ قسمت کا حال بتانے کا ڈھونگ کرنے والا کوئی بھی شرارتی گداگر یا جو تشیانہ اور ساحرانہ فنون بہت کم حد تک سرانجام دینے والا شخص ایک ڈھول خرید لیتا ہے اور خود کو اور دوسرے بھی اسے جوگی کہنے لگتے ہیں۔ یہ تمام افراد مسلمان ہیں اور غالباً" مشرقی اضلاع کے ہندوؤں کا ایک حصہ بھی ان میں شامل ہے جس کا اندراج بطور جوگی کیا گیا۔ وہ ایک نہایت عیاش گروہ ہیں اور سارے علاقہ میں ڈھول بجا کر مانگتے پھرتے ہیں۔ وہ جراحی اور طب سے تھوڑا بہت علاج کرتے' تعویذ گنڈے لکھتے' قسمتوں کا حال بتاتے' اور دم جھاڑا اور غیب دانی کرتے ہیں' یا گاؤں میں رہائش اختیار کر کے بدخواہ مقامی دیوتاؤں یا سیدوں و دیگر مسلمان بزرگوں کے مزاروں پر ان مشاغل کے ذریعہ وصول ہونے والے نذرانوں پر گزر بسر کرتے ہیں' کیونکہ وہ اس قدر ناپاک ہیں کہ کسی بھی مزار پر چڑھایا جانے والا چڑھاوا کھا لیتے ہیں۔ یہ لوگ (یا کم از کم ان کا مسلمان حصہ) وسطی پنجاب میں عربی زبان کے لفظ رمال یعنی الوہی کی نسبت سے راول یا جوگی۔ راول کہلاتے ہیں۔ جبکہ لفظ رمال کا ماخذ "رمل" ریت ہے جس کے ساتھ عربی ساحر پرستش کرتے ہیں۔ اعداد و شمار کے ان دونوں گروہوں کو یکجا کرتے ہوئے یہ ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے کہ جوگیوں کے اعداد و شمار میں قابل عزت جوگی شامل ہیں' جبکہ راول والے (جو سب مسلمان ہیں) نہیں۔ کانھیا واڑ کے جوگی راول بدروحوں کا دم جھاڑا کرنے والے اور کوڑیال نامی ایک دیوتا کے عبادت گزار بتائے جاتے ہیں۔ سیالکوٹ میں جوگی کھیتوں میں ایک تلوار یا ٹیلے میں ایک چاقو گاڑ کر' بکروں کی قربانیاں دے کر اور مناسب نذرانے وصول کر کے پکی ہوئی فصلوں کو طوفانوں سے بچانے کا ڈھونگ کرتے ہیں۔ مسٹر جیشن لکھتے ہیں: "ہندوستانی دیومالا (Fiction) میں جوگی

ایک پسندیدہ ترین کردار ہے۔ وہاں وہ ایک سادہ مزاج' زندہ دل مزاحیہ کردار نظر آتے ہیں' جو مکمل آزادی سے لطف اندوز ہوتا اور مذہب کے پردے میں انتہائی منحرف المرکز طریقے سے ناقابل سوال عمل کرتے ہیں۔"

پنجاب کے راول بدنام دھوکے باز ہیں۔ ان کے پسندیدہ ترین آلہ ہائے کار میں سے ایک کسی دور دراز رشتہ دار کا بہروپ بھرنا ہے۔ صوبہ کے اندر وہ شاذونادر ہی کھلا جرم کرتے ہیں لیکن وسطی صوبوں دکن اور حتیٰ کہ بمبئی و کلکتہ تک سیروسیاحت کرتے اور وہاں لوٹ مار اور ڈاکہ زنی کرتے ہیں۔ وہ ان مہمات پر اکثر لمبے عرصوں تک غیرحاضر رہتے ہیں۔ اس دوران دیہاتوں کے بنیئے ان کے کنبوں کو ادھار پر پالتے ہیں جو ان کے باپ کی واپسی پر بمعہ سود واپس کیا جاتا ہے۔ سلیکٹڈ پیپرز نمبر XVIII 1869ء برائے پنجاب پولیس ڈیپارٹمنٹ میں ان کے بارے میں کچھ دلچسپ معلومات مہیا کی گئی ہیں۔ راولپنڈی کا نام راولوں کی نسبت ہی سے ہے لیکن لگتا ہے کہ ضلع کے راولوں نے خود کو جوگی یا ہو سکتا ہے مغل بتایا' کیونکہ راولپنڈی کے مغلوں میں سے 1263 نے اپنا قبیلہ راول بتایا۔ کہا جاتا ہے کہ وہاں پر وہ اپنے عام کاموں کے علاوہ محرم میں مرثیہ خوانی' رسول اللہؐ کے معجزوں اور ان کی تعریف و توصیف میں نعتیں پڑھتے ہیں۔

بالائی پہاڑیوں' جہاں شیوا کی پوجا غالب ہے' کے ناتھ میدانوں کے جوگیوں کے ساتھ بہت قریبی طور پر منسلک ہیں تاہم وہ کسی مرتاضانہ کردار کا دکھاوا بہت کم اور مرکزی طور پر سبزیاں کاشت کرکے گزر بسر کرتے ہیں۔ لیکن وہ مخصوص نیم ملائیانہ فرائض سرانجام دیتے' کنیتوں کے جنازوں میں میدانوں کے اچارج کی جگہ سنبھالتے اور انہی کی طرح مرحوم کے کپڑے وصول کرتے ہیں۔ وہ نئے مکانوں کی تحریم اور جب وہ ناپاک ہو جائیں تو ان کو پاک بھی کرتے ہیں۔ اب وہ ایک حقیقی ذات کی شکل اختیار کرگئے ہیں اور باہر سے بھرتی نہیں ہوتے۔ تقریباً ہر ایک ناتھ گھرانے میں ایک یا زائد افراد شیوا کے احترام میں اپنے کان چھدواتے ہیں' اور انہیں کن پھٹا ناتھ کہا جاتا ہے۔ ان کی سماجی حیثیت بھی کافی حد تک میدانوں کے جوگی راول جیسی ہے۔ انہیں بطور جوگی مندرج ہی فرض کیا گیا اور زیر بحث اعداد و شمار میں شامل ہیں۔

ذات کے جدول میں درج کردہ تمام جوگی مرد ہندو ہیں۔ مسلمانوں میں خود کو راول

بتانے والوں کی تعداد ذیل میں دی جارہی ہے۔ باقی ماندہ جوگی ہیں:

جوگی شمار کیئے گئے راول

(1) جالندھر	2842	(6) سیالکوٹ	1244
(2) ہوشیار پور	2781	(7) لاہور	1508
(3) کانگڑہ	764	(8) گوجرانوالہ	2048
(4) امرتسر	2325	(9) کپور تھلہ	530
(5) گورداسپور	3337	(10) دیگر مقامات	434
		میزان	17853

بھروپیا (ذات نمبر28)

بالاصل بھروپیا خالصتاً" ایک پیشہ ورانہ اصطلاح ہے۔ یہ سنسکرت کے لفظ "بھو" (یعنی بہت سے) اور "روپ" (بھیس) سے ماخوذ ہے' اور اس سے مراد بہت سے روپ بھرنے والا شخص یا اداکار یا نقال ہے۔ انکی ایک پسندیدہ ترین ترکیب رقم طلب کرتا ہے' اور جب رقم دینے سے انکار کر دیا جائے تو وہ کہتا ہے کہ اگر وہ روپ بدل کر اس شخص کو دھوکا دینے میں کامیاب ہو گیا تو رقم دینا پڑے گی۔ للذا وہ بھروپیا کچھ دنوں بعد خوانچہ فروش' دودھ والے یا کسی بھی اور روپ میں اس کے گھر دوبارہ آتا ہے' خاموشی سے اپنی چیزیں فروخت کرنے کے بعد بھیس اتار پھینکتا ہے اور طے شدہ انعامی رقم کا مطالبہ کرتا ہے۔ (6) بھروپیئے کسی بھی ذات سے ہو سکتے ہیں' روہتک میں چوہڑے بھروپیئے ہیں۔ لیکن کچھ اضلاع میں بھروپیوں کا ایک خاندان یا برادری زمین حاصل کرکے اس پر آباد ہوگئے' اور دوسری ذاتوں کی طرح ذات کی صورت اختیار کرگئے۔ اسی طرح پانی پت میں ایک بھروپیا خاندان مالیہ سے مستثنیٰ گاؤں میں رہتاہے۔ تاہم ان افراد نے خود کو واضح طور پر شیخ درج کرایا۔ ممکن ہے ان کے اعداد و شمار میں پنجاب کے اندر اس پیشے سے وابستہ تمام افراد شامل نہ ہوں' کیونکہ

کئی ایک نے اپنی ذات درج کرائی ہے پیشہ نہیں۔ دوسری جانب یہ امر یقینی ہے کہ سیالکوٹ اور گوجرات میں اندراج کردہ بہروپیوں کا یہاں مذکور بہروپئے سے کوئی واسطہ نہیں' بلکہ وہ مہتمم ہیں جن کی شناخت دوسرے اضلاع میں بالعموم بہروپیا ہے۔ ان کی تعداد خارج کرنے سے صوبہ میں بہروپیوں کی کل تعداد گھٹ کر 386 رہ جاتی ہے۔ میں نے جدول نمبر 27 میں اسی کے مطابق ردوبدل کیا۔ گورداسپور کے بہروپئے گنے اور بانس کے کام سے وابستہ بتائے جاتے ہیں۔

بھانڈ (ذات نمبر 141)

بھانڈ یا نقال داستانگو' مسخرہ' بھٹئی ہے اور اکثر اسے "باشا" بھی کہا جاتا ہے۔ یہ نام ہندی لفظ "بھانڈا" (یعنی مسخرہ پن) (7) سے مشتق ہے۔ وہ بہروپیئے سے جدا اور کمتر پیشہ ورانہ رتبے والا ہے۔ قدیم انگریز اشرافیہ کے مسخرے کی طرح عموماً" راجے اور اہل ثروت افراد ان دونوں کو رکھتے ہیں' لیکن یہ دونوں ہی علاقہ میں ادھر ادھر آوارہ گردی کرتے اور گلیوں میں تماشائیوں کے سامنے مظاہرہ کرتے ہیں۔ بھانڈ اب بہروپئے جتنی حقیقی ذات نہیں رہے' اور میں سمجھتا ہوں کہ اکثر و بیشتر ان کی ذات میراثی ہے اور ممکن ہے انہوں نے متعدد صورتوں میں خود کو اسی طور درج کرایا ہو۔ ایلیٹ اس طرف اشارہ کرتے نظر آتے ہیں کہ بہروپیا ایک ذات ہے اور بھانڈ پیشہ' لیکن اول الذکر بات پنجاب میں قطعاً" درست نہیں۔ اس عنوان کے اندراجات میں باشا اور نقال دونوں شامل ہیں۔

تجارتی اور دکاندار ذاتیں

تاجر اور دکاندار

تجارتی ذاتوں کے جس گروپ کے اعداد و شمار آگے جدول نمبر 28 میں دیئے گئے ہیں' عملی طور پر پنجاب کی تمام تجارت ان کے ہاتھوں میں ہے۔ وہ سامان اٹھا کر لے جانے کی تجارت نہیں کرتے' اور نہ ہی مال مویشی کا لین دین کرتے ہیں' زیادہ تر ہندو ہونے کے سبب وہ شراب یا گوشت نہیں بیچتے' جبکہ اعلیٰ سماجی حیثیت کے باعث سبزیاں فروخت نہیں

جدول نمبر28 - تجارتی اور دکاندار ذاتیں

ذات نمبر	14	173	124	112	75	88
	بنیا	دھونسر	بوہرہ	پہاڑی مہاجن	سود	بھابڑہ
دہلی	42414	57	245	-	-	414
گڑگاؤں	36801	484	75	-	-	-
کرنال	40599	4	240	-	4	5
حصار	43309	-	-	-	-	-
روہتک	41470	23	-	-	-	-
سرسا	10496	-	-	-	1	-
انبالہ	40069	10	-	-	1637	675
لدھیانہ	8722	-	-	-	2075	1325
شملہ	1042	..	-	-	401	47
جالندھر	3126	6	-	837	1756	687
ہوشیارپور	1591	2	-	76	1602	1119
کانگڑہ	89	3	50	4120	5775	133
امرتسر	2686	-	-	-	1084	1309
گورداسپور	14804	7	-	-	118	134

↓

تجارتی اور دوکاندار ذاتیں

ذات نمبر	14	173	124	112	75	88
	بنیا	دھونسر	بوہرہ	پہاڑی مہاجن	سود	بھابڑہ
سیالکوٹ	10795	-	-	-	1	1773
لاہور	2093	1	-	-	479	940
گوجرانوالہ	160	11	-	-	5	577
فیروزپور	11451	77	-	-	617	721
راولپنڈی	2597	9	-	-	40	1015
جہلم	219	-	-	-	-	-
گجرات	288	-	-	-	16	12
شاہ پور	9	-	-	-	3	-
ملتان	562	3	-	-	-	248
جھنگ	20	12	-	-	-	-
منٹگمری	122	1	-	-	-	6
مظفر گڑھ	24	-	-	-	-	3
ڈیرہ اسماعیل خان	37	-	-	-	-	4
ڈیرہ غازی خان	98	1	-	-	-	38
بنوں	116	-	-	-	-	62
پشاور	389	-	-	-	55	3
ہزارہ	475	-	-	-	-	-
کوہاٹ	121	-	-	-	-	41

برطانوی علاقہ	316823	711	610	5033	15669	11300
پٹیالہ	75238	138	1		2743	1329
نابھا	13693	40	-	-	177	225
کپور تھلہ	481	6	-	-	708	-
جند	16801	17	-	-	2	31
فرید کوٹ	1604	-	-	-	7	345
مالیر کوٹلہ	3245	-	-	-	132	124
کلسیہ	3274	-	-	-	36	5
کل مشرقی میدان	118554	219	1	-	3805	2059
بہاولپور	486	-	-	-	-	368
منڈی	4	-	926	-	41	-
چمبہ	498	-		-	2	-
ناہن	1335	-	3	-	98	2
بلاسپور	8	-	333	-	11	-
بشہر	33	-	129	-	3	-
نالہ گڑھ	32	-	171	-	11	325
سکیت	14	-	618	-	3	-
کل مشرقی ریاستیں	2081	-	3054	-	168	327
برطانوی علاقہ	316823	711	610	5033	15669	11300
دیسی ریاستیں	121121	219	3055	-	4226	1754
صوبہ	437944	930	3665	5033	19895	13054

تجارتی اور دوکاندار ذاتیں

	16	179	69	10	44	104
	کھتری	کھاکھا	بھاٹیا	اروڑا	کھوجا	پراچہ
دہلی	4657	-	-	210	6	-
گڑگاؤں	179	-	-	-	3	-
کرنال	1170	-	-	8	-	-
حصار	187	-	-	1358	91	-
روہتک	62	-	-	17	5	-
سرسا	295	-	-	5554	149	-
انبالہ	8154	-	-	102	190	-
لدھیانہ	15944	-	-	354		-
شملہ	331	-	-	29	-	-
جالندھر	22868	-	-	762	1068	-
ہوشیارپور	19780	-	-	316	922	-
کانگڑہ	7760	-	-	110	67	-
امرتسر	31411	-	780	20613	6934	-
گورداسپور	15778	-	6	1216	2312	-
سیالکوٹ	18440	-	5784	65816	5550	-

↓

لاہور	32970	-	296	33136	12313	177
گوجرانوالہ	21301	-	748	30079	3458	-
فیروزپور	9172	-	23	13306	2486	-
راولپنڈی	41135	49	213	12181	1220	1944
جہلم	35941	1	1100	12345	2672	318
گجرات	17794	-	5318	23964	2215	1
شاہ پور	15015	-	734	35017	1551	424
ملتان	9798	-	1995	76842	5640	7
جھنگ	15106	-	451	45041	3352	2
منٹگمری	4492	-	1	51260	4440	-
مظفر گڑھ	1608	-	202	33827	714	-
ڈیرہ اسماعیل خان	3077	-	1478	44146	904	-
ڈیرہ غازی خان	2863	-	286	37041	204	-
بنوں	1746	-	2034	24286	996	-
پشاور	9578	1	241	13333	1780	2908
ہزارہ	10267	603	52	2455	9	1569
کوہاٹ	1383	-	67	5233	40	878
برطانوی علاقہ	380399	654	21790	589957	61297	8223
پٹیالہ	17693	-	7	1692	285	221
نابھا	3998	-	-	176	3	-
کپور تھلہ	5613	-	-	799	820	215
جند	235	-	-	35	2	-

←

تجارتی اور دوکاندار ذاتیں۔

	کھتری	کھاکھا	بھاٹیا	اروڑا	کھوجا	پراچہ
	16	179	69	10	44	104
فرید کوٹ	1162	-	-	2163	40	2
مالیر کوٹلہ	638	-	-	99	296	-
کلسیہ	601	-	-	12	-	-
کل مشرقی میدان	29883	-	7	4676	1446	488
بہاولپور	1069	-	1068	56483	3138	-
منڈی	2960	-	-	-	-	-
چمبہ	1378	-	-	10	-	-
ناہن	231	-	-	1	-	-
بیلاسپور	1487	-	-	10	-	-
بشہر	45	-	-	-	-	-
نالہ گڑھ	570	-	-	-	1	-
سکیت	466	-	-	-	-	-
کل مشرقی ریاستیں	7788	-	6	24	1	-
برطانوی علاقہ	380399	654	21790	539957	61297	8223
دیسی ریاستیں	38740	-	1081	61483	4585	438
صوبہ	419139	654	22871	601440	65882	8661

کرتے۔ لیکن ان **استثنائیوں** کے ساتھ صوبہ کا تقریباً سارا تجارتی اور سوداگری لین دین' ایک عمومی اصول کے تحت خوانچہ فروشی یا پھیری لگانے کے چھوٹے موٹے دھندوں کے علاوہ' ان ذاتوں میں سے کوئی ایک کرتی ہے جنہیں میں نے اس جدول میں شامل کیا۔ انہیں پانچ گروپوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے: پہلا بنیوں' دھونساروں' بوہروں اور پہاڑی مہاجنوں' دوسرا سودوں اور بھابڑوں' تیسرا کھتریوں' کھکھوں اور بھاٹیوں' چوتھا اروڑوں اور پانچواں کھوجوں اور پراچوں پر مشتمل ہے۔

ان گروپوں کی علاقائی تقسیم کافی واضح ہے۔ پہلا یا نیا گروپ تقریباً دہلی' حصار اور انبالہ کے مشرقی و جنوب مشرقی ڈویژنوں اور وسطی دیسی ریاستوں تک محدود ہے' تاہم ان میں سے کچھ مشرقی میدانوں کے شمال کی جانب اور پہاڑی ریاستوں میں سرایت کر گئے ہیں۔ لاہور کے مغرب میں وہ عملاً" نایاب ہیں۔ دوسرا یا سود اور بھابڑا گروپ صرف انبالہ سے راولپنڈی تک صوبہ کی شمالی سرحد پر پہاڑیوں کے نیچے والے اضلاع میں ملا۔ تیسرا یا کھتری گروپ سارے مرکز اور سرحد کو چھوڑ کر صوبہ کے شمال مغرب میں آبادی کا ایک بہت بڑا تناسب تشکیل دیئے ہوئے ہے اور جالندھر' امرتسر' لاہور و راولپنڈی ڈویژنوں میں ان کی تعداد کافی زیادہ ہے۔ چوتھا یا اروڑا گروپ ملتان اور ڈیرہ جات ڈویژنوں اور تقریباً سارے بہاولپور میں' پشاور اور کوہاٹ تک پہنچا ہوا ہے اور ستلج کو عبور کر کے سرسا میں مشرق کے بنیا گروپ سے جا ملتا ہے۔ سب سے آخر میں پانچواں یا مسلمان گروپ وسطی و مغربی اضلاع اور خط کوہستان نمک تک محدود ہے۔

یہ طبقہ بحیثیت مجموعی صوبہ کی کل آبادی کا سات فیصد ہے۔ ملتان کے اضلاع' ڈیرہ جات ڈویژنوں اور بہاولپور میں یہ تناسب 11 سے 17 فیصد تک ہے۔ تاہم اس کی وجہ یہ نہیں کہ ان علاقوں کی آبادی کا ایک معتدبہ تناسب تجارت سے وابستہ ہے' بلکہ جنوب مغربی پنجاب کے اروڑا کی مخصوص ہمہ گیری ہے' جو یقیناً سب سے پہلے تو تاجر' لیکن اس کے بعد سب کچھ ہے۔ سارے مشرقی میدانوں میں تناسب کافی یکساں ہے اور قدرتی طور پر بڑے شہروں پر مشتمل اضلاع میں سب سے زیادہ ہو جاتا ہے۔ تمام پہاڑیوں اور دامن کوہ اضلاع میں تناسب منفرد طور پر کم ہے' کیونکہ ان خطوں میں پنجاب کا کوئی تجارتی مرکز شامل نہیں' اور لوگوں کی ضروریات زندگی سادہ اور باآسانی پوری ہو جانے والی ہیں۔ وسطی اضلاع اور

خطہ کوہستان نمک میں تناسب شاید اس لئے زیادہ ہے کہ اروڑوں کی طرح کھتری بھی خود کو لازماً تجارت تک ہی محدود نہیں کرتے۔

بنیا (ذات نمبر 14)

لفظ بنیا کا ماخذ سنسکرت کا لفظ "بانیا" ہے جس کا مطلب تجارت ہے۔ اور جیسا کہ نام سے حوالہ ملتا ہے، بنیا صرف اور صرف تجارت کر کے ہی گزر بسر کرتا ہے۔ مشرق میں وہ ایک خاصے بڑے علاقہ پر آباد ہیں، لیکن درحقیقت ایسا بہت کم ہوا کہ وہ تجارتی کاروبار کے علاوہ بھی کسی پیشے سے منسلک ہوں۔ طبقہ کا تجارتی کاروبار اور ذہانت بہت تیز ہے اور دہلی، بیکانیر و مارواڑ کے بڑے بڑے بنیا خاندانوں کا کاروبار انتہائی وسیع نوعیت کا ہے۔ لیکن ذات کے ایک انبوہ کثیر کی نمائندگی کرنے والا گاؤں کا بنیا ایک غریب مخلوق ہے، حالانکہ اس کا تعلق مہاجن یعنی "بڑی برادری" کے لقب سے ہے، جو صرف اس ذات سے ہی مخصوص ہے۔ وہ زندگی اپنی دکان میں گزارتا ہے اور اس کا بین نتیجہ اس کی کمتر قد و قامت اور مردانہ پن کی زبردست خواہش ہے۔ کسان لوگ اسے ایک بزدل رقم اینٹھنے والے کی حیثیت سے حقارت کے ساتھ دیکھتے ہیں (8) لیکن اس کے ساتھ ساتھ بنئے کی سماجی حیثیت اس سے حیرت انگیز طور پر بلند ہے، کیونکہ بنیا کٹر ہندو ہے اور کسان نہیں۔ اسے عموماً خالص ویش نسل سے تسلیم کیا جاتا ہے۔ وہ "جانیو" یا مقدس دھاگا پہنتا ہے۔ وہ بیوہ عورتوں سے شادی نہیں کرتا اور نہ ہی ان کے ہاتھوں سے کھاتا پیتا ہے۔ مذہبی رسومات اور خاص ذات کی حدیں سماجی بناوٹ کے ساتھ اس قدر الجھی ہوئی ہیں کہ اس کے نتیجہ میں سماج کے اجذ رتبوں میں بنیا کی حیثیت حیرت انگیز طور پر مخلوط نوعیت کی ہے۔ مقامی علاقوں کے محاوروں میں بنیا کا استعمال بمشکل ہی مثبت معنوں میں ہوتا ہے: "جس کا دوست بنیا ہے، اسے دشمن کی ضرورت نہیں" اور "پہلے بنئے کو مارو، اس کے بعد چور کو۔" اور درحقیقت کاشتکاروں پر بنئے کی گرفت اس قدر مضبوط ہے کہ ان کے درمیان محبت غائب ہوگئی۔ تاہم گاؤں میں رقم ادھار دینے والوں کو کم از کم اس سے کہیں زیادہ برے ناموں سے نوازا گیا جن کے وہ حقدار تھے۔ وہ گاؤں کی معیشت میں بہت بنیادی فرائض سرانجام دیتے ہیں۔ اور یہ بات حیرت انگیز ہے کہ لوگوں کے ساتھ ان کا لین دین اتنی دیر تک بہت

موزونیت اور ایمانداری والا ہوتا ہے جب تک وہ اپنے کاروباری معاملات کو عدالت انصاف سے باہر رکھ سکیں۔

بنیا طبقہ اوپر لاہور اور راجپوتانہ کے نصف النہار تک شمالی اور شمال مغربی انڈیا کی آبادی کا بنیادی تجارتی عنصر تشکیل دیئے ہوئے ہے۔ درحقیقت پنجاب میں سب سے زیادہ نمائندگی رکھنے والی ذات کی شاخوں کا بہرصورت ماخذ اور گڑھ شمال مغربی راجپوتانہ ہے۔ اور یہ حیران کن ہے کہ بیکانیر کے مشرق میں اتنا آگے تک وسعت پذیر ہوتے ہوئے انہوں نے علاقے کے مغرب میں اس قدر کم قبضہ حاصل کیا۔ پنجاب کے اندر صرف دہلی و حصار ڈویژنوں' انبالہ اور مشرقی میدانوں کی وسطی ریاستوں اور فیروزپور میں یہ تعداد کثیر ملے۔ تاہم گورداسپور اور سیالکوٹ میں بھی نہایت حیرت انگیز طور پر ان کی کافی بڑی آبادی نظر آتی ہے۔ لیکن لفظ بنیا نسلی اعتبار سے دوکاندار کے لئے استعمال کیا جاتا ہے' حتیٰ کہ سرحد بھی اس سے مستثنیٰ نہیں جہاں کراڑ زیادہ عام اصطلاح ہے اور یہ عین ممکن ہے کہ کچھ صورتوں میں دیگر تجارتی ذاتیں ان کی تعداد میں شامل ہوگئی ہوں تاہم ایسا زیادہ نہیں ہوا ہوگا' یا ہر ذات کی ذیلی شاخوں کی تعداد فوراً یہ ظاہر کر دیتی کہ کیا واقع ہوا ہے۔ پنجاب کے بنیئے میں سے تقریباً 92 فیصد ہندو ہیں۔ صرف 0.84 فیصد سکھ ہیں جو زیادہ تر پٹیالہ' نابھا اور راولپنڈی میں ملے۔ جین مجموعی تعداد کا 7 فیصد اور دہلی ڈویژن' حصار و روہتک تک محدود ہیں' یا مغربی جین مت کے مرکز میں جو راجپوتانہ کی حد سے ملحق خطہ ہے۔ سرسا میں جین بنیوں کا تناسب زیادہ نہ ہونا حیران کن ہے۔ صرف تقریباً 500 نفوس کا اندراج بطور مسلمان ہوا' اور یہ غالباً ذات کی بجائے اپنے پیشے میں بنئے ہوں گے۔

اکثر یہ کہا جاتا ہے کہ بنیا کوئی حقیقی ذات نہیں بلکہ محض "دوکاندار" کی مترادف ایک پیشہ ورانہ اصطلاح ہے۔ اور یہ کہ بنیوں کی بڑی شاخیں اگروال' اوسوال اور ان جیسی دیگر حقیقی ذاتوں کی حیثیت رکھتی ہیں۔ ایک اعتبار سے یہ بات درست بھی ہے۔ یہ بڑی شاخیں باہم ازدواج نہیں کرتیں اور بہت ممکن طور پر مختلف ماخذ کی نمائندہ ہیں۔ اس کے علاوہ اگر ذات کو قبیلے کے معنی میں ہی لیا جائے تو یہ شاخیں بلاشبہ جدا جدا ذاتیں ہیں لیکن لفظ کو اس کے خالصتاً" برہمنی معانی میں استعمال کیا جائے تو میں نہیں سمجھتا کہ اگروال اور اوسوال بنئے بھی گور اور سارسوت برہمنوں سے زیادہ جدا ذاتیں ہیں۔ یہ دونوں معاملات باہم

متماثل نظر آتے ہیں۔ ساری آبادی میں وسیع پیمانے پر بکھری ہوئی ملنے والی تمام غیر زراعتی ذاتوں میں ویسی کوئی ٹھوس قبیلوی تقسیم دیکھنا ناممکن ہے جو ہمیں راجپوتوں، پٹھانوں یا جٹوں میں نظر آتی ہے۔ انہوں نے نقل مکانی اور علاقہ کے ایک بڑے خطہ پر قبضہ نہیں کیا، اس کی بجائے وہ اپنے نسلی مراکز سے بکھر کر اپنی نقل مکانی میں زراعتی قبائل کے سنگ رہے اور خود کو ان میں مدغم کرتے رہے۔ لیکن بنیا ذات کی بڑی شاخیں یکساں سماجی و مذہبی حیثیت کی حامل ہیں، اور چاہے غلط یا درست طور پر ایک دوسری کو ایک ہی جیسے مشاغل والی کھتریوں اور دیگر ذاتوں سے الگ مشترک ماخذ سے تسلیم کرتی ہیں۔ اور صرف ان معنی کے علاوہ جن میں چمار اور چوہڑا جیسی ذاتوں کے نام محض پیشہ ورانہ اصطلاحیں ہیں، میرے خیال میں بنیا کی اصطلاح کو تصوراتی مشترک خون کی حقیقی ذات کے حوالہ سے لینا چاہئے۔ اور یہ مختلف نسلوں کے قبائل کا ایسا مجموعہ نہیں جو صرف اپنے پیشے کی مشابہت کی بناء پر اکٹھے ہو گئے۔

بنیا ذات کی شاخیں

پنجاب میں بنیا ذات کی جن شاخوں سے ہمارا واسطہ پڑتا ہے انہیں ذیل میں دکھایا گیا ہے:

بنیا شاخیں

شاخ	تعداد
اگروال	364355
اوسوال	3863
میشری	5755
سرالیا	11899
داسا	2473
کل	388445
دیگر غیر مختص	49599
میزان	437944

اگروال یا بنیا کی شمال مشرقی شاخ میں صوبہ بھر کے ہر ضلع میں ذات کی ایک بہت بڑی اکثریت شامل ہے۔ شیرنگ کے مطابق ان میں ایک روایت ہے کہ وہ گوداوری کے کناروں پر ایک بہت قدیم ماخذ رکھتے ہیں۔ لیکن تمام اگروال جس جگہ کا حوالہ اپنی شاخ کے ماخذ کے طور پر دیتے ہیں' اور جس کی نسبت سے ان کا نام پڑا' وہ ضلع حصار میں اگروہا کا مقام ہے۔ یہ کبھی ویش راجہ اگرسین کا صدر مقام ہوا کرتا تھا' اور جب 1195ء میں شہاب الدین غوری نے یہاں حملہ کیا تو اس کے بعد وہ ہندوستان میں پھیل گئے۔ ایلیٹ نشاندہی کرتے ہیں کہ سارے شمال مغربی صوبوں میں اگروال بنیوں کا خصوصاً اگروہا کے نواح میں ایک عظیم بزرگ گگا پیر کو نذرانے پیش کرنے کا پابند سمجھنے کی حقیقت اس روایت کے درست ہونے کی شہادت ہے۔ کہا جاتا ہے کہ راجہ اگرسین کے 18 بیٹوں نے راجہ باسک کی 18 ناگ بیٹیوں سے بیاہ کیا اور گگا پیر ناگ دیوتاؤں میں سب سے بڑا ہے۔ اگروال اکثر جین ہیں' خصوصاً دہلی اور شہروں کے زیادہ اہل ثروت طبقات میں' اور جہاں پر جین عمومی طور پر دیگمبرا فرقوں سے ہیں۔ لیکن ان کا زیادہ بڑا حصہ ہندو ہے' اور تقریباً بلاتغیر وشنو شاخ سے ہے۔

اوسوال یا ذات کی جنوب مغربی شاخ اپنی ذات کا سلسلہ مارواڑ کے ایک قصبہ اوسیہ یا اوس نگر سے ملاتے ہیں۔ پنجاب میں ان کی تقسیم یوں ہے:

اوسوال

دہلی	467	سرسا	1378
گڑگاؤں	51	پٹیالہ	262
کرنال	1088	دیگر مقامات	70
حصار	527		
روہتک	20	میزان	3863

ان کا آبائی گھر گوجرات اور جنوب مغربی راجپوتانہ میں ہے' جہاں ان کی تعداد انتہائی کثیر

ہے۔ وہ عام طور پر جین ہیں' اور وہ بھی سویتامبر فرقہ کے۔

میشری یا شمال مغربی شاخ کی تعداد بیکانیر میں کافی زیادہ ہے۔ مسٹر ولسن کہتے ہیں کہ سرسا والے راجپوت نسل کے دعویدار ہیں اور ان کی ذیلی شاخوں کے نام ابھی تک راجپوت ہیں۔ میشری کا کہنا ہے کہ ان کا مورث اعلیٰ ایک فقیر کی بے حرمتی کرنے کے نتیجے میں پتھر کا بن گیا تھا لیکن میش یعنی مہادیو نے اسے حیات نو عطا کی' اور ان کا نام اسی کی نسبت سے ہے۔ پنجاب میں ان کی تقسیم مندرجہ ذیل ہے:

میشری

دہلی	525	امرتسر	2485
گڑگاؤں	490	فیروز پور	145
حصار	530	ملتان	177
روہتک	285	دیگر مقامات	198
سرسا	920	میزان	5755

میشری زیادہ تر ہندو' تاہم کہیں کہیں جین بھی ہیں۔ اگروال کے ساتھ ان کی قرابت داری اوسوال کی نسبت زیادہ قریبی ہے۔

سرالیہ شاخ کا اندراج مندرجہ ذیل مقامات سے کیا گیا۔ وہ اگروالوں کی ہی ایک شاخ ہیں لیکن کچھ جھگڑوں کی بناء پر یہ اگروہا چھوڑ کر سرالہ میں آباد ہوگئے' جو اگروہا سے نزدیک کا ہی ایک قصبہ ہے۔ اسی قصبہ کی نسبت سے ان کا نام ہے۔ وہ بھی اگروالوں جیسے متعصب اور کسی بھی طرح داسا یا ناپاک نہیں ہیں۔ وہ دیگر اگروالوں میں باہم ازدواج نہیں کرتے۔ ان کے ماخذ یا ذات کی دیگر شاخوں کے ساتھ تفاوت کے حوالے سے میں کچھ بھی کھوج نکالنے میں کامیاب نہیں ہوسکا۔

سرالیہ

انبالہ	9841

شملہ	28
پٹیالہ	971
کالسیہ	868
پہاڑی ریاستیں	191
میزان	11899

داسا بنئے ذات کی کوئی باقاعدہ علیحدہ شاخ نہیں۔ اس لفظ کا مطلب "دوغلا" ہے' اور دیگر ذاتون کے ایسے ارکان کے لئے استعمال ہوتا ہے جو اپنی ذات کی روایات سے منحرف ہو جاتے ہیں یا جن کی نسل خالص نہ ہو۔ داسا بنئے ایک اگروال کے ناجائز بیٹے کی اولادیں بتائے جاتے ہیں۔ ان کے لئے اوپر دی گئی تعداد میں انبالہ کے 1664 افراد مزید شامل کرنا پڑیں گے جنھوں نے خود کو "گاٹا" بتایا۔ یہ لفظ بھی داسا کا ہم معنی ہے۔

ادنیٰ ذیلی شاخوں کے بارے میں معلومات بہت کم ملتی ہیں۔ امید ہے کہ ذات کی ذیلی شاخوں کے تفصیلی جدول' جو پنجاب کی مردم شماری سے تیار کئے جارہے ہیں' ہمیں ان کے بارے میں کچھ بتائیں گے۔ بنئے برہمنی گوتروں کے مالک ہیں' لیکن لگتا ہے کہ وہ ذات کی مرکزی شاخوں کی دیگر ذیلی شاخیں بھی رکھتے ہیں۔

دھونسر (ذات نمبر173)

دھونسر کا صدر مقام گڑگاؤں میں ریواڑی ہے۔ پنجاب میں ان کی کل تعداد 1000 سے کم ہے اور تین کے سوا باقی سب ہندو ہیں۔ ان کا نام نارنول کے قریب ایک ہموار چوٹی والی پہاڑی دھوسی کے نام پر ہے' جہاں ان کے مورث اعلیٰ ہتمند نے پوجا پاٹھ کی تھی۔ وہ برہمنی نسل ہیں' کیونکہ برہمن بھی یہ بات تسلیم کرتے ہیں۔ اور یہ ممکن ہے کہ ان میں سے کچھ نے خود کو بطور برہمن درج کروایا ہو۔ درحقیقت میں نے 1608 دھونسر برہمنوں کا اندراج دیکھا' جن میں سے 1560 گورداسپور میں ہیں۔ لیکن میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ وہ بھی ریواڑی کے دھونسروں والے ہی افراد ہیں یا نہیں۔ تفصیلی جدولوں کی تیاری کے بعد یہ نکتہ واضح ہو سکے گا۔ بہر صورت اب وہ برہمن نہیں رہے۔ وہ کافی حد تک زراعتی ناگوں جیسے ہیں' اور انہی کی طرح برہمنوں کو ملازم رکھتے ہیں۔ وہ تقریباً با تخصیص کلرک یا تاجر ہیں'

اگرچہ ان میں سے کچھ نے کھتریوں کی طرح فوج اور دربار میں سرفرازی حاصل کی۔ پانی پت کی دوسری جنگ میں انڈین فوج کا سربراہ عظیم ہمو ریواڑی کا ایک دھونسر تھا۔ شیرنگ کہتے ہیں کہ دھونسر دہلی کی طرف ہجرت سے قبل بنارس کے نواح میں اپنا ماخذ ہونے کی ایک روایت رکھتے ہیں۔ وہ بطور مغنی شاعر باکمال اور وشنو فرقہ کے بڑے کٹر ہندو ہیں۔ شمال مغربی صوبوں میں ان کی تعداد کافی زیادہ نظر آتی ہے۔

بوہرہ (ذات نمبر124)

بوہرہ کی دی گئی تعداد میں افراد کے دو انتہائی مختلف طبقات شامل ہیں۔ ہمارے جدولوں میں دکھائے گئے 3665 بوہروں میں سے 560 دہلی ڈویژن اور 3105 کانگڑہ کی پہاڑی ریاستوں میں پائے گئے۔ دہلی ڈویژن میں مارواڑ سے رقم ادھار پر دینے والے برہمن ہیں، جنہوں نے کچھ برس قبل جمنا اضلاع میں مقیم ہونا شروع کیا اور بے ایمانہ تحریص کے لئے زبردست بدنام ہیں۔ ایک بالکل سیدھی سادھی کہاوت ہے کہ "بوہرہ کی صبح بخیر فرشتہ اجل کے پیغام جیسی ہے" اور ایک دوسری: "فصلوں کی حفاظت کرنے والے جٹ، رقم ادھار دینے والے برہمن اور حکمران بننے پر خدا کی پھٹکار!"

پہاڑیوں میں کوئی بھی رقم ادھار دینے والا یا دکاندار بدیہی طور پر بوہرہ کہلاتا ہے (بیوہار یعنی تجارت ہی اس کا ماخذ ہے) (9) راجپوتانہ کے جنوب اور بمبئی میں یہ لفظ انہی معنوں میں استعمال ہوتا ہے، ہندوستان کے بنیا کی جگہ پر۔ تاہم گوجرات میں یہ بالخصوص شیعہ تاجروں کے طبقہ پر لاگو ہوتا ہے جنہوں نے کوئی 600 سال قبل اسلام قبول کیا۔ پنجاب میں تمام بوہرے ہندو ہیں۔ اندراجات میں بنیوں کی نمائندگی بمشکل ہی ہوتی ہے اور اسی طرح معکوس طور پر۔ اس بات پر بہت کم شبہ کیا جا سکتا ہے کہ پہاڑیوں کے لئے دکھائے گئے بنئے اور بوہرے دونوں بالکل مہاجنوں جیسے ہی ہیں، جن کا ذکر آگے آئے گا۔ پہاڑی بوہرے انتہائی راسخ العقیدہ ہندو بتائے جاتے ہیں، اور یہ کہ راجپوتوں کی پست ذاتیں ان کے ساتھ باہم ازدواج کرتی ہیں، مثلاً راٹھی اور راوت۔ مجھے مطلع کیا گیا ہے کہ گورداسپور میں جٹ ماخذ کا دعویٰ کرنے والے تاجروں کا ایک چھوٹا سا طبقہ بوہرہ کہلاتا ہے، اور رقم بنانے کے لئے اپنی بیٹیوں کی شادی کے ذریعہ جہیز حاصل کرنے اور پھر کہیں اور جا کر یہی کچھ کرنے

کے لئے فرار ہو جانے کے لئے بدنام ہے۔

پہاڑی مہاجن (ذات نمبر112)

جیساکہ ابھی میں نے ذکر کیا ہے' پہاڑی ریاستوں کے لئے اندراج کردہ بوہروں اور بنیوں کو غالباً ان افراد کے ساتھ شامل کرنا چاہئے تھا۔ وہ بنیا اور کائتھ ذاتوں سے تعلق رکھنے والے ان مہاجرین کے باہم ازدواج سے پھوٹنے والی مخلوط ذات لگتے ہیں جو میدانوں سے آئے اور عمومی طور پر تاجر کلرک ہیں۔ دراصل پہاڑیوں میں یہ اصطلاح کسی ذات کے نام کی بجائے پیشہ ورانہ ہے' اور ہم دیکھتے ہیں کہ برہمن دکان دار کو مہاجن جبکہ مہاجن کلرک کو کائتھ کہتے ہیں۔ چنانچہ مسٹر بارنز کہتے ہیں' "میدانی علاقوں کے کائتھوں کے برخلاف پہاڑیوں کے کائتھ کا تعلق ویشیہ یا تجارتی طبقہ سے ہے اور جانیو یا مقدس دھاگا پہنتے ہیں۔" اور ہزارہ کے بارے میں میجر ولیس رقمطراز ہیں: "پہاڑی برہمن یا مہاجن بطور پادری فرائض سرانجام دینے کے ساتھ ساتھ دکان داری کاشتکاری یا نوکری بھی کرتے ہیں۔" محض ایک غیرملکی کے طورپر پہاڑیوں میں ملنے والا ہندوستان کا حقیقی بنیا ان پہاڑی مہاجنوں کے ساتھ اندرونی شادی نہیں کرتا۔

سود (ذات نمبر75)

سود (10) زیریں پہاڑیوں اور ان کے عین نیچے واقع اضلاع میں امرتسر تک ہی محدود ہیں۔ ان کا مرکزی مقام لدھیانہ اور ماچھی واڑا نامی پڑوسی قصبہ ہے' اور مجھے یقین ہے کہ وہ پنجاب سے باہر نامعلوم ہیں۔ اپنے مشاغل میں وہ کلیتاً" تجارتی ہیں' تاہم کبھی کبھار بطور کلرک ملازمت کرلیتے ہیں' اور ان کی سماجی حیثیت بنیا یا کھتری دونوں سے واضح طور پر پست ہے۔ وہ چھ کی بجائے تین لڑیوں والا جانیو پہنتے ہیں۔ متعدد بیوہ کی شادی نہیں کرتے۔ چند ایک سکھوں کو چھوڑ کر وہ سب ہندو ہیں' لیکن دیگر تجارتی ذاتوں کے مقابلہ میں مذہب پر عملدرآمد میں بہت تساہل پسند۔ وہ آزادی کے ساتھ گوشت کھاتے اور شراب پیتے ہیں' اور اپنی عادات' روایات و سماجی حیثیت میں کائتھوں سے کافی مشابہہ ہیں۔ یہ یقیناً ایک پرانا قبیلہ ہیں' لیکن اس کے ماخذ سے متعلق میں کوئی قطعی معلومات حاصل نہیں کرپایا۔ قبائلی نام کی بہت سی من گھڑت تاویلیں عام ہیں' زیادہ تر کی نوعیت رسوا کن ہے۔ میں نے چند

سرکردہ سودوں سے جانچ پڑتال کرنے کی کوشش کی لیکن اس کے نتیجہ میں ایک پنچایت اکٹھی ہوگئی' ان کے کشتریہ نسل سے ہونے کا ثبوت دینے کے لئے سنسکرت اساطیر کھنگالی گئیں اور محفل میں گرما گرم بحث ہوئی۔

ان کی دو شاخیں ہیں : "اچانڈیہ" یا پہاڑیوں کے سود اور "نیواندیہ" یا میدانوں کے سود۔ تاہم میں نے دیکھا ہے کہ ہوشیار پور کے کچھ سود اپنا سلسلہ نسب سرہند علاقہ میں ملاتے ہیں۔ وہ بیوہ کی شادی کرنے والے سودوں کو شادی نہ کرنے والے سودوں سے علیحدہ کرنے کے لئے اول الذکر کو "کھرا" اور اس کی اولاد کو "گولا"، "دوغلا" یا "چیچان" کہتے ہیں۔ اوپر بیان کردہ بنیوں کے داسا اور گاتا سے دو شاخیں کافی ملتی جلتی ہیں اور باہم ازدواج نہیں کرتیں۔ سود چاروں گوتوں میں شادی سے منع کرتے اور یہاں ایک مرتبہ پھر یہ ظاہر کرتے ہیں کہ بنیوں اور کھتریوں کی نسبت ان کی قبیلوی روایات مذہب سے کسی قدر کم متاثر ہوئی ہیں۔ وہ اچھی قدو قامت' زبردست قوت اشتراک اور قاعدے والی ایک ذہین اور باہمت ذات ہیں۔ کچھ عرصہ قبل انہوں نے ایک کوشش کی (جو کامیاب لگتی ہے) کہ باہمی رضامندی کے ساتھ شادی کے اخراجات میں کمی کی جائے۔ لدھیانہ میں چینی کی وسیع تجارت اور ضلع کے امیر ترین حصہ میں زراعت کے لئے رقم ادھار دینے کا کام تقریباً مکمل طور پر وہی کرتے ہیں۔ بالعموم وہ زیرک اور خوشحال کاروباری افراد ہیں اور ایک محاورہ یوں ہے : "اگر دریا کے دوسرے کنارے پر سود کھڑا ہو تو اپنی گٹھڑی اسی کنارے پر چھوڑ دو۔" دیہی کاشتکاران کے ہاتھوں کا بچہ ہے۔

بھابڑا (ذات نمبر88)

بھابڑا خالصتاً" پنجاب کی ایک ذات نظر آتے ہیں اور ان کے مرکزی مقامات ہوشیار پور اور سیالکوٹ قصبوں میں ہیں۔ ان کی علاقائی حیثیت بھی کافی حد تک سودوں جیسی ہے' ماسوائے اس کے کہ وہ پہاڑیوں میں بہت آگے تک نفوذ کرگئے اور امرتسر میں ہی رک جانے کی بجائے مغرب میں راولپنڈی تک چلے گئے ہیں۔ درحقیقت اس حوالے سے کچھ شک محسوس ہوتا ہے کہ کیا لفظ بھابڑا کافی حد تک ایک مذہبی ذات کی اصطلاح ہے یا نہیں اور کیا اس کا حوالہ اس سے کچھ زیادہ ہے' جو جین مذہب کا سود یا شاید بنیا بھی رکھتا ہے۔

کسی سود نے خود کو جین درج نہیں کروایا۔ تاہم بھابڑہ میں 11 فیصد نے خود کو ہندو بتایا۔ ان کا تعلق ایک طرح سے بالخصوص سویتامبریا جینیوں کے زیادہ نرم حصہ سے ہے۔ وہ خود کو پہلے ہندو اور بعد میں جین سمجھتے ہیں۔ اوسوال کی اصطلاح کے ساتھ بھی کچھ ایسی ہی مشکل چند صفحات پہلے بیان کی گئی ہے۔ درحقیقت مجھے یقین ہے کہ تمام بھابڑے جین ہیں۔ ان میں سے کچھ ایک اوسوال بتائے جاتے ہیں' لیکن میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ اس کا مطلب ان کی ذات اوسوال بنیا یا مذہب سویتامبر جین ہونا ہے۔ وہ سب تاجر ہیں۔ اس ذات سے متعلق مزید معلومات درکار ہیں۔ میں نے صرف ان دو حقیقتوں کا ذکر کیا ہے جن سے ان کے ماخذ پر روشنی پڑتی ہے۔ ہوشیار پور کے بھابڑے پہاڑیوں میں ایک فتح پور نامی گاؤں کی سالانہ یاترا کرتے ہیں جو ہوشیار پور سے تقریباً 20 میل کے فاصلے پر ہے اور وہاں ان کے بہت پرانے اور وسیع قصبے کی باقیات موجود ہیں۔ وہ وہاں پر اپنے آبائی مزار کی پوجا کرتے ہیں۔ جالندھر کے بھابڑے اپنے نام کی وجہ تسمیہ یہ بتاتے ہیں کہ ایک بیر سوامی نے انہیں جانیو پہننے کی ہدایت کی' جس سے انکار کرنے پر اس نے کہا کہ ان کا عقیدہ (بھو) زبردست راسخ تھا۔ اس لحاظ سے وہ ۔بنیوں سے الگ ہوتے ہیں۔ دوسری طرف گورداسپور کے متعدد بھابڑے اوسوال اور کنڈیلوال بنئے بتائے جاتے ہیں۔ مسٹر ولسن کا کہنا ہے کہ سرسا میں پٹیالہ سے آنے والے سکھ مہاجر اوسوال بنیوں کو بھابڑا کہتے ہیں۔ ہر حال میں دو بیویوں سے شادی کرنے والے مرد کے خلاف بھابڑوں میں ایک انوکھا اصول ہے۔

کھتری (ذات نمبر16)

پنجاب کے لوگوں میں کھتری کی حیثیت ان ذاتوں میں بہت مختلف ہے جن پر ہم نے ابھی غور کیا ہے۔ وہ ان سے قدوقامت' مردانہ پن اور طاقت میں برتر اور ان کی طرح محض دکاندار ہی نہیں۔ درحقیقت وہ منو کے کشتریہ کا بلاواسطہ نمائندہ ہونے کا دعویدار ہے' لیکن اس دعویٰ کی معقولیت اتنی ہی مشکوک ہے جتنی کہ ذات کے چوہڑے نظام سے وابستہ دیگر معاملات میں۔ سرجارج کیمپ بیل کی "ا -تھنالوجی آف انڈیا" میں کھتری کی حیثیت اس قدر زبردست انداز میں بیان کی گئی ہے کہ میں وہاں سے لئے گئے مندرجہ ذیل اقتباس کی تلخیص کرکے اسے ضائع کرنے کی جرات نہیں کروں گا۔ انہوں نے جن اروڑوں کو ان

کے ساتھ شمار کیا ہے انہیں آگے بیان کیا جائے گا۔

"تجارت ان کا بنیادی پیشہ ہے' لیکن درحقیقت وہ زیادہ وسیع اور جداگانہ خصوصیات کے حامل ہیں۔ پنجاب اور افغانستان کے ایک بڑے حصہ کی تجارت پر اپنا اجارہ قائم کرنے اور ان کی حدود سے پرے بھی اچھا خاصا اثر رکھنے کے علاوہ وہ پنجاب میں مرکزی شہری منتظم ہیں' اور تقریباً ساری لکھت پڑھت ان کے ہاتھوں میں ہے۔ مزید برآں' جس حد تک سکھوں کا مذہبی سلسلہ ہے' وہ سکھوں کے گورو یا پروہت ہیں۔ گورونانک جی اور گورو گوبند جی دونوں کھتری تھے اور موجودہ دور کے سوڈی اور بیدی بھی کھتری ہیں۔ اور جہاں تک ایک زیادہ باحوصلہ نسل انہیں اجازت دے گی دراصل وہ پنجاب میں وہی ہیں جو مرہٹا (مرہٹہ؟) علاقہ میں مرہٹا برہمن' ماسوائے تجارت سے منسلک ہونے کے جو مرہٹا برہمنوں کے پاس نہیں ہے۔وہ بالعموم اپنے کردار میں جنگجو نہیں' لیکن ضرورت پڑنے پر تلوار چلانے کی اچھی خاصی قابلیت رکھتے ہیں۔ ملتان کے گورنر دیوان ساون مل اور بعد میں اس کی مسند سنبھالنے والے رسوائے زمانہ مولراج کے علاوہ رنجیت سنگھ کے مرکزی اہلکاروں میں سے متعدد کھتری تھے۔ حتیٰ کے مغرب میں مسلمان دور حکومت کے دوران انہوں نے اہم انتظامی عہدے حاصل کئے۔ بدخشاں یا کندز کے ایک کھتری دیوان کا ریکارڈ موجود ہے' اور مجھے یقین ہے کہ افغانوں کے ماتحت پشاور کے ایک کھتری گورنر کا بھی۔ شہنشاہ اکبر کا مشہور وزیر ٹوڈر مل کھتری تھا۔ اور اس بلاشبہ حوصلہ مند شخص کا رشتہ دار عظیم کمسریٹ (11) کنٹریکٹر آف آگرہ جوتی پرشاد نے مجھے کچھ عرصہ قبل بتایا کہ وہ بھی کھتری ہے۔ بایں ہمہ اس بارے میں کوئی شک نہیں ہو سکتا کہ کھتری انڈیا کی انتہائی زیرک' باہمت اور زبردست نسلوں میں سے ایک ہیں۔ تاہم درحقیقت پنجاب پر مقامی اعتبار سے علاوہ

یورپین انہیں زیادہ نہیں جانتے۔ کھتری راسخ العقیدہ ہندو ہیں اور یہ بات کچھ عجیب و غریب ہے کہ انہوں نے سکھوں کو تو گورو دے دیئے لیکن خود شاذونادر ہی سکھ ہیں۔ کھتری ایک بہت عمدہ' زبردست اور خوب صورت نسل ہیں۔ اور جیسا کہ میری اوپر کہی گئی باتوں سے ظاہر ہوتا ہے وہ عموماً" پڑھے لکھے ہیں۔

"کھتریوں کا ایک بہت بڑا ماتحت طبقہ ہے۔ کچھ پست درجے کا لیکن یکساں تجارتی اہلیت کا حامل' جنہیں "روڑ" یا "روڑے" کہا جاتا ہے۔ اعلیٰ درجہ کے کھتری خاص اکثر ان کے ساتھ کوئی تعلق واسطہ ہونے سے انکار کر دیتے ہیں' یا کم از کم صرف یہ تسلیم کرتے ہیں کہ کھتریوں کے ساتھ ان کا رشتہ ناجائز قسم کا ہے۔ لیکن میرے خیال میں اس متعلق کوئی شک نہیں ہو سکتا کہ وہ نسلی اعتبار سے ایک ہی ہیں' اپنے پیشوں میں یقیناً کھتریوں سے ملے جلے ہوئے ہیں۔ میں ان تمام رشتہ داروں کو نسلی حوالے سے بطور کھتری ہی بیان کروں گا۔

"چنانچہ کھتریوں کے بارے میں وسیع تر معنی میں بات کرتے ہوئے جیسا کہ میں نے کہا ہے' پنجاب کی ساری اور افغانستان کی زیادہ تر تجارت ان کے پاس ہے۔ کھتری کے بغیر کوئی گاؤں نہیں چل سکتا' کیونکہ وہ حسابات بناتا' لین دین اور اناج کی خرید و فروخت کرتا ہے۔ وہ اس قسم کے تاجروں اور سود خوروں کی نسبت لوگوں کے ساتھ زیادہ بہتر طور پر منسلک بھی ہیں۔ افغانستان میں اکھڑ اور بیگانے لوگوں کے درمیان اصولی طور پر کھتری زیادہ منکسرالمزاج کاروباریوں' دکان داروں' رقم ادھار پر دینے والوں کی حیثیت ہی رکھتے ہیں' لیکن اس استعداد میں بھی پٹھان اسے ایک قیمتی جانور کو دیکھنے کی طرح دیکھتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ ایک شخص دوسرے شخص کا کھتری چرا لیتا ہے' نہ صرف فدیہ حاصل کرنے کے لئے (جیسا کہ

پشاور اور ہزارہ سرحد پر اکثر کیا جاتا ہے) بلکہ اس طرح بھی جیسے وہ ایک دودھیل گائے چرا سکتا ہے۔ یا میں یہ کہنے کی جسارت کروں گا کہ جیسے قرون وسطی میں یہودیوں کو فائدہ حاصل کرنے کی غرض سے اٹھا لیا جاتا تھا۔ مغرب کی طرف کھتری پیشے کی قطعی حدود کا مجھے علم نہیں، لیکن تمام مشرقی افغانستان اقامت گزیں عباوت باشندوں کا بھی وہ اسی قدر حصہ نظر آتے ہیں جس قدر کہ پنجاب میں۔ وہ وسط ایشیاء بعید میں اپنا سلسلہ ملاتے ہیں، لیکن اس سے آگے ان کی حیثیت زیادہ مایوس کن اور ذلت آمیز ہوتی جاتی ہے۔ ومبیری (Vambery) ترکستان میں ان سے متعلق نہایت تعصب کے ساتھ کہتا ہے کہ وہاں پر وہ بزدلانہ اور سازشی کردار والے زرد رو ہندو ہیں۔ ترکمان اقتدار کے تحت وہ بمشکل ہی کچھ اور ہو سکتے تھے۔ پنجاب میں ان کی تعداد اتنی زیادہ ہے کہ سب ہی امیر اور تجارت پیشہ نہیں ہو سکتے۔ اور متعدد زمین کے مالک ہیں، جسے وہ کاشت کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ وہ نوکری کرتے اور مختلف پیشوں سے وابستہ ہیں۔

"کھتری برہمن کشمیر سے فی الجملہ خارج ہیں۔ تاہم پہاڑیوں میں "ککے" دریائے جہلم کے مشرقی کنارے پر بالاصل راجپوت بتائے گئے۔ وہ حیرت انگیز طور پر خوبصورت نسل اور کانگڑہ پہاڑیوں کے اندرون عمدہ سر قبائلی نظر آنے والے گلہ بانوں کی نسل ہیں، جو "گدی" کہلاتے ہیں اور جن میں سے بیشتر کھتری ہیں۔ دہلی میں کھتری تاجر کی کافی تعداد ہے۔ اسکے علاوہ وہ آگرہ، لکھنؤ، اور پٹنہ میں پائے گئے، اور کلکتہ کے "بڑے بازار" میں کافی معروف ہیں۔ اگرچہ وہاں پر وہ پنجاب کے مشترک کاروبار سے ہی مرکزی طور پر منسلک ہیں۔

"اصولاً" کھتری مغربی ساحل تک پہنچتے ہوئے نہیں لگتے: بمبئی کی منڈی میں وہ مجھے کسی مناسب جگہ پر نظر نہیں آئے۔ تاہم کیپٹن

> برٹن کی کتاب میں سندھ کے اندر دکھاوے کی کشتریہ نسل کا ذکر ملا جو درحقیقت نانک شاہی (سکھ) عقیدے کے بنئے اور تجارت سے منسلک ہیں، عوامی دفاتر میں بھی ان کا بڑا حصہ ہے۔ یہ واضح طور پر کھتری ہیں۔ لدھیانہ تجارت پیشہ کھتریوں کا ایک بڑا اور کامیاب قصبہ ہے جس میں شال بننے والے کشمیریوں کی کثیر التعداد آبادی بتائی گئی۔"

پنجاب کے اندر کھتری عنصر کی تقسیم کافی واضح ہے۔ یہ سکھ ازم کی مشرقی سرحد لدھیانہ کے شمال میں بمشکل ہی نظر آتا ہے، اور نہ ہی مشرقی پہاڑیوں تک پہنچا ہے۔ وہ سکھ ازم سے مغلوب وسطی اضلاع میں سب سے زیادہ مستحکم ہے اور راولپنڈی و ہزارہ اور مغربی پہاڑی ریاستوں میں ایک اہم حیثیت رکھتا ہے۔ اگرچہ یہ کہا جاتا ہے کہ کھتری اپنا سلسلہ نسب ملتان میں ملاتے ہیں، لیکن وہ مغربی میدانوں کے جنوبی اضلاع میں بہت کم ممتاز ہیں اور حقیقی سرحد پر سب سے کم لیکن اگر اروڑوں کو کھتریوں کی ایک شاخ خیال کیا جائے تو اس کی وضاحت ہو جائے گی۔

جیساکہ سر جارج کیمپ بیل نے کہا ہے کہ ہمیشہ کی طرح اب بھی سکھ ازم کے ساتھ قریبی طور پر جڑے ہوئے صرف نو فیصد کھتریوں کا تعلق اس مذہب سے ہونا حیرت انگیز ہے۔ مجھے یہ بھی سمجھ نہیں آیا کہ جہلم اور راولپنڈی اضلاع میں سکھوں کا تناسب دوگنا اور تین گنا کیوں ہے۔ کوئی 2600 مسلمان ہیں، زیادہ تر ملتان اور جھنگ میں جہاں وہ بالعموم کھوجے کہلاتے ہیں، اور ان افراد کا تعلق مرکزی طور پر کپور شاخ سے بتایا جاتا ہے۔ باقی ماندہ ہندو ہیں۔

کھتری ذات کی شاخیں

کھتریوں کی ذیلی شاخوں کا مسئلہ کافی پیچیدہ ہے۔ حالیہ ادوار میں سماجی درجہ بندی کا ایک نظام ابھرا ہے جس کے تحت مخصوص کھتری قبائل اپنے قبائلی ساتھیوں کی ایک متعین کردہ تعداد کے علاوہ کسی سے بھی باہم ازدواج نہیں کرتے۔ اس کے نتیجہ میں پیدا ہونے والے امتیازات کو ناموں کے ایک درجے کی صورت دی گئی ہے، مثلاً: "ڈھائی گھر" یعنی جو صرف

ڈھائی گھروں کے اندر شادی کرتا ہے' "چار ذاتی" یعنی جو صرف چار قبائل کے اندر شادی کرتا ہے' "چھ ذاتی" یعنی جو چھ قبائل کے اندر شادی کرتا ہے اور اسی طرح مزید اس خالصتا" مصنوعی درجہ بندی نے ذات کی اصل قبیلوی تقسیم کے نقوش مندمل کر دیئے ہیں' کیونکہ ہو سکتا ہے ایک ہی قبیلے کے کھتری پنجاب کے ایک حصہ میں چارذاتی اور دوسرے میں بارہ ذاتی ہوں اور اسی طرح مزید صورتیں بھی ہو سکتی ہیں۔ اس سے جدولوں کے اندراج بھی زبردست خلط ملط ہوئے' جس میں بدقسمتی سے ایک غلطی نے اضافہ کر دیا جو شمار کنندگان کو ہدایات کے ساتھ دیئے گئے اس جدول میں سرزد ہوئی' جس میں میری اپنی عدم واقفیت کے باعث پنجاہتی یا مصنوعی تقسیم میں سے ایک کو بطور قبیلہ دکھایا گیا تھا۔ اہم شاخوں کی تقسیم آگے جدول نمبر29 میں دی گئی ہے۔ آپ دیکھیں گے کہ وہ صوبہ کے کل کھتریوں کے تین چوتھائی سے زیادہ پر مشتمل ہیں' لیکن یہ بھی کہ کچھ اضلاع میں غیر درجہ بند فیصد بہت زیادہ ہے۔ دیگر میں ہر درجہ بند تعداد کل کھتری آبادی سے زیادہ ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ کچھ صورتوں میں ایک ہی تعداد دو مرتبہ دوہرائی گئی۔ لہٰذا گوجرانوالہ میں 963 کھتریوں نے خود کو کپور چار ذاتی درج کرایا اور دونوں عنوانات کے تحت شمار ہوگئے۔ اسی طرح دیگر صورتوں میں بھی ہوا۔

جدول کے عنوانات تین مختلف شاخوں پر مشتمل ہیں: اول' چار حقیقی قبائلی شاخیں۔ دوم' اوپر مذکور چار انتہائی اہم مصنوعی شاخیں' اور سوم سب سے اہم چھ قبیلے۔ بنجاہی' شرین' باہری اور کھوکھراں نامی چار شاخوں میں تقسیم کا ماخذ یہ بتایا جاتا ہے کہ علاؤالدین خلجی نے کھتریوں پر بیوہ کی شادی کرنے کی رسم لاگو کرنے کی کوشش کی تھی۔ مغربی کھتریوں نے اس بدعت کی مدافعت کرنے کا تہیہ کیا اور اپنا معاملہ دربار میں پیش کرنے کے لئے 52 ارکان پر مشتمل وفد روانہ کیا' لیکن مشرقی کھتری یادداشت پر دستخط کرنے سے خوفزدہ تھے۔ چنانچہ وہ شرع آئین کے پیروکار کہلائے اوراسی نسبت سے ان کا نام شرین (شرعیین) پڑ گیا۔ جبکہ یادداشت پیش کرنے والے وفد یا وفد میں شامل قبیلوں کی تعداد کی نسبت سے "باؤنجی" کہلائے جو بگڑ کر بنجاہ (بونجا' باون) بن گیا۔ کھوکھران شاخ کو ان مخصوص کھتریوں کی اولادوں پر مشتمل کہا جاتا ہے جو کھوکھروں کے ساتھ بغاوت میں شریک ہوئے اور جس کے ساتھ دیگر کھتری خاندان باہم ازدواج کرنے سے خوفزدہ تھے۔ باہری شاخ مہرچند' خان

چند اور کپور چند' تین کھتری سلسلہ ہائے نسب سے ہیں جو اکبر کی راجپوت بیویوں میں سے ایک کے ساتھ حضوری میں دہلی گئے اور یوں ذات سے باہر ہوگئے۔ وہ صرف آپس کے خاندانوں میں ہی شادی کرتے تھے۔ لیکن یہ کہانیاں من گھڑت ہیں کیونکہ باہری اور بنجاہی میں یہی تفریق مغربی میدانوں کے برہمنوں کے درمیان نظر آتی ہے۔ قبیلوں کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ سماجی رتبے کے اعتبار سے مرہوترا (ملهوترا؟) یا مہرا' کھنہ' کپور اور سیٹھ اہم ترین ہیں۔ پہلے تین ناموں کی وجہ تسمیہ اوپر مذکور تین نام (مہرچند' خان چند' کپورچند) بتائے جاتے ہیں جبکہ سیٹھ کی اصطلاح اب ایک امیر بنکر کے لئے استعمال ہوتی ہے۔ ان چار قبیلوں کا تعلق ذات کی باہری شاخ سے ہے اور سماج درجہ بندی میں بلند تر ڈھائی گھر اور چار ذاتی کی تقسیم کو متشکل کرتے ہیں۔ ڈھائی گھر اصطلاح کا ماخذ یہ حقیقت ہے کہ اس شاخ کے خاندان نہ صرف باپ بلکہ ماں کے قبیلے کے ایسے خاندانوں کو بھی خارج کرتے ہیں جو اس کے قریبی رشتہ دار ہیں۔ اور باہم ازدواج کے لئے دستیاب قبیلوں کی تعداد گھٹا کر ڈھائی کر دیتے ہیں۔ میں یہ کہوں گا کہ ہر شاخ اپنے سے نیچے درجے والی شاخ سے بیویاں تو لے لے گی لیکن اسے اپنی بیٹیاں نہیں دے گی۔ بیدی اور سوڈھی قبیلوں کا تعلق بنجاہی قبیلے سے ہے اور ان کے زیادہ تر اثر و رسوخ اور اہمیت کی وجہ سے حقیقت ہے کہ بابا گورونانک کا تعلق اول الذکر اور گوروگوبند سنگھ جی کا موخرالذکر کے ساتھ تھا۔ انہیں عام طور پر ان حضرات کی اولادیں کہا جاتا ہے' لیکن یہ بات درست نہیں لگتی کیونکہ یہ قبیلے بابا گورونانک سے بہت عرصہ پہلے کے ہیں۔ سکھ حاکمیت کے دوران سوڈھیوں نے ایک اہم کردار ادا کیا۔ وہ لاہور کے بادشاہ کال رائے کے بیٹے سوڈھی رائے' اور بیدی قصور کے بادشاہ کال رائے (جسے اس کے بھتیجے نے سلطنت سے محروم کیا تھا) کے بھائی کالیت رائے کی نسل ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ اس نے بنارس میں ویدوں کا مطالعہ کیا اور بطور ویدی شہرت پائی۔ بیدیوں کا موجودہ صدر مقام گورداسپور میں ڈیرہ نانک کے مقام پر ہے جہاں بابا گورونانک نے قیام اور اس کے بعد انتقال فرمایا۔ جبکہ سوڈھیوں کا صدر مقام ہوشیار پور میں آنند پور ہے جو ننگ بھگتوں کا ایک بہت بڑا مرکز بھی ہے۔

ککھہ (ذات نمبر 179)

ککھہ کسی بھی چھوٹے کھتری تاجر کے لئے عام استعمال ہونے والا وصف یا لقب بتایا

جدول نمبر 29 - کھتریوں کی تقسیم

	1	2	3	4	5	6	7
	بنجاہی	شرین	باہری	کھوکھراں	ڈھائی گھر	چارذاتی	پنج ذاتی
انبالہ	5604	1046	355	-	-	81	-
لدھیانہ	10103	1825	766	45	139	503	74
جالندھر	720	3127	1732	-	-	776	301
ہوشیارپور	5645	6665	564	5	18	58	-
کانگڑہ	482	1059	1232	-	50	595	-
امرتسر	12097	10516	106	-	140	3859	-
گورداسپور	583	503	-	240	-	-	-
سیالکوٹ	7880	3038	4137	4307	-	36	3
لاہور	9126	1271	3928	321	449	2038	134
گوجرانوالہ	11179	226	4413	1872	135	1962	5
فیروزپور	3779	419	474	-	16	48	206

راولپنڈی	10195	15	3868	7596	70	10	56
جہلم	13362	182	3596	16578	606	430	.
گجرات	5222	2742	1668	4189	.	1174	.
شاہ پور	6009	3	444	2810	506	1268	20
ملتان	476	5	320	1	44	163	84
جھنگ	6634	6	1594	16	250	2322	740
پشاور	2778	174	1217	.	312	1083	.
ہزارہ	3271	16	179	2627	.	.	.
برطانوی علاقہ	116985	32893	33053	41080	2950	16926	1609
دیسی ریاستیں	10405	3935	698	.	55	357	4
صوبہ	127390	36828	33751	41080	3005	17283	1613

کھتریوں کی تقسیم

	8	9	10	11	12	13	14
	چھ ذاتی	سوڈھی	بیدی	کپور	کھنہ	مرہوترا	سیٹھ
انبالہ	-	-	103	91	97	1	40
لدھیانہ	-	124	48	370	223	134	60
جالندھر	-	2624	1978	329	3	1323	-
ہوشیارپور	5	8	186	198	160	26	-
کانگڑہ	-	2	204	623	48	-	6
امرتسر	-	114	328	1615	1725	1171	247
گورداسپور	-	117	1392	411	401	100	42
سیالکوٹ	-	203	563	299	72	255	-
لاہور	47	396	294	2897	2547	3466	474
گوجرانوالہ	-	29	652	1154	296	1010	81
فیروزپور	-	186	34	131	122	135	18

↓

راولپنڈی	.	77	126	1429	497	790	3
جہلم	141	89	166	776	348	814	.
گجرات	.	35	122	782	269	475	.
شاہ پور	12	9	18	903	458	1726	.
ملتان	25	2	.	936	929	1465	4
جھنگ	.	1	2	1182	469	1614	21
پشاور	.	20	317	743	62	603	.
ہزارہ	.	.	138	391	39	254	.
برطانوی علاقہ	230	4082	6671	15951	9121	16030	1193
دیسی ریاستیں	.	402	133	1542	895	1667	239
صوبہ	230	4484	6804	17493	10016	17697	1432

جاتا ہے۔ لیکن جن لوگوں سے ہمارے اعداد و شمار کا تعلق ہے' ان کا کھتری ماخذ غیر مشتبہ ہونے پر مجھے پورا یقین ہے۔ دراصل وہ مذہب تبدیل کر لینے والے کھتری ہیں' اور جہلم کے بائیں کنارے کے ساتھ ساتھ واقع کشمیر کی پہاڑیوں میں ان کی سب سے زیادہ تعداد ملی۔ وہاں سے چند ایک ہزارہ اور راولپنڈی میں نکل گئے۔ سر جارج کیمپ بیل انہیں " خوبصورت نرالے لوگ" کہتے ہیں۔

بھاٹیا (ذات نمبر69)

بھاٹیے راجپوتوں کا ہی ایک طبقہ ہیں۔ وہ بالاصل **بھٹنیر**' جیسلمر اور راجپوتانہ کے ریگستان سے آئے اور تجارتی پیشے اپنائے۔ ان کا نام اس امر کی طرف دلالت کرتا ہوا نظر آتا ہے کہ وہ بھاٹی (پنجاب میں بھٹی) تھے' لیکن اگر ایسا ہے تو ان کا راجپوت ماخذ ناقابل سوال ہے۔ سندھ اور گوجرات میں وہ کافی تعداد کے ساتھ ایک سرکردہ تجارتی عنصر تشکیل دیئے ہوئے نظر آتے ہیں اور اس جگہ پر آباد ہیں جہاں اروڑوں نے دریائے سندھ سے اوپر قبضہ کیا۔ وہ دریائے سندھ و ستلج کی زیریں وادیوں کے ساتھ ساتھ اور چناب کے سارے طول کے ساتھ اوپر میدانوں میں اس کے دہانے تک پھیل گئے۔ درحقیقت سیالکوٹ اور گوجرات میں سب سے زیادہ ہیں۔ تاہم اس علاقہ میں ان کی حیثیت کمتر ہے' سماجی و تجارتی دونوں اعتبار سے۔ وہ واضح طور پر کھتریوں' شاید اروڑوں سے بھی پست اور زیادہ تر چھوٹی موٹی دکان داری کرتے ہیں۔ تاہم ڈیرہ اسماعیل خان کے **بھاٹیے** "وسیع و عریض اور باہمت تجارتی برادری" سے تعلق رکھنے والے بتائے گئے۔ انہیں اکثر کھتری خیال کیا اور یہ کہا جاتا ہے کہ وہ جہلم میں کھتری کی باہری' بنجاہی' ڈھائی گھر' چار ذاتی وغیرہ شاخوں پر عمل پیرا ہیں۔ وہ راسخ ہندو ہیں' مغربی پنجاب کے دیگر تجارت پیشہ طبقات سے کہیں زیادہ راسخ۔ وہ گوشت خوری اور شراب نوشی کرتے ہیں' جبکہ بیوہ کی شادی نہیں کرتے۔

اروڑا (ذات نمبر10)

اروڑا کو اکثر روڑا بھی کہا جاتا ہے۔ وہ (جٹکی) بولنے والوں یعنی پنجاب کے جنوب مغربی حصہ کے تاجر کے ہم پلہ ہیں (یعنی ہمارے پانچ دریاؤں کی زیریں وادیوں کے)' جبکہ

دریاؤں کی گزر گاہ سے اوپر وہ کھتری کے ہم رتبہ ہیں۔ بالائی ستلج کے مشرق میں وہ صرف پانچ دریاؤں کے آس پاس ہی ملے۔ پنجاب کے نصف سے زائد اروڑے ملتان و ڈیرہ جات ڈویژنوں میں آباد ہیں۔ کھتری کے مانند اور بنیا کے برعکس' اب وہ محض تاجر ہی نہیں' لیکن ان کی سماجی حیثیت ان سے کہیں پست ہے۔ اس کی وجہ بلاشبہ کچھ تو یہ ہے کہ اسے صرف ایک ہندو کے باعث صوبہ کے ان حصوں میں بنظر تحقیر دیکھا جاتا ہے جو اس کے خصوصاً اصل علاقے ہیں۔ وہ عام طور پر کراڑ کہلاتا ہے' ایک ایسا لفظ جو کافی حد تک "بزدل" کا مترادف ہے اور صوبہ کے مشرق میں بنئے کے نام سے بھی زیادہ تحقیر آمیز۔ درحقیقت لفظ کراڑ کا اطلاق تمام مغربی یا پنجابی تاجروں پر ہوتا نظر آتا ہے' ہندوستان کے بنئے سے جدا طور پر' اور حتیٰ کہ کانگڑہ پہاڑیوں میں بھی یوں ہی مستعمل ہے۔ لیکن اروڑا پر یہ اصطلاح سب سے زیادہ عمومی طور پر لاگو کی جاتی ہے۔ کھتری اس نام کو معیوب سمجھتے ہوئے بالکل مسترد کر دیتا ہے۔ اروڑا پھرتیلا' باہمت' جفاکش اور کفایت شعار ہے۔ "اروڑا کمربستہ ہو جائے تو (جھنگ سے) لاہور صرف دو میل رہ جاتا ہے۔" وہ کسی بھی کام میں ہاتھ ڈال لے گا۔ اروڑا بہت قابل تعریف کاشتکار ہے' اور زیریں چناب کے اروڑوں کا بہت بڑا تناسب اپنے پیشے میں زراعتی ہے۔ وہ سارے افغانستان اور حتیٰ کہ ترکستان میں بھی ملے اور ان ملکوں کے ہندو تاجر ہیں' جبکہ مغربی پنجاب میں وہ کپڑے سیتا' ٹاٹ اور ٹوکریاں بنتا' تانبے و پیتل کے ظروف بناتا اور سنار کا کام کرتا ہے۔ وہ انتہائی بزدل ہے اور علاقائی کہاوتیں اسے اسی طور بیان کرتی ہیں' مثلاً: چور چار تھے اور ہم چوراسی' چور آئے اور بھاگ گئے' ہم پر شاباش۔" "کھرپے سے مسلح تنہا راٹھی نو کراڑوں کا ساتھ محسوس کرتا ہے۔" تاہم جب کراڑ اپنی صحیح جگہ پر ہو تو کسان اس سے دہشت کھاتا ہے۔" "جٹ کو اسکے جنگل اور کراڑ کو اس کی دکان' یا ملاح کو اس کی بیڑی میں تنگ نہ کرو۔ تم نے ایسا کیا تو وہ تمہارا سر توڑ دیں گے۔" پھر: "کوے' کتے یا کراڑ سو رہے ہوں تب بھی ان پر اعتبار نہ کرو۔" اور مزید: "جیسے تم ایک ستی کو بدکار نہیں بنا سکتے اسی طرح کراڑ کو بھی اپنا دوست نہیں بنا سکتے۔ " اروڑا قد و جثہ میں کمتر ہے' اور مسٹر تھاربرن اس کا کردار یوں بیان کرتے ہیں: ایک بزدلانہ' کینہ پرور' حریص نسل۔ اپنی جگہ پر یہ بہت اہم اور مفید ہوگا لیکن چند ایک ہی مردانہ خصوصیات کا حامل ہے۔ یہ بنوں کے بڑے مسلمان کی حقارت اور رقابت دونوں کا

شکار ہے۔" چند ایک اروڑوں کا اندراج بطور مسلمان' سات فیصد کا بطور سکھ اور باقیوں کا بطور ہندو ہوا لیکن متعدد نام نہاد ہندو' خصوصاً" زیریں چناب و ستلج پر' درحقیقت مونا (بال کٹوانے والا) سکھ ہیں' یا بابا گورونانک کے پیروکار۔ جبکہ دریائے سندھ کے ہندو اروڑے دریا کی پوجا کرتے ہیں۔

اروڑوں کا اصل اور شاخیں

اروڑے کھتری نسل کے دعویدار ہیں' اور اب ہم اس پر غور کریں گے کہ وہ کچھ کھتری ذیلی شاخوں پر عمل پیرا پائے گئے۔ البتہ کھتری ان کے اس دعویٰ کو مسترد کرتے ہیں۔ سرجارج کیمپ بیل کی رائے میں دونوں کا تعلق ایک ہی ماخذ سے ہے۔ (پچھلے صفات پر کھتری کے ضمن میں اقتباس ملاحظہ کریں۔) اروڑوں کا کہنا ہے کہ وہ کشتریہ نسل سے پارس رام کے ہاتھوں لوگوں کو اذیت رسانی کے دوران ذات باہر ہوگئے کیونکہ انہوں نے تکالیف سے بچنے کے لئے اپنی ذات کوئی "اور" بتائی۔ یہی ان کی وجہ تسمیہ ہے۔ ان میں سے کچھ شمال اور کچھ جنوب کی طرف نکل گئے۔ اسی کی بنیاد پر ذات کی دو بڑی شاخوں کا نام اترادھی (شمالی) اور دکھنا (جنوبی) پڑا۔ لیکن اس رائے کا امکان بہت حد تک ہے کہ جس طرح ملتان و لاہور کے کھتری ہیں اسی طرح اروڑا سندھ کے قدیم صدر مرکز اروڑ کے کھتری ہیں' اب موجودہ روڑی (روہڑی) اس کا نمائندہ ہے۔ قبیلے کافی تعداد میں ہیں اور متعدد دونوں شاخوں میں پائے گئے۔ اترادھی اور دکھنا باہم ازدواج نہیں کرتے: شاخ دروں زواج اور قبیلہ معمول کے مطابق بروں زواج ہے۔ تمام اروڑوں کو "کاسب گوتر" کا کہا جاتا ہے۔ شمالی یا اترادھی شاخ کی عورتیں سرخ ہاتھی دانت کے کنگن پہنتی ہیں' اور اسی شاخ کی باہری اور بنجاہی نامی دو ذیلی شاخیں ہیں (دیکھئے "کھتری ذات کی شاخیں")۔ جنوبی یا دکھنا شاخ کی عورتیں سفید ہاتھی دانت کے کنگن پہنتی ہیں اور ان کی دو ذیلی شاخیں داہرا اور دکھنا دھائین ہیں۔ لیکن داہرا ذیلی شاخ اس قدر اہم ہے کہ اکثر اسے تیسری شاخ گنا جاتا ہے اور دکھنا کی اصطلاح صرف دکھنا دھائین کے لئے ہی استعمال کی جاتی ہے۔ اسی طرح یہ بھی بتایا گیا کہ کچھ مقامات پر صرف داہرا عورتیں ہی سفید کنگن اور دکھنا عورتیں دونوں رنگوں کے چتکبرے (دھبے دار) کنگن پہنتی ہیں۔ باہری اور دکھنا دھائین اعلیٰ سماجی

حیثیت کے دعویدار ہیں اور اپنی اپنی شاخوں سے بیویاں تو لے لیں گے لیکن ان میں اپنی بیٹیاں نہیں بیاہیں گے۔ ان کی تعدادیں آگے جدول نمبر 30 میں دی گئی ہیں۔ آپ دیکھیں گے کہ جنوب اور جنوب مغربی اضلاع میں دکھنے کہیں زیادہ مضبوط ہیں۔

کھوجا اور پراچہ (ذات نمبر 44 اور 104)

لفظ کھوجہ دراصل پرانے الف لیلیٰ کے دوست سے زیادہ کچھ نہیں اور اسکا سیدھا سادھا مطلب ایک صاحب ثروت و تعظیم ہے۔ پنجاب میں اس کا استعمال تین مفاہیم میں ہوتا ہے: ایک' خواجہ سرا کے لئے۔ دوسرا ایسے خاکروب کے لئے جس نے اسلام قبول کرلیا۔ تیسرا کسی مسلمان تاجر کے لئے۔ (12) ہمارے جدولوں میں اسکا استعمال موخرالذکر مفہوم میں کیا گیا۔ کھوجوں کی کوئی حقیقی ذات نہیں لگتی' اسلام قبول کر لینے والا کوئی بھی ہندو تاجر اس نام سے جانا جاتا ہے۔ لہٰذا شاہ پور کے کھوجے تقریباً مکمل طور پر کھتری ہیں اور اس ضلع میں مسلمان ہو جانے والا کوئی بھی کھتری کھوجہ کہلاتا ہے۔ دوسری جانب جھنگ کے کھوجے مذہب بدل لینے والے اروڑے بتائے جاتے ہیں جبکہ کم از کم لاہور کے کھوجوں میں سے چند ایک بھاٹیا نسل ہونے کے دعویدار ہیں' اور انبالہ کے کھوجوں کی ایک شاخ کا تحہ ہیں۔ اب پراچے بھی مسلمان تاجر ہیں' اور مکھڈ میں صدر مقام رکھنے والی دریائے سندھ پر راولپنڈی میں ان کی ایک نہایت واضح شاخ ہے جو حقیقی ذات ہیں۔ وہ اسلام قبول کر لینے والے کھتری ہیں اور صرف دروں زواجی کرتے ہیں۔ لیکن بدقسمتی سے وسطی اضلاع میں لفظ پراچہ کا استعمال کسی بھی چھوٹے مسلمان تاجر کے لئے ہوتا ہے۔ راولپنڈی و پشاور ڈویژنوں میں پراچے ایک تسلیم شدہ اور دولت مند ذات ہیں۔ وہاں یہ حقیقت نظر آتی ہے کہ کھوجا کا استعمال متفرق مسلمان تاجروں' خصوصاً" پھیری اور چھابڑی والوں یا کم از کم چھوٹے موٹے تاجروں کے لئے ہوتا ہے۔ جبکہ مشرقی اضلاع و ڈیرہ جات میں' جہاں کھوجا کو تجارتی اعتبار سے اہمیت حاصل ہے' پراچہ مسلمان پھیری والے کے لئے مستعمل ہے۔ اسی لئے ہمارے جدولوں میں ڈویژنل دفاتر نے متعدد صورتوں میں پراچہ کو کھوجا اور کھوجا کو پراچہ کے تحت شامل کرلیا' اور ان کی تعداد کو محتاط انداز میں الگ الگ نہیں کیا جا سکتا۔

جدول نمبر 30 - اروڑوں کی تقسیم

	1	2	3
	اترادھی	دکھنا	داہرا
سرسا	1522	3875	120
امرتسر	5716	142	8
سیالکوٹ	7604	-	5787
لاہور	12141	4422	4982
گوجرانوالہ	21872	5	6753
فیروزپور	5079	3432	46
راولپنڈی	2966	72	4886
جہلم	5335	15	5608
گجرات	9593	63	11771
شاہ پور	20193	5348	9482
ملتان	8793	34388	6455
جھنگ	18004	2185	23541

منٹگمری	3108	13101	16283
مظفر گڑھ	999	20166	2241
ڈیرہ اسماعیل خان	10434	3165	3
ڈیرہ غازی خان	10611	22587	1016
بنوں	11275	10580	57
پشاور	4152	33	2818
ہزارہ	1787	12	297
کوہاٹ	3763	212	27
بہاولپور	4397	44975	6702
برطانوی علاقہ	166036	123940	102241
دیسی علاقہ	6397	45507	6707
صوبہ	172433	169447	108948

یہ مسلمان تاجر چاہے کھوجا کہلاتے ہوں یا پراچہ' صوبہ کے تمام شمالی حصہ کے ساتھ ساتھ امرتسر سے پشاور تک کی پہاڑیوں میں ملے' اور جنوب میں مشرقی میدانی علاقوں کے مشرقی و وسطی اضلاع تک پھیلے ہوئے ہیں' لیکن کسی بھی تعداد میں ڈیرہ جات یا مظفر گڑھ کے اندر داخل نہیں ہوئے۔ تاہم پیچھے جدول نمبر28 کی تعداد میں جدول نمبر9 کی تعداد کو جمع کرنا چاہئے جو ان آخری اضلاع کے لئے دکھائی گئی ہے۔ وادی ستلج ان کی مشرقی اور جہلم - چناب مغربی سرحد ہے' اور وہ سارے کے سارے خطہ کوہستان نمک میں پائے گئے۔ ان کے بارے میں یہ کہنا شاید ہی درست ہے کہ وہ "پھیلے" یا "داخل ہوئے"' کیونکہ وہ واضح طور پر متعدد الگ الگ طبقات پر مشتمل ہیں جو تبدیلی مذہب کے مختلف مراکز سے پھوٹے ہوں گے۔ لاہور میں ان کی تعداد انتہائی کثیر نظر آتی ہے۔ "پنجاب گورنمنٹ ہوم پروسیڈنگز نمبر10 برائے مارچ 1879ء" میں گوجرات و سیالکوٹ کے کھوجوں سے تجارت میں حالیہ ترقی کا بہت دلچسپ بیان دیا گیا ہے۔ یہ دکھائی دیتا ہے کہ یہ افراد دہلی میں کپاس کا کپڑا خرید کر اپنے ہی اضلاع کے دیہات میں صدا لگا کر کاشت کے وقت تک ادھار پر بیچتے ہیں' اور یہ کاروبار اب کافی بڑے تناسب نے اپنا لیا ہے۔ مسٹر مونکٹوں (Monckton) نے ضلع جھنگ کے کھوجوں کو یوں بیان کیا: "وہ اپنے ہاتھوں سے کھیتی باڑی نہیں کرتے' لیکن بہت سے کنوؤں کے مالک اور کافی وسیع پیمانے پر تجارت کرتے ہیں۔ انہیں مذہب بدل لینے والے ہندو خیال کیا جاتا ہے۔ وہ مویشی چوری کا کام نہیں کرتے' لیکن قانونی بکھیڑے بازی کرنے والی نسل اور اپنے دعوؤں پر استغاثہ کے دوران دھوکہ بازی اور جعل سازی کرنے کے عادی ہیں۔"

خطہ کوہستان نمک کے پراچوں کو شناخت دینے کے لئے ایک علیحدہ لفظ درکار ہے۔ ان کا صدر مقام پنڈی میں مکھڈ ہے' اٹک اور پشاور میں بھی انکی بڑی آبادیاں ہیں' جہاں سے وہ وسط ایشیائی شہروں کے ساتھ بالخصوص کپڑے' چائے اور نیل کی وسیع تجارت کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ ان کا آبائی علاقہ ضلع بنوں میں ڈنگوٹ نامی گاؤں ہے' اور یہ کہ وہ شاہ جہاں کے دور میں مکھڈ میں آئے۔ لیکن ایک اور بیان یہ ہے کہ وہ لاہور کے کھتری تھے جنہیں زمان شاہ نے باہر نکال دیا۔ ان کے سات قبیلے ہیں اور اپنی بیٹیوں کی شادی صرف پراچوں کے ساتھ ہی کرتے ہیں۔ تاہم' اکثر بدیسی نسل کی عورتوں کو بیویاں بنا لیتے ہیں۔ انہوں نے

ہندو لقب راجہ ابھی تک قائم رکھا ہوا ہے۔ وہ کھوجوں کے ساتھ شادیاں نہیں کرتے اور اپنی شادی کے مواقع پر ہندو رسوم و رواج کی ادائیگی ترک کر چکے ہیں۔ بہرحال وہ کہتے ہیں کہ ان علاقوں کے کھوجے اب بھی ان رسوم و رواج پر عمل کرتے ہیں۔ اپنے نام کے بارے میں ان کا کہنا ہے کہ یہ "پارچہ" (کپڑا) سے ماخوذ ہے جو ان کی ایک اہم تجارتی جنس ہے۔ انبالہ کے کچھ پراچے خود کو بطور پراچہ خیل درج کراتے ہوئے نظر آتے ہیں اور انہیں قدرتی طور پر شمار کنندگان نے پٹھان کے ساتھ شامل کیا۔ میں ان کی تعداد الگ سے نہیں دی جا سکتی۔

حمال اور پھیرے باز ذاتیں

حمال، مویشی فروش، پھیری والے، وغیرہ

میں نے کہا تھا کہ پنجاب کی تجارت اوپر مذکور گروپ کے ہاتھوں میں ہے، ماسوائے گوشت، شراب اور سبزیوں کی خرید و فروخت، مویشیوں کے کاروبار، حمالی، چھوٹی موٹی خوانچہ فروشی اور پھیرے بازی کے۔ گوشت اور شراب فروشوں پر متفرق دستکاروں کے ضمن میں بات کی جائے گی۔ زیرِ غور گروپ میں صوبہ کے مویشیوں کے تاجر، حمال پھیری والے اور خوانچہ فروش شامل ہیں۔ میں نے اس گروپ کو تین حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ تاہم فی الحال میں یہ دکھاؤں گا کہ پہلے دو کافی حد تک آگے بڑھ گئے اور تیسرا غیر مکمل ہے۔ پہلے حصہ میں بنجارے، لبانے، راہبری، اونٹوال شامل ہیں، اور یہ ذاتیں پنجاب کے بیشتر تجارتی مال برداروں اور مویشیوں کا لین دین کرنے والوں اور کچھ پھیری والوں پر مشتمل ہیں۔ دوسرا حصہ خیاروں، **بھاڑوں** اور کانگڑوں پر مشتمل ہے، اور اس میں صوبہ کے وہ باقی ماندہ تمام خوانچہ فروش آتے ہیں جن کا تعلق اوپر مذکور کھوجہ اور پراچہ ذاتوں سے نہیں ہے۔ تیسرا حصہ کنجڑوں اور تمبولیوں پر مشتمل ہے جو کہ سبزی والے ہیں۔

لیکن یہ سمجھنا ضروری ہے کہ اوپر بیان کردہ ذاتوں کے علاوہ پنجاب میں ایسی اور کوئی ذات نہیں جس کا موروثی پیشہ مویشیوں کی تجارت کرنا اور سامان تجارت لے کر جانا ہے۔

تاہم مویشیوں کے لین دین کا ایک بہت بڑا حصہ کسی بھی بیرونی شخص کی مداخلت کے بغیر دیہاتیوں کے ہاتھ میں ہے۔ خزاں کی ابتدائی بارشوں سے پہلے جو زمین کو اتنا نرم کر دیں کہ اس میں ہل جوتنا ممکن ہو جائے' غیر آبپاش مشرقی میدانوں کے ہل جوتنے والے بیل اپنے گاؤں کی پیداوار ریلوے لائن یا بڑی شہری منڈیوں تک لے جانے اور خطہ میں مقامی طور پر غیر دستیاب نمک و دیگر مصنوعات واپس لے کر آنے میں جت جاتے ہیں۔

بنجارہ (ذات نمبر94)

بنجارہ اور اس کے بعد بیان کی گئی لبانہ ذات دونوں کو بالعموم ایک ہی ذات کہا جاتا ہے' جو مشرقی اضلاع میں بنجارہ اور سارے پنجاب خاص میں لبانہ کہلاتے ہیں۔ لیکن لفظ بنجارہ "بنیج" یعنی ایک تاجر' یا شاید "بنجی" (13) یعنی پھیرے والے کا گٹھڑ' سے ماخوذ ہے۔ پنجاب کے مغرب میں اس کا استعمال "پھیری والے" کے لئے بطور عام ہوتا ہے' لہٰذا میں نے تعداد کو الگ الگ رکھا۔ درحقیقت اس بات کا خدشہ ہے کہ صوبہ کے اس حصہ میں بہت سے لوگوں کو صرف اپنے پیشے کے نتیجہ میں بنجارہ ظاہر کردیا گیا۔

مشرقی اضلاع کے بنجارے ایک واضح طور پر الگ طبقہ ہیں' جس کے بارے میں ایک طویل اور بہت مکمل بیان ایلیٹ کی "ریسز آف دی این ڈبلیو پی" جلد اول 52 تا 56 میں ملے گا۔ وہ وسطی انڈیا' دکن اور راجپوتانہ کے بہت بڑے سفری تاجر اور حمال ہیں' اور افغان و مغل سلطنتوں کے دوران سامراجی قوتوں کے کمسریٹ تھے۔ وہاں پر ایک قریب المرگ شخص کی مثال دی جاتی ہے' "بنجارہ اپنی چھڑی ہاتھ میں لئے جنگل میں جاتا ہے۔ اگر اس کے ساتھ کوئی نہیں تو پھر بھی وہ سفر کے لئے تیار ہے۔" سر ایچ ایلیٹ کے بیان میں وہ مختلف النسل شاخوں پر مشتمل ایک مرکب طبقہ نظر آتے ہیں۔ لیکن اصل بنجارہ ذات کا مسکن گورکھ پور سے ہردوار تک کے دامن کوہ خطہ میں بتایا جاتا ہے۔ شمال مغربی صوبوں کے بنجارے ہر سال جاڑوں کے دوران جمنا اضلاع اور مشرقی ریاستوں میں مقامی تاجروں کے نام لیٹر آف کریڈٹ (اعتبار نامے) لے کر آتے اور کثیر تعداد میں مویشی خریدتے ہیں' جنہیں دوبارہ فروخت کرنے کے لئے موسم گرما کے آغاز میں اپنے ساتھ واپس لے جاتے ہیں۔ ہمارے اعداد و شمار جن بنجارہ افراد کو ظاہر کرتے ہیں وہ مرکزی طور پر یہی اور

راجپوتانہ سے آنے والے حمال ہیں۔ تقریباً سبھی مسلمان بنجارے پھیری لگانے والے ہیں۔ بنجارہ پارٹیوں کے سربراہ "نائک" (یعنی سردار) کہلاتے اور بنجارے بالعموم اسی نام سے جانے جاتے ہیں۔ پہاڑی خطوں کے علاوہ دیگر علاقوں میں ریلوے ان افراد کی مال بردار تجارت بڑی تیزی سے تباہ و برباد کر رہی ہے۔ لفظ بنجارہ بدیہی طور پر کبھی کبھار آنکھوں کے معالج کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے' کم از کم مسٹر ہیڈن پاول نے یہی کہا۔ (مزید دیکھئے پچھلے صفات پر "مہتم" کے ضمن میں۔)

لبانہ (ذات نمبر52)

یہ افراد عموی طورپر اوپر مذکور ذات کے ساتھ منسلک ہیں۔ مظفر گڑھ اور بہاولپور کو چھوڑ کر (جن پر آگے بات ہوگی) وہ ایک طرح سے مکمل طور پر پہاڑی و دامن کوہ اضلاع تک ہی محدود ہیں۔ وہ پہاڑیوں کے حمال اور خوانچہ فروش ہیں' اور محض بنجاروں کے اس طبقہ کے پنجابی نمائندے جس کا ابھی حوالہ دیا گیا اور جو گنگا کے مشرق میں دامن کوہ خطوں میں آباد ہیں۔ گوجرات کے لبانوں کو کیپٹن میکنزی نے یوں بیان کیا:

> "لبانے بھی مخصوص طرز کے لوگ ہیں۔ سکھوں کے درمیان ان کی حیثیت بھی کافی حد تک مہتموں جیسی ہے۔ وہ ہندوستان کے بنجاروں کی طرح مال سے لدے بیلوں کے بڑے بڑے ریوڑوں کے ذریعہ وسیع تجارت کرتے ہیں۔ کچھ عرصہ قبل انہوں نے زراعت کا پیشہ اختیار کرلیا ہے' لیکن تجارت کی جگہ پر نہیں بلکہ ایک اضافی ذریعہ آمدنی کے طور پر۔ وہ برادری کی ایک شاخ کی حیثیت میں ہر لحاظ اور حوصلہ افزائی کے مستحق' اور بالعموم مضبوط جسم لوگ ہیں۔ ان میں جوش و خروش بھی کافی زیادہ ہے۔ طوائف الملوکی کے زمانوں میں جب چھوٹے چھوٹے صوبہ داروں کی پیکار نے جٹوں یا گوجروں کو ان کے آبائی گاؤں سے پرے کسی عارضی مسکن میں پناہ لینے پر مجبور کر دیا تو لبانے اپنی جگہ پر قائم رہے اور یوں شاید انہیں گاؤں کی بہترین زمینوں پر قابض ہو جانے کا بہتر موقع ملا' جن میں

ان کوتاہ نظر و عاقبت نااندیش منوڑ کے جاگیرداروں نے انہیں کسی
سابق دور میں تجارت کی غرض سے برداشت کرنے کی اجازت نہ دی
تھی۔ سیٹلمنٹ کے دوران ایسے کئی معاملات پر نظر پڑی' اور زیادہ تر
صورتوں میں آگے بڑھنے کی قوت و جذبہ لبانوں میں اتنا ہی واضح تھا
جتنی کہ گوجر مخالفین میں اس کے برعکس خصوصیات بین تھیں۔ ان
کا مرکزی گاؤں ٹانڈہ ہے (جس کا مطلب ہے' سامان سے لدے
بیلوں کا بہت بڑا کارواں) اور یہ اس کی ایک مثال ہے جس کا میں
نے ابھی ذکر کیا تھا۔ موٹا (14) کے گوجر کاروباریوں کی طرف سے
قیام کی اجازت حاصل کرکے انہوں نے زمین پر قبضہ کیا' ایک قصبہ
بنایا اور اصل مالکان کو ہر اہم اعتبار سے اپنے اندر جذب کر لیا۔
انہیں کاروباری مالک تسلیم کر لیا گیا' لیکن موٹا کے گوجروں' یعنی
اپنے سابق جاگیرداروں کی قدرافزائی میں انہیں سالانہ حق ملکیت
حکومت کی طلب کا دسواں حصہ ادا کرتا ہے۔"

زیریں دریائے سندھ پر لبانوں کی ایک کافی بڑی آبادی ہے جنہیں وہاں پر سکھ دور میں آباد ہونا بتایا جاتا ہے' اور تقریباً سبھی مونے سکھ یا بابا گورونانک کے پیروکار ہیں۔ تاہم بہاولپور میں متعدد نے خود کو ہندو درج کروایا۔ ان افراد نے سامان برداری اور تجارت تقریباً بالکل چھوڑ دی ہے اور دریا کے کناروں پر آباد ہوئے جہاں انہیں نیم وحشی زندگی گزارنے والے' شکاری اور گھاس کی چٹائیاں (برائے فروخت) بنانے والے بیان کیا جاتا ہے۔ وہ شاید ہی کاشتکاری کرتے ہوں۔ جدول نمبر 31 میں ان کا اندراج کافی عمومی سطح پر نظر آتا ہے' کیونکہ جدول نمبر 9 میں یہ دکھائی دیتا ہے کہ بہاولپور کے لبانوں میں سے 4317 نے اپنا اندراج بطور جٹ کرایا تھا۔ جھنگ کے لبانوں سے متعلق یہ کہا جاتا ہے کہ وہ بجے پور اور جودھ پور سے آئے اور منٹگمری والے مہتم ہی ہیں۔ لبانے بحیثیت مجموعی نسلی اعتبار سے اگر حقیقی طور پر نہیں تو بہت قریبی طور پر ان سیلانی اور غالباً قدیم باشندوں کے قبائل سے تعلق رکھتے ہیں جن کے بارے میں کتاب کے اگلے حصہ میں غور کیا جائے گا' اور ممکن ہے کم از کم لبانوں کی کچھ شاخوں کا ماخذ بھی اسی نسل والا ہو۔ (مزید مہتم کے ضمن میں دیکھئے)

کوئی 30 فیصد لبانوں کا اندراج بطور سکھ اور باقی تقریباً سب کا بطور ہندو ہوا۔ ان میں صرف 1500 مسلمان ہیں۔ ذات کی ذیلی شاخوں کے بارے میں جانکاری بہت کم ہے۔ ذیل میں چند ایک بڑے قبیلوں کے نام' تعداد اور مرکزی علاقے دیئے گئے ہیں۔

قبیلے کا نام	تعداد	مرکزی علاقہ
اجراوت	4400	گوجرات اور لاہور
داتلا	4173	لاہور
ملیانہ	2537	امرتسرو لاہور ڈویژن
بھگیانہ	2015	امرتسرو لاہور ڈویژن
گاہری	1925	پہاڑیوں کے دامن میں

لیکن ذات کے ایک بہت بڑے حصے نے کوئی شاخ درج نہیں کروائی۔

رہباری (ذات نمبر122)

یہ ذات پنجاب کے مشرقی و جنوب مشرقی اضلاع اور ملحقہ دیسی ریاستوں میں ملی اور اونٹ پالتی ہے۔ ان خطوں کے وسیع و عریض جنگلوں میں وہ اونٹوں کے بڑے بڑے ریوڑ چرواتے ہیں' جبکہ کرائے پر سامان تجارت کی نقل و حمل بھی کرتے ہیں۔ ان کا خاص گھر بیکانیر اور راجپوتانہ ریگستان میں لگتا ہے۔

اونٹوال (ذات نمبر144)

یہ ایک خالصتاً پیشہ ورانہ اصطلاح ہے اور اس کا مطلب "اونٹ والا" سے زیادہ کچھ نہیں۔ شتربان اور ساربان کو بھی اس عنوان کے تحت شامل کیا گیا' ان دونوں الفاظ کا مطلب بھی "اونٹ والا" ہی ہے۔ لیکن "ملک" کو بلوچ کے ساتھ شمار کیا گیا کیونکہ بنیادی طور پر یہ نام بلوچ اونٹ سوار کے لئے مخصوص ہے۔ چونکہ سارے وسطی اضلاع میں بلوچ کی اصطلاح کسی بھی مسلمان اونٹ سوار کے لئے مستعمل ہے اس لئے درحقیقت وسطی پنجاب سے اندراج کردہ بلوچوں میں متعدد افراد غالباً" زیادہ موزوں طور پر اونٹوال بتائے گئے ہوں گے۔ یہ امر قابل غور ہے کہ اونٹوال کا اندراج صوبہ کے صرف ان حصوں سے ہوا جہاں بلوچ کا حقیقی مفہوم لیا جاتا ہے۔ ان علاقوں میں ان سب کو جٹ بتایا جاتا ہے' لیکن

جدول نمبر31 - حمال، پھیری والے، خوانچہ فروش وغیرہ

ذات نمبر	94	52	122	144	47	174	180	114	165
	بنجارہ	لبانہ	رہباری	اوتوال	منیار	بھاٹڑہ	کانگڑو	کنجڑہ	تمبولی
دہلی	1854	44	308	7	742	.	.	459	120
گڑگاؤں	763	.	46	.	1102	.	10	1150	49
کرنال	617	5	1125	.	789	.	.	426	13
حصار	272	54	643	.	1231	.	.	501	.
روہتک	102	.	509	.	957	.	.	557	.
سرسا	.	9	51	.	235	.	.	39	.
انبالہ	1909	1310	96	.	797	40	.	283	136
لدھیانہ	942	923	45	.	94	146	.	82	14
جالندھر	.	1204	.	29	2	.	.	94	26
ہوشیارپور	2	3736	.	.	178	.	.	52	.
کانگڑہ	1	2198	.	.	75	.	.	.	.
امرتسر	67	566	.	.	.	.	284	.	1
گورداسپور	.	5492	.	.	.	.	77	.	.
سیالکوٹ	267	6584	.	.	.	.	278	.	17

↓

لاہور	162	10116	.	.	1	95	.	11	36
گوجرانوالہ	74	356	.	.	.	59	.	58	2
فیروزپور	11	138	.	.	6	.	.	191	29
راولپنڈی	69	191	.	.	.	29	.	1	505
جہلم	.	74	.	.	.	45	.	.	10
گوجرات	30	5203	.	.	.	.	.	47	.
ملتان	457	307	.	794	.	.	.	1	51
منٹگمری	385	80	.	1	.	.	.	.	.
مظفرگڑھ	33	2315	.	45	.	.	.	.	.
ڈیرہ اسماعیل خان	.	541	.	54	.	.	.	.	1
ڈیرہ غازی خان	2	82	.	176	.	.	.	.	2
بنوں	.	62	.	125	.	.	.	.	.
پشاور	158	64	.	354	.	.	.	16	32
ہزارہ	.	446	.	19	.	.	.	.	.
کوہاٹ	.	158	.	425	.	.	.	.	6
برطانوی علاقہ	8216	42495	2825	2038	6209	421	649	4019	1114
پٹیالہ	1104	1156	485	18	821	287	4	656	7
نابھہ	15	.	230	.	190	4	.	46	.
کپورتھلہ	.	1766	.	44	.	6	.	8	5
جند	80	.	335	.	244	.	.	166	5

حمال، پھیری والے، خوانچہ فروش وغیرہ

ذات نمبر	94	52	122	144	47	174	180	114	165
	بنجارہ	لبانہ	رہباری	اونٹوال	منیار	بھاٹڑہ	کانگو	کنجڑہ	تمبولی
کل مشرقی میدان	2040	2922	1056	62	1350	369	4	981	17
بہاولپور	-	1730	-	-	-	-	-	-	-
منڈی	-	634	-	-	-	-	-	-	-
ناہن	955	11	-	-	-	-	-	1	13
بلاسپور	4	304	-	-	-	-	-	-	-
نالہ گڑھ	-	303	-	-	4	-	-	-	-
کل پہاڑی ریاستیں	959	1342	-	-	15	129	-	1	15
برطانوی علاقہ	8216	42495	2825	2038	6209	421	649	4019	1114
دیسی ریاستیں	3001	5994	1036	62	1365	498	4	982	32
صوبہ	11217	48489	3881	2100	7574	919	653	5001	1146

دریائے سندھ پر جٹ یا اس کی بجائے کسی بھی چیز کا مطلب بہت کم ہے۔

منیار (ذات نمبر47)

یہاں ہمارا سامنا پھر ایک پیشہ ورانہ اصطلاح سے ہے اور اس کے نتیجہ میں تعداد میں ہونے والی گڑبڑ سے بھی۔ مشرقی اضلاع کا منیار ایسا شخص ہے جو شیشہ سازی کا کام کرتا ہے' یا کانچ کی چوڑیاں عموماً" گلیوں میں صدا لگا کر فروخت کرتا ہے۔ لیکن باقی کے سارے پنجاب میں منیار کوئی بھی پھیری والا ہے' اور "منیاری بیچنا" کی اصطلاح گھوم پھر کر چھوٹا موٹا سامان بیچنے کے کسی بھی پیشے پر لاگو ہوتی ہے۔ چنانچہ ہمارے پاس کھوجا' پراچہ' بنجارہ اور منیار ایسے نام ہیں جو سب صوبہ کے مختلف حصوں اور کچھ ایک ہی حصہ میں پھیری والے کے لئے مستعمل ہیں۔ نتیجتاً" ان کی تعدادیں گڈمڈ ہو گئیں۔ جہلم اور راولپنڈی میں ملیار کو بھی غلط طور پر منیار پڑھ لینے کی غلطی سرزد ہوئی۔ یہ لوگ دراصل سبزی کاشت کرنے والے ہیں اور جدولوں میں ان کا شمار صحیح جگہ پر کیا گیا ہے۔

بھاٹڑا (ذات نمبر174)

بھاٹڑا بھی پھیری والا ہے' لیکن اس کا تعلق ایک حقیقی ذات سے ہے۔ برہمن نسل سے ہونے کے لئے اس کا دعویٰ مناسب لگتا ہے کیونکہ وہ مقدس دھاگا پہنتا' تلک لگاتا اور اسی استعداد میں گرہن لگنے پر نذرانے وصول کرتا ہے۔ وہ شاید گوجراتی یا ڈاکوٹ برہمن کا پست طبقہ اور انہی کی طرح ایک چھوٹی سطح پر جوتشی بھی ہے۔ کہتے ہیں کہ گوجرات کے **بھاٹڑے** اپنا سلسلہ نسب جنوب میں ملتان سے پرے ملاتے ہیں۔ **بھاٹڑے** چھوٹا موٹا سامان بیچنے کے لئے لیکر پھرتے' قسمت کا حال بتاتے اور مقامی گنار (تونبا) بجاتے ہیں' لیکن خیرات نہیں مانگتے۔ چھلے وصول کرنے کے لئے بچوں کے ناک کان میں چھید کرنا ان کا کام ہے جس میں استعمال ہونے والے آلات مسٹر بیڈن پاویل نے "پنجاب مینو فیکچررز" کے صفحہ 268 پر بیان کئے۔ پنجاب کے مشرق کا رمیا بالکل **بھاٹڑا** جیسا اور صرف نام میں فرق ہے۔ رمیا دہلی اور حصار جبکہ **بھاٹڑا** لاہور و راولپنڈی میں' اور انبالہ ڈویژن میں دونوں استعمال ہوتے ہیں۔ میں نے ان دونوں کی تعداد کو **بھاٹڑا** کے تحت ہی شمار کرنے کی ہدایت کی تھی جس پر بدقسمتی سے عمل نہ کیا گیا۔ رمیا کی اندراج کردہ تعداد یہ ہے : دہلی ڈویژن 419'

حصار ڈویژن 19، انبالہ ڈویژن 16، کل تعداد 454۔ لیکن بہرحال یہ غیر کامل ہیں۔ **بھاٹڑا** لازمی طور پر ایک پھیری والا ہے اور غالباً اس کا اندراج پھیری والے کے کسی ایسے نام سے کرلیا گیا جو اس کی ذات کے نام سے زیادہ عام ہوگا۔ بتایا گیا ہے کہ راولپنڈی میں یہ مادھو کہلاتا ہے، لیکن اس کی وجہ **بھاٹڑا** کی بھاٹ کے ساتھ گڑبڑ ہے۔

کانگڑ (ذات نمبر180)

کانگڑ بھی سفری خوانچہ فروش ہے، لیکن وہ اپنا کاروبار صرف کچی مٹی کی چھوٹی چھوٹی اشیاء مثلاً "پائپ باؤل" (حقے کی ٹوپی) اور خصوصاً بچوں کے مٹی کے کھلونوں تک ہی محدود رکھتا ہے۔ وہ یہ چیزیں بناتا اور پھر انہیں بیچنے کے لئے پھیری لگاتا ہے۔ اس کا اندراج صرف امرتسر ڈویژن سے ہوا۔ لیکن بیڈن پاویل نے "پنجاب مینو فیکچررز" کے صفحہ 267 پر ناک کے آپریشن کو تفصیلاً بیان کیا ہے جو کانگڑہ کے کانگڑ کامیابی کے ساتھ کرتے ہیں۔

کنجڑا (ذات نمبر114)

کنجڑا (کانجرہ) بھی خالصتاً پیشہ ورانہ اصطلاح ہے، نتیجتاً اس کی تعداد میں گڑبڑ پائی گئی۔ کنجڑا "ہندوستانی" میں کم و بیش وہی کچھ ہے جو فارسی میں سبزی فروش کی اصطلاح سبزیاں فروخت کرنے والے کے لئے۔ اصولی طور پر کنجڑے سبزی کاشت کرکے فروخت کرنے والوں کی ان ذاتوں میں سے ایک ہیں جنہیں ادنیٰ زراعتی قبائل کے ضمن میں بیان کیا گیا۔ کنجڑا کا اندراج اس نام کے تحت صرف مشرق میں ہی ہونے کی وجہ مجھے معلوم نہیں۔ ہوسکتا ہے صوبہ کے دیگر سبزی فروشوں کو ارائیں یا باغبان کی بجائے اس نام سے بلانا زیادہ عام ہو، اور یہ کہ لفظ کنجڑا کا استعمال بہت کم ہوتا ہو۔ یہ وضاحت کافی حد تک درست لگتی ہے کیونکہ دیسی ریاستوں کے لئے تعدادیں اس مخصوص امر کو ظاہر کرتی ہیں۔

تمبولی (ذات نمبر165)

تمبولی پان اور چھالیہ فروخت کرنے والا شخص ہے، لیکن یہ نہیں کہا جا سکتا کہ ان اشیاء کی فروخت صرف اسی نام کی اصل ذات تک ہی محدود ہے یا نہیں۔ اس کا محض ایک پیشہ ورانہ اصطلاح ہونا ممکن ہے۔ اگر تمبولی کوئی حقیقی ذات ہوتے تو ہمارے پاس اس کا اندراج

ہر ضلع سے ہوتا کیونکہ یہ لفظ صوبہ بھر میں مستعمل نظر آتا ہے۔ تاہم شیرنگ نے اسے بنارس کے نواح میں ایک جداگانہ ذات بتایا ہے۔ "تمبولی" پان کے پتے کا سنسکرت نام ہے۔

متفرق ذاتیں

آگے جدول نمبر 32 میں دکھائی گئی ذاتیں ملی جلی نوعیت کی ہیں اور میرے بنائے ہوئے ذاتوں کے گروپوں میں سے کسی میں بھی بہ آسانی موزوں نہیں بیٹھتیں۔ میں نے انہیں دو حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ پہلے میں کشمیری ڈوگرے، گورکھے اور پارسی جیسی انڈین ذاتیں شامل ہیں جو پنجاب کی سرحدوں پر آباد لیکن صوبہ کے اندر محض بطور مہاجرین موجود ہیں۔ تاہم کچھ کشمیری آبادیاں اب مستقل اور کافی گنجان ہیں۔ دوسرے حصے میں پنجاب کے باشندے کاتھ، بشنوئی، چاہ زنگی اور کنچن شامل ہیں۔ البتہ کاتھ کے سوا کسی کو بھی حقیقی ذات نہیں کہا جا سکتا۔

کشمیری (ذات نمبر 26)

لفظ کشمیری کا اطلاق شاید کشمیر کی کسی بھی نسل سے تعلق رکھنے والے فرد پر ہو سکتا ہے، لیکن کشمیر میں اسکا استعمال عموماً" وادی سرینگر کے لوگوں کے حوالہ سے ہوتا ہے۔ تاہم ہماری تعداد میں کچھ چبھالی یا وہ نسل بھی شامل ہے جو کشمیر کی پہاڑیوں و گوجرات، راولپنڈی اور ہزارہ کی سرحدوں پر آباد ہے، لیکن ان میں ڈوگرے یا کشتواڑ اور بدرواہ کے پہاڑی شامل نہیں کیونکہ یہ ہندو ہیں، جبکہ ہمارے کشمیری مسلمان۔ بہرصورت یہ اصطلاح جغرافیائی نوعیت کی ہے، اور شاید ان میں بہت سے وہ افراد بھی شامل ہوں گے جنہیں ہم پنجاب کی علیحدہ ذاتوں سے متعلق کہتے ہیں۔ کاشتکار طبقہ، جو کشمیری خاص کا معتدبہ حصہ ہیں، غالباً ارائیں نسل کے ہیں، لیکن شاید خاص خون کی اندرونی آمیزش والے اور واضح خصوصیات کے مالک۔ مسٹر ڈریو (Drew) نے انہیں قوی الجثہ، طاقتور اور خوب صورت

جدول نمبر 32 - اضلاع اور ریاستوں کی متفرق ذاتیں

ذات نمبر	26	182	148	168	184	90	106	138	96
	کشمیری	ڈوگرا	گورکھا	بنگالی	پارسی	کاتھ	بشنوئی	چاہ زنگ	کنچن
دہلی	82	-	-	6	27	3887	1	-	323
گڑگاؤں	-	-	-	-	-	664	-	-	238
کرنال	21	1	-	-	-	737	-	-	275
حصار	-	-	-	-	-	404	8118	-	122
روہتک	-	-	-	-	-	673	7	-	210
سرسا	-	-	-	-	-	304	417	-	5
انبالہ	58	-	-	616	6	1641	-	-	745
لدھیانہ	2492	-	-	10	-	112	-	-	202
شملہ	205	-	12	-	-	130	-	-	27
جالندھر	1291	-	-	241	2	237	-	-	391
ہوشیارپور	315	-	-	-	2	192	-	-	262
کانگڑہ	1661	-	1	-	4	105	-	2624	10
امرتسر	32495	-	-	-	9	366	-	-	767

گورداسپور	6662	.	921	.	.	183	.	.	191
سیالکوٹ	19153	.	.	.	7	138	1	.	450
لاہور	11659	.	8	.	92	1157	.	.	1285
گوجرانوالہ	6186	.	.	.	.	72	.	.	478
فیروزپور	1637	.	.	.	9	378	.	.	689
راولپنڈی	23803	115	.	10	169	211	.	.	167
جہلم	9672	40	.	.	16	84	.	.	219
گجرات	33319	5	26	.	.	23	.	.	227
شاہ پور	143	.	1	.	.	48	.	.	89
ملتان	92	.	6	8	63	84	1	.	1003
جھنگ	15	.	.	.	2	24	.	.	286
منٹگمری	35	.	.	.	2	11	1	.	347
مظفرگڑھ	17	.	.	.	.	18	.	.	242
پشاور	13082	140	9	13	39	.	.	.	183

اضلاع اور ریاستوں کی متفرق ذاتیں

ذات نمبر	26	182	148	168	184	90	106	138	96
	کشمیری	ڈوگرا	گورکھا	بنگالی	پارسی	کائتھ	بشنوئی	چاہ زنگ	کنچن
ہزارہ	13997	.	761	1	.	.	.	.	.
برطانوی علاقہ	178253	393	1759	918	462	11910	8550	2624	9648
پٹیالہ	144	4	1	34	.	1016	8	.	736
کل مشرقی میدان	735	4	4	34	.	1423	26	.	1183
بہاولپور	4	.	.	.	.	8	.	.	.
کل پہاڑی ریاستیں	28	.	149	92	.	79	.	.	79
برطانوی علاقہ	178253	393	1759	918	462	11910	8550	2624	9648
دیسی ریاستیں	767	4	153	126	.	1510	26	.	1262
صوبہ	179020	397	1912	1044	462	13420	8576	2624	10910

نقوش والی ذات قرار دیا' اور انہیں "پورے برصغیر کی عمدہ ترین نسل کا درجہ دیتے ہیں۔ بہرحال حالیہ ادوار میں ان کی تاریخ نہایت افسوسناک مصیبتوں اور ظلم و تشدد والی تاریخوں میں سے ایک ہے۔ وہ بزدل' دروغ گو اور جھگڑالو بھی ہیں' تاہم اس کے ساتھ ساتھ انتہائی زیرک' شاداں و فرحاں اور پرمذاق۔" مسٹر ڈریو کی تصنیف "جموں اینڈ کشمیر" میں ان کی خاصی تفصیل ملتی ہے۔ زیادہ تر چبھالی مسلمان راجپوت اور صرف مذہب اور شاید قبیلے میں ڈوگرا سے مختلف ہیں۔

وسیع تر مفہوم میں پنجاب کے کشمیریوں کو تین طبقات میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ اول: لدھیانہ اور امرتسر کی بڑی بڑی کشمیری آبادیاں جہاں تقریباً 35 ہزار کشمیری مستقلاً آباد ہیں اور زیادہ تر شالیں بننے جیسے ہی دیگر نفیس کام کرتے ہیں۔ یہ افراد مرکزی طور پر حقیقی کشمیری ہیں۔ دوم: گزشتہ قحط کے ہاتھوں مجبور ہوکر ہمارے دامن کوہ اضلاع میں آنے والے کشمیر کے مہاجرین۔ یا ہو سکتا ہے کہ کابل مہم کے سلسلہ میں خطہ کوہستان نمک اور بالائی سرحد میں مزدوری کی زبردست طلب نے انہیں یہاں کھینچ لیا۔ سوم: چبھالی' جنہوں نے سرحد پار کی اور عموماً معمول کی صورتحال میں ہمارے علاقوں کے اندر آباد ہوگئے۔ یہ افراد گوجرات اور خطہ کوہستان نمک تک محدود ہیں۔ بطور کشمیری اندراجات کے علاوہ میں نے کم از کم 7515 ایسے افراد دیکھے جن کا اندراج بطور کشمیری جٹ ہوا۔ ان میں سے 1152 لاہور اور 5081 گوجرانوالہ میں ہیں۔ وہ یہاں آباد ہوکر زراعت کا پیشہ اپنا لینے والے کشمیری ہوں گے۔ امرتسر کے کشمیری جولاہوں کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ' "قانونی بکھیڑے باز' فریبی اور بزدلانہ ہیں' جبکہ ان کی عادات اس قدر غلیظ ہیں کہ جس شہر میں وہ آباد ہوں اس کا ایک چوتھائی حصہ وبائی امراض سے بھرپور ہونے کی وجہ سے خطرے کا مستقل ذریعہ ہوتا ہے۔" کشمیریوں نے اپنی متعدد ذیلی شاخوں کا اندراج کروایا' جن میں سے چند ایک سب سے بڑی مندرجہ ذیل ہیں:

کشمیری قبائل

(1) شیخ 14902 (6) بٹ 24463

(2) بھٹی	14725	(7) لون	4848
(3) مہر	3083	(8) ڈار	16215
(4) وردے	4863	(9) وائیں	7419
(5) مان	2656	(10) میر	19855

ان کی تقسیم میں کوئی باقاعدہ اصول کار فرما نہیں لگتا' اور یہاں ان کے اعداد و شمار دینے کی بمشکل ہی کوئی اہمیت ہے۔ ہمارے شہروں کے کشمیری قابل رحم حد تک غریب ہیں۔

ڈوگرا (ذات نمبر182)

ڈوگرے جموں میں رہنے والے راجپوت ہیں اور انہوں نے کوئی 1415 کی تعداد تک صوبہ بھر سے اپنا اندراج کروایا۔ ایک راولپنڈی ضلع میں سب سے زیادہ تعداد 391 ہے۔ تاہم عموماً" لفظ ڈوگر کا استعمال جموں کے کسی بھی باشندے کے لئے کیا جاتا ہے' چاہے اس کی ذات کچھ ہی ہو۔ ڈوگر کا لفظ جموں علاقے کا متبادل ہے۔ ڈوگرے شاید پنجاب میں وہ پناہ گزین ہیں جو سرحد پار سے قحط کے ڈر سے بھاگ آئے اور ہماری فوج کی ڈوگرا رجمنٹوں میں موجود ہیں۔ ان کی راجپوت نسل غیر مشکوک ہونے کا مجھے یقین ہے' لیکن ان کا خالص راجپوت نہ ہونا بھی اتنا ہی قطعی ہے۔

گورکھا' پارسی اور بنگالی (ذات نمبر148' 184 اور 168)

گورکھے نیپال کی حکمران اور جنگجو نسل ہیں اور صرف ہماری گورکھا رجمنٹوں کے ارکان کی حیثیت میں پائے گئے۔ وہ ملے جلے آریائی اور تورانی خون والے ہیں۔ مسٹر ہوڈسن (Hodgson) کے اس Essay میں ان کا قابل تعریف اور دلچسپ بیان ملتا ہے جو نیپال کے عسکری قبائل سے متعلق ہے۔ پارسی اس نام کا وہ زرتشتی طبقہ ہیں جو بمبئی راجدھانی (پریذیڈنسی) سے پنجاب میں بطور تاجر و دکاندار آئے۔ "بنگالی" ہمارے دفاتر کے بنگالی بابو ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ وہ زیادہ تر برہمن کائستھ ہیں کیونکہ بنگالی یقیناً ایک خالص جغرافیائی اصطلاح ہے۔

کائتھ (ذات نمبر90)

کائتھ ہندوستان کا مشہور و معروف لکھاری طبقہ ہے۔ وہ پنجاب میں مقامی نہیں لگتا اور مغرب کی طرف جاتے ہوئے اس کی تعداد کم ہوتی ہوئی ملی۔ وہ صرف انتظامی یا تجارتی مراکز میں ملے گا' اور جہاں تک سرکاری ملازمت کا تعلق ہے تو پنجابی کلرک تیزی سے اس کی جگہ لے رہا ہے۔ کولبروک (Colebrook) کے Essays میں اس کے ماخذ پر بحث کی گئی ہے۔

البتہ پنجاب کی پہاڑیوں میں کائتھ ایک ذات کے نام کی بجائے پیشہ کی اصطلاح ہے اور مخلوط ذات کے ارکان پر لاگو ہوتی ہے جو برہمنوں' کائتھ خاص اور حتیٰ کہ کلرکی دھندوں سے وابستہ بنیوں کے ساتھ بھی دروں زواجی سے ہیں۔ ان کی ذات مہاجن (پہاڑی) اور پیشہ کائتھ ہے۔ مسٹر بارنز کہتے ہیں: "پہاڑیوں کے کائتھ میدانوں کے کائتھ جیسے نہیں۔ وہ ویشیہ یا تجارتی طبقہ سے تعلق اور "جانیو" پہننے کا حق رکھتا ہے۔ میدانوں کا کائتھ شودر ہے اور اسے "جانیو" پہننے کا حق حاصل نہیں۔" (15) (تفصیل "پہاڑی مہاجن" کے ضمن میں ملاحظہ فرمائیں۔)

بشنوئی (ذات نمبر106)

بشنوئی دراصل کوئی حقیقی ذات نہیں بلکہ ایک مذہبی فرقہ ہیں۔ اس فرقہ کے تقریباً سبھی پیروکار ذات کے جٹ یا ترکھان ہیں اور باگڑ یا بیکانیر کی پریریز سے آئے۔ لیکن بشنوئی ہو جانے پر انہوں نے عموماً" اپنی ذات کا نام ترک کر دیا اور خود کو نئے مسلک کے نام سے کہلانے لگے۔ تاہم ہر صورت میں ایسا نہیں ہوا۔ متعدد بشنوئیوں نے بلاشبہ ذات کے نام سے بھی اپنا اندراج کرایا۔ میں یہ نہیں جانتا کہ جٹ اور ترکھان بشنوئی باہم ازدواج کرتے ہیں یا نہیں' لیکن ایک بشنوئی صرف بشنوئی سے ہی شادی کرتا ہے۔ وہ صرف ہریانہ میں ملے اور سب ہندو ہیں۔

چاہ زنگ (ذات نمبر138)

یہ بھی کوئی حقیقی ذات نہیں کیونکہ یہ صرف سپتی کے بدھسٹوں تک محدود ہے' جبکہ ان کے درمیان یہ ذات نامعلوم بتائی گئی۔ چاہ زنگ کا مطلب "زمیندار" سے زیادہ یا کم کچھ

نہیں : "چاہ" کا مطلب مالک اور "زنگ" کا مطلب زمین۔ اس میں سپتی کے تمام زمیندار طبقات شامل ہیں۔ قومیت کے اعتبار سے یہ افراد تبتی یا (جیساکہ وہ خود کو کہتے ہیں) "بھوتی " ہیں' انہوں نے خود کو اسی نام کے تحت درج کرایا ہوگا۔ مسٹر اینڈرسن کہتے ہیں : "چاہ زنگ کا مطلب زمین کا مالک طبقہ ہے اور تبت' لداخ و زنسکار کی طرف والے لوگ چاہ زنگ کہلاتے ہیں۔ یہ تمام بھوتی بولی بولنے والوں کے حوالہ سے ایک وسیع مفہوم میں مستعمل لگتا ہے' بالکل اسی طرح جیسے "مونپا" کا مطلب انجان لوگ' یعنی کہ ہندو ہے۔

کنچن (ذات نمبر96)

کنچن کو بھی ذات قرار دینا مشکل ہے۔ اس کا سیدھا سادھا سا مطلب مسلمان کسبی یا دلال ہے' اور پنجاب کے کنجر کا مترادف ہے۔ دہلی' حصار اور انبالہ ڈویژنوں کے علاوہ کنجروں کی تعداد اس عنوان کے تحت شامل کی گئی۔ (دیکھیں ذات نمبر 135 "کنجر")لفظ کنچن کا مطلب "خالص اور مشہور" بتایا جاتا ہے۔ (16) ہندو کسبی عام طور پر "رام جنی" کہلاتی ہے' اور لگتا ہے کہ انہوں نے اپنا اندراج درست ذاتوں میں ہی کروایا۔ (17) صوبہ کے مشرق میں کسبی کے لئے رنڈی کا لفظ بھی مستعمل ہے لیکن سارے پنجاب خاص میں اس کا مطلب "بیوہ" ہے۔ آپ دیکھیں گے کہ کنچنوں میں سے 2/5 مرد ہیں۔ یہ افراد ایک علیحدہ شاخ کی صورت میں ہیں۔ تاہم نہ صرف ان کی ناجائز اولادیں بلکہ شیرخواری میں خریدی گئی لڑکیاں' یا جو بعد کی زندگی میں اس برادری میں شامل ہوکر خود کوجسم فروشی کے لئے وقف کردیتی ہیں' کنچن کہلاتی ہیں۔

ذات کے جدول کی متفرق ذاتیں

میں نے "پنجاب ا -تحمنہ گرانی" میں دیئے گئے جدول VIII بی (مردم شماری رپورٹ کے جدول VIII اے اور بی اس کتاب میں شامل نہیں' تاہم انہی کی بنیاد پر ذاتوں کے نمبر بھی لگائے گئے۔ مترجم) میں متفرق ذاتوں کی ایک تعداد کے لئے اعداد و شمار دیئے ہیں جسے جدول

VIII اے میں دکھانے کی ضرورت نہیں سمجھی گئی۔ متعدد کی میں شناخت نہیں کر پایا' اور حتیٰ کہ یہ بھی قطعی نہیں کہ میں نے ان کے نام درست طور پر سمجھ کر لکھے ہیں یا نہیں۔ دیگر بہت سی ذاتیں ان گروپوں کی ذاتوں میں سے کسی ایک میں شامل ہو گئیں جو میں نے اس کتاب کی خاطر بنائے تھے۔ لیکن ان کی تعداد اس قدر کم اور وقت اس قدر قلیل ہے کہ میں انہیں جدول VIII بی کے مطابق جوں کا توں ہی لوں گا' اور ان سے متعلق جو کچھ بھی معلوم ہے اسے آپ تک منتقل کروں گا۔ ان میں بہت سی تو "ذاتیں" ہیں ہی نہیں' بلکہ صرف پیشہ ورانہ یا جغرافیائی اصطلاحات ہیں۔

ٹوبہ (ذات نمبر186)

اس کا مطلب "غوطہ خور" ہے' لیکن اس کا استعمال ان لوگوں کے حوالہ سے ہوتا ہے جو کنوئیں کھودتے اور صاف کرتے ہیں اور اس کے لئے غوطہ لگانا ضروری ہے۔ وہ بالعموم جھینور اور ماچھی ذاتوں سے تعلق رکھتے اور عموماً مچھلیاں پکڑنے والوں کے ساتھ ساتھ کنوئیں کھودنے والے بھی ہیں۔

پٹوا (ذات نمبر187)

پٹ یا ریشم سے ماخوذ اور اس کا مطلب کوئی بھی ریشم کا کام کرنے والا شخص ہے' لیکن عام طور پر صرف ان کے لئے استعمال ہوتا ہے جو ریشمی ڈوریاں' کمربند' جھالریں اور ریشم وغیرہ بناتے ہیں۔ مغرب میں انہیں "پٹوئی" کہا جاتا ہے۔ وہ اکثر کھتری بتائے جاتے ہیں۔

باگڑی (ذات نمبر188)

باگڑ یا بیکانیر کی پریری سے تعلق رکھنے والا' لیکن عام طور پر ان علاقوں کے جٹوں کے لئے مخصوص ہے۔

گوالیا (ذات نمبر189)

یہ افراد بدیہی طور پر تبتی ہیں لیکن میں اس نام کے معنوں کی تشریح نہیں کر سکتا۔

خراسیہ (ذات نمبر190)

پن چکیوں میں کام کرنے والے' جو کہ پہاڑیوں میں کافی عام ہیں۔ انہیں اکثر داؤلی بتایا جاتا ہے۔

پچھاڈا (ذات نمبر192)

بالکل اسی طرح بھٹیانہ اور ہریانہ میں ستلج علاقہ سے مغرب (پچھم) میں آنے والے مسلمان جٹ اور راجپوت مہاجرین' جیسے باگڑی کا استعمال انہی جیسے جنوب سے آنے والے ہندو مہاجرین کے لئے ہوتا ہے۔

تراوڑا (ذات نمبر193)

یہ افراد ہزارہ میں امب اور بنیرو چغرزہ پہاڑیوں سے آئے۔ وہ اپنا سلسلہ نسب اسلام قبول کر لینے والے ڈومن نامی کافر سے ملاتے ہیں۔ وہ سب پیشے کے اعتبار سے زراعتی ہیں۔

پلے دار (ذات نمبر194)

ایک قلی' عموماً" بازاروں اور منڈیوں میں ملتا ہے۔

کماچی (ذات نمبر196)

سیلانی گویے جو شادیوں کے موقع پر گاتے اور مانگتے ہیں۔

کوچ بند (ذات نمبر197)

کوچ یعنی جولاہے کے برش بنانے والے۔ ان کا تعلق اچھوت اور سیلانی طبقوں سے ہے۔

دارو گر (ذات نمبر198)

بارود بنانے والے۔ ان میں آتش باز بھی شامل ہیں' جو آتش بازی کا سامان تیار کرتے ہیں۔

پالی (ذات نمبر199)

پالی پنجاب کے مشرق میں ایک گوالے کے لئے عام دیہاتی لفظ ہے' لیکن ملتان میں ایک علیحدہ پالی ذات ہے جس نے ہندو مذہب تبدیل کرکے اسلام قبول کیا اور ابھی تک اپنی کئی ہندو روایات برقرار رکھے ہوئے ہے۔ وہ تمام قسم کے ہاتھ کے کام کرتے ہیں' خصوصا" تیل نکالنے کا' اور چھوٹی سطح پر تجارت سے وابستہ ہیں۔

جراح (ذات نمبر200)

دیسی سرجن' جو پلاسٹر لگاتا' دانت نکالتا اور ٹوٹی ہوئی ہڈیاں جوڑتا وغیرہ ہے۔ وہ تقریباً ہمیشہ ایک نائی ہے۔

کاپڑی (ذات نمبر201)

یہ ذات برہمن نسل کی دعویدار ہے' اور اس کا پیشہ شادی کے موقع پر دولہا کے پہننے کے لئے زیورات' نقلی پھول اور ایسی ہی دیگر اشیاء بنانا ہے۔ وہ واضح طور پر (کم از کم دہلی میں) جین مندروں کے ساتھ منسلک ہیں' جہاں پر وہ پروہت کے فرائض سرانجام دیتے اور نذرانے وصول کرتے ہیں۔ وہ شادیوں کے موقع پر بطور بھاٹ بھی کام کرتے ہیں۔ انہیں راجپوتانہ سے آئے ہوئے بتایا جاتا ہے۔

پانڈا (ذات نمبر202)

یہ نام عام طور پر کسی پڑھے لکھے برہمن کو دیا جاتا ہے جو پڑھاتا اور مذہبی تقریبات پر فرائض سرانجام دیتا ہے۔ غالبا" پنڈت سے ماخوذ۔ کہا جاتا ہے کہ پہاڑیوں میں یہ لفظ ڈاکوت برہمنوں کے لئے استعمال ہوتا ہے۔

سپیلا / سپیرا (ذات نمبر203)

سانپ پکڑنے' مسحور کرنے والا۔ اس کا تعلق بالعموم سیلانی قبائل سے ہے۔

مراٹھا (ذات نمبر204)

مرہٹا علاقہ یعنی مہاراشٹر کا رہنے والا۔

اخوند زادہ (ذات نمبر205)

دیکھیں "علماء۔"

سپاندی (ذات نمبر206)

غالباً یہ بھی ذات نمبر203 "سپیرا" ہی ہیں۔

دیوان (ذات نمبر207)

یہ نام کسی دیسی ریاست میں وزیر مالیہ کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ "دیوانا" نام کا ایک سکھ سلسلہ بھی ہے۔

ہیسی (ذات نمبر208)

اس کو کتاب کے اگلے حصے میں سیلانی قبائل کے تحت ذات نمبر167 میں بیان کیا گیا ہے۔

آریہ (ذات نمبر209)

غالباً" آریہ سماج کے پیروکار۔

عطار (ذات نمبر210)

ادویات کے نسخے تیار کرنے والا۔ یہ پنساری (جس سے ادویات خریدی جاتی ہیں) اور گاندی (خوشبوئیں تیار کرنے والا) سے علیحدہ ہے۔ تاہم عطار شربت اور نبیذ بناتا ہے۔

قرول (ذات نمبر211)

یہ دہلی میں پرانے مغل دربار کے شکاریوں اور سفری چڑیا گھر رکھنے والوں کی نسل ہیں۔ وہ کئی ذاتوں کے ہیں، غالباً سب سے زیادہ پٹھان۔ لیکن اب انہوں نے ایک علیحدہ ذات کی شکل اختیار کر لی ہے اور صرف دروں زواجی ہی کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ انہوں نے

زراعت کا پیشہ اپنا لیا۔ ان کا نام ان کے شکاری چاقو "قرول" کی نسبت سے ہے۔

مریبھا (ذات نمبر212)

آوارہ گداگروں کا ایک طبقہ جو راجپوتانہ اور سندھ سے آئے۔

مارواڑی (ذات نمبر213)

مارواڑ کے باشندے۔ لیکن پنجاب میں بالعموم برہمن سودخور یا اس خطے کے بوہروں کے لئے استعمال ہوتا ہے۔

لاہوری (ذات نمبر214)

لاہور کے رہنے والے' لیکن شاید کھتری' جس کی ایک بہت بڑی لاہوری شاخ ہے۔

لونیا (ذات نمبر215)

غالباً نمک بنانے والے' اور انہیں نون گر (نمبر176) کے ساتھ شمار کیا گیا ہے۔

گڑ گجے (ذات نمبر216) :

فقیروں کا ایک طبقہ "گرزمار" ہی ہیں جو اپنے گوشت میں لوہے کی میخیں پیوست کرتے ہیں۔

بودھی (ذات نمبر217)

اس کا مطلب بدھ مذہب کا ماننے والا ہے۔ لیکن شاید یہ بھوتی کا غلط تلفظ ہے جو کہ بھوت یا تبت کا باشندہ اور بدھ مت کا ماننے والا بھی ہے۔

نانبائی (ذات نمبر218)

بیکری والا۔

حکوجھا (ذات نمبر219)

ایک پوربی ذات کے افراد جو دودھیل گائیں پالتے ہیں۔

منہ بند (ذات نمبر220)

جین مرتاض جو اپنے منہ پر ایک کپڑا ڈالے رکھتے ہیں۔

بساطی (ذات نمبر221)

چھوٹا موٹا دھاتی سامان بیچنے والے جو اپنے آگے چٹائی یا بساط بچھا کر چیزیں اس پر لگاتے ہیں۔

پہاڑی (ذات نمبر222)

کسی بھی پہاڑی آدمی کے لئے ایک نسلیاتی اصطلاح۔

ہیجڑہ (ذات نمبر226)

خواجہ سرا۔ یہ ہنجرا سے بالکل الگ اور ایک بہت بڑا جٹ قبیلہ ہے' جسے بیان کیا جا چکا ہے۔

سا ہنسر (ذات نمبر227)

ہوشیار پور میں ایک چھوٹی سی ذات' جو کچھ پشتوں پہلے پنوار راجپوت تھے لیکن غربت کی وجہ سے سبزیوں کی کاشت اور گھاس کا کام کرنے پر مجبور ہوگئے۔ یہ کوئی علیحدہ ذات نہیں۔ انہیں ارائیوں کے ساتھ شمار کرنا چاہئے۔

گھرامی (ذات نمبر229)

چھپر بنانے والے' بالعموم جھینور۔

چھترساز (ذات نمبر231)

چھتریاں بنانے والے۔

سنگتراش (ذات نمبر233)

پتھر تراشنے والے۔

چڑی مار (ذات نمبر234)

پرندے پکڑنے والے، جن کا تعلق بہرصورت خانہ بدوش قبائل سے ہے۔ (یہ کام جھینور بھی کرتے ہیں)

ستھار (ذات نمبر259)

ترکھان کے لئے بمبئی میں استعمال ہونے والا لفظ۔

ڈھائی سرکی بند (ذات نمبر263)

وہ افراد جو "سرکی" یا چھت کی گھاس سے مینڈھ بناتا ہے۔ ان کا تعلق سیلانی طبقات سے ہے۔

ہندکی (ذات نمبر271)

بالائی سندھ پر انڈین نسل کے تمام مسلمانوں کے لئے ایک نسلیاتی اصطلاح جو پنجابی بولی بولتے ہیں۔

کمیرا (ذات نمبر280)

ایک مزارعہ جسے دیہاڑی، مہینے یا سال بھر کے لئے مقررہ تنخواہ پر رکھا جاتا ہے۔ اسے پیداوار میں سے حصہ نہیں ملتا۔

گرو (ذات نمبر297)

ہندو روحانی ناصح / استاد۔

کراڑ (ذات نمبر300)

یہ کافی ممکن طور پر کراڑ ہیں، یعنی مغرب یا پہاڑیوں میں ہندو تاجر۔

ازبک (ذات نمبر301)

یہ ایک ترک قبیلہ ہیں اور اسے "ترک" (نمبر126) میں ہی شامل کرلیا گیا ہوگا۔

طباخیا (ذات نمبر306)

ایسا آدمی جو دکان پر اور گلیوں میں گھوم پھر کر کھانا بیچتا ہے۔

کھرول (ذات نمبر317)

یہ کافی ممکن طور پر قرول ہی ہیں جن کا ذکر اوپر آچکا ہے۔

حواشی:

-1۔ پنجابی میں یہ لفظ "ستناج" ہے' یعنی سات قسم کے ملے ہوئے اناج۔ دھان' مونگی' ماننہ' گندم' سرسوں' تل اور جو کو لوہے سے کوٹ کو ملایا جاتا ہے۔ اس کا نذرانہ نہ لینے کی وجہ یہی ہے۔ (مترجم)

-2۔ مردہ جلانے سے پہلے کی آخری رسومات "سنسکار" کہلاتی ہیں۔ (مترجم)

-3۔ ولسن کا کہنا ہے کہ وہ گورو گوبند سنگھ جی کے پتاجی سری تیغ بہادر کو اپنا بانی کہتے ہیں۔ لیکن ٹرمپ کا کہنا زیادہ ممکن طور پر درست ہے جن کا اقتباس متن میں دیا گیا ہے۔

-4۔ ہو سکتا ہے کہ یہ لفظ فارسی کا نہنگ ہو جس کا مطلب مگرمچھ ہے۔ (مترجم)

-5۔ مسٹر ولسن کی "سیکٹس آف ہندوز" کے صفحہ 130 اور اس سے آگے جوگیوں کے دونوں طبقات کا دلچسپ بیان اور مزید مستند حوالے دیئے گئے ہیں۔

-6۔ پندرہ سال پہلے تک لاہور کے پرانے علاقوں میں بھی واقعی ایسے بہروپے دیکھنے کو مل جاتے تھے۔ لیکن اب کم از کم شہروں میں تو نہیں ملتے۔ اور اس نام کی ذات کا یقیناً اب کوئی وجود نہیں۔ (مترجم)

-7۔ ہندی اردو لغت میں بھانڈ کا مطلب مسخرہ' نقال' باسن' برتن' سرمایہ درج ہیں۔ (مترجم)

-8۔ "پنجابی اکھان" میں عین الحق فرید کوٹی مرحوم لکھتے ہیں کہ ہمارے معاشرے میں کسی وقت ہندو بنئے کو ایک اہم شخص خیال کیا جاتا تھا' اور وہ اپنے لالچ اور چالاکی کے لئے بڑا مشہور تھا۔ یہ اسی کے بارے میں کہا گیا ہے کہ: "پگڑی جائے پر دمڑی نہ جائے۔" ایسا ہی ایک اور محاورہ ہے:

"بے کھوکھا سر کھیہہ پاوے ------ تاں وی کھوکھا کھٹ لیاوے"

یعنی کھوکھا (بنئے کا نام) سر پر خاک بھی ڈالے تو پھر بھی کھوکھا کچھ نہ کچھ کما لیتا ہے۔ شاید ڈینزل صاحب نے کھوکھا کو ہی کھکھ لکھا ہے جس کا ذکر آگے آئے گا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ لفظ

کی اصل صورت لکھہ ہی ہو۔ (مترجم)

9۔ مسٹر بیمز (Beames) لفظ کی اصل صورت Wohora وہورا بتاتے ہیں۔

10۔ اس حوالے سے گرانقدر معلومات بہم پہنچانے پر میں لدھیانہ کے سیٹلمنٹ آفیسر مسٹر گورڈن واکر (Gordon Walker) کا شکر گزار ہوں۔

11۔ کمسریٹ (Commissariat) کا مطلب رسد رساں' یا فوج کا محکمۂ رسد ہے جو سپاہیوں کو ساز و سامان اور اشیائے خوردنی فراہم کرتا ہے۔ 1946ء تک روس کی اشتراکی جمہوریہ کا کوئی بھی سرکاری محکمہ کمسریٹ کہلاتا تھا۔ (مترجم)

12۔ بمبئی کے کھوجے اپنی دولت اور تجارتی مہم جوئی کے لئے خاصے مشہور ہیں۔

13۔ ہندی اردو لغت کے مطابق "بنج" (ونج) کا مطلب بیوپار' تجارت' سوداگری' لین دین' جبکہ "بنجارہ" (ونجارہ) کا مطلب بیلوں پر اناج لاد کر ایک مقام سے دوسرے مقام پر لے جانے والا درج ہے۔ (مترجم)

14۔ ٹانڈہ موٹا نام کے دو گاؤں ضلع گجرات میں جلالپور جٹاں سے پندرہ کلومیٹر آگے بھی واقع ہیں۔ (مترجم)

15۔ "کا ستھا ا۔تھناوجی" (لکھنؤ 1877ء) نامی پمفلٹ میں اس بات کے خلاف دلائل دیئے گئے ہیں۔

16۔ ہندی اردو لغت میں کنچن کا مطلب سونا' طلا' زر' زیب' کنچنی' لولی درج ہے۔ (مترجم)

17۔ لیکن دیکھئے شیرنگ کی کتاب کی جلد اول' صفحہ 274۔

○

چھٹا حصہ

سیلانی' خدمتگار اور دستکار ذاتیں

موضوع کی تقسیم:

زمیندار و زراعتی' اور مذہبی' تجارتی اور پیشہ ورانہ ذاتوں پر بات کرنے کے بعد اب میں پنجابی معاشرے کے پست ترین طبقات کی طرف آتا ہوں' یعنی سیلانی اور جرائم پیشہ قبائل' خانہ بدوش' خدمتگار اور دستکار۔ یہ طبقات کئی حوالوں سے معاشرے کا ایک انتہائی دلچسپ حصہ ہیں۔ سیاسی اعتبار سے وہ غیر اہم ہیں' لیکن ان میں ایسا قدیمی عنصر کا ایک انبوہ کثیر شامل ہے جو پنجاب میں اب بھی موجود ہے۔ ان کی روایات نہ صرف انتہائی مخصوص بلکہ نہایت دلچسپ بھی ہیں' کیونکہ وہ ہمیں دیگر قبائل کی روایات میں غیر آریائی عنصر علیحدہ کرنے کا حوالہ فراہم کرتی ہیں۔ اور جبکہ صوبہ کی تقریباً تمام تر صنعتیں ان کے ہاتھوں میں ہیں اس لئے وہ کھیت مزدوری کا کٹھن ترین کام بہت زیادہ سرانجام دیتے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ بے کم و کاست ایسے طبقات ہیں جن کے بارے میں قابل بھروسہ معلومات کا حصول بہت مشکل ہے۔ وہ برتاؤ میں خوشگوار لوگ نہیں اور ہمارا ان سے بہت کم واسطہ پڑا' جبکہ دیسی گروپوں (بیشتر کے ایک یا دو نسلیاتی نام ہیں' مثلاً چوہڑا' ڈوم اور نٹ) کے بہتر طبقات یہ سمجھتے ہیں کہ ان کے ساتھ کوئی قریبی شناخت کا اظہار کرنے سے ان کی تحقیر ہوگی۔ میں نے ان ذاتوں کے گیارہ چیدہ چیدہ گروپ بنائے ہیں: سب سے پہلے سیلانی (آوارہ گرد)' شکاری اور جرائم پیشہ قبائل' پھر خاکروب طبقات' چمڑا ساز اور جولاہے' ماشکی' ماچھی اور ملاح' ترکھان' لوہار' پتھر کے مستری اور ظروف ساز' سنار اور نمک بنانے والے' دھوبی' رنگساز اور درزی' تیل والے' قصاب' کتان کوب' شراب کشید کرنے والے اور دیگر متفرق

دستکار' پہاڑیوں کے مخصوص خدمت گار' اور سب سے آخر میں اپنی چھاؤنیوں کے پوربی خدمتگاروں کو لیا گیا ہے۔

ان طبقات کی گروپ بندی دو طرح سے کی جا سکتی ہے۔ ان کی نسلی اور پیشہ ورانہ قرابتوں' یا علاقہ کی صنعتی معیشت میں حیثیت کی بنیاد پر۔ پہلے میں اول الذکر نکتہ نظر کے تحت ان پر غور کروں گا۔

پست خدمتگاروں کا ماخذ اور ارتقاء:

مجھے لگتا ہے کہ ایک قدیمی اور سیلانی نسل سے شروع کرتے ہوئے تدریج کے دو متواتر سلسلے ہیں جو کم از کم ایک طرف تو اس نسل کو جولاہوں تک لے جاتے ہیں اور دوسری طرف غالباً" ماچھیوں تک۔ اور یہ کہ ان دو سلسلوں میں کہیں بھی کوئی واضح خط نہیں کھینچا جا سکتا جو اوپر والوں کو نیچے والوں سے جدا کرتا ہو۔ اس طریقہ کی مخصوص مثالوں کے لئے' جس میں یہ پیشے ایک دوسرے کی حدود مندمل کرتے ہیں' میں قاری کو آئندہ صفحات سے رجوع کرنے کا کہوں گا۔ لیکن میں مفروضاتی سلسلے کے ذریعہ اپنے مفہوم کو مثال دیکر واضح کرنے کی کوشش کروں گا۔ فرض کریں سیلانی عادات و خصائل والا ایک قدیمی قبیلہ' جو جنگل سے جنگل اور گاؤں سے گاؤں خوراک کے لئے چھوٹے موٹے جانور پکڑنے کے لئے سرگرداں ہے (جن میں کثرت گیدڑوں' لومڑوں اور رینگنے والے جانوروں کی ہے) اور راہ میں مل جانے والی نعشیں بھی کھا لیتا ہے' جوہڑوں کے کنارے اگی ہوئی گھاس گوندھ کر اپنے لئے بھدے سے چھپر اور عام استعمال کی اشیاء بناتا ہے' اپنی عورتوں کے ساتھ ساجھے داری میں رہتا اور جب بھی موقع ملے ان کا جسم فروخت کرنے کو تیار ہے' اور ہمیشہ چھوٹی موٹی چوریاں کرنے کے مواقع کی تاک میں ہوتا ہے۔ پنجاب میں ہمیں جو خانہ بدوش اور سیلانی قبائل ملے وہ ان کی ادنیٰ ترین قسم ہیں۔ اب کسی ایسے ہی قبیلے کا تصور کریں جو اپنی سیلانی عادات ترک کرکے بطور خدمتگار گاؤں میں آباد ہو رہا ہے۔ آوارہ گرد نہ رہ جانے پر اس نے چھوٹے موٹے جانور کھانا اور ان کا شکار بھی چھوڑ دیا' لیکن نعش کھاتے' گھاس گوندھتے اور بدستور پہلے جیسے ہی رہتے ہیں' اور ان کے حصہ میں کرنے کے لئے غلیظ ترین کام آیا جس کا نام خاکروبی ہے۔ تب وہ خاکروب یا چوہڑا ذات ہوگئے

کیونکہ وہ ہر گاؤں میں موجود تھے۔ ایک مرتبہ پھر فرض کریں کہ زندگی میں سرفرازی کی متمنی ان کی ایک شاخ نے گھاس گوندھنا اور خاکروبی چھوڑ کر چمڑا رنگنے اور اس سے متعلق ایسے دیگر کام بطور پیشہ اپنا لئے (جو پہلے کی نسبت کم غلیظ دستیاب کام ہے) اور اپنے پرانے عقیدے کو ہندو پڑوسیوں جیسا ظاہر کرنے کے لئے اس کی تجدید کی' لیکن مردہ جانوروں سے تعلق ہونے کے سبب مردار خوری کرتے رہے' تب ہمیں چمار یعنی چمڑے کا کام کرنے والا ملا۔ اور بالآخر صاف ستھرا رہنے کی خواہش میں اگر انہوں نے مردارخوری اور چمڑے کا کام چھوڑ کر کپڑا بننے کا پیشہ اپنا لیا جو محض کم تحقیر آمیز خیال کیا جاتا ہے (وجہ مجھے معلوم نہیں' کیونکہ جولاہے کے اوزار اور سامان گھاس کا کام کرنے والے اچھوت طبقات گھاس سے ہی تیار کرتے ہیں) اور ہمارے قصبات و دیہات کے جولاہے بن گئے' اور انہیں کچھ پس و پیش کے بعد ہندو مذہب کے دائرہ میں شامل کرلیا گیا۔ یا ممکن ہے وہ چمڑے کے کام کے مرحلے سے گزرے بغیر براہ راست خاکروبی سے کپڑا بننے میں آگئے ہوں۔ اب اگر یہ سب ایک "امکان" کی بناء پر لگائے گئے اندازے ہیں تو اس کا مطلب بہت کم یا کچھ بھی نہیں ہے۔ لیکن جب ہم دیکھتے ہیں کہ اس قسم کی تبدیلیاں واقعی رونما ہورہی ہیں تو مجھے اس رائے میں کافی وزن لگتا ہے۔ ہم باوریا اور اہیری جیسے سیلانی طبقات کو دیہات میں آباد ہونے اور گھٹیا نوعیت کے کام سرانجام دینے پر راغب دیکھتے ہیں۔ ہمیں نظر آتا ہے کہ دھانک جنگلوں کے شکاری سے تبدیل ہوکر خاکروب اور جولاہا بن گیا' ہم دیکھتے ہیں کہ چوہڑے نے جاء الخلاء (Night - Soil) کو چھونے سے انکار کیا اور مصلی بن گیا' یا چمڑے کا کام چھوڑ کر خاکروبی اختیار کی اور رنگریٹا بن گیا' کھتیک جو مشرق میں خاکروب ہے مغرب میں آکر چمڑا رنگنے والا بن گیا' ہم دیکھتے ہیں کہ کولی چمار نے چمڑے کا کام ترک کرکے جولاہے کا پیشہ اختیار کیا اور یوں تبدیل ہوکر چمار-جولاہا یا بونیا ہوگیا۔ ہم نے دیکھا کہ پستی میں سیلانی پن اور خاکروبی کے درمیان اور اوپری سطح پر کپڑا بننے کے درمیان کہیں بھی کوئی قطعی خط تفریق کھینچنا ناممکن ہے' یا یہ کہنا کہ فلاں ذات اس حد سے اوپر اور فلاں نیچے ہے' لیکن ہر ذات اپنے سے اوپر والے درجے میں شاخیں نکالتی رہی جو اس کے ارکان کی ایک بڑی تعداد پر مشتمل ہے۔

پانی بردار طبقات کا ماخذ:

تبدیلیوں کے دوسرے تسلسل میں ہمارے پاس متوسط مراحل کی زیادہ مثالیں نہیں ہیں۔ لیکن یہ بات قدرتی ہے کہ سماجی درجہ بندی میں اوپر کی طرف حرکت (جس کے لئے ہر قبیلہ ہر ممکن طور پر آمادہ ہے) صرف ایک ہی واضح سمت میں نہیں ہوئی ہوگی۔ کچھ سیلانی ذاتوں مثلاً باوریوں نے مردار خوری چھوڑ دی کیونکہ وہ زیادہ اعلیٰ شکاری بن گئے' تاہم انہوں نے مردار خوری کے لئے اپنی رغبت کو شاید بالکل ختم نہیں کیا۔ کچھ نے اپنی خانہ بدوش عادات برقرار رکھتے ہوئے مزدوری کی مخصوص صورتیں اپنا لیں مثلاً اوڈ یا چنگلا۔ کچھ دیگر کاشتکاری کرنے لگے' مثلاً ماہتم' یا جرائم پیشہ ہوگئے' مثلاً ماہتم۔ جبکہ کچھ اور نے پھر سے بنجاروں کی کچھ شاخوں کی طرح تجارتی سامان کی نقل و حمل یا پھیری لگانے کا کاروبار شروع کردیا لیکن ان قبائل کا ایک گروہ ممتاز طور پر پانی کے شکاری ہیں' جو ہرن یا گیدڑ نہیں بلکہ مرغابی' مچھلی اور مگرمچھ یا کچھوے پکڑتے' نشیبی علاقوں یا دریا کے کناروں پر رہتے' پودوں کی لچکیلی خمیدہ شاخوں سے جھونپڑے بناتے اور دریائی کناروں پر اگی گھاس سے اپنے جالوں کے لئے رسے اور سُتلیاں بنتے ہیں۔ کیسل' مور اور بھیل اسی قسم کے ہیں' مگرمچھ اور کچھوا خوری ترک کرتے ہوئے خود کو صرف مچھلی کھانے تک محدود کر لینے پر ان افراد کو معاشرے میں جوں کا توں قبول کرلیا گیا' جیساکہ کیسلوں کے معاملے میں نظر آتا ہے۔ بھیل ایک قدم آگے بڑھ گئے اور ملاحوں اور مچھیروں کا ایک باعزت طبقہ ہیں۔ اب جھینور' کہار اور ماچھی ذات ٹوکری ساز' کشتی ران' مچھلیاں پکڑنے والے اور پانی بردار ہیں' اور مسلمان آبادی کے درمیان علاقہ کے کھانا پکانے والے۔ کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ وہ بھیل سے ایک قدم (شاید بہت بڑا) مزید آگے بڑھ گئے ہوں؟ پہاڑیوں میں جہاں ہندو روایات نے شاید اپنی قدیم پختگی نہایت مکمل طور پر محفوظ رکھی ہوئی ہے' میں نے دیکھا کہ برہمن ایسے بہت سے لوگوں کے ہاتھ سے لے کر کچھ پی تو لیں گے' لیکن کھائیں گے نہیں' اور سنسکرت صحائف مچھیروں کو برہمن باپ کی اولاد بتاتے ہیں جو شودر عورت کے بطن سے پیدا ہوئی۔ یہ کہا گیا ہے کہ رام داسیہ یا سکھ چماروں نے بہت وسیع پیمانے پر کہاروں یا بار برداروں کا پیشہ اختیار کرلیا' غالباً اس میں پانی برداری شامل نہیں ہوگی اور ہے بھی نہیں۔ مراحل کا تسلسل سابق معاملے جتنا قریبی نہیں' لیکن میرے خیال میں اس سے متعلق مزید جانچ پڑتال ہونی چاہیے۔

پیشے پر مذہب کا اثر:

میں نے نشاندہی کی تھی کہ سماجی حیثیت میں بڑھوتری کے ساتھ حقیقی مذہب کے درجے میں بھی تبدیلی ہوتی ہے تاکہ اسے باعزت طبقات کے مذہب سے زیادہ ہم آہنگ کیا جا سکے۔ یہ امر حقیقت یہ حیران کن ہے کہ اگر خدمتگاروں کا حقیقی مذہب نہیں تو اس کے قاعدے قوانین کس قدر عمومی طور پر ان گاؤں والوں کے قاعدے قوانین سے مطابقت اختیار کرتے جاتے ہیں جن سے ان کا تعلق ہے۔ مسلمان گاؤں میں چوہڑے اپنے مردوں کو دفن کریں گے جبکہ ہندو گاؤں میں چتا جلائیں گے' تاہم ان کے مسلمان یا ہندو دونوں مالک انہیں اپنے میں قبول نہیں کرتے۔ لیکن یہ معاملہ غیرمعمولی نہیں ہے کہ ایک خاص عقیدے کی کھلی پیروی' نصف ہندو' نصف قدیمی مذہب (جو بیشتر اچھوت طبقات کو جدا کرتا ہے) کی اسلام یا سکھ مذہب کے ساتھ تبدیلی ان کی جدوجہد سرفرازی کا اولین قدم ہے' اور اس کے ساتھ ساتھ بہت عموماً" پرانا پیشہ ترک کرکے ذرا بہتر رتبے والا پیشہ اختیار کرلیا جاتا ہے۔ مسلمان ہو جانے والا خاکروب فضلہ اٹھانے سے انکار کر دے گا اور سکھ ہونے پر چمڑے کا کام اپنا لے گا۔ کوئی چمڑا مزدور مسلمان ہونے کے بعد یہ کام چھوڑ دے گا' اور سکھ پاہل لینے کے بعد کھڈی پر کام کرنے لگے گا' اسی طرح دیگر مثالیں بھی موجود ہیں۔ ہمارے ایک دیسی سویلین سردار گوردیال سنگھ کا ایک انتہائی دلچسپ اقتباس میں یہاں نقل کرنا چاہتا ہوں۔ وہ لکھتے ہیں:

> "بھگت بانیوں میں بیان کردہ بھگتوں میں سے کئے گئے کئی ایک پست ذاتوں سے ہیں۔ وہ سب ہندوستان کے تاریک ادوار کے اصلاح کار تھے۔ انہوں نے اپنی مقامی بولیوں میں لوگوں کو مخاطب کیا' برہمنی تعلیمات میں دکھائی دینے والی تخفیت کو دور کیا اور اس طرح اصلاح کاری کی راہ میں زبان (سنسکرت) کی وجہ سے حائل رکاوٹ دور کی' جس میں برہمن اپنے نظام مذہب کا درس دیتا تھا۔ دیگر میں کبیر ایک جولاہا' سوہنا ایک قصائی' نام دیو ایک جھیمبا اور روی داس چمار تھا۔ آدی گرنتھ (سکھ صحیفہ) میں ان تحریروں کا ذکر

ہے۔ سکھ مذہب کے ذریعہ کی جانے والی اصلاحات میں سے ایک ارادی' اور ایک حد تک نفاذ کردہ اصلاح ذات کے نظام کا خاتمہ اور دینیات و صحائف (ہندو) کو ہر طبقہ کے مطالعہ کے لئے کھولنا تھا' حتیٰ کہ چوہڑوں اور چماروں کے لئے بھی' جن کا کوئی ادھیکار (استحقاق) نہیں تھا۔ اس سے فائدہ اٹھاتے ہوئے کچھ پست طبقات نے سکھ پتسمہ (پاہل) حاصل کیا اور سکھ بن گئے۔ انہوں نے اپنے ادنیٰ پیشے چھوڑ دیئے اور دیگر ذرائع روزگار اپنا لئے۔ اپنے نام بھی تبدیل کئے اور قبیلہ کے غیر سکھ ارکان کے ساتھ سماجی میل جول ہر ممکن حد تک ختم کر دیا۔ چنانچہ سکھ مذہب قبول کرنے کے بعد چماروں نے یہ دکھانے کے لئے قبیلے کے پہلے بھگت روی داس کا نام اختیار کیا کہ وہ اس کے پیروکار ہیں۔ لفظ کی درست صورت "روداسیا" ہے۔ لیکن یہ نام جلد ہی رام داس نام کے ساتھ گڈمڈ ہو گیا' جو چوتھے سکھ گورو تھے' اور بطور رام داسیا مشہور ہو گئے۔ (ا) بیشتر سکھ اب بھی اس لفظ کو روداسیا ہی بولتے ہیں۔ بالکل اسی طرح چھیمبا سکھ نام دیو کی نسبت سے خود کو نام بنسی کہتے ہیں۔

"چوہڑوں نے سکھ ہو جانے پر بالکل اسی طرح مذہبی اور رنگریٹا نام اپنا لئے جیسے اسلام قبول کرنے پر دین دار کا نام اپنایا گیا۔ کوئی رنگریٹا چوہڑے کا کام نہیں کرتا' لیکن انہیں درست طور پر چوہڑے شمار کیا گیا۔ اسی طرح اگر رام داسیا چمار کا پیشہ نہیں اپناتا تو یہ انہیں اس ذات سے الگ کر دینے کی وجہ نہیں۔ سو اگر کوئی رام داسیا جولاہا ہے یعنی کپڑا بننے والا' اور اگر وہ ایک بزاز ہے یعنی کپڑے بیچنے والا' تو اس کی ذات وہی رہتی ہے۔ کوئی چمار سکھ ہونے کے بعد اگر آج "پاہل" لیتا ہے تو وہ فوراً رام داسیوں میں شامل ہو جائے گا۔ رام داسیئے عام چماروں کی بیٹیوں سے شادی کرتے ہیں' لیکن ہم بستری سے قبل انہیں پاہل دیتے ہیں۔ رام داسیئے کسی چمار

کے ہاتھوں سے اس وقت تک پانی نہیں پیتے جب تک وہ سکھ نہ ہو
جائے۔ مذبی (مذہبی) سکھ خود کو چوہڑوں سے بالکل الگ تھلگ بھی
رکھتے ہیں' بالکل اسی طرح جیسے چماروں سے رام داسیئے۔"

سردار صاحب کی بات کی روشنی میں یہ بالکل درست نظر آتا ہے کہ رام داسیا بدستور ایک چمار اور رنگریٹا بدستور چوہڑا ہے۔ تبدیلی حالیہ اور ابھی تک جاری و ساری ہے۔ لیکن وہ کتنے عرصہ تک یونہی رہیں گے؟ ان کا ماخذ شدید متنازعہ اور اکثر برہمی کے ساتھ رد کر دیا جاتا ہے۔ اگرچہ نئے داخلوں کی حقیقت اسے شبہے کے امکان سے ماورا کر دیتی ہے' لیکن اس بارے میں شک کی گنجائش بہت کم ہے کہ وہ بھی ایک ایسے رتبے کی حامل علیحدہ ذات بن جائیں گے جو اس ذات سے برتر ہوگی جس سے وہ نکلے' اور شاید زیادہ ممکن طور پر یہ کہ وہ ترقی کرکے اس ذات کے نسلیاتی نام میں شامل ہو جائیں جس کا موروثی پیشہ انھوں نے اختیار کیا۔ لیکن ان کے ماخذ کی روایت ذات کے حافظہ سے مندمل ہو جانے کے بعد بھی ان ذاتوں کی علیحدہ شاخیں بنائیں گے اور علیحدہ شاخوں کے نام سے جانے جائیں گے۔ میرے خیال میں اس کے متعلق کچھ شک کیا جا سکتا ہے کہ اب ان پست پیشہ ورانہ ذاتوں کے مکمل حصے متشکل کرنے والی شاخوں میں سے کچھ (اگر ان کی تاریخ کا سلسلہ دیکھا جا سکتا ہو) بالکل اسی انداز میں تشکیل پاتی ملیں گی۔ کمتر نسل اور رتبے کی روایت زندہ رہی ہے اور غالباً" خود بھی اسی لیکن ایک بہت دور دراز ماخذ سے نکلی ہوئی دیگر شاخیں ان کے ساتھ بھائی بندی نہیں رکھیں گی۔ لیکن اس فرق کی بے کم و کاست وجہ بھلا دی گئی ہے۔ سرحد کے لوگوں میں پیشے کے موروثی نظریہ کی غیر موجودگی اور مغربی میدانی علاقوں کے افراد پر اس کے اثرات سے متعلق پیچھے بات ہو چکی ہے۔

خدمت گار ذاتوں میں شاخوں کی نشوونما:

لیکن اگر ان پیشہ ورانہ ذاتوں میں نیچے سے اوپر آنے والی شاخوں سے بھرتی ہوئی ہے تو انھوں نے اوپر سے بھی اضافے وصول کئے۔ خصوصاً جولاہوں کے بارے میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ وہ اعلیٰ اور ادنیٰ دستکار ذاتوں کے درمیان ایک قسم کی قابل بحث صورت رکھتی ہیں' کیونکہ غربت یا دیگر حالات و واقعات کے باعث نشیب میں چلی جانیوالی کسی اعلیٰ ذات

کا شخص اکثر جولاہے کا پیشہ اختیار کرتا ہے۔ تاہم وہ شاذونادر ہی اس سے زیادہ پستی میں جاتا ہے۔ سرسا میں حجام، ترکھان اور لوہار طبقات موجودہ نسل کے حافظہ میں ہی زراعتی ذاتوں سے بھرتی ہوئے۔ اور یہ بمشکل ممکن ہے کہ کچھ ہی عرصہ قبل ہونے والا واقع پہلے کہیں بھی واقع نہیں ہوا ہوگا۔ جب تمام سمتوں سے امنڈ کر آنے والے تمام طبقات اس وقت تک غیرآباد خطہ میں بطور مہاجرین آباد ہوئے (جیساکہ گزشتہ پچاس برس کے دوران سرسا میں ہوا) حالات غالباً بالخصوص سماجی تبدیلی کے لئے سازگار ہوں گے۔ جو لوگ اب فاصلے کے باعث اپنے اصلی وطن سے الگ ہو چکے ہیں لیکن جن کی ذات کا نام یا پیشہ ایک ہی جیسا ہے، وہ اپنے ساتھ نواحی علاقوں کی متعدد روایات و امتیازات سمیت ایک جگہ پر آن اکٹھے ہوئے۔ اصولی طور پر وہ آپس میں مدغم نہیں ہوئے لیکن ایک مشترک ذات کے نام کے تحت بدستور علیحدہ علیحدہ شاخوں کی حیثیت میں شامل رہے۔ تاہم وہ یہ ماننے میں اکثر متذبذب ہیں کہ ان کی نسل یا حتیٰ کہ ذات کی کوئی برادری ہے۔ اور وہ آپس میں میل جول یا شادی بیاہ کرنے سے انکار کرتے ہیں۔ زرعی مزدوری کی مانگ بہت زیادہ ہے، اور دستکار ایک کاشتکار بن جانے پر مائل رہتا ہے۔ کبھی کبھار پرانے امتیازات کو محو کر دیا گیا اور نئی شاخیں متواتر معرض وجود میں آتی رہیں۔ تکنیکی لحاظ سے کہا جائے تو سماج زیادہ قدیم آباد خطوں کی نسبت زیادہ اختلافی ہے، جہاں امن و سکون کے متقاضی عمل تعلیم زیادہ ترقی یافتہ ہے، اور انتشار و انجذاب کے ساتھ زیادہ آسان اور مستعدانہ ہے۔ لیکن سرسا میں جو کچھ آج وقوع پذیر ہے وہ کسی نہ کسی دور میں کہیں اور بھی ضرور واقع ہوا ہوگا۔ تقریباً تمام دستکار اور خدمتگار ذاتیں ایسی شاخوں میں تقسیم ہیں جو روایت اور رتبہ میں ایک دوسرے سے جدا ہیں، اور متعدد صورتوں میں یہ امتیازات غالباً جغرافیائی تقسیم اور اس کے نتیجہ میں روایات میں تغیر کی بنیاد پر ہیں۔ تاہم کچھ دیگر صورتوں میں ان کے پیچھے یہ حقیقت ہے کہ ایک شاخ اپنی موجودہ حیثیت میں بلند اور دوسری پست ہوگئی ہے۔

بالائی اور پہاڑی خدمت گار:

جہاں تک مجھے دکھائی دیتا ہے بالائی خدمتگار طبقات درجہ بندی کا ایسا کوئی تسلسل پیش نہیں کرتے جو ہم اچھوتوں میں دیکھتے ہیں۔ کمہار یعنی ظروف ساز (اپنے گدھے کے ساتھ)

شاید ان میں پست ترین ہے' اور غیر ممکن طور پر ان طبقات کے ساتھ نسل اور قرابت داری میں کوئی تعلق نہیں رکھتا جن پر ابھی بات کی گئی ہے۔ لوہار' ترکھان اور سنگ تراش طبقہ ایک انتہائی الگ گروپ کو متشکل کرتا ہے۔ اسی طرح دھوبی اور رنگریز بھی۔ تیلی اور قصاب شاید ان سب سے پست ہے اور لگتا ہے کہ اسے جولاہوں کے ساتھ گروہ بند کرنا چاہیے تھا۔ تاہم' میں یہ نہیں جانتا کہ ان دو طبقات میں فی الحال کوئی تعلق موجود ہے یا نہیں۔ سنار بالکل علیحدہ کھڑے اور بالائی درجوں سے نیچے دستکار طبقات میں آئے ہوئے نظر آتے ہیں۔ غالباً وہ نسل میں تجارتی ذاتوں کے ساتھ قرابت رکھتے ہیں۔ اس کے برعکس پہاڑیوں کے خدمتگاروں کے درمیان زیرِ غور طبقہ کا سارا سلسلہ ایک طرح سے بالکل غیر منقطع ہے۔ زیریں پہاڑیوں میں اچھوت طبقات درحقیقت بالائی اعلیٰ دستکاروں سے الگ ہیں۔ لیکن جوں جوں ہم ہمالیہ میں آگے بڑھتے ہیں خاکروب طبقہ کو ترکھانوں اور لوہاروں کا کام کرتے ہوئے دیکھتے ہیں۔ اس سارے گروہ کی تشکیل کو ان کے موجودہ انفرادی پیشوں کے علاوہ کسی اور بنیادوں پر شاخوں میں تقسیم کرنا تقریباً ناممکن ہے۔

خدمت گار طبقات کی معاشی تقسیم:

ان خدمتگار اور دستکار ذاتوں کو جن دوسری یا معاشی بنیادوں پر درجہ بند کیا جا سکتا ہے' انہیں چند الفاظ میں ہی مسترد کر دیا جائے گا۔ وسیع مفہوم میں اس سارے گروپ کو تین حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے: سیلانی طبقات' دیہی خدمتگار اور آزاد دستکار۔ سیلانی طبقات کسی مخصوص کی خدمت کرتے ہیں اور نہ ہی ان کے کوئی طے شدہ پیشے ہیں۔ آزاد دستکار یورپ کے دستکاروں کی طرح دیہاڑی پر یا مقدار کے مطابق کام کرتے ہیں۔ اور شہری آبادیوں میں دیہی آبادی (جو اکثر ایسے قصبے میں ملی جس سے ملحق زمینوں کے وہ مالک ہیں اور ان پر کاشت کرتے ہیں) سے مختلف طور پر تمام صنعتی طبقات اور سلسلے شامل ہیں۔ لیکن دیہات میں ایک دیہی خدمتگار اور آزاد دستکار کے درمیان فرق بہت وسیع ہے۔ ترکھان' لوہار' ظروف ساز (کمہار)' خاکروب' چمڑا مزدور' پانی بردار' اور گاؤں میں جہاں عورتیں خانہ نشین ہیں وہاں دھوبی کو کام کا معاوضہ نہیں بلکہ رواج کے مطابق فصل کی پیداوار میں سے ایک مخصوص حصہ دیا جاتا ہے اور ان کی خدمات کو اکثر مقدار نہیں بلکہ

نوعیتی پیمانے سے ناپا جاتا ہے (پنجابی زبان میں ان کے لئے ایک لفظ مخصوص ہے "سپی")
------ یہ سب طبقات دراصل وہ ہیں جن کی خدمات کی کاشتکاری یا روزمرہ کی گھریلو زندگی
میں ضرورت ہوتی ہے ------ لہذا کمہار کو وہ تمام مٹی کے برتن اور چمڑا مزدور کو چمڑے کی
تمام اشیاء فراہم کرنا پڑتی ہیں جن کی گاہکوں کو ضرورت ہوتی ہے۔ تاہم چند دستکاروں کی
خدمات کبھی کبھار ہی درکار ہوتی ہیں، مثلاً جولاہا، تیلی اور رنگریز، کو تنخواہ دی جاتی ہے،
عموماً" نقدی میں نہیں بلکہ اناج کی صورت میں یا کام کے لئے فراہم کردہ خام مال کا مخصوص
حصہ رکھ لینے کی اجازت دے کر۔ سنار کو گاؤں میں ایک نیم تجارتی حیثیت حاصل ہے اور
وہ دستکاری کے ساتھ ساتھ اشیاء رہن رکھ کر روپیہ بھی سود پر ادھار دیتا ہے۔ البتہ دیہی
آبادیوں میں دیگر حرفتوں کی نمائندگی بمشکل ہی نظر آتی ہے۔

خدمت گار طبقات کی اندرونی تقسیم:

خدمت گار اور دستکار طبقات کی واضح تنظیم کی بنیاد چاہے زراعتی آبادیوں کی قبائلی
تنظیم پر ہے (جن کی وہ خدمت کرتے ہیں) یا قصبات کی تجارتی انجمنوں کی نوعیت کے
مطابق (جن کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔) یہ ایک ایسا موضوع ہے جس کے بارے میں ہمیں
بہت کم معلوم ہے۔ تاہم تنظیم کی ان دو اقسام کی تفصیل کے بارے میں زیادہ درست اور
مکمل معلومات ذات کے ارتقاء پر کافی روشنی ڈالنے میں مدد دیں گی۔ خصوصاً" وہاں پر
بالترتیب نظاموں کے درمیان مشابہت اور فرق کے نکات ڈھونڈنا دلچسپ ہوگا جہاں پیشہ
موروثی اور دیگر ذاتوں کے رنگ ڈھنگ و نوعیت کا ہے، اور جہاں اس منفرد اور تجارتی
انجمن کی حیثیت ایک رضائی تنظیم کی سی ہے۔ یہ سوال کہ ذات اور تجارتی انجمن کے
اصول قاعدے ان صورتوں سے ہم آہنگی کیسے پیدا کرتے ہیں جہاں انجمن بہت سی ذاتوں
کے افراد پر مشتمل ہے، اور یہ بھی باعث دلچسپی ہے کہ جھگڑا پیدا ہونے کی صورت میں کیا
ہوتا ہے؟ یہ امر شک و شبہ سے بالاتر ہے کہ تنظیم عدیم المثال طور پر مکمل اور اسے حاصل
حاکمیت بہت زبردست ہے۔ عام مشاہدہ میں یہ دیکھنے میں آیا ہے کہ ان طبقات کے ارکان
کے درمیان جھگڑے ہماری عدالتوں میں تصفیہ کے لئے کبھی کبھار ہی آتے ہیں، اور ذات یا
انجمن کی انتظامی تنظیم ہی ان کا فیصلہ بلاتغیر کرتی ہے۔ یہ پرانے وقتوں سے چلی آرہی ہوگی

جب موجودہ دور جیسی عدالتیں یا منصف افسران پست ذات افراد کے جھگڑے۔ نمٹاتے تھے۔

سیلانی اور جرائم پیشہ قبائل

سیلانی اور جرائم پیشہ قبائل کے اعداد و شمار آگے جدول نمبر33 میں دیئے گئے ہیں۔ یہ اور انکے بعد زیر غور لایا جانے والا خانہ بدوش قبائل کا گروپ اس قدر قریبی مشابہت رکھتے ہیں کہ ان کے درمیان کوئی خط امتیاز کھینچنا ناممکن ہے۔ پہلے گروپ میں میں نے سیلانی' جرائم پیشہ اور شکاری قبائل اور دوسرے میں ان کو شامل کرنے کی کوشش کی ہے جو رقص' گائیکی' بازیگری اور ایسے ہی دیگر مختلف مظاہروں کے ذریعہ روزگار کماتے ہیں۔ یہ دونوں مل کر آبادی کا ایک نہایت دلچسپ حصہ تشکیل دیتے ہیں' لیکن ان سے متعلق مجھے انفرادی معلومات بہت کم حاصل ہو سکیں۔ وہ نہ صرف اس وجہ سے خصوصی دلچسپی کے حامل ہیں کہ ان گروہوں میں تقریباً ہر قبیلہ شامل ہے (شاید اپنے انتہائی ماخذ میں قدیمی نوعیت) کیونکہ مجھے یقین ہے کہ ہمارے جٹ قبائل کے حوالہ سے بھی یہی بات کہی جا سکتی ہے' بلکہ اس کی وجہ یہ بھی ہے کہ وہ ایک خصوصی حد تک اپنی قدیمی روایات و اعتقادات کو بدستور قائم رکھے ہوئے ہیں' اور درحقیقت اس وقت وہ صوبہ کے دیسی باشندوں کے پنجابی نمائندے ہیں۔ ان کی عادات و اطوار اور روایات کا ایک مکمل ریکارڈ پنجاب کی نسلیات پر کافی روشنی ڈالتا ہے کیونکہ اس کے ذریعہ ہم مقامی روایات اور آریائی روایات میں تمیز کرنے کے قابل ہوتے ہیں۔ لہٰذا ہمیں اس ماخذ کا تعین کرنے میں مدد ملتی ہے جس سے مشکوک ماخذ والی متعدد ذاتوں کے ماخذ کا حوالہ ملے گا۔

زیر بحث قبائل میں زیادہ تر اچھوت ہیں' بنیادی طور پر اس لئے کہ ان کی خوراک میں لومڑ' گیدڑ' چھپکلیاں' کچھوے اور ان جیسے دوسرے گندے جانور شامل ہیں۔ خاکروبوں کی طرح وہ گھاس' بھوسے' نرسل وغیرہ میں کام کرنے والے موروثی مزدور ہیں۔ ان میں متعدد ہمیں اپنی مخصوص بولی بولتے نظر آتے ہیں' جس کے بارے میں ڈاکٹر لیٹنر (Leitner) نے کچھ معلومات اکٹھی کی ہیں' جبکہ لاہور سنٹرل جیل کے داروغہ نے ایک قسم کی گلاسری

جدول نمبر 33 - آوارہ اور جرائم پیشہ قبائل

ذات نمبر	85	129	64	71	91	100	72
	اوڈ	بیلدار	چنگڑ	باوریا	اہیری	تھوری	سانسی
دہلی	223	.	.	.	88	.	53
گڑگاؤں	113	.	.	618	529	.	2
کرنال	629	.	.	3	109	.	1309
حصار	202	356	.	788	4487	1550	179
روہتک	776	.	13	242	843	3	140
سرسا	198	.	39	3335	527	2841	92
انبالہ	84	155	.	.	292	27	905
لدھیانہ	101	.	323	265	.	.	1330
جالندھر	.	2	4499	.	.	.	403
ہوشیارپور	.	515	164	.	.	.	159
کانگڑہ	47	475	336	.	.	.	18
امرتسر	22	.	4712	.	.	.	2853
گورداسپور	.	.	3082	.	.	.	1973
سیالکوٹ	.	173	7139	.	.	.	1736

لاہور	1873	791	4279	2000	-	1	2163
گوجرانوالہ	29	-	741	2	-	-	2887
فیروزپور	156	2	1513	8130	-	1	492
راولپنڈی	-	376	474	-	-	-	5
گوجرات	-	279	64	-	-	-	1690
شاہ پور	6	110	63	-	-	-	491
ملتان	3459	38	79	-	-	-	115
جھنگ	2	-	87	-	-	-	151
منٹگمری	706	-	243	-	-	-	436
مظفرگڑھ	1862	79	-	-	-	-	18
ڈیرہ اسماعیل خان	602	17	-	-	-	-	-
ڈیرہ غازی خان	1352	-	-	-	2	-	-
برطانوی علاقہ	12470	3409	28011	15394	6928	4535	19035
پٹیالہ	457	-	84	2184	3998	1579	1121
نابھا	36	-	13	482	98	-	223
کپور تھلہ	-	-	614	-		-	68
جنڈ	214	-	8	122	1983	-	198
فرید کوٹ	470	-	105	3072	-	-	128

↓

آوارہ اور جرائم پیشہ قبائل (اضلاع اور ریاستوں میں)

ذات نمبر	85	129	64	71	91	100	72
	اوڈ	بیلدار	چنگڑ	باوریا	اہیری	تھوری	سانسی
کل مشرقی میدان	1184	-	826	6121	6158	1579	2032
بہاولپور	1973	-	20	509	-	1408	162
نابھن	-	-	25	-	-	781	7
بلاسپور	-	25	-	-	-	268	32
بشہر	-	-	-	-	-	572	-
نالہ گڑھ	-	15	4	-	-	175	18
کل پہاڑی ریاستیں	-	40	29	-	-	3072	80
برطانوی علاقہ	12470	3409	28011	15394	6928	4535	19035
دیسی ریاستیں	3157	40	875	6630	6158	6039	2274
صوبہ	15627	3449	28886	22024	13086	10594	21309

آوارہ اور جرائم پیشہ قبائل (اضلاع اور ریاستوں میں)

	117	107	161	133	166	159
	پکھی وارا	جھبیل	کیسل	گاگرہ	مینا	ہارنی
دہلی	.	.	.	.	41	.
گڑگاؤں	.	.	.	.	691	.
کرنال	.	.	.	49	7	.
حصار	.	.	.	.	.	.
روہتک	.	.	.	.	.	.
سرسا	.	987	.	.	28	.
انبالہ	.	.	.	108	.	.
لدھیانہ	.	.	.	169	.	150
جالندھر	52	.	.	49	.	22
ہوشیارپور	.	200	.	115	.	342
کانگڑہ	.	.	.	15	.	.
امرتسر	190	.	.	368	.	.
گورداسپور	450	546	.	308	.	186
سیالکوٹ	2441	.	.	421	.	424
لاہور	29	570	.	426	.	1

↓

آوارہ اور جرائم پیشہ قبائل (اضلاع اور ریاستوں میں)

	117	107	161	133	166	159
لم	پکھی وارا	جھبیل	کیہل	گاگرہ	مینا	ہارنی
گوجرانوالہ	175	-	-	677	-	-
فیروزپور	-	1876	-	54	-	37
راولپنڈی	-	-	-	-	-	-
گوجرات	213	-	-	-	-	-
شاہ پور	25	-	-	-	-	-
ملتان	727	1868	232	-	-	-
جھنگ	-	7	142	-	-	-
منٹگمری	8	318	123	-	-	-
مظفرگڑھ	-	1351	723	-	-	-
ڈیرہ اسماعیل خان	-	-		-	-	-
ڈیرہ غازی خان	1	17	23	-	-	-
برطانوی علاقہ	4311	7754	1243	2759	768	1162
پٹیالہ	-	-	-	46	206	9

↓

نابھا	.	.	.	.	124	3
کپور تھلہ	191	137	.	82	.	17
جنڈ	.	.	.	.	.	.
فرید کوٹ	.	23	.	2	.	128
کل مشرقی میدان	191	160	.	117	348	176
بہاولپور	.	149	8	231	.	.
ناہن	.	.	.	.	.	.
بلاسپور	.	.	.	.	.	.
بشہر	.	.	.	.	.	.
نالہ گڑھ	.	.	.	3	.	.
کل پہاڑی ریاستیں	.	.	.	3	.	.
برطانوی علاقہ	4311	7754	1243	2759	768	1162
دیسی ریاستیں	191	309	8	351	348	176
صوبہ	4502	8063	1251	3110	1116	1338

(فرہنگ) شائع کی ہے۔ کچھ صورتوں میں یہ بولی ایک حقیقی زبان یا لہجہ نظر آتی ہے جو قبیلے سے مخصوص ہے، جبکہ کچھ دیگر صورتوں میں محض ایک ٹھگ بولی (آرگوت) ہے جو تھوڑی بہت تبدیل شدہ شکل میں عام علاقائی بولی پر مشتمل ہے لیکن کافی حد تک ایسی کہ عام سامع کے لئے قابل فہم ہو۔ بتایا گیا ہے کہ "سلیکشنز فرام دی ریکارڈز آف دی آگرہ گورنمنٹ" جلد اول کے طور پر 1835ء میں چور طبقات کی راماسی یا مشترکہ بولی (Lingua Franca) کی ایک فرہنگ شائع ہوئی تھی۔ جرائم پیشہ قبائل سے متعلق کافی زیادہ معلومات "ٹھگی اینڈ ڈکائٹی ڈیپارٹمنٹ" کی شائع شدہ رپورٹوں اور خصوصاً 1849ء میں شائع ہونے والی کرنل سلی مان (Sleeman) کی رپورٹ سے جمع کی جا سکتی ہیں۔ زیر بحث گروپ میں شامل آوارہ گرد قبائل کو تین طبقات میں تقسیم کیا گیا ہے۔ پہلے میں اوڈ، بیلدار اور پنکز شامل ہیں جن کا پیشہ مخصوص ہے، تاہم مقام رہائش متعین نہیں۔ آخری مینوں اور بارنیوں پر مشتمل ہے جو شکاری نہیں بلکہ جرائم پیشہ اور آوارہ گرد ہیں۔ صرف ان کے کنبے مخصوص مسکنوں میں رہتے ہیں اور مرد چوری کے مواقع کی تلاش میں ادھر ادھر پھرتے ہیں۔ درمیانے گروپ میں باوریا، اہیری، تھوری، سانسی، پکھی وارا، بھسیل، کیہل اور گاگڑا شامل ہیں جو جنگلوں میں اور دریاؤں کے کناروں پر کم و بیش خانہ بدوش زندگی بسر کرنے والے شکاری اور مچھیرے ہیں۔ یہ ہر صورت میں تو نہیں البتہ عموماً جرائم کے عادی ہیں۔ ہر قبیلے کی تقسیم پر اس کے نام کے تحت غور کیا گیا ہے۔ لیکن کچھ اضلاع میں صرف ایک قبیلے کے خلاف (دوسروں کے نہیں) نافذ العمل "کرمنل ٹرائبز ایکٹ" نے انہیں ان اضلاع کے اول الذکر سے موخرالذکر طبقہ میں چلے جانے پر مائل کیا، جس سے ان کی تقسیم میں غالباً تبدیلی و تجدید ہوئی ہے۔ کتاب کے اس حصہ کے آخر میں میں نے جرائم پیشہ عادات والی مختلف ذاتوں پر غور کیا ہے جنہیں ہمارے جدولوں میں الگ الگ نہیں کیا گیا، یا کہیں اور شامل کر لیا گیا۔

اوڈ اور بیلدار (ذات نمبر 85 اور 129)

ان دو علیحدہ اعداد و شمار کو غالباً ایک ہی جگہ پر لیا جانا چاہئے تھا، کیونکہ وہ ایک ہی ذات سے متعلق لگتے ہیں۔ درحقیقت کئی ڈویژنل دفاتر میں ان دونوں اصطلاحات کا استعمال

مترادف معنوں میں کیا گیا۔ بیلدار محض ایک پیشہ کا موزوں نام ہے' یہ بیل (یعنی کدال) سے مشتق' اور اس کے ساتھ کام کرنے والوں کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ لیکن صوبہ میں عام مزدور کھدائی کے کام میں ہاتھ نہیں ڈالے گا۔ اوڈ پنجاب کا "پیشہ ور" تعمیراتی مزدور ہے۔ کم از کم ایک قبائلی نام کی حیثیت میں لفظ بیلدار کسی بھی دوسری ذات کے ارکان کے لئے شاذونادر ہی استعمال ہوتا ہے' تاہم مشرق میں زیادہ عام نظر آتا ہے۔ وہاں مغرب کے اوڈ کو بالعموم بطور بیلدار جانا جاتا ہے۔ (2)

اوڈ یا اوڈھ ایک آوارہ گرد قبیلہ ہے جس کا اصل گھر مغربی ہندوستان اور راجپوتانہ نظر آتا ہے۔ کم از کم پنجاب کے اوڈ بالعموم ان علاقوں سے آئے۔ وہ اپنے کنبوں کے ہمراہ کھدائی کے کام کی تلاش میں ادھر ادھر گھومنے والے سیلانی ہیں۔ اصولی طور پر وہ چھوٹے موٹے کام نہیں لیں گے لیکن شاہراہوں' نہروں' ریلویز وغیرہ پر چھوٹے معاہدوں یعنی کوئی رہائشی مکان تعمیر کرنے' تالاب کھودنے یا حتیٰ کہ ایک کنواں کھودنے کو ترجیح دیتے ہیں۔ مرد کھدائی کرتے ہیں' اور عورتیں گدھوں پر (جو ان کے پاس ہمیشہ ہوتے ہیں) مٹی لاد کر لے جاتی ہیں اور بچے گدھوں کو مٹی پھینکنے کے لئے ہانک کر لے جاتے ہیں۔ خطہ کوہستان نمک میں وہ کانکنی اور پتھر نکالنے کا کام بھی کرتے ہیں۔ اور شمال مغربی صوبوں کے علاقوں میں انہیں خوانچہ فروش بھی بتایا گیا۔ وہ ہر کوئی شئے کھا لیتے ہیں' اگرچہ بالعموم مسلمان لیکن خصوصاً مغرب میں بہر صورت اچھوت ہیں۔ ان کی بولی "اوڈکی" ہے جس کے بارے میں مجھے کچھ بھی معلوم نہیں' لیکن وہ شاید ان کے آبائی مقام کا ایک عام لہجہ ہی ہوگا۔ وہ اونی کپڑے پہنتے ہیں' یا کم از کم ایک اونی کپڑا۔ وہ بھاگیرت کی نسل ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں جس نے یہ قسم کھائی تھی کہ ایک کنوئیں سے دو مرتبہ پانی نہیں پیئے گا۔ لہٰذا وہ ہر روز ایک نیا کنواں کھودتا' یہاں تک کہ ایک دن وہ کھودتا رہا اور کھودتا رہا اور کبھی واپس نہ آیا۔ اسی کے افسوس میں وہ اون پہنتے اور اس کی تقلید میں (حتیٰ کہ ہندو ہونے کی صورت میں بھی) اپنے مردوں کو دفن کرتے ہیں' تاہم شادی ہندو رسومات کے مطابق ہی کرتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ بھاگیرت کے ظہور نو تک وہ اچھوت ہی رہیں گے۔ وہ راجپوت یا کشتریہ اور مارواڑ سے آئے ہوئے ہونے کے دعویدار ہیں اور بشکارنا (بشکارنا) برہمنوں کے رام اور شیوا کی پوجا کرتے ہیں۔ (دیکھئے مسٹر ولسن کی "انڈین کاسٹس" جلد دوم' صفحات

114، 139 اور 169)۔ ایک سیلانی قبیلہ ہونے کے باوجود وہ عدیم المثال طور پر جرائم کے تمام الزامات سے پاک ہیں۔ وہ صوبہ بھر میں کافی عمومی سطح پر تقسیم ہیں، لاہور میں اور زیریں سندھ و چناب کے ساتھ ساتھ کافی تعداد میں، اور پہاڑیوں و دامن کوہ اضلاع میں سب سے کم ہیں۔

چنگڑ (ذات نمبر 64)

چنگڑ غالباً قدیمی نسل کے اچھوت ہیں جو امرتسر ڈویژن، لاہور، فیروزپور اور فرید کوٹ لیکن خصوصاً سیالکوٹ میں کثیر تعداد میں ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ ان کے آباؤ اجداد جموں کی پہاڑیوں سے آئے تھے۔ وہ بالاصل ایک سیلانی قبیلہ ہیں جو کام کی تلاش میں ادھر ادھر سرگرداں رہتے ہیں، لیکن بڑے شہروں کے نواح میں باقاعدہ آبادیوں میں ملے۔ وہ تقریباً ہر قسم کا کام کرلیں گے، لیکن زراعت میں بہت زیادہ کام کرتے ہیں، خصوصاً فصل کٹائی کا۔ جبکہ ان کی عورتیں اناج کے تاجروں کے لئے اناج صاف کرنے اور چھاننے کا کام کرتی ہیں۔ وہ سب مسلمان اور نکاح کرتے ہیں۔ ان کے مطابق ملتان کے شمس تبریز نے انہیں مسلمان کیا تھا۔ ان کی عورتیں ابھی تک پیٹی کوٹ پہنتی ہیں شلوار نہیں، لیکن یہ سرخ کی بجائے نیلے ہیں۔ وہ انتہائی جفاکش ہیں اور جرائم بالکل نہیں کرتے۔ ان کی اپنی بولی ہے جس کے (اور قبیلے کے بھی) بارے میں ڈاکٹر لیٹنر نے کچھ انتہائی دلچسپ معلومات شائع کی ہیں۔ وہ خود کو چنگڑ نہیں چوہنا کہتے ہیں، جو ان کے مطابق "چنگڑ" نام "چھاننا" سے مشتق ہے۔ ایک رائے یہ بھی ہے کہ چنگڑ "زنگاری" کی ہی ایک اور شکل ہے، لیکن ڈاکٹر لیٹنر اس سے متفق نہیں۔

باوریا (ذات نمبر 71)

باوریا ایک شکاری قبیلہ ہیں، جن کا نام "باور" یعنی پھندے کی نسبت سے پڑا جس کے ساتھ وہ جنگلی جانوروں کا شکار کرتے ہیں۔ (3) وہ جنگل کی گھاس میں ان پھندوں کی قطار لگا دیتے ہیں۔ اس قطار سے وہ کپڑے کے چیتھڑوں پر مشتمل بڑاووں کی دو قطاریں لگاتے ہیں اور اسی طرح کے بڑاوے درختوں اور گھاس میں باندھ کر جنگل میں نکل جاتے ہیں۔ بڑاووں کی قطاروں کے درمیان بھٹک آئے خوفزدہ ہرن اور دیگر جانور پھندوں کی لائن عبور

کرتے ہیں جس میں ان کے پاؤں الجھ کر رہ جاتے ہیں۔ باوریے شکار کرنے کے علاوہ گھاس' پیال اور نرسل کی اشیاء بنا کر دیہاتیوں کے ہاتھ بیچتے ہیں۔ وہ ایک سیلانی قبیلہ ہیں جس کا اصل مسکن میواڑ' اجمیر اور جودھ پور لگتا ہے' پنجاب کے اندر وہ بالخصوص سرسا میں وسطی وادیٔ ستلج کے ساتھ ملے۔ فیروزپور' فرید کوٹ' لاہور اور پٹیالہ کے علاوہ حصار' روہتک اور گڑگاؤں میں بھی ان کی کچھ تعداد پائی گئی۔ یہ سب علاقے راجپوتانہ سرحد پر واقع ہیں۔ وہ کالی رنگت اور ادنیٰ قدو قامت والے ہیں۔

بہرحال اگر وہ بنیادی طور پر سیلانی ہیں' اور کچھ علاقوں میں آباد ہوئے' اور خصوصاً ضلع فیروزپور میں یہ تعداد کثیر دیہی مزدوری اور حتیٰ کہ بطور مزارعین کاشتکاری کرتے ہیں۔ ہل جوتنے کی مہارت میں ان کا بڑا نام ہے۔ وہ کسی بھی لحاظ سے کم از کم صوبہ کے اندر جرائم پیشہ نہیں۔ لاہور اور سرسا میں وہ کافی ناقابل اعتراض ہیں۔ لیکن مجھے یقین ہے کہ پنجاب کے متعدد حصوں اور راجپوتانہ میں بالعموم وہ جرائم کے کافی عادی ہیں۔ آگے دیئے گئے جدول نمبر34 کے اعداد و شمار فراہم کرنے کے لئے میں پرسنل اسسٹنٹ آئی جی پولیس مسٹر میک کریکن (Mac cracken) کا مشکور ہوں۔ اس جدول میں "کریمنل ٹرائبز ایکٹ" کے تحت پنجاب کے ہر ضلع میں درج کی گئیں مجرمانہ ذاتوں کی تعدا دکھائی گئی ہے۔ ان اعداد و شمار سے یہ نظر آتا ہے کہ باوریے بطور پیشہ ور مجرم صرف فیروز پور اور لدھیانہ میں رجسٹرڈ ہیں' اور یہ کہ فیروز پور میں ذات کا ایک چھوٹا سا حصہ ہی اس طور رجسٹرڈ ہے۔ جہاں وہ جرائم پیشہ ہیں وہاں بھی صرف چھوٹی موٹی چوریاں کرتے اور کبھی کبھار ہی تشدد پر اترتے ہیں۔ ان کا صرف ایک دہائی حصہ بطور سکھ درج ہوا' لیکن شاید ہی کوئی مسلمان ہوگا۔ وہ سور اور چھپکلی سمیت تمام جنگلی جانور کھاتے ہیں۔ ان میں سے بیشتر تو مردار بھی کھا لیں گے۔ لیکن کہتے ہیں کہ عام برہمن ان کی شادی کے مواقع پر رسومات ادا کرتا ہے' اس لئے انہیں اچھوت قرار دینا مشکل ہے۔ اکثر چور طبقات کے مانند وہ دیوی پوجا کرتے اور اس پر بھینٹ کئے جانے والے بکروں اور بھینسوں کے خون سے اپنے ماتھے پر نشان لگاتے ہیں۔ وہ گائے کا احترام کرتے' چوٹی رکھتے' چتا جلاتے اور راکھ گنگا میں بہاتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ قبیلے کا جرائم پیشہ حصہ معاوضہ وصول کرکے دیگر ذاتوں کے افراد کو اپنی برادری میں شامل کرلیتا ہے۔ ان کی اپنی ایک زبان ہے' جو بچوں اور عورتوں کے ساتھ ساتھ مرد بھی بولتے

ہیں۔ ان کی تین شاخیں بتائی گئی ہیں : اپنا سلسلہ جے پور میں بداوڑ سے ملانے والے بیداوتی جو مردار نہیں کھاتے، چھوٹی چوریوں سے احتراز کرتے لیکن متشددانہ جرائم میں خوش ہوتے، گائیں یا بیل نہیں چراتے اور باقیوں پر برتری رکھتے ہیں۔ جنگلی یا کال کمالیا (4) اکثر سکھ ریاستوں، فیروز پور اور سرسا کے جنگل دیس میں ملے اور ان کی عورتیں کالے کمبل (کملی) اوڑھتی ہیں۔ کاپڑیا، جن کی تعداد دہلیٰ کے نواح میں سب سے زیادہ اور بدنام جرائم پیشہ قبیلہ ہیں۔ یہ تینوں شاخیں باہم ازدواج کرتی اور نہ ہی اکٹھا کھاتی ہیں۔ کال کمالیا واحد شاخ ہے جن کا پیشہ ابھی تک شکار کرنا ہے، دیگر شاخیں اس پیشے کو بنظر تحقیر دیکھتی ہیں۔ کاپڑیا زیادہ تر سیلانی ہیں، جبکہ بیداوتی عموماً مستقل مساکن میں رہتے ہیں۔

اہیری اور تھوری (ذات نمبر 91 اور 100)

جہاں تک پنجاب کے میدانی علاقوں کا تعلق ہے تو ان دو علیحدہ اعداد و شمار کا تعلق ایک ہی ذات سے ہونا یقینی لگتا ہے اور انہیں اکٹھا ہی لینا چاہئے۔ پہاڑی علاقوں میں سامان تجارت جانوروں پہ لاد کر لے جانے والے افراد تھوری کہلاتے ہیں۔ اور یہ امکان غالب ہے کہ پہاڑی علاقوں کے لئے اندراج کردہ تھوری اس پیشے سے وابستہ افراد ہی ہوں کیونکہ راجپوتانہ کے اہیری کا شملہ کی پہاڑیوں میں ملنا بعید از امکان ہے۔ ذات سے قطع نظر اس لفظ کا اطلاق ہر اس شخص پر ہوتا ہے جو لدو جانوروں پر سامان لے کر جاتا ہے۔ تب تھوریوں کا تعلق بنجاروں کے ساتھ لگتا ہے۔ ٹاڈ نے انہیں راجپوتانہ ریگستان میں حمال بتایا، اور تھوریوں و بنجاروں دونوں کے سردار نائک کہلاتے ہیں۔ یہ نکتہ مزید جانچ پڑتال کا متقاضی ہے۔ تھوری کا بنجاروں کے پست طبقہ سے وابستہ یا ان جیسا ہی ہونا قطعی ناممکن نہیں، جبکہ اہیری حقیقی شکاری ہیں۔ لیکن پنجاب کے میدانوں میں دونوں الفاظ بلاتفریق استعمال ہوتے نظر آتے ہیں اور فی الحال میں انہیں مترادف خیال کروں گا۔ مسٹر ولسن کے مطابق اہیری کو وقار کی اصطلاح اور تھوری کو تحقیر کی اصطلاح میں "نائک" کہا جاتا ہے۔

اہیری یا ہیری یا تھوری موروثی شکاری اور چڑی مار ہیں۔ سر ہنری ایلیٹ کہتے ہیں کہ وہ دھانکوں سے بنے ہیں، تاہم وہ دھانکوں کی طرح نعشیں نہیں کھاتے۔ ان کا نام "گوالے" یعنی ہیر کے حوالے سے لگتا ہے، جس کا مطلب "مویشیوں کا ریوڑ" ہے۔ ان کی عادات

سیلانی ہیں لیکن اکثر وہ ایسے گاؤں میں آباد ہو گئے جہاں انہیں کام میسر آیا۔ وہ پاک و ناپاک ہر قسم کے جنگلی جانور پکڑتے اور کھاتے' نرسل اور گھاس میں کام کرتے ہیں۔ ان مشاغل کے علاوہ وہ کھیتوں میں کام کرتے اور خصوصاً کٹائی کے وقت گروہوں کی صورت میں کٹائی کا کام ڈھونڈنے نکلتے ہیں۔ اس کے علاوہ وہ لکڑی اور گھاس کاٹنے اور عام مزدوروں کی حیثیت میں شاہراہوں پر مٹی کے اور دیگر کام بھی کرتے ہیں۔ سرسا میں وہ اکثر کاشتکاری کرتے ہیں' جبکہ کرنال میں عموماً" قلمی شورہ تیار کرتے ہیں۔ راجپوتانہ میں انہیں گھر سے باہر کے کاموں اور حتیٰ کہ بطور مغنی بھی ملازم رکھا جاتا ہے۔ ان کا گھر راجپوتانہ ہے' بالخصوص جودھ پور اور بیکانیر کی پریریز۔ پنجاب کے اندر وہ صرف دہلی و حصار ڈویژنوں' جنڈ اور پٹیالہ میں پائے گئے۔ شکل و شباہت اور قد و بت میں اوپر بیان کردہ باوریوں جیسے ہیں لیکن ان کا اپنا کوئی مخصوص لسانی لہجہ نہیں۔ سکھ ریاستوں سے چند ایک کا اندراج بطور سکھ ہوا' لیکن باقی ماندہ ہندو ہیں۔ انہیں اچھوت خیال کیا جاتا ہے اور گاؤں کی خندق سے پرے ہی رکھا جاتا ہے۔ وہ گدھے نہیں رکھتے اور نہ ہی بڑا گوشت یا مردار کھاتے ہیں۔ وہ عام دیہاتی دیویوں کی پوجا کرتے ہیں' لیکن خصوصاً" جودھ پور میں کوہمند کے باباجی اور جودھ پور میں کھیتر پال کی۔ ان کی شادی وغیرہ جیسی تقریبات میں چھروا برہمن رسومات ادا کرتا ہے۔ وہ اپنے مردوں کو جلا کر راکھ گنگا میں بہا دیتے ہیں۔ مسٹر کرسٹی کہتے ہیں: "ایک ہندو کے لئے جو کچھ بڑا گوشت اور مسلمان کے لئے سور کا گوشت ہے' اہیری کے لئے وہی کچھ گھوڑے کا گوشت ہے۔" ان میں راجپوت ناموں والے قبیلے ہیں جو سب آپس میں شادیاں کرتے ہیں۔ کچھ علاقوں میں انہیں عادی چور بتایا گیا' لیکن یہ ان کا عمومی کردار نہیں۔

سانسی (ذات نمبر72)

سانسی (سانہسی) کی سب سے زیادہ تعداد لدھیانہ' کرنال' اور گوجرات میں ہے۔ وہ اپنا سلسلہ نسب مارواڑ اور اجمیر میں ملاتے ہیں جہاں ان کی تعداد کافی زیادہ ہے۔ وہ بالخصوص ایک سیلانی قبیلہ ہیں۔ ایک جگہ پر زیادہ عرصہ کے لئے کبھی نہیں یا شاذ ہی آباد ہوتے ہیں۔ وہ زبردست شکاری اور تمام قسم کے جنگلی جانور پکڑتے اور کھاتے ہیں' (پاک و ناپاک دونوں طرح کے) وہ مردار خور بھی ہیں۔ سانسی بکریاں' بھیڑیں' سور اور گدھے پالتے اور گھاس'

پیال اور نرسل کا کام کرتے اور بھیک مانگتے ہیں۔ ان کی عورتیں عام طور پر گاتی' ناچتی اور جسم فروشی کرتی ہیں۔ وسطی پنجاب کے جٹ قبائل کے ساتھ ان کے کچھ انوکھے رشتے ہیں۔ بیشتر موروثی ماہرین انساب یا گویئے ہیں' اور حتیٰ کہ راجپوتانہ میں بھی وہ خود کو عموماً "بھرت" یعنی بھاٹ کہتے ہیں۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ وہ فیروز پور کے ڈوگروں' ہوشیار پور و جالندھر کے راجپوتوں اور آنند پور کے سوڈھیوں کے ماہرین انساب کے طور پر کام کرتے ہیں۔ تقریباً 11 فیصد کا اندراج بطور مسلمان اور چند ایک کا ہی بطور سکھ ہوا۔ باقی سب ہندو ہیں' لیکن یقیناً اچھوت۔ وہ اپنا سلسلہ نسب بھرت پور کے ایک سانس مل سے جوڑتے ہیں جس کی وہ ابھی تک بطور گور و تعظیم کرتے' اور ملنگ شاہ نام کے تحت اس کے سرپرست بزرگ کی پوجا کرتے ہوئے بتائے گئے۔ ان کی تقریب شادی کا ایک مخصوص انداز ہے۔ جب شادی کی رسومات ادا کی جارہی ہوں تو دولہن کو ایک ٹوکری سے ڈھانپ دیا جاتا ہے جس پر دولہا بیٹھتا ہے۔ وہ دو بڑے قبائل کالکا اور مالکا میں تقسیم ہیں جو باہم ازدواج نہیں کرتے۔ ان کا ایک مخصوص لہجہ ہے اور عورتیں خصوصاً بدکار ہیں۔

پنجاب میں سانسی سب سے زیادہ جرائم پیشہ طبقہ ہیں۔ جدول نمبر 34 سے یہ نظر آتا ہے کہ ایکٹ کے تحت ان کو نو اضلاع سے رجسٹرڈ کیا گیا۔ پھر بھی ساری کی ساری ذات چھوٹی موٹی چوریوں کے لئے زیر شبہ ہے۔ وہ کسی بھی طرح ہر صورت میں پیشہ ور چور نہیں۔ دی پنجاب گورنمنٹ نے 1881ء میں لکھا: "مختلف علاقوں میں ان کی عادات بہت زیادہ بدل جاتی ہیں۔ ایک پشت قبل لاہور میں انہیں جرائم پیشہ طبقہ نہیں سمجھا جاتا تھا۔ لاہور میں انہوں نے زمیندار جٹوں کے شجرۂ نسب رکھے اور زرعی مزدوروں کے طور پر کام کیا۔ دوسری طرف وہ گورداسپور میں بدترین جرائم پیشہ وروں کی بدنامی کے حامل ہیں۔" جہاں وہ پیشہ ور مجرم ہیں وہاں پر وثوق اور بے دھڑک ہیں' اور نقب زنی و ڈاکہ زنی کرتے ہیں۔ تاہم ان کے گروہ شاذونادر ہی بہت بڑے ہیں۔ بتایا جاتا ہے کہ چور پیشہ سانسی دھیدوں اور منگوں کے سوا معاوضہ لے کر کسی بھی ذات کے شخص کو اپنی برادری میں شامل کر لیتے ہیں اور یوں شامل کیا جانے والا شخص عملاً سانسی بن جاتا ہے۔

پکھی وارا (ذات نمبر117)

پکھی واروں کو اکثر و بیشتر سانسیوں کی ایک شاخ کہا جاتا ہے' جن کے ساتھ وہ کئی لحاظ

سے مشابہہ ہیں' البتہ یہ کافی مشکوک ہے۔ ان کا نام لفظ پکھی سے بنا' جس کا مطلب پرندہ اور تنکوں کی جھونپڑی بھی ہے۔ دونوں مطلب موزوں بیٹھتے ہیں کیونکہ پکھی وارے شکاری و چڑی مار ہونے کے علاوہ تنکوں کی جھونپڑیوں میں رہتے ہیں۔ وہ مرکزی طور پر امرتسر ڈویژن' گوجرات اور ملتان میں ملے' لیکن بالخصوص سیالکوٹ میں۔ وہ سب مسلمان ہیں لیکن نعشیں کھاتے اور اسی سبب سے اچھوت ہیں۔ وہ موروثی پیشے میں پرندوں کے شکاری اور چڑی مار ہیں' لیکن لگتا ہے کہ انہوں نے گلیوں میں صدا لگا کر ترکاری فروخت کرنے کا کام اپنا لیا ہے' اور کچھ علاقوں میں لفظ پکھی وارا کافی حد تک "کنجڑا" یعنی سبزی والا کا مترادف ہے۔ وہ بہت زیادہ جرائم پیشہ قبیلہ ہیں۔ اور سیالکوٹ میں انہیں اسی طور رجسٹرڈ کیا گیا۔ (دیکھئے جدول نمبر 34) اور حکومت نے انہیں چھوٹے دیہات میں آباد کر کے کاشت کے لئے اراضی دی۔ یوں بسائے جانے والے افراد کو چھوڑ کر پکھی وارے اپنی عادات میں لازماً سیلانی ہیں۔

جھبیل (ذات نمبر 107)

جھبیل کو عام طور پر جھبیل کہا جاتا ہے۔ اس کا نام جھیل یا جھل (5) کے لئے پنجابی کے لفظ "جھمب" سے ماخوذ ہے۔ (6) مسٹر اوبرائن نے اپنی "فرہنگ" میں جھبیل کے بارے میں لکھا کہ وہ ایک "مچھیروں کا قبیلہ ہے جو اصل میں سندھ سے آئے اور ابھی تک آپس میں خالص سندھی بولتے ہیں۔ انہیں جام کے لقب سے مخاطب کیا جاتا ہے' جو "پرنس" کے لئے سندھی زبان کا مترادف لفظ ہے۔ وہ مسلمان ہیں اور کیہلوں اور دیگر مچھیرے قبائل کی طرح کچھوے اور مگرمچھ نہ کھانے کی وجہ سے انہیں راسخ العقیدہ سمجھا جاتا ہے۔" (7) اس کا تعلق ملتان کے نواح سے ہے جہاں وہ سیلانی عادات والی ایک خالصتاً مچھیروں اور شکاریوں کی ذات ہیں۔ لیکن وہ ستلج کے اوپر فیروز پور اور لاہور تک ملے۔ وہ دریا کے بالائی حصوں میں خصوصاً بطور ملاح کام کرتے ہیں' تاہم وہ اب بھی مچھلیاں پکڑتے اور بہت بڑے شکاری ہیں۔ درحقیقت مسٹر ولسن کہتے ہیں کہ سرسا کے تمام ملاح جھبیل ہیں اور یہ امکان ہے کہ اس ضلع میں اور شاید کہیں اور بھی متعدد جھبیلوں نے اپنا اندراج ملاح کے طور پر کرایا ہو۔

جدول نمبر 34 - اضلاع میں کریمنل ٹرائبز ایکٹ کے تحت رجسٹرڈ طبقات

	1				2			
	مینا				بلوچی			
	مرد		عورتیں		مرد		عورتیں	
	بالغ	بچے	بالغ	بچے	بالغ	بچے	بالغ	بچے
گڑگاؤں	301	133	298	8	-	-	-	-
کرنال	-	-	-	-	70	-	52	-
انبالہ	-	-	-	-	408	-	-	-
لدھیانہ	-	-	-	-	-	-	-	-
فیروزپور	-	-	-	-	-	-	-	-
جالندھر	-	-	-	-	-	-	-	-
ہوشیارپور	-	-	-	-	-	-	-	-

	1				2			
	مینا				بلوچی			
	مرد		عورتیں		مرد		عورتیں	
	بالغ	بچے	بالغ	بچے	بالغ	بچے	بالغ	بچے
گورداسپور	.	.	.	.	.	.	.	.
لاہور	.	.	.	.	.	.	.	.
سیالکوٹ	.	.	.	.	.	.	.	.
گوجرانوالہ	.	.	.	.	.	.	.	.
راولپنڈی	.	.	.	.	.	.	.	.
گوجرات	.	.	.	.	.	.	.	.
کل	301	133	296	8	478	.	52	.

اضلاع میں کریمنل ٹرائبز ایکٹ کے تحت رجسٹرڈ طبقات

	3				4			
	باوریا				ہارنی			
	مرد		عورتیں		مرد		عورتیں	
	بالغ	بچے	بالغ	بچے	بالغ	بچے	بالغ	بچے
گڑگاؤں	-	-	-	-	-	-	-	-
کرنال	-	-	-	-	-	-	-	-
انبالہ	-	-	-	-	-	-	-	-
لدھیانہ	270	20	256	2	1048	153	910	148
فیروزپور	893	71	-	-	-	-	-	-
جالندھر	-	-	-	-	38	-	41	-
ہوشیارپور	-	-	-	-	199	-	194	-

↓

	3				4			
	باوریا				بارنی			
	مرد		عورتیں		مرد		عورتیں	
	بالغ	بچے	بالغ	بچے	بالغ	بچے	بالغ	بچے
گورداسپور	.	.	.	.	.	.	.	.
لاہور	.	.	.	.	.	.	.	.
سیالکوٹ	.	.	.	.	.	.	.	.
گوجرانوالہ	.	.	.	.	.	.	.	.
راولپنڈی	.	.	.	.	.	.	.	.
گوجرات	.	.	.	.	.	.	.	.
کل	1063	91	256	2	1285	153	1145	148

اضلاع میں کریمنل ٹرائبز ایکٹ کے تحت رجسٹرڈ طبقات

	5				6	
	سانسی				پکھی وارا	
	مرد		عورتیں		مرد	
	بالغ	بچے	بالغ	بچے	بالغ	بچے
گڑگاؤں	-	-	-	-	-	-
کرنال	459	-	343	-	-	-
انبالہ	-	-	-	-	-	-
لدھیانہ	390	55	310	68	-	-
فیروزپور	-	-	-	-	-	-
جالندھر	-	247	-	232	-	-
ہوشیارپور	92	-	82	-	-	-

	5				6	
	سانسی				پکھی وارا	
	مرد		عورتیں		مرد	
	بالغ	بچے	بالغ	بچے	بالغ	بچے
گورداسپور	752	-	644	-	-	-
لاہور	539	362	487	-	-	-
سیالکوٹ	711	-	538	-	587	-
گوجرانوالہ	1283	-	1030	-	-	-
راولپنڈی	-	-	-	-	-	-
گوجرات	294	209	257	179	1	4
کل	4767	626	3923	247	538	4

اضلاع میں کریمنل ٹرائیبز ایکٹ کے تحت رجسٹرڈ طبقات

	6		7			
	پکھی وارا		گورمنگ			
	عورتیں		مرد		عورتیں	
	بالغ	بچے	بالغ	بچے	بالغ	بچے
گڑگاؤں	.	.	.	.	.	.
کرنال	.	.	.	.	.	.
انبالہ	.	.	.	.	.	.
لدھیانہ	.	.	.	.	.	.
فیروزپور	.	.	.	.	.	.
جالندھر	.	.	.	.	.	.
ہوشیارپور	.	.	.	.	.	.

↓

	6		7			
	پکھی وارا		گورمنگ			
	عورتیں		مرد		عورتیں	
	بالغ	بچے	بالغ	بچے	بالغ	بچے
گورداسپور	-	-	-	-	-	-
لاہور	-	-	-	-	-	-
سیالکوٹ	426	-	-	-	-	-
گوجرانوالہ	-	-	-	-	-	-
راولپنڈی	-	-	23	-	20	-
گوجرات	1	1	-	-	-	-
کل	427	1	23	-	20	-

ہوشیار پور، گورداسپور اور کپور تھلہ میں جھیلوں کی چھوٹی چھوٹی آبادیاں ہیں، جو مچھیرے، غوطہ خور اور کنواں کھودنے والے ہیں، اور کبھی کبھار چھوٹی موٹی اراضی کے مالک بھی۔ وہ ملاح کے پیشے کو حقیر جانتے ہیں اور ستلج کے جھیلوں کے ساتھ باہم ازدواج نہیں کریں گے۔ اس لفظ کے تحت گورداسپور میں کسی بھی ذات کے ایسے افراد شامل بتائے جاتے ہیں جو دلدلی زمینوں یا گلابہ میں کام کر کے روزی کماتے ہیں، لیکن مجھے اس بیان کی صحت پر شک ہے۔

کیہل یا مور (ذات نمبر161)

کیہل اور مور باہم مشابہت کے حامل نظر آتے ہیں اس لئے میں نے ان کی تعداد کو یک جا کر دیا۔ یہ زیریں ستلج، چناب اور سندھ کے کناروں پر ملنے والا ایک سیلانی مچھیرا قبیلہ ہیں۔ ان سے متعلق مسٹر اوبرائن اپنی "فرہنگ" میں رقمطراز ہیں:

"وہ اسلام کے پیروکار لیکن مگرمچھ، کچھوے، سمندری کچھوے کھاتے ہیں۔ وہ اس کی توجیہ میں امام شافعی کا ایک قول پیش کرتے ہیں۔ (7) ان کا نام شیر کے لئے سندھی زبان کے لفظ "کیہار" سے نکلا، لیکن سنسکرت کا "کیوادا" یعنی مچھیرا زیادہ ممکن اشتقاق ہے۔"(6)

اور اپنی سیٹلمنٹ رپورٹ میں انہوں نے لکھا:

"کیہلوں اور موروں کا ایک ہی قبیلہ بتایا جاتا ہے۔ ضلع کے شمال میں وہ مور کہلاتے، مگرمچھ اور کچھوے کھاتے ہیں اور کوئی بھی مسلمان ان سے ناطہ نہیں جوڑتا۔ جنوب میں وہ یہ جانور نہیں کھاتے اور اچھے مسلمان خیال کئے جاتے ہیں۔ کیہل اور مور مچھلیاں پکڑ کر گزارہ کرتے ہیں۔ لیکن ان میں سے کچھ اور اس کے علاوہ کچھ جھیلوں نے بھی زراعت کا پیشہ اختیار کر لیا ہے، اور "سموکا" کی کاشت کرتے پائے جاتے ہیں۔ "سموکا" وہ اناج ہے جو دریا اتر جانے پر رہ جانے والی کیچڑ میں بویا جاتا ہے۔ یہ قبائل دریا کے قریبی

دیہات میں الگ الگ رہتے اور "میں" کی نسبت سے "میانی" (ایک مچھیرا) کہلاتے ہیں۔ ڈپٹی کمشنر آفس میں موجود ایک بہت پرانی رپورٹ کہتی ہے کہ یہ تینوں قبائل آدم خور ہیں۔ لیکن جدید مشاہدات اس بات کی توثیق نہیں کرتے۔"

کیہل رینگنے والے جانور پکڑتے اور کھاتے بھی ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ مگرمچھ بہت دور سے ہی مور کی بو پا کر بھاگ جاتا ہے۔ اس قبیلے کے ساتھ جن افسروں کا واسطہ پڑا انہوں نے مجھے بتایا کہ وہ اس بیان پر کافی حد تک یقین کرتے ہیں' کیونکہ وہ یہی کرتے ہیں۔ جدولوں میں درج کردہ 1251 کیہلوں میں سے 300 نے خود کو مور اور 861 نے کیہل بتایا۔

گاگڑا (ذات نمبر133)

گاگڑا ایک چھوٹی سی ذات ہے۔ وہ زیادہ تر مسلمان ہیں اور خصوصاً" وسطی اضلاع میں ملے۔ وہ ادھر ادھر گھومتے پھرتے ہوئے چھوٹے موٹے جانور پکڑتے اور کھاتے ہیں' لیکن ان کا موروثی پیشہ جونکیں پکڑنا' پالنا اور لگانا ہے۔ اسی وجہ سے انہیں اکثر "جوکیرا" بھی کہا جاتا ہے۔ وہ عموماً" گھاس اور پیال میں کام کرتے اور چٹائیاں بھی بناتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ کچھ علاقوں میں لدو جانوروں اور ایسے ہی دیگر مقاصد کے لئے استعمال ہونے والے تھیلوں کی تقریباً ساری موٹی بوریاں وہی بناتے ہیں۔ مسلمان گاگڑے نکاح کرتے ہیں۔ وہ شادی کے موقعہ پر ایک قسم کی تقریبات ادا کرتے نظر آتے ہیں' اور کہا جاتا ہے کہ وہ ایسے مواقع پر فیس وصول کرتے ہیں۔ یہ بھی بتایا گیا کہ وہ چوہڑوں کے گورو بالا شاہ کی پوجا کرتے ہیں۔

مینا (ذات نمبر166)

کم از کم پنجاب میں مینا بلاتغیر جرائم پیشہ ہے۔ تاہم اپنے گھرالور اور جے پور میں صورتحال ایسی نہیں لگتی۔ جے پور ریاست کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ "دراصل چھوٹی چھوٹی مینا ریاستوں سے مل کر بنی اور اب کچھواہا راجپوتوں کی سرداری کے ماتحت ہیں۔" گو گاؤں میں درحقیقت وہ زمین کاشت کرتے ہیں۔ لیکن یہ بات اس کے پیشہ ور چور ہونے کی راہ میں حائل نہیں ہوئی۔ اس ذات کی تفصیل بیان کرنے کے لئے میجر پاؤلیٹ کے "

"گز-ٹیر آف الور" میں سے ایک اقتباس پیش کرتا ہوں:

"اس وقت جے پور سردار کے ماتحت علاقہ کے کافی بڑے حصہ پر قبل ازیں مینوں کی حکومت تھی۔ انہیں اب بھی ایک اچھی سماجی حیثیت حاصل ہے، کیونکہ راجپوت ان کے ہاتھوں سے لے کر کھا پی لیتے ہیں، اور جے پور ریاست میں وہ سب سے زیادہ قابل اعتماد محافظ ہیں۔ مینوں کے دو طبقات ہیں۔ ایک "زمینداری" اور دوسرا "چوکیداری"۔ اول الذکر زبردست کاشتکار اور اچھے مہذب لوگ ہیں۔ کرولی کی آبادی کا ایک بڑا حصہ ان پر مشتمل اور جے پور میں ان کی کافی تعداد ہے۔

"اگرچہ چوکیداری مینوں کا تعلق بھی اسی قبیلہ سے ہے جس سے زمینداری مینوں کا، لیکن وہ اس سے الگ ہیں۔ وہ خود کو پیشہ ور سپاہی اور زراعتی برادری سے کچھ برتر خیال کرتے ہیں، جس سے وہ بیویاں تو لے لیتے ہیں لیکن اپنی لڑکیاں انہیں نہیں دیتے۔ متعدد چوکیداری مینوں نے زراعت کا پیشہ اپنا لیا اور مجھے یقین ہے کہ اس طرح کچھ حد تک اپنی ذات سے محروم ہوگئے۔ یہ چوکیداری مینے مشہور غارت گر ہیں۔ وہ ایک منتخب سردار کی قیادت میں جنوب کی طرف حیدر آباد دکن تک جتھوں کی صورت میں سفر کرتے اور وہاں پر بے دھڑک ہو کر ڈاکہ زنی کرتے ہیں۔ یہ وہ مرکزی طبقہ ہیں جس کے خلاف "ٹھگی اینڈ ڈکیتی سپریشن ڈیپارٹمنٹ" کو خصوصی اقدام کرنا پڑا ہے۔ اپنے دیہات میں وہ عموماً سخی ہیں، کیونکہ کامیاب لوٹ مار نے انہیں امیر و کبیر بنا دیا۔ آس پاس کے غریبوں کا ان سے بہت فائدہ ہوتا ہے اور اس "فائدہ" کے نتیجے میں وہ مشہور ہوگئے۔ لیکن جن میں دور دراز کی مہمات کے لئے ہمت و حوصلہ نہیں وہ اپنے گھروں کے نزدیک ہی چوری اور ڈاکہ زنی کرتے ہیں۔ وہ کثیر تعداد میں ہیں اور انہیں بہت بڑی مصیبت خیال کیا جاتا ہے۔ کچھ

گاؤں انہیں اس بات کے لئے خاصا معاوضہ دیتے ہیں کہ وہ وہاں پر لوٹ مار کرنے کی بجائے ان کی حفاظت کریں۔ وہ بطور ڈاکو اس قدر بدنام ہیں کہ الور کے آخری سردار بنی سنگھ کو ڈر تھا کہ کہیں وہ اپنی زراعتی برادری کی عادات بھی نہ خراب کر لیں۔ لہٰذا انہیں دور رکھنے کی خواہش میں اس نے مہذب طبقہ کے ارکان کو ان کے ساتھ شادی بیاہ کرنے اور حتیٰ کہ ساتھ بیٹھنے یا تمباکو نوشی کرنے سے بھی منع کر دیا۔

"اپریل 1863ء میں الور کے پولیٹیکل ایجنٹ میجر امپے (Impey) نے چوکیداری مینوں کی نگرانی کرنے کے احکامات جاری کئے' اور میجر کیڈل (Cadell) کی ہدایت پر ان کی فہرست تیار کی گئی' مخصوص عرصہ بعد گاؤں میں حاضری لگوانے کا طریقہ نافذ کیا گیا اور سرٹیفکیٹ کے بغیر گاؤں چھوڑنے پر سزا مقرر کی گئی۔ تاہم عمومی لحاظ سے بات کرتے ہوئے مجھے یہ یقین نہیں کہ مینے چوکیداری اور زمینداری حصوں میں تقسیم ہیں یا ان دونوں طبقات کے درمیان کوئی واضح اور قطعی خط امتیاز موجود ہے۔ مجھے یقین ہے کہ ان میں ایک درمیانہ طبقہ بھی ہے' کیونکہ دونوں کو علیحدہ رکھنے کے لئے مہاراجہ بنی سنگھ کی کوششیں زیادہ بار آور ثابت نہ ہوئی تھیں۔

"مینوں کے 32 قبیلے بتائے گئے۔ ڈکائی سپریشن ڈیپارٹمنٹ نے جن 59 مینوں کو پکڑا تھا ان میں حبیب قبیلے کے 17' گلوٹ کے 9' سیرا کے 8 اور جروال و باگڑی کے پانچ پانچ رکن پائے گئے۔ مجھے یقین ہے کہ سوسال پہلے انتہائی طاقتور قبیلہ تھا' جو اجمیر پر قابض تھا۔"

ہمارے مجرم طبقات میں مینے سب سے زیادہ بے خوف ہیں۔ جہاں تک پنجاب کا تعلق ہے تو ان کا مرکزی مقام ضلع گڑگاؤں سے ملحق لیکن تمام اطراف سے راجپوتانہ علاقہ میں گھرا ہوا شاہ جہاں پور نامی گاؤں ہے۔ کچھ عرصہ پہلے تک ہماری پولیس کا انہوں نے

مقابلہ کیا اور حتیٰ کہ مسلح قوت کے ساتھ مدافعت بھی کی۔ ان کی مہم جوئی بہت وسیع پیمانے پر ہے اور اگر ضرورت پڑے تو وہ ہمیشہ تشدد استعمال کرنے پر آمادہ رہتے ہیں۔ مارواڑ میں وہ چھوٹے تیر کمانوں سے مسلح ہیں جو انتہائی مہلک ثابت ہوئے۔ وہ 12 سے 20 آدمیوں کے جتھے کی صورت میں طویل سفر کرتے اور دکن تک دور جاکر ڈاکہ زنی و لوٹ مار کرتے ہیں۔ جتھے عموماً دیوالی تہوار کے فوراً بعد روانہ ہوتے اور اکثر سارا سال غیر حاضر رہتے ہیں۔ راجپوتانہ اور دکن میں موجود ان کے کارندے انہیں اطلاعات فراہم کرتے اور مارواڑ کی حمال ذاتوں کے ساتھ گٹھ جوڑ کئے ہوئے ہیں۔ کسی کامیاب مہم کے بعد وہ لوٹ کے مال کا ایک دہائی حصہ کالی دیوی کے مندر پر نذر کرتے ہیں۔ مجرمانہ مینے تقریباً 65 میل لمبے اور 40 میل چوڑے خطے پر آباد بتائے جاتے ہیں' جو جے پور کے شمال میں شاہ پورہ سے چالیس میل سے لے کر روہتک کی سرحد پر گراوڑا تک ہے۔ سب سے زیادہ قابل ذکر دیہات کوئی تلی' بھیروڑ اور شاہ جہاں ہیں' جن میں سے ہر ایک 500 ڈاکوؤں پر مشتمل ہے۔ ان کا راجپوت نسل ہونے کا دعویٰ غالباً صحت مند بنیادیں رکھتا ہے۔ تاہم' کہا جاتا ہے کہ وہ ایک راجپوت کے ناجائز بیٹے کی اولاد ہیں' اور عورتوں کی ضرب الامثال میں جب کوئی عورت دوسری کو ناجائز اختلاط کا طعنہ دینا چاہے تو اسے "مینا دینا" کہتی ہے۔ (9) وہ بیوہ کی شادی نہیں کرتے۔ ان کی اپنی بولی ہے' یا اس کی بجائے شاید محاوراتی الفاظ اور جملوں کا ایک ایسا مجموعہ جو مجرمانہ طبقات میں عام ہیں۔ مینے پنجاب میں ایک طرح سے گڑگاؤں اور پٹیالہ و نابھہ ریاستوں کے نواحی علاقوں تک ہی محدود ہیں۔ وہ تقریباً سبھی ہندو ہیں اور چوکیداری شاخ اور کلوٹ قبیلے سے تعلق رکھتے ہیں۔ (مزید دیکھئے' "میو" کے ضمن میں)۔

ہارنی / ہرنی (ذات نمبر 159)

یہ بھی صوبہ کی انتہائی مجرمانہ ذاتوں میں سے ایک ہیں' اور جیساکہ جدول نمبر 34 میں آپ کو نظر آئے گا کہ کرمنل ٹرائبز ایکٹ کے تحت ان کی ایک بہت بڑی تعداد رجسٹرڈ ہے' سانسی کے بعد سب سے زیادہ۔ وہ لدھیانہ سے سیالکوٹ تک پہاڑیوں کے دامن میں واقع اضلاع میں پائے گئے اور فیروز پور و فرید کوٹ میں بھی۔ کہتے ہیں کہ وہ قحط کے خوف میں بھٹنر سے بھاگے ہوئے راجپوت ہیں' جنہیں رائے آف رائے کوٹ نے لدھیانہ میں

چوری چکاری اور دشمنوں کو پریشان کرنے کے لئے ملازم رکھا۔ انہیں راجپوتانہ کے ریگستان سے آنے والے بھیل اور گونڈ بھی بتایا جاتا ہے۔ ان کے خاص جرائم نقب زنی اور شاہراہوں پر لوٹ مار کرنا ہیں' اسی لئے وہ جتھوں کی صورت میں اکثر لدو بیلوں کے ساتھ حمالوں کے بھیس میں سفر کرتے ہیں۔ ان کی عورتیں بھی پھیری لگانے کے بہانے ادھر ادھر گھوم پھر کر جاسوسی اور معلومات حاصل کرتی ہیں۔ سب کا اندراج بطور مسلمان ہوا۔

بلوچی (ذات نمبر18)

سرحد کے بلوچ کو پیچھے زیر بحث لایا گیا ہے' لیکن بلوچی نام کا ایک چھوٹا سا جرائم پیشہ قبیلہ بھی موجود ہے' جس پر ہم یہاں غور کریں گے۔ انبالہ اور کرنال میں اگر وہ مرکزی طور پر نہیں تو چیدہ چیدہ طور پر موجود نظر آتے ہیں۔ انبالہ میں 1000 اور کرنال میں 150 نفوس کی تعداد کے ساتھ وہ سرسوتی کے کناروں پر پیہوآ سے نیچے کی جانب آباد ہیں اور اس کے نواح میں چاچڑا یا گھنے ڈھاک جنگل میں بھرے پڑے ہیں۔ مسٹر سٹون لکھتے ہیں: "موسم برسات کے دوران سارا علاقہ کئی ماہ تک غیر آباد رہتا ہے۔ گاؤں کی سڑکیں بہہ جاتی ہیں' خود رو گھاس انہیں نظروں سے اوجھل کر دیتی ہے اور گھنے جنگلوں کے اندر کسی بھی طرف سے کچھ نظر نہیں آتا۔ کوئی اجنبی محض رہنما کی مدد کے بغیر اس قسم کی بھول بھلیوں میں سے گزر کر بلوچ گاؤں تک نہیں پہنچ سکتا۔ مسافروں کے لئے واحد میسر راستہ تھانیسر اور پیہوآ کے درمیان کی ایک نسبتاً" اونچی سڑک ہے' اس سڑک کو چھوڑتے ہی وہ گم ہو جاتا ہے۔ کسی جرائم پیشہ قبیلے کے لئے اس سے زیادہ موزوں ٹھکانہ تصور کرنا مشکل ہے۔" ایک طرح سے وہ حقیقی بلوچ نسل ہیں اور اب بھی اپنے قبائلی نام مثلاً رند' لاشاری' جتوئی اور کورائی وغیرہ بتاتے ہیں' لیکن اپنی عادات میں وہ زمیندار بلوچ اور شتربان بلوچ دونوں سے بہت مختلف ہیں۔ جدول نمبر 34 میں پیشہ ور مجرموں کی تعداد دکھائی گئی ہے۔ انہیں گہری رنگت والے' اکھڑ شخصیت کے مالک اور الگ تھلگ جگہ پر رہنے والے بیان کیا جاتا ہے۔ اور مسروقہ زیورات وغیرہ جیسی دیگر جائیداد سے مالا مال ہونے کے علاوہ کوئی اور ایسی بات نہیں جو انہیں خاکروب ذات سے الگ کرتی ہو۔ وہ کہتے ہیں کہ ان کے آباؤ اجداد کبھی ضلع لاہور میں قصور سے پرے آباد تھے (قصور شہر اور اس کے ارد گرد آج بھی بلوچوں کی ایک

بڑی تعداد آباد ہے شہر میں ان کے بڑے بڑے کاروبار ہیں۔ پکے گھر بنا کے رہتے ہیں ان کو دیگر پنجابیوں سے الگ کرنا مشکل ہے' مترجم) جہاں سے انہیں لوٹ مار کرنے کی عادات کے سبب نکال دیا گیا۔ مرد اب بھی اونٹ پالتے اور ظاہری پیشے کے طور پر تھوڑی بہت زمین کاشت کرتے ہیں۔ لیکن سال کے بیشتر حصہ میں وہ اپنی سختی سے خانہ نشین عورتوں کو وہیں چھوڑ کر فقیروں کے روپ میں یا بھیڑ خریدنے کے لئے تلاش کرنے والے قصابوں کے طور پر ادھر ادھر پھرتے اور دور دراز علاقوں تک لوٹ مار کرتے ہیں' یقیناً انڈیا کے بھی حصوں میں۔ پنجاب گورنمنٹ ہوم پروسیڈنگز نمبر 16' مورخہ 16 مارچ 1877ء میں مسٹر سٹون کی رپورٹ میں مزید دلچسپ معلومات ملیں گی۔

بنگالی

لفظ بنگالی کا استعمال بنگال کے باشندے اور بالخصوص ہمارے دفاتر کے بنگالی بابوؤں کے لئے ہوتا ہے۔ ہمارے جدولوں میں ذات نمبر 168 کے تحت دیئے گئے اعداد و شمار بدیہی طور پر انہی افراد کے حوالہ سے ہیں اور وہ ذات کی صحیح تعداد نہیں۔ پنجاب کے بنگالی مختلف ذاتوں کے ہیں' تاہم مجھے یقین ہے کہ عموماً" برہمن یا کاتھ ہی ہیں' لیکن پنجاب کے اندر بنگالی جیسا ایک علیحدہ مجرمانہ قبیلہ ہے۔ اس کے بارے میں بتایا جاتا ہے کہ انہوں نے ہوشیار پور سے کانگڑہ میں ہجرت کی' اور اسی ضلع میں مرکزی طور پر پائے گئے۔ وہ کرمنل ٹرائبز ایکٹ کے تحت رجسٹرڈ نہیں۔ ہمارے مردم شماری جدولوں کے ان افراد میں سے کسی کی ذات بھی بطور بنگالی درج نہیں۔ اور چونکہ کہیں کہیں انہیں ایک سانسی قبیلہ کہا جاتا ہے اور کیونکہ کچھ اضلاع میں لفظ بنگالی کا استعمال بنگالی کنجروں اور دیگر اضلاع میں تمام سپادھوں کے لئے ہوتا ہے اس لئے یہ امکان غالب ہے کہ کانگڑہ کے بنگالی کوئی علیحدہ ذات نہیں ہوں گے۔ مسٹر کرسٹی لکھتے ہیں: "بنگالیوں کو جوگیوں کے ساتھ شمار کیا جانا بہت ممکن ہے۔ وہ بنگال سے آنے والے مہاجروں کا ایک سیلانی قبیلہ ہیں' جو کتے' گدھے پالتے اور سانپوں کا مظاہرہ کرتے' تمام قسم کے چھوٹے موٹے جانور کھاتے اور اپنا ایک مخصوص لہجہ رکھتے ہیں۔ ان کی عورتیں گاتی ناچتی اور جسم فروشی کرتی ہیں۔ عام مفہوم میں وہ جرائم پیشہ نہیں لیکن انہیں بچوں کو اغواکرکے ہندو مہنتوں کے ہاتھ بیچنے کی لت ہے۔ یہ نام عموماً"

مسلمان تماشہ گروں کے لئے بھی استعمال کیا جاتا ہے۔"

دیگر جرائم پیشہ قبائل

ناگو

کرنال اور گنگا جمنا اپر دو آب کے ناگو تسلیم شدہ برہمن ہیں۔ اور انہوں نے خود کو اسی طور درج کرایا ہوگا۔ (10) ناگو کا استعمال محض کسی ذات کے ایسے حصے کی طرف اشارہ کرنے کے لئے استعمال کیا جاتا ہے جو جیب کاٹنا اور چھوٹی موٹی چوریاں کرتا ہے۔ وہ صرف دن میں چوری کرتے اور اپنی عورتوں کو گھر میں بند رکھتے ہیں۔ وہ جانیو یا مقدس دھاگا پہنتے ہیں۔ انہیں کچھ ہی عرصہ پہلے کرمنل ٹرائیبز ایکٹ میں شامل قرار دیا گیا۔ ان کو انہی علاقوں کے ایک برہمنی پرامن زراعتی قبیلہ ناگا سے علیحدہ سمجھنا چاہئے۔ کہا جاتا ہے کہ صحیح نام "دہ ناگو" ہے لیکن عام طور پر ناگو ہی مستعمل ہے۔

گورمنگ

یہ جرائم پیشہ افراد کا ایک غیر اہم طبقہ ہیں جو ضلع راولپنڈی میں پایا گیا جہاں ان میں سے چند بطور مجرم رجسٹرڈ ہیں۔ وہ ہمارے اندراجات میں نظر نہیں آئے اور نہ ہی میں یہ بتا سکتاہوں کہ انہوں نے اپنا اندراج کس ذات کے تحت کروایا۔

کنجر (ذات نمبر 135)

انہیں آگے بیان کیا گیا ہے۔ وہ خصوصاً دہلی کے گردونواح میں اکثر و بیشتر جرائم پیشہ نظر آتے ہیں۔

ڈومنا اور چوہڑا (ذات نمبر 41 اور 42)

ان دونوں کو بھی آگے تفصیلاً بیان کیا گیا ہے۔ بہت سے ڈومنے جموں کی پہاڑیوں اور ان کے عین نیچے میدانی علاقوں میں پیشہ ور چور ہیں۔ جرائم پیشہ چوہڑوں کے دو الگ الگ

طبقے نظر آتے ہیں' ایک دہلی علاقہ والے اور دوسرے مغربی دامن کوہ اضلاع کے۔ دونوں اپنے اپنے مخصوص اور الگ ارگوت استعمال کرتے ہیں۔

راول (ذات نمبر 80)

انہیں پیچھے بیان کیا جا چکا ہے۔ اور یہ اکثر پیشہ ور مجرم ہیں۔ درحقیقت یہ بات ہر پست ذات کے بارے میں کہی جا سکتی ہے اور اس کے ساتھ ساتھ خانہ بدوش طبقات کے حوالے سے بھی' جن پر ہم اب بات کریں گے۔

خانہ بدوش قبائل

یہ ان سے بمشکل ہی الگ ہیں جنہیں میں نے آوارہ گرد اور جرائم پیشہ قبائل قرار دیا ہے۔ وہ بھی سیلانی اور اچھوت اور گھاس' پیال وغیرہ میں کام کرنے والے موروثی مزدور ہیں۔ لیکن ایک بہتر فرق قائم کرنے کے لئے میں نے ان قبائل کی گروہ بندی بطور خانہ بدوش کی ہے جو کسی بھی طرح تماشا دکھاتے' کرتب دکھاتے یا رسے پر چلتے' ریچھ اور بندر وغیرہ لئے پھرتے ہیں۔ خانہ بدوش اور یقیناً تمام سیلانی قبائل پر قبیلوی مجلسیں مقتدر ہیں اور اکثر کڑی آزمائش کا مطالبہ کرتی ہیں۔ آزمائش کی ایک عمومی صورت یہ ہے کہ ملزم اپنے ہاتھ میں ایک لاٹھی لے کر پانی کے جوہڑ میں کھڑا ہو جاتا ہے۔ اشارہ پاتے ہی وہ اپنا سر پانی کے اندر ڈال لیتا ہے' اور ایک آدمی (جو سچا اور ایماندار ہو) 70 قدم دور کے مقام تک دوڑنا شروع کر دیتا ہے۔ اگر اس کے واپس آنے کے 140 قدم پورے ہونے تک ملزم سر پانی کے اندر ہی رکھ سکے تو اسے بری کر دیا جاتا ہے۔ بصورت دیگر اسے مجلس کی دی ہوئی سزا قبول کرنا پڑے گی۔

نٹ اور بازیگر (ذات نمبر 98 اور 89)

نٹ پنجاب کا مثالی خانہ بدوش ہے۔ ممکن ہے نٹ اور بازیگر میں کوئی مناسب فرق موجود ہو لیکن عام بولی میں دونوں الفاظ ہم معنی ہیں' اور میں ان دونوں کی تعداد پر ایک

ساتھ ہی بات کروں گا۔ درحقیقت لاہور ڈویژن اور کچھ دیگر اضلاع میں ان دونوں کا اندراج علیحدہ علیحدہ نہیں۔ "بازیگر" فارسی لفظ ہے جس کا مطلب کسی بھی قسم کا تماشا دکھانے والا ہے۔ لیکن یہ صرف مداریوں اور کرتب بازوں کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ کچھ کہتے ہیں کہ بازیگر کرتب دکھاتا اور نٹ رسے پر چلتا ہے' جبکہ کچھ دیگر کے خیال میں بازیگر ایک مداری اور کرتب دکھانے والا جبکہ نٹ صرف کرتب دکھاتا ہے۔ ممکن ہے کہ اس پیشے کے اعلیٰ رتبے تک پہنچنے والے خود کو فارسی نام سے کہلواتے ہوں' لیکن پھر کچھ کا خیال ہے کہ نٹوں میں صرف مرد جبکہ بازیگروں میں مرد و عورت دونوں مظاہرہ کرتے ہیں۔ یہ موخرالذکر فرق کئی اضلاع میں بتایا گیا۔ بحیثیت مجموعی یہ شاید زیادہ ممکن ہو کہ نٹ ایک ذات ہے جس سے دونوں طبقات کا تعلق ہے' اور بازیگر صرف ایک پیشہ ورانہ اصطلاح ہے۔ دہلی و حصار ڈویژنوں میں بازیگر کے لئے لفظ "بادی" استعمال ہوتا ہے۔ یہ اصطلاح انبالہ کے علاوہ پنجاب کے دیگر حصوں میں بالکل نامعلوم ہے' اور میں نے بادی اور بازیگر دونوں کو اکٹھا شمار کیا۔

تو نٹ' جس کے ساتھ میں نے بازیگروں کو شامل کیا ہے' سیلانی عادات و اطوار والا ایک خانہ بدوش قبیلہ ہیں جو اپنے کنبوں کے ہمراہ ادھر ادھر گھومتے ہیں۔ وہ ایک وقت میں صرف کچھ دنوں یا ہفتوں کے لئے کسی بڑے گاؤں یا قصبوں کے نواح میں قیام کرتے ہیں اور رہنے کے لئے گھاس کے عارضی جھونپڑے بناتے ہیں۔ پست طبقہ کرتب دکھانے اور شعبدہ بازی کے علاوہ گھاس' پیال اور نرسل سے اشیاء بنا کر فروخت کرتا ہے۔ اور پنجاب کے وسط میں انہیں بطور میراثی بھی بتایا گیا' تاہم یہ بات مشکوک ہے۔ وہ اکثر تھوڑی بہت جراحی اور امراض کا علاج بھی کرتے ہیں' اور جادوگری کے شک سے بالاتر نہیں۔ ان کے دو مرکزی طبقات بتائے گئے' یا ایک وہ جن کے صرف مرد ہی کرتب دکھاتے ہیں اور دوسرے وہ جن کی عورتیں (جو کبوتری کہلاتی ہیں) بھی مظاہرہ اور جسم فروشی کرتی ہیں۔ ان کی تقریباً تین چوتھائی تعداد نے خود کو ہندو بتایا اور باقی نے زیادہ تر مسلمان ہیں۔ وہ عموماً "پھیرا" لگا کر شادی کرتے اور اپنے مردوں کی چتا جلاتے ہیں' لیکن درحقیقت اچھوت ہیں۔ وہ شکار کرنے کے لئے بہت سے کتے پالتے اور جنگلوں کے چھوٹے موٹے جانور کھاتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ وہ "دیوی"' سکھ خاکروبوں کے گرو' گورو تیغ بہادر جی اور ہنومان یا بندر دیوتا کی

جدول نمبر35 - اضلاع اور ریاستوں میں خانہ بدوش قبائل

ذات نمبر	98	89	164	135	167	177	121	158	150
	نٹ	بازیگر	پرنا	کنجر	بیسی	گری	قلندری	گندھیلہ	بدون
دہلی	266	1	-	591	-	-	147	-	-
گڑگاؤں	629	719	102	692	-	-	1806	-	-
کرنال	815	248	-	30	-	-	14	67	-
حصار	576	294	-	1	-	-	30	-	-
روہتک	106	318	13	-	-	-	-	-	-
سرسا	287	-	28	265	-	-	8	-	-
انبالہ	1990	489	-	114	-	-	6	343	9
لدھیانہ	161	935	-	-	-	-	2	-	121
جالندھر	112	254	-	-	-	-	9	113	339
ہوشیارپور	75	-	-	-	18	-	45	14	56
کانگڑہ	360	-	-	-	424	-	-	7	-
امرتسر	163	442	-	-	-	-	-	-	164
گورداسپور	8	160	83	-	-	-	-	-	91

سیالکوٹ	28	36	.	.	.	685	.	.	.
لاہور	.	1361	147	.	.	.	185	186	339
گوجرانوالہ	.	930	5	.	.	.	400	8	151
فیروزپور	.	1188	18	.	.	.	16	.	170
راولپنڈی	580	667	17	.	.	.	5	.	.
جہلم	281	238	8	.	.	. .	145	.	.
گوجرات	139	68	19	.	.	.	800	.	.
شاہ پور	320	594	1	.	.	.	16	.	.
ملتان	369	130	130	.	.	.	16	.	.
جھنگ	276	1	85	.	.	.	122	.	.
منٹگمری	398	2349	277	.	.	.	69	55	.
مظفرگڑھ	97	72	.	.	.	.	.	.	.
↓ برطانوی علاق	8190	11504	933	1694	442	685	3841	793	1440

اضلاع اور ریاستوں میں خانہ بدوش قبائل

ذات نمبر	98	89	164	135	167	177	121	158	150
	نٹ	بازیگر	پرنا	کنجر	سانسی	گری	قلندری	گند حیلہ	بدون
پٹیالہ	1052	1598	45	5	.	.	54	165	26
نابھا	57	296	15	.	.	.	.	.	.
کپورتھلہ	39	2	38	85	.	.	.	.	270
جند	183	152	.	.	.	.	.	.	.
فرید کوٹ	90	124	.	.	.	.	.	.	.
مالیر کوٹلہ	1	76	.	.	.	.	.	.	.
کالسیہ	85	53	.	.	.	.	.	18	.
کل مشرقی میدان	1548	2301	123	90	.	.	54	183	296
بہاولپور	1919	.	101	1041	.	.	.	472	.
کل پہاڑی ریاستیں	83	36	.	47	668	.	.	1	.
برطانوی علاقہ	8190	11504	933	1694	442	685	3841	793	1440
دیسی ریاستیں	3550	2337	224	1178	668	.	54	656	296
صوبہ	11740	13841	1157	2872	1110	685	3895	1449	1736

خصوصی تعظیم کرتے ہیں۔ ہنومان کی تعظیم کرنے کی وجہ بندروں کی کرتبانہ صلاحیت ہے۔ وہ بالعموم اپنا سلسلہ نسب مارواڑ میں جوڑتے ہیں اور صوبہ بھر میں پائے گئے' ماسوائے سرحد کے جہاں وہ بالکل نامعلوم ہیں۔ بہاولپور میں نٹ اور منٹگمری میں بازیگر کے طور پر درج کی گئی بہت بڑی تعداد حیران کن ہے۔ یورپ کے خانہ بدوش قبائل کی طرح ان کے مختلف قبائل پر راجہ اور رانی (بادشاہ اور ملکہ) حکومت کرتے ہیں۔ بتایا گیا کہ مسلمان نٹ اپنی کنواری عورتوں سے جسم فروشی کرواتے ہیں لیکن شادی شدہ سے نہیں (11) اور جب نٹ عورت شادی کرتی ہے تو اس کی جسم فروشی سے ہونے والے فائدے کی تلافی کے طور پر بچہ دادی کو دیا جاتا ہے' یا اسے تیس روپے ادا کر کے واپس لیا جاسکتا ہے۔ لیکن یہ روایت نٹوں کی بجائے شاید پرنوں کی ہے (پرنا کے ضمن میں دیکھیں)۔ ایک دوسرا اور زیادہ ممکن بیان یہ ہے کہ پہلی شادی شدہ بیوی قبیلے کی ہوتی ہے اور اسے خانہ نشین رکھا جاتا ہے' اس کے بعد مسلمان نٹ (جو عموماً" قصبوں میں پایا گیا) اتنی عورتوں سے شادی کرتا ہے جتنی کہ وہ سیلانی قبائل سے خرید کر یا کسی اور طرح سے حاصل کر سکے' اور ان سے پیشہ کراتا ہے۔

پرنا (ذات نمبر164)

پرنے بھی خانہ بدوشوں کا ایک سیلانی قبیلہ ہیں' نٹوں یا بازیگروں کے ساتھ بہت حد تک مشابہہ۔ لیکن کہا جاتا ہے کہ ان کے درمیان ایک بہت بڑا فرق یہ ہے کہ پرنے عادتاً" اور مبینہ طور پر اپنی عورتوں سے پیشہ کراتے ہیں' جبکہ نٹ ایسا نہیں کرتے۔ (12) پرنا عورتیں مداری اور کرتب دکھانے والی بتائی گئی ہیں' اور عموماً" اپنے گلے میں ایک تلوار یا چاقو ڈال کر بازیگری کرتی ہیں۔ ظاہر ہے کہ مرد مظاہرہ نہیں کرتے بلکہ محض عورتوں کا رقص پیش کرنے کے لئے ڈھول پیٹتے ہیں۔ ممکن ہے یہ لفظ بازیگر کی طرح ہی ایک پیشے کے نام سے زیادہ حیثیت نہ رکھتا ہو کیونکہ کچھ پرنوں کی ذات چوہڑا بتائی جاتی ہے۔ وہ تقریباً" سبھی مسلمان ہیں اور نکاح کے تحت شادی کرتے ہیں۔ ان کے دو بڑے طبقے بتائے جاتے ہیں' "بارہ تالی" اور "تیرہ تالی"۔ یہ دونوں نام موسیقی کی اس تال کی نسبت سے ہیں جس پر وہ رقص کرتے ہیں۔ تالی کا مطلب تال والا ہے' یعنی بارہ اور تیرہ تال والے۔ اگر واقعی ایسا ہے تو تیرہ تال والی موسیقی سننا حیران کن ہوگا۔ سرحدی اضلاع کے علاوہ وہ

اغلباً" سارے صوبہ میں ملے، لیکن لاہور ڈویژن کے اندر انہیں بازیگروں میں شامل کیا گیا، اور شاید کہیں اور بھی یہی کچھ واقع ہو، تاہم میرے کاغذات سے ایسا نظر نہیں آتا۔

کنجر (ذات نمبر 135)

میں نے ان کی تعداد کے ساتھ بیجا بے تکلفی برتی، جو میرے خیال میں میری اطلاعات کے مطابق قابل توجیہہ ہے۔ دہلی علاقہ کے کنجر (یا جیسا کہ انبالہ ڈویژن میں انہیں "جلاد" کہا جاتا نظر آتا ہے) کافی حد تک پرنا جیسے سیلانی قبیلہ ہیں، اور علاقہ کے اس حصہ میں کسی دلال یا رنڈی کو کنچن یا ایسے ہی کسی دوسرے نام سے پکارا جاتا ہے، کنجر سے نہیں۔ باقی کے پنجاب میں کنچن لفظ مستعمل نہیں۔ کنجروں کے واضح سیلانی قبائل نہیں ملے، اور کسی دلال یا رنڈی کے لئے کنجر عام لفظ ہے۔ چنانچہ مجھے دہلی، حصار و انبالہ ڈویژنوں میں کنچن اور کنجر (بشمول جلاد) کا اندراج علیحدہ علیحدہ ملا اور باقی صوبہ کے لئے صرف کنجر کا۔ اب رنڈیاں صوبہ بھر میں ملتی ہیں۔ لہٰذا میں نے اوپر بتائے گئے تین علیحدہ کنچنوں کو صوبہ کے باقی کنجروں کے ساتھ کنچن کے تحت ہی شمار کیا اور صرف دہلی علاقہ کے کنجروں کو زیر بحث عنوان میں رکھا۔ تقریباً سبھی کنچن مسلمان ہیں، جبکہ سرسا کو چھوڑ کر باقی تمام علاقوں کے کنجر سب ہندو ہیں۔ اور ممکن ہے کہ سرسا کے لئے دکھائے گئے مسلمان کنجروں کو بھی بطور کنچن دکھا دیا گیا ہو اور یہ کہ بطور کنچن دکھائے گئے ہندو درحقیقت کنجر ہوں۔

دہلی علاقہ کے کنجر ایک سیلانی قبیلہ ہیں جو علاقہ میں گھوم پھر کر گیدڑ اور رینگنے والے جانور وغیرہ پکڑتے اور کھاتے، گھاس کے رسے اور دیگر اشیاء بنا کر بیچتے اور پھوڑے پھنسیوں و دیگر بیماریوں کا علاج کرتے ہیں۔ وہ خصوصاً" جولاہوں کے استعمال کرنے والے گھاس کے برش (کوچیاں) بناتے ہیں۔ (13) کہتے ہیں کہ وہ اپنی لڑکیوں کو دو حصوں میں تقسیم کرتے ہیں، ایک وہ جن کے ساتھ شادی کرتے ہیں اور ان سے جسم فروشی نہیں کراتے، اور دوسری وہ جنہیں جسم فروشی کے مقاصد کے تحت رکھتے ہیں۔ انبالہ کے جلاد ایک کنجر خاندان کی اولاد بتائے جاتے ہیں جو گردن زنی کے لئے دہلی دربار سے وابستہ تھے۔ ان کا کام کوڑے لگانا، ہاتھ پاؤں کاٹنا اور گردن مارنا تھا اور انہیں جلاد کہا جاتا تھا۔ یہ لفظ "جلد" سے بنا ہے۔ کنجروں کی حیثیت نٹ سے اعلیٰ لگتی ہے، تاہم وہ لازماً" اچھوت ہیں۔ وہ

ماتا کی پوجا کرتے ہیں' جس کو کالی مائی بھی کہتے ہیں' لیکن یہ نظر نہیں آتا کہ یہ کالی دیوی کے حوالے سے ہے یا سیتلا (ماتا یعنی چیچک کی دیوی جس کا مندر لاہور میں موچی دروازے کے قریب تھا۔ مترجم) کے حوالے سے۔ اول الذکر کے حوالہ سے ہونا قرین قیاس ہے۔ وہ گگا پیر کی تعظیم بھی کرتے ہیں۔ پنجاب میں دہلی اس قبیلہ کا صدر مقام بتایا جاتا ہے۔ لیکن لفظ کنجر بہت ناشائستہ معنوں میں مستعمل لگتا ہے۔ یہ بات کسی بھی طرح قطعی نہیں ہے کہ یہ کنجر محض باوریا قبیلہ ہی نہ ہوں۔ اور یہ عین ممکن ہے کہ پنجابی کے لفظ کنجر کی نسبت سے ان کا یہ نام اس وجہ سے پڑ گیا ہو کہ وہ اپنی بیٹیوں کی دلالی کرنے کے عادی ہیں۔ لفظ کنجر اور بنگالی کا استعمال اکثر مترادف معنوں میں ہوتا نظر آتا ہے۔ 1866ء کے "سلیکٹڈ کیسز آف دی پنجاب پولیس" نمبر X میں کنجروں سے متعلق اہم معلومات ملتی ہیں۔ اس پمفلٹ میں انہیں باوریا کہا گیا۔ اگر میں کنجروں کو نٹ اور پرنا کی بجائے باوریا کے ساتھ رکھتا تو زیادہ بہتر ہوتا۔

ہیسی (ذات نمبر167)

سپتی کے بدھسٹوں کے درمیان ہیسی بھی لوہار کے اشتراک میں واحد تسلیم شدہ ذاتیں ہونے کا امتیاز رکھتے ہیں۔ اس معاشرت کے دیگر طبقات اکٹھے کھاتے پیتے اور باہم ازدواج کرتے' لیکن ان دونوں کو سماجی میل ملاپ سے خارج رکھتے ہیں۔ سپتی کے ہیسوں کو "بیدا" بھی کہا جاتا ہے' دونوں نام ایک ہی افراد کے لئے ہیں۔ تاہم وہ اپنا اندراج اس ذات کے طور پر کراتے ہوئے نہیں ملے' کیونکہ ہمارے تمام ہیسی ہندو ہیں' جبکہ سپتی کے تمام افراد نے خود کو بدھسٹ بتایا۔

ہیسی بالائی کوہ ہمالیہ کے سیلانی گویئے ہیں۔ "یہ لوگ بانسریاں اور نقارے بجاتے اور دف پر گاتے بجاتے ہیں۔ وہ (لاہول اور سپتی میں) واحد طبقہ ہیں جن کی زیر ملکیت زمینیں ہیں۔ "بیدا کے پاس زمین اور کتے پر کوئی بار نہیں ہوتا" اسے "اٹھارہویں ذات" یا پھنکل ذات یعنی فالتو کہا جاتا ہے' اس لئے کوئی بھی شخص ہیسی کے ہاتھ سے لے کر کچھ کھاتا نہیں۔ تاہم اس نے بھی کسی کو خود سے کمتر رکھا ہوا ہے' کیونکہ وہ کسی لوہار یا ناتھ (کوہلو کے جوگی کے برابر) کے ہاتھ سے نہیں کھائے گا۔ بالعموم تو وہ گداگر ہے' لیکن کبھی کبھی

چھوٹی موٹی تجارت کرلیتا ہے' اور کسی کاروباری معاملے کو "ہیسی کا سودا" کہنے سے مراد "کمینہ اور بے حقیقت" ہے۔ کبھی کبھار ہیسی کو ہینسی بھی بولا جاتا ہے۔ یہ کانگڑہ' منڈی اور سکیت میں پائے گئے۔

گری (ذات نمبر177)

گریوں (Garris) کا اندراج صرف سیالکوٹ سے ہوا۔ وہ عطائیوں اور سیلانی اداکاروں کی ایک ذات بتائے جاتے ہیں۔ وہ بیشتر ہندو ہیں جن کا صدر مقام جموں میں ہے' لیکن بجوات یا جموں پہاڑیوں کے نیچے والے میدان میں بھی پائے جاتے ہیں۔

قلندری (ذات نمبر121)

قلندری الف لیلہ کا قلندر ہے۔ وہ صحیح طور پر ایک مقدس مسلمان مرتاض ہے جس نے دنیا تیاگ دی اور سر منہ مونڈ کر آوارہ پھرتا ہے۔ لیکن پنجاب میں یہ لفظ بالعموم کسی بندر والے کے لئے استعمال ہوتا ہے' اور میں نے اسے فقیروں کی بجائے یہاں شمار کیا۔ مجھے یقین ہے کہ ان میں سے کچھ مذہبی کردار کا ڈھونگ کرتے ہیں' لیکن ان کا دکھاوے کا پیشہ ریچھ' بندر اور دوسرے کرتب دکھانے والے جانور لے کر پھرنا ہے' اور کہتے ہیں کہ وہ کنجروں کی طرح اعلیٰ معیار کے پائپ باؤل (حقے کی ٹوپیاں) بناتے ہیں۔ گڑگاؤں سے علاوہ ان کی بہت کم تعداد کا اندراج ہوا۔ گڑگاؤں میں ان کی تعداد حیرت انگیز طور پر 1806 ہے۔ (14) لیکن ممکن ہے ان میں سے متعدد افراد نے خود کو "فقیر" بتایا ہو۔ ذیلی تقسیم کے تفصیلی جدولوں کی اشاعت سے موضوع پر قابل قدر روشنی پڑے گی۔

بدون (ذات نمبر150)

یہ ایک مسلمان خانہ بدوش قبیلہ ہیں' جس کا اندراج وسطی پنجاب بالخصوص ستلج و بیاس کی بالائی وادیوں سے کیا گیا۔ کیسلوں کی طرح وہ بھی حضرت امام شافعیؒ کے پیروکار ہیں' اور ان کی تعلیمات کے حوالہ سے اپنی مگرمچھ' کچھوے اور مینڈک کھانے کی عادات کی توجیہہ پیش کرتے ہیں۔ دوسرے مسلمان انہیں اچھوت خیال کرتے ہیں۔ وہ پیال میں کام کرتے' حقے کی ٹوپیاں بناتے اور ان کی عورتیں سینگی کے ذریعہ خون نکالتی ہیں۔ (15) کمیں

کہیں انہیں بھی ریچھ لے کر بطور حمال سفر و سیاحت کرتے ہوئے بتایا گیا۔ ان کے تین قبیلے ہیں: والے، دھرا اور بلارے۔ وہ عربی النسل ہونے کے دعویدار ہیں۔

گند هیله (ذات نمبر158)

گند هیلے ایک پست سیلانی قبیلہ ہیں، جن کے بارے میں ایلیٹ نے کہا ہے کہ وہ "باوریوں سے چند درجات زیادہ قابل عزت ہیں۔" تاہم، میرے خیال میں پنجاب کے اندر ان کی حیثیت برعکس ہے۔ وہ برہنہ سر پیر پھرتے، بھیک مانگتے، گھاس اور پیال میں کام کرتے، بٹیر پکڑتے، چاقو اور تلواریں صاف کر کے تیز کرتے، لکڑی کاٹتے اور عام طور پر فالتو نوعیت کے کام کرتے ہیں۔ وہ کچھوے اور چھوٹے موٹے جانور کھاتے، گدھے پالتے اور حتیٰ کہ چھوٹی موٹی تجارت بھی کر لیتے ہیں۔ بتایا جاتا ہے کہ کچھ علاقوں میں وہ ریچھ کا تماشا دکھاتے ہیں، لیکن مجھے اس پر شک ہے۔ ایک ایسی سلطنت کے حوالے سے مجھے صوبہ کے دور دراز علاقوں سے قبیلہ کی عجیب و غریب روایات سے مطلع کیا گیا جس کا کبھی یہ قبیلہ مالک تھا، اور جسے یہ دریائے سندھ سے پرے بتاتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ جب تک انہیں اپنی املاک واپس نہیں مل جاتیں اس وقت تک انہوں نے جوتے یا پگڑیاں نہ پہننے کا عہد کر رکھا ہے۔

خاکروب ذاتیں

آگے دیا گیا جدول نمبر36 اس طبقہ کی تقسیم دکھاتا ہے۔ جس میں میں نے چوہڑے، دھانک اور کھٹیک کو شامل کیا۔ یہ طبقہ بلحاظ تعداد و معیشت صوبہ کے اہم ترین طبقات میں سے ایک ہے، کیونکہ چوہڑوں کی تعداد سے زیادہ تعداد صرف جٹوں، راجپوتوں اور برہمنوں کی ہے، جبکہ پنجاب کے زرعی مزدوروں میں انہیں ایک کافی نمایاں مقام حاصل ہے۔ لیکن سماجی اعتبار سے وہ پست طبقہ میں بھی پست ترین ہیں، حتیٰ کہ شاید سیلانی سانسی اور خانہ بدوش نٹ سے بھی زیادہ پست۔ البتہ قبیلے کی کچھ شاخیں ایک دو قدم اوپر بڑھ گئی

جدول نمبر 36 - خاکروب ذاتیں

ذات نمبر	تعداد			تناسب آبادی کا فی ہزار			کل
	4	43	87	4	43	87	
	چوہڑہ	دھانک	کھتیک	چوہڑہ	دھانک	کھتیک	
دہلی	26067	6700	1867	40	11	3	54
گڑگاؤں	17783	5693	1398	28	9	2	39
کرنال	31288	3369	1093	50	5	2	57
حصار	12126	13529	950	24	27	2	53
روہتک	19901	18692	832	36	34	2	72
سرسا	16051	1491	1100	83	6	4	73
انبالہ	41755	44	1200	39	-	1	40
لدھیانہ	18525	-	196	30	-	-	30
شملہ	1845	-	2	43	-	-	43
جالندھر	31849	16	697	40	-	1	41
ہوشیارپور	17287	-	570	19	-	1	20
کانگڑہ	896	1	131	1	-	-	1
امرتسر	107011	-	-	120	-	-	120

گورداسپور	56985	-	-	69	-	-	69
سیالکوٹ	78980	-	93	78	-	-	78
لاہور	99025	43	242	107	-	-	107
گوجرانوالہ	57911	-	93	94	-	-	94
فیروزپور	68905	144	389	106	-	1	107
راولپنڈی	22046	8	263	27	-	-	27
جہلم	25027	4	52	42	-	-	42
گوجرات	38231	-	444	55	-	1	56
شاہ پور	28297	-	6	67	-	-	67
ملتان	29489	31	18	53	-	-	53
جھنگ	20944	-	2	53	-	-	53
منٹگمری	28857	-	8	68	-	-	68
مظفرگڑھ	11312	-	114	33	-	-	33
ڈیرہ اسماعیل خان	9041	2	-	20	-	-	20
ڈیرہ غازی خان	4633	16	6	13	-	-	13
بنوں	5940	8	1	18	-	-	18
پشاور	7653	79	22	13	-	-	13
ہزارہ	2279	-	48	6	-	-	6
کوہاٹ	1221	2	3	7	-	-	7
برطانوی علاقہ	939572	49876	11845	50	3	1	54
پٹیالہ	66183	5548	1245	45	4	1	50

خاکروب ذاتیں

ذات نمبر	تعداد			تناسب آبادی کا فی ہزار			کل
	4	43	87	4	43	87	
	چوہڑہ	دھانک	کھتیک	چوہڑہ	دھانک	کھتیک	
نابھا	10429	1378	148	40	5	1	46
کپور تھلہ	16334	-	61	65	-	.	65
جنڈ	7006	7090	315	29	28	1	58
فریدکوٹ	13369	42	-	138	-	.	138
مالیر کوٹلہ	1465	-	80	21	-	1	22
کالسیہ	3008	-	117	44	-	2	46
کل مشرقی میدان	118667	16165	2120	47	6	1	54
بہاولپور	18604	-	182	32	-	.	32
کل پہاڑی ریاستیں	1896	18	34	2	-		2
برطانوی علاقہ	939572	49876	11845	50	3	1	54
مقامی ریاستیں	139167	16183	2336	36	4	1	41
صوبہ	1078739	66059	14181	48	3	1	52

ہیں۔ غلاظت اٹھانا' گلیوں اور گھروں میں جھاڑو دینا' کوڑا کرکٹ اٹھا کر کھیتوں میں بطور کھاد ڈالنا ان کا آبائی پیشہ ہے' اور شہر و گاؤں کے گھروں میں جہاں عورتیں سختی سے خانہ نشین ہیں' وہاں سے فضلہ اٹھانا بھی۔ تمام طبقات میں صرف وہی پلید جانور' سور اور مرغیاں پالتے اور صرف وہ اور چمڑا میں کام کرنے والے ہی کسی بیماری سے یا قدرتی موت مرنے والے جانوروں کا گوشت کھاتے ہیں۔ سیلانیوں اور خانہ بدوشوں کے مانند وہ بھی گھاس اور نرسل میں کام کرنے والے موروثی مزدور ہیں' جس سے وہ چھاجیں اور زراعت میں استعمال ہونے والی دیگر اشیاء تیار کرتے ہیں۔ اپنے جیسے دیگر افراد کی طرح وہ گیدڑ' چھپکلیاں' کچھوے اور سور کھاتے ہیں۔ ان میں سے متعدد نے خاکروبی ترک کرکے چمڑے کا کام اور حتیٰ کہ کپڑا بننا شروع کر دیا ہے۔ ایسا کرنے پر وہ سماجی درجہ میں ایک یا دو قدم اوپر اٹھ گئے' کیونکہ موخرالذکر صورت میں وہ چمڑے میں کام کرنے والوں سے بھی آگے نکل گئے' لیکن پیشے کی اس تبدیلی کا بھرپور فائدہ اٹھانے کے لئے انہیں مردار کھانے کی عادت چھوڑنا ضروری تھی۔ ان کی زراعتی کارکردگی پر آگے بات کی جائے گی۔ ممکن ہے کہ وہ لازماً" قدیم نسل کے ہی ہوں' لیکن ایک شبہ یہ بھی ہے کہ قدیم مرکزے نے دیگر واسطوں سے اضافے وصول کئے' یعنی ان سے جو پیشوں کی درجہ بندی میں مرحلہ بہ مرحلہ پست ہوگئے یا کسی اور وجہ سے پست ترین سطح تک پہنچا دیئے گئے۔ طبقے کی تقسیم پر ہر تین ذاتوں کے ضمن میں غور کیا جائے گا۔ پہاڑیوں میں ان کی جگہ (گھریلو) خدمت گاروں نے لے لی جن کے متعلق ان علاقوں کے خدمت گاروں کے ضمن میں الگ سے بات کی جائے گی۔

چوہڑا (ذات نمبر4)

چوہڑا یا ہندوستان کا بھنگی (16) پنجاب کے جھاڑو کش یا خاکروب جیسا ہے۔ پہاڑیوں کے علاوہ وہ صوبہ بھر میں ملے۔ پہاڑیوں میں اس کی جگہ دوسری ذاتوں نے لے لی ہے جن کا تذکرہ آگے آئے گا۔ وہ سرحد پر نسبتاً" شاذونادر ہی ملتا ہے۔ میرا یقین ہے کہ سرحد میں وہ مرکزی طور پر قصبات تک ہی محدود ہے۔ لاہور و امرتسر ڈویژنوں اور فرید کوٹ میں ان کی تعداد سب سے زیادہ ہے جہاں وہ بہت سی کھیت مزدوری کرتے ہیں۔ لہٰذا کھیت مزدوری کے حوالہ سے یہاں اسے وہی حیثیت حاصل ہے جو صوبہ کے مشرق میں چمار کو۔ تاہم' جدول

نمبر 9 میں سرحد کے لئے دی گئی تعداد کو اس میں جمع کرنا چاہئے جو خود کو بطور جٹ بتانے والے چوہڑوں اور کثانوں کو ظاہر کرتی ہے۔ وہ خاص دیہی خدمت گاروں میں سے ایک ہے جو پیداوار میں حصہ وصول کرتا اور مخصوص فرائض سرانجام دیتا ہے۔ صوبہ کے مشرق میں وہ گھروں اور گاؤں میں جھاڑو دیتا' گاؤں کا گوبر اکٹھا کرکے اپلے تھاپتا' کھاد ڈالتا' مویشی پالنے میں مدد کرتا اور انہیں ایک گاؤں سے دوسرے میں لے کر جاتا ہے۔ کسی عزیز یا دوست کو وفات کی خبر اس کے ذریعے بھیجی جاتی ہے اور وہ گاؤں کا عام قاصد (لیہبر' بلائی' بلاہر' دورا) ہے۔ وہ چھاج بھی بناتا ہے' اور چھکڑوں وغیرہ کو ڈھانپنے کے لئے سرکی یا گھاس کے چھپر بھی۔ صوبہ کے وسط میں وہ ہل جوتنے اور سخت کھیت مزدوری کے علاوہ دیگر کام بھی کرتا ہے۔ وہ ایسے مردہ جانوروں کا حقدار ہے جن کا کھر دو شاخہ نہ ہو۔ پھٹے ہوئے سم والے جانور چمار کے ہوتے ہیں۔ لیکن اس کے پیشوں میں مذہب کے ساتھ کچھ تبدیلی واقع ہوئی اور یہاں یہ دکھانا کافی موزوں ہوگا کہ میں نے اپنے جدولوں میں کن اندراجات کو چوہڑے کے تحت شمار کیا۔

ڈویژن	مذہبی	رنگریٹا	مصلی	کثانہ
دہلی	39	-	-	-
حصار	-	-	-	-
انبالہ	1761	245	-	-
جالندھر	1314	-14	70	-
امرتسر	3758	-	-	-
لاہور	3780	-	3109	-
راولپنڈی	1411	-	84539	-
ملتان	364	-	-	14297
ڈیرہ جات	-	-	-	6766
پشاور	305	-	-7171	-

مختلف نام مذہب کی تبدیلی کے علاوہ کچھ بھی ظاہر نہیں کرتے جس کے ساتھ کبھی کبھار پیشے میں بھی تبدیلی واقع ہو جاتی ہے۔ ذات کے جدول سے یہ نظر آتا ہے کہ ہندو چوہڑا

(یعنی وہ چوہڑا جو ذات کے اصل مذہب کا پیروکار ہے' اور جس کو ہم نے ہندو شمار کیا) پنجاب کے میدانی علاقوں کے سارے مشرقی نصف میں پایا گیا' لیکن لاہور کے مغرب میں راولپنڈی' ملتان اور پشاور کے بڑے شہروں کے علاوہ بمشکل ہی موجود ہے۔ صوبہ کے دورافتادہ علاقوں سے مجھے ایسی روایات موصول ہوئی ہیں جو اس بارے میں کچھ شک چھوڑ جاتی ہیں۔ چوہڑوں کے گروؤں میں سے ایک بالاشاہ بالمیک کا ہی دوسرا نام ہے جو ضلع کرنال کا ایک شکاری تھا اور جس نے ایک پاکیزہ رشی کے ہاتھ پر مذہب تبدیل کیا اور انجام کار رامائن لکھی۔ رشی نے کفارہ تجویز کرنا چاہا لیکن سوچا کہ اس قدر ناپاک شخص کو رام رام کہنے کا حق نہیں ہونا چاہئے۔ سو اس نے اسے "مرا مرا" کا جاپ (ورد) کرنے پر لگا دیا۔ "مرا مرا" کو تیزی سے بولا جائے تو "رام رام" ہی لگتا ہے۔ ان کا ایک اور گورو لال بیگ ہے اور وہ اب بھی اپنے پروہتوں کو لال گورو کہتے ہیں۔ وہ بالعموم "پھیرا" کے تحت شادی کرتے اور اپنے مردوں کا منہ نیچے کی طرف کرکے دفن کرتے ہیں۔ تاہم اکثر وہ اس حوالے سے ان دیہاتیوں کی روایت بھی اختیار کرلیتے ہیں جن کی وہ خدمت گاری کرتے ہیں۔

سکھ چوہڑا ----- مذہبی اور رنگریٹا

جدول میں تیسرے اور چوتھے اندراجات یعنی مذہبی اور رنگریٹا ایسے چوہڑے ہیں جو سکھ ہوگئے۔ یقیناً کوئی مذہبی اکثر و بیشتر اپنی ذات چوہڑا اور مذہب سکھ بتائے گا۔ اوپر دی گئی تعدادوں کا مقصد یہ دکھانا ہے کہ جنہیں میں نے چوہڑوں میں شمار کیا ہے انہوں نے خود کو کتنے ناموں کے تحت درج کروایا۔ سکھ چوہڑے تقریباً لاہور کے مشرق اور جنوب مشرق میں فوراً بعد آنے والے اضلاع اور ریاستوں تک ہی محدود ہیں جو سکھ مذہب کا مرکز ہیں۔ "مذہبی" کا مطلب سکھ مذہب قبول کر لینے والے خاکروب طبقہ کے رکن سے زیادہ کچھ نہیں۔ وہ پاہل لیتے' لمبے بال رکھتے اور تمباکو نوشی سے احتراز کرنے کے علاوہ فضلہ اٹھانے سے صریحاً انکار کر دیتے ہیں۔ تاہم' وہ چوہڑا ذات کے باقی تمام فرائض سرانجام دیتے ہیں۔ ان کا سب سے بڑا گورو تیغ بہادر جی ہیں' جن کا کٹا پھٹا بدن چوہڑے دہلی سے واپس لائے تھے اور اسی جان نثاری کے انعام میں انہیں مذہب میں شامل کرلیا گیا۔ (جہاں گرو صاحب کا

جسم آگ کی نظر کیا گیا وہاں گردوارہ رکاب گنج بنا ہوا ہے یہ مقام دہلی میں بھارتی پارلیمنٹ کے سامنے ہے۔ گرو کے بدن کو اٹھا کر لانے والے لبانے سکھ بتائے جاتے ہیں۔ جب کہ گرو جی کے سر کو قتل گاہ سے اٹھانے والا رنگریٹا سکھ تھا اس لئے گورو گوبند سنگھ نے اسے یہ کہہ کر سکھوں میں محترم کر دیا "رنگریٹا گرو کا بیٹا۔" مترجم) وہ اچھے سکھ ہیں' بہرحال جہاں تک مذہبی قاعدوں کا تعلق ہے تو موروثی غلاظت کا داغ ان کے ماتھے پر ہے' اور دیگر ذاتوں کے سکھ مذہبی تقاریب میں بھی ان کے ساتھ میل جول کرنے سے انکار کر دیتے ہیں۔ وہ اکثر لال بیگی یا ہندو چوہڑے کے ساتھ باہم ازدواج کرتے ہیں۔ وہ اچھے سپاہی ہیں اور ہماری کچھ رجمنٹیں مکمل طور پر مذہبیوں پر مشتمل ہیں۔ رنگریٹا مذہبی کا ہی ایک طبقہ ہیں جو واضح طور پر انبالہ' لدھیانہ و گردونواح میں ملے اور خود کو سماجی طور پر باقیوں سے برتر خیال کرتے ہیں۔ مجھے مطلع کیا گیا ہے کہ ان کی برتری کا ماخذ اس حقیقت میں پوشیدہ ہے کہ کبھی وہ شاہراہوں کے بدنام ڈاکو ہوا کرتے تھے۔ لیکن لگتا ہے رنگریٹوں نے بالعموم خاکروبی چھوڑ کر چمڑے کا کام شروع کر دیا ہے' اور یہی بات سماجی درجہ بندی میں ان کی بڑھوتری کا سبب ہے۔ پہاڑیوں میں رنگریٹا کا استعمال رنگریز کے طور پر بھی ہوتا ہے' یا پھر کھدر رنگنے اور ٹھپے لگانے والے کو بیان کرنے کے لئے بطور ہمسبا یا لیلاری۔ اور سرسا میں کسی بھی چوہڑے کو خوش کرنے کے لئے سکھ اسے اکثر رنگریٹا کہیں گے اور ایک محاورہ عام ہے:

"رنگریٹا' گورو کا بیٹا۔"

مسلمان چوہڑا ----- مصلی' کتانہ وغیرہ

لاہور کے مغرب میں تقریباً سبھی چوہڑے مسلمان ہیں اور انہیں بہت بالعموم مصلی یا کتانہ کہا جاتا ہے۔ دونوں اصطلاحات ایک لحاظ سے ہم معنی ہیں' لیکن کتانہ کا استعمال خاص طور پر جنوب مغرب اور مصلی کا شمال مغرب میں ہوتا ہے۔ سرسا میں مذہب تبدیل کرنے والے چوہڑے کو احترام کی اصطلاح میں "دین دار" کہا جاتا ہے' یا پھر کھوجا یعنی اپنے ختنوں کی ہجو بہ تلمیح میں ایک خواجہ سرا۔ یا جیسا کہ کبھی کبھی توجیہہ پیش کی جاتی ہے کہ کھوجا کا مطلب ایسا شخص ہے جس نے راہ نجات کھوج لی ہو۔ لیکن نظر آتا ہے کہ متعدد علاقوں میں مسلمان چوہڑا اس وقت تک چوہڑا ہی کہلاتا ہے جب تک وہ مردار کھاتا یا فضلہ صاف

کرتا رہتا ہے۔ یہ عادات ترک کرنے پر ہی اسے "مصلی" ہونے کا اعزاز دیا جاتا ہے۔ مصلی کو چوہڑے سے واضح طور پر اعلیٰ طبقہ سمجھا جاتا ہے۔ دوسری طرف سرحدی قصبات کا مصلی فضلہ صاف کرتا ہے۔ پشاور سرحد پر مصلی گورکن ہونے کے ساتھ ساتھ جھاڑوکش بھی ہے اور کہتے ہیں کہ کہیں کہیں وہ شاہی خیل کہلاتا ہے۔ تاہم' یہ موخرالذکر لقب زیادہ عمومی طور پر ان چوہڑوں کے لئے مستعمل لگتا ہے جو بالائی سندھ پر آباد ہوئے اور کتانوں کی طرح گھاس اور نرسل میں کام کرنے لگے۔

کتانے' یا جیسا کہ گاؤں میں اکثر اسے کرتانہ (17) بولا جاتا ہے' عموماً" ایسے مسلمان جھاڑوکش طبقہ کو دیا گیا نام ہے' جو زیریں دریائے سندھ کے کنارے آباد ہوئے' خاکروبی اور مردار خوری ترک کر دی اور رسے بنانے اور گھاس و نرسل میں کام کرنے کا پیشہ اختیار کرلیا' تاہم اس لفظ کا اطلاق کسی بھی مسلمان جھاڑو کش پر ہوتا ہے۔ حتیٰ کہ کچھ کرتانے اپنی مرضی سے زمین کاشت کرتے ہیں۔ جب کرتانے خاکروبی بالکل نہ چھوڑ دیں اس وقت تک دیگر مسلمان انہیں مذہبی مساوات میں شامل نہیں کرتے۔ میرے خیال میں یہ ناممکن نہیں کہ دریائے سندھ کے کناروں والے کرتانے مشرقی پنجاب کے بھنگی اور چوہڑے سے ایک علیحدہ ذات ہوں۔ قبیلوں کے تفصیلی جدول اس سلسلے میں کافی معاون ثابت ہوں گے۔

چوہڑوں کی شاخیں

چوہڑوں کی متعدد ذیلی شاخیں ہیں' لیکن ہمارے جدولوں میں درج کی گئی بڑی بڑی شاخیں کل تعداد کا تقریباً نصف ہیں۔ چند ایک بڑی بڑی شاخوں کی تفصیل اور تعداد ذیل میں دی جارہی ہے:

چوہڑا قبائل

(1) سہوترا	79551	(9) سندھو	22895

(2) گل	77613	(10) چھپری بند	18872
(3) بھٹی	44486	(11) اونٹوال	18781
(4) کھوکھر	39751	(12) قندھاری	17623
(5) متو	36746	(13) بانسی	13234
(6) کھارو	26654	(14) کھوسٹر	13180
(7) کلیانا	25814	(15) بورت	12535
(8) لدھڑ	24199	(16) دھاریوال	5617

ان کی ایک کثیر تعداد کا نام بدیسا" اس غالب قبیلے کے نام پر ہے جن کی وہ خدمت کرتے ہیں یا ان کے آباؤ اجداد کیا کرتے تھے۔ سہوترا وسیع پیمانے پر پھیلی ہوئی ہے' اور یہ بھٹی اور کھوکھر ملتان و راولپنڈی ڈویژنوں میں مرکزی قبائل ہیں۔ دیگر کا زیادہ تر اندراج لاہور و امرتسر ڈویژنوں سے ہوا لگتا ہے۔ اپنا اندراج بطور چوہڑا اور مصلی کرانے والوں نے اپنے اپنے کچھ بڑے قبیلے بھی بتائے۔ مندرجہ بالا اعداد و شمار میں دونوں شامل ہیں۔ کرتانوں نے کوئی بڑے قبیلے درج نہیں کرائے۔

دھانک (ذات نمبر43)

دھانک صرف دہلی و حصار ڈویژنوں اور پھولکیاں ریاستوں کے مشرقی حصہ میں ملا۔ وہ لازمی طور پر ہندوستان کی ذات ہے نہ کہ پنجاب خاص کی۔ سر ایچ ایلیٹ کہتے ہیں کہ بہار میں ان کی کثیر تعداد ہے اور وہ سب خدمتگاری کرنے کے علاوہ تیرانداز' چوکیدار اور چڑی مار ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ شکاریوں کا اہیری قبیلہ دھانکوں کی ہی ایک شاخ ہے۔ مسٹر ولسن اس نام کو سنسکرت کے دھنشک (یعنی کمان بردار) سے ماخوذ قرار دیتے ہیں۔ بہرحال پنجاب کے دھانک شکاری نہیں اور ان کے' اور چوہڑوں کے مشاغل کے درمیان فرق یہ نظر آتا ہے کہ دھانک فضلہ صاف نہیں کرتے جبکہ عام خاکروبی کرتے ہیں' اور یہ کہ دیہات میں کپڑا بننے کا کافی کام بھی وہ کرتے ہیں۔ چوہڑوں کی طرح وہ بالعموم خالص دیہی خدمتگار ہیں' جن کے روایتی حقوق و فرائض متعین ہیں۔ بتایا جاتا ہے کہ چوہڑے دھانکوں کو حقیر جانتے ہیں' لیکن بظاہر یہ دونوں برابری کی سطح پر ہیں کیونکہ ان میں سے کوئی ایک بھی دوسرے کا

بچا کھچا نہیں کھاتا۔ البتہ وہ دونوں سانسیوں کے علاوہ دیگر تمام قبائل کا چھوڑا ہوا کھانا کھا لیں گے، بشمول کھتیک۔ عملی اعتبار سے بات کرتے ہوئے یہ کہا جا سکتا ہے کہ کوئی بھی سکھ یا مسلمان دھانک نہیں، اور ان کا مذہب چوہڑوں والا ہی لگتا ہے کیونکہ دھانکوں نے جس واحد اہم قبیلے کا اندراج کرایا وہ لال گورو ہے، خاکروبوں کے گورو لال بیگ کا ایک اور نام۔ لیکن بتایا گیا ہے کہ وہ اپنے مردوں کو دفن کرتے اور "پھیرا" لگا کر شادی کرتے ہیں۔ البتہ کوئی بھی برہمن ان کی شادی کی رسومات ادا نہیں کرے گا۔

کھتیک (ذات نمبر87)

یہ بھی ہندوستان کی ایک ذات ہے اور کسی بھی تعداد میں صرف جمنازون، پٹیالہ اور امرتسر میں پائے گئے۔ لیکن یہ بدیہی طور پر پنجاب میں ہمارے فوجی دستوں کے پیچھے پیچھے آئے اور زیادہ تر بڑی چھاؤنیوں کے اندر یا اردگرد ملے۔ ان موخرالذکر میں سے متعدد نے مسلمان مذہب اختیار کرلیا۔ وہ پاسیوں (Pasis) کے ساتھ بہت قریبی طور پر منسلک لگتے ہیں اور یقیناً انہیں کبھی کبھار اسی ذات کا ایک قبیلہ شمار کیا گیا۔ وہ خاکروبوں اور چمڑے میں کام کرنے والوں کے درمیان ایک رابطے کا تعلق تشکیل دیئے ہوئے ہیں، تاہم موخرالذکر کی نسبت کہیں زیادہ پست سماجی حیثیت کے حامل ہیں۔ وہ بہت بڑے پیمانے پر سور اور مرغیاں پالتے ہیں جو کوئی چمار نہیں پالتا۔ اس کے ساتھ ساتھ ان میں سے متعدد چمڑا رنگتے اور صاف کرتے ہیں، اور یقیناً اکثر چمرنگ کے ساتھ گڈمڈ ہو جاتے ہیں۔ تاہم کھتیک صرف بھیڑ اور بکرے کی کھالوں کی دباغت (کم از کم لاہور کے کچھ کھتیوں اور چمرنگوں نے مجھے یہی بتایا) نمک اور خار خسک یعنی مدار کے رس ------ (Calotropis Procera) کی مدد سے ہی کرتا ہے، چونے سے نہیں، جبکہ چمرنگ بھینس اور بیل کی کھال کی چونے سے دباغت کرتا ہے اور چمڑا نہیں رنگتا۔ تاہم یہ ممکن ہے کہ چمرنگ ذات سے زیادہ ایک پیشے کا نام ہو۔ کھتیک کہیں کہیں بھیڑیں اور بکرے پالتا اور ان کے بالوں سے کمربند بٹ کر فروخت کرتا ہے، اور اس سے زیادہ عموماً بطور قصاب کام کرتا ہے، لیکن اس کی پست حیثیت کے پیش نظر یہ بعید از امکان ہے۔ بہرحال وہ سور کے گوشت کا قصاب ہو سکتا ہے۔ اس کے متعلق مجھے حاصل ہونے والی معلومات بہت متضاد ہیں، اور ممکن ہے میں نے کھتیک کو بہت پست

رکھا ہو، اور یہ کہ اسے چمڑا مزدوروں کے ساتھ شمار کرنا زیادہ بہتر ہوتا۔ جہاں تک میں سمجھ پایا حقیقت یہ ہے کہ مشرق کا کھتیک سور پالنے والا اور مغرب کا کھتیک چمڑے کی دباغت کرنے والا ہے، اور موخرالذکر کی حیثیت اول الذکر سے بلند تر ہے۔ مزید دیکھئے "چمرنگ"۔ مسٹر کرسٹی نے مجھے بتایا کہ ہندو کھتیک سور پالنے والا پوربی مہاجر ہے، جبکہ پنجاب خاص کا دباغت کرنے والا مسلمان کھتیک اس چمار سے زیادہ کچھ نہیں جس نے اسلام قبول کرلیا اور گائے کی کھال کا کام کرنا چھوڑ دیا۔

چمڑا مزدور اور کپڑا بننے والے

خاکروب طبقات کے بعد اگلا سماجی درجہ چمڑے میں کام کرنے والوں کا ہے اور ان سے اوپر کپڑا بننے والوں کا۔ جدول نمبر 37 ان دونوں گروپوں کی تقسیم ظاہر کرتا ہے۔ میں نے انہیں اکٹھا لیا ہے کیونکہ مخصوص چمڑا مزدور یا چمار اور مخصوص کپڑا بننے والے یا جولاہے کے درمیان اگرچہ ایک وسیع تفاوت ہے، اس کے باوجود وہ ان چمڑے کا کام کرنے والے طبقات کی مخصوص شاخوں کے واسطہ سے آپس میں منسلک ہیں جنہوں نے کپڑا بننے کا پیشہ اختیار کرلیا اور یوں سماجی درجہ میں بلند ہوگئے، بالکل اسی طرح جیسے ہم نے کچھ خاکروب طبقات کے معاملہ میں دیکھا۔ یہ امکان ہے کہ چمار اور موچی کے لئے ہمارے اعداد و شمار کا تعلق درحقیقت ایک ہی ذات سے ہو، جبکہ چمرنگ اور دب گر شاید محض پیشوں کے نام ہیں۔ یہ گروپ مشرقی اضلاع، ریاستوں اور پہاڑیوں کے دامن میں (جہاں چمار دیہاتوں میں کھیت مزدور ہے) آبادی کا ایک بڑا تناسب رکھتا ہے۔ مغرب کی دوسری تمام پیشہ ورانہ ذاتوں کی طرح چمڑا مزدور مشرق کے مقابلہ میں کافی کم تعداد میں ہیں۔ دوسری طرف جولاہا طبقہ مشرقی اضلاع میں قدرتی طور پر سب سے کم تعدا میں ہے جہاں کپڑا بننے کا زیادہ تر کام چمڑا مزدور ذاتیں کرتی ہیں۔

چمار (ذات نمبر5)

چمار شمال مغربی انڈیا کا چمڑے کی دباغت اور تیاری کرنے والا شخص ہے اور پنجاب

کے مغربی حصوں میں جہاں جہاں مسلمان ہو' اسے موچی کہتے ہیں' اور وہ بالعموم مسلمان ہے۔ ذات بدستور وہی رہی۔ لفظ "چمار" سنسکرت کے "چرم کار" (یعنی کھالوں میں کام کرنے والا) سے مشتق ہے۔ وہ عام بار بردار اور دیہات میں کھیت مزدور ہے۔ اگر کوئی انگریز کسی بھی صورتحال میں کسی چمار سے اس کی ذات پوچھے تو وہ جواب دے گا: "قلی" اور اتنی ہی کثرت کے ساتھ "چمار!" (18) وہ تمام بیگار یا گھاس کاٹنے' لکڑیاں اور گٹھڑیاں اٹھانے' چوکیداری وغیرہ جیسے کام کرتا ہے اور ضرورت پڑنے پر گھروں کی دیواروں پر مٹی کا لیپ بھی کرتا ہے۔ وہ تمام مردہ مویشیوں کی کھالیں اور سم دار جانوروں کا گوشت لے لیتے ہیں' کیونکہ وہ جانور چوہڑوں کے ہوتے ہیں جن کا سم تقسیم یعنی پھٹا نہ ہو۔ وہ جوتے بناتے' مرمت کرتے' بیل گاڑی کے لئے باگیں اور چھاننے بناتے اور چمڑے کا دیگر کام کرتے ہیں۔ اس سب کے علاوہ کھیتوں میں زبردست محنت والا کام کرتے ہیں۔ ہر کنبہ کاشتکار انجمن کو مخصوص تعداد میں متواتر کام کرنے والے ہاتھ فراہم کرتا ہے۔ وہ یہ سب کام دیہی خدمت گار کی حیثیت میں سرانجام دیتے اور کھیت کی پیداوار میں سے حصہ کی صورت میں معینہ رواجی معاوضہ وصول پاتے ہیں۔ پنجاب کے مشرق اور جنوب مشرق میں دیہی چمار کپڑا بننے کا بھی کافی کام کرتے ہیں' جس کے لئے انہیں ادائیگی بہرحال الگ سے ہوتی ہے۔ سماجی حیثیت میں چمار چوہڑوں سے بہت اوپر کھڑے ہیں اور ان کے کچھ قبائل کو ہندو تسلیم کیا جاتا ہے۔ عمومی طور پر ان کی رنگت گہری ہے اور وہ ایک طرح سے ہرگز قدیمی نسل سے ہیں' تاہم یہاں بھی ان کی تعداد نے غالباً دوسری اور بالائی ذاتوں کے ایسے ارکان ہضم کرلئے جو رتبے میں کم تر ہوگئے۔ لوگ کہتے ہیں' "کالے برہمن اور نکھری رنگت والے چمار کے ساتھ گھاٹ پار نہ کرو" کیونکہ یہ دونوں اکثر ایسے نہیں ہوتے۔ ان کی عورتیں اپنے حسن کے لئے مشہور ہیں' اور ذات سے ہاتھ دھو بیٹھنے کی وجہ اکثر کسی چمارنی کے لئے جذبہ شوق کی تندی ہے۔ مسٹر شیرنگ نے چمار ذات پر ایک طویل تحقیق اور مطالعہ کیا ہے' جو کافی زیادہ وسیع اور پنجاب کی نسبت ہندوستان میں کہیں زیادہ مختلف قبائل کو شامل کرتا دکھائی دیتا ہے۔

چماروں میں شمار کئے گئے متفرق اندراجات:

میں نے چمار عنوان کے تحت جدولی اندراجات میں مندرجہ کو بھی شامل کیا ہے:

جدول نمبر 37 - چمڑا مزدوروں اور جولاہوں کی ذاتیں

ذات نمبر	5	19	113	169	9	73	170
	چمار	موچی	چمرنگ	دب گر	جولاہا	گڈریا	کنیرا
دہلی	63407	128	-	27	6673	2457	-
گڑگاؤں	71504	51	-	-	2339	4424	-
کرنال	54067	197	-	20	9090	3725	-
حصار	49269	782	-	98	1265	1	-
روہتک	50081	106	-	-	1275	3	-
سرسا	18022	3073	-	57	2817	-	-
انبالہ	140751	932	-	-	24931	6671	-
لدھیانہ	59655	8171	-	-	14728	29	-
شملہ	3384	174	-	-	700	242	-
جالندھر	79155	16517	-	4	15790	58	-
ہوشیارپور	100207	14726	-	6	20841	-	-
کانگڑہ	51679	151	-	1	28129	-	-
امرتسر	1049	24311	338	8	41598	-	-

گورداسپور	20972	14716	806	10	4456	.	.
سیالکوٹ	8076	15003	2602	.	27140	39	.
لاہور	4775	18527	15	115	35742	276	.
گوجرانوالہ	183	22260	.	90	26230	6	.
فیروزپور	13501	18386	180	36	20434	312	17
راولپنڈی	2069	20385	2	.	37001	203	.
جہلم	294	21844	.	23	28620	22	.
گوجرات	440	32461	.	107	23870	.	.
شاہ پور	16	15314	.	38	22472	4	.
ملتان	1946	16596	155	69	23753	91	107
جھنگ	34	14132	.	36	24176	7	.
منٹگمری	256	14118	.	68	20454	.	.
مظفرگڑھ	78	11103	.	.	13625	.	346

↓

چمڑا مزدوروں اور جولاہوں کی ذاتیں

ذات نمبر	5	19	113	169	9	73	170
	چمار	موچی	چمرنگ	دب گر	جولاہا	گڈریا	کنیرا
ڈیرہ اسماعیل خان	4	4903	-	22	5673	-	106
ڈیرہ غازی خان	3	1013	-	-	726	9	13
بنوں	-	3890	-	-	3357	5	421
پشاور	4156	3263	111	-	15372	98	-
ہزارہ	2292	4285	-	-	11885	-	-
کوہاٹ	652	1349	-	-	1781	10	-
برطانوی علاقہ	801995	322873	4209	835	552944	18693	1012
پٹیالہ	143093	3227	752	30	19910	964	5
نابھا	24817	922	-	-	4694	2	-
کپور تھلہ	10061	6302	-	9	7399	-	-
جنڈ	22242	145	-	15	1160	112	-
فرید کوٹ	2065	2441	-	-	2661	-	-
مالیر کوٹلہ	7282	181	-	-	1682	-	-
کلسیہ	9508	165	-	-	3141	636	-
کل مشرقی میدان	223972	13388	752	63	40735	1714	5

↓

بہاولپور	5383	12830	-	141	17397	-	-
منڈی	3178	2	-	-	3575	-	-
چمبہ	4799	65	-	-	2266	-	-
ناہن	4354	1	67	-	592	75	-
بلاسپور	8275	-	-	-	4750	-	-
نالہ گڑھ	5753	26	-	-	664	1	-
سکیت	2498	-	-	-	909	-	-
کل پہاڑی ریاستیں	41349	181	67	-	13236	93	-
برطانوی علاقہ	801995	322873	4209	835	552944	18693	1012
دیسی ریاستیں	270704	26399	819	204	71368	1807	5
صوبہ	1072699	349272	5028	1039	624312	20500	1017

رہتیا 572، بونیا 512، بلائی 423، دھید 242۔

وسطی صوبوں میں دھید ایک جدا ذات نظر آتی ہے، اگرچہ وہ چمار کے ساتھ قریبی طور پر وابستہ ہے۔ لیکن پنجاب میں، جیسا کہ میں وسطی صوبوں میں رائے دے چکا ہوں، اس لفظ کا استعمال بالعموم کسی بھی "کمتر شخص" اور خصوصاً چمار کے لئے ہوتا ہے۔

بونیا:

صرف لدھیانہ میں نظر آتے ہیں اور اس لفظ کا اطلاق ایسے سکھ چمار پر ہوتا ہے جس نے چمڑے کا کام چھوڑ دیا اور جولاہا بن گیا۔ اسی کی مطابقت میں وہ چمڑا مزدور سے بلند درجہ پر کھڑا ہے۔

بلائی:

بدیہی طور پر دہلی ڈویژن کا دیہی قاصد ہے۔ وہ اتنی ہی کثرت سے چوہڑا ہے جتنی کثرت سے چمار، اور شاید اسے اول الذکر کے ساتھ شامل کرنا ہی بہتر ہوتا۔ لیکن اس نام کا ایک قبیلہ بھی ہے جو زیادہ تر گھوڑوں کو کھریرا کرنے کا کام کرتا ہے۔

دوساد:

چماروں کا ایک پوربی قبیلہ ہے اور یقیناً پنجاب میں دستوں کے ہمراہ آیا۔ اس کا اندراج صرف دہلی، لاہور اور انبالہ سے ہوا۔

رہتیا:

میرے کئی ایک اطلاعات رسانوں نے اسے بونیا کی طرح ایک سکھ چمار بتایا جس نے جولاہے کا پیشہ اپنا لیا۔ لیکن بدقسمتی سے میرے والے رہتیوں کا دھڑا مسلمان ہے۔ یہ لفظ سرسا میں کسی بھی پست ذات مثلاً چمار یا چوہڑے کے لئے مستعمل لگتا ہے۔ (19)

سکھ چمار یا رام داسیا

ذات کے جدول میں نظر آتا ہے کہ مشرقی میدانوں کے شمال اور وسط میں چماروں کی

خاصی بڑی تعداد نے سکھ مذہب اختیار کرلیا۔ گورو رام داس کی نسبت سے یہ لوگ رام داسیئے کہلاتے ہیں' تاہم میں یہ پتہ چلانے میں کامیاب نہیں ہو سکا کہ ان کا رام داس سے کیا تعلق تھا۔ شاید وہ چماروں کو اپنے عقیدے میں شامل کرنے والے پہلے گورو تھے۔ متعدد' شاید بیشتر' رام داسیا چماروں نے چمڑے کا کام ترک کرکے کھڈی پر کام کرنا شروع کر دیا۔ وہ مردار نہیں کھاتے اور ہندو چماروں کے مقابلہ میں کافی بلند حیثیت کے حامل ہیں۔ بہرحال دوسرے سکھ انہیں مذہب میں برابری کی سطح پر قبول نہیں کرتے۔ رام داسئے اکثر رائے داسی یا رب داسی چماروں کے ساتھ گڈمڈ ہو جاتے ہیں۔ اول الذکر سچے سکھ ہیں اور پاہل لیتے ہیں۔ موخرالذکر ہندو ہیں' اگر سکھ ہیں تو صرف نانک پنتھی اور پاہل نہیں لیتے۔ وہ بھگت رو داس یا رب داس کے پیروکار ہیں جو خود بھی چمار تھے۔ وہ یقیناً اتنے ہی سچے ہندو ہیں جتنے کوئی بھی دوسرے چمار ہو سکتے ہیں' اور رو داسیا کے ساتھ غلطی لگنے کے باعث انہیں غلط طور سکھ کہا گیا۔

مسلمان چمار یا موچی (ذات نمبر19)

لفظ موچی دراصل ایک پیشے کا نام ہے اور دباغت کار (20) کو دباغت شدہ چمڑے کا کام کرنے والوں سے الگ کرتا ہے۔ موچی صرف چمڑے ہی کی اشیاء نہیں بناتا بلکہ چمڑے کو دانے دار بناتا' اس کی سطح کو رنگ دیتا یا پہلے والے رنگ بدلتا ہے۔ پنجاب کے مشرق میں یہ نام قصبات کے زیادہ ہنرمند کاریگروں کے لئے مستعمل ہے۔ تاہم مغرب میں سیدھے سادھے طور پر ایک مسلمان چمار کو نامزد کرتا ہے' اور وہاں موچی وہی کچھ ہے جو مشرق میں چمار۔ اس کا تعلق بھی اسی ذات سے ہے' البتہ تبدیلیٔ مذہب نے (چاہے بہت کم ہی لیکن) اس کی سماجی حیثیت کو بہتر کردیا۔ وہ عام طور پر کپڑا نہیں بنتا' تاہم ہوشیار پور میں موچیوں کی ایک کثیر تعداد جولاہا بتائی گئی اور دیگر مسلمان اسے مذہبی یا سماجی رفاقت میں قبول نہیں کرتے۔ پنجاب کے مغرب میں ایک چمار یا موچی کی حیثیت اب وہ نہیں جو اسے مشرق میں بطور کھیت مزدور حاصل ہے۔ مغرب میں وہ صرف دباغت کار اور چمڑا مزدور ہے' اس کی تعداد اس وقت بہت کم ہو جاتی ہے جب کھیتوں میں کھیت مزدوری کا بہت بڑا حصہ سرانجام دیتا ہے۔ مزید برآں اب وہ خانگی خدمت گاری نہیں کرتا' اور ممکن ہے اس کی

بہتری یافتہ سماجی حیثیت میں یہ امر بھی کارفرما ہو۔ درحقیقت مسٹر کرسٹی بھی کہتے ہیں کہ کوئی چمار چاہے ہندو ہو یا مسلمان' جونہی امور خدمتگاری چھوڑتا اور خود کو صرف چمڑے کے کام تک محدود کرلیتا ہے تو سماجی حیثیت میں اوپر اٹھ جاتا اور زیادہ قابل احترام نام "موچی" اپنا لیتا ہے۔ موچی بالعموم اپنی خدمات کی انجام دہی میں وقت کا پابند نہیں اور ایک کہاوت ہے' "موچی کا کل کبھی نہیں آتا۔" موچی کے اعداد و شمار میں وہ تعداد بھی شامل کرنی چاہیے جو جدول نمبر 9 میں دی گئی ہے' کیونکہ انہوں نے خود کو جٹ بتایا تھا۔

چماروں اور موچیوں کی شاخیں

چمار ذات کے بے شمار قبائل ہیں' اور ان میں سے کچھ بہت بڑے۔ ان کی کوئی جدول بند تفصیل قابل قدر نہیں لگتا' کیونکہ کل تعداد کا نصف دینے کے لئے بھی ایک بہت لمبی فہرست درکار ہوگی۔ لیکن چند ایک بڑے بڑے قبائل کے لئے چماروں اور موچیوں کا تقابل قابل قدر ہے۔ صرف پہلے سات قبائل کسی بھی تعداد میں دہلی و حصار ڈویژنوں کے چماروں میں ملے۔ نمبر 4 اور 7 انبالہ ڈویژن میں جبکہ ان دونوں کے ساتھ ساتھ نمبر 8 اور 18 جالندھر ڈویژن میں مرکزی حیثیت میں پائے گئے۔ موچیوں میں بھٹی اور چوہان قبیلوں کی گنتی سب سے زیادہ ہے۔

چمار اور موچی قبیلے

نمبر شمار	قبیلہ	چمار	موچی
1	جٹیا	53088	-
2	رائے داسی	61616	-
3	چاندر	32061	-
4	چوہان	21390	12188
5	چمار	7893	-
6	گولیا	1178	-
7	بھٹی	16286	40286

8	ماہی	7340	819
9	پھونڈوال	5328	-
10	جال	8326	3137
11	بتوئی	19096	-
12	بدھن	13753	1167
13	سندھو	13889	3426
14	ہیر	12860	767
15	بینس	6591	442
16	کھمیری	2715	-
17	رام داسیا	28634	-
18	بھوتی	648	2770
19	کٹھانہ	-	3585

یہ بات عیاں ہے کہ بہت سے قبائلی نام محض اس غالب نسل سے مستعار لئے گئے جس کی خدمتگاری میں وہ قبیلہ منتقل ہوا۔ رام داسیا یقیناً ایک قبیلہ نہیں مذہبی شاخ ہے' اور لکھوائی گئی متعدد شاخیں بلاشبہ محض قبیلچے ہیں اور بڑے قبیلوں میں ہی شامل ہیں۔ آخری نکتہ تفصیلی جدولوں سے واضح ہوگا' لیکن لگتا ہے کہ مشرقی پنجاب کے چماروں کو بڑے پیمانے پر جٹیا' رائے داسی' چمار' چانڈر اور گولیا (یا رائے گر) کی پانچ بڑی بڑی شاخوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ یہ سب باہم ازدواج نہیں کرتے۔ دہلی اور گڑگاؤں کے گرد و نواح میں جٹیا بہت بڑی تعداد میں ملے۔ وہ گھوڑے اور اونٹ کی کھالوں میں کام کرتے ہیں' جو چانڈر کے لئے شاید غیر سم دار پاؤں کی وجہ سے قابل نفرت ہے' اور غالباً ان کا نام "جٹ" (اونٹ چروانے والا) (21) سے بنا۔ دوسری طرف کہا جاتا ہے کہ وہ گور برہمنوں کی خدمت حاصل کرتے ہیں۔ یہ بات انہیں دیگر تمام چماروں سے ممتاز کرتی ہے جو اچھوت چمروا برہمنوں کی خدمات پر ہی قانع ہیں۔ رائے داسی یا رب داسی چماروں کا نام رائے داس بھگت کے نام پر ہے' جو خود بھی ایک چمار کبیر کے ہمعصر اور انہی کی طرح رامانند کے بھگت تھے۔ کرنال اور نواح میں وہ اہم قبیلہ ہیں۔ گولیا تمام شاخوں میں پست

ترین ہے اور درحقیقت مشرقی پنجاب میں متعدد خدمت گار ذاتوں کی ایک شاخ کا نام بھی گولیا ہے۔ تقریباً سبھی صورتحالات میں ذات کے اندر یہ ایک پست ترین مقام کے حامل ہیں۔ چمار' جٹیا اور گولیا کے درمیان میں آتا ہے اور مزید مغرب میں ایک اہم قبیلہ ہے یعنی جالندھر اور لدھیانہ کے قریب۔ چانڈ سب سے اعلیٰ ترین ہے اور کہتے ہیں کہ دہلی میں وہ اپنا سلسلہ نسب بنارس سے جوڑتے ہیں' شاید کبیر کے ساتھ تعلق کے واسطہ سے۔ حصار اور سرسا میں یہ مرکزی شاخ ہے۔ چمڑے کی دباغت نہیں کرتے اور یہ کام چمرنگوں اور کھتیکوں کے لئے چھوڑ رکھا ہے۔ وہ صرف تیار شدہ چمڑے کا کام کرنے پر آمادہ ہوتے ہیں۔ وسطی اضلاع کے چماروں میں بھی بلاشبہ ایسی ہی قبائلی شاخیں ہیں' لیکن مجھے ان کے بارے میں معلومات میسر نہیں۔

چمرنگ (ذات نمبر113)

چمرنگ ممکن طور پر ایک خالص پیشہ ورانہ اصطلاح ہے۔ چمرنگ بلحاظ ذات چمار ہیں۔ ہمارے اندراجات میں چمرنگ اور کھتیک گڈمڈ ہوگئے۔ امرتسر ڈویژن کے لئے چمرنگوں کا اندراج سب سے زیادہ تعداد میں ہے جبکہ کوئی کھتیک نظر نہیں آتا۔ چمرنگ چمڑے کو سکھاتا یا صاف نہیں کرتا بلکہ صرف اس کی دباغت کرتا ہے' چمڑے کے حوالہ سے "رنگنا" کی اصطلاح اسی معنوں میں استعمال ہوتی ہے۔ وہ صرف بیل اور بھینس کی کھالوں کی دباغت کرتا ہے اور اپنے دباغت کردہ چمڑے سے کام نہیں کرتا۔ (مزید دیکھیں "کھتیک")

دب گر (ذات نمبر169)

دب گر وہ شخص ہے جو خام کھال کے مرتبان (Jars) بناتا ہے' جن میں تیل اور گھی رکھا اور لے جایا جاتا ہے۔ وہ شمال مغربی صوبوں میں ایک جدا ذات بتائے گئے' لیکن کم از کم صوبہ کے متعدد حصوں میں یہ لفظ ایک پیشہ کی طرف ہی اشارہ کرتا ہے جو سیالکوٹ میں کھوجوں' چمرنگوں اور چوہڑوں نے اختیار کر رکھا ہے۔

میدانی علاقوں کے کولی (ذات نمبر66)

پہاڑیوں کے کولی پر پہاڑی خدمتگاروں کے ضمن میں غور کیا جائے گا' لیکن اعداد و شمار

میں ایسے لوگوں کی ایک مخصوص تعداد شامل ہے' جن کا تعلق شاید بالکل مختلف ذات سے ہے۔ اول الذکر غالباً اصلی کولی نسل سے ہیں' جبکہ موخرالذکر (یعنی وہ سب جنھوں نے خود کو دہلی و حصار ڈویژنوں میں کولی بتایا) ہر ممکن طور پر چماروں کے بہت بڑے کوری یا کولی قبیلہ سے تعلق رکھتے ہیں' جس کا صدر مقام اودھ میں اور عمومی پیشہ کپڑا بننا ہے۔ یہ افراد جس ضلع میں بھی ملے انہیں عام طور پر چماروں کے ساتھ ہی شمار کیا گیا لیکن یہ صرف اس حقیقت کی بناء پر مقامی چماروں سے جدا ہیں کہ یہ کپڑا بنتے اور نہ ہی چمڑے کا کوئی کام کرتے ہیں۔ درحقیقت عموماً" وہ بطور چمار۔ جولاہے جانے جاتے ہیں۔ مسٹر جیشن کہتے ہیں: "گاؤں کی کھالوں میں چمار جولاہوں کا کوئی حصہ نہیں۔ وہ کوئی خدمتگاری بھی نہیں کرتے لیکن گاؤں کے چماروں میں شمولیت پر بہت خوش ہوئے' جنھوں نے حالات کا تقاضا سمجھتے ہوئے انہیں کپڑا بننے کا پیشہ اپنانے پر مجبور کر دیا۔" مجھے اس کے درست یا غلط ہونے پر بہت شبہ ہے۔ اصولی طور پر کپڑا بننے کا کام چمڑے کے کام کی جگہ پر بہ رضا و رغبت اختیار کیا جاتا ہے اور یہ سماجی درجہ بندی میں ایک واضح بڑھوتری کی دلیل ہے۔ کرنال کے کولی برہمنوں کی خدمات حاصل نہیں کرتے۔ (مزید دیکھئے "کولی" اور "کوری")

جولاہا اور پاؤلی (ذات نمبر9)

صرف کپڑا بننے والے کو مشرقی دیہات میں جولاہا اور مغربی دیہات میں پاؤلی کہا جاتا ہے۔ یہ انتہائی کثیر التعداد اور اہم دستکار طبقہ ہیں' بالخصوص مغربی اضلاع میں جہاں چمڑا مزدور یا خاکروب ذاتیں کپڑا بننے کا کوئی کام نہیں کرتیں۔ درحقیقت ضلع سرسا کی سیٹلمنٹ رپورٹ تیار کرتے ہوئے مسٹر ولسن کو لوگوں کی مختلف شاخوں کا موازنہ کرنے کے زبردست مواقع ملے۔ ان کی رائے میں جولاہے اور چمار اپنے ماخذ سے شاید ایک ہی ہیں اور پیشے کے اختلاف کی وجہ سے ان کے درمیان فرق پیدا ہوا۔ اگر ایسا ہے تو اس بات میں کوئی شک نہیں کہ ان دونوں کی موجودہ حیثیت انتہائی غیر مشابہہ ہے۔ جولاہا ناپاک چمڑے میں کام نہیں کرتا' مردار خور نہیں' نعش کو نہیں چھوتا اور ہندو مسلمان دونوں اسے اپنے اپنے عقیدے کا پیروکار تسلیم کرتے اور مذہبی مساوات میں قبول کرتے ہیں۔ المختصر' چمار ایک خدمتگار ہے اور جولاہا دستکار۔ اصل حقیقت یہ لگتی ہے کہ لفظ جولاہا (خالصتاً" فارسی لفظ)

ہندی زبان کی اصطلاح تانتی کا مترادف ہے اور اس اعلیٰ ترین پیشے کا نام ہے جو آبادی کے اچھوت حصہ کے لئے بالعموم کھلا ہے۔ لہٰذا ہمیں کولی' جولاہے' چمار۔ جولاہے' موچی۔ جولاہے' رام داسی۔ جولاہے وغیرہ ملے۔ لیکن امکان ہے کہ چند پشتوں بعد ان افراد نے وہ سابقے گرا دیئے جو کمتر نسل ہونے کے غماز تھے' اور سادہ و خالص جولاہے بن گئے۔

دہلی و حصار ڈویژنوں میں جولاہا خاص ادھر ادھر بکھرا ہوا نظر آتا ہے۔ وہاں اس کی جگہ کولی یا چمار۔ جولاہے نے لے لی' اور ڈیرہ جات میں بمشکل ہی معلوم ہے جہاں کپڑا بننے کا زیادہ تر کام شاید جٹ کرتا ہے۔ (جدول نمبر 9 کی تعداد بھی ملاحظہ ہو)۔ باقی کے صوبے میں وہ کل آبادی کا تین یا چار فیصد ہیں۔ وہ کانگڑہ اور دہلی میں بالعموم' جبکہ کرنال' انبالہ اور ہوشیار پور میں اکثر و بیشتر ہندو ہے۔ لیکن بحیثیت مجموعی تقریباً 92 فیصد جولاہے مسلمان ہیں۔ سکھ معدودے چند ہیں۔

مجھے یقین ہے کہ جولاہا صرف کپڑا بننے کا کام ہی کرتا ہے۔ وہ حقیقی دیہی خدمتگار نہیں۔ اسے رواجی معاوضہ ادا کرنے کی بجائے کام کے لحاظ سے ادائیگی کی جاتی ہے۔ دستکار طبقات میں وہ شاید سب سے زیادہ شورش پسند ہے۔ یورپ کے جوتا سازوں کی طرح وہ ایک انتہائی ست رو پیشے سے منسلک ہے اور کم از کم دیہات میں آبادی کا نہایت ہنگامہ پرور طبقہ۔ ایک کہاوت ہے: "جولاہا متحمل مزاج کیسے ہو سکتا ہے؟" دراصل اس طبقے کی پست سماجی حیثیت اور خوامخواہ کی بناوٹ کے درمیان فرق اکثر محاوروں میں بیان ہوتا ہے۔: "کام جولاہا اور نام فتح خان۔" (فتح خان کا مطلب فاتح سردار)۔ "خدا ہمیں محفوظ رکھے! جولاہا شکار پہ گیا ہے!" "خود تو جولاہا' اور سید ملازم رکھا ہے!" "کیا! پٹھان' اور جولاہوں کے جری ملازم!" اسی طرح کچھ مزید بھی ہیں۔

جولاہوں کی شاخیں:

جولاہوں کی بہت سی ذیلی شاخیں ہیں' لیکن زیادہ بڑی کے نام مقتدر زمیندار قبائل سے مستعار لئے گئے۔ چند ایک مندرجہ ذیل ہیں:

جولاہوں کی شاخیں

1	بھٹی	50558
2	کھوکھر	33672
3	جنجوعہ	22150
4	سندھو	18724
5	کبیر بنسی	11222
6	اعوان	8832
7	جرپال	5984

بھٹی وسیع پیانے پر بکھرے ہوئے ہیں۔ کھوکھر مرکزی طور پر لاہور کے مغرب میں ملے، جنجوعہ اور اعوان راولپنڈی ڈویژنوں میں، سندھو امرتسر اور لاہور ڈویژنوں اور جرپال کانگڑہ میں۔ کبیر بنسی کا اندراج انبالہ اور کانگڑہ سے ہوا، یہ لفظ قطعی طور پر ایک حقیقی قبائلی نام بن چکا ہے اور اس میں مسلمان جولاہے شامل ہیں۔ یہ بنارس کے عظیم بھگت کبیر کی نسبت سے ہے جو خود بھی جولاہا تھے، اور ان کی تعلیمات کو بیشتر ہندو جولاہے تسلیم کرتے ہیں۔ مشرقی جولاہے دو بڑی شاخوں "دیسوالی" یعنی دیسی اور "تیل" میں تقسیم ہیں۔ موخر الذکر شاخ تیلی عورت سے شادی کرنے والے جولاہے کی نسل خیال کی جاتی ہے۔ وہ سماجی اعتبار سے اول الذکر کی نسبت کمتر ہے۔ جمنا اضلاع میں گنگا پوری (گنگا پاری؟) اور ایک ملتانی شاخ بھی ہے۔ اول الذکر مالوہ کی سرحدوں پر پائی گئی۔ جولاہے پشاور میں گولاہ اور ہزارہ میں کاسی کہلاتے نظر آتے ہیں۔

گڈریئے (ذات نمبر73)

گڈریا ہندوستان کا چرواہا اور بھیڑپال اور ایک طرح سے پنجاب کی جمنازون تک ہی محدود ہے۔ لیکن صوبہ کے اس حصہ میں بھی اب وہ امتیازی چرواہا نہیں رہا (کیونکہ کاشتکار طبقات اکثر اپنے ریوڑ خود ہی چرواتے ہیں) اور اس کی بجائے کمبل بننے والے بن گئے ہیں اور انہیں گڈریا کے ساتھ ساتھ کمبلیہ بھی کہا جاتا ہے۔ گڈریئے بلا استثنیٰ ہندو ہیں۔

کنیر (ذات نمبر170)

یہ صرف دریائے ستلج' چناب و سندھ کے زیریں بہاؤ پر ملنے والی ایک چھوٹی سی ذات ہیں۔ انہیں دہلی کے کندر یا ہینجا سے ممیز کرنا چاہئے۔ وہ دریائی قبیلہ ہیں اور ان کا اصلی پیشہ گھاس اور پتوں سے چٹائیاں بننا' ڈوریاں بنانا اور عموماً" گھاس و نرسل میں کام کرنا ہے' لیکن اب عمومی سطح پر انہوں نے کپڑا بننے کا پیشہ اختیار کرلیا ہے اور حتیٰ کہ کاشتکاری بھی۔ کنیر ایک پست ذات ہیں' اپنی حیثیت اور عادات میں دیگر گھاس مزدوروں اور دریائی کناروں پر آباد قبائل سے کچھ ہی برتر ہیں۔ "ذات کی کنیری' نام' غلام فاطمہ' اور صحرا کے بھلے مانسوں (جنگلی سوروں) کی ہم صحبت ہے۔"

آب رساں' بیڑی والے اور خانسامے

آگے جدول نمبر38 میں اس بہت بڑے گروپ کے اعداد و شمار دیئے گئے ہیں جسے میں نے بھینور' ماچھی' بھٹیارہ' بھڑبھونجا اور ملاح کو شامل کیا۔ عموماً" یقین کیا جاتا ہے کہ یہ تمام افراد ایک ہی ذات سے ہیں۔ شمالی مغربی صوبوں میں ان کا عام نام کہار' پنجاب کے مشرق میں (جہاں وہ بیشتر ہندو ہیں) بھینور' اور صوبہ کے مغرب میں (جہاں وہ بیشتر مسلمان ہیں) ماچھی ہے۔ ماہی گیر اور آب رساں ہونے کے ناطے وہ لازما" پنجاب کے بڑے دریاؤں کے عرض میں واقع مغربی و وسطی اضلاع کی کل آبادی کا بہت بڑا تناسب ہیں' اور وہاں بھی مسلمان آبادی میں دوسروں کے بنائے ہوئے کھانے کے خلاف کسی تعصب کے بغیر خانساماں کا ایک زیادہ وسیع پیشہ ڈھونڈنے کے علاوہ زرعی مزدوری میں بھی کافی حصہ لیتے ہیں۔ سرحد خاص پر بیشتر ہندو ذاتوں کی طرح وہ معدودے چند ہیں۔ مشرقی میدانی علاقوں اور پہاڑیوں میں ان افراد کا اندراج بطور بھینور اور لاہور کے مغرب میں بطور ماچھی ہوا۔ وہ خدمت گار طبقات میں خوش طبع ترین اور انتہائی شاداں' جبکہ بہشتی بالعموم ایک اچھا ملازم ہے۔ بھٹیارہ' بھڑبھونجا اور ملاح محض پیشوں کے نام ہیں' لیکن ایسے پیشوں کے جن سے بھینور ذات اگر مکمل طور پر نہیں تو کافی حد تک منسلک ہے۔

جدول نمبر38 - آب رساں' ملاح اور خانسامے' اضلاع اور ریاستوں میں

ذات نمبر	15	28	92	108	42	تناسب کل
	بھینور	ماچھی	بھٹیارہ	بھڑبھونجا	ملاح	آبادی کا فی ہزار
دہلی	14487	1	519	1223	740	26
گڑگاؤں	10223	70	1130	1647	1385	22
کرنال	31200	-	405	1257	1277	55
حصار	4144	384	127	248	116	9
روہتک	9878	9	365	1029	3	21
سرسا	898	2839	5	24	58	15
انبالہ	47104	31	648	1102	1009	47
لدھیانہ	15834	23	132	75	453	27
شملہ	337	-	-	8	8	9
جالندھر	24717	996	-	64	1212	34
ہوشیارپور	22168	224	-	20	1399	28
کانگڑہ	10500	-	-	-	2661	18
امرتسر	45360	-	-	-	2304	54
گورداسپور	34300	-	-	-	2025	46

↓

آب رساں' ملاح اور خانسامے' اضلاع اور ریاستوں میں

ذات نمبر	15	28	92	108	42	تناسب کل
	جھینور	ماچھی	بھٹیارہ	بھڑبھونجا	ملاح	آبادی کا فی ہزار
سیالکوٹ	35314	-	-	-	1831	37
لاہور	20941	24747	103	172	2398	53
گوجرانوالہ	4958	17091	8	15	970	37
فیروز پور	9945	13935	-	93	1209	39
راولپنڈی	82632	120	-	-	984	12
جہلم	3413	6129	-	18	2145	16
گوجرات	5131	14942	-	-	549	30
شاہ پور	187	11156	-	-	1278	29
ملتان	303	9610	1964	32	6011	33
جھنگ	37	9517	100	-	3066	32
منٹگمری	126	23059	-	2	199	52
مظفر گڑھ	19	3250	2354	-	7976	41
ڈیرہ اسماعیل خان	362	3495	-	-	3176	16
ڈیرہ غازی خان	438	411	157	-	1101	5
بنوں	339	2929	-	-	1546	15

↓

پشاور	3956	104	-	-	1024	3
ہزارہ	1328	-	-	-	532	4
کوہاٹ	1080	49	-	-	59	6
برطانوی علاقہ	368004	144121	8007	6429	51614	30
پٹیالہ	36477	413	403	291	120	25
نابھا	5744	28	48	-	9	22
کپور تھلہ	7769	2712	-	52	1751	49
جنڈ	4633	12	27	152	55	20
فرید کوٹ	849	1431	-	-	52	25
مالیر کوٹلہ	1658	16	-	-	-	23
کالسیہ	2997	129	1	163	1	48
کل مشرقی میدان	60094	4741	533	740	1988	64
بہاولپور	128	19115	3486	-	14056	64
ناہن	1806	-	-	15	47	16
بلاسپور	1764	-	-	-	-	21
کل پہاڑی ریاستیں	5058	30	-	25	277	7
برطانوی علاقہ	368004	144121	8007	6429	51614	30
دیسی ریاستیں	65880	23886	3969	765	16321	28
صوبہ	433884	168007	11976	7194	67935	31

جھینور (ذات نمبر15)

جھینور، جسے پنجاب کے مشرق میں کہار اور وسط میں (اگر ہندو ہو تو) مہرا (22) بھی کہا جاتا ہے، حمال، آب رساں، مچھیرا اور مشرقی پنجاب میں ٹوکری ساز ہے۔ وہ پالکی اور ایسے تمام بوجھ اپنے کندھوں پر اٹھاتا ہے جو ایک بیلوں کی جوڑی اٹھاتی ہے۔ پانی کے ساتھ اس کا خصوصی تعلق ہے، یہاں تک کہ سنگھاڑے کی کاشت اور ماہی گیری کے لئے جال بنانے کا کام بھی زیادہ تر اس کے ہاتھ میں ہے، اور وہ صوبہ میں کنوئیں کھودتا ہے۔ وہ حقیقی دیہی خدمت گار، رواجی معاوضہ وصول کرتا اور رواجی خدمات سرانجام دیتا ہے۔ اس استعداد میں وہ کاشتکار کو ضرورت کی تمام ٹوکریاں فراہم کرتا، کٹائی کرنے والے آدمیوں کے لئے کھیتوں میں، جہاں عورتیں پردہ نشین ہوں وہاں گھروں میں اور شادی جیسے دیگر مواقع پر بھی پانی پلاتا ہے۔ صوبہ کے وسط اور مغرب میں اس کے پیشے "ماچھی" کے ضمن میں بیان کئے گئے ہیں۔ ایک لحاظ سے اس کی سماجی حیثیت بلند ہے، کیونکہ سب اس کے ہاتھ سے پی لیتے ہیں۔ بہرحال وہ ایک ملازم ہی ہے، تاہم نسبتاً اونچے طبقے کا۔

میں نے جھینور میں ایسے افراد کو شامل کیا جنہوں نے خود کو بہشتی، ماشکی یا سقہ (مسلمان آب رساں کے لئے اصطلاح) بتایا۔ کچھ افراد کا تعلق جھینور کی بجائے کسی اور ذات سے ہونا عین ممکن ہے۔ لیکن ایسوں کی تعداد انتہائی قلیل ہوگی۔ اس طور شامل کردہ تعدادیں ذیل میں دی گئی ہیں۔ صرف امرتسر ڈویژن کے لئے اعداد و شمار الگ سے حاصل نہیں ہوسکے:

ڈویژن	سقہ	ماشکی
دہلی	12870	-
حصار	7604	-
انبالہ	1104	-
جالندھر	29	-
لاہور	11893	-
راولپنڈی	-	821
ملتان	-	125
پشاور	-	194

مشرقی میدانی ریاستیں 5303

جھینور' ماچھی اور ملاح کی ذیلی شاخیں:

جھینور اور ماچھی دونوں کی متعدد ذیلی شاخوں میں سے چند ایک مندرجہ ذیل ہیں۔

جھینور گروپ کی شاخیں

شاخ	جھینور	ماچھی	ملاح
کھوکھر	8657	43865	2362
مہر	27337	115	-
بھٹی	6000	15961	3496
منہاس	3112	7619	329
ٹانک	8587	2	13
سوہال	3928	14	-

بجز بھونجا اور بھٹیارہ کے درمیان ان قبائل کی کوئی تعداد نظر نہیں آئی' اور ان ذاتوں کی ذیلی شاخوں کا موازنہ کرنے کے لئے ہمیں تفصیلی جدولوں کی اشاعت تک انتظار کرنا ہو گا' جن سے ان کی قرابت اور اختلاف کے مسئلہ پر کافی روشنی پڑے گی۔

ماچھی اور مین (ذات نمبر28)

جیساکہ میں کہہ چکا ہوں' ماچھی محض مسلمان جھینور کا ہی مغربی نام ہے۔ ضلع امرتسر میں خود کو ماچھی بتانے والوں کو جھینور میں شمار کیا گیا۔ لاہور اور راولپنڈی میں ہر دو نام استعمال ہوتے ہیں' اور مغربی اضلاع میں جہاں ان دونوں کا استعمال ہوتا ہے' بلاامتیاز ایک ہی شخص پر لاگو کئے جاتے ہیں۔ البتہ پنجاب کے وسطی علاقوں میں' جہاں مشرقی ہندو مغربی مسلمان سے ملتا ہے' یہ دونوں اصطلاحات عموماً" الگ الگ طرح سے استعمال ہوتی ہیں۔ وسط اور مغرب میں ماچھی کو وہی حیثیت حاصل ہے جو مشرق میں جھینور کو۔ بس فرق صرف یہ ہے کہ وہ صوبہ کے اول الذکر علاقوں میں زرعی مزدوری کا خاصا حصہ سرانجام دیتا ہے یا

کم از کم اپنے رواجی معاوضے کے بدلے میں ہی نہیں۔ تاہم، کٹائی، دھان کی پنیری لگانے اور ایسے دیگر مواقع پر یقیناً تمام طبقات معاوضہ پر کام کرتے ہیں، لیکن بھینور کے لئے اوپر مذکور پیشوں کے علاوہ (23) ماچھی پنجاب خاص میں خانساماں اور دایہ ہے۔ امور زچگی کے ماہر تمام دایئے، دائیاں اور اناعیں طبقہ کا تعلق ماچھی ذات سے ہے۔ اسی طرح پنجاب خاص کی دیہی زندگی میں خصوصی اہمیت کا حامل مشترکہ چولہا یعنی تنور، جہاں کسان گرمیوں میں اپنی روٹی پکاتے ہیں، تقریباً ہمیشہ مسلمانوں کے لئے ماچھی اور ہندوؤں کے لئے بھینور چلاتا ہے۔ کچھ علاقوں میں وہ گاؤں کا لکڑ ہارا بھی ہے۔ ڈیرہ جات میں کہیں کہیں اسے ماجھی یا منجھیرا کہتے ہیں، بالخصوص اس وقت جب وہ مچھلیاں پکڑنے کے پیشے سے وابستہ ہو۔ اور مین کا نام اسے اکثر دریاؤں کے کناروں کے ساتھ ساتھ باقی کے وسطی اور مغربی پنجاب میں انہی صور تحالات میں دیا گیا نام ہے۔ ان دونوں ذاتوں کا اندراج جہاں علیحدہ علیحدہ ہوا وہاں انہیں ماچھی شمار کیا گیا، اسی طرح سی یا مچھیرا اور بٹیر پکڑنے والا، اور ماہی گیر، مچھیر، مچھیانیا۔ ان کی تفصیل ذیل میں دی گئی ہے:

اندراج	دہلی	حصار	جالندھر	لاہور	راولپنڈی	ملتان	ڈیرہ جات
مین	-	-	756	10743	70	5195	-
منجھیرا	-	-	-	-	-	-	48
ماہیگیر مچھیارا	70	35	-	-	-	89	-
سی	-	-	-	168	-	-	-

لاہور ڈویژن کے مین میں سے 7035 لاہور اور 3095 گوجرانوالہ، جبکہ ملتان ڈویژن والوں میں سے 180 کے علاوہ سب منٹگمری میں ہیں۔ چنانچہ مین وسطی ستلج تک ہی محدود لگتے ہیں۔ زیریں دریائے سندھ، گوجرات اور زیریں صوبہ سندھ میں ماچھی کا مطلب ماہی گیر سے زیادہ نہیں لگتا۔ جدول نمبر 9 کے اعداد و شمار یہ دکھاتے ہیں کہ ڈیرہ جات کے بہت سے ماجھیوں نے خود کو جٹ بتایا۔

بھٹیارہ اور بھڑبھونجا (ذات نمبر 92 اور 108)

بھٹیارہ پکا پکایا کھانا تیار کرنے اور بیچنے والا ہے جو ہمارے قصبات اور پڑاؤ کی زمینوں

کی کاروان سراؤں میں ملا۔ میرا یقین ہے کہ وہ ذات کا جھینور ہے اور متعدد اضلاع میں خود کو بھٹیار بتانے والے جھینور یا ماچھی شمار کئے گئے' لہٰذا ہمارے اعداد و شمار جدولی اندراجات کی مکمل نمائندگی نہیں کرتے۔ بہرصورت شمال مغربی صوبوں میں انہیں دو طبقات شیر شاہی اور سلیم شاہی میں تقسیم بتایا جاتا ہے۔ اول الذکر کی عورتیں پیٹی کوٹ اور موخرالذکر کی شلوار پہنتی ہیں۔ وہ اس تقسیم کا وقت سلطان شیر شاہ اور اس کے بیٹے سلیم شاہ کے حوالے سے بتاتے ہیں۔ اب ریلوے نے ان کا کاروبار کم کر دیا ہے۔ اور کہتے ہیں کہ بھٹیاروں نے یکے چلانے اور ٹٹو کرائے پر دینے کا پیشہ اختیار کرلیا ہے' اور ڈیرہ جات میں وہ چھوٹا موٹا سامان لادنے کے لئے ضلع کے گدھے پالنے والے بتاتے جاتے ہیں۔ یہ بات انہیں تنور کی بجائے بھٹے سے جوڑتی ہے۔ بہرحال یہ نام خالصتاً" پیشہ ورانہ لگتا ہے' بھٹی (تنور یا بھٹہ) سے ماخوذ' لیکن متعدد پیشہ ورانہ انجمنوں کی طرح سے بھٹیارے کچھ علاقوں میں صرف اسی پیشہ سے منسلک افراد میں باہم ازدواج کرتے نظر آتے ہیں۔ (24) بھڑبھونجا کے بارے میں بھی یہی کچھ کہا جا سکتا ہے۔ لیکن کا تو بھڑبھونجوں کا ایک چھوٹا سا حصہ ہیں۔ صوبہ کے مغرب میں بطور جدا طبقہ نظر نہیں آئے' جہاں غالباً" جھینور یا ماچھی کے عوامی تنور پر دانے بھوننے کا کام کیا جاتا ہے۔ بھڑبھونجا کو کبھی کبھار بھوجوا اور دریائے سندھ پر چناری بھی کہا جاتا ہے۔

ملاح اور مہانا (ذات نمبر42)

ملاح پنجاب کا کشتی ران ہے اور قدرتی طور پر ان اضلاع میں یہ تعداد کثیر ملا جہاں کشتی رانی کے لئے دریا کی طوالت زیادہ ہے۔ جدول نمبر9 میں دکھائی دیتا ہے کہ دریائے سندھ پر اس نے خود کو عموماً" جٹ بتایا۔ میرا یقین ہے کہ تقریباً ہر جگہ پر اس کی ذات جھینور اور مذہب اکثر و بیشتر اسلام ہے' تاہم مسٹر ولسن کو یقین ہے کہ سرسا میں ستلج پر زیادہ تر ملاح جھیل ذات کے ہیں۔ وہ کشتی رانی کے مخصوص کام کے ساتھ ساتھ اکثر اپنی ذات کے کچھ دیگر عام پیشے بھی اپنا لیتا ہے' مثلاً ماہی گیری' یا سنگھاڑے کی کاشت' البتہ وہ دیہی خدمت گار نہیں۔ خود کو مہانا' تارو یا درین بتانے والوں کو بھی ملاح کے تحت شامل کیا گیا۔ ان کی تعداد مندرجہ ذیل ہے:

ملاحوں میں شمار کردہ نام

ڈویژن	مہانا	تارو	درین
ہوشیار پور	-	-	69
کانگڑہ	-	145	2151
پہاڑی ریاستیں	-	5	73
جہلم	979	-	-
ملتان	4750	-	-
جھنگ	677		-
مظفر گڑھ	6641		-
ڈیرہ اسماعیل خان	3176	-	-
ڈیرہ غازی خان	1101	-	-
بنوں	1375	-	-
بہاولپور	9180	-	-

لاہور اور پشاور کے لئے مہانا کے لئے کوئی علیحدہ اندراجات نہیں کئے گئے۔ انہیں سندھ کا **مچھیرا** بتایا جاتا ہے، لیکن کم از کم پنجاب میں وہ اتنا ہی **مچھیرا** ہے، جتنا کہ کشتی ران۔ سنسکرت میں اس لفظ کا مطلب پانیوں کا سنگم یا دہانہ ہے۔ (25) درین اور تارو صرف پہاڑیوں میں پائے گئے، جہاں وہ مسافروں کو دشوار گزار پہاڑ عبور کرنے میں رہنمائی کرتے ہیں۔ اول الذکر مسلمان اور موخرالذکر ہندو بتائے جاتے ہیں۔ لفظ درین کا اصلی مطلب بھینس کی وہ کھال ہے جس پر لین دین کیا جاتا ہے۔ پہاڑی ریاستوں سے بطور "دریائی" درج ہونے والے 55 افراد بھی ان میں شامل ہیں۔ کھلے لفظوں میں شاید یہ کہا جا سکتا ہے کہ جھینور اور ماچھی زمین پر اور ملاح اور مہانا پانی پر اپنے اپنے پیشے کے ساتھ وابستہ ہیں، اور سب کا تعلق ایک ہی ذات سے ہے۔

جمنا کے دھینور

دہلی سے نیچے دریائے جمنا کے بائیں کنارے کے ساتھ ساتھ افراد کی ایک مخصوص تعداد آباد ہے جو خود کو دھینور کہتے ہیں۔ وہ ماہی گیری و کشتی رانی کرتے ہیں۔ ان میں سے کچھ ایک بھڑبھونجے' لیکن زیادہ تر ملاح ہیں۔ آگرہ کے نواح سے وہ دریا کے اوپر کی طرف گئے معلوم ہوتے ہیں' اور انہوں نے خود کو مقامی جھینوروں سے علیحدہ رکھا۔ (26) وہ چوری کے کافی زیادہ عادی ہیں اور انہیں مجرمانہ قبیلہ قرار دینے کی تجویز پیش کی گئی تھی۔ تاہم ان میں متشددانہ جرائم شاذونادر ہی دیکھنے میں آئے۔ وہ زمین کے ایک مخصوص حصہ پر کاشت کرتے اور حتیٰ کہ اس کے مالک بھی ہیں۔ بالعموم موسیقاروں کے بھیس میں گاتے' بھیک مانگتے' جاسوسی کرتے اور موقع ملنے پر گھروں میں وسیع پیانے پر نقب زنی کرتے ہوئے سفر کرتے ہیں۔ وہ بدیہی طور پر علی گڑھ' بلند شہر اور دیگر شمال مغربی صوبوں میں دریاؤں کے کناروں پر ملے۔ اس طبقہ کے افراد پنجاب بھر میں پھرتے ہوئے نظر آتے ہیں' کیونکہ وہ سرحدی اضلاع میں بھی بطور ملزم پکڑے گئے تھے۔ تمام ہندو انکے ہاتھ سے پی لیتے ہیں' جو اس بات کا بین ثبوت ہے کہ وہ حقیقی جھینور ذات کے ہیں۔

لکڑی' لوہے' پتھر اور گارے میں کام کرنے والے

یہ گروپ خاکروب' چمڑا مزدور اور آب رساں طبقات کے ساتھ مل کر ان ذاتوں کو مکمل کرتا ہے جن سے خاص دیہی خدمتگاروں کا تعلق ہے۔ گروپ کے اعداد و شمار آگے جدول نمبر 39 میں دیئے گئے ہیں' جس کے چار حصے ہیں ------ یعنی لوہے' لکڑی' پتھر اور گارے (مٹی) میں کام کرنے والے۔ انڈیا کے متعدد حصوں میں لوہے اور لکڑی کے مزدور باہم متشابہ ہیں' دونوں پیشوں سے ایک ہی افراد کا تعلق ہے۔ جہاں تک پیشے کا سوال ہے تو پنجاب کے زیادہ تر حصوں میں وہ کافی واضح طور پر جدا ہیں۔ اس بات پر یقین کرنے کی خاصی معقول وجہ نظر آتی ہے کہ ان کا تعلق ایک ہی ذات سے ہے۔ یہ آپس میں شادیاں بھی کرتے ہیں۔ صوبہ میں حقیقی پتھر مزدوروں کی موجودگی سے متعلق کچھ کہنا مشکل ہے جہاں پتھر بہت ناکافی ہے' لیکن میں نے راج کو بھی ان میں شامل کیا ہے جو ایک مستری ہے

اور پتھر تراش بھی۔ ان کی ذات عام طور پر ترکھان بتائی جاتی ہے' جبکہ پہاڑیوں کے تھاوی (جو بڑھئی بھی ہے اور پتھر کا معمار بھی) کے واسطہ سے بڑھیوں کے ساتھ منسلک ہیں۔ ظروف بنانے والے اور خشت ساز کافی حد تک علیحدہ طبقہ ہیں۔ رہٹ استعمال ہونے کی وجہ سے پنجاب میں ان کی تعداد کافی ہے' کیونکہ اس میں مٹی کے بہت سارے چھوٹے چھوٹے برتن لگے ہوتے ہیں۔ (27)

لوہار (ذات نمبر22)

پنجاب کے لوہار کا کام اس کے نام سے عیاں ہے۔ وہ حقیقی دیہی خدمت گاروں میں سے ایک ہے جو پیداوار میں حصہ کی صورت میں رواجی معاضہ وصول کرتا اور اس کے بدے میں زراعت میں استعمال ہونے والے لوہے کے اوزار بناتا اور ان کی مرمت کرتا ہے۔ پہاڑیوں اور ان کے عین دامنی اضلاع میں وہ کلی آبادی کے تناسب میں کافی زیادہ ہے اور وہاں دیگر تمام دستکار ذاتوں کی طرح وسیع پیانے پر کھیت مزدوری کرتا ہے۔ اگر جدول نمبر9 کی تعداد بھی شامل کی جائے تو ملتان' ڈیرہ جات ڈویژنوں اور بہاولپور میں ان کی تعداد غیرمعمولی ہو جاتی ہے' تاہم میں اس کی وجہ بیان کرنے سے قاصر ہوں۔ ہو سکتا ہے ان علاقوں میں دوسری ذاتوں کے افراد بھی لوہار کا کام کرتے ہوں یا شاید ترکھان اور لوہار ایک ہی ہیں۔ لوہار کی سماجی حیثیت پست ہے' حتیٰ کہ خدمتگاروں میں بھی' اور اسے ایک غیر خالص ذات خیال کیا جاتا ہے۔ جٹ اور اسی حیثیت کے دوسرے افراد بھی اس کے ساتھ کوئی سماجی میل ملاپ نہیں رکھتے' البتہ وہ خاکروب کی طرح اچھوت نہیں۔ حجام' دھوبی اور رنگریز کی طرح اس کی ناپاکی کا منبع بھی صرف اور صرف پیشے کی نوعیت ہے۔ شاید اس لئے کہ یہ گندا کام ہے' یا پھر بہت ممکن طور پر اس لئے کہ کالا رنگ (لوہے کا) بدشگونی ہوتی ہے۔ تاہم دوسری جانب لوہار نظربد کے خلاف ایک طاقتور نیکی کا فسوں ہے۔ یہ بھی ناممکن نہیں کہ اس کی ناپاکی کا سبب وہ دھونکنی ہو جو گائے کی کھال سے بنی ہوتی ہے۔ (28) وہ بہت عموی سطح پر اپنے پڑوسیوں کے مذہب کا پیروکار نظر آتا ہے اور لوہار آبادی میں تقریباً 34 فیصد ہندو' 8 فیصد سکھ اور 58 فیصد مسلمان ہیں۔ ہمارے جدولوں میں دکھائے گئے زیادہ تر لوہاروں نے خود کو لوہار ہی بتایا' تاہم کچھ دیگر کا اندراج بطور نعل بند "آہن گر" ہوا۔

سرسا کے شمال اور غالباً مشرقی میدانوں کی وسطی ریاستوں میں لوہار اور ترکھان ناقابل تمیز ہیں، دونوں افراد یہ دونوں کام اور زیادہ تر (شاید پنجاب کے بیشتر علاقوں میں) باہم ازدواج کرتے ہیں۔ ہوشیار پور میں انہیں ایک ہی ذات لوہار۔ ترکھان کی صورت میں بتایا گیا ہے، اور ایک لوہار کا بیٹا ترکھان کا، یا ترکھان کا بیٹا عام طور پر لوہار کا پیشہ اپنا لیتا ہے۔ لیکن یہ دکھائی دیتا ہے کہ دونوں بالاصل الگ الگ ذاتیں تھیں، کیونکہ مشترک ذات ابھی تک دو شاخوں میں بٹی ہوئی ہے جو آپس میں شادی یا حتیٰ کہ اکٹھے کھاتے یا تمباکو نوشی بھی نہیں کرتے۔ ایک شاخ کا نام "دھمان" اور دوسری کا "کھاتی" ہے۔اول الذکر نام "دھمنا" یعنی بھڑکانا اور موخرالذکر "کھاٹ" یعنی لکڑی سے مشتق ہے۔ گوجرانوالہ میں یہ دونوں شاخیں نظر آتی ہیں، اور وہاں دو بہت بڑے ترکھان قبائل بھی ہیں۔ آگے "ترکھان" بھی ملاحظہ کریں۔) کرنال میں ان دونوں کے درمیان ایک قسم کا واسطہ تسلیم کیا جا سکتا ہے لیکن ذاتیں اب علیحدہ علیحدہ ہیں۔ سرسا میں لوہاروں کو تین مرکزی شاخوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ اول : بلاشبہ اور موجودہ جٹ۔ حتیٰ کہ راجپوت نسل کے افراد جنہوں نے عموماً غربت کے ہاتھوں مجبور ہوکر لوہار کا پیشہ اختیار کر لیا۔ دوم : ستھار لوہار یا ترکھان کے ستھار قبیلہ کے ارکان جنہوں نے اپنا اصل پیشہ پہلے والوں کی طرح ہی تبدیل کیا۔ سوم : گاڈیا لوہار، جو صوبہ کے سارے مشرق و جنوب مشرق میں عام ملنے والے سیلانی لوہاروں کا ایک طبقہ ہیں اور راجپوتانہ و شمال مغربی صوبوں سے آئے، اور اپنے کنبوں اور اوزاروں کے ساتھ چھکڑوں میں گاؤں گاؤں پھرتے ہیں۔ وہ عمدہ قسم کا لوہے کا کام کرتے ہیں جو دیہی دستکار کی استعداد کار میں نہیں۔ روایت ہے کہ ستھار لوہار (جو اب مسلمان ہیں) اصل میں ستھار قبیلے کے ہندو ترکھان تھے، اور یہ کہ ان میں سے 12 ہزار کو اکبر جودھ پور سے دہلی زبردستی ختنے کرنے کے لئے لے گیا، اور لکڑی کی بجائے لوہے کا کام کرنے پر لگا دیا۔ لوہاروں کی ایک شاخ خود بھی یہ کہانی تسلیم کرتی ہے اور غالباً اس میں کچھ صداقت بھی ہے۔ یہ افراد صوبہ سندھ کی سمت سے سرسا میں آئے، جہاں ان کے کہنے کے مطابق وہ زمینوں کے مالک تھے۔ وہ بالعموم ملتانی لوہار جانے جاتے ہیں۔ جٹ اور ستھار لوہار رتبہ میں سب سے بلند ہیں اور گاڈیا سب سے کمتر۔ پنجاب کے دیگر علاقوں میں بھی بلاشبہ یہی فرق موجود ہے، لیکن بدقسمتی سے میرے پاس اس بارے میں معلومات نہیں۔ ہمارے جدولوں میں کسی بھی جم

جدول نمبر 39 - لوہار، ترکھان اور کوزہ گر ذاتیں

ذات نمبر	22	157	153	111	132	149	93	171	13
	لوہار	سقل گر	ڈوگری	ترکھان	کمان گر	تھاوی	راج	کمہرا	کمہار
بنوں	4754	-	-	5574	101	-	-	-	4303
پشاور	6521	144	-	12504	49	-	84	-	7583
ہزارہ	5899	48	-	8271	178	-	-	-	3687
کوہاٹ	2374	81	-	3615	12	-	15	-	1183
برطانوی علاقہ	264720	1140	1414	508008	2930	-	9080	910	421588
پٹیالہ	17788	155	-	41454	132	9	1202	94	27464
نابھا	2858	12	-	9208	1	-	57	-	5002
کپور تھلہ	4106	2	-	7715	6	-	471	-	4797
جند	3634	64	-	5358	32	-	138	-	5333
فرید کوٹ	1180	-	-	3944	1	-	8	-	1636
مالیر کوٹلہ	1325	-	-	1929	-	-	109	-	1154
کالسیہ	1177	16	-	1683	-	-	177	-	1014
کل مشرقی میدان	32327	258	-	72468	172	9	2162	94	47771

↓

بہاولپور	2833	21	-	9996	56	-	-	-	10883
منڈی	1632	-	-	270	-	610	-	-	1508
چمبہ	1537	-	302	1570	-	-	-	-	1540
ناہن	1707	-	-	1336	-	-	1	-	278
بلاسپور	1914	35	-	238	-	178	-	-	844
بشہر	916	-	-	1166	-	-	-	-	63
نالہ گڑھ	773	10	-	527	-	123	-	-	457
سکیت	1201	-	-	56	-	781	-	-	313
کل پہاڑی ریاستیں	11902	64	302	6469	-	1895	48	-	5783
برطانوی علاقہ	264720	1140	1414	508008	2930	-	9080	910	421588
دیسی ریاستیں	47062	343	302	88933	228	1904	2210	94	64437
صوبہ	311782	1483	1716	596941	3153	1904	11290	1004	486025

لوہار، ترکھان اور کوزہ گر ذاتیں

ذات نمبر	22	157	153	111	132	149	93	171	13
	لوہار	سقل گر	ڈوگری	ترکھان	کمان گر	تھاوی	راج	کمہرا	کمہار
دہلی	5934	4	-	9622	107	-	389	131	13724
گڑگاؤں	5503	1	-	10655	-	-	64	114	14261
کرنال	9190	12	-	13767	208	-	583	55	14712
حصار	5682	31	-	12627	16	-	310	2	19682
روہتک	7447	7	-	10821	71	-	294	159	12031
سرسا	1652	1	-	7222	-	-	126	-	16114
انبالہ	16550	157	-	25265	20		917	449	15590
لدھیانہ	8520	47	2	18809	12	-	129	-	8226
شملہ	715	-	-	1042	-	-	3	-	173
جالندھر	13396	17	-	26232	5	-	533	-	12904
ہوشیارپور	15033	12	-	28033	15	-	1146	-	10661
کانگڑہ	15655	34	1412	16286	265	-	527	-	7897
امرتسر	18778	1	-	34284	61	-	717	-	29175
گورداسپور	16601	-	-	29621	11	-	675	-	17029

↓

سیالکوٹ	18584	.	.	41781	.	.	817	.	29713
لاہور	13767	144	.	31009	239	.	876	.	31524
گوجرانوالہ	12364	12	.	26872	58	.	324	.	26931
فیروزپور	7097	84	.	21424	39	.	166	.	15254
راولپنڈی	12236	165	.	22450	290	.	.	.	14668
جہلم	9970	23	.	14824	42	.	1	.	10031
گوجرات	12934	66	.	21828	33	.	260	.	16401
شاہ پور	5074	49	.	10270	131	.	.	.	11769
ملتان	2768	.	.	11915	441	.	.	.	13716
جھنگ	3062	.	.	8418	173	.	49	.	15381
منٹگمری	3673	.	.	9499	156	.	4	.	17865
مظفر گڑھ	1477	.	.	8024	165	.	.	.	6629
ڈیرہ اسماعیل خان	1288	.	.	3930	9	.	.	.	2674
ڈیرہ غازی خان	220	.	.	782	11	.	3	.	106

کے چند ایک لوہار قبائل نظر آتے ہیں۔ کرنال اور نواح میں ملنے والا صرف دھمان واحد ایسا قبیلہ ہے جو کثیر تعداد میں ملا' یہاں وہ ترکھان قبیلہ بھی ہے۔ پہاڑیوں کو لوہاروں کو آگے بیان کیا گیا ہے۔

صقل گر (ذات نمبر157)

لفظ صقل گر ایک خالص پیشے کا نام اور فولاد کے اسلحہ ساز یا صیقل کرنے والے کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ وہ مرکزی طور پر بڑے قصبات اور چھاؤنیوں میں نظر آتے ہیں' لیکن متعدد نے خود کو لوہار ہی بتایا۔

دھوگری (ذات نمبر153)

یہ پہاڑیوں کے کان کن' لوہا پگھلا کر صاف کرنے والے' اچھوت اور ناپاک افراد ہیں' جن کا نام غالباً "دھونکنی" سے نکلا' اور عین ممکن ہے کہ ان کا نام دھوگری کے بجائے دھونکری ہو۔ ان کی حیثیت کافی حد تک چمار اور ڈومنا جیسی ہے۔ دھوگری کا اندراج صرف کانگڑہ اور چمبہ سے ہوا۔

ترکھان (ذات نمبر111)

پنجاب کے ترکھان کو شمال مغربی صوبوں میں زیادہ بہتر طور پر بڑھئی' جمنا اضلاع میں باڑھی اور باقی کے مشرقی میدانوں میں کھاتی جانا جاتا ہے۔ وہ لوہار کی طرح ایک حقیقی دیہی خدمتگار ہے۔ وہ تمام زرعی آلات اور گھریلو فرنیچر مرمت کرتا' اور چھکڑے' رہٹ (فارسی پہیہ) اور بیلنے کے سوا سب اشیاء رواجی معاوضے کے بدلے میں بلاقیمت بناتا ہے۔ میں پہلے بھی نشاندہی کر چکا ہوں کہ تمام امکانات کے تحت وہ بھی لوہار والی ذات سے ہے' لیکن اس کی سماجی حیثیت کافی برتر ہے۔ کچھ عرصہ پہلے تک جٹ وغیرہ اس کے ساتھ تمباکو نوشی کر لیا کرتے تھے لیکن اب یہ روایت ختم کرتے جارہے ہیں۔ وسطی علاقوں کے کھاتی' ترکھان بھی ہیں اور لوہار بھی۔ وہاں اسے لوہار سے بلند حیثیت کا خیال کیا جاتا ہے البتہ وہ لوہار ہی ہے۔ ترکھان صوبہ بھر میں پھیلا ہوا ہے' تاہم بیشتر پیشہ ورانہ ذاتوں کی طرح وہ کسی بھی اور جگہ کی نسبت سرحد پر کم تعداد میں ہے۔ ان کی تعداد میں جدول نمبر 9 کی تعداد بھی شامل

کرنی چاہئے۔ پہاڑیوں میں بھی اس کی جگہ کافی حد تک تھاوی نے لے لی ہے' اور غالباً لوہار نے بھی۔ میں نے ترکھان کے تحت ان سب کو شامل کیا جنہوں نے خود کو باڑھی یا کھاتی بتایا۔ اور تقریباً 600 ایسے خرادیئے بھی جو صوبہ بھر میں کافی مساوی طور پر تقسیم تھے۔ مجھے بتایا گیا ہے کہ جمنا اضلاع میں باڑھی خود کو اپنے مغربی بھائی کھاتی سے برتر سمجھتا اور اس کے ساتھ شادی نہیں کرتا' اور یہ کہ کھاتی کی شادی شدہ عورتیں نتھ نہیں پہنتیں جبکہ باڑھی کی پہنتی ہیں۔ پہاڑیوں کے ترکھان کا ذکر "پہاڑی خدمتگاروں" کے حصہ میں کیا گیا ہے۔ اینٹوں کی چنائی کرنے والے لوہار کو بالعموم ترکھان ہی بتایا جاتا ہے۔

ترکھان ذات کے متعدد قبائل ہیں' لیکن اصولی طور پر چھوٹے چھوٹے۔ چند ایک بڑے مندرجہ ذیل ہیں:

ترکھانوں کے قبیلے

1	جھانگرا	9518
2	دھمان	71519
3	کھاتی	19071
4	سیاون	1932
5	گادے	2209
6	متھارو	6971
7	نیتال	2764
8	جنجوعہ	12576
9	تھارو	2822
10	کھوکھر	27534
11	بھٹی	18837
12	بیگی خیل	2212

ان کو شرقاً غرباً ترتیب دیا گیا ہے۔ نمبر 1 مرکزی طور پر دہلی و حصار ڈویژنوں میں' نمبر

2 اور 3 کرنال، انبالہ و جالندھر ڈویژنوں، پٹیالہ، نابھا، فرید کوٹ اور فیروزپور، نمبر 4 جالندھر و سیالکوٹ، نمبر 5 امرتسر، نمبر 6 لدھیانہ اور لاہور، نمبر 7 ہوشیار پور، نمبر 8 راولپنڈی، نمبر 9 گورداسپور و سیالکوٹ، نمبر 10 اور 11 لاہور، راولپنڈی اور ملتان ڈویژنوں، جبکہ نمبر 12 ہزارہ میں پایا گیا۔ سرسا کے ترکھانوں کی دو بڑی شاخیں دھمان اور کھاتی خاص ہیں جو باہم ازدواج نہیں کرتیں۔ یہ دونوں لوہاروں کے بھی دو بڑے قبیلے ہیں۔ دوبارہ دھمانوں میں ہندو ترکھانوں کا ایک قبیلہ ستھار بھی شامل ہے، جو تقریباً مکمل طور پر زراعتی ہیں اور شاذ ہی لکڑی کا کام کرتے اور ذات کے دستکار حصوں کو حقیر جانتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ وہ جودھ پور سے آئے اور یہ کہ ان کا قبیلہ اب بھی بیکانیر میں دیہاتوں اور مالیہ سے آزاد عطیات کا مالک ہے۔ ان افراد کا کہنا ہے کہ پیچھے لوہار کے ضمن میں مذکور مسلمان ملتانی لوہاروں کا تعلق اصل میں اس قبیلے سے تھا۔ ستھار ترکھان، اگرچہ ہندو ہیں، لیکن درحقیقت کھاتیوں کی نسبت ملتانی لوہاروں کے ساتھ زیادہ قریبی طور پر وابستہ ہیں، اور ان کے قبیلوں کی متعدد ذیلی شاخیں اول الذکر سے متشابہ ہیں، اور سندھ سے ہجرت کرکے آنے والے کچھ لوہار ذات کی برادری تسلیم کرتے ہیں۔ سندھ میں "ستھار" کسی بھی ترکھان کے لئے ایک عام اصطلاح ہے۔ یہ امر حیران کن ہے کہ کرنال کے باڑھی کی بھی دو بڑی شاخیں دیسے اور ملتانی ہیں۔ سرسا کی پٹیالہ سرحد پر سکھ ترکھان باگڑی ماخذ کا دعویٰ کرتے ہیں۔ وہ لوہے کے ساتھ ساتھ لکڑی کا کام بھی، اور لوہاروں کے ساتھ باہم ازدواج کرتے ہیں۔

کمان گر (ذات نمبر 132)

جیساکہ نام اشارہ کرتا ہے، "کمان گر" کمان بنانے والا ہے، اور اس کے ساتھ میں نے تیرگر کو بھی شامل کیا، اس کے علاوہ پھریرا کو بھی، جو رنگریز کا ہی پہاڑی نام لگتا ہے۔ یہ افراد مرکزی طور پر بڑے قصبات اور چھاؤنیوں میں ملے، اور کانگڑہ کے علاوہ بہ ہر صورت مسلمان نظر آتے ہیں۔ اب چونکہ تیرکمان اور تیر کا نمائش کے علاوہ کوئی مقصد نہیں رہا، کمان گر نے لکڑی کی سجاوٹ کا کام شروع کر دیا ہے۔ کسی خراد پر کسی بھی قسم کا روغن خرادی کرتا ہے، لیکن ہموار یا غیر ہموار سطحوں کی سجاوٹ کمان گر یا رنگریز کا کام ہے، اور ان دونوں میں سے کمان گر کا کام زیادہ نفیس نوعیت کا ہے۔ دروازوں اور کھڑکیوں پر روغن

کرنے کا کام یقیناً لکڑی کا کام کرنے والا عام مستری کرتا ہے' اور وہ اگر ہمیشہ نہیں تو اکثر ترکھان ہے۔ اس بارے میں میں پر یقین نہیں ہوں کہ کمان گر کو ایک علیحدہ ذات کہا جا سکتا ہے یا نہیں' لیکن اپنے پیشے میں وہ ترکھان سے کافی اوپر کھڑا ہے' اور رنگ ریز سے بھی۔

تھاوی (ذات نمبر149)

تھاوی بالکل اسی طرح پہاڑیوں کا پتھر تراش اور ترکھان ہے جیسے اینٹوں کی چنائی کرنے کے پیشے سے وابستہ میدانوں کا راج بالعموم ترکھان ذات کا بتایا جاتا ہے۔ یوں وہ ایک طرف لکڑی کے کاریگروں یا ترکھانوں اور دوسری طرف اینٹیں چننے والوں اور مستریوں یا راجوں کے درمیان تعلق جوڑتا ہے۔ بڑی بدقسمتی کی بات ہے کہ میرے دفاتر نے تھاویوں کو ترکھان شمار کیا' اس لئے انہیں صرف پہاڑی ریاستوں کے لئے الگ سے دکھایا گیا' اور درحقیقت متعدد پہاڑی ریاستوں میں یہی صورتحالات ہے۔ لہٰذا ہمارے اعداد و شمار بہت غیر کامل ہیں۔ گورداسپور میں 1722' سیالکوٹ میں 1063 تھاوی ترکھان میں شامل کئے گئے۔ تھاوی ہمیشہ ایک ہندو اور سماجی حیثیت میں داغی / داگی یا اچھوت خدمت گار سے بہت اوپر لیکن کنیت یعنی پہاڑیوں کی کمتر کاشتکار ذات سے کچھ پست ہے۔ سردار گوردیال سنگھ نے ہوشیار پور کے ایک تھاوی سے موصولہ معلومات کو یوں بیان کیا ہے: "ایک بوڑھے شخص نے بتایا کہ وہ اور اس کے لوگ ایک برہمن خاندان سے تھے لیکن پتھر تراشنے کا پیشہ اختیار کرنے سے تھاوی ہوگئے' تب سے برہمن ان میں باہم ازدواج نہیں کرتے۔ تھاویوں میں وہ افراد شامل ہیں جو برہمن راجپوت کنیت اور پیدائشی طور پر ان جیسے ہیں۔ ان سب نے آپس میں آزادانہ ازدواجی رشتے قائم کئے اور یوں ایک حقیقی تھاوی ذات تشکیل دی جو ان سے بالکل الگ تھی۔ اس ذات نے تھاویوں والا پیشہ اختیار کرلیا لیکن اپنی اصلی ذات بدستور قائم رکھی۔" پہاڑیوں کے تھاوی اردگرد کے بڑھئی یا خرادی کے ساتھ باہم ازدواج نہیں کرتے۔ اس کی سماجی حیثیت کے بارے میں مزید تفصیلات آگے ملاحظہ کریں' جو پہاڑی خدمت گاروں کے حوالے سے دی گئی ہیں۔

راج (ذات نمبر93)

"راج" قصبات کے اینٹوں کی چنائی کرنے والوں اور مستریوں کی انجمنوں کی طرف سے اپنے سرداروں کو دیا گیا خطاب ہے' اور نتیجتاً" اس کا استعمال ان پیشوں سے متعلق تمام افراد کے حوالے سے ہوتا ہے۔ "معمار" بھی اسی کا فارسی نام ہے' اور اپنے آپ کو معمار درج کرانے والوں کو میں نے راج میں شمار کیا۔ یہ لفظ کسی حقیقی ذات کی بجائے پیشہ ورانہ نام ہے۔ ان افراد کی اصل ذات بہرصورت ترکھان بتائی جاتی ہے۔ راج کا اندراج صرف مشرقی اور وسطی اضلاع سے ہوا' اور وہ دہلی' گڑگاؤں و کانگڑہ کے علاوہ باقی جگہوں پر بالعموم مسلمان نظر آتے ہیں۔ میں نے راج میں بتاہر (پتاہر) کو بھی شامل کیا جن میں سے 66 کا اندراج جالندھر اور 20 کا امرتسر ڈویژن سے ہوا۔ لیکن مجھے اس کے درست ہونے کا یقین نہیں' کیونکہ چمبہ میں بتاہرا بہرحال ایک حقیقی ذات نظر آتے ہیں جو عام طور پر پتھر کے مستریوں اور کہیں کہیں بطور ترکھان کام کرتے۔ اور اکثر زمین بھی کاشت کرلیتے ہیں۔ تاہم کولو میں بتاہرا کو کولی ذات سے بتایا جاتا ہے جس نے پتھر توڑنے کا کام اپنا لیا۔

کھمرا (ذات نمبر171)

کھمرا (29) ہندوستان کی ایک ذات ہے اور پنجاب کے صرف مشرقی حصوں میں پائی گئی۔ اس کا کاروبار ہاتھ کی چکیوں کے پتھر فروخت کرنا ہے جو آٹا پیسنے کے لئے ہر گھر میں استعمال ہوتی ہیں۔ مجھے یقین ہے کہ پنجاب خاص میں یہ کام عام طور پر ترکھان کرتے ہیں۔ ان افراد کو ہر سال جی ٹی روڈ پر بھینسیں ہانکتے ہوئے دیکھا جا سکتا ہے' جن کے پیچھے رسے کے ساتھ چکیوں کے پتھر گھسٹتے جاتے ہیں۔ پتھروں کو ڈھیلا ڈھالا ہی باندھا جاتا ہے تاکہ آسانی سے گھسٹ سکیں۔ یہ چکیوں کے پتھر آگرہ سے لائے جاتے ہیں۔ کھمرے بھینسوں کا تھوڑا بہت لین دین کرتے ہیں۔ وہ تقریباً سبھی مسلمان ہیں۔

کمہار (ذات نمبر13)

کمہار کو پنجاب میں اکثر و بیشتر گمیار بھی کہا جاتا ہے۔ یہ علاقے کا کوزہ گر اور اینٹیں پکانے والا ہے۔ حصار اور سرسا میں اس کی کافی تعداد ملی۔ وہاں اور دامن کوہ و وسطی اضلاع میں وہ اکثر کاشتکار ہے۔ زیریں دریائے سندھ پر ان کی کچھ تعداد نے اپنا اندراج

بطور جٹ کرایا (دیکھیں جدول نمبر 9)- وہ رواجی معاوضے لے کر خدمات سرانجام دینے والا حقیقی خدمت گار ہے جن کے تبادلہ میں وہ گھریلو استعمال کے لئے مٹی کے تمام برتن اور (جہاں رہٹ استعمال ہوتا ہے) مٹی کی ٹنڈیں بھی فراہم کرتا ہے۔ پنجاب کی ذاتوں میں صرف وہی گدھے پالتا ہے' اور گاؤں کی حدود میں اناج کی نقل و حمل کرنا اور اس کے بدلہ میں اپنے موکلوں سے دیگر اشیاء مثلاً بیج یا کھانا لے کر آنا اسکا کاروبار ہے۔ لیکن وہ اناج گاؤں سے باہر بلامعاوضہ لے کر نہیں جاتا۔ دیہات اور قصبات میں وہ چھوٹا موٹا حمال ہے۔ بعد میں وہ مٹی' کھاد' کوئلہ' اینٹیں وغیرہ بھی لادنے اور لیکر جانے کا کام بھی کرنے لگا۔ اسکا مذہب اپنے علاقے کا غالب مذہب ہی نظر آتا ہے۔ کمہار کی سماجی حیثیت بہت پست ہے' لوہار سے کافی نیچے اور چمار سے کچھ ہی اوپر' کیونکہ گدھے جیسے ناپاک جانور کے ساتھ اس کا موروثی تعلق (گدھا چیچک کی دیوی سیتلا کا مقدس جانور ہے) اسے بھی آلودہ کر دیتا ہے۔ اسی طرح کھاد اور کوڑا کرکٹ لے جانے پر اس کی آمادگی بھی اسے کم حیثیت بنانے کا سبب ہے۔ وہ پنجاب کا خشت ساز بھی ہے' کیونکہ صرف وہی بھٹوں کا کام سمجھتا ہے۔ کوزے اور اینٹیں پکانے کے لئے بطور ایندھن جلانے میں کوڑا کرکٹ استعمال ہونے کی وجہ سے اس کا تعلق غلاظت سے بھی ہوگیا۔ مجھے یقین ہے کہ وہ سانچوں والی اینٹیں بھی بناتا ہے لیکن سوکھی مٹی سے گاؤں میں تیار کی جانے والی عام اینٹیں عموماً" قلی یا چمار بناتا ہے۔ کمہار کو پزاواگر (یا Kiln-burner) اور کوزہ گر بھی کہا جاتا ہے۔ موخرالذکر اصطلاح کا استعمال عام طور پر صرف ان کے لئے ہوتا ہے جو نہایت عمدہ قسم کے برتن بناتے ہیں۔ سرحد پر وہ بطور گلگو معلوم نظر آتا ہے۔

کمہاروں کی متعدد ذیلی شاخیں ہیں جو اصولی طور پر زیادہ بڑی نہیں۔ چند ایک بڑی مندرجہ ذیل ہیں:

کمہار شاخیں

1	گولا	20059
2	مہار	12649
3	دول	6777

4	ڈھوڈی	3786
5	کھوکھر	15039

پہلی دو دہلی و حصار، تیسری امرتسر و لاہور، اور آخری دو لاہور، راولپنڈی و ملتان ڈویژنوں میں ملیں۔ پشاور میں دو تہائی سے زائد کمہاروں نے خود کو ہندکی بتایا۔ (ڈھوڈی ملتان میں ایک راجپوت قبیلہ بھی ہیں۔ مترجم)۔

مہار اور گولا باہم ازدواج نہیں کرتے۔ سرسا کے کمہار کی دو بڑی شاخیں ہیں۔ ایک جودھ پور سے آنے والے جودھ پوریئے جو بھٹیاں استعمال کرتے اور عموماً" کوزہ گر ہیں، دوسری بیکانیری یا دیسے جو بیکانیر سے آئے اور بھٹے (پجاوے) استعمال کرتے ہیں، لیکن مرکزی طور پر زراعتی اور کوزہ گری کا پیشہ تحقیر آمیز سمجھتے ہیں۔ ان حصوں کے کمہاروں کو باگڑی جٹوں سے بمشکل ہی علیحدہ کیا جا سکتا ہے۔ ذات کی دونوں شاخیں قریبی طور پر منسلک لگتی ہیں۔

دیگر دھاتوں اور معدنیات میں کام کرنے والے

لوہاروں، پتھر تراشنے والوں اور کوزہ گروں پر بات کرنے کے بعد اب میں اگلے گروپ کی طرف چلتا ہوں، جس کے اعداد و شمار آگے جدول نمبر 40 میں دکھائے گئے ہیں۔ اس گروپ کو چار طبقات میں تقسیم کیا جا سکتا ہے: قیمتی دھاتوں میں کام کرنے والے، سنار، پناریا اور داؤلی۔ گھڑیالی دھات (30) وغیرہ میں کام کرنے والا ٹھٹھیرا۔ نمک اور قلمی شورہ تیار کرنے والے آگری، نونگر اور شورہ گر۔ اور شیشہ ساز و کنگن بنانے والے یا چوڑی گر۔ قیمتی دھاتوں کا کام کرنے والے صوبہ بھر میں پائے گئے، تاہم مغربی میدانوں کی گنوار اور نسبتاً" غریب آبادی میں ان کی تعداد کم ہے، جبکہ ایسے اضلاع میں سب سے زیادہ جن میں بڑے شہر شامل ہیں، اس کے علاوہ وسطی اضلاع میں بھی۔ نمک کا کام کرنے والے قدرتی طور پر صوبہ کے مشرقی و جنوب مشرقی حصوں و ملتان ڈویژن کی وسیع و عریض چراگاہوں میں ملے جہاں پر کھارے پانی والے کنوئیں ہیں، میدان کلر سے ڈھکے ہوئے اور بریلا پودے

(تھور؟) کی وافر پیداوار ان کے پیشے کا وسیلہ ہے۔ کوہستان نمک کی کانوں سے نکالا جانے والا نمک غیر معمولی طور پر فوری قابل استعمال ہے' اور کانکنی و حمل برداری کا کام عام مزدور کرتے ہیں' کسی خاص ذات یا پیشے کے لئے مخصوص نہیں۔

سنار (ذات نمبر30)

سنار کو قصبات میں اکثر زرگر بھی کہتے ہیں۔ یہ صوبہ میں سونے اور چاندی کی دستکاری کرنے والا ہے۔ وہ زیورات گروی رکھ کر سود پہ رقم ادھار دینے کا کام بھی کافی زیادہ کرتا ہے۔ دیہاتیوں کے درمیان اپنی بچتوں کو چاندی کے کنگنوں وغیرہ کی صورت میں سنبھال کر رکھنے کی ہمہ گیر عادت اس ذات کو اہم اور جامع بناتی ہے' لہٰذا یہ ایک حقیقی ذات لگتی ہے۔ سنار بالعموم صوبہ بھر میں پھیلے ہوئے اور انتہائی اہم مرکزی دیہات میں موجود ہیں۔ سارے مشرقی میدانوں و خطہ کوہستان نمک میں وہ عموماً" ہندو' تاہم ملتان ڈویژن و سرحد پر اکثر و بیشتر مسلمان ہیں۔ وسطی ڈویژن میں چند ایک سکھ سنار ہیں۔ سنار دوبارہ جنم لینے والی ذاتوں میں سے ایک ذات ہونے پر بہت مغرور ہے' اور ان میں متعدد جانیو یا مقدس دھاگا پہنتے ہیں' لیکن ان کی سماجی حیثیت تجارتی اور کافی ساری زرعی ذاتوں سے کہیں پست ہے' البتہ تمام بہت سے دیگر یا شاید تمام دستکاروں سے برتر۔ بتایا جاتا ہے کہ دہلی میں وہ "دیسے" اور "دیسوالے" میں تقسیم ہیں (اول الذکر کریوا کرتے ہیں اور موخرالذکر نہیں) اور یہ کہ دیسوال سنار کا رتبہ بنئے کے فوراً بعد آتا ہے۔ اگر مذہبی معیار لاگو کیا جائے تو یہ غالباً درست ہے' لیکن میرے خیال میں جٹ سنار کو خود سے بہت کمتر سمجھتا ہے۔

نیاریا (ذات نمبر131)

نیاریا یعنی صیقل گر (نیارا سے ماخوذ' جس کا مطلب ہے "علیحدہ") وہ شخص ہے جو سنار کے کوڑے کرکٹ میں سے قیمتی دھاتیں علیحدہ کرتا ہے۔ پنجاب کے مغرب میں اس کی شناخت شودر یا سودر (Shodar or Sodar) کے نام سے نظر آتی ہے' اور چونکہ سنار قبیلوں میں سے ایک سودری بھی ہے' اس لئے ممکن ہے نیارا کی ذات عموی طور پر یا بہرصورت سنار ہو۔ کتابیں اس بارے میں خاموش ہیں اور میرے پاس کوئی دوسری معلومات نہیں۔ تاہم سنار کے برخلاف نیارا بالعموم مسلمان' لیکن کافی حیران کن طور پر صرف پشاور

میں ہندو نظر آتا ہے۔

داوُلی (ذات نمبر 134)

اس عنوان کے تحت میں نے ان 87 افراد کو شمار کیا ہے جنھوں نے خود کو سنسوئی بتایا' کیونکہ زیریں پہاڑیوں کے داوُلی کے لئے یہ نام عام نظر آتا ہے۔ داوُلی وہ افراد ہیں جو پہاڑی چشموں میں سے سونا چھانتے ہیں' اور ظاہر ہے صرف پہاڑیوں میں ملے۔ پٹیالہ سے اپنا اندراج کرانے والوں کا تعلق پہاڑی علاقے کی اسی ریاست سے ہے۔ وہ ان پن چکیوں پر بھی کام کرتے ہیں جو پہاڑیوں کے تیز بہاؤ والے چشموں پر کافی عام ہیں۔ زیادہ تر داوُلی ہندو' چند ایک سکھ اور مسلمان بالکل نہیں ہیں۔ وہ تقریباً ڈومنا کے ہم رتبہ اچھوت ہیں۔ درحقیقت بہت سوں نے اپنا تعلق ڈومنا ذات سے ہی بتایا' اور وہ چٹائیاں وغیرہ بناتے ہوئے بھی نظر آتے ہیں۔

ٹھٹھیرا (ذات نمبر 115)

تانبے پیتل اور دیگر آلائشی دھاتوں کے برتن بنانے والے کسیرا کی طرح یہ اشیاء فروخت کرنے والا اور بالعموم ہندو ہے۔ ٹھٹھیرا محض پیشے کا نام لگتا ہے' اور ممکن ہے ٹھٹھیروں نے اپنا تعلق کسی تجارتی کے ساتھ بتایا ہو۔ جدول کی تعداد میں زیادہ تر ہندو ہیں۔ ٹھٹھیرا کو ٹھٹھیار بھی کہتے ہیں اور وہ مقدس دھاگا پہنتا ہے۔

آگری (ذات نمبر 109)

آگری راجپوتانہ اور پنجاب کے مشرق و جنوب میں نمک بنانے والا ہے اور اس کا نام آگر (بہت بڑے توے جیسے برتن کا نام) سے ماخوذ ہے جس میں وہ کنوؤں یا جھیلوں کا کھارا پانی خشک کرتا ہے۔ آگرہ شہر کا نام بھی اسی لفظ سے مشتق ہے۔ (31) آگری حقیقی ذات لگتی ہے ان کے مطابق وہ گڑگاؤں میں چتوڑ کے راجپوتوں کی نسل ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ ایک محاورہ ہے : "اک' جواسا' آگری اور چھکڑا بان بجلی چمکتے ہی فوت ہو جاتے ہیں۔" کیونکہ میرے خیال میں بجلی کے فوراً بعد متوقع بارش ان کا نمک گھلا دیتی ہے۔ سب آگری ہندو ہیں اور دہلی' گڑگاؤں و روہتک اضلاع کی مشترک سرحدوں پر سلطان پور خطہ میں پائے

گئے' جہاں کنوئیں کا پانی انتہائی کھاری ہے۔ وہاں پر وہ آبی بخارات کے ذریعہ نمک بناتے ہیں۔ ان کی سماجی حیثیت کافی اچھی ہے' لوہاروں سے برتر لیکن جٹوں سے یقیناً کمتر۔

نون گر اور شورہ گر (ذات نمبر 76 اور 154)

نون گر کو اکثر نونیا یا لونیا یا نوناری بھی کہا جاتا ہے۔ یہ نام "نون" یعنی نمک سے ماخوذ اور کسی حقیقی ذات کی بجائے ایک پیشے کے حوالے سے ہے۔ یہ توجیہہ شورہ گر پہ بھی صادق آتی ہے جسے کہیں کہیں ریہہ گر (Saline efflorescence) کہتے ہیں۔ ریہہ کا مطلب شورے کا سفوف ہے۔ لیکن ان دونوں اصطلاحات کا اطلاق عموماً" ایک ہی طبقہ کے افراد پر ہوتا ہے (32) جو پرانے گاؤں کے موقعوں کے ملبہ سے شورہ یا مغربی میدانی علاقوں کی ویران چراگاہوں میں ملنے والے بریلا پلانٹ سے خام سوڈا (سجی) تیار کرتے ہیں' کیونکہ پنجاب کے بیشتر علاقوں میں نمک بنانے پر پابندی لگائی جا چکی ہے۔ بہت سوں نے زرعی پیشے اختیار کر لئے۔ ملتان اور ڈیرہ جات ڈویژنوں میں یہ بات بالخصوص درست ہے۔ وہ اشیاء گدھوں پر لاد کر ایک جگہ سے دوسری جگہ پر لے جاتے ہوئے بھی ملتے ہیں' جس سے ان کی کمتر سماجی حیثیت کا حوالہ ملتا ہے۔ تاہم کہا جاتا ہے کہ یہ لوگ خود کو ان نون گروں سے برتر خیال کرتے ہیں جو ابھی تک موروثی پیشوں سے وابستہ ہیں اور ان کے ساتھ باہم ازدواج نہیں کرتے۔ وہ صوبہ کے مشرق میں بالعموم ہندو اور مغرب میں مسلمان ہیں۔

چوڑی گر (ذات نمبر 139)

چوڑی گر کو مغرب میں بنگیرا یا ونگیرا بھی کہتے ہیں۔ (ونگاں کا مطلب چوڑیاں ہے۔ وہیں سے ونگیرا یا ونگری گر یعنی چوڑیاں بنانے والا نکلا۔) یہ عموماً" کانچ یا لاکھ کے کنگن اور چوڑیاں بناتا ہے۔ کہیں کہیں اسے کچیرا یعنی شیشہ گر (پنجابی میں شیشہ کو کچ کہتے ہیں) بھی کہا جاتا ہے۔ اس کی بنائی ہوئی چوڑیاں صوبہ کے مشرق میں منیار فروخت کرتا ہے لیکن مغرب میں ایک عام پھیری والا ہے' اور میں سمجھتا ہوں کہ وہاں پر ونگیرا چوڑیاں بنانے والے کے ساتھ ساتھ فروخت کرنے والا بھی ہے۔ یہ بھی کہتے ہیں کہ چوڑی گر کی اصطلاح ان افراد پر لاگو ہوتی ہے جو سونے اور چاندی کے علاوہ کسی بھی چیز سے چوڑیاں یا کنگن بناتے ہیں۔ لفظ محض ایک پیشے کا نام لگتا ہے' اور ممکن ہے متعدد چوڑی گروں نے اپنی

جدول نمبر 40 - دیگر دھاتوں اور معدنیات سے وابستہ ذاتیں

ذات نمبر	30	131	134	115	109	76	154	139
	سنار	نیاریا	داؤلی	ٹھٹھیرا	آگری	نون گر	شورہ گر	چوڑی گر
دہلی	4085	-	-	166	1300	203	2	55
گڑگاؤں	2255	3	-	379	2788	1	-	128
کرنال	4021	13	-	166	7	887	272	-
حصار	3975	61	-	557	-	-	575	-
روہتک	2773	48	-	159	940	6	405	153
سرسا	2479	-	-	-	-	-	-	-
انبالہ	7323	102	66	21	-	5126	20	-
لدھیانہ	5962	19	-	73	-	1	-	-
شملہ	330	-	-	46	-	-	-	-
جالندھر	6900	28	6	27	-	1	236	6
ہوشیارپور	6689	8	797	178	-	1	44	47
کانگڑہ	3071	3	381	267	-	-	-	119
امرتسر	8605	17	-	419	-	-	-	159

گورداسپور	6008	179	-	261	-	-	-	105
سیالکوٹ	8947	72	-	27	-	-	-	206
لاہور	8317	258	-	107	-	1	-	73
گوجرانوالہ	6141	442	-	342	-	1	-	72
فیروزپور	4812	18	-	3	-	44	-	13
راولپنڈی	6523	176	5	12	-	-	-	138
جہلم	5806	354	-	308	-	-	-	180
گوجرات	5446	118	-	80	-	-	-	231
شاہ پور	3597	40	-	19	-	-	-	97
ملتان	2044	-	-	274	-	2303	-	83
جھنگ	1697	27	-	73	-	375	-	32
منٹگمری	3265	71	-	13	-	1133	-	2
مظفر گڑھ	946	63	-	11	-	999	-	52
ڈیرہ اسماعیل خان	1080	3	-	-	-	-	-	1
ڈیرہ غازی خان	292	1	-	-	-	146	-	1
بنوں	3722	59	-	-	-	-	-	-
پشاور	3079	905	-	-	-	-		5
ہزارہ	1320	-	-	8	-	-	-	95
کوہاٹ	832	15	-	-	-	-	-	58
برطانوی علاقہ	132345	3114	1255	3996	5035	11228	1554	2111

↓

دیگر دھاتوں اور معدنیات سے وابستہ ذاتیں

ذات نمبر	30	131	134	115	109	76	154	139
	سنار	نیاریا	داؤلی	ٹھٹھیرا	ہگری	نون گر	شورہ گر	چوڑی گر
پٹیالہ	10709	17	252	230	84	6283	91	170
نابھا	1811	-	-	26	-	201	-	-
کپور تھلہ	2162	14	-	160	-	11	-	45
جند	1423	28	-	-	-	446	3	-
کل مشرقی میدان	18034	81	252	464	87	7012	94	215
بہاولپور	2284	145	-	139	-	1385	-	122
منڈی	335	-	115	5	-	-	-	-
چمبہ	217	-	-	28	-	-	-	-
ناہن	451	-	896	8	-	3	-	-
بیلاسپور	265	-	169	-	-	-	-	-
نالہ گڑھ	274	-	136	4	-	14	-	-
کل پہاڑی ریاستیں	2238	-	1396	281	-	18	-	-
برطانوی علاقہ	132345	3114	1255	3996	5035	11228	1554	2111
دیسی ریاستیں	22556	226	1648	884	87	8415	94	337
صوبہ	154901	3340	2903	4880	5122	19643	1648	2448

اصل ذات درج کروائی ہو۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ صوبہ کے مشرق میں چوڑی گر اور منیار کے درمیان کبھی فرق ہی نہ رکھا گیا ہو۔

دھوبی' رنگ ریز اور درزی

یہ گروپ دھوبیوں' رنگریزوں' چھینٹ چھپائی کرنے والوں پر مشتمل ہے۔ اس میں چھیمبا' لیلاری اور چرہوآ کو بھی شامل کیا گیا' اور ان ذاتوں کی تعداد جدول نمبر 41 میں دکھائی گئی ہے۔ یہ گروپ نہایت گڈمڈ نوعیت کا ہے اور یہ کہتے ہوئے مجھے دکھ ہو رہا ہے کہ یہ گڑبڑ ہمارے جدول تک سرایت کر آئی۔ بہرصورت یہ اصطلاحات پنجاب کے مغرب میں اصل ذاتوں کی بجائے پیشوں کی طرف اشارہ کرتی ہیں۔ مختلف پیشوں کے درمیان خط تفریق نہ صرف مبہم بلکہ صوبہ کے ایک حصہ سے دوسرے حصہ میں جاکر بدل بھی جاتا ہے۔ کچھ علاقوں میں لیلاری وہی کام کر رہا ہے جو دوسرے علاقوں میں چھیمبا۔ چرہوآ ملتان اور ڈیرہ جات ڈویژنوں میں اس سارے گروپ کے پیشوں سے منسلک ہے' جبکہ ایک درزی اکثر چھیمبا اور چھیمبا درزی ہے۔ چنانچہ یہ کہنا ناممکن ہے کہ یہ اصطلاحات علیحدہ علیحدہ ذاتوں کے حوالہ سے ہیں۔ تاہم جس ذات سے اس پورے گروپ کا تعلق ہے وہ بہت واضح ہے۔ اس ذات سے مشرق میں دھوبی اور مغرب میں چرہوآ کو بطور مثال لیا جا سکتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ جہاں پیشے جدا ہیں وہاں وہ علیحدہ قواعد و تنظیم کے ساتھ علیحدہ تجارتی انجمنوں کے زیرانتظام ہیں' اور ان کے درمیان باہم ازدواجیت بہرحال غیرمعمولی ہونا ممکن ہے۔ بیشتر پیشہ ورانہ ذاتوں کی طرح اس گروپ میں شامل کی گئی ذاتوں کی تعداد کسی بھی دوسری جگہ کے مقابلہ میں سرحد پر قلیل ہے۔

دھوبی اور چھیمبا (ذات نمبر 32 اور 33)

اس گروپ کی تمام دوسری ذاتوں میں شاید دھوبی سب سے واضح طور پر علیحدہ اور ذات کی تعریف سے قریب ترین ہیں۔ دھوبی پنجاب بھر میں اسی نام کے تحت ملا' لیکن ڈیرہ جات

اور ملتان ڈویژنوں میں وہ چرہو آ سے ناقابل تمیز ہے۔ اور مجھے یہ کہتے ہوئے افسوس ہو رہا ہے کہ یہاں پر ڈویژنل افسروں نے خود کو دھوبی درج کرانے والوں کو چرہو آ میں شمار کیا۔ لگتا ہے کچھ ایک چرہوؤں نے اپنا اندراج بطور جٹ کرایا۔ (دیکھیں جدول نمبر 9-) دھوبی اپنے علاقہ کے لوگوں کے کپڑے دھونے والا شخص ہے۔ لاہور و راولپنڈی ڈویژنوں میں چھیمبا کو دھوبی شمار کیا گیا' جبکہ جالندھر ڈویژن میں زیادہ تر دھوبیوں کو چھیمبا۔ دراصل ان دونوں کو اکٹھا لینا چاہئے۔ دھوبی اس لحاظ سے ایک حقیقی دیہی خدمت گار بھی ہے کہ وہ گاؤں والوں کے کپڑے دھونے کے عوض پیداوار میں سے مخصوص رواجی حصہ وصول کرتا ہے' لیکن اسے یہ حیثیت صرف بالائی زمیندار طبقات کے درمیان حاصل ہے' کیونکہ جٹ اور اس جیسی حیثیت کی دیگر ذاتوں میں گھر والوں کے کپڑے عموماً" عورتیں ہی دھوتی ہیں۔ لہٰذا قصبات میں دھوبیوں کی کثیر تعداد ملی۔ اس کی سماجی حیثیت پست ہے کیونکہ اس کا پیشہ ناپاک سمجھا جاتا ہے اور غیر اچھوت قبائل میں کمہار کی طرح صرف وہی گدھے پالتا اور ان سے کام لیتا ہے۔ اس کا رتبہ نائی سے کمتر لیکن شاید کمہار سے برتر ہے۔ وہ اکثر کپڑے سینے کا کام بھی کرتا ہے۔ دھوبی بہت عمومی سطح پر مسلمان اور اس کا لقب برتا (33) یا خلیفہ ہے۔ موخرالذکر اس کی انجمن کے سردار کے لئے استعمال ہوتا ہے۔

چھیمبا' چھیمپا' چھیپی یا چھیمبی درحقیقت زیادہ درست معنوں میں ایک چھینٹ چھپائی کرنے والا (Calico Printer) ہے۔ وہ علاقہ کے سوتی پارچہ جات پر رنگین نقوش کے ٹھپے لگاتا ہے' اور یہ بھی کہتے ہیں کہ وہ کاغذ پر ایسے ہی نقوش کے ٹھپے لگاتا ہے۔ لیکن جیسا کہ پہلے بھی کہا جا چکا ہے' اسے دھوبی سے الگ کرنا تقریباً ناممکن ہے۔ رنگین چھپائی کے علاوہ وہ مجیٹھ رنگتا ہے' لیکن اصولی طور پر اس کے علاوہ کوئی اور رنگ نہیں۔ وہ خالصتاً" دستکار ہے اور دھوبی کے سوا گاؤں میں اور کوئی خدمت سرانجام نہیں دیتا۔ اسے کہیں کہیں چھاپے گر بھی کہا جاتا ہے اور میں نے اس نام کے تحت درج کئے گئے 45 افراد کو چھیمبوں میں شمار کیا۔ اسی طرح 23 مچھیروں کو بھی شامل کیا گیا۔ مسٹر ولسن نے اپنی فرہنگ کے صفحہ 111 پر چھیمبی کے دو ہم معنی لفظ دیئے ہیں' لیکن مجھے بتایا گیا ہے کہ اگر تمام نہیں تو کچھ مقامات پر "چھاپے گر" کا استعمال ان افراد کو ممیز کرنے کے لئے ہوتا ہے جو چھینٹ (34) کو صرف گوٹہ کناری اور فلزات سے سجاتا ہے۔ چھیمبا اکثر و بیشتر کپڑے

دھونے کے ساتھ رنگریز اور چھاپے کا کام کرتا اور بہت عموماً" درزی بھی ہے۔ حتیٰ کہ چھیمبا کا ترجمہ اکثر درزی بھی کیا جاتا ہے۔

لیکن ان ذاتوں کے لئے چند ایک ہی بڑی شاخوں کا اندراج ہوا۔ دھوبی، چھیمبا اور چرہوآ کے لئے درج کردہ چند ایک بڑی بڑی شاخیں ذیل میں دی جا رہی ہیں۔ ان شاخوں کو اسی ترتیب سے پیش کیا جارہا ہے جس میں وہ مشرق سے مغرب کی طرف آتے ہوئے ملیں:

دھوبیوں کی شاخیں

شاخوں کے نام	دھوبی	چھیمبا	چرہوآ
بھلم/بھالم	1826	-	74
ماہل	1318	-	-
کوبانس	1032	-	-
گھرڑ	49	-	1050
رکھرائی	682	-	2264
اکترا	943	-	-
سارملی	737	-	-
بہل	6200	3704	5799
بھٹی	4207	2995	4306
کھوکھر	3419	3107	3313
کمبوہ	216	533	2335

لیلاری اور رنگریز (ذات نمبر 67 اور 110)

غیرمتوقع طور پر ڈویژنل دفاتر میں ان دونوں طبقات کو آپس میں ملا دیا گیا اور اعداد و شمار کے ان دو مجموعوں کو اکٹھا لینا چاہئے۔ یہ دونوں ہی رنگریز اور دستکار (خدمت گار نہیں) ہیں اور قصبات میں پائے گئے۔ لیکن ان کے درمیان فرق یہ بتایا جاتا ہے کہ لیلاری

(جیساکہ اس کا نام اشارہ کرتا ہے) صرف نیل کا رنگ رنگتا ہے' جبکہ رنگریز تمام علاقائی رنگ رنگتا ہے' ماسوائے نیل اور مجیٹھ کے۔ یہ امر قابل غور ہے کہ دیسی ریاستوں سے چند ایک ہندو اندراجات کو چھوڑ کر یہ دونوں ذاتیں مرکزی طور پر مسلمان ہیں۔ درحقیقت ہندو نیلا رنگ نہیں رنگتا جس سے اسے نفرت ہے' اور سرخ۔ مجیٹھا ایک خصوصی رنگ ہے جو شاید چھیبوں سے تعلق رکھتا ہے۔ زیادہ تر چھیبے ہندو ہیں اور صرف یہی رنگ رنگتے ہیں۔ پشاور میں دھوبی اور رنگریز کو ایک ہی بتایا جاتا ہے۔ لیلاری اکثر نیلاری یا نیرالی بھی کہلاتے ہیں۔ جبکہ میں نے اس عنوان کے تحت ایسے 251 افراد بھی شمار کئے جنھوں نے خود کو ملتان سے پون گر بتایا۔ مجھے پتہ چلا ہے کہ یہ اصطلاح ملتان میں لیلاری کے لئے مستعمل ہے۔

چرہوآ (ذات نمبر54)

چرہوآ ملتان و ڈیرہ جات ڈویژنوں کا دھوبی اور چھیبا ہے' اور جہاں تک میں کھوج کر پایا ہوں یہ اکثر لیلاری اور رنگریز والا کام بھی کرتا ہے۔ انہی صورتحالات میں اپنے کپڑے دھونے کے کام میں وہ دھوبی کی طرح ایک دیہی خدمتگار ہے جو رواجی معاوضوں کے بدلہ میں دیہاتیوں کے کپڑے دھوتا ہے۔ بہاولپور سے اس کا اندراج بطور دھوبی بھی ہوا۔

درزی (ذات نمبر61)

درزی یا اس کا ہندی مترادف "سوجی" خالصتاً ایک پیشہ ورانہ اصطلاح ہے۔ اگرچہ ہر قصبے میں ایک درزی پیشہ کی برادری موجود ہے لیکن لفظ کی مناسب قبولیت میں وہاں کوئی درزی ذات موجود نہیں۔ درزیوں کی کثیر تعداد کا تعلق شاید دھوبی اور چھیبا ذاتوں سے ہے' بالخصوص موخرالذکر سے' لیکن تمام ذاتوں کے افراد خیاطی (35) کے پیشے سے منسلک ہیں۔ صوبہ کے مشرق میں بالعموم درزیوں نے خود کو ہندو اور مغرب میں مسلمان بتایا۔

متفرق دست کار

صوبہ پنجاب کے اندر دستکار اور خدمتگار طبقے کو متفرق ذاتوں کا یہ آخری گروپ مکمل

جدول نمبر41 - دھوبی، رنگریز اور درزی

ذات نمبر	32	36	110	67	59	61
	دھوبی	چھیمبا	رنگریز		چرہوآ	درزی
منٹگمری	1429	153	21	111	6049	342
مظفر گڑھ	8	47	24	106	6318	125
ڈیرہ اسماعیل خان	-	2	53	5	2639	87
ڈیرہ غازی خان	-	13	3	4	592	12
بنوں	-	12	127		2270	45
پشاور	5467	136	-	1077	-	737
ہزارہ	2694	-	-	59	-	1076
کوہاٹ	1019	-	-	260	-	112
برطانوی علاقہ	117815	76416	4167	23887	734591	30143
پٹیالہ	2074	15045	-	1954	-	471
نابھا	629	2784	-	223	-	59

دھوبی، رنگریز اور درزی

ذات نمبر	32	36	110	67	59	61
	دھوبی	چھیمبا	رنگریز	لیلاری	چھوآ	درزی
کپور تھلہ	762	2750	-	84	-	719
جند	1028	2351	-	1013	-	137
فرید کوٹ	17	1624	-	-	-	8
کل مشرقی میدان	5174	25967	30	3520	-	1515
بہاولپور	9163	-	825	102	-	393
کل پہاڑی ریاستیں	1063	1108	38	190	-	412
برطانوی علاقہ	117815	76416	4167	23887	34591	30143
دیسی ریاستیں	15400	27075	893	3612	-	2320
صوبہ	133215	103491	5060	27699	34591	32463
دہلی	4157	2626	681	-	-	583
گوڑگاؤں	3446	1389	1468	-	-	970
کرنال	2748	4856	1662	-	-	1238
حصار	1785	5156	-	1950	-	580
روہتک	2763	4786	-	1960	-	78
سرسا	347	2825	-	410	-	142

انبالہ	5036	5618	-	1382	-	913
لدھیانہ	1167	7158	-	585	-	171
شملہ	732	69	-	10	-	81
جالندھر	1107	9743	-	602	-	436
ہوشیارپور	288	7662	-	607	-	1551
کانگڑہ	364	2867	-	532	-	3682
امرتسر	2555	13379	-	1817	-	1227
گورداسپور	5395	5778	-	695	-	714
سیالکوٹ	13988	1577	-	2599	-	1206
لاہور	15596	-	-	1107	-	1026
گوجرانوالہ	7901	-	-	2286	-	1685
فیروزپور	11649	-	-	376	-	161
راولپنڈی	5751	2	-	1285	-	6109
جہلم	6686	-	-	1156	20	2222
گوجرات	7674	-	-	2279	17	1476
شاہ پور	5624	42	-	115	-	437
ملتان	423	484	-	412	11452	582
جھنگ	7	36	128	61	5234	387

کرتا ہے۔ اس میں پینجا' تیلی' قصاب' کلال شامل ہیں۔ ان کے لئے اعداد و شمار جدول نمبر 42 میں دیئے گئے ہیں۔ پہلی تین ذاتیں ایک مربوط گروپ کو متشکل کرتی ہیں' حتیٰ کہ بہت عمومی طور پر ان کا تعلق ایک ہی ذات سے ہے۔ سب سے آخر والے یعنی کلال کافی الگ تھلگ ہیں۔ ہر ذات کی شاخوں پر اس کے زیر عنوان بحث کے دوران روشنی ڈالی جائیگی۔

پینجا' تیلی اور قصاب (ذات نمبر 83' 23 اور 38)

پینجا کو اکثر پنبا (ہمبا) یا دھنیا' اور شہروں میں نداف بھی کہتے ہیں۔ یہ کپاس کی روئی دھنکنے کا کام کرتا ہے۔ تیلی کا کام تیل نکالنا اور قصاب کا جانوروں کو ذبح کرکے گوشت فروخت کرنا ہے۔ لیکن تیلی ایک حقیقی ذات لگتا ہے' جبکہ قصاب اور پینجا محض پیشوں کے نام ہیں' جن سے اکثر و بیشتر تیلی بھی وابستہ ہیں۔ ملتان و ڈیرہ جات میں تیلی کو عمومی طور پر چاکی یا چکائی کہا جاتا ہے' اور مسٹر اوبرائن کی ملتان فرہنگ کے صفحہ 93 پر اس سے متعلق ایک عجیب و غریب داستان بیان کی گئی ہے۔ پینجا اور قصاب سمیت تیلی خاص پہاڑیوں کے علاوہ صوبہ بھر میں بہت یکساں طور پر پھیلے ہوئے ہیں۔ پہاڑیوں میں تیل اور کپاس در آمد کی جاتی ہے' اور ہندو آبادی کو قصاب کی کوئی ضرورت نہیں۔ قدرتی طور بڑے بڑے شہروں میں اس کی تعداد زیادہ جبکہ سرحد پر دیگر بہت سی پیشہ ورانہ ذاتوں کی طرح وہ شاذ و نادر ہی ہے۔ تاہم ڈیرہ جات میں متعدد قصاب اپنا اندراج بطور جٹ کراتے ہوئے ملے۔ (دیکھیں جدول نمبر 9)۔

قصاب کے زیر عنوان گڑگاؤں سے اندراج کردہ تعداد غیر معمولی حد تک زیادہ لگتی ہے' لیکن مجھے جدولوں میں کوئی غلطی نہیں مل سکی۔ (36) تیلی تقریباً بالخصوص مسلمان ہے' مشرقی اضلاع کے ہندو و پینجا کی شناخت "کندیرا" نام سے بتائی گئی۔ البتہ یہ لفظ راجپوتانہ میں مسلمان پینجوں پر بھی لاگو ہوتا نظر آتا ہے۔

تیلی کی سماجی حیثیت پست ہے' اور شاید جولاہے کے برابر' جس کے ساتھ وہ عموی سطح پر منسلک ہے۔ تیلی جولاہے سے بمشکل ہی کم شورش پسند اور ہنگامہ پرور ہے۔ مسٹر فین شا (Fanshawe) کہتے ہیں کہ "ضلع میں قصاب طبقہ سب سے بدتر ہے' اور انسانی زندگیاں لینے میں سفاکی اور دیگر تمام معاملات میں اپنی عام شوریدہ سری کے لئے بھی مشہور ہیں۔"

اور کہاوت بھی ہے: "جس نے شیر نہیں دیکھا اس کے لئے بلی دیکھ لینا ہی کافی ہے' اور جس نے ٹھگ نہیں دیکھا اس کے لئے قصاب دیکھنا۔" کرنال میں قصابوں کو بالعموم سبزی فروش بھی بتایا جاتا ہے۔

کلال (ذات نمبر56)

پنجاب کے مغرب میں کلال کو کلوار بھی کہتے ہیں۔ یہ شراب کشید کرنے والا اور نشہ آور مشروبات بیچنے والا شخص ہے۔ تاہم پشاور میں کلال کا مطلب کوزہ گر بھی دکھائی دیتا ہے۔ اور اگر وہ مسلمان ہو تو خود کو ککے زئی' سکھ ہو تو آہلو والیہ بتاتا ہے۔ ان ناموں کا ماخذ آگے بیان کیا جائے گا۔ میں نے ابھی کہا ہے کہ کلال شراب کشید کرنے والا ہے۔ یہ اس کا موروثی پیشہ ہے' لیکن جب سے حکومت نے نشہ آور مشروبات کی تیاری اور آمدورفت کو اپنے کنٹرول میں کیا ہے ذات کے ایک بہت بڑے حصے (بالخصوص مسلمان اور سکھ) نے اپنا خاص پیشہ چھوڑ کر اکثر تجارت اور خصوصاً جوتوں' گندم' سبزیوں اور دیگر ایسی اجناس کی نقل و حمل کا پیشہ اختیار کر لیا جن کا لین دین کرنے میں اچھی ذات والوں کو اعتراض ہے۔ وہ اپنی مہم جوئی' توانائی اور ہٹ دھرمی کے لئے بدنام ہیں: "موت ٹل سکتی ہے' لیکن کلال نہیں۔" چند صورت ہائے احوال کے سبب (جن پر آگے بات ہو گی) پنجاب کے سکھ علاقوں اور بالخصوص کپور تھلہ میں ان کے بہت زیادہ تعداد ملی۔ مغربی اضلاع میں وہ ایک اعتبار سے نامعلوم ہی نظر آتے ہیں۔ وہ نصف سے زائد اب بھی ہندو' تقریباً" ایک چوتھائی سکھ اور باقی ایک چوتھائی مسلمان ہیں۔ ذات کی اصل سماجی حیثیت نہایت پست ہے' تاہم پنجاب میں مخصوص حالات کے نتیجہ میں بلند ہو گئی۔

کپور تھلہ کا حکمران خاندان سدا سنگھ کلال کی اولاد بتایا جاتا ہے جس نے لاہور کے نزدیک آہلو نامی گاؤں کی بنیاد رکھی۔ یہ خاندان سماجی درجہ بندی میں مرحلہ بہ مرحلہ اوپر بڑھتا گیا' اور سدا سنگھ کے پڑپوتے بدر سنگھ نے ضلع کے ایک چھوٹے سے سردار کی بیٹی سے شادی کی۔ اس شادی کے نتیجہ میں جسا سنگھ پیدا ہوا جس نے بے نظیر طاقت اور اثر و رسوخ حاصل کیا جو رنجیت سنگھ کے دور تک کسی اور سکھ سردار کو حاصل نہ ہو سکا۔ اس نے اپنے آبائی گاؤں آہلو کی نسبت سے آہلو والیہ کا لقب اختیار کیا۔ کپور تھلہ کا شاہی

خاندان ابھی تک اس نام کو برقرار رکھے ہوئے ہے اور کوئی سکھ کلال بالعموم اپنی ذات آہلو والیہ ہی بتاتا ہے۔ اس طرح یہ ذات اہم ہو گئی' اس کے متعدد ارکان نے اپنا آبائی پیشہ ترک کر دیا' اور ذات کا مسلمان حصہ اس بدنامی سے شرمسار بھی ہونے لگا جو کلال نسل کا اعتراف کرنے سے اسے اٹھانا پڑتی تھی۔ لہٰذا انہوں نے اپنے پٹھان نسل ہونے کی ایک کہانی تراش لی اور ککے زئی کہلانے لگے۔ شروع میں اس نام کا استعمال ذات کے صرف زیادہ اہل ثروت افراد کرتے تھے' لیکن اب اس کا استعمال وسعت اختیار کرتا جا رہا ہے۔ گوجرات میں گاؤں کے کاشتکار زمینداروں نے پہلی سیٹلمنٹ میں اپنا اندراج بطور کلال اور دوسری سیٹلمنٹ میں بطور ککے زئی کروایا۔ ہوشیار پور کے معروف شیخ کلال ہیں جو پٹھان نسل ہونے کا دعویٰ کرتے ہوئے خود کو شیخ کہتے اور بیوہ کی شادی سے منع کرتے ہیں۔ مسلمان کلالوں میں سے کچھ ایک راجپوت یا کھتری نسل کا دعویٰ کرتے ہیں۔ یہ امکان موجود ہے کہ ذات کے بہت سوں نے خود کو شیخ بتایا ہو۔ تجارت پیشہ کلال کے حوالے سے بتایا گیا ہے کہ وہ ان کے ساتھ باہم ازدواج نہیں کرتے جو شراب کشید کرنے کا کام کرتے ہیں۔

پہاڑیوں کے خدمت گار

پہاڑیوں کی مخصوص خدمتگار ذاتوں کے اعداد و شمار آگے جدول نمبر 43 میں دیئے گئے ہیں۔ ان میں خدمت گار ذاتوں کے پہلے بیان کئے گئے ان ارکان کو بھی بلاشبہ شامل کرنا چاہئے جو پہاڑی خطوں میں پائے گئے' مثلاً چمار' ترکھان' لوہار وغیرہ۔ میں نے اس طبقہ کو دو گروپوں میں تقسیم کیا ہے۔ پہلے گروپ میں وہ ذاتیں شامل ہیں جو زیریں پہاڑیوں اور ان کے دامن کی پٹی میں ملیں۔ حتیٰ کہ یہاں بھی آپ دیکھیں گے کہ پیشے انتہائی گمراہ کن انداز میں ایک دوسرے کے ساتھ گڈمڈ ہو جانے پر مائل ہیں' (حتیٰ کہ خاص میدانوں سے بھی زیادہ) اور یہ کہ ایک اچھوت طبقہ کو دوسرے سے علیحدہ کرنا مشکل ہے۔ دوسرا گروپ زیادہ سختی کے ساتھ حقیقی پہاڑوں تک ہی محدود ہے' اور یہاں سب کچھ گڑبڑ لگتا ہے۔

جدول نمبر 42 - متفرق دستکار ذاتیں

ذات نمبر	82	23	38	56
	پینجا	تیلی	قصاب	کلال
منٹگمری	-	1557	5170	275
مظفر گڑھ	67	238	3136	19
ڈیرہ اسماعیل خان	12	149	1584	20
ڈیرہ غازی خان	8	40	221	3
بنوں	-	95	2967	-
پشاور	1344	3250	2636	472
ہزارہ	164	2480	412	18
کوہاٹ	94	311	1179	30
برطانوی علاقہ	10418	228585	88357	20237
پٹیالہ	4827	21097	4390	4609
نابھا	280	3250	468	643
کپور تھلہ	53	3718	918	1644
جند	29	3193	1306	708
فرید کوٹ	-	1548	92	1043

←

متفرق دستکار ذاتیں

ذات نمبر	82	23	38	56
	چھینبا		قصاب	کلال
مالیر کوٹلہ		1192	503	29
کالیہ	651	1196	204	147
کل مشرقی میدان	5840	35770	8719	8875
بہاولپور	630	727	3217	319
کل پہاڑی ریاستیں	212	1806	75	719
برطانوی علاقہ	10418	228585	88357	30237
دیسی ریاستیں	6682	38303	12011	9913
صوبہ	17100	266888	100368	40150
دہلی	145	5593	4320	758
گڑگاؤں	616	4799	13352	481
کرنال	756	9777	4587	878
حصار	-	6891	2857	360
روہتک	-	6313	6318	268
سرسا	-	3914	842	401

انبالہ	6684	17577	2881	5057
لدھیانہ	188	10883	1621	1955
شملہ	33	59	42	99
جالندھر	-	10829	1603	1624
ہوشیارپور	4	10758	2077	2695
کانگڑہ	2	5495	190	2505
امرتسر	-	20654	1971	2121
گورداسپور	-	17644	846	1209
سیالکوٹ	-	1352	1927	1967
لاہور	-	23066	2464	1909
گوجرانوالہ	-	9523	2384	551
فیروزپور	-	10938	714	1929
راولپنڈی	-	12384	789	280
جہلم	-	8302	2003	1076
گوجرات	-	8562	1169	552
شاہ پور	210	2112	5202	123
ملتان	91	484	5914	580
جھنگ	-	250	4979	-

جدول نمبر 43- پہاڑیوں کی خدمتگار ذاتیں

ذات نمبر	49	78	57	41	137	97
	بروالا	بٹوال	میگ	ڈومنا	برارا	سریرا
دہلی	7	-	-	-	-	-
گڑگاؤں	72	-	-	-	-	-
حصار	-	-	-	-	-	-
انبالہ	-	-	926	128	22	-
لدھیانہ	5	-	-	9	-	-
شملہ	-	-	-	457	-	-
جالندھر	1339	1	-	278	93	198
ہوشیارپور	1740	85	-	3529	199	4520
کانگڑہ	1514	3630	-	11095	989	5122
امرتسر	13180	80	237	260	361	-
گورداسپور	9530	964	6373	27270	327	481
سیالکوٹ	16901	13190	28705	-	79	-

↓

لاہور	3745	146	496	181	-	55
گوجرانوالہ	5029	19	80	105	-	-
گوجرات	904	-	1373	-	-	-
برطانوی علاقہ	54128	18121	38371	43424	2070	10407
پٹیالہ	-	6	-	1163	70	2
کپورتھلہ	508	-	-	30	101	116
کل مشرقی میدان	511	6	-	1193	171	119
منڈی	-	-	-	11540	-	15
چمبہ	119	537	96	1881	18	272
ناہن	-	-	-	4126	203	-
بلاسپور	-	-	-	1653	12	-
بشہر	-	-	-	97	-	-
نالہ گڑھ	-	-	-	1096	15	-
سکیت	-	-	-	3133	-	-
کل پہاڑی ریاستیں	119	657	96	26916	434	287
برطانوی علاقہ	54128	18121	38371	43424	2070	10407
دیسی ریاستیں	630	663	96	27109	605	406
صوبہ	54758	18784	38467	70533	2675	10813

پہاڑیوں کی خدمتگار ذاتیں

	66	50	176	178	185	151
	کولی	داغی	ریٹر	دوسالی	ہادی	گھائی
دہلی	4409	-	-	-	-	-
گڑگاؤں	5810	-	-	-	-	-
حصار	400	-	-	-	-	-
انبالہ	1130	197	-	-	-	-
لدھیانہ	205	-	-	-	-	-
شملہ	3794	264	57	-	-	-
جالندھر	95	77	-	30	-	6
ہوشیارپور	370	31	-	212	-	8
کانگڑہ	11301	19742	-	276	295	1579
امرتسر	-	-	-	16	-	-
گورداسپور	238	-	-	9	-	-
سیالکوٹ	14	-	-	-	-	-
لاہور	2	-	-	-	-	-

↓

گوجرانوالہ	.	.	.	.	.	.
گوجرات	.	.	.	.	.	.
برطانوی علاقہ	27837	20311	64	622	305	1588
پٹیالہ	10018	.	.	.	.	.
کپور تھلہ	.	.	.	.	.	.
کل مشرقی میدان	10107	.	.	.	.	.
منڈی	10673	4475	.	.	.	.
چمبہ	1609	17934	147	45	.	.
ناہن	24230	2213	.	.	.	.
بلاسپور	2947	.	.	.	.	62
بشہر	14149	.	29	.	.	.
نالہ گڑھ	1435	3051	.	.	.	71
سکیت	7753	1689	.	.	.	.
کل پہاڑی ریاستیں	85227	32682	750	45	.	138
برطانوی علاقہ	27837	20311	64	622	305	1588
دیسی ریاستیں	95334	32682	750	45	.	138
صوبہ	123171	52993	814	667	305	1726

چمار' جھینور اور دستکار مناسب حد تک واضح لگتے ہیں اور انہیں ان کے موزوں گروپوں کے تحت پیچھے بیان کیا جا چکا ہے۔ لیکن ہر جگہ پر ایسی صورت حال بھی نہیں ہے' جبکہ ساری پہاڑیوں میں ہمیں کولی' داغی' یا چھنال نام کا ایک مخلوط طبقہ ملتا ہے' جو نہ صرف اچھوت ذاتوں سے متوقع عموی خدمات سرانجام دیتا ہے' بلکہ بہت سی دستکار اور اعلیٰ دستکار ذاتوں کے پیشوں سے بھی وابستہ ہیں۔ یہ کہنا ناممکن ہے کہ میدانوں میں کافی حد تک جدا بڑھئی یا کسی اور ذات کے تحت کتنے لوگوں نے اپنا اندراج کرایا' جو درحقیقت ذات کے اعتبار سے کولی ہیں اور محض اس ذات کا پیشہ اپنا لیا جس کے نام کے تحت انہیں دکھایا گیا ہے۔ اور پہاڑیوں کے ساتھ ساتھ میدانوں میں بھی ایک ہی نام کی حامل کمتر ذاتوں نے اکثر بہت مختلف عادات اپنا لیں' اور ان دو خطوں میں ان کی حیثیت بہت مختلف ہے۔ یہ بات مسٹر بارنز اور مسٹر اینڈرسن کی رپورٹوں میں سے لئے گئے ان اقتباسات سے عیاں ہو جائے گی جو میں نے اگلے صفحات میں نقل کئے ہیں۔ ایک فرق غالباً" کافی ہمہ گیر ہے' اور وہ یہ کہ پہاڑیوں میں تقریباً "تمام" پست ذاتوں نے بہت وسیع پیمانے پر خود کو کھیت مزدوری میں لگا لیا۔ اور آپ دیکھیں گے کہ کچھ علاقوں میں کولی عموی طور پر ہالی یا سیپی جانے جاتے ہیں۔ میدانوں میں یہ دونوں لفظ زراعتی مزدوروں کے دو طبقات کے لئے عام استعمال ہوتے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی لگتا ہے کہ میدانوں کی نسبت پہاڑیوں میں دیہی خدمت گاروں کی خدمات اور اس کے بدلہ میں وصول کیا جانے والا معاوضہ رواج کے تحت کم طے ہوتا ہے۔ مسٹر بارنز نے اپنی کانگڑہ رپورٹ میں پہاڑیوں میں خدمت گار طبقات کی سماجی حیثیت یوں بیان کی:

> "بہت زیادہ مغرور یا بہت زیادہ متمول طبقات جو زمینوں کے مالک تو ہیں لیکن ہل نہیں جوتتے' عموماً "کامے" یعنی اچھوت نسلوں کے مزدور ملازم رکھتے ہیں۔ اس ملازمت کی شرائط تقریباً غلامی جیسی ہی ہوتی ہیں۔ کامے کو کھانے کو روٹی' سال میں چند کپڑے' تاحیات احسان ناشناس مشقت حاصل ہوتی ہے۔ ان ذاتوں پر شروع میں بیگار یا جبری مشقت پر لگایا اور بوجھ اٹھانے کے ساتھ ساتھ کیمپ کے لئے گھاس مہیا کرنے کے لئے دباؤ ڈالا جاتا ہے۔ پہاڑیوں میں ان

ذاتوں کی درماندگی مجھے کسی بھی اور جگہ کی نسبت زیادہ واضح نظر آئی ----- ان کے طور طریقے ناپسندیدہ اور غلامانہ ہیں' وہ اپنی ذات بتانے میں محتاط ہیں۔ انہیں حادثاً" چھو لینے سے آدمی ناپاک ہو جاتا ہے اور اسے اپنی پاکی دوبارہ حاصل کرنے سے پہلے غسل کرنا پڑتا ہے۔ اگر اس ذات کے کسی شخص کو خط پہنچانا ہو تو وہ اسے دور سے ہی پھینک دیگا یا پیغام زمین پر رکھ دے گا لیکن براہ راست ہاتھ میں نہیں دیتا۔ اسے نزدیک آنے کی اجازت نہیں' اور جب عدالت لگائی جاتی ہے تو اس وقت تک باہر ہی کھڑا رہتا ہے جب کہ اسے بلایا نہ جائے۔ اگر آگے بڑھنے کے لئے اس کی ہمت افزائی کی جائے تو بھی وہ ایسا کرتے ہوئے ہچکچاتا ہے' جبکہ تمام پڑوسی اس کو چھونے کی آلودگی سے احتراز کرنے کی خاطر دور دور ہی رہتے ہیں۔ راجاؤں کی حاکمیت میں ان پر لاتعداد پابندیاں عائد تھیں۔ عورتوں کو اپنے لباس کے ساتھ چار انچ سے زیادہ لمبی سنجاف لگانے' اور نہ ہی زیورات کے لئے سونے کی اعلیٰ دھات استعمال کرنے کی اجازت تھی۔ ان کے گھر ایک مخصوص حجم سے بڑھ نہیں سکتے تھے' اور نہ ہی انہیں ایک منزلہ سے زیادہ بلند کیا جا سکتا تھا۔ مردوں کو لمبے بال رکھنا منع تھا' اور ان کی شادیوں میں دلہن کو "ہمپان" یا کرسی پر بیٹھنے کی بجائے پیدل چلنے پر مجبور کیا جاتا تھا' جبکہ باقی تمام طبقات میں اس کی اجازت تھی۔ مخصوص آلات موسیقی مثلاً دفل (ڈھول) اور نقارہ بجانا قطعاً" ممنوع تھا۔ ان میں سے متعدد پابندیاں اب بھی استوار ہیں' بہرحال یقیناً حکومتی افسروں کی طرف سے کوئی منظوری یا نفاذ نہیں۔"

میں نے جس گڑ بڑ کا ذکر کیا ہے' چونکہ مسٹر اینڈرسن کی رپورٹ اسے کافی واضح کرتی ہے اور کولو و بالائی پہاڑیوں میں معاشرے کے پست ترین طبقہ کی عجیب و غریب صورتحال کی اتنی قابل قدر اور دلچسپ تصویر کشی کرتی ہے کہ مجھے یہاں پر اسکا ایک کافی طویل

اقتباس پیش کرنے پر معذرت کی ضرورت نہیں۔ میں یہاں یہ وضاحت کروں گا کہ جو پیراگراف میں نے ذیل میں نقل کئے ہیں وہ کولو کے معاشرے کی کسی شاخ پر مسٹرایبٹ سن کی مکمل رپورٹ کے معنی نہیں رکھتے' بلکہ یہ میری جانب سے مخصوص ذاتوں سے متعلق اٹھائے گئے سوالات کے جواب میں لکھے گئے عاجلانہ نوٹس ہیں:

"میں نے کہا ہے کہ کوئی کنیت کسی ناتھ اور نائی کے ساتھ تمباکو نوشی کرلے گا لیکن کولو میں اس حقیقت سے کوئی بہتر نتیجہ اخذ نہیں کیا جا سکتا' حقہ مشترک ہے۔ مجھے یقین ہے کہ زیادہ برس پہلے کی بات نہیں ہے جب تمام ذاتیں ایک ہی نل سے تمباکو نوشی کرتی تھیں۔ یہ معاملہ اب بھی زیادہ اہم نہیں اور عام حالات کے تحت ایک کنیت کسی تھاوی' کسی ناتھ یا نائی کے ساتھ تمباکو نوشی کرلے گا' لیکن اگر اسے اس کا مورد الزام ٹھہرایا جائے تو ہو سکتا ہے وہ اس سے انکار کردے۔ وہ ان کے ساتھ کھاتا نہیں۔ کچھ مقامات پر' مثلاً موتالی کوٹھی میں کنیت داغی کے ساتھ تمباکو نوشی کرتا ہے۔ لیکن کولو میں یہ بات عام نہیں' اگرچہ یہ تخصیص گزشتہ چند برس میں ذاتیاتی امتیازات درجہ بدرجہ زیادہ واضح ہو جانے کی وجہ سے پیدا ہوئی ہے۔

"اب داغی اور چھنال کی شناخت پر آتے ہیں۔ کولو خاص میں کوئی چھنال نہیں' یعنی کہنے سے مراد یہ ہے کہ وہاں کوئی بھی شخص ایسا نہیں جس سے اس کی ذات پوچھی جائے تو وہ خود کو چھنال بتائے' بلکہ وہ خود کو داغی چھنال یا کولی چھنال بیان کریں گے' اور اسی طرح انہی خاندانوں پر داغی چھنال یا کولی چھنال اتنا ہی عموماً" خود کو محض داغی یا کولی ہی بتائیں گے۔ کولو میں داغی' کولی اور چھنال کا مطلب کافی حد تک ایک سا ہے' لیکن لفظ کولی سیوراج میں زیادہ عام ہے اور چھنال بمشکل ہی سارے کولو میں استعمال ہوتا ہے۔ لیکن مجھے یقین ہے کہ منڈی اور کانگڑہ وادی میں چھنالوں کی تعداد زیادہ

ہے۔ وادی کولو سے باہر رہنے والے ایک داغی نے مجھے بتایا کہ وہ خود کو کولو میں داغی' کانگڑہ میں چھنال اور سیوراج میں کولی کہتا ہے' ورنہ یہ مقامی ذاتیں اس کے ساتھ نہ کھائیں گی اور نہ ہی اسے قبول کریں گی۔ ایک ہی آدمی خود کو بار بار داغی اور کولی بھی کہتا ہے۔ اگر کوئی کنیت اس پست ذات کے کسی شخص سے عزت افزائی کا خواہشمند ہے تو وہ اسے کولی کہے گا' لیکن ناراض ہے تو داغی۔ منڈی علاقے کا کوئی چھنال کولو داغی کے ساتھ باہم ازدواج نہیں کرے گا۔

"لفظ داغی کی مروجہ وضاحت یوں ہے کہ یہ مویشی کے داگ / داغ (da'g) سے مشتق ہے' کیونکہ وہ مردہ مویشیوں کی لاشیں گھسیٹ کر لے جاتا اور ان کا گوشت بھی کھاتا ہے۔ اگر کوئی شخص خود کو کولی کہے تو کنیت فوراً اس سے پوچھتا ہے کہ وہ لاشیں گھسیٹتا ہے یا نہیں' اور اثبات میں جواب ملنے پر کنیت اسے داغی ہونے کا الزام اور "غالباً" کولی" ہونے کی منظوری دے گا۔ کولو خاص میں معدودے چند افراد ہی مردے کو چھونے سے احتراز کرتے ہیں۔ سیوراج میں زیادہ ہیں' لیکن وہ یہ تسلیم کرتے ہیں کہ انہیں داغی یا کولی کہا جاتا ہے اور یہ کہ چاہے وہ مرداروں کو چھوئیں یا نہیں چھوئیں سب ان کے ساتھ مساوی شرائط پر کھاتے' پیتے اور شادی کرتے ہیں۔ مردار کو نہ چھونے والے شخص کا یہ کہنا محض ایک دکھاوے کی بات ہے کہ وہ کسی ایسے آدمی کے خاندان میں شادی نہیں کرے گا جو اتنا نزاکت پسند نہیں ہے۔ یہ ایک سماجی امتیاز ہے' اور غالباً مردار کو نہ چھونے والے فرد کی کم یا زیادہ دولت کی نشاندہی بھی کرتا ہے۔

"ذاتیاتی امتیازات کے اس سمت میں قدرتی ارتقاء سے میں یہ استدلال پیش کرتا ہوں کہ کولو میں کبھی تمام پست ذاتیں مویشیوں کا

گوشت کھایا کرتی تھیں، لیکن جوں جوں ہندو تصورات مضبوط بنیادیں بناتے گئے، خوشحال لوگ اس سے اجتناب کرنے لگے اور کولی کا نام اپنا لیا۔ مروج روایت تاہم اس کی مخالف سمت میں جاتی ہوئی لگتی ہے، کیونکہ اس کے مطابق کولی ہندوستان سے آئے اور درجہ بدرجہ پست ہو کر موجودہ کمتر حیثیت تک گر گئے۔ حقیقی کولی یا جیسا کہ اسے کولو میں "سچا کولی" کہا جاتا ہے، کانگڑہ خاص میں کوٹلہ، لمبا گراؤں وغیرہ میں ملا۔ وہاں بھی یہ ذات کافی پست ہے لیکن روایت اسے اپنی موجودہ حالت سے کہیں بلند حیثیت تفویض کرتی ہے۔ کانگڑہ کے کولی کولو کے کولیوں کے ساتھ مساوی شرائط پر میل جول نہیں کرے گا۔ موخرالذکر اپنی کمتری تسلیم کرتے اور اس کی وجہ گوشت کو چھونے سے آلودہ ہو جانا بیان بتاتے ہیں۔ لیکن میدانوں کے برہمنوں اور پہاڑیوں کے برہمنوں کے ساتھ بالکل ایک ایسا ہے، وہ باہم ازدواج نہیں کریں گے۔

"میں اس بات سے واقف نہیں کہ کانگڑہ کے چھنالوں کے لئے کانگڑہ کے کولی کسی حیثیت کے حامل ہیں یا نہیں، لیکن مجھے یقین ہے کہ انہیں کمتر سمجھا جاتا ہے اور یہ کہ وہ اکٹھے کھائیں یا باہم ازدواج نہیں کریں گے۔ میں سمجھتا ہوں کہ کانگڑہ کے چھنال مردہ مویشی کو ہاتھ نہیں لگائیں گے، اور ایسا کرنے والوں کے ساتھ مساوی بنیادوں پر میل جول نہیں رکھیں گے۔ بیرونی سیوراج میں کچھ ایسے چھنال ہیں جنہیں وہاں پر کولیوں سے کمتر سمجھا جاتا ہے۔

"ایک چمار سیوراج میں خود کو داغی کہے گا، اور خود کو کولی کہنے والے افراد کا کہنا ہے کہ وہ اس کے ساتھ کھاتے اور پیتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ وہ صرف جوتے بنانے یا چمڑے کا کام کرنے کی وجہ سے چمار تھے۔ کولو خاص میں بیشتر داغی چماروں کے ساتھ نہیں کھائیں گے، لیکن کچھ جگہوں پر کھا لیں گے۔ اس بات کا انحصار خاندانوں کی

اپنی اپنی روایت پر رہا ہے۔

"زرمند کے کولی خود کو داغیوں سے اس لئے علیحدہ رکھتے ہیں کہ وہ مردہ مویشیوں کو چھوتے ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ کم و بیش اس گاؤں کی آبادی کے بہت بڑے برہمن حصے کے زیر اثر ہیں۔ تاہم زرمند کے یہ کولی اندرونی سیوراج میں کافی فاصلے پر رہنے والے کولیوں کے ایک خاندان سے باہم ازدواج کرلیں گے۔ اس موخرالذکر خاندان نے کچھ پشتوں سے لکڑی کا کام اپنا لیا ہے' اور اس کے ارکان کو کولی کے ساتھ ساتھ خرادی بھی کہا جاتا ہے۔ وہ مردار کو شاید اس لئے نہیں چھوتے کہ ان کا ایک اپنا پیشہ ہے اور وہ زیادہ امیر ہیں' لیکن وہ خود کو کولی یا داغی ہی کہتے ہیں اور اردگرد کے کولیوں میں مساوی بنیادوں پر باہم ازدواج کرتے ہیں۔ اس سے ان پست ذاتوں کی متنازعہ حالت اور ہندو تصورات کی درجہ بدرجہ ترویج بھی واضح ہوتی ہے۔

"کولو میں کولی' داغی اور چھنال کے درمیان زیادہ فرق نہیں' لیکن انہیں کانگڑہ کے کولی اور چھنال ہی تسلیم نہیں کیا جاتا۔

"کولو میں "بتیرے" محض کولی ہیں' یعنی ایسے داغی جو پتھر کی سلیں نکالتے ہیں۔ انہوں نے یہ تجارت اپنا لی ہے' لیکن اصل میں کولی ہیں۔ وہ صرف بیج میں ملے' اور اسی لئے کولی کہلاتے ہیں کیونکہ یہ نام وہاں پر داغی سے زیادہ عام ہے۔ اسی طرح بڑھئی ایسے کولی یا داغی ہیں جو کلہاڑی استعمال کرتے ہیں۔ بادھی اور بڑھئی کولو میں ایک ہی ہیں' لیکن کانگڑہ خاص میں نہیں۔ میدانوں کا ترکھان کولو کے بڑھئی کے ساتھ تعلق رکھنے سے کانپ اٹھتا ہے جو مردہ جانوروں کا گوشت کھانے سے ذرا بھی نہیں ہچکچاتا۔ خرادی سیوراج کے وہ کولی ہیں جو لکڑی کا کام کرنے لگے' اور کولی اور داغی کے ساتھ مساوی بنیادوں پر گھل مل گئے۔ انہیں عام کولیوں یا داغیوں

سے زیادہ قابل عزت سمجھا جاتا ہے کیونکہ وہ مردار کو ہاتھ نہیں لگاتے۔ کولو میں بڑھئی یا بادھی اور خرادی وہ مختلف نام ہیں جو مختلف پیشوں کو دیئے گئے نہ کہ مختلف ذاتوں کو۔ لوہاروں اور چماروں کی حیثیت اگلے پیراگراف میں بیان کی گئی ہے۔ "نرگالی" یا پہاڑی بانس کا کام کرنے والے کولی برارے ہیں۔ غالباً وہ سب بھی ایک ہی ذات سے تھے' اور محض پیشوں کی نسبت سے انہیں مختلف نام دے دیئے گئے' لیکن لوہاروں اور چماروں کو بمشکل ہی داغی کہا جا سکتا ہے۔

"لیکن ٹھاویوں کو کولیوں اور داغیوں کے ساتھ شمار نہیں کیا جا سکتا۔ وہ کافی بلند حیثیت رکھتے ہیں۔ وہ کینتوں سے کچھ ہی نیچے ہیں' جو ان کے ساتھ تمباکو نوشی تو کرلیں گے لیکن کھائیں گے نہیں۔ وہ دونوں لکڑی اور پتھر کا کام کرتے ہیں' کیونکہ کولو میں طرز تعمیر ان سے اس بات کا متقاضی ہے۔ یہ صرف ان کا پیشہ ہے جو انہیں بڑھیوں یا خرادیوں سے جوڑتا ہے' جن کے ساتھ وہ کھائیں یا باہم ازدواج نہیں کریں گے۔"

کولو میں خدمتگار طبقہ کی تنظیم اور کارکردگی کو مسٹر لائل یوں بیان کرتے ہیں:

"داغی ناپاک یا کمیں ذات ہیں۔ انہیں عام طور پر کولی بھی کہا جاتا ہے۔ تاہم کولو سے باہر یہ نام کسی بھی کولو کے شخص پر لاگو ہوتا ہے۔ (37) سیوراج میں انہیں عموماً(Betus) بیتو کہتے ہیں۔ ان میں سے ایسے افراد جنہوں نے کوئی خاص پیشہ اپنا لیا وہ اسی پیشے کے نام کی نسبت سے جانے جاتے ہیں' مثلاً "برارا" ٹوکری ساز' "بوھئی" لکڑی کا کام کرنے والا' "ڈھوگری" لوہا پگھلانے والا' "ہمبا" روئی دھنکنے والا۔ اور یہ نام پیشہ چھوڑ دینے کے کافی عرصہ بعد بھی خاندانوں سے جڑے رہتے ہیں' بالکل اسی طرح جیسے انگلستان میں اب مستھ اور کارپینٹر کہلانے والے مخصوص خاندانوں کے معاملے میں ہے۔ اسی طرح چمار اور لوہار' اگرچہ انہیں علیحدہ درجہ دیا گیا

ہے' غالباً ایسے داغی ہی ہیں جنھوں نے وہ پیشے اختیار کر لئے۔ لیکن موجودہ دور میں داغی لوہار کے ساتھ نہیں کھائیں گے' اور کچھ حصوں میں وہ چماروں کے ساتھ کھاتے یا باہم ازدواج نہیں کرتے۔ بیشتر داغی ریچھوں' چیتوں یا لنگوروں کا گوشت کھا لیں گے۔ لوہاروں کے علاوہ باقی سب ذاتیں طبعی موت مرنے والے مویشی کا گوشت کھا لیتی ہیں۔ اگرچہ ان کے پاس اپنی زمین نہیں لیکن وہ کنیتوں کی ماتحت حیثیت میں کھڑے ہیں۔ داغیوں' چماروں اور لوہاروں کے مخصوص خاندانوں کو "کوری دار" کہا جاتا ہے' یعنی مخصوص کنیت خاندانوں کے "آنگن کے لوگ۔" جب کوئی کنیت مر جائے تو اس کے لواحقین اپنے "جنائی" یعنی سردار کے ذریعہ کوری دار داغیوں کو بلاتے ہیں' وہ چتا جلانے کے لئے ایندھن لے کر آتے' جنازے کے جلوس میں شہنائی اور ڈھول بجاتے اور دیگر خدمات سرانجام دیتے ہیں' جس کے بدلہ میں وہ کھانا اور "کریا" یعنی جنازے کی فیس حاصل کرتے ہیں۔ مویشیوں کی نعشیں داغیوں کا ایک اور معاوضہ ہیں' لیکن اس میں سے وہ چماروں کو بھی حصہ دیتے ہیں۔ مؤخرالذکر کھال لیتے ہیں' اور سب گوشت کو بانٹتے ہیں۔ داغی شادیوں کے موقع پر پالکی اٹھاتے ہیں۔ لوہار اور چمار کنیتوں کے لئے لوہے اور چمڑے کا کام بھی کرتے ہیں' جس کا معاوضہ انہیں اناج کی صورت میں ملتا ہے۔ داغیوں کا لباس بناوٹ میں کنیتوں کے لباس سے مختلف نہیں' ماسوائے اس کے کہ وہ ذرا کھردرے کپڑے کا اور تنگ ہوتا ہے۔ ان کا انداز زندگی بھی کافی حد تک ایک جیسا ہے۔"

سپتی میں لوہار واحد دستکار یا خدمتگار ذات نظر آتے ہیں۔ معاشرہ کاشتکار طبقے' لوہار اور بسی یا خانہ بدوش گویوں پر مشتمل ہے۔

بروالا اور بتوال (ذات نمبر 49 اور 78)

بروالا اور بتوال تقریباً غیر متغیر طور پر ایک ہی چیز کو بیان کرنے کے لئے استعمال ہونے

والے دو الفاظ ہیں' اول الذکر زیریں پہاڑیوں اور مؤخرالذکر کانگڑہ کے سلسلہ کوہ میں زیادہ عمومی سطح پر مستعمل ہے۔ چمبہ میں دونوں نام زیر استعمال اور مترادف ہیں۔ لیکن میں نے اعداد و شمار کو اس لئے الگ الگ کیا کیونکہ کانگڑہ کے بتوال ایک حقیقی ذات جبکہ بروالا ایک پیشے کے نام سے کچھ ہی زیادہ ہے۔ دونوں الفاظ کا تعلق بہت قریبی طور پر میدانوں کے بہر یا بلاہر کے ساتھ ہے اور دیہی چوکیدار یا قاصد کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ بالائی پہاڑیوں میں یہ فریضہ بتوالوں تک ہی محدود ہے' جبکہ زیریں پہاڑیوں میں یہ کام مختلف پست ذاتوں کے افراد کرتے ہں جنہیں نسلی اصطلاح بروالا کے تحت شامل کیا گیا ہے۔ یہ افراد پہاڑیوں کے قلی بھی ہیں' اور درحقیقت وہاں پر کافی حد تک وہی حیثیت رکھتے ہیں جو میدانوں میں چماروں کو حاصل ہے' ماسوائے اس کے کہ وہ چمڑے کی دباغت یا دوسرا کام نہیں کرتے۔ کانگڑہ میں وہ کراوک یا کروک کے طور پر بھی جانے جاتے ہیں۔ اس لفظ کا موزوں مطلب ایک ایسا شخص ہے جس کا فرض قلیوں اور بیگار کے لئے دیگر لوگوں کو جمع کرنا ہے۔ انہیں "ستواگ" یعنی بار بردار بھی کہتے ہیں۔ بیشتر پہاڑی خدمتگاروں کی طرح وہ اکثر زمین کاشت کرتے ہیں' اور پہاڑیوں کے راجپوت اور دیگر ایسی نسلیں انہیں ہل جوتنے اور مزدوری کے لئے ملازم رکھتی ہیں جو اپنے غرور کی وجہ سے خود کاشتکاری نہیں کرتے۔ وہ حقیقی دیہی خدمتگار ہیں' اور گاؤں کے مہمانوں کا استقبال کرتے' چلم بھرتے' مشعل اٹھاتے اور شادی جیسے مواقع پر دولہے کی پالکی اٹھاتے اور اس کے بدلے میں مخصوص معاوضہ وصول کرتے ہیں۔ قصبات میں وہ عام ملازم نظر آتے ہیں۔ بحیثیت ذات وہ پست ترین یا کم تر رتبہ کے ہیں' واضح طور پر ڈومنا یا پہاڑیوں کے خاکروب سے بمشکل ہی اوپر۔ لیکن بتوال کی حیثیت شاید بروالا سے تھوڑی بلند ہے۔ درحقیقت بروالا کا نام "باہرولا" کی بگڑی ہوئی شکل بتایا جاتا ہے' کیونکہ تمام اچھوتوں کی طرح وہ گاؤں کی بیرونی حدود پر رہتے ہیں۔ ہمارے تقریباً تمام دامن کوہ اضلاع اور کانگڑہ کے لئے ان کی خاصی تعداد درج کی گئی' لیکن پہاڑی ریاستوں میں وہ کچھ دیگر خدمتگار ذاتوں میں شامل لگتے ہیں۔ بروالا کی اصطلاح جالندھر' امرتسر' لاہور اور سیالکوٹ میں بھی عام مستعمل لگتی ہیں' کیونکہ ان اضلاع سے کافی تعداد کا اندراج ہوا۔ بالائی سلسلہ کوہ میں اور جہاں وہ بطور بتوال معلوم ہیں' وہاں وہ تقریباً سبھی ہندو ہیں۔ لیکن جب وہ زیریں پہاڑیوں یا میدانوں میں اتر آئے اور بروالا کا نام اپنا لیا تو تقریباً مکمل طور پر

مسلمان ہیں، سوائے سیالکوٹ کے جہاں ان کی کافی تعداد ابھی تک ہندو ہے۔ درحقیقت ان کے مذہب کا فرق نام میں فرق سے کافی وسیع طور پر متعلق لگتا ہے۔ درحقیقت سیالکوٹ کے ہندو بروالوں کا ایک حصہ اس ضلع کے 1455 افراد پر مشتمل ہے جنہوں نے اپنا اندراج بطور رتال کروایا اور میں نے انہیں بتوال کی بجائے اس لئے بروالا میں شمار کیا کہ ان کے مسکن پہاڑ نہیں بلکہ دامن کوہ میں تھے۔ رتال اگر مکمل طور پر نہیں تو کافی حد تک بروالوں یا بتوالوں کے ساتھ مشابہت رکھتے ہیں، اور ایک حقیقی دیہی خدمتگار کی بنیادوں پر انہیں بطور زراعتی مزدور بہت وسیع پیمانے پر ملازم رکھا جاتا ہے۔ بتایا جاتا ہے کہ بتوال کی شادیوں پر برہمن فرائض سرانجام دیتے ہیں۔ لیکن اگر ایسا ہے تو مجھے شک ہے کہ یہ ضرور برہمنوں کا ایک اچھوت طبقہ ہوگا۔ بروالے راجپوت نسل کے دعویدار ہیں، اور اگر کسی توجیہہ کی ضرورت ہے تو اس دعویٰ کی ممکنہ توجیہہ یہ ہے کہ ان کے قبیلوں کے نام راجپوت قبائل پر ہیں، مثلاً منہاس اور جنجوعہ۔

میگ (ذات نمبر57)

میگ، جسے راولپنڈی میں مینگ بھی کہتے ہیں، جموں پہاڑیوں کے عین دامنی خطہ کا چمار ہے۔ لیکن اس کی حیثیت چمار سے کچھ بہتر لگتی ہے اور اس برتری کا سبب بلاشبہ یہ حقیقت ہے کہ میگ کپڑا بننے والے کے ساتھ چڑا مزدور بھی ہے، کیونکہ ہم پہلے بھی غور کر چکے ہیں کہ سماجی درجے میں کپڑا بننا جوتا سازی سے بلند ہے۔ (38) میدانوں کے چماروں کی طرح میگ بطور قلی اور تمام پہاڑی خدمتگاروں کی طرح وہ کھیتوں میں بہت زیادہ کام کرتے ہیں۔ جنرل کننگھم انہیں Arrian کے Mechioi کے ساتھ ملانے پر مائل ہیں، اور اپنی "آرکیا لوجیکل رپورٹس" جلد دوم کے صفحہ 11 پر ایک دلچسپ تفصیل میں انہیں کاشتکاروں کی ایسی کمتر ذات بیان کرتے ہیں جو سکندر اعظم کے حملہ کے وقت بالائی ستلج کے کناروں پر آباد تھے، اور غالباً ماکھووالا قصبے کا نام انہی کے نام پر ہے۔ حال میں وہ راوی اور چناب کی بالائی وادیوں تک ہی محدود لگتے ہیں، اور ان دونوں دریاؤں کے درمیان واقع سیالکوٹ کا دامن کوہ حصہ ان کا گڑھ ہے۔ وہ عملی طور پر سب ہندو ہیں۔

ڈومنا (ذات نمبر41)

ڈومنا ڈومرا بھی اور حتیٰ کہ چمبہ میں ڈوم کہلاتا ہے۔ یہ خاص پہاڑیوں کا چوہڑا ہے اور ہوشیارپور و گورداسپور کے دامن کوہ اضلاع میں بہ تعداد کثیر ملے۔ میدانوں کے چوہڑا کی طرح وہ خاکروب سے کچھ زیادہ ہے لیکن چونکہ چوہڑا مرکزی طور پر گھاس میں کام کرتا ہے۔ ڈومنا اس پیشے کے ساتھ ساتھ بانس میں بھی کام کرتا ہے' جو کہ چوہڑے کو دستیاب نہیں ہوتے۔ وہ چھلنیاں' چھاجیں' پنکھے' چٹائیاں' گھاس کے رسے اور ستلیاں اور عمومی طور پر تمام ٹوکریاں' کٹورے' مٹیاں' لکڑی کا سامان اور عام طور پر بانس سے بننے والی دیگر چیزیں بناتا ہے۔ جب وہ خود کو اس قسم کے کام تک ہی محدود کر لے تو خاکروبی چھوڑ دیتا ہے' بہر صورت زیریں پہاڑیوں میں وہ ہسنجرا اور کبھی کبھار سریال کہلاتا نظر آتا ہے۔ میں نے اپنے اعداد و شمار میں 261 ہسنجروں اور 31 سریالوں کو بھی شامل کیا۔ جالندھر ڈویژن میں ہسنجروں کا اندراج ڈومنوں سے علیحدہ نہیں ہوا۔ ڈومنا بمشکل ہی مسلمان یا سکھ ہوا نظر آتا ہے' اور ہندو شمار کیا جاتا ہے۔ تاہم ایک اچھوت ہونے کی وجہ سے اسے عام ہندو آبادی کے زیر استعمال کنوؤں سے پانی نکالنے کی اجازت نہیں۔

چمبہ کی طرح انڈیا کے دیگر حصوں میں ڈومنا اکثر ڈوم کہلاتا ہے' اور ہندو اسے ناپاکی کی نوع خیال کرتے ہیں۔ تاہم لگتا ہے کہ کبھی وہ ایک علیحدہ قدیمی نسل کے طور پر کچھ طاقت اور اہمیت رکھتا تھا۔ اس کے بارے میں مزید معلومات شیرنگ کی جلد اول صفحہ 400 اور ایلیٹ کی جلد اول کے صفحہ 84 پر ملیں گی۔ وہ یقیناً ڈوم - میراثی سے بالکل علیحدہ ہے جسے میں نے بطور میراثی شمار کیا۔

برارا (ذات نمبر137)

برارا یا برار ٹوکری ساز اور بالائی پہاڑیوں کا بانس مزدور ہے' البتہ وہ دامن کوہ اضلاع میں بھی پھیل گیا۔ اگرچہ اسے چوہڑوں کے دیوتا لال بیگ کی پوجا کرنے والا بتایا جاتا ہے' لیکن وہ پیشے کے اعتبار سے خاکروب نہیں۔ وہ شکار کا شوقین ہے۔ یہ حقیقت اور اس کا پیشہ دونوں مل کر ان کے خانہ بدوش اصل کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ وہ "نرگالی" یعنی بانس میں کام کرتا ہے اس لئے اسے نرگالو بھی کہا جاتا ہے۔ یہ نام کسی ذات کی بجائے پیشے کا اور ہسنجرا سے بمشکل ہی قابل تمیز لگتا ہے۔ کولو میں برارا کی ذات عمومی طور پر کولی بتائی

جاتی ہے۔ وہ گھاس اور نرسل میں کام کرنے والے دیگر افراد کی طرح ایک اچھوت ذات ہے' اور صرف 66 کا اندراج بطور مسلمان ہوا۔

سریرا (ذات نمبر97)

اپنے جدولوں میں مجھے دو ذاتوں سرارا اور سریرا کا اندراج ملا' اول الذکر کا امرتسر' لاہور و راولپنڈی ڈویژن میں اور مؤخرالذکر کا جالندھر ڈویژن و ضلع ہزارہ میں۔ جانچ پڑتال پر یہ پتہ چلا کہ ہزارہ کے لوگ قطعی طور پر نہیں تو غالباً بالکل جدا ہیں' جبکہ دوسرے قطعاً ایک ہی ہیں۔ چنانچہ میں نے انہیں بطور سریرا درج کیا اور سرارا کو ہزارہ کے لوگوں کے لئے مختص کر دیا۔ سریروں کا اندراج صرف کانگڑہ اور اس کے گردو نواح سے ہوا۔ کانگڑہ میں وہ زیادہ تر عام مزدور ہیں' اور میدانوں کے ہینجا یا دھنیا کی طرح بالخصوص کتان کوب ہیں' اور پتھر کے کھرل (دوریاں' ہاون دستے) بنانے والے بھی بتائے گئے۔ لیکن بالکل اسی طرح وہ دیہی مزدوری بھی بہت زیادہ کرتے ہیں۔ وہ کافی حد تک چماروں جیسے رتبہ کے اچھوت ہیں' اور تقریباً ان سب کو ہندو شمار کیا گیا۔

کولی اور داغی (چھنال' ہالی اور سیپی) (ذات نمبر66 اور 50)

یہ دونوں لفظ' ایک تیسرے نام چھنال کے ساتھ تقریباً غیر متفرع طور پر بلند ترین پہاڑیوں کے خدمتگاروں کے پست طبقہ کو بیان کرنے کے لئے استعمال ہوتے ہیں۔ میدانوں کے کولیوں کو پیچھے بیان کیا جا چکا ہے اور کولی کے لئے میرے اعداد و شمار میں وہ بھی شامل ہیں۔ لیکن وہ اپنی علاقائیت کے حوالہ سے بہ آسانی قابل شناخت ہے۔ دہلی و حصار ڈویژنوں اور انبالہ کے لئے دکھائی گئی تعداد اس کے حوالہ سے ہے نہ کہ پہاڑیوں کے کولیوں کے۔ اول الذکر غالباً ہندوستان سے نقل مکانی کرکے آنے والے ایک چمار قبیلے سے زیادہ کچھ نہیں' جبکہ مؤخرالذکر محض کولی الاصل ہے۔ چند صفحات پہلے دیئے گئے مسٹر اینڈرسن کے بیان سے یہ دونوں شوالکوں میں ملتے ہوئے لگتے ہیں۔ جنرل کننگھم کو یقین ہے کہ پنجاب کی پہاڑیوں پر کبھی ایسی کولی نسل آباد تھی جس کا تعلق وسطی انڈیا اور بہار کے کولوں والے گروپ سے تھا' اور یہ کہ موجودہ کولی کافی ممکن طور پر ان کے نمائندے ہیں۔ وہ نکتہ اٹھاتے ہیں کہ پانی کے لئے کولی زبان کا "دا" (Da) اب بھی شملہ پہاڑیوں کی متعدد چھوٹی

چھوٹی ندیوں کے لئے استعمال ہوتا ہے' اور یہ کہ کولی ماخذ کے قبائل کی ایک قطار جبل پور سے لے کر کم از کم الہ آباد تک محیط ہے۔ یہ سب قبیلے ایک ہی جیسے الفاظ استعمال کرتے ہیں' اور ان میں لوہے کا کام کرنے کے ساتھ موروثی تعلق کی ایک مشترک روایت موجود ہے۔ تاہم وہ کولو کا نام کولندا کے ساتھ ملاتے اور یہ سمجھتے ہیں کہ کول کے ساتھ اس کا کچھ بھی مشترک نہیں۔ بدقسمتی سے کولو کے کسی بھی باشندے کے لئے کولا ایک عام نام ہے' اور اگرچہ یہ علیحدہ معنی رکھنے والے کولی سے علیحدہ لفظ ہے پھر بھی اس کی جمع کول کو فارسی رسم الخط میں لکھنے پر کولی سے تمیز نہیں کیا جا سکتا۔ یہ بھی عین ممکن ہے کہ ہمارے اعداد و شمار میں کچھ ایسے افراد بھی شامل ہو گئے ہوں جو کولی نہیں بلکہ کول ہیں۔

کولی' داغی اور چھنال کے نام پہاڑیوں میں تقریباً "تمام" پست ذاتوں کے حوالے سے مستعمل نظر آتے ہیں۔ درمیانی سلسلہ کوہ مثلاً کانگڑہ خاص میں کولی اور چھنال کا رتبہ داغی سے بلند ہے اور کنیت و گھرتھ یا پست تر کاشتکار ذاتوں سے زیادہ نیچے نہیں۔ ہو سکتا ہے کولی کو کچھ برتر حیثیت کا بتایا گیا ہو اور چھنال کو بہت حد تک میدانوں میں چمار والی حیثیت کا' جبکہ داغی چوہڑا کے ساتھ زیادہ قرابت کا حامل ہے۔ کولو میں یہ تینوں الفاظ تقریباً ایک ہی طرح سے مستعمل لگتے ہیں اور نہ صرف پست ترین ذاتوں بلکہ قابل عزت دستکاروں کے پیشے اپنا لینے والی ذاتوں کے ارکان کا احاطہ بھی کرتے ہیں۔ اس موضوع پر مسٹر لائل اور مسٹر اینڈرسن کے انتہائی دلچسپ اقتباسات نیچے دیئے گئے ہیں۔ حتیٰ کہ کانگڑہ میں بھی یہ فرق مشکوک نظر آتا ہے۔ مسٹر لائل نے ایک اوتار کی کولو شیطان کی بیٹی سے شادی کی ایک روایت کا ذکر کیا ہے جو کولی اور داغیوں کو ایک مشترکہ ماخذ سے قرار دیتی ہے۔ روایت کے مطابق داغی اس لئے علیحدہ ہوگئے تھے کہ ان کے مورث اعلیٰ نے ایک تبتی عورت سے بیاہ کیا اور یاک کا گوشت کھانے لگا' جو بیل کی ہی ایک قسم کے طور پر ہندوؤں کے لئے مقدس ہے۔ مسٹر لائل کے خیال میں یہ کہانی دونوں ہی ذاتوں کے ہندو و مغل مخلوط نسب کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ وہ لکھتے ہیں: "پرگنہ ہمیر پور کی شمال مشرقی طرف پر راج گری میں کولی طبقہ کی کچھ تعداد ہے۔ کنیت کی طرح اس کا تعلق بھی کانگڑہ خاص کے مشرقی علاقہ سے ہے۔ مجھے یقین ہے کہ راج گری میں دوسرے ہندو اس کے ساتھ اچھوت جیسا سلوک کرتے ہیں لیکن بلاس پور اور مشرق کے دیگر علاقوں میں ایسا نہیں۔

اس طبقہ نے پابندی ختم کرنے کے لئے کنوچ راجہ تک رسائی حاصل کرنے کی کئی مرتبہ کوشش کی، لیکن پیش کی گئی رشوت ناکافی ہونے کی وجہ سے مذاکرات ناکام ہوگئے۔ اچھوتوں میں چماروں کی تعداد معمول کے مطابق سب سے زیادہ ہے۔" پرگنہ کانگڑہ کے بارے میں وہ یوں رقمطراز ہوئے: "داغیوں کا اندراج درجہ دوم گدیوں کے طور پر ہوا ہے، لیکن زیادہ موزوں طریقے سے ان کا تعلق ایک مختلف قومیت سے ہے، اور بنگاہل کے کینتوں سے وہی رشتہ رکھتے ہیں جو سیپی، بادی اور ہالی (انہیں بھی درجہ دوم گدی شمار کیا گیا) کا درجہ اول گدیوں سے ہے۔" چنانچہ یہ نظر آتا ہے کہ کانگڑہ خاص میں داغی اور وادی کے مشرق میں کولی زیادہ عام ہیں، اور یہ کہ موخرالذکر اچھوت ہیں جبکہ اول الذکر کینتوں کے ساتھ قرابت کے دعویدار۔ غور کرنے پر نظر آئے گا کہ کانگڑہ اور پہاڑی ریاستوں سے چماروں کی بہت بڑی تعداد کا اندراج ہوا، جبکہ چوہڑے داغی یا کولی (غالباً اول الذکر) میں شمار کئے گئے۔ لفظ داغی کہیں کہیں داغ سے مشتق بتایا جاتا ہے، لیکن پنجاب کے تمام حصوں کی پہاڑیوں میں ایک فارسی لفظ ذات کے نام کے لئے استعمال ہونا بمشکل ہی ممکن لگتا ہے۔ پیچھے مسٹر اینڈرسن کا بیان کردہ اشتقاق کہیں زیادہ ممکن ہے۔ دوسری طرف بلاشبہ یہ لفظ فضیحتی اصطلاح کے طور پر بھی استعمال ہوتا ہے۔ چھنال شاید پہاڑیوں کے اچھوت چھنڈالا / چنڈالا کی جدید صورت ہے، جس کا ذکر راج ترنگنی اور اس کے علاوہ بھی کافی جگہوں پر ملا۔

ساری خاص پہاڑیوں میں کولی اور داغی بہت بڑی تعداد میں ملے اور پنجاب کے کسی بھی حصہ میں نہیں ہیں۔ وہ تقریباً بلا استثنیٰ مکمل طور پر ہندو شمار کئے گئے۔ میں نے داغی عنوان کے تحت انہیں شامل کیا جنہوں نے خود کو داغی چھنال، ہالی یا سیپی بتایا۔ انبالہ ڈویژن کے 461 داغیوں نے اپنا اندراج بطور چھنال کروایا۔ جالندھر ڈویژن میں 12981 بطور داغی۔ کولی، 4687 بطور داغی۔ چھنال، 48 بطور داغی۔ بڑھئی اور 1188 بطور سیپی درج ہوئے۔ تمام ہالیوں کا اندراج چمبہ سے ہوا، جہاں ان کی تعداد 16228 ہے۔ ریاست کے سپرنٹنڈنٹ میجر مارشل نے مجھے بتایا ہے کہ چمبہ میں ہالی کسی داغی یا چھنال کو دیا گیا نام ہے، اور ہالی ایک پست ذات ہیں، ڈومنا سے کافی اوپر اور شاید چمار سے بھی کچھ برتر جو تمام قسم کا خدمت گاری والا کام اور کھیتوں میں وسیع پیمانے پر مزدوری کرتے ہیں۔ وہ چمار کے ساتھ باہم ازدواج نہیں کریں گے۔ میجر مارشل نے ہی مجھے یہ بھی بتایا کہ سیپی ہالی کی اعلیٰ قسم ہے۔

امرتسر اور نواح کے اضلاع میں اس لفظ کا استعمال زراعت میں ہاتھ بٹانے والے کسی بھی دیہی خدمت گار کے لئے ہوتا ہے' بالکل اسی طرح میدانوں میں ہالی کا مطلب محض ہل جوتنے والا ہے۔ مسٹر لائل سیپی اور ہالی دونوں کو داغیوں کے ساتھ شمار کرتے ہیں۔ کولیوں کے لئے اندراج کردہ مرکزی ذیلی شاخیں یہ ہیں۔ (1) بڑھئی 4064' (2) سیرو 5018' (3) چوہان 11616' (4) داغی 3990- داغیوں نے کسی بڑی ذیلی شاخ کا اندراج نہیں کرایا۔ ہوشیارپور میں کولیوں کی دو شاخیں اندرلا اور باہرلا بتائی جاتی ہیں' جن میں سے اول الذکر کا رتبہ چمار سے بلند اور موخر الذکر کا پست ہے۔ (39)

ریہر (ذات نمبر176)

ریہریا ریہرا کافی قریبی طور پر ڈومنا کے ساتھ منسلک نظر آتا ہے۔ وہ پہاڑیوں میں ملا۔ ڈومنا کی طرح وہ بانس کی چیزیں بناتا' لیکن ہسی کی طرح ایک آوارہ گرد مغنی کی حیثیت میں سفر کرتا پھرتا ہے۔ کہتے ہیں کہ وہ گدی عورتوں کے پہننے والے انگوٹھی چھلے بناتا اور گدی شادیوں کے موقع پر موسیقی بجاتا ہے۔

دوسالی (ذات نمبر178)

دوسالی چمار سے برتر حیثیت کی پہاڑی ذات ہے۔ وہ پتوں سے پیالے اور رکابیاں بناتا ہے جو ہندو شادیوں میں استعمال ہوتی ہیں۔ یہ لفظ ذات سے زیادہ ایک پیشے کا نام اور دوسا سے مشتق ہے۔ دوسا تیلے کا وہ چھوٹا سا ٹکڑا ہے جس کے ساتھ وہ پتوں کو نتھی کرتا ہے۔ لیکن کہتے ہیں کہ دوسالی اپنی ذات سے باہر شادی نہیں کرتا۔ غالباً ان میں سے متعدد نے اپنا اندراج بطور کولی کروایا۔ وہ ایک بہت پست ذات ہیں' لیکن اچھوت نہیں۔ اگر وہ واقعی اچھوت ہوتے تو ان کی بنائی ہوئی اشیاء میں کھانا بمشکل ہی کھایا جاتا۔

ہادی (ذات نمبر185)

یہ بھی پہاڑیوں کی ذات ہے اور اس کا اندراج صرف کانگڑہ سے ہوا۔ وہ اینٹیں بنانے' مٹی اور سبزیاں وغیرہ اٹھانے کے لئے بھاڑے کے عام مزدور اور کچھ کچھ میدانوں کے کمہار جیسے نظر آتے ہیں۔ لیکن میرے پاس ان کے بارے میں تفصیلی معلومات نہیں۔

گھائی / گھئی (ذات نمبر151)

اس ذات کے بارے میں میں قطعی بے یقینی کا شکار ہوں، حتیٰ کہ یہ بھی پورا یقین نہیں کہ یہ کوئی ذات ہے بھی یا نہیں۔ میرے آگے اسے گھاسی یا گھائی نام کی ایک علیحدہ ذات کے طور پر پیش کیا گیا، جو پہاڑیوں میں گھاس کاٹنے والے ہیں، لیکن یہ اشتقاق مشتبہ ہے۔ ذات کے بارے میں میں کوئی قابل بھروسہ معلومات حاصل نہیں کرسکا، اور نہ ہی میں نے گھاس کاٹنے کو موروثی پیشے کی صورت میں کبھی سنا ہے۔ مجھے قطعی یقین نہیں ہے کہ یہ لفظ کنیتوں کی ایک بہت بڑی شاخ خاص یا خاصیا ہی نہیں، اور غالباً قدیم خاص کے نمائندے ہیں جو کبھی کشمیر اور زیریں کوہ ہمالیہ کے مغربی حصہ پر رہتے تھے۔ اس کے علاوہ یہ بھی معلوم نہیں کہ کہیں جاہل شمار کنندہ نے اس نام کو "کھ" کی بجائے "گھ" سے تو نہیں لکھ دیا تھا۔ مسٹر اینڈرسن نے مجھے بتایا ہے کہ کانگڑہ میں لفظ گھائی کا استعمال گھاس کاٹنے والے کے لئے ہوتا ہے۔

پوربئے خدمت گار

جدول نمبر 44 میں جس گروپ کے اعداد و شمار دیئے گئے ہیں، وہ اپنے مقام ماخذ سے بہت کم کچھ مشترک رکھتا ہے لیکن پنجاب میں کافی زیادہ تعداد میں پایا گیا۔ وہ سب شمال مغربی صوبوں سے آنے والے مہاجرین ہیں، جن کا زیادہ بڑا حصہ پنجاب کے اندر ہمارے رسالوں کے ساتھ آیا۔ ان میں سے کچھ کا تعلق ایسی ذاتوں سے ہے جو خالص زراعتی ہیں، لیکن ان افراد نے اصولی طور پر خدمت گار پیشے اپنا لئے یا ملازمت اختیار کرلی، اور پنجاب کی چھاؤنیوں تک ہی محدود ہیں۔ وہ تقریباً سبھی ہندو ہیں۔ ان کے لئے کسی لمبی تفصیل میں جانے کی ضرورت نہیں، کیونکہ وہ پنجاب میں بالضرور بدیسی ہیں۔

کوری (ذات نمبر99)

یہ چماروں کا ایک بہت بڑا قبیلہ ہے جس کا صدر مقام اودھ اور نواحی علاقہ میں ہے،

جدول نمبر44 - پوربۓ خدمت گار

ذات نمبر	99	119	137	156	146	آبادی کا تناسب
	کوری	کری	بھیسوارا	پاسی	پوربی	فی ہزار
دہلی	145	233	-	20	-	-
کرنال	817	161	-	231	..	1
انبالہ	3404	508	741	356	73	5
شملہ	540	112	257	11	-	22
جالندھر	-	486	107	17	117	1
امرتسر	127	407	-	-	438	-
گورداسپور	54	1	76	-	111	-
سیالکوٹ	-	-	-	99	23	-
لاہور	1492	136	-	198	23	2
گوجرانوالہ	42	28	-	9	-	-
فیروزپور	662	362	-	90	-	2
راولپنڈی	1475	623	1174	194	39	4
جہلم	-	345	102	-	35	1
شاہ پور	2	-	24	-	128	-
ملتان	578	33	226	-	55	1
ڈی آئی خان	49	-	36	8	156	-
ڈی جی خان	77	51	107	11	60	-
بنوں	101	3	17	-	4	-
پشاور	666	3	169	87	10	1
برطانوی علاقہ	10522	3675	3419	1349	1668	1
پٹیالہ	71	181	20	29	41	-
نابھا	-	49	2	134	10	1
کپورتھلہ	75	23	37	-	56	-
کل مشرقی میدان	157	285	51	165	109	-
بہاولپور	-	-	-	-	250	-
کل پہاڑی ریاستیں	60	57	31	128	-	-
برطانوی علاقہ	10522	3675	3412	1349	1668	1
مقامی ریاستیں	217	342	72	193	359	-
صوبہ	10739	4017	3491	1542	2027	-

اور یہ ممکنا طور پر میدانوں کے مشرقی اضلاع کے کولی سے مشابہہ ہیں جنہیں پیچھے بیان کیا جا چکا ہے۔ کوری چمار شاذ ہی چمڑے میں کام کرتا ہے' اس کی بجائے وہ کپڑا بننے اور عام مزدوری تک ہی محدود رہتا ہے۔ پنجاب کی چھاؤنیوں میں وہ موخرالذکر کام ہی کرتا ہے۔ وہ ایک قلی اور گھاس کاٹنے والا ہے' اور اکثر موخرالذکر کی استعداد میں خدمت یا بطور کھریرا (گھوڑے کی جلد کو رگڑنے کا کام' مترجم) کرتا ہے۔

کرمی (ذات نمبر119)

کرمی یا کمبی کاشتکاروں کی بہت بڑی ذات ہے جو ہندوستان اور دکن کے مشرقی حصوں پر وسعت پذیر ہے۔ " کمبن ایک اچھی ذات ہے۔ وہ اپنے ہاتھ میں کدال لئے کھیتوں کے ساتھ ساتھ خاوند کو بھی ٹھیک کرتی ہے۔" لیکن پنجاب کی چھاؤنیوں میں دیگر پوربیوں کی طرح وہ بالعموم گھاس کاٹنے' کپڑا بننے اور بطور کھریرا خدمت کرنے کا کام کرتے ہیں۔ حتیٰ کہ انہیں سور پال بھی بتایا گیا ہے۔ وہ یقیناً ایک بہت پست ذات ہیں' ہماری مقامی زراعتی ذاتوں کے مقابلہ میں کہیں پست سماجی حیثیت کے حامل۔

جیسوارا (ذات نمبر127)

شمال مشرق کی متعدد ذاتوں میں اس نام کا قبیلہ شامل ہے' یہ زیادہ اختصاص کے ساتھ خدمت گار اور اچھوت طبقات ہیں' تاہم جیسوارا راجپوت اور بنئے بھی موجود ہیں۔ یہ نام اودھ میں ایک بہت بڑے صنعتکار قصبے جیس کی نسبت سے خیال کیا جاتا ہے۔ لیکن پنجاب کی چھاؤنیوں کے جیسواروں کا تعلق غالباً اسی نام کے چمار قبیلے سے ہے۔ وہ عمومی طور پر گھوڑوں کی دیکھ بھال کرنے والوں کی حیثیت میں ملے اور ہمارے کھریروں اور گھاس کاٹنے والوں کا معتدبہ تناسب جیسوارے ہیں۔

پاسی (ذات نمبر156)

یہ ذات کھتیکوں کے ساتھ قریبی طور پر وابستہ ہے جنہیں درحقیقت کچھ لوگ محض ایک پاسی قبیلہ ہی کہتے ہیں۔ وہ شمال مغربی صوبوں کے پیشہ ور چوکیدار بتائے جاتے ہیں۔ انڈیا میں صرف یہی ایک علاقہ ایسا نہیں جہاں یہ دونوں پیشے ساتھ ساتھ چلتے ہیں۔ ان کے

نام کو "پاسا" (ایک پھندا) سے مشتق اور اصلی پیشہ پاسا کے ذریعہ تاڑی کے درخت پر چڑھنا اور تاڑی تیار کرنا بتایا جاتا ہے۔ وہ ایک کافی پست ذات اور سور پال ہیں۔ پنجاب کی چھاؤنیوں میں انہیں اکثر اپلے بیچنے کے کام پر بھی لگایا گیا ہے۔

پوربی (ذات نمبر146)

اس لفظ کا مطلب پورب یعنی مشرق کے آدمی سے زیادہ کچھ نہیں، اور پنجاب میں ازروئے نسل اس کا استعمال شمال مغربی صوبوں سے آنے والے تمام خدمت گار مہاجرین کے لئے ہوتا ہے، جو ہمارے زیر غور گروپ کو متشکل کرتے ہیں۔

حواشی:

1۔ میرے خیال میں یہ بات بالکل درست نہیں۔ رب داسی یا رائے داسی چمار ہندو ہیں اور رام داسی سکھ۔ لیکن شاید ایسا ہو کہ روداسی نانک پنتھی سکھوں سے مشابہہ ہیں جنہیں بالعموم ہندو بتایا گیا' جبکہ رام داسی خاص گووندی یا سنگھی سکھوں سے تعلق رکھتے ہیں' کیوں کہ سردار صاحب نے یہاں کہا ہے کہ رام داسی پاہل لیتے ہیں' جو گورو گوبند سنگھ جی کی ریت ہے' جبکہ رب داسی پاہل نہیں لیتے۔ (مزید دیکھئے "سکھ چمار یا رام داسیا" کے ضمن میں)

2۔ تاہم مسٹر کرسٹی نے توثیق کی ہے کہ ایسے پیشہ ور بیلداروں کی بڑی بڑی آبادیاں موجود ہیں جو اوڈ نہیں۔ وہ بالعموم پنجاب خاص میں مسلمان اور مشرقی اضلاع میں ہندو ہیں۔ وہ اچھوت نہیں۔ ان کے مسکن مخصوص ہیں اور جب زمین کھدائی کا کام میسر نہ آرہا ہو تو اپنے جانوروں کے ساتھ بطور حمال کام کرتے ہیں۔ ممکن ہے ہمارے جدولوں میں اندراج کردہ مسلمانوں کا تعلق اس طبقہ سے ہو' کیونکہ اوڈ اور بیلدار گڈمڈ ہوگئے۔

3۔ "مہتم" بھی ایسے ہی پھندے کے ساتھ شکار کرتے ہیں' لیکن ان کے پھندے مونج سے بنے ہوتے ہیں' جبکہ باوریا کے چمڑے سے۔

4۔ یہ "کال ڈھبالیا" بھی کہلاتے ہیں۔ ڈھبہ ایک پٹی کوٹ کی طرز کا کمبل (کملی) ہے۔

5۔ مصنف نے "Jhil or marsh" لکھا۔ کیپٹن ڈبلیو پی ہیرز کی انگلش پنجابی ڈکشنری 1929ء میں marsh کا مطلب جھل اور جھیل جبکہ Lake کا مطلب جھیل' ہتنب / ہتمب اور ڈل کے علاوہ سر بھی لکھا ہے۔ "سر" سے ہی امرتسر یعنی آب حیات کی جھیل بنا ہوگا۔ مصنف نے ہتمب کو غلط طور پر "ہتنب" لکھا تھا۔ (مترجم)

6۔ ایک اور اشتقاق "جھام" ہے جو کنواں کھودنے کے لئے مٹی کھینچنے میں استعمال ہوتا ہے۔

7۔ مسٹر کرسٹی کہتے ہیں کہ چار بڑے سنی مکتبہ ہائے فکر میں سے (یا تمبلی) کھانے پینے کی پابندی سب سے زیادہ کرتے ہیں۔ حنفی قوانین موسوی روایات سے کافی قریب ہیں۔ شافعی کہتے

ہیں کہ پانی میں رہنے والے تمام جانور صاف ہیں' جبکہ مالکی کا کہنا ہے کہ ہر چیز' چاہے زمین پر ہو یا پانی میں' پاک ہے۔ اور وہ صرف ان جانوروں کو خارج کرتے ہیں جنہیں خصوصاً" پلید قرار دیا گیا ہے مثلاً کتا' سور اور پنجوں میں پکڑ کر کھانے والے پرندے۔ انہوں نے مجھے بتایا ہے کہ سب پکھی واروں کا تعلق مالکی اور تمام جھیلوں و ملاحوں کا شافعی مکتبہ سے ہے۔

8۔ ہندی کے "کیورت" کا مطلب ملاح' کشتی بان اور ماہی گیر ہے۔ (مترجم)

9۔ یہ بات میں نے جیسے دیکھی جوں کی توں لکھ دی' لیکن سارے پنجاب میں مینا یا منا دینا اس مفہوم میں عام استعمال ہوتا نظر آتا ہے۔ یہ کافی امکان ہے کہ اس جملے کا مینا ذات کے نام سے کوئی تعلق واسطہ نہ ہو۔

10۔ تاہم مسٹر کرسٹی کہتے ہیں کہ "ناگو" کی اصطلاح اکثر جھینوروں یا دھینوروں کے ساتھ ساتھ برہمنوں کے لئے بھی استعمال ہوتی ہے۔

11۔ لاہور کے بازار حسن میں بھی بہو سے پیشہ نہ کروانے کی روایت ہے۔ اس کے علاوہ کئی دیہاتی جسم فروش خاندانوں یا برادریوں میں بھی اس روایت کی موجودگی بتائی گئی ہے۔ (مترجم)

12۔ دوسری طرف مسٹر کرسٹی (جو ایک اچھی سند ہیں) کے مطابق حقیقت اس کے عین برعکس ہے۔

13۔ برش بنانے والوں "کوچ بند" کو کنجروں کی ایک شاخ بتایا گیا ہے جنہوں نے دلالی ختم کرکے ایک علیحدہ انجمن بنا لی ہے اور قبیلے کی دوسری شاخوں میں شادی نہیں کرتے۔

14۔ مسٹر چانگ کی رائے میں یہ افراد مزار شاہ چوکھا کے "فقیر" ہونگے۔ شاہ چوکھا کو میو بہت محترم جانتے ہیں' حتیٰ کہ اس بزرگ کے میلے سے شادی شدہ عورت کو اغوا کرلینے کی بھی اجازت ہے اور یہ کہا جاتا ہے کہ وہ عورت اغوا کرنے والے کو شاہ چوکھا نے دے دی ہے۔

15۔ جلد پر چھوٹا سا شگاف لگانا اور اس پر سینگی لگا کر خون کو کھینچ نکالنا' یا شگاف لگائے بغیر سینگی کے ذریعہ خوں کو جلد کی سطح تک لانا۔ پہلے زمانہ میں اس طریقہ سے خون کا اندرونی جماؤ دور کیا جاتا تھا۔ (مترجم)

16۔ چوہڑے بھنگی کی اصطلاح کو ملامت آمیز خیال کرتے ہوئے خود کو چوہڑا کہلانے کو ترجیح دیتے ہیں۔

17۔ ڈیرہ اسماعیل خان میں اس نام کی ایک قابل عزت زراعتی ذات بتائی جاتی ہے' جسے

جھاڑو کش کرتا نہ سے علیحدہ رکھنا چاہئے۔

18۔ چمار کو ہمیشہ "او چمار" کی بجائے "او' چمار کے" کہہ کر کیوں بلایا جاتا ہے' جیسا کہ دوسری ذاتوں میں ہوتا ہے؟

19۔ مجھے تو یہی بتایا گیا۔ البتہ مسٹر ولسن کہتے ہیں کہ انہوں نے اس لفظ کا یہ استعمال کبھی نہیں سنا۔

20۔ وہ شخص جو چمڑے کی دباغت کرتا ہے۔ آگے یہی اصطلاح استعمال کی جائے گی۔ (مترجم)

21۔ "ٹ" پر تشدد کے ساتھ۔

22۔ "مہرا" بالکل اسی مفہوم میں ایک عزت کا لقب لگتا ہے جیسے اکثر کسی جمعدار کو بہشتی کہہ کر بلایا جاتا ہے۔ جنوب مغربی صوبہ میں "مہر" سردار کا مترادف ہے۔

23۔ بار سے لدی ہوئی بیل گاڑی "بہنگی" یا Yoke پنجاب کے مغرب میں تقریبا نامعلوم لگتی ہے۔

24۔ یہ امر قابل غور ہے کہ بھٹیار درج کئے جانے والے سب مسلمان ہیں' شاید اس لئے کہ کم از کم پنجاب کے مشرق میں بیشتر ہندو بھینور کی پکائی ہوئی یا تیار کی روٹی نہیں کھاتے۔

25۔ ہندی اردو لغت میں بھی "مہانا" کا مطلب ندی کا دہانہ' وہ مقام جہاں دو دریاؤں کا ملاپ ہو' لکھا ہے۔ مصنف نے اس کے ہجے Mohana لکھے۔ (مترجم)

26۔ صوبہ پنجاب اور شمال مغربی صوبوں کو فرہنگ کے مطابق جھ = دھ۔ یعنی ان کا استعمال مختلف الفاظ میں ایک ہی مفہوم میں ہوتا ہے۔ مثلاً بجھا ہوئیا یعنی بندھا ہوا' اور ردھی کا بھی یہی مطلب ہے۔ (مترجم)

27۔ پنجابی زبان میں انہیں "ٹنڈ" کہتے ہیں اور رہٹ کو "ٹنڈاں والا کھوہ۔" ایسے کنوئیں اب بھی موجود ہیں تاہم اب ان میں مٹی کی بجائے لوہے کی ٹنڈیں استعمال ہوتی ہیں۔ (مترجم)

28۔ مسٹر کولبروک کے مطابق پرانوں میں کرم کارا یا لوہار کو آلودہ قبائل میں سے ایک کا درجہ دیا گیا ہے۔

29۔ پنجاب اور این ڈبلیو ایف پی کی ذاتوں اور قبائل کی فرہنگ میں اس کا تلفظ "کسیرا" بھی لکھا ہے۔ (مترجم)

30۔ "کانسہ" بھی۔ کانسی کی ایک قسم۔ 80 فیصد تانبہ اور 20 فیصد قلعی پر مشتمل گھنٹی بنانے

کا بھرت' Bell metal- (مترجم)

31۔ ہندی اردو لغت میں "آگر" کا مطلب معدن نمک درج ہے۔ (مترجم)

32۔ اودھ اور نواح میں نونیا لفظ کا استعمال ایک شورہ تیار کرنے والے کے حوالہ سے بتایا جاتا ہے۔

33۔ "بریتی" ریت کی ایسی ڈھیری کو کہتے ہیں جو پانی کے بہاؤ کی وجہ سے بلند ہو گئی ہو۔ تاہم اس کا تعلق بریتا سے ہونا لازمی نہیں۔ ممکن ہے بریتا کی صحیح صورت بریٹا ہو۔ (مترجم)

34۔ یک طرفہ چھپائی والا سوتی کپڑا۔ Calico- (مترجم)

35۔ اس کا مطلب بھی کپڑے سینے والا' یعنی درزی یا خیاط ہے۔ (مترجم)

36۔ کیا اس بات کا امکان ہے کہ گڑگاؤں کے متعدد جولاہوں نے خود کو تیلی بتایا ہو؟ گڑگاؤں میں جولاہوں کی تعداد توقعات کے مطابق نہیں۔ مسٹر ولسن کی رائے ہے کہ ضلع فیروزپور کے جنوب میں ملنے والے بیوپاریوں کی ایک کثیر تعداد' جن کی ذات شاید میو ہے' نے بہت ممکن طور پر اپنا اندراج بطور قصابے کرایا ہوگا۔ وہ نشاندہی کرتے ہیں کہ گڑگاؤں میں کپڑا بننے کا کام چمار اتنا زیادہ کرتے ہیں کہ جولاہوں کی تعداد زیادہ نہ ہونا قدرتی بات ہے۔

37۔ لیکن یہ لفظ کولی نہیں کولا ہے۔ اگلے صفحات پر دیکھیں۔

38۔ بیکانیر اور سرسا میں کسی چمار سے خوش ہونے والا شخص اسے میگوال کہتا ہے' بالکل اسی طرح جیسے ناراضگی کی صورت میں ڈیڑھ۔ باگڑ کے چماروں کا کہنا ہے کہ وہ میگ رکھ کی نسل سے ہیں' جسے نارائن نے تخلیق کیا تھا۔

39۔ اس بارے میں مسٹر اینڈرسن کا کہنا ہے کہ کولو میں داغی' کولی' چمار اور المختصر تمام اچھوت ذاتوں کو لوگ "باہر کے" (بیرونی)' جبکہ باقیوں کو "اندر کے" (اندرونی) بیان کئے جاتے ہیں۔ موخرالذکر میں کنیت اور اعلیٰ طبقات ذاتیں شامل ہیں۔ یہ الفاظ صاف طور پر اس طرف اشارہ کرتے ہیں کہ اول الذکر طبقہ کو اس جگہ سے باہر ہی رہنا چاہئے جہاں کھانا پکایا اور پانی رکھا جاتا ہے' جبکہ موخرالذکر طبقہ اندر جا سکتا ہے۔ کافی ممکن ہے کہ یہ اصطلاحات (اندرلا اور باہرلا) اس حوالے سے کولیوں کے ان دو طبقات کا باہمی تعلق اور حیثیت بیان کرتی ہوں' اور ہو سکتا ہے ان دونوں ناموں کا اطلاق بالترتیب چمار اور کولی شاخ پر ہوتا ہو جو (جیسا کہ ہم نے اوپر دیکھا) ہوشیار پور اور کانگڑہ سرحد پر ملتی ہیں۔

یاسر جواد کی ترجمہ کردہ دیگر کتب

انگلش سے اردو:

1 - فلسفہ مذاہب — امولیہ رنجن مہاپترا
2 - ٹرائل (ناول) — فرانز کافکا
3 - مشرق کے عظیم مفکر — ایان پی مک گریل
4 - محبت کی نفسیات — ایم سکاٹ پیک
5 - محبت کے لئے کھانا — جینٹ گر-سن
6 - عرب — ول ڈیورانٹ
7 - پانی سے علاج — وی ایم کلکرنی
8 - کائنات — کارل ساگان (زیر طبع)

گورمکھی سے اردو:

9 - خانہ بدوش (آپ بیتی) — اجیت کور
10 - فالتو عورت (کہانیاں) — اجیت کور
11 - گوری (ناول) — اجیت کور
12 - دھوپ والا شہر (ناولٹ) — اجیت کور
13 - پہلی اداسی (کہانیاں) — اجیت کور
14 - میرا پاکستانی سفرنامہ — بلراج ساہنی
15 - جنم جنم کی داستان (آپ بیتی) — امرتا پریتم

پنجاب کی ذاتیں

جٹ، راجپوت، لغاری، کھوسہ، مری، دریشک، گورچانی، گنڈاپور، شیرانی، مروت، نیازی، وزیری، خٹک، بنگش، مہمند، آفریدی، تناولی، سواتی، ہزاروی، تہیم، ہٹہ، لنگاہ، چھینا، سومرا، چدھڑ، سپرا، کھرل، ہانس، گھگہ، تارڑ، وڑائچ، ساہی، ہنجرا، چیمہ، باجوہ، گھمن، کاہلوں، سرائے، چٹھہ، گورایہ، ڈھلوں، ورک، سندھو، بھلر، مان، پنوں، سدھو، اولکھ، گل، مانگٹ، رندھاوا، بینس، سوہل، راٹھی، کھتری، دلال، تنوار، چوہان، منیس، گوجر، باگڑی، رانگڑ، پال، راٹھور، پنوار، بھٹی، وٹو، جوئیہ، مہر، کچھی، ہراج، سیال، رانجھا، گوندل، میکن، ٹوانہ، ستی، گھیبا، کہوٹ، جنجوعہ، منہاس، چبھ، ٹھاکر، سلہریہ، کاٹل، کھوجہ، منج، راوت، کرال، ککھڑ، اعوان، ڈوگر، روڑ، ناگا، میو، خانزادہ، داؤدپوترا، کھوکھر، کھٹڑ، مالی، سینی، ارائیں، ملیار، کنیت، لودھا، کمبوہ، اہیر، مہتم، گدی، عرب، شیخ، انصاری، میانہ، مغل، قزلباش، بیراگی، اکالی، درویش، جلالی، قادری، سہروردیہ، چشتی، مداری، بھرائی، نائی، بھاٹ، ڈوم، میراثی، جوگی، راول، ناتھ، بہروپیا، بھانڈ، بنیا، دھونسر، بوہرہ، مہاجن، بھابڑا، کھتری، اروڑا، پراچہ، بنجارہ، لبانہ، نیار، کانگڑ، تمبولی، کنجڑا، کشمیری، گورکھا، کنچن، جراح، بیسی، عطار، منہ بند، بساطی، گھرامی، چڑی مار، ہندکی، کمیرا، کراڑ، اوڈ، بیلدار، چنگڑ، سانسی، جھیل، بلوچی، قلندری، بدون، کنجر، نٹ، بازیگر، چوہڑا، کھتیک، چمار، موچی، دب گر، کنیر، جھینور، ماچھی، ملاح، لوہار، ترکھان، کمہار، سنار، داؤلی، چوڑی گر، دھوبی، رنگریز، پینجا، تیلی، کلال، پوربی، لیلاری، تھاوی، بھٹیارہ........